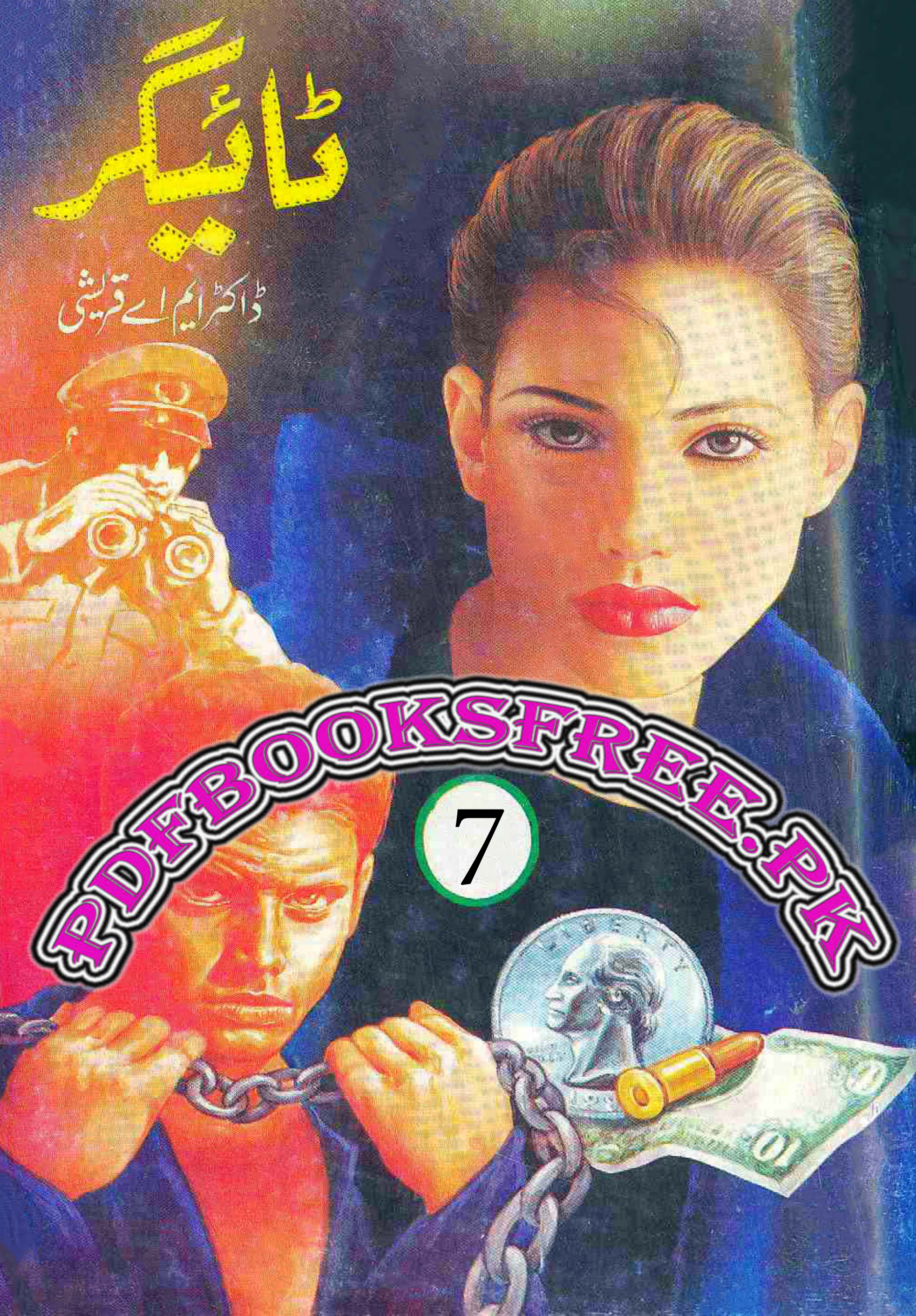
ٹائیگر
ڈاکٹر ایم اے قریشی
PDFBOOKSFREE.PK
7

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

اُس [redacted] کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی۔
وہ بڑے انہماک سے دیوار سے کان لگائے کچھ سُنتا
رہا لیکن ایسا کرتے ہوئے بھی اُس کی آنکھیں جینی پر ہی ٹکی ہوئی تھیں۔
اُس کے اچانک خاموش ہو جانے پر جینی کے چہرے پر بھی حیرت کے تاثرات پھیل گئے لیکن وہ منہ سے کچھ نہ بولی اور خاموشی سے زردرو کی آنکھوں میں جھانکتی رہی۔
دفعتاً زردرو کے ہونٹوں پر ایک عجیب سی مسکراہٹ دوڑ گئی جیسے وہ کسی نتیجے پر پہنچ گیا ہو... جینی کو اس کے ہر انداز میں پُراسراریت محسوس ہو رہی تھی، جانے اُس کی مسکراہٹ میں کون سا تاثر تھا کہ جینی کو اپنے جسم میں سردی کی لہر سی دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔
"سنو جینی میں تمہیں اپنے ایک راز کی بات بتاؤں۔" اُس کا لہجہ انتہائی پُراسرار تھا۔ "اب تک ہمارے ہاتھوں جتنی تباہی مچی ہے جتنے لوگ قتل ہوئے ہیں، اس تباہی اور ان وارداتوں کا میرے ذہن میں صرف ایک مقصد ہے۔ میں کسی انقلابی نظریے کو نہیں مانتا، میں نے اور تم نے جو کچھ کیا، اُس کا واحد مقصد دو افراد کی بربادی ہے۔"
"دو افراد کی بربادی!" جینی چونک پڑی۔ "کیا تمہاری مراد شہزاد اور اُس کے بوڑھے مشرقی ساتھی سے ہے؟"
"ہاں میں شہزاد کا ہی ذکر کر رہا ہوں، جو آج کل ماسٹر آف سائیو بننے کے خواب دیکھ رہا ہے... اور آوشان کا بھی... اُس بوڑھے کا جو آج کل ماسٹر ہے، جس کا وجود میرے اور میرے مقصد کے درمیان کسی آہنی دیوار کی مانند حائل ہے۔"
"تمہاری باتیں غیر انقلابی ہیں۔" جینی منہ بنا کر بولی۔ "مجھے ہر چیز سے نفرت محسوس ہونے لگی تھی۔ مجھے پہلی بار احساس ہو رہا تھا کہ طیاروں کا اغوا، لوگوں کا قتل اور ایسی ہی ساری باتیں اور حرکات قابلِ نفرت ہیں۔"
"ممکن ہے۔" زردرو مسکرانے لگا۔ "لیکن فتح مند شخص اپنے اعمال پر کوئی بھی لیبل لگا سکتا ہے۔ جب کہ شکست خوردہ کو یہ حق حاصل نہیں ہوتا۔" یہ کہتے ہوئے اُس کی آنکھیں عجیب انداز میں چمکنے لگی تھیں۔ "لیکن بہت باتیں ہو گئیں۔" وہ ایک طویل سانس لے کر خوابناک لہجے میں بولا۔ "اب وہ آنے ہی والا ہو گا۔ آؤ اب منصوبے کے اگلے حصے پر عمل کریں گے۔"
"میں سمجھی نہیں۔"
"وہ ہماری تلاش میں اوپر آئے گا اور... مایوس ہو کر وہ ایک بار پھر نیچے کا رُخ کرے گا، دیکھنا یہ ہے کہ وہ دوسری دفاعی لائن بھی توڑ سکتا ہے یا نہیں۔ ہم نیچے چلیں گے۔"

ٹائیگر نے ناپ فلور پر کسی کو نہ پا کر بُرا سا منہ بنایا، مگر اُسے کسی قسم کی جھنجھلاہٹ نہ ہوئی۔ وہ واپس سیڑھیاں اُترنے لگا۔
چوتھی منزل کی طرح تیسری منزل پر اب بھی کوئی نہ تھا۔ وہ سر ہلاتا ہوا زینے پر چلتا رہا اور پھر آخری زینے کے حصے پر اُسے رُک جانا پڑا۔
نیچے ایک قدآور سیاہ پوش کھڑا ہوا تھا۔
اُس نے مسکرا کر ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر دھیرے دھیرے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔
ٹائیگر کے ہونٹوں پر اسے دیکھ کر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں میرے دوست" اُس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے سیاہ پوش کو مخاطب کیا "وہ تم نہیں ہو" یہ کہتے ہوئے وہ غیر محسوس انداز میں پیچھے ہٹنے لگا۔

جونہی ٹائیگر بقر طور کے درمیانی زینے پر پہنچا، اُسے اپنے دائیں جانب ایک اور شخص کی موجودگی کا احساس ہوا۔

"حضرات!" ٹائیگر نے مسکرا کر باری باری دونوں کی طرف دیکھا جو کسی روبوٹ کی طرح دھیرے دھیرے اُس کی سمت بڑھ رہے تھے۔

"میں انقلاب کا ساتھ دینے کے لیے آیا ہوں"

"جہنم میں جاؤ" دوسرے سیاہ پوش نے غرا کر جواب دیا۔

"گڈ..." ٹائیگر مسکراتا رہا "کیا تم دونوں داروغہ جہنم ہو؟"

لیکن وہ اُسے خاموشی سے گھورتے رہے تھے۔

ٹائیگر کے ہونٹوں پر اب بھی مسکراہٹ کھیل رہی تھی لیکن اس مسکراہٹ میں ظاہر ہونے والا تاثر غالب تھا اس کے عضلات دھیرے دھیرے سخت ہو رہے تھے۔ اس کا روآں روآں ایک افتاد پیش آنے والے لمحات سے نمٹنے کے لیے تیار تھا۔

لیکن دونوں سیاہ پوشوں میں سے کسی نے بھی حملے میں پہل کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ ایک ایک قدم انتہائی محتاط انداز میں اٹھا رہے تھے۔ غالباً اس حقیقت سے آگاہ تھے کہ ان کے سامنے کوئی معمولی ہستی نہیں بلکہ وقت کا سب سے بڑا فائٹر کھڑا ہے۔

عمارت میں ہر سمت گہرا سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ٹائیگر کو ان دونوں کے دل کی دھڑکنیں صاف سنائی دے رہی تھیں... اور ان دھڑکنوں کی رفتار معمول سے کچھ زیادہ ہی تیز تھی۔

ٹائیگر جانتا تھا کہ ان کی یہ کیفیت زیادہ دیر تک برقرار نہیں رہے گی بلکہ وہ جلد ہی طیش میں آجائیں گے۔ ٹائیگر کا اندازہ غلط ثابت نہ ہوا۔ اگلے ہی لمحے وہ تیزی سے آگے بڑھے تھے۔

دونوں نے بیک وقت ہاتھ اٹھائے اور ٹائیگر نے چار ہاتھوں کو گھونسے کی صورت میں تیزی سے اپنی جانب بڑھتے دیکھا۔

اُس نے اپنی جگہ سے کوئی حرکت نہ کی اور پُرسکون انداز میں اُن کی حرکات کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر اس سے قبل کہ اُن کے آہنی ہتھوڑوں کی مانند گھونسوں کا سفر اُس کے چہرے پر آکر ختم ہوتا۔ ٹائیگر عین وقت پر اُن کے سامنے سے ہٹ گیا۔ اب ان گھونسوں کا ہدف ٹائیگر کا چہرہ نہیں بلکہ کنکریٹ کی مضبوط دیوار تھی۔

لیکن اُن دونوں نے جو حرکت کی اُسے دیکھ کر ٹائیگر چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ انھوں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا جونہی ٹائیگر اُن کی زد سے نکلا اُن کے ہاتھ میکانکی انداز میں واپس ہو گئے تھے۔

ورنہ دوسری صورت میں وہ آئندہ کسی کو بھی گھونسا مارنے کے قابل نہ رہتے۔

وہ تیزی سے گھومے اور ٹائیگر کے دائیں بائیں ہو گئے۔

پھر اس سے قبل کہ وہ ٹائیگر پر حملہ کرتے۔ ٹائیگر کی ایک ٹانگ اور ایک ہاتھ نے تیزی سے حرکت کی اور ایک سیاہ پوش اپنے چہرے پر دونوں ہاتھ رکھ کر لڑکھڑاتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

اُس کے بدن پر تشنج جیسی کیفیت تھی اور چہرے پر لگے ہوئے دونوں ہاتھوں کی پوروں سے خون لکیروں کی صورت میں بہہ کر اُس کے دستانوں کو سرخ کر رہا تھا جبکہ دوسرے کے ہاتھ اپنی پسلیوں پر جمے ہوئے تھے۔ اُس کے چہرے پر حیرت و کرب کا ایک عجیب سا امتزاج پھیلا ہوا تھا۔ ٹائیگر کی فولادی ٹھوکر نے اُس کی پسلیوں میں ایک قیامت سی مچا دی تھی۔

ٹائیگر نے زیادہ دیر وہاں رکنا مناسب نہ سمجھا اور تیزی سے پلٹ کر زینے کی طرف بڑھ گیا۔ ابھی وہ زینے کے قریب ہی پہنچا تھا کہ اُس کے کانوں میں کسی کے کراہنے کا دھیما سا سنائی دیا۔ ٹائیگر نے پلٹ کر دیکھا، جیسے اُسے یقین تھا کہ اُس کے شکار زیادہ دیر تک اپنے پیروں پر کھڑے نہیں رہ سکیں گے۔

ٹائیگر بے ساختہ طور پر مسکرانے لگا۔

یہ مسکراہٹ جینی کو دیکھ کر نہیں بلکہ جینی کے ساتھی پر نظر پڑنے کے بعد اُبھری تھی۔ اُس کا اندازہ سو فیصد درست نکلا تھا۔ اُس کے سامنے نوگان کھڑا تھا۔ اُوشان کا خاص بھیجا ہوا اور دُنیا میں اُس کا سب سے بڑا خطرناک حریف...

ٹائیگر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہی نوگان کے ہاتھ بائیں جانب جھول گئے۔

"مجھے یقین تھا کہ تم ہی سے ملاقات ہوگی نوگان" ٹائیگر کے لہجے میں فتح مندی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔

"کیا اُوشان نے میرا ذکر کیا تھا؟" نوگان نے جھجکتے ہوئے لہجے میں ٹائیگر سے پوچھا۔

"نہیں..." ٹائیگر بدستور مسکراتا رہا "اُوشان کا ہر اصول دُنیا سے الگ ہے۔ وہ تمہارے بارے میں بھی اصولی آدمی ہے۔ اُس کا کہنا ہے کہ نوگان کا نام صرف اور صرف مدفنین کی رسوم میں لیا جانا چاہیے۔ غالباً سناٹو میں یہ سزا انتہائی بدمعاش آدمی کو دی جاتی ہے کیوں؟ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"بے چارہ... بوڑھا اُوشان" نوگان نے سر ہلا کر کہا "کچھ عرصہ قبل تک میرے باپ کا بھائی یقیناً بہت درست شخص ہوگا لیکن اب تو

ختم ہو چکا ہے" اُس کے لہجے میں مصنوعی تاسف تھا، جیسے وہ اُوشان کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"نہیں..." ٹائیگر نے فوراً جواب دیا "سناٹو کے ماسٹر کو ختم سمجھنے والوں سے دُنیا کے بہت سے قبرستان بھرے ہوئے ہیں نوگان!"

"ممکن ہے ایسا ہی ہو... لیکن ان مردوں میں کسی کا نام نوگان یقیناً نہیں ہوگا اور نہ ہی ان میں سے کسی کا تعلق ایوانِ سناٹو سے ہوگا اور اُن میں سے کوئی..."

"اُن میں سے کوئی بھی ایوانِ سناٹو کے وسیلے کا غدار بھی نہیں ہوگا نوگان" ٹائیگر نے پُرسکون لہجے میں جملہ پورا کر دیا "ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہوگا جو ان حربوں کو قتل و غارت گری کے لیے استعمال کرتا ہو" ٹائیگر کا اشارہ جینی کی طرف تھا "تم نے دہشت گردی کی راہ کا انتخاب کیوں کیا؟"

جینی ان دونوں کو بار بار اس طرح دیکھ رہی تھی جیسے کوئی ٹینس میچ دیکھ رہی ہو۔

نوگان نے قہقہہ لگایا تو اُس کی آنکھیں نوگان کے چہرے پر جم گئیں۔

نوگان سنگ مرمر کی ریلنگ سے ٹیک لگائے کھڑا تھا اور اُس کے دونوں ہاتھ سینے پر بندھے ہوئے تھے۔

قہقہہ لگاتے ہوئے نوگان نے سر کو پیچھے کی طرف جھکایا تو ٹائیگر کو اُس کے عقب میں دو موٹے موٹے تار نظر آنے لگے، جو قبل از تاریخ کی ایک توے نما بند چھلی سے سنبھلے ہوئے تھے۔ اس چھلی کے سائے کی وجہ سے یہاں قدرے تاریکی پھیلی ہوئی تھی، جس نے ماحول کو عجیب سی پُراسراریت دے دی تھی۔

"تم اب بھی کچھ نہیں جانتے اپنے چچا کے... شاگرد" وہ استہزائیہ لہجے میں بولا۔

"میرے ان تمام اقدامات کا تعلق دہشت گردی سے کسی طرح بھی نہیں تھا کیا اُوشان نے تمہیں کتے کی دو قسمیں نہیں بتائی تھیں؟ ایک کتا صرف بھونکتا ہے، دوسرا کاٹ کھاتا ہے"

"تب پھر..." ٹائیگر نے دھیرے سے کہا۔

"تب یہ دہشت گردی دراصل ایسا کتا تھی، جو صرف بھونکتا ہے جب کہ کاٹ کھانے والے کتے کا اصل ہدف تم اور تمہارا بوڑھا اُستاد ہے۔ بھونکنے والے کتے کا استعمال اسی لیے کیا گیا تھا کہ تمہاری توجہ کاٹ کھانے والے کتے سے ہٹ جائے۔ تمہیں وہ ملٹی نیشنل ایجنسیاں یاد ہیں جنھوں نے لاس اینجلز جانے پر اصرار کیا تھا؟ ان کا یہ اصرار میری ہدایت کے مطابق تھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ حکومت تم کو ہی طلب کرے گی۔

ہوائی اڈے اور جنرلوں پر حملے کا مقصد تمہیں قریب سے قریب تر لانا تھا یعنی تمہیں ٹارگٹ رینج میں لانے کی حکمت عملی پر عمل کرنا تھا"

"ٹھیک ہے" ٹائیگر مسکرا کر بولا "لیکن کسی کو ٹارگٹ رینج میں لے آنا الگ بات ہے اور اُسے ٹارگٹ بنانا الگ..."

"یہی تو پورے کھیل کا حسن ہے شہزادے" نوگان نے قہقہہ لگاتے ہوئے جواب دیا "میری طرف سے ضرب بھی تم ہی لگاؤ گے۔ مجھے علم ہے کہ تم نے سفارت کاروں کی جان بچانے کے لیے اُوشان کو اقوام متحدہ بھیج دیا ہے، حالانکہ ان سفارت کاروں کی زندگی کی کوئی وقعت نہیں۔ وہاں اُوشان وہی کرے گا جس کی ماسٹر کو تربیت دی جاتی ہے۔ وہ دشمنوں کے قریب پہنچ جائے گا اور پھر اُسے بہت دیر بعد علم ہوگا کہ اصل ہدف سفارت کار نہیں بلکہ وہ خود ہے" نوگان نے طویل سانس لی اور گھڑی کی طرف دیکھے بغیر بولا "اس وقت دس بج کر چالیس منٹ ہوئے ہیں، سارا منظر تم اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتے ہو جینی!" اس نے ماہی جینی کو اشارہ کیا جس نے ایک طرف ہٹ کر بیٹری سے چلنے والا وہ ٹیلی ویژن آن کر دیا جو بالکونی کے ساتھ ساتھ گزرنے والی ریلنگ کے سہارے رکھا ہوا تھا۔

ٹیلی ویژن آن ہوتے ہی آواز فوراً آ گئی۔ لوگ تالیاں بجا رہے تھے، چیخ رہے تھے۔ پھر ایک سیکنڈ کے بعد تصویر اسکرین پر لہرانے لگی تصویر واضح ہوتے ہی محض ایک پل لگا اور اسکرین پر اقوام متحدہ کی عمارت کے سامنے لوگوں کا وہ ہجوم نظر آنے لگا جس کو محافظوں کی قطاریں پیش قدمی سے روکے ہوئی تھیں۔

اسکرین پر سہراب نظر آیا۔ وہ محافظوں کی قطار کے پیچھے اِدھر اُدھر گھوم رہا تھا۔ ٹائیگر نے بغور دیکھا، اُوشان اسکرین پر کہیں بھی نظر نہ آ رہا تھا۔

ٹیلی ویژن سیٹ سے اناؤنسر کی آواز بلند ہوئی۔

"تمام بڑے ممالک کے سفارت کار اندر پہنچ چکے ہیں اور کانفرنس کا آغاز جلد ہو جانا چاہیے مگر ہجوم کا موڈ مسلسل خراب ہو رہا ہے اور ہماری اطلاع کے مطابق پولیس کو کمک بھی بھیجی جا رہی ہے۔ ہم اب آپ کو کانفرنس روم لیے چلتے ہیں"

اسکرین پر ایک لمحے کے لیے تاریکی چھا گئی اور پھر کانفرنس روم کے کیمرے نے کام شروع کر دیا۔ ہال ابھی پورا نہیں بھرا تھا تاہم کرسیوں پر بہت سے لوگ موجود تھے۔ چند سفارت کار بھی اپنی اپنی مخصوص نشستوں پر بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ غالباً یہ دوسرے درجے کے نمائندے تھے اور اُن کے قائدین ابھی تک کانفرنس ہال میں نہیں آئے تھے۔ جب کہ دفتری عملہ خاموشی سے مختلف میزوں پر فائلیں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور کا تحفظات رکھنے میں معروف تھا جبرئیل کا رخ گیلری کی طرف ہُوا۔ وہاں موجود لوگ سرگوشیوں میں گفتگو کرتے نظر آ رہے تھے۔

"اور اب..." اناؤنسر نے پھر کہا۔ "آپ اسمبلی چیمبر میں دیکھ سکتے ہیں جہاں انسدادِ دہشت گردی کی عالمی کانفرنس کا آغاز ہونے والا ہے۔ غالباً پندرہ منٹ کے بعد کانفرنس کا آغاز ہوگا۔ ماہرین باہر مظاہرین بہت تلخی کا مظاہرہ کر رہے ہیں لیکن یہاں... اقوامِ متحدہ کی عمارت کے اندر سفارت کاروں کی متفقہ رائے یہ ہے کہ کانفرنس عالمِ انسانیت کا بھرم رکھنے کے لیے ایک اہم ترین اور مؤثر قدم ثابت ہوگی۔ لہٰذا..."

اناؤنسر کی آواز اچانک ہی دب گئی کیونکہ اسی لمحے دو زوردار... آوازیں سُنائی دی تھیں پھر یہ آوازیں باقی آوازوں پر بھی غالب آگئیں۔ شاید گولیاں چلی تھیں۔

"خواتین و حضرات!" اناؤنسر نے چلّا کر کہا۔ "گو ہمیں اندازہ نہیں کہ یہ آوازیں کیسی تھیں اور ہم غیر ضروری خدشات کا اظہار بھی نہیں کرنا چاہتے لیکن آپ نے بھی اندازہ لگا لیا ہوگا۔ یہ گولیاں چلنے کی آوازیں تھیں۔ میں صورتِ حال معلوم کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور اس دوران میں ہم آپ کو باہر لیے چلتے ہیں!"

توگان کا زوردار قہقہہ گونج اُٹھا۔

"گڈ بائی ڈیئر انکل اوشان!" اُس نے قہقہہ لگاتے ہوئے چینی کو اشارہ کیا جس نے ٹی وی سیٹ آف کر دیا۔ اب توگان ٹائیگر کو بغور دیکھ رہا تھا۔

"تم سناجو کے نئے حکمران کی طرف دیکھ رہے ہو شہزادے!" توگان کے لہجے میں بڑی سفاکی تھی لیکن ٹائیگر نے کسی ردّعمل کا اظہار نہیں کیا۔ وہ توگان کو گھورتا رہا۔ اُس کے سر... میں دھمک ہونے لگی تھی۔

"کیا تم اب بھی شکست تسلیم نہیں کرو گے؟" توگان پیر پٹختے ہوئے بولا۔ "میں نے ساری منصوبہ بندی اسی لمحے کے لیے کی تھی۔ میں نے دہشت گردی کے نئے طریقے صرف اسی وجہ سے اختیار کیے تھے کہ تم دونوں کو دہشت گردی ختم کرنے کے لیے میدان میں لایا جائے۔ مجھے یقین تھا کہ طیارے میں مشین گن کا سُن کر تم میدان میں ضرور آؤ گے کیونکہ پھر یہ معاملہ ایف بی آئی کے بس کا نہیں رہے گا۔ میں نے تمھیں بل سے نکال لیا ہے... کیسی رہی؟ جانتے ہو کہ طیارے میں مشین گن کس طرح پہنچ سکی؟"

"اِس کا اندازہ کوئی بھی لگا سکتا ہے توگان!" ٹائیگر بہت دیر بعد بولا مگر اس وقت بھی اُس کا ذہن منتشر تھا اور وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اوشان کس حال میں ہوگا؟

"ہاں لیکن کسی نے بھی اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی!" توگان ہنس پڑا۔ "تمھارے آلات چھپی ہوئی دھات یا ہتھیاروں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب کہ ہم نے نفسیاتی کھیل کھیلا۔ مشین گن کو سب کے سامنے سے نکال کر لے گئے اور لوگ چھپے ہوئے ہتھیاروں کی تلاش کرتے رہے۔"

"اچھا..." ٹائیگر نے صرف ایک لمحے تک سوچا۔ "کیا تم نے مشین گن طیارے میں لے جانے کے لیے معذوروں والی کرسی استعمال کی تھی؟"

"ہاں..." توگان نے سر ہلا کر جواب دیا۔ "وھیل چیئر کے ساتھ مشین گن کے مختلف حصے الگ کر کے باندھ دیے گئے تھے۔ وھیل چیئر پر ایک آدمی کو بٹھایا گیا اور پھر وھیل چیئر آلات کے سامنے سے گزری۔ مشین نے فوراً بتا دیا کہ دھات گزر رہی ہے لیکن وھیل چیئر بھی تو دھات کی تھی۔ لہٰذا کسی نے مشین کی چغل خوری پر کوئی توجہ نہ دی اور وھیل چیئر بڑی آسانی سے طیارے میں پہنچ گئی۔ یہ ہماری ذہانت کی انتہا نہیں تو اور کیا تھی شہزادے؟"

"تم نے ایک بازاری ترکیب استعمال کی تھی!" ٹائیگر نے جواب دیا۔ "تم سے اچھے شعبدے تو بازی گر دکھا دیتے ہیں۔"

"تم میری مہارت اور میرے فن کی تردید کر رہے ہو!" توگان نے تحقیر بھرے لہجے میں کہا۔ "ذرا ہمارے تربیتی پروگرام پر تو غور کرو۔ ہم چند گھنٹوں میں خام کو پختہ بنا دیتے ہیں۔ کیا اوشان نے تمھیں یہ نہیں بتایا تھا... کہ اگر اُستاد..."

"اوشان نے مجھے پہاڑوں پر حملے کے بارے میں بتایا تھا۔" ٹائیگر اُس کی بات کاٹتے ہوئے بولا۔

"ہاں اُن سپاہیوں کو بھی محض چند گھنٹے کی تربیت دی گئی تھی!" توگان نے سر ہلا کر جواب دیا۔ "لیکن اس وقت یہ خیال نہیں رکھا گیا تھا کہ محل میں داخل ہوتے ہی وہ مرعوب ہو جائیں گے اور اسی باعث وہ سب کے سب مارے گئے۔ میں نے تم لوگوں کو بار بار متنبہ کیا۔ مختلف اور مُبہم کے ذریعے پیغام بھیجے پھر مُردہ جانوروں والا پیغام دیا لیکن اوشان کو یہ بات دیر میں معلوم ہوئی کہ مدِمقابل کون ہے؟ میں صرف یہی چاہتا تھا کہ اوشان کو مدِمقابل کا علم ہو جائے۔"

"وہ کیوں...؟"

"تاکہ وہ اپنی فکر نہ کرے بلکہ تمھارے بارے میں پریشان ہوتا رہے۔ میں اُس کے ذہن کو منتشر کرنا چاہتا تھا کیونکہ اُس کی قوت کی ساری کلید ذہنی ارتکاز میں ہی ہے۔"

"پھر تم نے چینی سے مجھے فون کرایا۔"

"ہاں..." توگان نے ایک اور قہقہہ لگایا۔ "یہ حکمتِ عملی بہت شاندار تھی۔ میں جانتا تھا کہ اوشان تمھیں میرے بارے میں کبھی کچھ نہیں بتائے گا کیونکہ اس طرح تم اپنی مردانگی کا مظاہرہ کرنے کے لیے بے چین ہو جاتے۔ اس کے پیشِ نظر میں نے خود تمھیں اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ میری کوشش کامیاب ہوگئی اور تم اوشان کو تنہا مرنے کے لیے چھوڑ کر یہاں آگئے۔ اب تمھیں ہر صورت فیصلہ کرنا ہے۔"

"کیسا فیصلہ؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"میرے ساتھ کام کرو!" توگان نے پیش کش کی۔ "تمھیں ماسٹر کے ساتھ کام کرنے کا وسیع تجربہ ہے اور اب تمھیں نئے ماسٹر کے ساتھ کام کرنے میں کوئی شرمندگی محسوس نہیں کرنی چاہیے۔ ہم دونوں مل کر بہت جلد دُنیا بھر میں اپنا اقتدار قائم کر سکتے ہیں شہزادے۔"

"سوال یہ ہے کہ تمھیں نیا ماسٹر کس نے منتخب کیا ہے توگان؟" ٹائیگر کا لہجہ عجیب سا تھا۔

اس سوال پر توگان ایک لمحے کے لیے جھنجلا سا گیا مگر پھر فوراً سنبھل کر مسکرانے لگا۔

"اس کی فکر مت کرو۔ انتخاب کے لیے کچھ اور نہیں کیونکہ ماسٹر منتخب حاصل کرنے کا دعوے دار کوئی اور نہیں ہے۔"

"تم مسلسل غلط بیانی سے کام لے رہے ہو!" ٹائیگر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "اگر... بالفرضِ محال... اوشان مر گیا ہے تو پھر میں اُس کا جانشینی کا دعوے دار ہوں گا... میں ماسٹر ہوں گا۔"

"تم...!" توگان حقارت سے ہنس پڑا۔ "شاید تم اپنے آپ کو فراموش کر رہے ہو۔ تم غیر ملکی ہو اور میں تمھارے ان ہم وطنوں جیسا نہیں ہوں جنھیں تم ابھی قتل کر کے یہاں تک پہنچے ہو۔"

"ہاں تم نے یہ بات درست کہی!" ٹائیگر بولا۔ "وہ تو گونگے بہرے اور اندھے لوگ تھے... اس لڑکی کی طرح گونگے اور احمق لیکن تم... تم کچھ اور ہو۔ پاگل کتے کی طرح ہو۔"

"تب پھر ہم نے فاصلہ بندی کے لیے لکیر کھینچ دی ہے!" توگان نے مایوسی سے کہا۔ "لیکن ایک بات بتاؤ کیا تمھیں مجھ سے آخری ملاقات یاد نہیں۔ میں نے کہا تھا کہ تم دس سال میں بہت عظیم بن جاؤ گے۔ تاہم ابھی پورے دس سال نہیں گزرے ہیں۔"

"تم نے اُس وقت بھی غلط بیانی سے کام لیا تھا!" ٹائیگر پُرسکون لہجے میں بولا۔ "اوشان نے کہا تھا کہ ہم دونوں میں صرف پورے برس کا فرق ہے۔ پہلے خود اوشان کا بھی خیال تھا کہ ہم دونوں میں پانچ سال کا فرق ہے لیکن اُس نے ابھی تسلیم کیا ہے کہ وہ غلطی پر تھا۔ اُس نے چند گھنٹے قبل تسلیم کیا کہ میں تم سے بہتر ہوں۔ اوشان تو تم سے بہتر ہی تھا اب جب کہ بقول تمھارے وہ دُنیا میں موجود نہیں، میں تم سے بہتر ہوں۔ کھیل ختم ہو چکا ہے توگان... اور سب سے اچھی بات یہ ہے کہ میں نے ایسا کوئی حلف نہیں اُٹھایا کہ سناجو کے کسی شہری پر ہاتھ نہیں اُٹھاؤں گا۔"

توگان کے چہرے پر کئی سائے آکر گزر گئے لیکن اُس کا تعلق بھی سناجو سے تھا۔ لہٰذا چینی اُس کی باطنی کیفیت کا اندازہ نہ لگا سکی۔ تاہم ٹائیگر توگان کے قہقہے کی اصلیت بخوبی سمجھ رہا تھا۔ توگان کے چہرے کی کھال سکڑ گئی تھی اور ایسا ہونا ہی اُس کی باطنی کشیدگی کا ثبوت تھا۔

ٹائیگر منتظر رہا۔ اُسے قطعی یقین نہیں تھا کہ اوشان مر چکا ہے۔ لیکن اگر اوشان مر چکا ہے تو پھر یہی مختصر زندگی اُس کی یاد پر قربان کر دینے کے لیے تھا۔ اُس کے ذہن میں سناٹا ہی چھا گیا ہوتے تھے۔ وہ مجسم سا گیا اور اوشان کے الفاظ ٹائیگر کی نوکِ زبان سے کسی نغمے کی طرح پھیلنے لگے۔

"میں ٹائیگر ہوں۔ میں بتا دوں کہ میں کون ہوں؟ میں موت ہوں۔ مجھے ربِّ عظیم نے زندہ رہنے کے لیے سانس دی ہے۔ مجھے عظیم اوشان نے دُنیا کا سب سے طاقتور آدمی بنایا ہے۔ کون ہے؟ جو مجھے للکار رہا ہے... کون ہے وہ... کون ہے وہ...؟"

ان چند جملوں میں نہ جانے کیا قیامت چھپی تھی کہ توگان کے چہرے کی رنگت فق ہوگئی۔ اُس کے حلق سے عجیب سی غراہٹ نکلی اور پھر وہ کسی کٹکھنے کتے کی طرح ٹائیگر پر جھپٹ پڑا۔

***

کوئی نہ کوئی گڑبڑ ضرور تھی۔ حملے کی منصوبہ بندی ناقص تھی اگر اس منصوبے کا خالق توگان تھا تو اُس نے یہ حقیقت پیشِ نظر کیوں نہ رکھی کہ اُس کا مقابلہ سناجو کے مالک سے ہے؟

اوشان فوجیوں کے ہجوم میں گم ہوتے ہوئے اسی بات پر جھنجلا رہا تھا کہ توگان نے اُسے زیادہ اہمیت کیوں نہ دی؟ اُس کے قدم مرکزی دروازے کی سمت اُٹھ رہے تھے۔

فوج کو ڈھال بنا کر استعمال کرنے کی حکمتِ عملی عام حالات میں یقیناً بہت خطرناک ثابت ہوتی۔ کوئی عام آنکھ یہ اندازہ لگانے کی اہل نہیں تھی کہ جگمگاتے تمغوں اور وردیوں کے مالک سخت چہرے کتنے مجھے ہوئے ہیں۔ عام آنکھ یہ بھی اندازہ نہیں لگا سکتی تھی کہ اُن میں سے کتنے افراد پارٹیشن تھے اور اُنھوں نے محض چند گھنٹے قبل ہی داڑھی منڈوائی ہے لیکن یہ اوشان کی آنکھیں تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ یہ سب کچھ توگان کی منصوبہ بندی ہے... کیا اُسے علم نہیں تھا کہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُوشان اور ٹائیگر کی تجربہ کار نظریں بھی لگی ہوں گی، وہ بھی موجود ہوں گے اور اُن کی آنکھیں اُن چہروں کو فوراً تلاش کرلیں گی جن پر داڑھی منڈوائے جانے کے بعد ابھی تک نشان موجود ہیں۔

"نوگان اتنا غیر محتاط تو نہیں ہو سکتا۔" اُوشان نے سر جھٹک کر سوچا لیکن کیا یہ غیر محتاط پن ہے یا کسی منصوبے کا حصہ...؟

اُس کا سر غیر محسوس انداز میں ہلنے لگا۔ اُسے ٹائیگر کی بھی فکر تھی، جو اُس کا جانشین، اُس کا بیٹا، اُس کا سب کچھ تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر نوگان نے ٹائیگر کو ذرا بھی نقصان پہنچایا تو پھر نوگان کے لیے دُنیا کا کوئی بھی گوشہ محفوظ نہیں رہے گا۔ اُوشان وہ شخص تھا، جو ایسی کسی صورت میں اُس کے لیے فرشتۂ اجل بن جاتا تو اُس سے ایسا بھیانک انتقام لیتا کہ بدرُوحیں تک کانپ جاتیں۔ میرے انتقام کا علم اور احساس نوگان کو بھی ہوگا۔ اُوشان سوچتا رہا اور چلتا رہا۔ اگر اُسے ٹائیگر سے میری محبت کا اندازہ ہے تو پھر اُس نے فون کرکے شہزاد کو اشارہ دینے اور بلانے کی بچکانہ حرکت کیوں کی... شاید نوگان کچھ اور ہی سوچ رہا ہے۔ اُس کی بعض حرکتیں ابھی تک لایعنی ہیں۔ اُوشان یہی سوچتے ہوئے بہرام سے محض ایک قدم دُور سے گزرا۔ اُس وقت بہرام اِدھر اُدھر جھانک دوڑ کر رہا تھا۔ زخمی ہونے اور مکمل صحت یابی کے بعد بھی بہرام کی بعض حرکتیں اُس کی سمجھ میں نہیں آرہی تھیں لیکن اُسے یقین تھا کہ بہرام جلد ہی معمول کے مطابق پُرسکون اور سرد مزاج ہو جائے گا۔

اُوشان فوجی افسروں کے درمیان چلتا پھرتا رہا جیسے وہ کسی کو نظر نہیں آیا، پھر وہ اُس محافظ دستے کی نظروں سے بھی اوجھل ہوگیا، جو کانفرنس ہال کی حفاظت پر مامور تھا، وہ چھوٹے چھوٹے کمروں میں میٹنگ ہالز کے سامنے تعینات تھا۔

یہاں فوجیوں کی قیادت ایک دراز قد بھورے بالوں والا شخص کررہا تھا جس کے ہاتھ میں ایک بریف کیس بھی تھا۔ اُس کی عمر چالیس سال کے لگ بھگ تھی اور اُس کے کندھے پر میجر جنرل کے ستارے چمک رہے تھے۔ اُوشان نے ایک غیر معمولی بات فوراً نوٹ کرلی... وہ یہ کہ ہر فوجی کے پاس بریف کیس تھے۔

جنرل نے پلٹ کر اپنے آدمیوں کی طرف دیکھا اور پھر اُس کی نظریں اچانک ہی اُوشان کے چہرے پر پڑیں۔

اُوشان نے اُس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں لیکن جنرل کے چہرے پر ردِعمل کے طور پر کوئی تاثر نہ اُبھرا اور نہ ہی اُس نے ایسا کوئی تاثر دیا، جیسے وہ چونک پڑا ہو۔ اُس نے پُرسکون انداز میں اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا، جو مرکزی اسمبلی ہال کے قریب ایک کمرے کی طرف جا رہے تھے۔ اب بھی اُن کی قیادت میجر جنرل ہی کررہا تھا۔ اُوشان نے خود کو اُنھی میں شامل کرلیا۔

"آخر اس جنرل نے مجھے دیکھ کر کسی ردِعمل کا اظہار کیوں نہیں کیا؟" اُوشان سوچنے لگا۔ "کیا اسے یقین تھا کہ میں یہاں موجود ہوں گا؟"

کمرے میں داخل ہونے والے آخری فوجی نے جونہی دروازہ بند کیا، کمرے میں کپڑوں کی سرسراہٹیں گونجنے لگیں۔ تمام فوجی تیزی سے اپنی وردیاں اُتار رہے تھے اور وردیوں کے نیچے ہلکی قمیصیں اور جینز پہن رکھی تھیں۔ بریف کیسوں سے اُنھوں نے قیمتی قبائیں نکال کر پہنیں اور پھر ہینڈ گنیں سنبھال لیں۔

اُوشان سب کچھ دیکھتا رہا۔ وہ سب خاموشی سے اپنا کام کررہے تھے اور اُوشان سوچ رہا تھا کہ اُنھوں نے ہینڈ گنز کا اہتمام کیوں کیا ہے۔ یہ لوگ بم یا کیں بم کیوں نہیں لائے؟ ہینڈ گن صرف محدود اور قریب کے ٹارگٹ کو نشانہ بنانے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ ان کا بڑے کانفرنس رُوم میں کوئی کام نہیں۔ یہ تو ایسے فردِ واحد کو نشانہ بنا سکتی ہیں... جو قریب ہی ہو۔

دفعتاً اُوشان کو اپنے ذہن میں ہلچل سی محسوس ہوئی اور اُسے فوراً ہی خطرے کا احساس ہونے لگا۔ اُسے ہر سمت موت کی بُو پھیلتی محسوس ہونے لگی، پھر اُسے یہ سمجھنے میں ذرا بھی دیر نہ لگی کہ اُن کا اصل ہدف کون ہے اور یہ سارا اہتمام کس کے لیے کیا گیا ہے۔

اُن کا اصل ہدف وہ خود تھا۔

اُوشان نے کن انکھیوں سے اردگرد کا جائزہ لیا۔ کمرے میں وہ بارہ قاتلوں کے درمیان گھرا ہوا تھا۔ اُوشان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ گئی... اُسے یقین تھا کہ اسی طرح نوگان نے ٹائیگر کے لیے بھی جال بچھایا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی اُس کا چہرہ غصّے سے تمتمانے لگا۔ بے وقوف بھیڑیوں نے ماسٹر آف سن ژو کو گھیرنے کے لیے بڑی اوچھی چال چلی ہے۔ اُوشان نے نظریں گھما کر اُس شخص کی جانب دیکھا، جو چند لمحے قبل تک میجر جنرل کی وردی میں ملبوس تھا اور اب اُس نے ایک ہلکی سُرخ قبا زیب تن کررکھی تھی۔ سُرخ قبا میں وہ کسی ابلیس ہی کی مانند لگ رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں بھی ایک ہینڈ گن دبی ہوئی تھی۔

ہینڈ گن کا رُخ اُوشان ہی کی طرف تھا اور اُس کے ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹ بھی کھیلی ہوئی تھی۔

کمرے میں اب مکمل خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ دوسرے فوجی بھی اب اپنی وردیاں تبدیل کرکے اُوشان اور اپنے سرغنہ کی جانب ہی متوجہ تھے۔ وہ حیران ہو رہے تھے کہ اتنے مختصر سے خفیف و نزار بوڑھے کو قتل کرنے کے لیے اتنے اہتمام کی آخر کیا ضرورت تھی؟ پھر یہ بوڑھا تو ویسے ہی آج نہیں تو کل گزر ہی جائے گا۔

میجر جنرل نے مسکراتے ہوئے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا پھر ہاتھ کو دھیرے دھیرے بلند کرتا ہوا پیشانی تک لے گیا اور پیشانی کو چھو کر ہاتھ اُوشان کی طرف بڑھا دیا۔ وہ اپنی دانست میں اُوشان کو صرف وحشت زدہ کرکے ہی مارنا چاہتا تھا، کیونکہ نوگان نے بھی اُسے اُوشان کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات فراہم نہیں کی تھیں۔

اُوشان نے بھی مسکراتے ہوئے اپنا داہنا ہاتھ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس کا انداز ایسا ہی تھا، جیسے کوئی انتہائی خوش دلی سے کسی سے مصافحہ کررہا ہو لیکن جونہی میجر جنرل نے اپنا ہاتھ اُوشان کے ہاتھ میں دیا، اُسے اپنے جسم پر بجلی زدہ سی دوڑتی محسوس ہوئی۔ اُس نے گھبرا کر اپنا ہاتھ واپس کھینچنے کی کوشش کی لیکن اُسے دیر ہوچکی تھی۔

اُوشان نے ہاتھ کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور میجر جنرل کا کھنچا ہوا اور کسا ہوا جسم کاغذ کے کسی پُرزے کی طرح لرزتا ہوا اُس کے قریب آگیا۔

اُوشان کے چہرے پر اب بھی دھیمی دھیمی مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

کمرے میں اب بھی مکمل خاموشی طاری تھی۔ فوجی اب غیر محسوس انداز میں اُوشان کے گرد گھیرا تنگ کرتے جارہے تھے، لیکن نامعلوم کیوں اُن کے دل کی دھڑکن معمول سے کچھ تیز ہو رہی تھی اور اُنھیں ایک انجانی سی بے چینی کا احساس ہو رہا تھا لیکن وہ اس بے چینی کا سبب جاننے سے قاصر تھے۔ اُن سب کی نگاہیں اپنے لیڈر پر بھی جمی ہوئی تھیں، جس کا چہرہ باطنی تکلیف کی شدت سے سُرخ ہو رہا تھا اور چہرے کے عضلات ضبط کی کوشش میں تنے ہوئے تھے۔

تمام فوجیوں کے ہاتھ گنوں پر جمے ہوئے تھے اور وہ اپنے لیڈر کے اشارے کے منتظر تھے۔ جونہی لیڈر کو اس بات کا احساس ہوا، اُس نے اپنا دوسرا ہاتھ اُٹھانے کی کوشش کی لیکن اس سے قبل ہی اُوشان کے ہاتھ نے تیزی سے حرکت کی اور اُس کا دوسرا ہاتھ بھی گرفت میں لے لیا۔

پھر اس سے قبل کہ کمرے میں موجود فوجی صورتِ حال کو سمجھ پاتے، لیڈر اُوشان کے ہاتھوں میں بلند ہوا اور پھر ایک لمحے کے لیے فضا میں معلّق رہ کر اپنے عقب میں کھڑے ساتھیوں پر جا پڑا۔ عقب میں کھڑے فوجی اس غیر متوقع حملے کے لیے تیار نہ تھے، چنانچہ جونہی وہ اپنے ساتھیوں پر گرا، وہ خود کو سنبھال نہ سکے اور اُس کے ساتھ ہی لڑکھڑاتے ہوئے زمین پر گر گئے، جب کہ بقیہ فوجیوں نے اندھا دُھند فائر کھول دیا۔

کمرے کی فضا گولیوں کے دھماکوں اور مجروح ہونے والوں کی آہوں سے گونجنے لگی لیکن وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اُن کی گولیوں کا نشانہ بننے والے اُن کے اپنے ہی ساتھی تھے، جب کہ اُن کا اصل ہدف نہ جانے کب اُن کے گھیرے سے نکل کر اُن کے عقب میں کھڑا مسکرا رہا تھا۔

اس سے قبل کہ وہ دوبارہ اُوشان کا نشانہ لیتے، اُوشان اپنی جگہ سے فضا میں بلند ہوا اور کسی پرندے کی طرح پرواز کرتے ہوئے فوجیوں پر جا پڑا تھا۔ اُس کے ہاتھ اور پیر بیک وقت تیزی سے حرکت کررہے تھے اور اُن کی زد میں آنے والے فوجی کراہوں کے ساتھ اِدھر اُدھر گر رہے تھے۔

اس اثنا میں دو فوجیوں نے دروازے کی سمت جست لگائی، پھر اس سے قبل کہ وہ ہینڈل گھما کر دروازہ کھولنے میں کامیاب ہوتے، اُوشان نے دوبارہ اُنھیں کمرے کے وسط میں کھینچ لیا۔ اُنھوں نے پلٹ کر کھینچنے والے کو دیکھنے کی کوشش کی لیکن اُنھیں اپنے اس عمل میں کامیابی حاصل نہ ہوسکی کیونکہ اُوشان نے ایک جھٹکے سے دونوں کے سر آپس میں ٹکرا دیے تھے اور اُنھیں ایک لمحے کے لیے ایسا محسوس ہوا تھا، جیسے کسی نے اُن کی آنکھوں کے سامنے ہزاروں بلکہ لاکھوں پھلجھڑیاں چھوڑ دی ہوں۔ اگلے ہی لمحے وہ لڑکھڑاتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہوگئے تھے۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے تاریکی سی پھیلتی جارہی تھی، پھر اسی تاریکی سے کسی کا قہقہہ بلند ہوا۔ اُنھیں ایسا محسوس ہوا، جیسے کوئی بلغم کمرے میں گھس آئی ہو اور قہقہہ لگاتی چاروں اطراف میں گھوم رہی ہو۔

اس کے ساتھ ہی اُن کا ذہن گہری تاریکی میں ڈوبتا چلا گیا۔

کمرے میں بند لوگ اُوشان کے غصّے کی بھینٹ کی پہلی قسط تھے۔ اُسے اصل غصّہ تو نوگان پر آرہا تھا۔ وہ خود سے بھی خفا تھا، کیونکہ اس کمرے میں داخل ہونے سے قبل تک وہ بے وقوف بنا رہا تھا۔ اُسے اس بات پر بھی اپنی ذات سے برہمی تھی کہ اُس نے ٹائیگر کو جانے دیا۔ شاید موت کے منہ میں، کیونکہ اگر فوجی... ہاں بھی ہوں تب بھی وہی جیتا ہے، جس کی منصوبہ بندی بہتر ہوتی ہے۔ اس بار نوگان کی حکمتِ عملی غالب آرہی تھی۔

کمرے کا دروازہ کھلتے ہی سیکورٹی والے ہڑبڑا کر اندر آگئے۔ مگر اُوشان نے بڑی پھرتی سے ان آنے والوں کے درمیان ہی سے اپنے لیے راستہ بنایا۔ خاموشی سے راہداری میں آیا، جہاں افراتفری کی آواز تھی۔

"ارے... ابھی یہ... ایک بوڑھا آدمی تھا، وہ کہاں گیا؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"یہاں صرف لاشیں ملی ہیں، زندہ کوئی بھی نہیں نکلا۔" کسی نے غصیلے لہجے میں جواب دیا۔

اوشان تیزی سے مرکزی دروازے کی سمت بڑھ رہا تھا۔ ڈل ہی ڈل میں اسے ایک شناسا صورت اپنی طرف دوڑتی ہوئی نظر آئی۔ یہ بہرام تھا۔

"اوشان... مجھے ابھی احساس ہوا ہے... فوجی افسر... کیا ہوا؟"

اس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔

"وہ اب کسی کو قتل نہیں کر سکیں گے شہنشاہ۔" اوشان کا لہجہ درشت تھا۔

"کیا سفارت کار محفوظ ہیں؟"

"وہ بھی خطرے میں نہیں تھے۔ قاتل مجھے قتل کرنے کے لیے آئے تھے۔ اب ذرا جلدی کریں، یہ بتائیں کہ اس شہر میں قبل از تاریخ کے جانوروں کا میوزیم کہاں ہے؟"

"کیوں، کیا بات ہے؟" بہرام نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"کیونکہ کاٹنے والا کتا وہیں ہے۔" اوشان کے حلق سے غراہٹ نما آواز نکلی، پھر قبل اس کے کہ بہرام اسے بتاتا، اوشان باہر پہنچے ہوئے ہجوم میں غائب ہو گیا تھا۔ بہرام نے اسے کتنی بار پکارا! تھا لیکن اوشان نے ان سنی کر دی تھی۔ بہرام کو اوشان کے اس رویے پر سخت حیرت ہوئی تھی، کیونکہ اس نے کبھی بہرام سے اس انداز میں گفتگو نہیں کی تھی۔ بہرام چند لمحوں تک ہجوم کو گھورتا رہا، پھر کندھے اچکا کر آگے بڑھ گیا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ اوشان کی یہ عجلت بلاوجہ نہیں ہو سکتی۔

***

جینی کو حیرت تھی کہ دونوں کس قسم کی باتیں کر رہے ہیں اگرچہ اسے یقین تھا کہ ان باتوں کا کوئی مفہوم ہے مگر وہ کوکین کے نشے کی وجہ سے اس کا مفہوم سمجھنے سے قاصر تھی۔ اسے سب کچھ خواب سا لگ رہا تھا۔ وہ خود کو ایک ماہر انقلابی ہیروئن سمجھ کر مسرور ہو رہی تھی۔ لیکن ان دونوں کی باتیں تھیں جو اس کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔

سب سے عجیب بات یہ تھی کہ اسے زرد رُو کا نام آج پہلی مرتبہ معلوم ہوا تھا۔ اس نے کہا تھا کہ ٹائیگر اور بُڈھا ہی اصل ہدف تھے لیکن اسے اس بات پر یقین نہیں تھا۔ وہ تو اس نظریے پر یقین رکھتی تھی کہ اصل ہدف سرمایہ دارانہ نظام ہے۔ تاہم اسے کسی بھی وقت نوگان کے انقلابی ہونے پر شک نہیں ہوا تھا۔ لیکن پھر ٹائیگر نے خود کو نہ جانے [illegible] قرار دیا تھا اور [illegible] میں دونوں اسی دائمی [illegible] تھے جیسے وہ [illegible]۔

پھر سوال یہ بھی تھا کہ انھوں نے ٹیلی ویژن پر کیا دیکھا تھا۔ ٹائیگر اور نوگان کے درمیان جو ٹکراؤ اسے ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی طغیان، کشمکش جیسے، حکمت عملی اور وحشیانہ چیرپھاڑ تھی... سب کچھ اس کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

پھر اچانک ہی اس نے نوگان کو ٹائیگر پر جھپٹتے ہوئے دیکھا تھا۔ اس نے ٹی وی کھولا لیکن پھر ان دونوں کی لڑائی دیکھنے لگی۔ ٹی وی کی آواز ان دونوں کی غراہٹوں میں دب گئی تھی۔ وہ موت کی جنگ کا کھیل کھیل رہے تھے۔

نوگان نے اپنے جسم کو چیتے ہی کی طرح فضا میں بلند کیا تھا۔ اس کی انگلیاں کسی آنکڑے کی طرح مڑی ہوئی تھیں جیسے وہ مدمقابل کی بوٹیاں نوچنے کے لیے بے چین ہوں۔ اس کے دونوں گھٹنے پیٹ کے ساتھ جڑے ہوئے تھے تاکہ ہدف کے قریب آتے ہی وہ پوری قوت کے ساتھ کسی اسپرنگ کی مانند حرکت کر سکیں۔

ٹائیگر کے عضلات غیرارادی طور پر خود بخود سخت ہونے لگے اور اس کا جسم متوقع حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

لیکن ٹائیگر نے نوگان کے قریب آنے کا انتظار نہ کیا اور خود بھی اسی انداز میں فضا میں بلند ہو گیا۔ وہ فضا میں ہی نوگان سے متصادم ہونا چاہتا تھا۔

یہ ایک خطرناک حرکت تھی اور اس میں اسپیڈ اور مہارت سے ہی کامیابی ممکن تھی۔ وہ تیزی سے ایک دوسرے پر جھپٹے۔

جینی کو یوں محسوس ہوا، جیسے دو عقاب فضا میں ایک دوسرے پر حملہ آور ہو رہے ہوں۔

نوگان نے ٹائیگر کو اپنی جانب جھپٹتا دیکھ کر اپنا دایاں ہاتھ بچھو کے ڈنک کی طرح ٹائیگر کے چہرے کی طرف اُچھالا۔

اس کا ہدف ٹائیگر کی آنکھیں تھیں۔ وہ پہلے ہی وار میں ٹائیگر کی آنکھیں لینا چاہتا تھا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنی ٹانگوں کو بھی حرکت دی تھی۔ اس حرکت میں بجلی کی سی تیزی تھی جیسے کوئی اسپرنگ پوری قوت سے اچانک ہی کھلا ہو۔

یہ انتہائی مہلک وار تھا اور مدمقابل کے جسم کی ہڈیوں کو بے شمار ٹکڑوں میں تقسیم کر سکتا تھا۔

لیکن اس وقت نوگان کا مدمقابل کوئی عام آدمی نہ تھا بلکہ ماسٹر آف سنابچو کا ہونہار جانشین ٹائیگر تھا جس کی نس نس میں بجلیاں بھری ہوئی تھیں۔

ٹائیگر نے جونہی نوگان کے ہاتھ کو چہرے کی طرف بڑھتے ہوا دیکھا تو سمجھ گیا کہ نوگان کیا چاہتا ہے؟ چنانچہ اس نے بجلی کی سی سرعت

سے اپنے بائیں ہاتھ کو حرکت دی اور نوگان کی کلائی پر ایک کاٹ دار ضرب لگا کر اس کا وار ناکام بنا دیا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے دونوں پیروں سے نوگان کی ٹانگوں پر ضرب لگانے کی کوشش کی تھی۔

نوگان کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید وہ اپنے دائیں ہاتھ اور دونوں ٹانگوں سے محروم ہو چکا ہوتا لیکن نوگان، ٹائیگر کے دونوں وار بآسانی سہہ گیا تھا۔

اس نے فضا میں ہی اُلٹی قلابازی کھا کر خود کو ٹائیگر کی دسترس سے دور کیا اور پھر زمین پر پہنچتے ہی خود کو دونوں ہاتھوں پر توازن کرتے ہوئے کھڑے ہونے کی کوشش کی۔

جینی ان کی لڑائی کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ وہ ریسلنگ کی شائق تھی لیکن اس نے ایسی خطرناک فائٹ زندگی میں کبھی نہیں دیکھی تھی۔ ان دونوں کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے دو درندے آپس میں برسرپیکار ہوں۔

ٹائیگر نے بھی خود کو تیزی سے سنبھالا۔

نوگان ابھی تک نیم استادگی کی حالت میں تھا۔ وہ ٹائیگر کی مہارت اور درست ٹائمنگ کو دل ہی دل میں سراہے بغیر نہ رہ سکا۔

پھر اس سے قبل کہ وہ دوبارہ حملے کے لیے تیار ہوتا، ٹائیگر اس پر دوبارہ جھپٹا۔ اس نے بڑی تیزی سے نوگان پر وار کیا تھا۔

نوگان، پیچھے ہٹتے ہوئے اس کا وار روکنے میں کامیاب تو ہو گیا لیکن حملے کی شدت نے اسے لڑکھڑانے پر مجبور کر دیا تھا۔ ٹائیگر کے ہاتھ کسی سانپ کے پھن کی طرح بار بار آگے کی طرف لپک کر نوگان پر وار کر رہے تھے لیکن نوگان بھی اسی مہارت سے دفاعی انداز میں اس کے وار روک رہا تھا۔

دفعتاً ٹائیگر نے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ ٹانگوں کا استعمال بھی شروع کر دیا۔

اب نوگان کے انداز میں قدرے سراسیمگی پیدا ہو چلی تھی۔ وہ اب تک ٹائیگر کی قوت و مہارت کا غلط اندازہ لگا رہا تھا لیکن اب وہ ٹائیگر کی پھرتی اور لڑنے کا انداز دیکھ کر سمجھ چکا تھا کہ اوشان نے انتہائی محنت سے اپنا فن اس نوجوان کو منتقل کیا ہے۔

اوشان کا خیال آتے ہی اس کی آنکھوں میں نفرت کے سائے لہرانے لگے اور ذہن غصے سے کھولنے لگا۔ اسے سب سے زیادہ غصہ اس بات پر تھا کہ اوشان نے ایک غیر قوم کے نوجوان کو اپنا جانشین منتخب کیا۔

جونہی اس کا ذہن ٹائیگر سے اوشان کی جانب متوجہ ہوا۔ ٹائیگر اسے ایک کاری ضرب لگانے میں کامیاب ہو گیا۔

اس نے اپنی انگشت شہادت کسی خنجر کی طرح نوگان کے پیٹ میں ماری تھی اور نوگان ایک تیز غراہٹ کے ساتھ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا تھا لیکن اسی اثنا ٹائیگر اس کی ٹانگوں پر ضرب لگانے میں کامیاب ہو گیا۔

نوگان ایک جھٹکے سے پیٹھ کے بل فرش پر گر گیا۔ اس نے تیزی سے زمین پر لڑھکتے ہوئے خود کو ٹائیگر سے دور ہونے کی کوشش کی لیکن ٹائیگر نے اُسے کوئی موقع دینا مناسب نہ سمجھا اور اُسے لاتوں پر رکھ لیا۔

نوگان کے پیٹ سے اب باقاعدہ خون رسنے لگا تھا۔ اُس نے محسوس کر لیا تھا کہ اب ٹائیگر اسے سنبھلنے کا کوئی موقع نہیں دے گا چنانچہ وہ کسی بلی کی طرح اپنے ہاتھوں اور پیروں کو فضا میں اُچھال اُچھال کر ٹائیگر کے حملے روکنے کی کوشش کرنے لگا۔

"شاندار..." جینی کی چہکار گونجی۔ اس کے لہجے میں اب بھی نشے کی آمیزش غالب تھی۔ "تم دونوں میرے لیے لڑ رہے ہو، نا؟" وہ چلاتے ہوئے بولی۔

ایک لمحے کے لیے ٹائیگر کی توجہ جینی کی طرف مبذول ہو گئی۔ نوگان نے بے خبری کے اس لمحے کو اپنے حق میں استعمال کرنے کی بھرپور کوشش کی اور وہ اس میں کامیاب بھی رہا۔

اس نے اپنے جسم کو ایک دم فضا میں اُچھال کر ٹائیگر سے ٹکرا دیا تھا۔

ٹائیگر اس اچانک حملے سے سنبھل نہ سکا اور لڑکھڑا کر پیچھے ہٹ گیا۔ چنانچہ نوگان خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ اب اپنے دونوں پیروں پر جم کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اس کے پیٹ سے خون اب تیزی سے بہنے لگا تھا اور آس پاس کا فرش اس کے خون سے سرخ ہو رہا تھا۔

وہ تیزی سے آگے بڑھا اور پوری قوت سے ضرب لگاتا ٹائیگر پر حملہ آور ہو گیا۔

وہ کسی زخمی درندے کی طرح ایک دوسرے پر جھپٹ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ پیر بجلی کی سی سرعت سے ایک ساتھ حرکت کر رہے تھے لیکن ٹائیگر اس دوران میں اس پر کئی کاری ضربیں لگانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔

رفتہ رفتہ نوگان کے انداز میں سستی پیدا ہونے لگی۔ اس کے جسم کے کئی مقامات سے خون رس رہا تھا جو کافی تیزی سے اخراج

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے اب اُس کے چہرے پہ نقاہت کے تاثرات کو اُبھار دیا تھا۔ وہ لڑکھڑاتے ہوئے تیزی سے پیچھے ہٹنے لگا۔

ٹائیگر سمجھ گیا کہ اب وہ موقع پاتے ہی فرار ہونے کی کوشش کرے گا۔ چنانچہ اس نے فیصلہ کن انداز میں اُس کے کاندھے پہ ایک ضرب لگائی اور توگان کے حلق سے ایک طویل کراہ نکل گئی۔

اُس نے بے بسی سے ٹائیگر کی سمت دیکھا جس نے اُس کا ایک بازو کسی حد تک ناکارہ کر دیا تھا۔ دھیرے دھیرے اُس کے ذہن پہ غنودگی چھانے لگی۔ اُس نے کئی بار سر جھٹک کر ذہن میں در آنے والے اندھیرے کو دُور کرنے کی کوشش کی لیکن اُسے کامیابی نہ ہوئی اور وہ پہلو کے بل فرش پہ ڈھیر ہو گیا۔

ٹائیگر چاہتا تو بے ہوش توگان کا گلا گھونٹ سکتا تھا۔ اُس کی آنکھیں نکال سکتا تھا' اس کا دل چیر سکتا تھا لیکن نہ جانے اس نے ایسا کیوں نہیں کیا۔ اُس نے توگان کی چمڑی بیلٹ کھول کر کھینچی اور اس سے توگان کے ہاتھ اُس کی پشت پہ باندھ دیے پھر اُسے مجسمے کے لیے دانت سے اس طرح لٹکا دیا کہ توگان کے دونوں کندھے پیچھے کی طرف ہو گئے۔ اس سے فارغ ہو کر وہ جینی کی طرف متوجہ ہوا جو بڑی لگاوٹ سے اُسے دیکھ رہی تھی۔

ٹائیگر دھیرے دھیرے چلتا ہوا اُس کے قریب پہنچا۔

"کوکین سونگھو گے؟" اُس نے بڑی ادا سے پوچھا۔

"نہیں شکریہ۔ میں صرف چاول سونگھتا ہوں۔" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"اچھا' یقیناً چاول سونگھنا کوکین سونگھنے سے زیادہ اچھا ہو گا لیکن میں نے کبھی چاول نہیں سونگھے۔ بہرحال تم جیت چکے ہو' اب میں تمھاری ہوں۔"

"اپنی زبان بند رکھو اور کوکین سونگھتی رہو۔ میں ٹی وی اناؤنسر کی آواز سننے کی کوشش کر رہا ہوں۔" یہ کہہ کر اس نے آواز کھول دی۔ اناؤنسر کہہ رہا تھا۔

"یہاں محض افراتفری ہے۔ باہر ہجوم کنٹرول میں ہے لیکن ہم نے تصدیق کر لی ہے کہ گولیاں اقوامِ متحدہ کی عمارت ہی میں چلی تھیں۔ ویسے ہمیں بتایا گیا ہے کہ کوئی بھی سفارتکار... زخمی نہیں ہوا۔ شکار ہونے والوں کا تعلق فوج کے ایک دستے سے ہے اور ان فوجیوں کی تا حال شناخت نہیں ہو سکی ہے۔ ابھی مزید تفصیلات کا انتظار ہے جونہی کوئی نئی خبر ملی ہم آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔"

ٹائیگر کے ہونٹوں پہ ایک فاتحانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اُس نے پلٹ کر اُلٹے لٹکے توگان کو دیکھا جو کچھ دیر قبل تک اُوشان کی موت کا اعلان کر رہا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ اُوشان وہاں سے فارغ ہوتے ہی یہاں ضرور آئے گا۔ اسی لیے اس نے توگان کو جان سے مارنا پسند نہیں کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اُوشان کا استقبال باہر ہی کرنے کا فیصلہ کیا۔

"تم کہاں جا رہے ہو؟" جینی نے اُسے دروازے کی سمت بڑھتے دیکھ کر احتجاج کیا۔ "تم مجھے جیت چکے ہو۔ اب مجھے چھوڑ کر نہ جاؤ۔"

"مجھے جانا ہو گا... ویسے تیسری دُنیا میں انقلاب کے لیے میں تمھاری حمایت کرتا رہوں گا۔"

"نہیں۔" وہ چلّا اُٹھی۔ "نہیں' مجھے اس لفظ سے نفرت ہو گئی ہے۔ اب میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔ اپنا گھر بسانے کی خواہش مند ہوں۔"

کوکین کا اثر ختم ہوتے ہی وہ عام سی لڑکی بن گئی۔

ٹائیگر کو پہلی بار اس پر ترس آنے لگا۔ "ٹھیک ہے جینی! میں تمھیں گھر لے چلوں گا لیکن پہلے مجھے ایک آدمی کا استقبال کرنا ہے۔" یہ کہہ کر وہ تیزی سے زینے کی طرف بڑھ گیا۔

ٹائیگر نے مقفل دروازے کو لات مار کر توڑا اور سنگی سیڑھیاں اُترنے لگا۔ معاً اُسے سائرن کی آواز سُنائی دی۔ یہ آواز بہت دُور سے آ رہی تھی لیکن پھر اُس کی نظر اُس ٹیکسی پہ پڑی جو اُسے یہاں چھوڑ گئی تھی۔ ٹیکسی کا رُخ میوزیم کی طرف ہی تھا۔

ٹیکسی ایک جھٹکے سے رُکی' دروازہ آہستہ سے کھلا اور پھر ٹائیگر کا رُواں رُواں ناچ اُٹھا۔

اُوشان اُس کے سامنے زندہ سلامت موجود تھا۔

اُوشان نے نظر بھر کر اُسے دیکھا اور اُس کے سوکھے لبوں پر ہلکی سی خفیف ترین مسکراہٹ نمودار ہوئی لیکن فوراً ہی معدوم ہو گئی۔ اُس نے اپنی قبا کے اندر دونوں ہاتھ باندھ لیے۔ اب وہ زینے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"کیا یہاں آنے کی بہت جلدی تھی ہولی فادر؟" ٹائیگر نے مصنوعی حیرت سے پوچھا۔

"ہاں' کیا تم آج کے دن کی اہمیت کو فراموش کر رہے ہو لڑکے؟" اُوشان کا لہجہ سپاٹ تھا۔

"آج کے دن کی اہمیت؟"

"ہاں' ہمیں آج ہی تو... تمھارے وعدے کے مطابق بروک لین جانا ہے۔ کیا وعدہ یاد نہیں رہا؟"

"اوہ' تب ہی آپ اتنی جلدی میں ہیں۔" ٹائیگر بے ساختہ طور پہ ہنس پڑا۔

"ظاہر ہے مجھے اور کس وجہ سے جلدی ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے' وہاں بھی چلیں گے لیکن پہلے آپ وہ تحفہ دیکھ لیں جو میں آپ کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

"چلو۔" اُوشان نے باوقار لہجے میں جواب دیا۔ "الوان سانجو... کا سربراہ کبھی تحفوں کو نہیں ٹھکراتا۔"

*

"وہ رہا... تحفہ۔" ٹائیگر نے ڈرامائی انداز میں مجسمے کی طرف اشارہ کر کے کہا تاہم اس نے مجسمے کی طرف خود نہیں دیکھا۔

"کہاں؟" اُوشان کی سرد آواز سُنائی دی۔ ٹائیگر نے چونک کر مجسمے کی طرف دیکھا۔ وہاں صرف بیلٹ لٹکی ہوئی تھی۔ توگان نہیں تھا۔ ٹائیگر تیزی سے دوڑتا ہوا گیلری میں گیا۔ اُس نے نیچے جھانکا۔ نیچے صرف جینی پڑی ہوئی نظر آئی۔

ٹائیگر تقریباً اُڑتا ہوا سیڑھیاں اُترا اور جینی پہ جھک گیا۔ جینی کا چہرہ پیٹا ہوا تھا۔ کنپٹی پہ ایک جگہ سے خون بہہ رہا تھا اور رُخساروں کی ہڈیاں ٹوٹی ہوئی تھیں۔

"یہ... یہ توگان... نے کیا ہے..." وہ بمشکل بولی۔ "تم... تمھارے... جانے... کے بعد اُس نے... اظہارِ محبت کیا... اُس نے کہا... کہ... اُسے... انقلاب کے لیے... میری... ضرورت ہے... میں بمشکل... اوپر پہنچی... میں نے اُسے... کھول دیا... اور پھر... جب نیچے آئی... تو اُس نے... مجھ پہ... حملہ کر دیا..."

ٹائیگر نے جینی کے زخموں کو دیکھا۔ وہ جانتا تھا کہ توگان جینی کو صرف ایک کاری وار کے ذریعے ہلاک کر سکتا تھا لیکن اُس نے جینی کو زندہ رہنے کے لیے چند لمحے دے دیے تھے۔ سوال یہ تھا کہ توگان نے جینی کو آہستہ آہستہ مارنے کا فیصلہ کیوں کیا؟

"کیا اُس نے میرے لیے تمھیں کوئی پیغام دیا ہے جینی؟" ٹائیگر نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"ہاں... اُس نے... کہا... کہ... اُس سے... تم سے... کہہ دینا کہ... وہ... پھر واپس... آئے گا اور... اگلی بار... خوش... قسمتی... تمھارا ساتھ... نہیں دے گی۔"

ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"شہزاد۔" جینی کراہنے لگی۔

"کیا بات ہے اسٹار لائٹ... بولو۔"

"اُس نے... مجھے کیوں... مارا... کیا... وہ... مجھے... انقلاب... کے لیے... اپنے ساتھ... رکھنا نہیں چاہتا... تھا۔" جینی اب بمشکل بول رہی تھی۔ اُس کے منہ سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے تھے۔ وہ لبِ مرگ تھی اور اُسے سکون دینا... ٹائیگر کا اخلاقی فرض تھا۔

"سنو... وہ جانتا تھا کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" ٹائیگر نے سفید جھوٹ بولا لیکن اُسے علم تھا کہ اس طرح وہ سکون سے آخری سانس لے سکے گی۔ "اُس نے اس محبت کی چمک میری آنکھوں میں دیکھ لی تھی۔ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ میں تمھیں حاصل کر لوں۔"

اے حمید کے ایڈونچر قلم سے
شیوسیناکے دہشت گرد
چار جلدوں میں مکمل سیٹ =/700 روپے
ناشر مکتبہ القریش
اردو بازار لاہور

نواب حیدر علی
الماس ایم اے قیمت:=/200

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا... تم... مجھ سے... واقعی محبت... کرتے ہو؟"
جینی کی سانس اُکھڑنے لگی۔

"ہاں!"

"آہ" جینی مسکرائی۔ اُس کے خون آلود دانت ٹائیگر کو نظر آئے اور پھر اُس نے ٹائیگر کی باہوں میں دم توڑ دیا۔

ٹائیگر نے بڑی احتیاط سے اُسے نیچے لٹا دیا۔ اُوشان نہ جانے کب اُس کے پیچھے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

"کیا اُس کا تعاقب کیا جائے فرل فادر؟" ٹائیگر نے پوچھا۔ اُس کے لہجے میں کسی قسم کا پچھتاوا نہیں تھا۔

"نہیں، اب نہ جانے کہاں نکل گیا ہو گا۔ اُس کا انتظار کرو۔ جب ہم اُسے ہلاک کرنے کا تہیہ کر لیں گے تو وہ آ جائے گا۔" اُوشان نے بڑے گمبھیر لہجے میں جواب دیا۔

"اب وہ میرا شکار ہو گا!"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ لفنگے ایک دوسرے کا کیا حشر کرتے ہیں۔" اُوشان نے روکھے لہجے میں کہا۔ "میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ تم اس وقت تک زندہ رہو جب تک میں برو کلین نہ دیکھ لوں!"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔" ٹائیگر جزبز ہو کر بولا۔ "آج ہی چلیں گے!"

☐

لیکن وہ فوراً ہی برو کلین نہ جا سکے کیونکہ جس وقت ٹائیگر لباس بدل رہا تھا اُسی وقت بہرام اُن کے اپارٹمنٹ میں داخل ہوا۔

"انسدادِ دہشت گردی کا معاہدہ خفیہ طور پر منظور کر لیا گیا ہے۔" اُس نے چہکتے ہوئے کہا۔

"ہاں، یہ بڑی کامیابی ہے۔" ٹائیگر کا لہجہ درشت تھا۔ "ہر ملک کو اب آزادی ہو گی کہ وہ جب چاہے کاغذ کے اس پرزے کو پھاڑ کر پھینک دے۔ ویسے اس کیس میں تمھاری طرف سے بار بار اور بے جا مداخلت ہوتی رہی ہے چیف!"

"مداخلت!" بہرام بھڑک اُٹھا۔ "تم بڑوں کے حکم کو مداخلت کہتے ہو؟"

"تو جو چاہو سمجھ لو۔ ہم اس مرتبہ پورے ایک مہینے کی تنخواہ ٹھکانے لگائے بغیر نہیں ٹلیں گے!"

"اوہ! کہاں جا رہے ہو؟" بہرام ٹھنڈا پڑ گیا۔

"برو کلین!"

"مگر وہاں اتنے اخراجات تو نہیں ہو سکتے۔ دُوری کتنا ہے۔"

بہرام چکرا گیا۔

"دیکھ لینا!" ٹائیگر نے اُوشان کی طرف دیکھ کر بُرا سا منہ بنایا اور منہ سے پھنکنے لگا۔

☐

مسز طرح نے انسدادِ دہشت گردی کے معاہدے کی خبر بڑے غور سے سُنی۔ اُسے یقین ہو گیا کہ اب دُنیا میں کسی عورت کی بے حرمتی نہیں ہو گی۔ کسی بچے کو ایسے ہی نہیں پھینکا جائے گا اور کوئی طیارہ اغوا نہیں ہو گا۔

اُس نے ٹی وی آف کیا اور دبے قدموں بیڈ روم میں چلی آئی جہاں اس کا شوہر گہری نیند میں ڈوبا ہوا تھا۔

☐

وہ سب خوفزدہ تھے۔

وہ اتنی چھوٹی چیز تھی کہ ننگی آنکھوں سے اُسے دیکھا جانا ممکن ہی نہیں تھا لیکن ابھی تک اس نے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ اُن میں جو لوگ سائنس کا علم نہیں رکھتے تھے انھیں تو اس کی خبر بھی نہ تھی کہ وہ چیز ہے کیا۔

لیکن گلستان آباد کے دو سو خاندان، موسمِ گرما کی بارش کے دوران گلستان آباد گریجویٹ اسکول آف بائیوٹیکل سائنسز کے گرد آلود بچے احاطے میں اس چیز کے خلاف مظاہرہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔ وہ اس چیز کی تیاری کے خلاف احتجاج کرنا چاہتے تھے۔

"نہیں، تیاری نہیں۔" ایک ماہرِ تعمیرات نے ایک خاتون سے کہا۔ "مسئلہ یہ ہے کہ وہ اس چیز کو تیار نہیں کرتے، صرف بدل سکتے ہیں۔"

"پھر انھیں بدلنے سے روکا جائے۔" وہ عورت جو ماں بھی تھی بڑے غصے سے چلائی۔ اسے علم تھا کہ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بہت بُرا ہے۔ ایسے عفریت تیار کیے جا رہے ہیں جنھیں کوئی نہیں روک سکتا۔ یہ عفریت گھروں میں داخل ہو کر قتل بھی کر سکتے ہیں اور بے حرمتی بھی اور پھر ان عفریتوں کی وجہ سے کسی بھی عورت کے بطن میں نیا عفریت جنم لے سکتا ہے۔

جزیرۂ فردوس کے ان لوگوں کو سب... زیادہ فکر اس نسل کے بارے میں تھی جو ابھی دُودھ پی رہی تھی۔ تقریباً تمام عورتوں کو اپنے بچوں کے بارے میں تشویش تھی جو اس نئی ایجاد سے متاثر ہو سکتے تھے۔

اس مظاہرے سے قبل منتظمین میں سے ایک نے گزشتہ شب اجلاس میں بڑے دلنشیں انداز میں خطرات... پھر ذرا رُکا تھا۔ "میں آپ لوگوں کو کوئی خطرناک داستان، پُراسرار کہانی یا

من گھڑت افسانہ نہیں سناؤں گا اور نہ ہی کسی کی تذلیل میرا مقصد ہے۔ میں یہ بتانے کے لیے خوفناک اصطلاحات بھی استعمال نہیں کروں گا کہ کسی پاگل سائنس داں نے ایسے ٹیسٹ ٹیوب بنا لیے ہیں جو ہم سب کو جلا سکتے ہیں۔ میں تو محض ایک سائنسی حقیقت کا ذکر کروں گا۔ ممکن ہے کہ آپ لوگوں کو اس صورتِ حال کا ادراک ہونے میں بہت ہی تاخیر ہو گئی ہو اور ہم پہلے ہی تباہ ہو چکے ہوں!"

بات واقعی خطرناک تھی۔ اس عورت نے ٹیلی وژن کیمروں کی طرف دیکھا جو عمارت کی چھت سے مظاہرین کی فلم بنا رہے تھے۔ اُسے تیسری منزل کی کھڑکی میں سیاہ اور پیچیدہ تار نکلے ہوئے دکھائی دیے۔ یہی وہ جگہ تھی جہاں گمراہ سائنسداں اپنی خوفناک ایجاد میں مصروف تھے اور آج یہ ثابت کرنا چاہتے تھے کہ اُن کی ایجاد بے ضرر ہے۔

"بے ضرر؟" اُس عورت نے بڑے غصے سے کہا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اگر ہم پہلے ہی تباہ ہو چکے ہیں تو پھر یہ چیز بے ضرر کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر یہ زیادہ بے ضرر نہیں تو اتنی خطرناک ضرور ہے کہ ہمارے بچے پیدا ہونا نہ ہو جائیں گے کیونکہ یہ لوگ بھی بچے ہی بنا رہے ہیں۔

ایک چھوٹے سے ٹرک پر ایک شخص نمودار ہوا۔ یہ ڈاکٹر تھا اور اس کے چہرے پر واضح طور سے پریشانی کے تاثرات تھے۔

"یہ لوگ آج اپنے تجربات کریں گے!" اُس نے میگا فون منہ کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹیسٹ ٹیوب اپنی لیبارٹری میں لے جائیں گے اور کسی اخبار یا ٹیلی وژن والے کو پانچ منٹ کے تجربے میں یہ ثابت کر کے دکھائیں گے کہ وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ خطرناک نہیں بلکہ انتہائی محفوظ طریقہ ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اُن کا طریقہ محفوظ نہیں انتہائی خطرناک ہے۔ ہم یہاں اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ دُنیا کو بتا دیں... کہ... اُن کا طریقہ عالمِ انسانیت کے لیے تباہ کن ہے۔ یہ ابدی اصول ہے کہ زندگی کے عناصر کی قوت کو چھیڑنا خطرناک ہوتا ہے۔ اب ایٹم بم کو ہی لیں، ہم نے انھیں ایٹم بم بنانے دیا اور اب ہم تباہی کے دہانے پر کھڑے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سائنس داں سائنس کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں اس کے سامنے ایٹم بم بچوں کا کھلونا ہے کیونکہ ایٹم بم کی تباہی سے بچنے کی تدابیر تو کی جا سکتی ہیں لیکن ان سائنس دانوں کی ایجاد بغیر کسی بگاڑ کے اپنا کام... اپنی تباہی پھیلا سکتی ہے!"

مقرر سانس لینے کے لیے رُک گیا۔

بیگم حشمت کی [illegible] اپنی

بیٹی عائشہ کو گود میں سنبھالا جس کا پوتڑا گیلا ہو چکا تھا۔ عائشہ کی عمر چار سال تھی مگر وہ بعض اوقات بستر پر ہی پیشاب کر دیتی تھی۔ لہٰذا بیگم حشمت ہمیشہ ہی اُسے پلاسٹک کا پوتڑا باندھے رکھتی تھی۔ عائشہ کو لانے کی وجہ یہ تھی کہ انسانی حقوق کی تنظیم نے اپیل کی تھی کہ بچوں سمیت مظاہرے میں شرکت کی جائے تاکہ دُنیا کو معلوم ہو سکے کہ ہم اپنے مستقبل، اپنے بچوں کو بچانے کے لیے جمع ہوئے ہیں۔

بچوں کو بچانے کا خیال ہی جذباتی تھا۔ بیگم حشمت کی آنکھیں بھر آئیں۔ وہ عائشہ کو بچانے کے لیے اپنی جان بھی قربان کر سکتی تھی۔ اُس نے بڑے پیار سے اُس کو دیکھا جو ایک ٹیلی وژن کیمرے کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔ کیمرا مین اُن کے قریب آ گیا۔ اُس نے عائشہ کا کلوز اپ لیا اور ساتھ ہی ایک انتہائی وجیہہ نوجوان نے مائیکروفون ننھی عائشہ کے سامنے کر دیا۔

"تم یہاں کیوں آئی ہو بے بی؟" اُس نے بڑی شفقت کے ساتھ پوچھا۔ اُس کا لہجہ بھی بہت شیریں تھا۔

"بُرے لوگوں کو روکنے کے لیے۔" عائشہ نے مسکرا کر معصومیت سے کہا۔ اُس کی ماں نے یہی بتایا تھا کہ وہ بُرے لوگوں کو بُرے کام سے روکنے کے لیے جا رہی ہیں۔ اس وقت ننھی عائشہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اُس کے سُرخ گال دُھوپ میں چمک رہے تھے۔ وہ مسکرا رہی تھی۔

"آپ کون ہیں خاتون؟"

"بیگم نسرین حشمت۔" بیگم حشمت نے فوراً جواب دیا کیونکہ اب کیمرے کا رُخ اُسی کی طرف تھا۔ وہ نیلی ساڑھی میں ملبوس تھی چہرے پر ہلکا سا میک اپ تھا۔

"... اور میں یہاں ہونے والے کام پر احتجاج کرنے کے لیے آئی ہوں۔ میں مستقبل کو محفوظ کرنے کے لیے گھر سے نکلی ہوں۔"

"مستقبل کو کس چیز سے خطرہ لاحق ہے بیگم صاحبہ؟" وجیہہ نوجوان نے پوچھا۔

"بُری بلاؤں سے۔" بیگم حشمت نے عائشہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا جو مائیکروفون کا تار کھینچ رہی تھی۔

"مگر تجزیہ کرنے والی ڈاکٹر... ڈاکٹر شیلا کا کہنا ہے کہ آپ لوگوں میں سے بے شمار افراد کو یہ علم بھی نہیں کہ آپ کس چیز کے خلاف احتجاج کر رہی ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آپ کو کچھ بھی معلوم نہیں!"

"ہمیں علم نہیں کہ ایٹم بم کس طرح بنایا اور چلایا جاتا ہے۔" بیگم حشمت یونیورسٹی سے ایم۔ اے کی سند لے چکی تھیں اور حاضر جواب بھی تھیں۔ "لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایٹم بم کتنی تباہی پھیلاتا ہے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سب سائنس دان اس پر متفق ہیں کہ ایٹم بم نہیں بننا چاہیے تھا۔"

"لیکن اس زمانے میں امریکہ حالتِ جنگ میں تھا۔"

"وہ غیر اخلاقی جنگ تھی۔"

"ہم جنگِ ویتنام سے نہیں خاتون۔" اناؤنسر نے مسکرا کر کہا۔ "اُس زمانے میں امریکہ جرمنی اور جاپان سے برسرِ پیکار تھا۔"

"اور وہ تو اس کے انتہائی قریبی اتحادی ہیں۔ اب ان سے خطرہ کیسا؟ جب ان کی طرف سے خطرہ ہی نہیں تو ایٹم بم ضائع کر دینے چاہئیں۔ اچھے دوستوں کے خلاف ایٹم بم بنانے کا کیا جواز؟ ہمیں ایٹم بم نہیں بنانا چاہیے۔ ہمیں ڈاکٹر شیلا کا پلیگ اور عفریت نہیں چاہیے۔"

"کیسا پلیگ، کیسا عفریت خاتون؟"

"انتہائی خطرناک۔" بیگم عشمت نے بڑے وثوق سے کہا۔ "ایسے عفریت جنہیں تم تو دیکھ سکتے ہو اور نہ ہی ان کے بارے میں زیادہ کچھ جانتے ہو۔ ہائیڈروجن بم سے زیادہ خطرناک عفریت۔"

اناؤنسر نے کیمرے کی طرف منہ کر کے کچھ کہا اور پھر اس مخصوص جگہ کی طرف بڑھ گیا جو صرف صحافیوں کے لیے بنائی گئی تھی۔ اسے یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ وہ مظاہرین کی فلم صرف چند سیکنڈ تک کس طرح محدود رکھے گا؟

ڈاکٹر شیلا ایک ٹی۔ وی کیمرے اور اس کی روشنیوں کے سامنے بالائی منزل پر موجود تھی۔ اناؤنسر کو اس عورت سے ہمدردی ہونے لگی تھی اور اس کی وجہ شیلا کے چہرے پر بڑھتی ہوئی معصومیت تھی۔ اُسے انٹرویو کرنے والے کی طرف سے سوال کا انتظار تھا اور اس وقت وہ ایک طالبہ لگ رہی تھی جس کا امتحانی پرچہ ابھی سامنے نہیں آیا ہو۔

وہ اڑتیس سال کی تھی اور اُس کے چہرے پر تھکن کے آثار تھے۔ ناک اٹھی ہوئی تھی اور آنکھوں کے نیچے حلقے پڑے ہوئے تھے۔ اس نے ایک ڈھیلا ڈھالا۔ غیر جاذب نظر لباس پہن رکھا تھا جس کے باعث اس کی نسوانیت چھپی ہوئی تھی۔ صرف بالوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ ایک عورت ہے۔ لوگوں کو معلوم تھا کہ وہ گزشتہ دس برس سے جدید فردوس میں ہے اور اس سے قبل وہ مغربی جرمنی میں کام کرتی رہی ہے۔

"کیا آپ یہ بتانا پسند کریں گی کہ آپ کے کام کی نوعیت کیا ہے ڈاکٹر شیلا فن برگ؟" اناؤنسر نے ٹی۔ وی کیمرے پر سرخ بتی روشن ہوتے دیکھ کر فوراً پوچھا۔

"ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟" ڈاکٹر شیلا نے سوال دوسرے انداز میں دہرایا۔ یہ کہتے ہوئے اُس کے گلے کی رگیں پھول گئیں۔ اُس کی آواز نرم و لطیف تھی۔ "ہم تحقیق کر رہے ہیں۔ ڈی۔ این۔ اے ہمارے اس عمل کا مرکز ہے کہ بیج مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ ایک بیج درخت بن سکتا ہے تو دوسرا پروٹین۔ ہمارے کام کا مقصد یہ ہے کہ ہم ایسا کوڈنگ میکنزم تلاش کر لیں جس سے یہ معلوم ہو سکے کہ چیز... چیز کس طرح بن سکتی ہے؟"

"میں سمجھ گیا۔" اناؤنسر نے فوراً کہا، حالانکہ اُس کے پلے کچھ بھی نہیں پڑا تھا۔ "لیکن آپ کے ناقدین کہتے ہیں کہ آپ کوئی عفریت تیار کر رہی ہیں، کوئی پلیگ ایجاد کر رہی ہیں جو لیبارٹری سے نکل کر انسانیت کو برباد و تاراج کر دے گا ڈاکٹر شیلا فن برگ؟"

شیلا بھولے پن سے مسکرا کر سر ہلانے لگی۔ "میں اسے محض ایک خوف قرار دے سکتی ہوں۔ شاید ان لوگوں نے وہ فلمیں دیکھی ہوں گی جن میں ایک پاگل سائنس دان کسی کا مغز نکال کر دوسرے افراد کے جسم کے مختلف حصوں سے جوڑتا ہے اور پھر ایک عفریت جنم لے لیتا ہے۔" اور پھر شیلا نے خالصتاً سائنسی اصطلاحات کا استعمال کرنا شروع کر دیا جو اگرچہ اناؤنسر کی سمجھ میں نہیں آئیں لیکن وہ شدت سے سر ہلاتا رہا۔

"لوگ جن خیالات کا اظہار کر رہے ہیں ان کی کوئی بنیاد تو ہو گی ڈاکٹر شیلا؟" اُس نے پوچھا۔

"اس کی بنیاد ذہنی ہیجان کی احمقانہ فلمیں ہی ہو سکتی ہیں۔" شیلا نے اس بار مسکراتے ہوئے کہا۔ "وہ دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص حادثے میں زخمی ہوا اور پھر اچانک کہیں سے ایک ماہر جینیٹک نمودار ہوا۔ اُس نے اُس کے ٹوٹے بلکہ کٹے ہوئے ہاتھ پیر ٹھیک کر کے اُسے دنیا کا سب سے طاقتور انسان بنا دیا۔ درحقیقت ایسا نہیں ہو سکتا۔ مثال کے طور پر اگر میں آپ کو ایک بائیونک ہاتھ لگا دوں تو آپ کے سارے جسم کا توازن بگڑ جائے گا۔"

"آپ کا اصل نقطہ کیا ہے؟"

"ہمارا اصل نقطہ... بلکہ مسئلہ یہ نہیں کہ کسی عفریت کو وجود میں رکھا جائے بلکہ ایسا مشروب تیار کرنا ہے جو زندگی دے سکے، حیات بخش ہو اور آج میں اسی کا مظاہرہ بھی کروں گی۔"

"وہ کس طرح؟"

"مشروب ای۔ ایس۔ ٹی۔ فی الوقت میں مشروب کا نام ہی دے سکتی ہوں۔" ڈاکٹر شیلا فن برگ نے اپنی دراز زلفوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"کیا یہ خطرناک نہیں ہو گا ڈاکٹر؟" ٹی۔ وی کے اناؤنسر نے جھرجھری لے کر پوچھا۔

"ہو سکتا ہے۔" ڈاکٹر شیلا نے جواب دیا اور خالصتاً سائنسی اصطلاحات میں اناؤنسر کو تفصیل سنانے لگی لیکن اناؤنسر کچھ نہ سمجھنے کے باوجود بھی سر ہلانے لگا۔ جیسے وہ اس کی ہر بات سمجھ رہا ہو۔

عام مظاہرہ شروع ہونے میں پورے دو گھنٹے لگ گئے۔ مظاہرین اپنی پسند کی جگہ پر بیٹھنے کے لیے کھینچا تانی کرتے رہے۔ عورتوں کو بچوں سمیت بہرحال اگلی صفوں میں جگہ مل گئی۔

ڈاکٹر شیلا نے جس مشروب کا ذکر کیا تھا وہ ایک لمبے اور شفاف فش ٹینک میں تھا۔ ٹینک کے اندر شفاف محلول میں بارہ چھوٹی اور سربمہر ٹیسٹ ٹیوب نظر آ رہی تھیں۔

"از راہِ کرم تمباکو نوشی سے گریز کریں۔" ڈاکٹر شیلا نے نرم لہجے میں سب سے درخواست کی۔

"کیوں؟" ایک آدمی نے مشتعل ہو کر کہا۔ "کیا اس لیے کہ تمباکو نوشی سے اس زہریلے محلول کی قلعی کھل جائے گی۔ اگر یہ چیز اتنی خطرناک نہیں ہے تو پھر اسے اتنی حفاظت سے شیشے کے اندر پانی اور پانی کے اندر شیشے میں کیوں رکھا گیا ہے؟"

"پہلی بات تو یہ کہ اس ٹینک میں پانی نہیں ہے۔" ڈاکٹر شیلا نے گھبرائے بغیر جواب دیا۔ "پانی اس چیز کے لیے مناسب نہیں لہٰذا ہم نے نمکین محلول اس میں بھرا ہے جو انسولیشن کا کام دیتا ہے۔ یہ غیر مستحکم عنصر ہیں۔"

"غیر مستحکم...؟" ایک گنجا آدمی گھبرا کر بولا۔ اُس کی ہلکی سی داڑھی تھی۔ "تب پھر یہ ٹینک دھماکے سے پھٹ بھی سکتا ہے۔" وہ مارے گھبراہٹ کے بار بار اپنی چندیا پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔

"غیر مستحکم سے میری مراد یہ نہیں جناب۔" ڈاکٹر شیلا بولی۔ "میں نے یہ کہا ہے کہ اگر ٹیوب میں موجود عناصر کی حفاظت نہ کی جائے تو یہ بے اثر ہو سکتے ہیں۔ یہ بے دم ہو سکتے ہیں۔"

"جھوٹی... حرافہ...!" بیگم عشمت مزید برداشت نہ کر سکیں۔

"آپ لوگ سمجھنے کی کوشش کریں۔" ڈاکٹر شیلا نے بڑے ضبط کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔ "یہ عنصر بہت حساس نوعیت کے ہیں۔ ہم جو کچھ حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اُس کا ہمیں درست تناسب اور توازن ابھی تک معلوم نہیں ہو سکا۔ یہ انتہائی پیچیدہ کلیہ ہیں۔"

"تم تخمِ حیات حاصل کر رہی ہو۔" کوئی دوسرا مرد چلایا۔

"نہیں پلیز میری بات سنیں۔ کیا آپ نے کبھی اس بات پر غور کیا ہے کہ بوڑھے ہونے پر آپ کی ناک آپ ہی کی رہتی ہے اور آنکھیں بھی آپ ہی کی رہتی ہیں حالانکہ درحقیقت ہر سات سال کے بعد آپ کی آنکھ اور ناک کا ہر سیل بدل جاتا ہے تو پھر آپ کی ناک یا آنکھ کیوں نہیں بدلتی؟"

"اس لیے کہ اس تک ابھی تمہارے ہاتھ نہیں پہنچے۔" ایک آدمی نے عقبی نشست سے دہاڑ کر کہا۔

"نہیں۔" ڈاکٹر شیلا کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہونے لگا تھا۔ وہ اس کی مسلسل توہین کر رہے تھے۔ "نہیں، اس کی وجہ آپ کے جسم کا کوڈنگ سسٹم ہے جو آپ کو... آپ بناتا ہے اور یہاں، اس ادارے میں ہم اس کوڈنگ سسٹم کی کلید حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں تاکہ سرطان جیسے امراض کبھی جنم نہ لے سکیں۔ ان ٹیسٹ ٹیوبز میں مختلف ایسے جانوروں کے جینز موجود ہیں جن پر زندگی کی حقیقی کلید حاصل کرنے کے لیے تجربات کیے گئے تھے۔ ہمیں توقع ہے کہ ہم حقائق کا پتا چلا سکیں گے اور زندگی کے حقیقی اسرار سے پردہ اُٹھ سکے گا اور اس طرح ہم اپنی صحت اور عمر کی اوسط مدت بڑھا سکیں گے۔ بیماریوں کا علاج ہو سکے گا۔ مختصراً میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ ہم زندگی کے بند اور مقفل دروازے کی کلید حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔"

"جھوٹی... خبیث..." کوئی زور سے چلایا اور پھر بہت سے لوگ جھوٹی جھوٹی کے نعرے لگانے لگے۔ پھر کسی نے ڈاکٹر شیلا کو چیلنج کیا کہ وہ اپنے ننگے ہاتھوں سے ٹیوب میں موجود محلول کو چھو کر دکھائے۔

"بس... اتنی سی بات؟" ڈاکٹر شیلا نے حقارت سے کہا اور ساتھ ہی ٹینک کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ کوئی عورت مارے خوف کے چلا اُٹھی اور سوائے بیگم عشمت کے باقی عورتوں نے اپنے اپنے بچوں کو سینے سے چمٹا لیا۔ بیگم عشمت کی بیٹی عائشہ خود ہی گود سے اُتر کر ادھر اُدھر گھوم رہی تھی۔ وہ ڈاکٹر شیلا کے ہاتھ کو مسخ ہوتے ہوئے دیکھنے کی منتظر تھی۔

پھر ڈاکٹر شیلا کا ہاتھ ٹینک سے نکلا تو اس میں ٹیوب موجود تھی۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کے چہرے پر کسی فتح مند شخصیت کے تمام تر تاثرات موجود تھے۔

"وہ لوگ اپنے اعصاب کو سنبھالیں جو درندوں سے ڈرتے ہیں کیونکہ اب میں یہ انکشاف کرتی ہوں کہ اس ٹیوب میں ایک آدم خور شیر کا جینز موجود ہے۔ آدم خور کا!"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لوگ واقعی اُچھل پڑے اور ڈاکٹر شیلا مایوسی سے سر ہلانے لگی۔ اُس نے ٹی۔وی اناؤنسر کی طرف دیکھا جو دوستانہ انداز میں ڈاکٹر شیلا کو ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ اُسے اپنی طرف متوجہ پا کر مسکرانے لگا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ ڈرنے والے واقعی بے وقوف ہیں۔ یہاں کوئی آدم خور شیر موجود نہیں تھا۔

پھر اچانک ہی ڈاکٹر شیلا نے ٹیسٹ ٹیوب منہ سے لگا کر محلول پی ڈالا اور پھر ڈرامائی سا منہ بنا کر بولی۔ "آپ خواتین اور حضرات میں سے کوئی بھی ٹینک میں ہاتھ ڈال کر میرے لیے دوسری ٹیسٹ ٹیوب منتخب کر سکتا ہے۔"

"اس... ٹیسٹ ٹیوب میں کوئی خطرناک چیز رکھی ہی نہیں گئی ہوگی۔" کسی نے زور سے کہا۔ "ہمیں بے وقوف بنا رہی ہو۔"

"تم... تم سب بے وقوف ہو۔" ڈاکٹر شیلا کو واقعی غصہ آ گیا۔ "تم لوگ واقعی جاہل ہو۔ کبھی کچھ نہیں سمجھ سکو گے۔" غصے سے بے قابو ہو کر اس نے ٹینک میں ہاتھ ڈالا اور پھر یکے بعد دیگرے ٹیسٹ ٹیوب نکال کر محلول پینے لگی حتیٰ کہ ٹینک میں کوئی اور ٹیوب باقی نہ رہا۔

"اب بولو۔" اُس نے تڑخ کر کہا۔ "کیا تمہیں یہ اندیشہ ہے کہ میں اب بھیڑیا بن جاؤں گی، کسی عفریت میں بدل جاؤں گی۔ تم سب جاہل..." کہتے کہتے اور ندامت لیے ہوئے۔

اچانک ہی ڈاکٹر شیلا کا جسم کانپنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ فرش پر گر گئی۔

"اسے کوئی مت چھوتا۔" بیگم حشمت نے سب کو خبردار کیا۔ "ممکن ہے اس کو چھونے سے کوئی وائرس منتقل ہو جائے۔"

"سب وحشت اور حماقت۔" ٹی۔وی اناؤنسر شاید اخلاق فراموش کر کے کھڑے ہوئے شائستگی کو بھول گیا۔ اس نے ایمبولینس کے لیے بڑی پھرتی سے فون کیا۔ ایمبولینس والے منٹوں میں آ گئے۔ ڈاکٹر شیلا کو اسٹریچر پر ڈال کر لے جایا گیا۔ اس کی سانس ابھی باقی تھی اور اس کا ایک ساتھی یہ وضاحت پیش کر رہا تھا کہ محلول میں ایسی کوئی چیز نہیں جس سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔ دراصل ڈاکٹر شیلا لوگوں کے رویے کو محسوس کر کے بے عزتی کے احساس سے بے ہوش ہوئی ہے۔

لیکن کسی نے بھی اس کی وضاحتوں پر دھیان نہ دیا۔ احتجاج کرنے والوں کے ایک رہنما نے کرسی پر کھڑے ہو کر کہا۔ "یہاں کی کسی چیز کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ عین ممکن ہے کہ وائرس منتقل ہو جائیں۔" پھر جیسے اسے یقین ہو گیا کہ مجمعے کا رُخ اسی کی طرف ہے تو اُس نے تقریر شروع کر دی۔

"اُن کا دعویٰ تھا کہ تجربات سے کسی کو کوئی خطرہ نہیں لیکن دُنیا دیکھ رہی ہے کہ اپنے دام میں خود صیاد آ گیا۔ میں مطالبہ کرتا ہوں کہ اس احمقانہ اور جنونانہ تحقیق کو یہیں ختم کر دیا جائے ورنہ بے گناہ اور معصوم لوگ بھی مرنے لگیں گے۔"

پُرجوش مظاہرین کا جلسہ ٹی وی والوں کے جانے کے بعد بھی جاری رہا۔ کھانے پینے کے لیے انھوں نے قریبی ریسٹوران سے سامان منگوایا اور پھر درجنوں قراردادیں منظور کیں۔

اس دوران میں عاتکہ لیبارٹری کے عقبی حصے میں سوتی رہی۔ پھر اچانک کسی نے گھبرا کر کہا کہ اس نے ایک خوبصورت بچی کی طرف کسی درندے کو بڑھتے ہوئے دیکھا ہے اور غراہٹ کی آواز بھی سنی ہے۔ اس کے بعد ایک اور بچے نے اطلاع دی کہ ڈاکٹر شیلا فن برگ واپس آ گئی ہے۔

"وہ عورت پھر واپس آ گئی ہے جو گندا پانی پی رہی تھی۔" بچے نے اپنی ماں سے کہا۔

"اوہ نہیں۔" سب کے سب چلا اُٹھے۔ بیگم حشمت گھبرا کر لیبارٹری کے عقبی حصے کی طرف دوڑتی۔ انھوں نے راہ میں آنے والوں کو دھکے دے دے کر اپنے لیے راستہ بنایا۔ وہ کئی بار کرسیوں سے ٹکرائی اور اس طرح دوڑتی رہی جیسے ممتا کی پکار کسی ماں کو اپنی بیٹی کو تلاش کر رہی ہو۔

عاتکہ چند قدم دور تھی مگر عاتکہ تک پہنچنے میں بیگم حشمت کسی چیز سے پھسل کر گر گئی۔

خون... تازہ خون فرش پر بار بار بہہ رہا تھا۔

وہ عاتکہ پر جھک گئی اور پھر اس کے حلق سے دلخراش چیخ نکل کر دیواروں سے ٹکرانے لگی۔

لوگ ہذیانی انداز میں چیخنے لگے۔

عاتکہ کا پیٹ پھٹا ہوا تھا۔ گوشت اور آلائش غائب تھی۔ "نہیں۔" بیگم حشمت دیواروں سے سر پھوڑنے لگی۔

وہ ایمبولینس جو ڈاکٹر شیلا فن برگ کو اسپتال لے جا رہی تھی اگلی سڑک پر مل گئی لیکن اس حالت میں کہ درخت سے ٹکرانے کے باعث اس کا اگلا حصہ پچک گیا تھا۔ ایک ڈرائیور کا حلق کٹا ہوا تھا اور دوسرا ڈرائیور بھی زخموں کی وجہ سے آخری سانسیں لے رہا تھا۔ اگلی نشست پر خون کے بڑے بڑے دھبے تھے جبکہ عقبی سیٹ اور اسٹریچر پر کہیں بھی دھبہ نہیں تھا۔ ڈاکٹر شیلا کو بے ہوشی کی حالت میں ایمبولینس میں لٹایا گیا تھا مگر اب وہ غائب تھی۔ جس کسی نے بھی ڈرائیور کو قتل کیا تھا وہی ڈاکٹر شیلا کو بھی لے گیا تھا اور اٹینڈنٹ جو عقبی حصے میں سوار تھا اُس کی پیشانی پر بڑا سا زخم تھا۔

"کیا اٹینڈنٹ کو چڑیا گھر بھیجنا ہے؟" فورینسک سرجن نے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ اُس کے دل سے جانوروں کا خوف ختم کرنے کے لیے پہلے اُسے نفسیاتی اسپتال داخل کرا دو۔ اگر اس کا ڈھنگ سے علاج نہیں کیا گیا تو بڑا مسئلہ ہو جائے گا۔ میں درندے کے پنجے سے زخمی ہونے والوں کا حشر دیکھ چکا ہوں۔"

"پنجے؟" سارجنٹ نعیم نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ارے کسی نے اس کے سر پر کوئی چیز ماری ہوگی اور اٹینڈنٹ چڑیا گھر سے نہیں، اسپتال سے آیا ہوگا۔ یہ اسپتال کا اٹینڈنٹ ہے کسی درندے کا رکھوالا نہیں۔"

"ارے نہیں۔" سرجن مسکرایا۔ وہ یہ سمجھا کہ سارجنٹ نعیم مذاق کر رہا ہے اور اُسے یقین تھا کہ اٹینڈنٹ کی پیشانی پر کسی شیر کے پنجے کا ہی کھرونچا ہے۔ چاقو کا زخم ایسا نہیں ہوتا۔ چاقو کاٹتا ہے اور یہ ایسا زخم ہے جیسے کسی درندے نے پنجہ مار کر پیشانی کو ادھیڑا ہو۔

پھر جب عاتکہ جیسی بچی کی لاش اس کے سامنے لائی گئی تو اُسے یقین ہو گیا کہ یہاں کوئی نہ کوئی درندہ موجود تھا۔ "ذرا بچی کے پیٹ کی طرف دیکھو۔" اُس نے سارجنٹ نعیم سے کہا۔ "اس کا پیٹ۔"

"پیٹ ہے ہی نہیں ڈاکٹر۔"

"یہی میں کہنا چاہتا تھا۔" سرجن نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "بڑے شیر پہلے پیٹ کو ہی کھاتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہاں آس پاس کوئی درندہ موجود تھا۔"

اُدھر فردوس نگر کے شمالی حصے کے ایک تاریک فلیٹ کے کمرے میں شیلا بُری طرح کانپ رہی تھی۔ اُس کے کپڑے خون آلود تھے اور وہ اس خون کی طرف دیکھنا بھی نہیں چاہتی تھی لیکن اُسے اچھی طرح علم تھا کہ اُس کے کپڑوں پر کسی اور کا خون لگا ہوا ہے۔ اُسے صرف مرنے کی تمنا تھی۔ وہ اسی گھپ اندھیرے میں آخری سانس لینا چاہتی تھی۔ اس کی کوشش تھی کہ جو کچھ ہو چکا ہے اُس کے بارے میں اُسے کچھ یاد نہ رہے۔

وہ لیوبی تھی۔ مذہب اس کے قریب سے بھی نہیں گزرا تھا لیکن وہ لوگوں کی بھلائی کے کام کرتے ہوئے خود کو بہت خوش محسوس کرتی تھی۔ اسی باعث اُس نے سائنس اور میڈیسن پر ریسرچ کے لیے جزیرۂ فردوس کو منتخب کیا تھا تاکہ اس ترقی پذیر ملک میں صحت کی سہولتیں عام اور سستی ہوں لیکن آج رات اُسے خدا یاد آ رہا تھا۔ وہ دُعائیں مانگ رہی تھی کہ خدا اُس کا خوف دُور کر دے۔

اُس کے گھٹنے اور بازو ایک تخت پر تھے۔ یہ ایک دو فٹی تھی اور فرش سے چند فٹ اونچا تھا۔ وہ خود کو اس جگہ بہت محفوظ سمجھ رہی تھی اور اب اُس کی آنکھیں گھپ اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو گئی تھیں۔

اسی لمحے ایک گوشے سے کوئی چیز حرکت کرتی ہوئی نظر آئی۔ "شاید چوہا ہے۔" اُس نے سوچا اور پھر اُسے پیاس لگنے لگی۔ اُس نے اپنے خون آلود ہاتھوں کو چاٹنا شروع کر دیا۔ خون کا ذائقہ محسوس ہوتے ہی اُس کا رُواں رُواں مطمئن ہونے لگا۔

اس کے حلق سے مسرت بھری غراہٹ نکلی۔ وہ مسکرانے لگی۔

ٹائیگر ایک شخص کے سامنے تھا اور وہ شخص ٹائیگر پر گھونسوں سے حملہ کر رہا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ امریکہ سے طویل مسافت طے کر کے اپنے آبائی وطن میں فوراً ہی گھونسوں سے خاطر و مدارت ہو رہی ہے اور یہ بات اُسے ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی۔ نوگان کے فراغت کے بعد ابھی وہ بروکلین کی سیر ہی کر رہے تھے کہ بہرام نے انھیں فوری نوعیت کا پیغام دیا کہ انھیں ہر صورت میں کل تک جزیرۂ فردوس پہنچنا ہے، جہاں کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے۔ کیسی گڑبڑ؟ اس کا بہرام نے ذکر نہیں کیا تھا اور ٹائیگر کو بھی گڑبڑ کی تفصیلات میں جانے سے دلچسپی نہیں تھی۔ اس کے لیے یہی کافی تھا کہ وہ اپنے وطن واپس جا رہا ہے اور اُوشان بھی اس کے دلی جذبات دیکھ کر خاموش ہو گیا تھا۔ یہ جذبوں کی بات تھی اور اُوشان زمین اور مٹی کی محبت کے قوی و لطیف جذبے کی قدر بخوبی کرتا تھا۔

اُس وقت ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ اسی شہر میں اُسے غنڈوں کے حملے سے بچنے کے لیے کتنا محتاط رہنا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک ہی غنڈہ اُسے دھنک کر رکھ دیتا تھا... لیکن اب صورتِ حال بالکل مختلف تھی اور وہ اس شخص کو تفریحاً پیٹ رہا تھا۔ سب کچھ احمقانہ لگ رہا تھا۔

اُس شخص کا قد چھ فٹ چار انچ تھا۔ اُس کے بازو لمبے اور مضبوط تھے، ہاتھ کی گرفت بھی زیادہ تھی، سینہ ڈھال کی طرح مضبوط تھا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس نے تیل کے دھبوں والی چکٹ ڈانگری پہن رکھی تھی، جُوتے بھی مضبوط تھے۔ وہ کے موٹے درخت سے ٹیک لگا کر جنگل سے ہوا کا لُطف جار ہا تھا اور اب اس سے مزید برداشت نہیں ہو رہا تھا کیونکہ سڑک کے بیچوں بیچ ایک سفید کار میں ایک شخص... بلکہ ایک نحیف و نزار بُوڑھا خط لکھنے میں منہمک تھا جس کی وجہ سے راستہ بند تھا۔ وہ بار بار کار ہٹانے کے لیے چیخ رہا تھا اور اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ کار راستے سے نہ ہٹائی گئی تو وہ ٹرک سے کار کو ٹکر مار دے گا۔

"خط مکمل ہونے سے قبل کار اپنی جگہ سے حرکت بھی نہیں کرے گی" ایک نوجوان نے کار سے اُتر کر کہا۔ یہ ٹائیگر تھا۔

"تب میں تمہارا دماغ ہی اس کی جگہ سے ہلا دیتا ہوں" ٹرک والا غراتا ہوا نیچے کُود گیا پھر وہ گھونسا بنا کر ٹائیگر کی طرف لپکا۔ اُسے یقین تھا کہ وہ اس نوجوان کو ایک ہی گھونسے میں تارے دکھا دے گا کیونکہ وہ ہر اعتبار سے نوجوان سے برتر تھا۔ اس کا وزن بھی اس سے ایک سو پونڈ زیادہ تھا۔

لوگ یہ تماشا دیکھنے کے لیے سڑک کے کنارے رُک گئے۔ انھیں یقین تھا کہ دیو زاد نوجوان کو مار ڈالے گا۔ وہ جانتے تھے کہ خانو کی وجہ سے پہلے ہی درجنوں افراد کو اسپتال میں رہنے کا تجربہ حاصل ہو چکا ہے۔

اور اب ٹائیگر اپنی بند مٹھی کے تیر جیسے ہوئے آدمی کے گھونسے کا منتظر تھا۔ وہ اب محض انسپکٹر نہیں تھا شہزاد کی ذات ٹائیگر کا وجود بن گئی تھی اور وہ اگر پہلے ایسے گھونسوں سے خائف رہتا تھا تو اب اس کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ دوڑ رہی تھی۔

سیفد لونا میں اُوشان کا دایاں ہاتھ جس میں پنسل دبی ہوئی تھی ایک نفیس ڈرائنگ پیڈ پر تیزی سے چل رہا تھا وہ کس کو خط لکھتا وہ تو چشمِ تصور کی مدد سے سنا نجو کی حسین جھیل کے بیٹے پر بیٹھی ہوئی بطخوں کی تصویر بنا رہا تھا۔ اُسے ٹائیگر سے توقع تھی کہ جب تک وہ منظر کو سیٹ تو بلاس پر منتقل نہیں کر دے گا، نہ تو گاڑی چلے گی اور نہ ہی کوئی دخل در معقولات کی ہمت کرے گا۔ اس تصویر کو بنانے کے لیے تو سُکون کی ضرورت تھی۔ ٹائیگر کو اس کا احساس تھا لہٰذا اُس نے بڑی خاموشی سے اپنا دایاں ہاتھ اُٹھایا اور حملہ آور کے گھونسے کو بازو پر روک کر ساتھ ہی دایاں گھٹنا اُٹھایا پھر خانو دُہرا ہوتا چلا گیا۔ اُس نے دونوں ہاتھ پیٹ پر اس طرح رکھ لیے جیسے اسے لوٹے کی حاجت محسوس ہو رہی ہو۔ وہ سلو موشن میں مُنہ کے بل سڑک پر گرا پھر اس نے اپنی گردن پر ایک جُوتے کا بوجھ محسوس کیا۔ اس نے گردن گھما کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن جُوتے کا یہ وزن اُسے ٹنوں وزنی لگ رہا تھا۔

"شش...!" ٹائیگر نے انگلی ہونٹوں پر رکھ کر اُسے خبردار کیا۔ "تمھیں سانس لینا ہے تو خاموش رہو اور خاموش رہو کیونکہ تم زندہ رہنا چاہتے ہو اور زندہ رہو تاکہ سانس لیتے رہو۔ ٹھیک ہے نا؟ تمھاری خاموشی کا انعام صرف یہی ہو سکتا ہے کہ تم خاموش رہو۔"

خانو نے حامی نہیں بھری لیکن ٹائیگر کا جُوتا محسوس کر رہا تھا کہ خانو خاموش رہے گا۔ تب ہی ٹائیگر نے جُوتے کا دباؤ کچھ کم کر دیا۔ خانو اس طرح سانس لینے لگا جیسے ہمالیہ کی سر بلند چوٹی سے دوڑتا ہوا اُترا ہے۔

کسی کے زور زور سے سانس لینے کی آواز بہرحال اُوشان تک پہنچ گئی۔ اس نے بُرا سا منہ بنا کر باہر کی طرف جھانکا "پلیز...! ذرا تو خاموش رہو۔"

"سوری لٹل خاور" ٹائیگر نے فوراً کہا۔

"ایسی حسین تصویر صرف سکون کے لمحوں میں بن سکتی ہے۔" اُوشان نے کہا۔

"سوری لٹل خاور" ٹائیگر پھر بولا۔

"جب کوئی شخص کسی کو صدیوں کی دانش منتقل کرتا ہے تو وہ بجا طور پر یہ توقع بھی کر سکتا ہے کہ دانش کا خزانہ حاصل کرنے والا اپنے اُستاد کو سکون کے چند لمحے ہی فراہم کر سکے گا۔"

"میں نے سوری کہہ دیا" ٹائیگر جھنجلا کر بولا۔

"سوری... سوری... سوری...!" اُوشان کا لہجہ بھی بگڑا ہوا تھا "کسی کے کان پر بم کا دھماکا کر کے سوری کہہ دینا ہی کافی نہیں۔ حقیقت کسی معذرت کو قبول نہیں کرتی۔ کوئی ایسی حرکت کرو ہی نہیں کہ سوری کہنے کی نوبت آ جائے۔"

"تب پھر میں معذرت نہیں کرتا۔ سوری واپس لیتا ہوں" ٹائیگر بولا "میں اتنی دیر سے اس شخص کو اعضا کی زبان سے سمجھا رہا ہوں کہ یہ خاموش رہے۔ میں نے اسے ٹرک چلانے کی بھی اجازت نہیں دی کیونکہ اس کی آواز سے آپ ڈسٹرب ہوتے اور..."

"اُف... اتنی آوازیں!" اُوشان نے پنسل پھینک کر کانوں پر ہاتھ رکھ لیے "اب تو میں تصویر بنا ہی نہیں سکتا۔"

"آپ نے گزشتہ ایک ہفتے میں ایک بھی تصویر مکمل نہیں کی" ٹائیگر مُنہ بنا کر بولا "صرف آڑی ترچھی سیدھی ٹیڑھی میڑھی لکیریں بنائے رکھتے ہیں۔"

"میں شاہکار بنا رہا ہوں اور اس کے بعد قلم کے لیے ایک کہانی لکھوں گا" اُوشان نے اپنی پُرانی خواہش ایک بار پھر ظاہر کی۔ "کہانی تو کبھی بھی نہیں لکھ سکیں گے۔ ایک پیراگراف بھی نہ لکھ سکے ہو۔"

"لکھوں گا... ضرور لکھوں گا" اُوشان نے زور دے کر کہا۔ "مگر وہ کہانیاں ٹی وی کے ڈراموں اور فلموں کی طرح جنسی اور احمقانہ نہیں ہوں گی۔ میں محبت کی ایک عظیم داستان قلم بند کروں گا اور ایسی عظیم کہانی صرف ایسا شخص ہی لکھ سکتا ہے جو محبت کے حقیقی جذبے سے آشنا ہو۔ میں ایک عظیم داستان لکھوں گا بشرطیکہ مجھے سکون کے چند پل ہی میسر آ سکیں۔"

"اتنے سالوں میں بھی نہ لکھ سکے۔"

"صرف شور شرابے کی وجہ سے... تمھاری آواز لطیف اور حسین خیالات کو درہم برہم کر دیتی ہے۔"

"میں تو شور نہیں مچاتا۔"

"ہر وقت شور ہوتا رہتا ہے" اُوشان نے غصے میں آ کر پیڈ پھاڑ دیا۔ دونوں ہاتھ بغل میں دبا لیے اور پھر بولا "تمھارے خراٹے کی آواز کے باعث میں ابھی تک عظیم داستان نہیں لکھ سکا۔ میری زندگی کتنی اُداس اور کتنی بے کیف ہے، سنا نجو کے پہلے ماسٹر نے!" اور پھر سنا نجو کے موجودہ ماسٹر نے گزرے ہوئے ماسٹروں کی تصانیف کے بارے میں تفصیلات بتانی شروع کر دیں۔ اس دوران میں ٹائیگر اپنے پیر ہی سے خانو کے سینے کی مالش کرتا رہا اور خانو کو معاً ہی اپنے اندر توانائی واپس آتی محسوس ہونے لگی۔ اُسے ٹائیگر کا جُوتا اس کا لمس بہت اچھا لگنے لگا۔

"آج کل لوگ کلاسیکی رومانس والی کہانیاں پسند نہیں کرتے لٹل خاور...!" اس نے نوجوان کو کہتے ہوئے سُنا "لوگوں کو رقص اور نغموں سے بھرپور شاہکار چاہیے۔ آپ کی لکھی ہوئی کہانی ہرگز نہیں چلے گی۔ لوگ جنس، شراب و کباب، شباب..."

"بکواس!" خانو نے بوڑھے کی آواز سُنی "جنس، شراب، کباب، شباب کی داستانیں بادشاہ کو کسان اور کسان کو بادشاہ نہیں بنا سکتیں۔"

"اگر آپ کوئی کتاب لکھنا اور اسے بیسٹ سیلر بنوانا چاہتے ہیں تو گندی اور فحش کہانی لکھیں۔"

"ایسی کہانی تو صرف ایک صفحے میں ہی مکمل ہو جائے گی" اُوشان نے پُرتشویش لہجے میں جواب دیا "نہیں... بھرپور کتاب کے لیے یہ موضوع مناسب نہیں۔ تم لوگوں کا ذہن انتہائی غلیظ ہے۔"

اسی لمحے خانو نے موقع سے فائدہ اُٹھا کر خود کو سنبھالا۔ وہ اُٹھا اور اس نے ٹائیگر پر حملہ کر دیا۔

"نہیں خاور...!" ٹائیگر نے اس بار بائیں ہاتھ سے اُس کا وار روکا مگر اس کی طرف دیکھا تک نہیں "ذہن غلیظ نہیں ہے۔"

دوسرا وار اُس نے دائیں ہاتھ سے روکا۔ تیسرے کو پھر سینے پر سنبھالا اور اسی ہاتھ سے خانو کو دھکا دے دیا۔ وہ چار پانچ قدم دُور جا کر گر گیا۔

لوگ حیرت اور مسرت سے ٹائیگر کو دیکھ رہے تھے۔

"بس...!" ٹائیگر نے خانو کی طرف گھور کر کہا "اب میں اس کھیل سے اُکتا گیا ہوں۔"

"ابھی بتاتا ہوں کہ کھیل کیا ہوتا ہے" خانو کے اندر کا قاتل بیدار ہو گیا۔ وہ ٹرک کی طرف لپکا۔ اگلی نشست سے اس نے نشانہ گن نکالی جو بیل کے بھیجے کو بھی توڑ سکتی تھی اور جس کی گولی دیوار کے آر پار بھی ہو سکتی تھی۔

تماشائی معاً سنجیدہ ہو گئے اور ان کے قہقہے بند ہو گئے۔ خانو کو نیا حوصلہ ملا۔ وہ سمجھ گیا کہ لوگ اس سے خوف زدہ ہیں اور شاید نوجوان بھی سہم گیا ہے۔

"یہ کھلونا پھینک دو مونے! اس سے خود تمھی کو نقصان پہنچے گا" ٹائیگر نے عام سے لہجے میں کہا تو خانو کو احساس ہوا کہ نوجوان اب بھی خوف زدہ نہیں ہے "یہ کوئی اچھا کھیل نہیں ہے مونے۔"

"معافی مانگو" خانو نے دہاڑ کر کہا۔ وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ اگر نوجوان نے معافی نہ مانگی تو وہ اسے گولی مار دے گا اور اس علاقے میں ایسے لوگ موجود تھے جو اس کو جلد ہی ضمانت پر رہا کرا لیں گے۔

لیکن پھر ایک عجیب واقعہ ہوا۔

خانو کی انگلی لبلبی پر گئی تو اسی لمحے زرد رو بوڑھے نے جس کی مونچھیں ہوا میں بل رہی تھیں، اس کی طرف دیکھا۔ خانو کو زندگی میں پہلی بار ایک عجیب اور خوفناک احساس ہوا۔ اُسے ایسا لگا جیسے بوڑھے کی آنکھیں اس کے معدے کے گودے میں سُوئی کی طرح چبھ رہی ہیں۔ خود نوجوان بھی اسے اسی انداز میں دیکھ رہا تھا۔

"نہیں" بوڑھے نے انتباہ کرنے والے انداز میں ہاتھ اُٹھا کر خانو سے کہا۔

"ہاں... نہیں" نوجوان غرا کر بولا۔

خانو کو اب نہ تو خوف محسوس ہوا اور نہ ہی وہ مسکرایا۔ وہ تو ساکت کھڑا رہا۔ اس کی انگلی میں جان نہ رہی۔ وہ لبلبی سے ہٹ گئی پھر اچانک اسے احساس ہوا کہ ٹوپی تو خالی ہے۔ خانو بُری طرح گڑبڑا گیا۔ اسے یقین تھا کہ محض ایک پل قبل اس کی آنکھیں ویسے ہی بوڑھے کو دیکھ رہی تھیں مگر اب وہ کار میں نہیں تھا... پھر آخری لمحے میں اس نے محسوس کیا کہ وہ گر رہا ہے۔

✪

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی آنکھیں چندھیا سی گئیں۔ اُسے اسپرٹ اور دواؤں کی بُو محسوس ہوئی اور پھر اُسے آنکھوں کے چندھیانے کی وجہ کا احساس ہُوا۔ یہ روشنیاں تھیں۔ کوئی سفید نقاب پوش اُس پر جُھکا ہُوا تھا۔ خود وہ کسی سخت جگہ پر لیٹا ہُوا تھا اور ایک نرس کسی سے کچھ کہہ رہی تھی۔ اب اُسے سفید پوش اور سفید ٹوپیاں پہنے ہوئے تین افراد نظر آئے۔ ان میں سے ایک لوکل اَنتھیا کے بارے میں کچھ کہہ رہا تھا اور کسی کے قدموں کی چاپ سُنائی دے رہی تھی۔

تیسری خاتون کو احساس ہُوا کہ وہ بے ہوش تھا اور اب اُسے ہوش آرہا ہے۔ اس پر جُھکے ہوئے لوگ ڈاکٹر تھے۔ وہ اب اُن کی باتیں سمجھ سکتا تھا۔ وہ اُس کی ریڑھ کی ہڈی کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ اُن کو درپیش مسئلہ بہت سنگین تھا۔

ٹائیگر کا رڈ ریڑھ کی ہڈی کے قریب گھسا ہُوا تھا اور سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ جس میں دو زندہ گولیاں موجود تھیں اور چیمبر بھی جسم میں چُھپا ہُوا تھا۔ ڈاکٹروں کو تشویش تھی کہ اگر ٹائیگر کا رڈ کو کھینچ کر باہر نکالا گیا تو لبلبی کے دبنے سے گولیاں جسم کے اندر ہی پھٹ سکتی ہیں۔

پھر ایک ڈاکٹر نے خاتون کے چہرے پر خوف کے آثار دیکھ کر اندازہ لگالیا کہ وہ ہوش میں آچکا ہے۔

"مسٹر!" ڈاکٹر نے کہا۔ "کیا تم ہمیں یہ بتا سکتے ہو کہ شاٹ گن کا یہ حصہ تمہارے جسم میں کس طرح گھس گیا؟ میرا مطلب یہ ہے کہ تم نے لبلبی دبے بغیر اس حصے کو جسم میں کیسے اُتار لیا؟ میں اس شاٹ گن سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ اس کی لبلبی بہت حساس ہے اور ہلکے سے دباؤ سے ہی کام کر ڈالتی ہے۔"

"تم... یقین نہیں کرو... گے"۔ خاتون نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے جواب دیا۔ "خود مجھے بھی... یقین نہیں... آرہا ہے ڈاکٹر...!"

ٹائیگر کی چھٹی حس نے اُسے خبردار کر دیا تھا کہ بہرام بھی امریکہ سے جزیرۂ فردوس آچکا ہے اور یہ بات اُسے ذرا بھی اچھی نہیں لگی تھی لیکن بہرحال اب وہ ایک ٹیلی فون بوتھ کے سامنے کھڑا ہُوا تھا، اس کے ایک ہاتھ میں ٹیلی فون کارڈ اور دوسرے میں ایک ٹیلی فون نمبر تھا۔ یہ فون نمبر درحقیقت ایک مکمل کوڈ بھی تھا اور ٹائیگر کو اس قسم کے کوڈز سے ہمیشہ نفرت رہی تھی۔ اُسے اگرچہ کوڈ پڑھنے کی بھرپور تربیت دی گئی تھی لیکن اس نے کبھی اُسے سنجیدگی سے نہیں لیا تھا۔ اُسے معلوم تھا کہ ٹیلی فون نمبر کا تیسرا ہندسہ دراصل اس امر کی ہدایت ہے کہ وہ گھنٹی کتنی بار بجنے دے اور پھر رابطہ منقطع کرکے دوبارہ نمبر ملائے اور چوتھا ہندسہ اس امر کی ہدایت تھا کہ اُسے کس وقت فون کرنا ہے۔ تیسرا ہندسہ دو اور چوتھا پانچ تھا۔

پانچ بجنے ہی والے تھے اور ٹیلی فون بوتھ کے سامنے ایک اور آدمی کھڑا ہُوا تھا جبکہ ایک دُبلا پتلا شخص ٹیلی فون کر رہا تھا۔

"جناب!" ٹائیگر نے بوتھ کا دروازہ کھول کر کہا۔ "میں ذرا عجلت میں ہوں۔ کیا آپ مجھے فون کرنے کی اجازت دیں گے پلیز...؟"

اُس شخص نے نفی میں سر ہلا کر جھنجھلا کر گفتگو جاری رکھی۔ ٹائیگر کے برعکس اُسے ذرا بھی جلدی نہیں تھی۔ وہ ریسیور رکھنے پر تیار نہیں تھا لہٰذا ٹائیگر نے خود ہی اُس کے ہاتھ سے ریسیور لے کر رکھ دیا اور اُس شخص کا سر بہت نرمی سے فون بکس اور دیوار کے درمیان پھنسا دیا۔ اُس شخص کی آنکھیں اُبلنے لگیں لیکن وہ محض لمبی لمبی سانسیں لے کر رہ گیا تھا۔

ٹائیگر نے نمبر ملائے، دو بار گھنٹی بجنے کی آواز سُنی اور پھر ریسیور رکھ کر اُٹھا لیا۔ اُسے یقین تھا کہ امریکہ کے برعکس یہاں یہ کوڈ کام نہیں کرے گا لیکن پہلی ہی گھنٹی پر ریسیور اُٹھا لیا گیا۔ "یس...!"

"اوہ... ہیلو...!" ٹائیگر نے دُبلے پتلے شخص کے سر پر بڑی شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ اُس کا سر فوراً ہی آزاد ہو گیا۔

"سوری جناب! ذرا باہر تشریف لے جائیں۔ میں تنہائی میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ گھر جا کر سر پر تیل لگوالیں، درد دور ہو جائے گا۔"

دُبلا پتلا شخص سرپٹ بھاگتا چلا گیا۔

"کون تھا؟" دوسری طرف سے بہرام کی سرد اور سپاٹ آواز سُنائی دی۔

"ایک بے وقوف آدمی جو اپنا سر ٹیلی فون بکس اور دیوار کے درمیان پھنسا کر بیٹھا ہُوا تھا۔"

"ہم اس قسم کی گفتگو لوگوں کے سامنے نہیں کر سکتے ٹائیگر!" بہرام نے کہا۔

"اب یہاں کوئی نہیں... کوئی نہیں آئے گا۔" ٹائیگر نے دوسرے شخص کو بھی خوفزدہ انداز میں واپس جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"کیا تم نے اُسے مار ڈالا؟"

"ارے چھوڑو چیف! یہ بتاؤ کہ پیغام کیا ہے؟" ٹائیگر نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم جزیرۂ فردوس پر خون خرابہ یقیناً پسند نہیں کرو گے۔ یہ بہت پیارا اپنا ملک ہے ٹائیگر...!"

"مقصد کی بات کرو سویٹ ہارٹ!" ٹائیگر نے عجیب سے لہجے میں بہرام سے کہا۔

"پیغام سُنو!" بہرام نے کہا۔ "تم یقیناً اس پاس بہت سی لاشیں دیکھنا پسند نہیں کرو گے!"

ٹائیگر نے فوراً ہر لفظ کا پہلا حرف الگ کیا اور پھر طویل سانس لے کر بولا۔ "تم آپ بسلسلہ ملاقات کہاں ہے؟"

"احمقانہ باتیں مت کرو، یہ میرا مشورہ تھا۔ اب پیغام سُنو!"

"اوہ!" ٹائیگر جھنجھلانے لگا۔

"ریلیو ہیلیز گلستان آباد گلاب ۱۹ ایڈ زیبرا... سمجھ گئے؟"

"ہاں!" ٹائیگر نے مجبوراً کہا۔

"کیا سمجھے؟"

"کچھ نہیں!"

"ٹھیک ہے۔ ہم شہد، دوائیں اور تین گاڑیاں!"

"سمجھ گیا، میں وہیں ملوں گا۔" یہ کہہ کر ٹائیگر نے ریسیور رکھ دیا اور سوچنے لگا کہ اُسے بہرام سے گلستان آباد کے ایئرپورٹ پر ملنا ہے۔ اس نے بوتھ سے نکلتے ہوئے کار کی طرف دیکھا۔ اوشان بہت مصروف تھا اور کسی گزرتے ہوئے نیک طینت شہنشاہ کی شان میں قصیدہ لکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن اُسے غصہ اس بات پر آرہا تھا کہ ٹائیگر نے دوسری مرتبہ ٹیلی فون بکس میں سکے ڈال کر اس کا ارتکاز توڑ دیا تھا۔

"ہم گلستان آباد جا رہے ہیں ٹل فادر!" ٹائیگر نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اچھا... کیا گلستان آباد تمہارے ملک کا کوئی دوسرا حصہ ہے؟"

"ہاں...!" ٹائیگر نے دانت پر دانت جما کر جواب دیا۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ اوشان جزیرۂ فردوس کی گلی کوچوں سے واقف ہے۔

"یہ بڑا سنگین مسئلہ ہے شہزاد!" اوشان نے قلم رکھ کر انتہائی پژمردگی سے کہا۔

"کیا؟" ٹائیگر سمجھتے ہوئے بھی انجان بن گیا۔

"یہی کہ آج یہاں، کل وہاں۔ ہمیں ایک جگہ بیٹھنے کی فرصت ہی نہیں۔ اس سے تم پر تو کوئی اثر نہیں پڑ سکتا لیکن میری بات مختلف ہے۔ میں ایک تاریخی قصیدہ لکھنا چاہتا ہوں لیکن ادھر اُدھر آنے جانے سے میں قصیدہ نہیں لکھ سکتا۔"

گلستان آباد جانے والے طیارے میں دورانِ پرواز اوشان نے سات مرتبہ کہا کہ دورانِ پرواز قصیدہ لکھنا کتنا مشکل ہوتا ہے۔ اگر اس سفر سے گریز کیا جا سکتا تو ممکن ہے کہ وہ قصیدے کے علاوہ ناول بھی مکمل کر لیتا۔

"ساری غلطی تمہاری ہے شہزاد!" آٹھویں مرتبہ اس نے براہِ راست ٹائیگر پر الزام لگایا۔ "نہ تم پیدا ہوتے اور نہ مجھے یہ سفر کرنا پڑتا!"

گلستان آباد کے ہوائی اڈے پر اوشان نے بڑی پژمردگی سے سنا بجو کے ایک شاعر ہاک لو کا ایک المیہ شعر پڑھا۔ اوشان ہاک لو کو شیکسپیئر سے بڑا شاعر کہتا تھا۔

"دیکھو! گلاب کھلے!
سُونگھو! گلاب مہکے!
دیکھو! گلاب مُرجھائے اور مر گئے!"

"یہ کیا تھا ٹل فادر؟" ٹائیگر نے اپنے پیٹ میں اس شعر کی وجہ سے مروڑ سی محسوس کی۔

"ہاک لو کا انتہائی عظیم تخیل!"

"نہیں! یہ محض احمقانہ تخیل تھا!"

"تم وحشی اور ناشکرے ہو!" اوشان کی آواز غصیلی تھی۔

"اور آپ میرے استاد ہیں!" ٹائیگر نے مسکرا کر جواب دیا۔

"محض استاد!" اوشان نے منہ بنا کر کہا۔ "یک ایسے شخص کا استاد بن کر بھلا کیسے خوشی ہوگی جو فنونِ لطیفہ سے واقف ہی نہیں۔ جو صرف کسی نہ کسی کو قتل کرنا چاہتا ہے۔ جو رحم کرنا جانتا ہی نہیں۔ جو سفاک، ظالم اور ناشکرا ہے!"

"یہ تمام خصوصیات مجھے آپ ہی سے ملی ہیں ٹل فادر!" ٹائیگر نے کہا۔

"حیف صد حیف!" اوشان واقعی کسی پریشان حال شخص کی طرح بولا۔ "میں نے صدیوں کی دانش ایک خالی مغز لونڈے کی روح جسم میں ڈال دی۔ ایسے شخص کو سونپ دی جسے شاعری کی ابجد کا بھی پتا نہیں۔"

اِن کی تکرار سُن کر عجلت میں آتے جاتے والے بھی ٹھٹک کر رک گئے۔ اس وقت اوشان کے ہاتھ اس کی زبان کی طرح ہی تیزی سے چل رہے تھے۔

دونوں اسی طرح بحث کرتے رہے۔

ڈاکٹر بہرام تازہ ترین اخبار کی آڑ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اُسے دونوں پر غصہ آرہا تھا کہ اس طرح وہ خواہ مخواہ لوگوں کی نظروں میں آ گئے ہیں حالانکہ خود بہرام نے ان سے ملاقات کو انتہائی خفیہ رکھنے کی کوشش کی تھی اور اس ملاقات کا علم صرف ملک کے وزیرِ اعظم یا کمانڈر انچیف کو تھا۔ وہ وزیرِ اعظم کو دو ٹوک انداز میں بتا چکا تھا کہ اسے جزیرۂ فردوس پر کئی ناخوشگوار تجربات ہو چکے ہیں، اگرچہ اب وہ حکومت باقی نہیں،

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن پھر بھی وہ یہ واضح کر دینا چاہتا ہے کہ اپنے کام میں کسی کی مداخلت برداشت نہیں کرے گا اور پھر یہ شرط بھی رکھی تھی کہ کسی کو بھی یہ سُن گُن نہ مل سکے کہ ڈاکٹر بہرام وطن واپس آ گیا ہے۔

لیکن اب وہ بڑے خوفزدہ انداز میں اپنے دونوں آدمیوں کو بحث کرتا ہوا دیکھ رہا تھا جن کی گفتگو شاعری سے ہٹ کر اب قتل کے فن تک جا پہنچی تھی۔ اُوشان کا چہرہ سُرخ تھا۔ ٹائیگر کے چہرے پر سنجیدگی تھی اور دونوں یہ بحث کر رہے تھے کہ انسان کو کربناک موت سے ہمکنار کرنے کے طریقے کیا ہیں اور ایسے کون لوگ ہو سکتے ہیں، جن کو کربناک موت سے ہمکنار کیا جانا چاہیے؟ وہ دونوں اس ضمن میں مختلف دلائل دے رہے تھے۔

اگرچہ بہرام کو یقین تھا کہ عام آدمی کبھی ان دونوں کو دُنیا کے سب سے خطرناک قاتل نہیں سمجھ سکے گا لیکن پھر بھی اس طرح کھلے عام ایسی گفتگو کرنا مناسب بات نہیں تھی۔

اُسے سب سے بڑا خطرہ یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اگر اس نے پروگرام کے مطابق ان دونوں سے لاؤنج میں ملاقات کی تو یقینی طور پر دوسروں کی نظروں میں آ جائے گا اور وہ کسی بھی قیمت پر دوسروں کی نظروں میں آنا نہیں چاہتا تھا۔ اُس نے طویل سانس لیتے ہوئے بڑی نفاست سے اجتناب کیا اور پھر ان دونوں سے نہ ملنے کا فیصلہ کر کے کھڑا ہو گیا۔ وہ اب ان مسافروں میں شامل ہو گیا تھا جو گلستان آباد جانے کے لیے باہر نکل رہے تھے۔ ہوائی اڈے سے گلستان آباد شہر چار پانچ میل دُور تھا۔

ابھی وہ قدم بہ قدم سرک ہی رہا تھا کہ اُس نے اپنے کندھے پر کسی کی تھپکی محسوس کی۔ وہ پُرسکون انداز میں پلٹا اور پھر طویل سانس لے کر دانت پیسنے لگا۔ تھپکی دینے والا ٹائیگر تھا۔

"سوری! میرے پاس ماچس نہیں ہے۔" بہرام نے اجنبیوں کے سے انداز میں کہا۔ اسے یقین تھا کہ اس طرح ٹائیگر یہ سمجھ جائے گا کہ بہرام یہاں اُن سے بات کرنا نہیں چاہتا۔ ویسے اُسے اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ ٹائیگر مسلسل غیر ذمہ داری کا مظاہرہ کر رہا ہے۔

"ارے! مجھے نہیں پہچانتے... میں نے ماچس کب مانگی ہے چیف؟" ٹائیگر نے حیرت سے کہا اور بہرام سُن ہو کر رہ گیا لیکن اب وہ یہاں کھڑے رہ کر ٹائیگر سے اُلجھنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ اس طرح اُس کی اصلیت بے نقاب ہو سکتی تھی۔ وہ گھبرا کر لاؤنج سے باہر نکلا اور پھر دوسری مصیبت نازل ہو گئی۔ اُوشان کورنش بجا لایا تھا۔ بہرام کو ایسا لگا جیسے وہ ننگا ہو گیا ہے لیکن اُس نے اُوشان کو نظر انداز کرتے ہوئے قدم آگے بڑھا دیے۔ وہ دونوں بھی باتیں کرتے ہوئے اُس کے پیچھے آنے لگے پھر تینوں ایک ہی ٹیکسی میں سوار ہوئے۔ ٹیکسی ڈرائیور بہرحال کھال کھینچنے والا ثابت ہوا۔

"میں آپ لوگوں سے پورا کرایہ نہیں لوں گا۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "گلستان آباد تک میٹر کے حساب سے دس روپے بنتے ہیں لیکن آپ لوگوں سے فی کس آٹھ روپے لوں گا، دو روپے فی کس کی چھوٹ!"

"بکومت، خاموش رہو۔" بہرام نے جھلا کر کہا۔ اب پہلی مرتبہ ٹائیگر کو احساس ہوا کہ شاید بہرام قبض کا شکار ہے۔

"میں نے عرض کیا نا۔" ڈرائیور نے پھر کچھ کہنے کی کوشش کی۔

"چُپ رہو۔ ٹیکسی میں چار افراد بیٹھے ہیں اور تم فی کس نہیں لے سکتے۔" بہرام نے کہا۔ "ہم تمہیں میٹر کے مطابق کرایہ دیں گے۔"

"ارے نہیں، ہوائی اڈے پر فی کس والے ریٹ ہی رائج ہیں جناب! یہ مساوات کا فلسفہ ہے تاکہ کسی پر غیر ضروری بوجھ نہ پڑے۔"

"فلسفہ تو اچھا ہے۔" ٹائیگر نے کہا۔

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" ڈرائیور بولا۔

"کیا تم اپنے کانوں سے سُنتے ہو؟"

"ہاں۔" ڈرائیور پہلی مرتبہ حیرت سے بولا۔

"تب پھر سُنو! ہم تمہیں فی کس کے حساب سے کرایہ ادا نہیں کریں گے۔" ٹائیگر بولا۔ "لیکن اگر تم نے اس دو ٹوک فیصلے کے باوجود بھی کچھ کہنے کی زحمت گوارا کی تو یہ ٹیکسی تمہاری گود میں رکھ دوں گا۔ یہ میرا پُرخلوص وعدہ ہے۔"

"کیا اُلٹی سیدھی باتیں کر رہے ہو؟" بہرام نے گھبرا کر ٹائیگر کا نام لیے بغیر اُسے سرزنش کی۔

"یہ محض قاتل دھندہ ہے۔" اُوشان نے گلستان آباد کے حسین مناظر کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اپنی دانست میں بہرام کی حمایت کی۔ گزشتہ برسوں میں گلستان آباد کتنا بدل چکا تھا؟ یہ احساس اُسے بخوبی تھا۔ "دُنیا میں ایسے ڈاکٹروں کی کمی نہیں، جو محض نقصان ہی پہنچاتے ہیں۔"

"پتا نہیں کہ آپ آج اتنے پریشان کیوں ہیں؟" ٹائیگر نے بہرام کو گھور کر کندھے اُچکاتے ہوئے کہا۔

"تم مسلسل مسائل کھڑے کر رہے ہو۔" بہرام نے بڑے ضبط سے کام لیتے ہوئے محتاط لہجے اور محتاط جملے میں کہا۔

"زندگی خود ہی ایک بہت بڑا مسئلہ ہے۔"

"دُنیا کے ہر ملک میں بادشاہ، صدر یا شہنشاہ ہوتا ہے...!" اُوشان بھی اپنی رَو میں کہتا رہا۔ "لیکن دُنیا میں ایسا ملک کوئی بھی نہیں جہاں حقیقی معنوں میں کوئی ایسا جلاد موجود ہو جس کا کام انسانیت کے رِستے ہوئے ناسوروں کو کاٹ پھینکنا ہو لیکن

درحقیقت ہر ملک کو ایک ایسے ہی عالمی جلاد کی خدمات مل سکتی ہیں اور ایسے جلاد کی کتنی اعلیٰ تربیت ہوئی ہے شہنشاہِ معظم!"

"میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔" بہرام بے چینی سے پہلو بدلنے لگا۔

"یہ آپ کا اپنا اور ذاتی مسئلہ ہے۔" ٹائیگر مسکرا کر بولا۔

"اور میرا مسئلہ یہ ہے کہ مجھے کتاب لکھنے کے لیے سکون نہیں ملتا۔" اُوشان کی ذہنی رَو اچانک ہی پلٹ پڑی۔ "مجھ جیسا عظیم مصنف بھلا کون ہو سکتا ہے لیکن مجھے اسی جلاد کی وجہ سے...!"

"پلیز! تم دونوں خاموش رہو۔" بہرام سرگوشی کر کے بولا۔

"کیا مطلب؟ دونوں...؟" ٹائیگر حیرت سے اُس کی طرف دیکھ کر بولا۔

"اُوشان بھی اور تم بھی!"

"اوہ...!" اُوشان نے اپنے سر کو ہلکی سی جنبش دے کر بہرام کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات تھے۔ بہرام تو سمجھ گیا کہ اُوشان کو غصہ آ رہا ہے۔ اُس نے خاموش رہنے کی ہدایت کو اپنی توہین سمجھا ہے۔ اُوشان اب بالکل ساکت بیٹھا ہوا تھا۔ ہوا کی وجہ سے صرف اُس کی مونچھیں... بلکہ مونچھوں کے چند بال ہل رہے تھے۔

"سوری...!" بہرام نے فوراً معذرت کر لی۔ "میں خلوصِ دل سے معذرت خواہ ہوں ماسٹر!"

اُوشان چند لمحوں تک بدستور خاموش رہا لیکن پھر اُس نے بڑے شاہانہ انداز سے سر خم کیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ معذرت قبول کر لی گئی۔

✪

ایک چھوٹے سے ریستوران میں بہرام نے کھانے کا آرڈر دیا تاہم اُوشان اور ٹائیگر نے کچھ کھانے سے انکار کر دیا۔ وہ اس جگہ کچھ کھا ہی نہیں سکتے تھے کیونکہ ٹائیگر نے میز پر مکھیوں کے دستے دیکھ لیے تھے۔ بہرام نے دو چپاتیاں اور بھاجی گوشت اپنے سامنے کھینچ کر چھوٹے چھوٹے نوالے کھانے شروع کر دیے پھر جلد ہی ہاتھ روک کر بولا۔ "مجھے تم سے شکایت ہے ٹائیگر!"

"اچھا! کیسی شکایت؟"

"تم نے ہوائی اڈے پر جس طرح باتیں کیں، اس انداز سے لوگ تمہاری طرف متوجہ ہونے لگے تھے۔"

"اوہ! اس کا مطلب یہ ہے کہ میں لوگوں کی نظروں میں آ گیا ہوں۔" ٹائیگر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "ٹھیک ہے اب اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ میں ایک طرف ہو جاؤں۔ ویسے بھی میں اس زندگی سے اُکتا گیا ہوں، جہاں کسی انسان سے باتیں نہیں کر سکتا، جہاں ہوا [illegible] پرندوں سے باتوں کی اجازت نہیں۔"

"نہیں!" بہرام کا لہجہ ٹھوس تھا۔ "ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔ تمہارے ملک کو تمہاری شدید ضرورت ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم اس سرزمین سے کتنی محبت کرتے ہو۔"

"مجھے صرف اس شخص سے محبت ہے جس نے مجھے ٹائیگر بنایا ہے اور میں اس شخص کا نام تمہارے سامنے نہیں لے سکتا اُوشان!"

"شکریہ میرے بچے!" اُوشان نے مسکرا کر بڑی شفقت سے جواب دیا۔

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" بہرام دھیرے سے بولا۔ "تم بہت سی باتیں مجھ سے بہتر جانتے ہو لیکن میں تمہیں صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ تمہارے ملک میں حالات خراب ہیں۔ سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

"میں بھی مشکل حالات سے دوچار ہوں سویٹ ہارٹ...!" ٹائیگر نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ ملک کو درپیش مشکل کو کن الفاظ میں بیان کروں؟" بہرام نے اُسے نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں نہ صرف تمہاری ضرورت ہے بلکہ ایک خاص انداز میں تمہاری خدمات درکار ہیں لیکن تم جس طرح لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے رہتے ہو، وہ ہم برداشت نہیں کر سکتے۔"

"کیسے؟" ٹائیگر کا لہجہ جارحانہ تھا۔

"مثال کے طور پر کل ٹی۔وی نے ایک خبر سُنائی۔" بہرام طویل سانس لے کر بولا۔ "خبر یہ تھی کہ کل ایک نوجوان سڑک پر کھڑا ہوا تھا اور ایک بوڑھا...!"

"بوڑھا...!" اُوشان نے چونک کر کہا۔

"سوری ماسٹر!" بہرام زیرِ لب مسکرایا۔ "خبر میں یہی لفظ استعمال کیا گیا تھا۔ تو خبر کے مطابق ایک بوڑھا ٹویوٹا کار میں خط لکھ رہا تھا۔ نوجوان کا اصرار تھا کہ جب تک خط مکمل نہیں ہو گا، کار سڑک پر کھڑی رہے گی پھر ایک ٹرک ڈرائیور نوجوان سے اُلجھ پڑا... اور اُسے ہسپتال لے جایا گیا۔ اس کے بعد نوجوان اور بوڑھے نے ائرپورٹ پر اپنی کار ایک عورت کو بطور تحفہ دے دی۔"

"تب پھر اس کار کا کیا کرتے؟" اُوشان نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "تباہ کر دیتے؟"

"نہیں... لیکن اس عورت کو تحفہ دے کر خبر بننے کا باعث نہیں بنتے، فروخت کر دیتے۔"

"اس وقت کوئی گاہک دستیاب نہیں تھا اور طیارے میں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا رپڑھانے کا وقت بھی نہیں تھا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"اٹر پورٹ لاؤنج میں تم دونوں نے جو گفتگو کی مجھے اُس پر بھی اعتراض ہے۔"

"میں شہنشاہ سے متفق ہوں۔" اوشان نے ٹائیگر کو گھور کر کہا۔ "وہاں ایسی بچکانہ باتیں کرنا نہیں چاہیے تھیں۔ تمہیں اپنی اس غیر ذمے داری کا جواب دینا چاہیے۔"

"کل تک سوچ کر دوں گا۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا اور پھر بہرام کو اشارہ کیا کہ وہ اصل مقصد کی طرف آ جائے۔

"پھر اُس نے ڈاکٹر شیلا فن برگ کی کہانی سُنی اور یہ بھی سُنا کہ کس طرح لوگوں کو ہلاک کیا گیا ہے۔" "وہ اموات سے ہمیں زیادہ پریشانی نہیں ہے۔"

"تب پھر کیا پریشانی ہے؟"

"یہ کہ نسلِ انسانی ختم نہ ہو جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" ٹائیگر نے کہا۔

"انسانی جسم میں بیماریوں سے دفاع کرنے کا ایک خاص نظام ہوتا ہے۔" بہرام نے دھیمے سے کہا۔ "ہمارے بہترین دماغوں کو یقین ہے کہ ڈاکٹر شیلا کا جو بھی حشر ہوا، اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے جسم کا دفاعی نظام ٹوٹ گیا تھا۔ بنیادی طور سے میں جو بات کر رہا ہوں کہ ایٹمی ہتھیار سے زیادہ خوفناک کوئی چیز سامنے آنے والی ہے۔"

اوشان اپنی قبا کی سلوٹیں ٹھیک کرنے لگا۔ ٹائیگر ہوٹل کی دیواروں پر ٹنگی ہوئی تصاویر دیکھنے لگا جن میں آرٹسٹ نے سبز رنگ ضرورت سے زیادہ استعمال کیا تھا۔

"پولیس اور یہاں کے خفیہ محکمے اس مسئلے سے نہیں نمٹ سکتے۔" بہرام نے بتایا۔ "اسی لیے ہمیں خاص طور پر درخواست بھیجی گئی کہ ہم کچھ دنوں کے لیے وطن واپس آ جائیں۔ تمہارا کام یہ ہے کہ ڈاکٹر شیلا تک پہنچو اور پھر اس کلیہ تک رسائی حاصل کرو جو حادثاتی طور پر اس کے ہاتھ آ گیا ہے بصورتِ دیگر نوعِ انسانی کو شدید ترین خطرہ لاحق ہو جائے گا۔"

"نوعِ انسانی کو خطرہ اسی وقت لاحق ہو گیا تھا جب انسان درختوں سے نیچے اُترا تھا۔" ٹائیگر نے متفکرانہ انداز میں جواب دیا۔

"لیکن اس بار خطرہ انتہائی سنگین ہے۔ انسٹی ٹیوٹ کے دعوے کے مطابق جانوروں کے جینس سے شیلا پر کوئی اثر نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن یہ دعویٰ غلط ثابت ہوا۔ میرا خیال ہے کہ مختلف جینس کے ملنے کا کوئی نیا ردعمل ہے اور اگر اس نا معلوم ردعمل پر عمل شروع ہو

گیا تو کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ کیا تباہی آ سکتی ہے۔ کوئی ایسی بیماری جنم لے سکتی ہے جس سے کوئی ذی حس نہیں بچ سکے گا یا کوئی ایسی مخلوق پیدا کی جا سکتی ہے جو انسانوں سے کہیں زیادہ طاقت ور ہو۔"

"میں نے سنا ہے کہ اُس کریم میں پسینہ بھی ملایا جاتا ہے۔" ٹائیگر نے آئس کریم لانے والے ویٹر کو دیکھ کر کہا۔

"ہاں!" بہرام نے بُرا سا منہ بنا کر جواب دیا اور ویٹر کے چلے جانے پر بولا۔ "میں یہ کہہ رہا تھا کہ ڈاکٹر شیلا نے حادثاتی طور پر جو فارمولا ایجاد کر لیا ہے اس سے پوری دُنیا تباہ ہو سکتی ہے۔ سنا تم نے، سمیت ہر علاقہ تباہ ہو سکتا ہے۔"

"کیا؟" اوشان نے پہلی بار چونک کر کہا۔ "میں ٹھیک سے نہیں سُن سکا۔ کیا آپ اپنے الفاظ دُہرانے کی زحمت گوارا کریں گے شہنشاہِ اعظم... اوہ! میرے خدا...!"

انسپکٹر راجا نے ایسی باتیں کئی بار پہلے بھی سُنی تھیں لیکن اُسے براہِ راست کسی ایسی عورت سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا جو بظاہر معصوم لگتی ہو۔

"خوبصورتی!" وہ مسکرا کر بولا۔ "میری جیب خالی ہے۔"

"خالی جیب سے مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" وہ حسینہ بہر حال نہیں تھی۔ اُس کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ نسوانیت غالباً چھپی ہوئی تھی لیکن اُس کی بڑی بڑی آنکھوں میں بلی جیسی چمک تھی۔ ان آنکھوں سے اسپیشل ٹاسک فورس کا انسپکٹر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ وہ دست بدست لڑائی کا ماہر تھا لیکن یہ آنکھیں اس کے دل کی دھڑکنیں تیز کر رہی تھیں۔

"ٹھیک ہے۔" وہ مسکرا کر بولا۔ "اگر تمہیں معاوضے کی ضرورت نہیں تو پھر تم مجھے کیا دے سکتی ہو۔ کہاں چلو گی، میرے یا اپنے گھر؟"

عورت کا نام شیلا تھا۔ وہ قدرے خوفزدہ لگ رہی تھی۔ پولیس والوں کو دیکھ کر وہ منہ پھیر لیتی تھی اور کیونکہ راجا وردی میں نہیں تھا لہٰذا وہ اس سے خوفزدہ نہیں تھی۔

وہ اُسے ایک ہوٹل میں لائی۔ اُس نے راجا کو دو بڑے نوٹ دیئے جس سے راجا نے کمرے کے لیے ادائیگی کی جبکہ اس دوران میں وہ ایک طرف ستون کی آڑ میں کھڑی رہی تاکہ کوئی اُسے دیکھ نہ سکے۔ اُس کا کہنا تھا کہ اگر کسی نے اُسے پہچان لیا تو وہ بدنام ہو جائے گی۔ یہ بات انسپکٹر راجا کے دل کو بھی لگی تھی۔

انہیں ایسا کمرا ملا جس کی کھڑکی چوک کی طرف کھلتی تھی۔ ایک طرف چھوٹا سا ... [illegible]

انسپکٹر راجا نے کھڑکیوں کے پردے گرا دیئے۔ شیلا مسکرانے لگی۔

راجا بھی والہانہ انداز میں مسکرانے لگا۔

راجا کی مسکراہٹ اندرونی بھوک کی مظہر تھی لیکن شیلا کی مسکراہٹ میں درندگی... آنکھوں میں وحشت تھی۔

راجا جلد ہی سو گیا اور پھر ڈاکٹر شیلا فن برگ نے انگڑائی لے کر اُس کی طرف دیکھا۔ اُس نے اپنا منہ کھولا۔ اب وہ مزید صبر نہیں کر سکتی تھی۔ اس کا منہ جھکتا چلا گیا اور پھر انسپکٹر راجا کے پیٹ کا نرم گوشت اس کے دانتوں میں آ گیا۔ اُس نے گردن کو زور سے جھٹکا دیا اور تیزی سے گوشت چبانے لگی۔

*

انسپکٹر راجا پیٹ میں شدید اینٹھن محسوس کر کے بیدار ہو گیا۔ اُس نے شیلا کو دھکا دینے کی کوشش کی مگر شیلا اب کسی چیونٹی کی طرح اس کے حلق پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کے دانت نرم گوشت میں پیوست ہو رہے تھے۔ خون اُبل رہا تھا اور شیلا گوشت چبانے کے ساتھ ساتھ اب خون بھی پی رہی تھی۔ شہ رگ کے کٹتے ہی راجا کی مزاحمت جواب دے گئی۔ وہ تڑپا اور پھر ساکت ہو گیا۔

نصف گھنٹے بعد بستر پر تندرست و توانا راجا کے بجائے ایک پنجر پڑا ہوا تھا اور شیلا اپنے ہونٹ چاٹ رہی تھی۔

ہوٹل سے نکلتے ہوئے کسی شخص نے ایک عورت کے کپڑوں پر خون دیکھا۔ شاید وہ زخمی تھی۔ اُس شخص نے اسپتال لے جانے کے لیے لفٹ دینے کی پیش کش کی لیکن عورت نے پیش کش قبول نہیں کی۔ وہ تیزی سے ایک گلی میں گھس گئی۔

اب وہ بائیو کیمسٹ نہیں رہی تھی۔ وہ انسانی خدمت کے جذبے سے عاری ہو گئی تھی۔ وہ بائیو جینیکل انسٹی ٹیوٹ کی سربراہ بھی نہیں تھی۔ اُس نے اپنا خوبصورت اپارٹمنٹ بھی چھوڑ دیا تھا۔ اُسے اپنے شوہر کی بھی پروا نہیں تھی جو جوہرِ مردانگی سے محروم تھا لیکن اس وقت بھی اس کے دل میں ایک آرزو تھی۔ وہ ماں بننا چاہتی تھی لیکن کسی ایسے بچے کی ماں نہیں، جو عام بچوں کی طرح بیمار ہوتا ہو، جس کو بیماریوں سے بچانے کے لیے ٹیکے لگوانے پڑیں۔ وہ پوری طرح صحت مند اور طاقتور بچے کی ماں بننا چاہتی تھی اور اس کی خواہش تھی کہ اس کے بچے کا باپ بھی دُنیا کا سب سے طاقت ور شخص ہو۔

شاید اسی لاشعوری خواہش کے باعث اُس نے جینٹک ریسرچ کو اپنایا تھا اور غالباً اسی جستجو کی وجہ سے اُس نے یہ کلیہ پالی تھی کہ دو بچوں میں سے ایک بچہ شیر اور دوسرا آدمی کیوں کر بنتا ہے؟

وہ گلی میں تیزی سے چل رہی تھی۔ اُس کے کپڑے خون آلود تھے اس وقت اُسے کسی رفاقت کی خواہش نہیں تھی۔ راجا نے اُسے بہت مایوس کیا تھا لیکن اُس کے گوشت اور خون نے اس کا پیٹ بھر دیا تھا۔ تاہم اب گوشت خوری کی خواہش بھی ختم ہو چکی تھی۔ خون پینے سے پیاس بھی دُور ہو گئی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اب آئندہ کسی انسان کو نہیں کھائے گی۔

اُس کو صرف ایک خواہش محسوس ہو رہی تھی کہ وہ ایسے بچوں کی ماں بن جائے جو اپنا شکار خود تلاش کر سکیں۔ وہ بچوں کو جنم دینے کے لیے تیار تھی۔

معاً اُسے احساس ہوا کہ گلستان آ بادی کتنے لذیذ لوگوں پر مشتمل ہے۔

اس روز کے بعد وہ انسٹی ٹیوٹ واپس نہیں گئی تھی۔ اُسے علم تھا کہ اُس کے ساتھیوں کو احساس ہو گیا کہ وہ آدم خور بن چکی ہے تو وہ اُسے ختم کرنے کی کوشش کریں گے۔

"آج کا انسان ایسا ہی ہے۔" اُس نے سوچا اور پھر اُسے انسانوں سے نفرت ہونے لگی۔

اس کا ذہن اب بھی کام کر رہا تھا اور اُسے یقین تھا... کہ انسان اپنے بہترین اور طاقت ور آدمی اُسے قابو میں کرنے کے لیے استعمال کریں گے لہٰذا وہ یہ فیصلہ کر چکی تھی کہ ماں بننے سے قبل اُسے زندہ رہنے کی جستجو کرنی ہو گی تاکہ اس کے بچے بے سہارا نہ رہ جائیں۔ لوگ اُسے مسلسل گھور رہے تھے تب ہی اُسے احساس ہوا کہ اس کے کپڑے خون آلود ہیں۔ یہ احساس اُسے ہوٹل سے نکلنے کے بعد پہلی بار ہوا تھا۔ وہ قدرے خوفزدہ ہو گئی۔ "کیا میرا دماغ فوری احساس کی صلاحیت سے محروم ہو رہا ہے۔" وہ سوچنے لگی۔ "نہیں مجھے انسانوں میں زندہ رہنے کے لیے دماغ کو زندہ رکھنے کی ضرورت ہے۔"

پھر معاً ہی وہ بے چین سی ہو کر ایک میڈیکل اسٹور میں گھس گئی۔

"اوہ! آپ زخمی ہیں۔" اسٹور کے مالک نے گھبرا کر کہا۔ "زخم دکھائیں آپ کے... یا ایمبولینس منگواؤں؟" وہ فون کی طرف بڑھا مگر اسی لمحے شیلا اُس پر جھپٹی۔ وہ اپنے اندر بے تحاشا طاقت محسوس کر رہی تھی۔ اُس نے میڈیکل اسٹور کے مالک کا سر پکڑ کر دیوار سے دے مارا اور وہ بے چارہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ شیلا نے فوراً شٹر گرا دیا مگر اسی لمحے اس نے ایک بچے کے رونے کی آواز سُنی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ میڈیکل اسٹور مکان کے ایک حصے ہی میں واقع تھا۔

وہ چپ چاپ کھڑی رہی۔ اُسے اس وقت بھوک کا احساس نہیں تھا ورنہ وہ مالک کو کھا سکتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ انسانوں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے اس کا آخری تعلق منقطع ہو چکا ہے۔

وہ اپنی بقا کے راستے سوچنے لگی۔

وہ جانتی تھی کہ اس دنیا میں انسانوں سے بڑھ کر کوئی طاقتور نہیں اور وہ اسے با آسانی ختم کر سکتے ہیں۔

پھر کیا کیا جائے؟ شیلا بڑبڑانے لگی۔ اس کی یہ بڑبڑاہٹ، غراہٹ سے کم نہیں تھی۔

مجھے نئے نقوش... نئے خط و خال کی ضرورت ہے تاکہ میں موجودہ شیلا فن برگ نظر نہ آؤں۔ شناخت نہ ہو جاؤں۔

پھر وہ سوچتی رہی۔

انسانوں میں مرد ہی قاتل ہوتے ہیں اور وہ لیے نقوش حاصل کرنے پر غور کر رہی تھی جن کو دیکھ کر مرد اس کے ہاتھوں قتل ہونے پر بھی رضامند ہو سکیں۔ ایسے خط و خال اختیار کیے جائیں جن سے مرد شکار ہوتے رہیں۔ وہ ایک قطعی فیصلے پر پہنچ کر خوفناک انداز میں مسکرا دی۔

وہ ذہن میں اپنی نئی تصویر بناتی رہی۔

گورا رنگ، ستواں ناک، فراخ آنکھیں، دراز زلفیں، چہرے پر معصومیت اور...!

وہ جانتی تھی، انسانوں میں مرد نامی جانور کو کس طرح لبھایا جا سکتا ہے۔

پھر وہ اس اٹینڈنٹ کے بارے میں سوچنے لگی جو ایمبولینس میں اس کے ہاتھوں مارا گیا تھا۔

"میرا کیا قصور تھا؟" شیلا نے سوچا۔ "میں زبردستی ایمبولینس میں سوار کی گئی تھی اور پھر اٹینڈنٹ میرے پاس بیٹھ گیا تھا۔ وہ جھکا بھی تھا میرے ہاتھ اس کے گلے تک پہنچے تھے اور پھر مجھے بعد میں احساس ہوا تھا کہ ان ہاتھوں نے کیا کر ڈالا۔"

بائیو ٹیکنیکل تھیوری کے اعتبار سے سب کچھ واضح تھا۔ انسانی جسم ہر سات سال کے بعد اپنے سیل بدلتا ہے۔ اربوں سیل بدلتے ہیں لیکن کیا وجہ ہے کہ ناک بدلنے کے باوجود ویسی ہی رہتی ہے۔ کان تبدیل ہو جاتے ہیں لیکن ان کی شکل ویسی ہی رہتی ہے۔ حتیٰ کہ فنگر پرنٹس بھی بدلنے کے باوجود اپنی شکل نہیں بدلتے۔

ایک کوڈ سسٹم کے تحت "وہ ذہن پر زور دینے لگی۔" بالکل اسی نظام کے تحت جیسے بھوون کا فقرہ ریکارڈ ہو چکا تھا یا چھپتا نہیں ہو سکتا۔ اس کی کتنی ہی نقلیں بنائی جائیں، وہ پا تحوال ریکارڈ ہی رہے گا، مگر شیلا نے نقوش بدلنے کا کوڈ بلکہ کلید بھی حاصل کر لی تھی۔ وہ ایک قالب کو نئے سانچے میں ڈھال سکتی تھی۔

اگرچہ خود اسے علم نہیں تھا کہ خود کو بدلنے میں سات سال لگیں گے یا اس سے کم عرصہ... لیکن اسے یہ اندازہ ضرور تھا کہ اسے اس عرصے میں زندہ رہنا ہے اور زندہ رہنے کے لیے اسے شیلا سے خوبصورت، حسین، پرکشش اور جاذب نظر شیلا بننا ہو گا۔

ایسا چہرہ سجانا ہو گا، ایسا جسم بنانا ہو گا، جو دوسروں کے لیے اجنبی ہو۔

اسے یاد تھا کہ کام کے لیے ضروری سامان وہ پہلے ہی اس گودام کی دوچھتی میں چھپا چکی ہے، جہاں اس نے انسٹی ٹیوٹ سے فرار کے بعد پہلی رات گزاری تھی۔

اچانک ہی وہ جوش محسوس کرنے لگی۔

بچہ پھر رو دیا۔

اسے اسی کی ضرورت تھی۔ وہ آواز کے تعاقب میں آگے بڑھ گئی۔ اسٹور کے عقبی حصے میں ایک زینہ تھا اور یہ زینہ پہلی منزل پر لے جاتا تھا اور بچے کے رونے کی آواز بھی پہلی منزل ہی سے آ رہی تھی۔

وہ تیزی سے اوپر چڑھ گئی۔

بچی ایک کمرے میں تھی اور اس وقت اس کے گالوں پر آنسوؤں کے نشانات تھے۔ شاید وہ روتے روتے سو گئی تھی۔ بچی کا رنگ گلابی تھا اور شیلا کو اب بھوک بھی لگ رہی تھی تاہم اس نے اس بھوک پر معقول حد تک قابو رکھا تھا۔

"میں اس ایک نقطے سے پیٹ کی آگ نہیں بجھا سکوں گی۔" اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے سوچا۔

اس نے بچی کو جھنجوڑنے کی بجائے بچی کی آنکھ کے گوشے سے گوشت کا ایک ٹکڑا نوچ لیا۔

بچی زور سے تڑپ کر رونے لگی اور شیلا فوراً ایک کونے میں چھپ گئی۔ اسے خطرہ تھا کہ کہیں بچی کی ماں یا باپ نہ آ جائیں۔ زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ کہیں کوئی مسلح نہ ہو۔

لیکن کوئی نہیں آیا۔

گوشت کا ٹکڑا شیلا کے منہ میں چلا گیا۔ وہ اسے اپنے تھوک میں گھولنے لگی۔ یہی بنیادی کلید تھی اور اس نے یہی راز پایا تھا۔

شیلا بچی کی آنکھوں سے خون نکلتا ہوا دیکھتی رہی اور پھر واپس نیچے چلی آئی۔ اس نے گودام کا رخ کیا۔ لیبارٹری کا سامان نکال

ایک میز پر رکھا۔ یہ سامان تجربات کے لیے لازمی تھا۔ اب وہ تیزی سے کام کر رہی تھی۔ اس نے گوشت کا ٹکڑا منہ سے نکال کر اسے محلول کی شکل دی اور پھر فاتحانہ انداز میں مسکرانے لگی۔ محلول کو اس نے ایک ٹیوب میں ڈال کر برف میں رکھ دیا۔ اب یہ محلول زندہ رہ سکتا تھا۔

شیلا کو خود اپنے لیے دوسرے مرحلے پر عمل کرنا تھا۔ وہ گودام سے نکلی۔ اس نے پبلک ٹیلی فون سے ایک شناسا کو... فون کیا۔

شناسا اس کی آواز نہیں پہچان سکی۔

"سنو! تم مجھے نہیں جانتیں لیکن میں تم سے واقف ہوں۔" شیلا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہاری عمر پچاس سال کے لگ بھگ ہے۔ ارے... رے... برا مت مانو! میں تو تمہیں ایک تحفہ پیش کرنا چاہتی ہوں۔ میں تمہاری آنکھوں پر پڑی ہوئی جھریاں دور کر سکتی ہوں۔ اچھا ٹھیک ہے... تم پچاس سال کی نہیں ہو۔ جھریاں تیس سال کی عمر میں بھی پڑ جاتی ہیں... ٹھیک ہے نا؟ میں بہرحال تمہاری جھریاں دور کر سکتی ہوں... کیا...؟ ہاں تمام سرجیکل خرچا بہت ہو گا... لیکن میں تم سے اس وقت تک ایک پائی بھی نہیں لوں گی جب تک تم جھریوں سے نجات حاصل نہیں کر لو گی۔ مجھ پر یقین کرو۔ تمہاری جلد کسی بچے کی طرح چکنی اور ملائم ہو جائے گی۔ واقعی... میں ضمانت دے رہی ہوں... اسے چھوڑو... قانونی اور غیر قانونی کے چکر میں پڑیں تو کبھی اپنی عمر سے کم نظر نہیں آؤ گی۔"

شیلا کو حیرت تھی کہ وہ انسانی فطرت سے کتنی واقف ہے۔ اسے علم تھا کہ اگر اس نے مفت علاج کی پیش کش کی تو یہ عورت کبھی رضامند نہیں ہو گی لیکن جب اس نے یہ کہا کہ کام مہنگا اور غیر قانونی ہے تو وہ کتنی جلد رضامند ہو گئی۔ اس عورت کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی آنکھوں کے گرد جھولتی ہوئی کھال ہوتے اور ڈھلکے ہوئے پپوٹے ٹھیک ہو جائیں گے۔

شیلا اس عورت سے زیادہ پراعتماد تھی۔

یہ اس کے منصوبے کا دوسرا حصہ تھا۔

"لیکن اگر تجربہ ناکام رہا؟" اس نے ریسیور رکھتے ہوئے سوچا۔ "کوئی بات نہیں!" وہ زیر لب بولی۔ "پیٹ تو اچھی طرح بھر ہی جائے گا۔"

*

بیگم عابد نے دروازے پر خود اس کا استقبال کیا۔

"اوہ تم... !" بیگم عابد اچھل پڑیں۔ "میں تمہاری آواز پہچان گئی تم ہر تمام زمانہ ڈاکٹر شیلا ہو۔"

"اور میں ہی تمہیں تیس سال کی حسینہ بنا سکتی ہوں۔" شیلا نے برا مانے بغیر کہا۔

"اوہ! وہ تمہارا فون تھا۔ اندر آ جاؤ۔" بیگم عابد فوراً ایک طرف ہو گئیں۔

بیگم عابد بھاری بھرکم تھیں۔ ان پر چربی اور گوشت کی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ انہیں دیکھ کر شیلا کے منہ میں پانی بھر آیا لیکن اس نے بمشکل اپنی بھوک پر قابو پا لیا۔ بیگم عابد کے بالوں کی رنگت سفید تھی لیکن انہوں نے کسی قیمتی خضاب سے بال سیاہ بلکہ سیاہ تر بنا رکھے تھے۔

"معاوضہ کتنا لو گی؟" بیگم عابد نے اس کو اسٹڈی میں آنے کی دعوت دیتے ہوئے پوچھا۔

"بہت زیادہ!" شیلا مسکرا کر بولی اور اسٹڈی کا جائزہ لینے لگی "لیکن پہلے مجھے یہ تو ثابت کرنے دو کہ میں کیا کچھ کر سکتی ہوں۔" اس کا لہجہ بڑا عجیب سا تھا۔

"ہاں! اس کا کیا ثبوت ہے کہ تم مجھے زہر نہیں دو گی؟" بیگم عابد اچانک ہی خوف محسوس کرنے لگیں۔

"کیا تم یہ احمقانہ خیال اپنے مغز سے نہیں نکال سکتیں کہ میں تمہیں نقصان پہنچانے کے لیے اتنے خطرات مول لے کر یہاں آئی ہوں۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ باہر نکلنے میں میرے لیے کتنے خطرات ہوتے ہیں؟"

"سوری... ڈاکٹر شیلا...!" بیگم عابد خفیف سی ہو گئیں۔

"ٹھیک ہے۔" ڈاکٹر شیلا نے سر ہلا کر کہا اور اپنے پرس سے ایک چھوٹا سا تھرماس نکال لیا، جس کے اندر ٹیوب محفوظ تھا۔ "لو... اسے پی لو۔" شیلا نے بیگم عابد کی طرف ٹیسٹ ٹیوب بڑھا کر کہا۔

"پہلے تم پی کر دکھاؤ۔"

"میں کیوں پیوں، جھریاں میرے نہیں تمہارے ہیں۔" شیلا نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن میں تم پر کیسے اعتماد کر لوں؟"

"کیا تمہیں اپنی آنکھوں پر اعتبار ہے؟"

"ہاں!" بیگم عابد ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولیں۔

"تب یہ بتاؤ کہ کیا تمہاری ان بوڑھی آنکھوں نے کسی کے چہرے سے سلوٹیں، جھریاں وغیرہ غائب ہوتی دیکھی ہیں؟ میری مراد سرجری سے نہیں، پلاسٹک سرجری سے تو چہرے کی حالت اور خراب ہو جاتی ہے۔ میں نئی جلد کی بات کر رہی ہوں۔ ایسی نرم و ملائم

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جلد کی جس پر کوئی دھبہ یا داغ نہ ہو۔“

”ہاں... لیکن اگر میرے جسم میں یہ تمام تبدیلیاں رُونما ہو گئیں تو میرے جاننے والے فوراً میری گمشدگی کا اعلان کر دیں گے۔“

”درست! اسی باعث میں نے تمہیں منتخب کیا ہے۔ میں جو کوشش کر رہی ہوں، وہ یہ ہے کہ تم سب کے سامنے رہو اور اس کے عوض میں تمہارے دوستوں کو استعمال کر سکوں۔“

”لیکن اگر کوئی گڑبڑ ہو گئی تو...“ بیگم عابد نے اپنے مصنوعی ناخن چباتے ہوئے کہا۔

”تب پھر تمہارے چہرے پر جھرّیاں برقرار رہیں گی۔ میں تمہیں پُرشباب رُوپ دینا چاہتی ہوں۔“

”یہ...“ بیگم عابد نے ٹیسٹ ٹیوب میں بھرے ہوئے محلول کی طرف خوف زدہ انداز میں دیکھا۔ ”کیا پورا پینا پڑے گا؟“

”ہاں، آخری قطرہ بھی۔“

بیگم عابد نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے ٹیوب کا ڈھکنا کھولا اور پھر ناک بند کر کے اُسے مُنہ سے لگا لیا۔ وہ ایک ہی سانس میں سارا محلول پی گئیں۔ لیکن پھر اُن کا جی مالش کرنے لگا۔ وہ اُبکائیاں لینے لگیں۔ ”اُف...!“ وہ بولیں۔ ”کتنا غلیظ ہے یہ پانی۔“

”نہیں۔“ شیلا نے بیگم عابد کا ہاتھ تھام لیا۔ ”یہ پانی اس کے اثر کو زائل کر دے گا۔“

پھر معاً بیگم عابد صوفے پر ڈھیر ہو گئیں۔ اُن کی سانس تیزی سے چلنے لگی اور چند ہی لمحوں بعد سانس کی تیزی غیر معمولی طور پر ختم ہو گئی۔ اب وہ آہستہ آہستہ اور ہلکی سانس لے رہی تھیں۔ شیلا، بیگم عابد کی بائیں آنکھ کے گوشے کو دیکھنے لگی۔ آنکھ کھلی ہوئی تھی اور چھت کی طرف دیکھ رہی تھی۔

شیلا کو علم تھا کہ اب دو باتیں ظہور پذیر ہونی چاہئیں۔ پہلی یہ کہ محلول جو سیل پر مشتمل ہے اپنے پروگرام کے تحت خون میں شامل ہوگا اور اسی جگہ پہنچے گا، جہاں سے اُسے گوشت کی شکل میں نوچا گیا تھا وہ جگہ بیگم عابد کی آنکھ تھی لہٰذا محلول کو بیگم عابد کی آنکھ کے پاس پہنچنا چاہیے تھا۔ دوسرا مسئلہ رفتار کا تھا۔ اسے یہ دیکھنا تھا کہ محلول کتنی سرعت کے ساتھ اثر کرتا ہے۔

اسے اپنی یہ تھیوری بھی آزمانی تھی کہ کیا انسانی تھوک میں رہ کر کسی دوسرے کے سیل مرتے تو نہیں ہیں؟

وہ انتہائی بے چینی سے ان تینوں باتوں کا انتظار کر رہی تھی۔ کچھ دیر بعد بیگم عابد کی آنکھیں کسی نمایاں مادّے کی وجہ سے سکڑنے لگیں، جسے شیلا نے اپنے انگوٹھے سے مسلنا شروع کر دیا۔

اس کی ریسرچ کہتی تھی کہ بیگم عابد کی دونوں آنکھوں کے گرد لازماً تیزی سے تبدیلی ہونی چاہیے۔

ممکن ہے کہ یہ شیلا کا وہم ہو لیکن اُسے اچانک آنکھیں پہلے سے زیادہ خراب نظر آنے لگیں۔ جھرّیاں بڑھ گئیں۔ ... کی تعداد بھی بڑھ گئی۔ آبلے سے اُبھر آئے۔ اس نے پپوٹوں پر ہاتھ پھیرا وہ خشک تھے۔

وہ مایوسی سے سر ہلانے لگی۔ اُسے یقین ہونے لگا کہ وہ ناکام ہو رہی ہے لیکن وہ سوچنے لگی کہ اگر یہ تجربہ ناکام ہوتا ہے تو پھر اس میں جو طاقت پیدا ہوئی ہے، اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ خود شیر کا محلول پی کر شیرنی کی طرح طاقت ور کیوں ہو گئی ہے؟ اس میں لپکنے، جھپٹنے اور آدم خوری کے اجزا کیوں پیدا ہو گئے ہیں؟

شیلا نے جھنجلا کر دو انگلیوں سے بیگم عابد کی آنکھوں کے گرد کھال کو مسلا، تو کھال کھنچنے اور ٹوٹنے لگی۔

وہ اُچھل پڑی۔

پُرانی کھال اُتر رہی تھی اور نیچے سے نئی کھال نمودار ہو رہی تھی۔ اس نے دوسری آنکھ پر انگلیاں آزمائیں۔ وہاں بھی یہی تبدیلی رُونما ہو رہی تھی۔

جھرّیاں غائب ہونے لگیں۔ شیلا نے خوشی سے جھوم کر آنکھ پر ہاتھ پھیرا اور کھال کا جو ٹکڑا ہاتھ میں آیا وہ منہ میں رکھ لیا۔ وہ اُسے چیونگم کی طرح چبانے لگی۔

بیگم عابد کو ہوش آیا اور انہوں نے شیشے میں اپنی آنکھیں دیکھیں تو مسرت کی شدت سے اُن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ شیلا کے ہاتھ چومنے لگیں۔ ”لولو ڈاکٹر!... بولو کتنی رقم چاہیے؟“ اُن کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

”کچھ نہیں... لیکن میں جانتی ہوں کہ تمہاری نوجوان سہیلیوں کی تعداد کم نہیں ہے۔ میں ان کی ایک خاص انداز میں مدد کرنا چاہتی ہوں۔ میں دراصل ایک اسپیشل کلینک بھی کھول رہی ہوں۔“

”تب پھر تم بہت امیر ہو جاؤ گی۔“ بیگم عابد نے آئینے کی طرف دیکھ کر کہا۔ ان کی آنکھوں کے گرد حلقے، جھرّیاں اور سلوٹیں غائب ہو چکی تھیں اور پپوٹے، بھویں سب کچھ کسی بچّے کی طرح نرم اور خوبصورت نظر آ رہے تھے۔

”ہاں۔“ شیلا مسکرانے لگی جبکہ وہ یہ سوچ رہی تھی کہ اب وہ ایک نئی نسل کی تخلیق کر سکے گی۔ ایسی نسل کی جو کمزور نہ ہو اور جو مختلف زبان، رنگ اور نسل کے مسئلے پر جنگ میں ملوث نہ ہو جائے۔

وہ بیگم عابد کو بہرحال یہی تاثر دینا چاہتی تھی کہ وہ یہ سب کچھ محض دولت کمانے کی خاطر کر رہی ہے۔ اُسے بیگم عابد کے ذریعے ایک ایسی لڑکی کی ضرورت تھی، جو مثالی حُسن کی مالک ہو... اور پھر اُس نے اس خواہش کا ذکر بیگم عابد سے بھی کر دیا۔

”او...“ بیگم عابد مسکرانے لگیں۔ ”تم ایک ہی جسم میں اتنی بہت سی خوبیاں تلاش کرنا چاہتی ہو۔“

”نہیں، ضروری نہیں کہ لڑکی ایک ہی ہو۔ مختلف لڑکیاں بھی ہو سکتی ہیں بشرطیکہ مثالی اور حسین ترین ہوں۔“

”سنو شیلا!“ بیگم عابد اچانک ہی کسی خیال سے چونک پڑیں۔ ”مجھے... پورا کا پورا بدل دو... میں...!“

”اس طرح تمہاری شکل بدل جائے گی۔ تم بیس سال کی لگو گی۔ تمہارا شوہر تمہیں پہچاننے سے انکار کر دے گا اور تم ساری دولت سے محروم ہو جاؤ گی۔“

”اوہ...!“ بیگم عابد سمجھ گئیں۔ ”ہاں، یہ مسئلہ تو ہے پھر... خیر چھوڑو، میں اسی طرح ٹھیک ہوں۔ ویسے تم جس قسم کی لڑکی چاہتی ہو، وہ میری نظر میں ہے۔ کل تمہارے پاس پہنچ جائے گی۔“

شیلا کو اچانک ہی شدید بھوک لگنے لگی لیکن لقمۂ تر سامنے ہونے کے باوجود بھی وہ اسے نہیں کھا سکتی تھی۔ کھانے کی صورت میں اسے کل آنے والی لڑکی سے محروم ہونا پڑتا لہٰذا وہ بھوک ضبط کرتی ہوئی واپس چلی آئی۔

اگلے روز وہ لڑکی واقعی آ گئی۔

اور اگلے چوبیس گھنٹوں میں شیلا فن برگ شہلا بن گئی۔ اس کی لمبی، نکیلی ہوئی ناک کی جگہ ایک ستواں ناک نے لے لی تھی۔ آنکھیں پہلے سے کہیں زیادہ خوبصورت ہو گئی تھیں۔ گال بھرے بھرے اور سُرخ تھے۔ پیشانی پر اس کی دراز زلفوں کی ایک لٹ پڑی ہوئی تھی اور وہ خود کو بھی بہت اچھی لگ رہی تھی۔ سب سے اچھی بات بہرحال یہ تھی کہ اب پولیس والے تو درکنار، اس کے اپنے ساتھی بھی اسے نہیں پہچان سکیں گے۔ اس نئے رُوپ کا اہم ترین پہلو یہ بھی تھا کہ اسے جسمانی قوت کے علاوہ حُسن کی قوت بھی حاصل ہو گئی تھی اور اب کوئی مرد اس کے جال میں پھنسے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اس کا مسئلہ اب پولیس نہیں رہا، اسے ایک ساتھی کی ضرورت تھی اور مشرقی لباس پہنتے ہوئے وہ اسی کمی کو شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

پہلا دن اس کے لیے کڑی آزمائش سے گزرا۔ وہ باہر نکلی تو معاً ایک جگہ اُسے یہ خواہش محسوس ہوئی کہ کسی دیوار سے لگ کر پیٹھ کھجائے... لیکن اس نے اس خواہش پر بڑی کوشش کر کے قابو پا لیا۔ وہ شیرنی ضرور تھی مگر اس میں اتنی سمجھ باقی تھی کہ ایسا کرتے ہوئے دیکھ کر لوگ اس کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

پھر دوسری خواہش بھی شدید ہونے لگی۔

اس کو شدت سے بھوک لگنے لگی۔

شیلا یا شہلا نے دو مرتبہ پیٹ بھرا اور جب ڈھانچے مختلف گلیوں میں پڑے ہوئے ملے تو ایک قیامت سی مچ گئی۔ وفاقی تحقیقاتی ادارے کے کارندے بھی حرکت میں آ گئے۔ تجربہ کار ڈاکٹروں نے لاشوں کا معائنہ کیا۔ اتنا شور شرابا ہوا کہ امن و امان کا مسئلہ پیدا ہونے لگا لہٰذا وزیر اعلیٰ کو خود ٹی وی پر خطاب کرنا پڑا۔

”ہم نے نگرانی کڑی کر دی ہے اور ہم قدم بہ قدم اُس نشانے کی طرف بڑھ رہے ہیں جس کو حاصل کر لینے کے بعد خوف اور دہشت کے یہ مناظر کبھی دیکھنے کو نہیں ملیں گے۔“

لوگ کچھ نہ سمجھے لیکن خوش ہو گئے۔

جلد ہی شہر میں ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات نے شیرنی کی آدم خوری کو پس منظر میں ڈال دیا۔ اُدھر شہلا ان فسادات کو دیکھ کر نوعِ انسانی سے شدید مایوس ہوئی اور اس نے ایک ایسی نسل پیدا کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا جو ان تنازعات سے پاک ہو۔

گلستان آباد اسکول آف بایولوجیکل سائنس کے گرد سیکیورٹی انتہائی سخت تھی۔ اسی ادارے میں ڈاکٹر شیلا نے بیشتر اہم تجربات کیے تھے۔ اب بازار کے سامنے والی سڑک سے بھی صرف وہی لوگ گزر سکتے تھے جن کے پاس خصوصی پاس تھے اور جن کو پاس نہیں ملے تھے وہ فوجیوں کی بندوقوں کے ہٹ کھائے بغیر سڑک سے نہیں گزر سکتے تھے۔ یہ فوجی ہر آنے جانے والے سے پوچھ گچھ کرتے تھے لیکن انہیں خود یہ علم نہیں تھا کہ انہیں کس کی تلاش ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی یہ نہیں معلوم تھا کہ شیلا کی تصویر کا ساتھی نام کیا ہے۔ ان کو شیلا کی تصویریں ضرور دکھائی گئی تھیں لیکن کسی کو بھی اس کی آنکھوں کے علاوہ اور کوئی خاص چیز نہیں لگی تھی۔

ٹائیگر اور اُرشان کیونکہ عمارت میں گھسنا نہیں چاہتے تھے لہٰذا انہوں نے داخل ہونے کے لیے اپنے شناختی کارڈ دکھائے۔ ان کارڈوں سے یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ محکمۂ زراعت کے شعبۂ جاسوسی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور سُراغ رسانی سے تعلق رکھتے ہیں۔

"مگر یہ تو غیر ملکی ہے" ایک فوجی نے کارڈ دیکھنے کے بعد اُوشان کی طرف اشارہ کیا۔

"غیر ملکی تم ہو گئے" اُوشان ترش لہجے میں بولا "تم سب غیر ملکی ہو، میں غیر ملکی نہیں، اسی دُنیا کا باشندہ ہوں اور تم سے محض مروت برت رہا ہوں۔"

مروت کا فلسفہ آج کل اُوشان پر حاوی تھا۔ اُس نے حال ہی میں ایک نظم "مروت" دیکھی تھی جس کا بنیادی فلسفہ غلطیوں کو نظر انداز کر دینا تھا پہلے اُوشان مروت کو بزدلی سمجھتا تھا لیکن نظم پڑھنے کے بعد اس کا موقف بدل گیا۔ اس نے بہت نرمی سے ٹائیگر کو بتایا "بس اب تمہارے ساتھ مروت سے پیش آیا کروں گا۔ . . .

. . . کیونکہ حقیر لوگوں کی غلطیوں کو نظر انداز کر دینا ہی اصل عبادت ہے میں تمہارے خون کو لفٹنون کی طرح بیش بہا قرار دیتا ہوں۔"

"بل فادر..." ٹائیگر نے مسکرا کر کہا تھا "ہمارے معاشرے میں کسی کو محض خون کی وجہ سے کسی پر برتری حاصل نہیں۔ اصل فضیلت کردار اور تعلیم کی وجہ سے حاصل ہوتی ہے۔"

"شاندار" اُوشان نے انتہائی خلوص سے کہا تھا "میں تمہارے اس جاہلانہ تجزیے کو بھی محض مروتاً شاندار قرار دے رہا ہوں۔ تم بہت اچھے نوجوان ہو۔"

"اگر آپ یہ بات محض مروتاً نہیں کہہ رہے ہیں تو پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ مجھے پسند کرتے ہیں اور اس پسند کا سبب صرف مروت نہیں بلکہ یہ حقیقت ہے کہ سنا گوس میں میرے جیسا کوئی نوجوان نہیں تھا۔"

"میں اب انکسار سے کام لوں گا فرزند" اُوشان نے مسکرا کر کہا "اب جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ میرے انکسار کا ثبوت ہے اور میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تم نے مجھ سے ملاقات کے بعد کچھ نہیں سیکھا کیونکہ تمہیں پہلے ہی سے سب کچھ معلوم تھا تمہیں سنا گوس کے اسرار کا علم تھا جدید فن حرب اور قدیم فن حرب سے تم اسی روز واقف ہو گئے تھے جب تم نے دُودھ کا پہلا گھونٹ پیا تھا۔ ویسے میں حقیقت پسند بھی ہوں اور میری یہی حقیقت پسندی تقاضا کر رہی ہے کہ میں یہ کہوں کہ میں نے اپنی کو میرے ترا شا سکھا دیا ہے۔"

اور اب وہ محافظ کو گھور رہا تھا۔

"تمہارا نام شہزاد احمد اور اس کا نام اُوشان ہے" محافظ نے شناختی کارڈ واپس کرتے ہوئے کہا۔

"درست" وہ دونوں ایک آواز ہو کر بولے۔

"تب پھر عمارت میں داخل ہو سکتے ہو۔"

ایک بے بس نوجوان کی حیرت انگیز داستان
جسے اپنی موت کا وقت معلوم ہو گیا تھا
مظلوم
یعقوب جمیل کے ہوشربا قلم سے
جس کا قارئین کو برسوں سے انتظار تھا
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

اُوشان اور ٹائیگر ایک ساتھ عمارت میں داخل ہوئے... مگر اُوشان اُس محافظ سے بدلہ لینا نہیں بھولا جس نے اُسے غیر ملکی کہا تھا۔ اُس کے قریب سے گزرتے ہوئے اُوشان نے دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کو صرف ذرا سی حرکت دی تھی اور ان گزرنے کے بعد محافظ کو اپنی کلائی پر کھجلی سی محسوس ہوئی تھی۔ اُس نے بے ساختہ طور پر کلائی کھجائی تو اُس کے ناخنوں میں خون بھر گیا۔

وہ لیبارٹری میں داخل ہوا تو اُسے پہلی ہی نظر میں احساس ہو گیا کہ جزیرہ فردوس کی یہ تجربہ گاہ کسی امریکی لیبارٹری سے کم تر نہیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ جزیرہ فردوس نے اُن کی غیر موجودگی میں اہم ترقی کی تھی۔ وہ لیبارٹری کی تعریف کرتا ہوا اُس میں دلچسپی لینے لگا۔

"بل فادر!" ٹائیگر نے دھیمے سے کہا "ہم لیبارٹری کا معائنہ کرنے کے لیے نہیں شیلا فن برگ کو تلاش کرنے کے لیے یہاں آئے ہیں۔"

"نہیں ہم ایک مغربی بدو بگرلی کو تلاش کر رہے ہیں جو اب ایک خطرناک نسل سے تعلق ہو گئی ہے" اُوشان نے سر ہلاتے ہوئے کہا "ویسے اگر شیلا نے یہ حرکت کی ہے تو تم لوگ اتنے حیران کیوں ہو مغرب کی سرشت ہی یہ ہے کہ وہ پہلے طاقت حاصل کرتا ہے اور پھر اس کا غلط استعمال بھی مغربی ہے کیا تم لوگ ہیروشیما اور ناگا ساکی کو بھول گئے ہو؟"

⁂

ڈاکٹر شیلا فن برگ کی خاص لیبارٹری پر بھی پہرہ تھا لیکن

اُن محافظوں نے کارڈ دیکھ کر زیادہ جرح نہ کی۔

"مجھے ایسے مقامات بہت پسند ہیں" اُوشان خصوصی تجربہ گاہ میں داخل ہوتا ہوا بولا یہ ایک بڑا کمرا تھا جس کے ایک کونے میں آرام کرسی پر چالیس سالہ ایک شخص بیٹھا ہوا تھا جس نے کالے شیشوں والا چشمہ لگا رکھا تھا۔ ابھی ٹائیگر نے اپنا تعارف کرایا ہی تھا کہ وہ کسی گراموفون ریکارڈ کی طرح بجنے لگا۔ اس نے سانس لیے بغیر وہ تمام تفصیلات بتا دیں۔ جو وہ پہلے ہی ایف آئی اے ایف بی آئی سی آئی اے پولیس، ایگل اسکواڈ، ایکس او اور ملٹری انٹیلی جنس... وغیرہ وغیرہ کو بتا چکا تھا۔

"نہیں..." اس کا پہلا لفظ ہی تھا اور یہ نہیں کسی سوال کے جواب میں نہیں نکلا تھا لیکن اب وہ خود ہی اس نہیں کی وضاحت بھی کر رہا تھا "اب یہاں ایسا کوئی میٹریل نہیں جس کو پی کر کوئی درندہ بن جائے۔ نہیں! ہمیں اس کیمیاوی عمل کا علم نہیں جس کے باعث شیلا فن برگ درندہ بن گئی۔ نہیں! اب یہاں کسی قسم کا کوئی تجربہ نہیں ہو رہا ہے۔ نہیں! میں کسی خفیہ انقلابی جماعت کا نہ تو رکن ہوں اور نہ ہی کبھی رہا ہوں۔ نہیں! میں موجودہ حکومت کے مخالفین میں شامل نہیں۔ نہیں۔ مجھے... اس کی ... کوئی ثبوت ... رو رہا ہو ... ہے۔ ہرگز نہیں۔ مجھے پتا نہیں کہ شیلا کہاں ہے ... نہیں میں اس کے ذاتی دوستوں سے واقف نہیں ... میں یہ نہیں جانتا کہ وہ کسی جنونی گروپ سے تعلق رکھتی تھی۔"

"چلو..." ٹائیگر نے دھیرے سے کہا۔

"نہیں... اوہ..." وہ آدمی اس طرح چونک پڑا جیسے گہری نیند سے جاگ اُٹھا ہو "کیا پھر اور پوچھنا ہے؟"

"ہاں... لیکن میرے سوالات قدرے مختلف ہوں گے" ٹائیگر کا لہجہ نرم تھا۔

"اتنے مشکل ہرگز نہیں ... جتنے میٹرک کے امتحان میں پوچھے جاتے ہیں" اُوشان نے اُسے تسلی دی۔

"تم گزشتہ تین روز سے یہاں کیا کر رہے ہو؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"سوالوں کا جواب دیتا رہا ہوں!"

"شاندار" اُوشان نے مسکرا کر کہا "تم لوگوں نے جادو..."

"ایک منٹ پلیز" ٹائیگر نے فوراً کہا "پہلے میں اپنے سوالوں کا کوٹا ختم کر لوں۔" یہ کہہ کر وہ سہمے ہوئے آدمی کی طرف پھر پلٹا "اس دوران میں کسی نے تم سے سوالوں کے علاوہ کسی اور چیز کے بارے میں دریافت کیا؟"

"نہیں۔"

"اور تم صرف سوالوں کے جواب دیتے رہے؟"

"ہاں۔"

"کیا تمہاری زندگی سے بھی غیر متعلق رہے؟"

"میری زندگی میرا ذاتی مسئلہ ہے" اُس نے جواب دیا تو ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر چٹکی میں اُس کے کان کی لو پکڑ لی اور پھر اس آدمی کی زبان کھلتی چلی گئی "میں لیب اسسٹنٹ ہوں، میری ایک دوست نے بعض چیزیں مانگی تھیں" وہ اب بار بار پلٹ کان کی لو سے خون پونچھ رہا تھا جو اب اس کے اپنے ہاتھ میں تھی کیونکہ ٹائیگر اُسے بہت دیر پہلے چھوڑ چکا تھا۔

"کیا تمہاری اس دوست کا نام شیلا فن برگ ہے؟"

"ہرگز نہیں" اس آدمی نے گھبرا کر کہا "وہ تو عورت تھی ہی نہیں آہ میں دوست کیسے بنا سکتا تھا۔"

"تم نے اپنی دوست کو کیا کیا دیا؟"

"انسولیٹر۔ یہ ایک کیمیکل ہوتا ہے جیلٹی کی طرح، جو اِرد گرد کی حرارت کو جذب کر لیتا ہے۔"

"اچھا" ٹائیگر نے سر ہلا کر کہا۔ اُسے احساس ہو رہا تھا کہ یہاں کوئی گڑ بڑ ضرور ہے۔

"اب ذرا سنجیدہ سوالات ہو جائیں" اُوشان نے ہاتھ اُٹھا کر کہا "تم لوگ اپنے میجک ڈی میٹر پاؤڈر کہاں رکھتے ہو؟"

"کیا؟" سیاہ چشمے والا احمقوں کی طرح اُنہیں دیکھنے لگا۔

"تمہاری وہ حیرت ناک ایجاد کہاں ہے جو ایک چیز سے دوسری چیز بنا لی ہے؟"

وہ آدمی اب بھی احمقانہ انداز میں منہ کھولے اُسے دیکھ رہا تھا تب ہی اُوشان کو اس کی میز پر دُودھ کا گلاس رکھا ہوا نظر آیا۔ اُوشان نے بائیں ہاتھ سے دُودھ کا گلاس اٹھایا ایک جس سے تجربات میں استعمال ہونے والا پیالہ لیا اور پھر دُودھ اس پیالے میں ڈال کر اپنی انگلیوں سے دُودھ کو ہلانے لگا۔ جلد ہی شیشے کے اس پیالے کی نچلی سطح پر صرف پانی رہ گیا اور بالائی سطح پر کریم آ گئی۔

"میں ہاتھوں سے جادو دکھاتا رہوں" اُوشان نے کہا۔

"میرے خدا! تم تو چلتے پھرتے سینٹر یفیوج ہو" وہ آدمی مارے حیرت کے اُچھل پڑا۔

"اے ہاں اب یاد آیا... سینٹر یفیوج... سینٹر یفیوج کا بنیادی اسرار یہ ہے کہ تم محض سوچ دیا کرو وہ سب کچھ کر سکتے ہو جو تم کرتے ہیں۔ سنا گوس میں ابھی تک اس نتیجے کو سمجھا نہیں گیا۔"

"ناقابل یقین!" سیاہ چشمے والا مسلسل سر ہلا رہا تھا "تم نے محض

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہاتھوں سے وہ کر دکھایا جو بینٹر یفیوج کا کام ہے۔ میں نے آج تک ہاتھوں کی مدد سے عناصر ترکیبی کو الگ الگ ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

"بینٹر یفیوج یہ کام کس طرح کرتا ہے؟"

"لاز آف سائنس کے تحت۔"

"یہی مغربی سائنس کی عظمت ہے۔" اوشان نے پُرزور لہجے میں کہا اور پھر اس آدمی کو بینٹر یفیوج کا استعمال کرتا ہوا دیکھنے لگا۔

"یہ مجھے دے دو۔" اوشان نے فرمائش کی۔

"نہیں یہ کسی کو نہیں دیا جا سکتا۔"

"چیز کے بدلے چیز کے اصول سے متفق ہو؟"

"تم مجھے کیا دو گے؟"

"یہ بتا سکتا ہوں کہ کوئی تمہاری جگہ لینے کی منصوبہ بندی کر رہا ہے۔" اوشان نے کہا۔

"نیل فادر!" ٹائیگر نے سرگوشی کی۔ "ایسی باتیں کر کے وقت ضائع نہ کریں۔"

"شش!"

"کیا مطلب؟"

"شش!"

"مگر آپ ایسا نہیں کر سکتے۔" ٹائیگر نے پُرزور لہجے میں کہا۔

اوشان بینٹر یفیوج کو دیکھتا رہا۔ جس میں اگر کوئی سیال مادہ رکھ دیا جاتا تھا تو بالعموم وہ دو تین رنگ اختیار کر لیتا تھا۔ یہ بات صاف ظاہر تھی کہ لیب اسسٹنٹ کو اس بینٹر یفیوج سے کوئی دلچسپی نہیں تھی کیونکہ وہ محض ملازم تھا اور ملازم اپنے مالک کو تنہا دیتے ہیں تنہا سے آزاد رہتے ہیں۔

"آپ اس طرح بینٹر یفیوج نہیں لے جا سکتے نیل فادر۔" ٹائیگر نے پھر کہا۔ "ورنہ ہم کئی روایتوں سے انحراف کے مرتکب ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے میں بینٹر یفیوج کو فراموش کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اس وجہ سے نہیں کہ تمہاری زبان مسلسل چلنے کے باعث متاثر ہو گیا ہوں۔"

"گڈ۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔

"میں بینٹر یفیوج کو فراموش کر دوں گا کیونکہ تم یہ سمجھ ہی نہیں سکے کہ اس کا روایت سے کیا تعلق ہے۔ تم ابھی یہ سمجھنے کے لیے تیار ہی نہیں ہو تم محض ٹائیگر ہو بلکہ شیر کے شیر خوار بچے ہو جس کو سمجھنے کے لیے ایک مدت چاہیے۔"

"میں صرف اتنا چاہتا ہوں کہ اگر اس آدمی کا کوئی دشمن اس کے

پیکار
اظہر کلیم
دو جلدوں میں
جلد اول =/150 جلد دوم =/150
مکتبہ القریش
سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

خلاف ہے تو وہ ہمارا دشمن نہیں ہو سکتا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"تم کچھ نہیں جانتے۔" اوشان مایوسی سے سر ہلا کر بولا۔ "لیکن بہرحال تم میری معاونت کرتے رہتے ہو لہٰذا میں ایک کہانی لکھوں گا، جس میں تمہارا مرکزی کردار ہو گا۔ کہانی یہ بتائے گی کہ ایک بوڑھے استاد نے انتہائی نالائق شخص کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا اور استاد کتنا عظیم ہے۔"

"استاد کون ہو گا؟"

"ظاہر ہے کہ میں!"

"تب پھر مرکزی کردار تو آپ ہی ہوئے؟"

"سنو!" لیب اسسٹنٹ قدرے جھنجھلا کر بولا۔ "کیا تم دونوں واقعی محکمہ زراعت سے تعلق رکھتے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر تمہیں بینٹر یفیوج ہی لینا ہے تو ایک خرید لو۔"

"رقم کہاں سے لاؤں اے نیک دل آدمی!" اوشان نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا۔ "تنخواہ تو ساری رقم ایک خانقاہ مست گاؤں کے پتے پر بھیج دیا کرتا ہوں۔"

"یہ تو بہت بری بات ہے۔" لیب اسسٹنٹ نے اکتا کر کہا۔

"کیا تمہیں مجھ سے ہمدردی نہیں؟" اوشان نے پوچھا۔

"ہمدردی!" لیب اسسٹنٹ مسکرایا۔ "میرے بھی اپنے درجنوں مسائل ہیں۔"

یہ سن کر اوشان کو بڑا تاؤ آیا۔ اس نے لیب اسسٹنٹ کے درجنوں مسائل میں ایک اور مسئلے کا اضافہ کرنے کا ارادہ کیا اور پھر اس کا ہاتھ لیب اسسٹنٹ کے پیٹ کو چھو کر واپس آ گیا۔ لیب اسسٹنٹ دھپ سے گر گیا اور درد سے تڑپنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں ابھی اس کی ضرورت تھی نیل فادر!" ٹائیگر نے منہ بنا کر کہا۔ "اب اسے اسپتال میں داخل ہونا پڑے گا اور ہم اسے استعمال نہیں کر سکیں گے۔"

"تمہیں صرف اپنی ضروریات کا خیال رہتا ہے۔" اوشان نے قدرے برہمی سے کہا، جو قطعی مصنوعی تھی۔ "یہ خود غرضی کی بدترین مثال ہے۔"

لیب اسسٹنٹ کی بری حالت تھی۔ وہ بچوں کی طرح پیٹ پکڑے ہوئے زور زور سے رو رہا تھا۔ اس کے رونے کی آواز سن کر ہی کئی محافظ دوڑتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔

"کیا ہوا؟" ان میں سے ایک گارڈ نے دہاڑ کر کہا۔

"بے چارہ کھڑے کھڑے گر گیا۔" ٹائیگر نے فوراً جواب دیا۔ "شاید اپینڈکس کا درد ہے۔"

"بہت شدید درد!" اوشان نے سر ہلاتے ہوئے تصدیق کی۔

"یہ... یہ..." لیب اسسٹنٹ نے بمشکل کہا لیکن مزید کچھ نہیں کہہ سکا کیونکہ درد نے اس کی قوتِ گویائی بھی سلب کر لی تھی۔ اوشان نے اپنی توہین کرنے والے لیب اسسٹنٹ کی طرف دیکھا اور پھر واپسی کے لیے قدم اٹھانے لگا۔ ٹائیگر بھی اس کے ساتھ تھا۔

"یہ دو ہوئے نیل فادر... اب چلیں... لیکن کیا میں یہ توقع رکھوں کہ بیرونی محافظوں کے بارے میں آپ قدرے مروت سے کام لیں گے؟"

"ہاں، مروت بہت نیک جذبے کا نام ہے۔" اوشان نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

وہ تجربہ گاہ سے نکلے تو محافظ سامنے موجود تھے۔ "تم واپس آ گئے؟ کیا ہوا؟"

ٹائیگر نے کوریائی زبان میں اوشان کو خبردار کیا کہ وہ یہاں کوئی غلط حرکت نہ کرے اور یہ کہ مطلوبہ عورت اور لیبارٹری کے درمیان آخری تعلق ابھی منقطع نہیں ہوا۔

"وہ کیسے؟" اوشان نے بھی اپنی زبان میں پوچھا۔

"اس طرح کہ لیب اسسٹنٹ کی کوئی گرل فرینڈ سامنے نہیں آئی... کی تلاش میں نہیں رہتی۔ یہ بڑی احمقانہ بات ہے۔"

"اب اتنی بھی احمقانہ نہیں۔" اوشان نے کہا۔

"تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو؟" ایک محافظ نے انہیں للکارا۔ وہ مشتبہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"ہم بینٹر یفیوج کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔" ٹائیگر نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں تم پر یقین نہیں کر سکتا۔" محافظ نے غرا کر کہا۔ "اپنے شناختی کارڈ پھر دکھاؤ۔"

"اچھا!" ٹائیگر نے سر ہلا کر کارڈ سامنے کر دیے۔ اس بار کارڈ کی زیادہ کڑی جانچ پڑتال ہوئی۔

"ارے!" گارڈ اچھل پڑا۔ "یہ تو دس سال پرانے ہیں۔"

"تب پھر میری عالمی شناخت قبول کرو جس کو دنیا کے ہر کونے میں بلاحیل و حجت تسلیم کر لیا جاتا ہے۔" ٹائیگر نے طویل سانس لے کر کہا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے دونوں کارڈ واپس جیب میں رکھے اور سیدھے ہاتھ کی انگلیاں گارڈ کے دائیں کان کے اوپر کنپٹی کے قریب بجا دیں۔ گارڈ کسی شیر خوار بچے کی طرح سونے کے لیے لیٹ گیا۔

"ذرا تم کارڈ دیکھو۔" اوشان نے دوسرے گارڈ سے کہا۔

"بالکل جائز کارڈ ہیں۔" دوسرے گارڈ نے گھبرا کر جواب دیا۔ "جائز اور قانونی... ان پر کسی کو اعتراض کرنے کا کوئی جواز نہیں۔ میں نے پہلے کبھی اتنے اچھے کارڈ نہیں دیکھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں دنیا کے ہر حصے میں تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ کیا آپ دونوں حضرات کو لیبارٹری میں سے کوئی تحفہ نکال کر پیش کروں؟"

اسی شام ٹیلی ویژن نے آدم خور شیرنی کے بارے میں یہ نئی خبر دی کہ اس سے دو افراد اور مل گئے ہیں۔ پولیس کے مطابق ایک نوجوان اور ایک بوڑھے نے جعلی کاغذات دکھا کر لیبارٹری تک رسائی حاصل کی اور ایک انتہائی اہم آلہ اٹھا کر لے گئے۔ پولیس کو تاحال یہ اندازہ نہیں کہ چوری کی اس واردات سے کس قسم کے نئے واقعات جنم لیں گے لیکن تمام شہریوں سے درخواست ہے کہ وہ تاریکی کے بعد گھروں سے نہ نکلیں اور کسی بھی مشتبہ شخص کو دیکھتے ہی پولیس کو اطلاع کر دی جائے۔"

ٹائیگر اور اوشان ایسول اسپتال کے اس کمرے میں تھے جو لیب اسسٹنٹ کے کمرے کے برابر واقع تھا۔ دونوں کمرے پرائیویٹ تھے اور ان کے کمرے میں ٹیلی ویژن بھی تھا۔ انہوں نے یہ خبر ٹی وی پر ہی سنی تھی۔ ٹائیگر لیب اسسٹنٹ پر نظر رکھنا چاہتا تھا جو اب ہوش میں آ چکا تھا۔ اس کے کمرے پر کسی قسم کا پہرہ نہیں تھا۔

ٹائیگر نے قدموں کی چاپ سنتے ہی باہر جھانک کر دیکھا تو اسے ایک قتالہ نظر آئی۔ وہ انتہائی قیمتی لباس میں تھی اور پہلی نظر میں ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی فیشن میگزین کے لیے تصویریں بنوانے کے لیے آئی ہو۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ لیب اسسٹنٹ کے کمرے میں چلی گئی اور نا ٹیگر نے دیوار پر کان لگا دیے۔ وہ ان کی گفتگو سننا چاہتا تھا۔

"میں اسے تلاش ہی نہیں کر سکی ڈارلنگ۔" مترنم آواز نا ٹیگر کے کانوں میں شہد انڈیلنے لگی۔ "تم نے کہاں رکھ دیا؟ اچھا! اندرونی اسٹور میں؟ وہاں کیوں رکھا؟ ارے ہاں... کیوں نہیں! میں تو تمہاری دیوانی ہوں لیکن ابھی مجھے ضروری کام سے جانا ہے پھر ملیں گے۔"

نا ٹیگر نے اس کے قدموں کی آہٹ راہداری میں پھر سنی۔ یہ صرف آہٹ ہی تھی حالانکہ اس نے اونچی ایڑی کے جوتے پہن رکھے تھے اور...

وہ بھی کمرے سے نکل آیا۔

"آہ! کتنی حسین رات ہے یہ۔" نا ٹیگر نے خالصتاً فقرے باز نوجوانوں والے انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

وہ سرد مہری برتنے کے سے انداز میں مسکرا دی۔

نا ٹیگر نے اپنے سحر کو استعمال کیا، جس کے باعث ایسی عورتیں بھی پگھل کر موم بن چکی تھیں، جو سرد دل سے نالاں رہتی تھیں۔

وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرایا اور لفٹ کے انتظار میں دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ "ایسی راتیں اسپتال میں گزارنا کفرانِ نعمت کے علاوہ اور کچھ نہیں۔"

وہ خاموش رہی۔

لفٹ آئی تو نا ٹیگر اس کے شانہ بشانہ اندر داخل ہو گیا۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" نا ٹیگر نے پوچھا۔

"نام کیوں پوچھ رہے ہو؟" حسینہ نے سرد لہجے میں کہا۔ "کیا ایک اجنبی عورت کے ساتھ لفٹ میں خوف محسوس ہو رہا ہے؟"

"مجھے یقین ہے کہ تم مزید اجنبی نہیں رہ سکو گی۔"

"واقعی؟" لڑکی زیرِ لب مسکرائی۔

"ہاں، مجھے یقین ہے۔"

"شاندار!" لڑکی ایک ادا سے بولی۔

باہر سڑک پر بہت گرمی تھی۔ سورج غروب ہونے کے باوجود سڑکیں تپ رہی تھیں۔ لڑکی لفٹ سے نکل کر ایک سیاہ اسٹیشن ویگن کی طرف بڑھ گئی۔ نا ٹیگر نے اب بھی اس کا پیچھا نہیں چھوڑا، بلکہ اس بار اس نے لڑکی کے شانے پر ہلکی سی تھپکی بھی دی۔

"کیا ہے؟" وہ جھنجھلا کر پلٹی۔

"سنو سوئی!" نا ٹیگر اپنے تمام وار خالی جاتے ہوئے دیکھ کر بولا۔ "زیادہ طیش میں مت آؤ۔ ہم یا تو دوست بن سکتے ہیں یا صرف اجنبی...!"

"ہم اجنبی ہیں۔" یہ کہہ کر وہ ویگن میں بیٹھ گئی تو نا ٹیگر کو بھی جھنجھلا پڑا۔ اس نے اندر بیٹھنے کے لیے دوسرا دروازہ کھولا تھا۔

"ارے!" لڑکی اچھل پڑی۔ "یہ دروازہ تو اندر سے مقفل تھا، کیسے کھول لیا؟"

"میں جادوگر ہوں۔" نا ٹیگر مسکرانے لگا۔ لڑکی پہلی بار اس سے متاثر ہوئی تھی۔

"تب پھر جادو کے زور پر خود کو غائب کر لو۔"

"سنو لیڈی!" نا ٹیگر نے نرم لہجے میں کہا۔ "میں ایک کام پر مامور ہوں اور میرا خیال ہے کہ تم اس تنہا شیرنی سے کوئی تعلق رکھتی ہو جو آدم خور بن چکی ہے اور نخلستان آباد کو اجاڑ رہی ہے۔"

"میں...!" لڑکی نے چونک کر کہا مگر اس بار اس کی آواز تھرا رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کی خود اعتمادی ختم ہو گئی ہے۔ "نہیں تو...!"

"میں کہہ چکا ہوں کہ مجھے جادو آتا ہے۔ ویسے مجھے یہ اندازہ لگانے میں جادو سے کام نہیں لینا پڑا کہ لیب اسسٹنٹ کس پر عاشق ہے اور جیلٹن کس نے حاصل کی ہے؟"

"لسوڈینگ جیلٹن؟" لڑکی نے اپنی تھراتی ہوئی آواز پر قابو

بغداد کی رات

قمر اجنالوی

الف لیلیٰ کی ایک ہزار راتوں سے زیادہ حسین و رنگین رات، دجلہ اور نیل کے دامنوں میں لپٹی ہوئی رات، جسے بے شمار کتابوں کے حوالوں سے آراستہ کیا گیا ہے

1200 سے زائد صفحات

قیمت - 600/

ناشر: مکتبہ القریش
اردو بازار لاہور

پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔" وہ اب پھر مسکرا رہا تھا۔

"اوہ! تم ذہین ہی نہیں، وجیہہ بھی ہو۔"

"میں جانتا ہوں اور مجھ سے پہلے عورتیں میری وجاہت سے واقف ہو جاتی ہیں لیکن اب وجاہت کے بجائے جیلٹن کے بارے میں تھوڑی سی گفتگو ہو جائے۔"

"کیا میرے اور جیلٹن کے بارے میں کسی اور کو علم ہے؟" لڑکی معاً سنجیدہ ہو گئی۔

"اس سوال کی وجہ؟"

"وجہ!" لڑکی کا ہاتھ نا ٹیگر کے سینے پر پہنچ گیا۔ نا ٹیگر نے پہلے ہاتھ اور پھر چہرے کی طرف دیکھا۔ "تم نے چہرہ کب بدلا؟"

"کیا؟" لڑکی کی آنکھوں میں خوفناک چمک نظر آنے لگی۔ "کیا مطلب؟"

"تمہارے چہرے اور ہاتھ کی رنگت میں واضح فرق ہے حسینہ!" نا ٹیگر نے کہا۔

"کیا؟" لڑکی کے چہرے کی رنگت فق ہو گئی۔

"ہاں، سچ کہہ رہا ہوں۔ تمہارے ہاتھوں کی ساخت اور رنگت تمہیں تیس سال سے زیادہ کی قرار دے رہی ہے جب کہ تمہارے چہرے سے تمہاری عمر صرف بیس سال لگتی ہے، ویسے... ڈاکٹر شیلا فن برگ کہاں ہے حسینہ؟"

تب ہی نا ٹیگر کو احساس ہوا کہ وہ سنگین غلطی کر چکا ہے۔ ایک جال میں پھنس چکا ہے۔ اس بنیادی اصول کو فراموش کر بیٹھا ہے، جو اسے تربیت کے آغاز ہی میں بتا دیا گیا تھا۔ اوشان نے اسے خبردار کیا تھا کہ ایسی آنکھوں سے ہوشیار رہنا، جو دیکھ نہیں سکتیں، ایسے کانوں سے چوکس رہنا جو کچھ نہیں سنتے اور ایسی ناک خطرناک ہوتی ہے، جو سونگھتی نہیں۔ اس کے لیے اس نے ایک شیر کے بچے کی مثال دی، جو پہلے شکار کو سونگھتا ہے، دیکھتا ہے اور پھر اسے کاٹ لیتا ہے لیکن پہلے شکار کے بعد وہ دوسرے شکار کو سونگھنے کی کوشش بھی نہیں کرتا۔

نا ٹیگر کو اپنی اس غلطی کا احساس سینے پر ہوا۔ لڑکی کے ناخن بہت تیزی سے گوشت میں اتر رہے تھے۔

وہ اسے محض عورت سمجھ بیٹھا تھا اور یہ اس کی بھیانک غلطی تھی۔

نا ٹیگر کے حلق سے کربناک چیخ نکل گئی کیونکہ اب لڑکی کے ناخن بالوں کو نوچ رہے تھے، گوشت ادھیڑ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی تیز دھار تیغے سے گوشت کاٹ رہا ہو۔

اور سب سے خطرناک بات یہ تھی کہ نا ٹیگر اس صورتِ حال سے گھبرا گیا تھا۔

اس وقت ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ نا ٹیگر نہیں، صرف شہزادہ ہے۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے کبھی تربیت نہیں ملی۔ وہ عام سا آدمی لگ رہا تھا۔

اسی گھبراہٹ میں وہ ٹھیک سے گھونسا بھی نہ مار سکا۔

اس نے غراہٹ سنی اور پھر اس کا پیٹ کٹنے لگا۔

اس کے پیٹ سے خون ابل رہا تھا۔

وہ ماسٹر آف سناچو کا شہزادہ بولا بیٹا تھا۔

وہ ایک لاکھ غنڈوں پر بھاری تھا۔

اس نے ہر دشمن کے دانت کھٹے کر دیے تھے۔

وہ نوگان کو قبل از تاریخ کے جانور کی گردن میں ٹانگ چکا تھا لیکن اس وقت وہ بہت خوفزدہ تھا۔ خوف اس کی آنکھوں سے جھانک رہا تھا۔

موت اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

درد ناقابلِ بیان ہو رہا تھا۔

خوف کی لہریں اتنی ہی شدید تھیں۔

اور بچنے کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

اس نے درد، کرب اور خوف کے باوجود خدا کو یاد کیا۔ ایک طویل سانس لی اور پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اوشان اس کے سامنے کھڑا رو رہا ہو۔ وہ تڑپ گیا۔ اس نے ایک بار پھر خونی انگلیاں اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھیں اور بروقت اس کی کلائی کو پکڑ لیا۔ لڑکی اب بھی دیوانگی کے عالم میں تھی لیکن اب اس کا ایک ہاتھ جس سے نا ٹیگر کا خون ٹپک رہا تھا، دنیا کے سب سے سخت جان انسان کے شاگرد کے ہاتھ میں تھا۔ نا ٹیگر نے اپنی کلائی کو جھٹکا دیا تو لڑکی چیخ اٹھی۔ اس کی ساری انگلیاں اتر چکی تھیں مگر اب وہ دوسرا ہاتھ استعمال کرنا چاہتی تھی۔ انگلیاں نا ٹیگر کے دل میں گھسنے والی ہی تھیں کہ نا ٹیگر نے اپنا گھٹنا لڑکی کے پیٹ پر دے مارا۔ اس کوشش میں اسے خود بھی تکلیف ہوئی کیونکہ اس کا پیٹ کھلا ہوا تھا۔ اس کے بعد نا ٹیگر کے دونوں ہاتھ چلنے لگے۔ ایک ہاتھ نے لڑکی کی آنکھوں میں انگلیاں گھسا دیں اور دوسرے نے اس کے شانے پر وار کیا۔ اسی لمحے اسے لڑکی کی ہنسلی کی ہڈی چٹخنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پھر ہاتھ چلایا۔ اس مرتبہ لڑکی کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

اچانک ہی ونڈ اسکرین پر تازہ اور گرم خون کی پھوار پڑنے لگی۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ دونوں کا خون تھا اور بارش کے قطروں کی طرح شیشے پر بہہ رہا تھا۔ تب ہی ڈاکٹر شیلا فن برگ کی پہلی چیخ نکلی اور وہ گاڑی سے کود گئی۔

ٹائیگر وین کی نشست پر ہی ڈھیر ہو گیا۔

"شاید میں زندہ رہوں" اس نے آخری بار سوچا "لیکن یہ درد... یہ ناقابلِ برداشت ہے قادر!"

"گلستان آباد کی کیا خبر ہے ڈاکٹر؟" میز رنگ کے فون پر وزیرِ اعظم کی آواز صاف اور واضح سنائی دے رہی تھی۔ لہجہ اگرچہ نرم تھا مگر اس میں بے صبری بھی تھی۔

"میرا آدمی وہاں کام شروع کر چکا ہے جناب!"

"یہ تم پہلے بھی بتا چکے ہو دوست۔"

"میرا خاص آدمی وہاں کام کر رہا ہے جناب، وہ آپ کی پوری انٹیلی جنس سے زیادہ کارگر ثابت ہوگا۔"

"ممکن ہے لیکن اب یہ سوچ کر پچھتا رہا ہوں کہ میں نے اپنی فورس لگائی ہوتی تو..."

"کیا آپ ہمیں اس مشن سے سبکدوش کرنا چاہتے ہیں جناب؟" ڈاکٹر بہرام کا لہجہ خشک اور تلخ تھا۔

"نہیں... مگر کم از کم یہ بتا دو کہ تمہیں وہاں سے کیا رپورٹ مل رہی ہے؟" وزیرِ اعظم نے فوراً کہا۔

"کوئی رپورٹ نہیں ملی۔"

"مگر تمہیں تو آج اس کی طرف سے رپورٹ ملنی تھی ڈاکٹر...!" وزیرِ اعظم نے تیز لہجے میں کہا۔

"جی ہاں، میں نے آپ سے یہی کہا تھا۔"

"تو کیا رپورٹ نہیں ملی؟"

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔ مجھے کچھ پتا نہیں۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تمہارا آدمی بھی کسی حادثے میں فوت ہو گیا ہے۔ کیا میں تمہیں یہ بتاؤں کہ ہم ہنگامی صورتِ حال سے گزر رہے ہیں ڈاکٹر! ہم قومی پیمانے پر ہنگامی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ہم نے اگر اس صورتِ حال پر گلستان آباد ہی میں قابو نہ پایا تو فردوس ہی نہیں پوری دنیا اس صورتِ حال کا شکار ہو جائے گی۔"

اے حمید
کے ایڈونچرس قلم سے
گنگا کے
پجاری ناگ
دو جلدوں میں
جلد اول =/150
جلد دوم =/200
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

"مجھے خطرات کا پوری طرح علم ہے جناب!" بہرام کا لہجہ سپاٹ اور جذبات سے عاری تھا۔ "لیکن ایسا نہیں ہو سکتا کہ میرا آدمی بھی پھنس گیا ہو۔"

"تب پھر؟"

"ہوتا یہ ہے کہ کبھی وہ ایسا کوڈ بھول جاتا ہے، کبھی اُسے ٹیلی فون کرنا ہی یاد نہیں رہتا۔ ویسے بالعموم وہ ادھوری رپورٹ بھیجنے کی فکر بھی نہیں کرتا جناب وزیرِ اعظم!"

"کیا؟" وزیرِ اعظم کی آواز غصے سے کانپ رہی تھی۔ "ہم قومی ہنگامی حالات کا ذکر کر رہے ہیں اور وہ...!"

"اُسے بھی ان حالات کا بخوبی ادراک ہوگا۔"

"اور وہ... وہ چینی...؟"

"وہ چینی نہیں جناب... بہرحال جہاں تک اس کا تعلق ہے تو وہ ٹیلی فون وغیرہ کو لغویات ہی سمجھتا ہے۔"

"اور تم نے ان دونوں کو اس مشن کے لیے مناسب قرار دیا تھا ڈاکٹر بہرام؟"

"نہیں جناب! میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ اس مشن کے لیے مناسب ہیں۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" وزیرِ اعظم نے اُلجھ کر کہا۔

"میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ انسانی نسل کو مکمل تباہی سے بچانے کے لیے آپ کے فوری پیغام پر یہاں آیا ہوں۔ ہمارا مشن صرف اور صرف نوعِ انسان کو بچانا ہے اور میں نے اس مشن کی ذمے داری صرف اس وجہ سے قبول کی ہے کہ میرے دو آدمی

ایسے ہیں جو نوعِ انسانی میں، انسانی نسل کو بچانے کے لیے سب سے زیادہ اہل قرار دیے جا سکتے ہیں۔ ان دو افراد سے کوئی بہتر نہیں۔"

"لیکن انھوں نے رپورٹ پیش کیوں نہیں کی؟" وزیرِ اعظم کا لہجہ معاً ہی نرم ہو گیا۔

"جناب وزیرِ اعظم!" بہرام کا لہجہ تلخ تھا۔ "وہ جنرل یا انسپکٹر نہیں، ان میں سے ایک ماسٹر آف سٹنا چیو ہے اور دوسرا اُس کا شاگرد۔ آپ جنرل بناتے ہیں لہٰذا وہ آپ کو رپورٹ پیش کرتے ہیں مگر آپ ماسٹر نہیں بنا سکتے لہٰذا ماسٹر اور اُس کا شاگرد آپ کو رپورٹ پیش کرنے کے پابند نہیں... نہیں جناب! وہ رپورٹ پیش نہیں کیا کرتے۔"

"میری اطلاعات کے مطابق اُن لوگوں نے ڈاکٹر شیلا کے گھر میں بھی نہیں جھانکا۔ میرا خیال ہے کہ شیلا وہاں ضرور آئے گی۔"

"تب پھر پولیس والوں کے ذریعے اُسے پکڑوا لیں!" بہرام نے جواب دیا۔ "سنیے جناب! وہ درندہ عورت اپنے ماضی سے کٹ چکی ہے۔ اب اس کے لیے اپنا گھر بھی گھر نہیں رہا۔"

"ڈاکٹر بہرام!" وزیرِ اعظم کو پھر غصہ آنے لگا۔ "میرا خیال ہے کہ میں تمہیں اس مشن سے ہاتھ کھینچنے کا مشورہ دوں!"

"نہیں جناب! اب یہ مشکل ہے۔" بہرام نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "اب ہم آپ کے کنٹرول میں نہیں۔ ہم ایک ایسے عالمی ادارے سے تعلق رکھتے ہیں جو عالمِ انسانیت کی خدمت کر رہا ہے اور میری یہاں آمد سے قبل جو معاہدہ ہوا تھا اُس کے تحت آپ نہ تو ہم پر حکم چلا سکتے ہیں اور نہ ہی مشن واپس لے سکتے ہیں۔"

"اگر میں فوج کو تمہارے خلاف کارروائی کا حکم دوں تب...؟" وزیرِ اعظم نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"چند ہزار تربیت یافتہ نوجوان ناکافی ہوں گے جناب!" بہرام نے انتہائی خطرناک لہجے میں کہا۔ "چند ہزار چھوڑ، ہزاروں صدیوں کے تجربات کے وارث ماسٹر اور اس کے شاگرد و جانشین کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں خود آپ کو یرغمال بنا کر اپنا کام کرتے رہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ اس صورتِ حال کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔"

"ہاں۔" وزیرِ اعظم کی بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں انھیں ایک بار ایکشن میں دیکھ چکا ہوں۔ ان دنوں میں حزبِ اختلاف کا لیڈر تھا۔ ویسے اب میں تمہیں کبھی فون نہیں کروں گا۔ میری نیک تمنائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

"شکریہ جناب!"

ڈاکٹر بہرام دن بھر ٹیلی فون کے پاس بیٹھا رہا... پھر جب کمرے میں گھپ اندھیرا ہو گیا تو اس نے اپنی گھڑی دیکھی۔ نو بج کر ایک منٹ۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب ٹائیگر فون نہیں کرے گا۔

ٹائیگر... اُس کا دل گھبرانے لگا۔ ٹائیگر نے پہلے بھی کئی مرتبہ فون نہیں کیا تھا لیکن... اس بار بہرام کو اپنا دل بیٹھتا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔ اُسے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی اُس کے دل پر ضرب لگا رہا ہو۔ اس کی پیشانی پسینے سے بھیگ گئی۔ وہ اُٹھ گیا۔ اُس نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ شہر بقعۂ نور بنا ہوا تھا لیکن بہرام کو احساس تھا کہ آج اس کے اپنے دل میں تاریکی ہے۔

"کیوں؟" اس نے اپنے آپ سے پوچھا لیکن اُسے اس سوال کا کوئی جواب نہ مل سکا۔

"خدا تمہاری حفاظت کرے ٹائیگر!" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا اور چارہ گر کے اس دفتر سے ساحل کی طرف دیکھنے لگا جو اُسے معاہدے کے مطابق ملا تھا۔ اس پر بھی سینی ٹوریم اور اسپتال کے بورڈ لگے ہوئے تھے جبکہ بالائی منزل پر کمپیوٹر نصب تھے جن کا رابطہ براہِ راست ہیڈ کوارٹر کے پرنسپل کمپیوٹر سے تھا۔

گلستان آباد میں ایف آئی اے کا ڈپٹی ڈائریکٹر یہ حکم ملنے پر انتہائی ناخوش تھا کہ ڈاکٹر شیلا کے کیس پر مامور ایجنٹوں کی تعداد نصف کر دی جائے لیکن حکمِ حاکم مرگِ مفاجات کے مصداق اُسے اس پر عمل کرنا ہی تھا۔ اس کا نام کبیر احمد تھا اور اس نے سب انسپکٹر کے عہدے سے ترقی کر کے اس اعلیٰ منصب کو پندرہ سال میں حاصل کیا تھا۔

اخبار والوں سے اس کے خصوصی تعلقات تھے اور خاص طور سے گلستان آباد کے مشہور اخبار ٹائمز آف گلستان آباد کی سماجی رپورٹر نزہت سے تو دانت کاٹے کی دوستی تھی۔ اس وقت کبیر احمد ایک بار میں بیٹھا ہوا اُس کا انتظار کر رہا تھا اور گلاس سے چسکیاں لیتا ہوا اپنے ماضی پر غور کر رہا تھا۔

اسے ماضی کے جھروکوں میں جھانکتے ہوئے بہت دیر ہو گئی اور وہ یادوں میں کھویا رہا۔ اُس نے دوسرا گلاس اٹھایا... مگر اسی لمحے اسے اپنے ہاتھ پر ایک نازک ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔ یہ نزہت ہی تھی اور اس وقت وہ دوسو پونڈ کی بجائے ایک سو ستّی پونڈ کی لگ رہی تھی۔ کبیر کو اس پر شدید حیرت ہوئی کہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آج نزہت کی آمد سے وہ آوازیں پیدا نہیں ہوئیں، جو عموماً فرش پر اس کی ایڑیوں سے پیدا ہوتی تھیں۔ کل تک وہ بیٹھے ہی بیٹھے ان آوازوں سے اندازہ لگایا کرتا تھا کہ نزہت ہوٹل کے پورچ میں پہنچ چکی ہے۔

"ہیلو نزہت!" وہ مسکرا کر بولا۔ "وزن کم ہونے سے تمہاری عمر بھی کم لگ رہی ہے۔ بہت شاندار لگ رہی ہو، ڈائٹنگ ہو رہی ہے؟"

"ڈائٹنگ سے آنکھوں کی جھریاں دور نہیں ہوتیں کبیر جی!" وہ مسکرا کر بولی۔

کبیر نے بیرے کو اشارے سے نزہت کے لیے مارٹینی لانے کو کہا وہ جانتا تھا کہ نزہت کسی نفسیاتی گرہ کے باعث بلانوش بن گئی ہے۔ وہ لنچ میں صرف آلو کے چپس اور چار گلاس پیا کرتی تھی۔ کبیر کو علم تھا کہ عورت کی شراب نوشی کتنی غلطیاں بھی جاتی ہے لیکن اُسے نزہت سے نفرت نہیں بلکہ ہمدردی ہوتی تھی۔ نزہت کی عمر چالیس پینتالیس سے کم نہیں تھی مگر اس وقت وہ بمشکل پچیس تیس سال کی لگ رہی تھی۔ اس کے انداز میں بھی قدرے ٹھہراؤ تھا۔ چہرے سے اعتماد جھلک رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ تھی کہ اس کی آنکھوں کے گرد نہ تو حلقے تھے اور نہ ہی جھریاں تھیں۔

"میرے لیے کچھ مت منگاؤ کبیر!" نزہت نے دھیرے سے کہا۔

"چپس تو لے ہی لو۔"

"نہیں شکریہ!"

"اوہ! تم واقعی ڈائٹنگ کر رہی ہو۔" کبیر نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"یہی سمجھ لو۔ میں اب جو کچھ کھا رہی ہوں اس میں پروٹین بہت زیادہ ہوتا ہے۔"

"ٹھیک! ہیمبرگر منگواؤں؟"

"آں... ہاں...!" نزہت نے بیرے کی طرف دیکھا اور پھر خود ہدایت کی۔ "چار ہیمبرگر... لیکن گوشت کچا ہی رکھنا۔"

کبیر نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا رہی تھی۔ لہٰذا کبیر نے اپنا گلاس اُٹھا لیا۔

"نہیں کبیر جی! اب مت پیو!" نزہت نے اپنا بھاری بھر کم ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ کر کہا۔

"کمال ہے تم منع کر رہی ہو۔ کیا مسیح قوم بننے کا ارادہ ہے؟" نزہت ذرا ٹھٹک گئی۔

"یہی سمجھ لو لیکن اب ایک گھونٹ بھی منہ لینا۔"

"کیوں نہ لوں؟" کبیر اس کے تحکمانہ لہجے پر گڑبڑا گیا۔ پینے پر ہر جگہ پابندی تھی اور یہ خفیہ اڈہ ہی ایسی جگہ تھی جہاں وہ سکون کے چند لمحے گزار سکتا تھا۔

"تم بے وقوف ہو۔"

"نزہت! کیا تمہیں وہ خاص خبر نہیں چاہیے جس کو بیچ کر تم کم از کم پانچ ہزار روپے کما سکتی ہو؟" کبیر نے ناگوار لہجے میں پوچھا۔ وہ نزہت کو خفیہ فائلوں سے خبریں نکال کر دیا کرتا تھا اور نزہت یہ خبریں دوسرے اخباروں کو بیچ دیا کرتی تھی۔ دونوں میں معاہدہ یہ تھا کہ کبیر کی فراہم کردہ خبریں ٹائمز میں شائع نہیں ہوں گی کیونکہ نزہت سے اس کی دوستی کا سب ہی کو علم تھا۔

"اس بار میں تمہیں ایک خاص چیز دینا چاہتی ہوں۔" نزہت نے مسکرا کر کہا۔

"بشرطیکہ وہ چیز مجھے پینے سے نہ روکے۔" کبیر کا موڈ بھی ٹھیک ہونے لگا۔

"شرط یہی ہے کہ تم پینا چھوڑ دو گے۔"

"میرا خیال ہے کہ تم کچھ زیادہ ہی بدل گئی ہو نزہت!"

"ہاں! آج رات میرے فلیٹ میں آ جانا۔ میں تمہیں ایسی چیز دوں گی جس کو پا کر تم زندگی بھر میرے مشکور رہو گے۔"

"میں شادی شدہ ہوں نزہت!" کبیر شرارت آمیز لہجے میں بولا۔

"فضول باتیں مت کرو۔" نزہت ہنس پڑی۔

"کچھ بھی ہو، اس وقت تو میں ضرور پیوں گا۔"

"چلو! چار گھنٹے تک مت پینا... صرف چار گھنٹے تک...؟" نزہت نے عجیب سے انداز میں کہا۔

"میں بہت تھکا ہوا ہوں اور میں اتنی دیر تک یہاں نہیں رہ سکتا۔"

"اب تک تم نے کتنے گلاس پیے ہیں؟"

"دو... اور ایک بیئر؟"

"چلو ٹھیک ہے تم ڈھائی گھنٹے تک نہیں پیو گے پھر میں تمہاری زندگی کا سب سے بڑا اور ایسا کیس دوں گی کہ تم ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اس سے فائدہ اٹھاتے رہو گے۔"

کبیر نے گلاس رکھ دیا۔ یہ سودا زیادہ بُرا نہیں تھا۔ نزہت اگر واقعی کوئی ایسا ہی بڑا کیس دے رہی تھی تو وہ ڈھائی گھنٹے تک پیاسا ہی نہیں بھوکا بھی رہ سکتا تھا۔

اسی لمحے بیرے نے ہیمبرگر نزہت کے سامنے رکھ دیے۔ اُن میں کچا گوشت تھا۔ تازہ اور کچا گوشت، جس پر خون کی سُرخی بدستور موجود تھی۔ نزہت نے مسکرا کر ہیمبرگر کی پلیٹ آگے کی اور پھر اُن پر ٹوٹ پڑی۔

کبیر اسے دیکھتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اُسے ڈپٹی ڈائریکٹر بنوانے میں اس عورت کا کتنا بڑا ہاتھ ہے۔

☐

نزہت سفاری پارک کے قریب ایک خوبصورت اپارٹمنٹ میں رہتی تھی۔

"مجھے بھوک لگ رہی ہے نزہت!" کبیر نے کاؤچ پر نیم دراز ہو کر اعلان کیا۔ یہ اس کا خاص انداز تھا اور نزہت ہمیشہ کچن میں گھس کر اس کے لیے فوراً گوشت جیسی لذیذ ڈشیں تیار کرنے لگتی تھی۔ مگر آج ایسا نہیں ہوا۔

"کچن میں کچھ بھی نہیں ہے کبیر جی!" وہ مسکرا کر بولی۔

"آلو کے چپس؟"

"مجھے اب چپس بھی پسند نہیں رہے۔"

"کیا؟" کبیر کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آیا۔ "یہ تم کہہ رہی ہو آلو کے چپس کو زندگی سے زیادہ عزیز رکھنے والی آلو خور!"

"یقین کرو۔" وہ سنجیدہ ہو گئی۔ "میں تمہیں آلو سے زیادہ اہم چیز دکھاؤں گی۔"

"کمال ہے! تم مجھ سے خصوصی خبر بھی نہیں پوچھ رہیں۔ میرے پاس اتنی اہم خبر ہے کہ تم اچھل پڑو گی۔"

"وہ کیا؟"

"یہ کہ ایف آئی اے کو ڈاکٹر شیلا کے کیس سے ہٹا لیا جائے گا اور پھر ہم اس شہر کے لوگوں کو شیروں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں گے۔ یہ حکم ہمیں آج ہی اس وقت ملا ہے جب مزید دو افراد کے ڈھانچے ملے ہیں۔ ہم نے ہاتھ کھینچ لیا تو پھر ڈاکٹر شیلا اور اس کے آدمی... میرا مطلب ہے آدم خور تباہی مچا دیں گے۔"

"دیکھو کیا ہوتا ہے!" نزہت کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "میں ابھی آئی۔" نزہت نے ریفریجریٹر کے پیچھے رکھے ہوئے تھرماس سے کوئی سیال اور غلیظ مادہ گلاس میں انڈیلا پھر وہ دلکش انداز میں مسکراتی ہوئی کبیر کے پاس آ گئی۔ "لو... یہ پی لو۔"

"یہ کیا ہے؟" کبیر چونک پڑا۔

"وٹامن...!"

"نہیں، میں وٹامن کھاتا ہوں پیتا نہیں۔" کبیر نے سیال مادے کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے متلی سی ہونے لگی۔ "اگر تم میری کنپٹی پر ریوالور رکھ کر بھی کہو تو بھی میں یہ نہیں پیوں گا۔"

"کبیر جی!" وہ بڑے پیار سے بولی۔ "پی لو تو..."

"ہرگز نہیں۔" وہ سر ہلانے لگا۔ "یہ مجھے سائنائیڈ اور ماٹیل سے بھی زہریلا لگ رہا ہے۔"

نزہت مسکرا کر آگے آئی اور اس نے بائیں ہاتھ سے کبیر کو کاؤچ پر گرا دیا۔ کبیر حیرت زدہ رہ گیا۔ تمام تر تعلقات کے باوجود بھی نزہت نے یہ انداز کبھی نہیں اپنایا تھا۔ اس نے نزہت کو دھکا دینا چاہا مگر اُسے فوراً ہی احساس ہوا کہ نزہت کسی پہلوان کی طرح طاقت ور ہے۔ وہ اُسے اس کی جگہ سے ہلا بھی نہ سکا۔

وہ اسے صرف ایک ہاتھ سے قابو کیے ہوئے تھی۔

پھر نزہت نے ایک اور عجیب حرکت کی۔

اُس نے گھٹنا کبیر کے سینے پر رکھ کر دو انگلیوں سے اس کی ناک بند کر دی۔ کبیر تڑپنے لگا لیکن گھٹنے کی قوت اتنی زیادہ تھی کہ وہ ہل بھی نہ سکا۔ ناک کے ذریعے سانس کی آمد و رفت بند ہوئی تو اس نے گھبرا کر منہ کے ذریعے سانس لینی چاہی۔ شاید نزہت کی حکمت عملی بھی یہی تھی۔ جونہی کبیر نے منہ کھولا، وہ غلاظت اس کے حلق میں انڈیلتی چلی گئی اور پھر نزہت نے گلاس پھینک کر اس کا منہ مضبوطی سے بند کر دیا۔

کبیر کو اپنی الٹی دوبارہ معدے میں واپس لے جانی پڑی۔ اس کا سر اب اس طرح ہل رہا تھا جیسے کسی نے رسی سے باندھ کر اس کا گلا گھونٹنے کی کوشش کی ہو پھر کبیر نے آنکھیں بند کر لیں۔

اُسے ایسا لگا جیسے وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے اپنے باپ کی آوازیں سنیں، اپنی ماں کی چیخ پکار سنی اور پھر فوراً اس کی آنکھوں میں روشنی چبھنے لگی۔ شاید کوئی اس کی آنکھوں پر روشنی ڈال رہا تھا۔

"روشنی گل کر دو۔" اس نے بمشکل کہا۔ اس وقت پیاس کی وجہ سے اس کا حلق تڑخ رہا تھا اور شدید بھوک لگ رہی تھی۔

اس نے آنکھیں کھول دیں۔

نزہت اس کے قریب بیٹھی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ کبیر نے گردن گھما کر اُسے سونگھا۔ اسے اس کی خوشبو بہت اچھی لگ رہی تھی لیکن خود وہ اپنے کپڑوں سے آنے والی بُو کو ناپسند کر رہا تھا۔ اس بُو سے اُسے بھوک بھی لگ رہی تھی۔

"کچھ کھانے کو ہے؟" کبیر نے اچانک ہی پوچھا۔

"مارٹینی پیو گے؟" نزہت نے مسکرا کر پوچھا اور اس کے لہجے سے کبیر کو ایسا لگا جیسے اُسے متلی ہو رہی ہو۔ اس نے انگڑائی لی۔ نزہت کی طرف دیکھا۔ پھر اسی کے انداز میں زبان سے اپنے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسلم راہی ایم اے کے ولولہ انگیز تاریخی ناول

اندھیروں کے سار بان	۲۰۰/-	سنہری غول	۱۵۰/-
تاریک رزم گاہ	۲۵۰/-	صلیب و حرم	۱۵۰/-
صقلیہ کا مجاہد	۱۵۰/-	نیشاپور کا شاہین	۱۵۰/-
عقاب	۱۵۰/-	بابل کا بت شکن	۱۵۰/-
صحرا کی آگ	۱۵۰/-	طلسم کدہ	۱۷۵/-
قتیبہ بن مسلم	۱۵۰/-	آتش فشاں	۱۵۰/-
موت کے مسافر	۱۷۵/-	آخری حصار	۲۰۰/-
یثرب کا ابلیس	۱۵۰/-	بنت نیل	۱۵۰/-

مکتبہ القریش اُردو بازار لاہور۲

کندھے کو کھجانے لگا۔

"بھوکے ہو؟"

"ہاں، بہت بھوک لگ رہی ہے۔"

"تب پھر میں تمہاری پسند کی چیز لے کر ابھی آتی ہوں ڈارلنگ۔"

کبیر کو اس وقت سکون کا عجیب سا جنگلی سا احساس ہو رہا تھا۔ گزشتہ ایک عشرے کی ملازمت کے دوران وہ ہمہ وقت فرائض کے بارے میں سوچتا رہتا تھا۔ اسے اس لوائے اور خود اپنی نیک نامی کی فکر رہتی تھی لیکن یہ باتیں اس وقت اُسے محض خواب لگ رہی تھیں۔ اس وقت اسے نہ تو ایف آئی اے کی پروا تھی اور نہ ہی اپنی ملازمت کی۔ سکون و طمانیت کی عجیب سی لہر نے اُسے مدہوش سا کر رکھا تھا۔

اس وقت اُسے صرف بھوک لگ رہی تھی اور یہ احساس ہو رہا تھا کہ شاید وہ غیر محفوظ ہے۔

پھر معاً اس کی اشتہا دو چند ہو گئی کیونکہ اس نے کچن میں ریفریجریٹر کے کھلنے کی آواز سن لی تھی۔ اس کی نگاہیں کچن کے دروازے پر جم گئیں اور منہ سے رال بہنے لگی۔

نزہت بڑی ادا کے ساتھ اٹھلاتی اور پیار سے غراتی ہوئی اُس کے لیے کسی جانور کی بڑی سی ران لے کر آ رہی تھی اور سب سے اچھی بات اُسے یہ لگی کہ ران کو دھویا نہیں گیا تھا۔ اس پر جانور کا اپنا خون جما ہوا تھا جو اب پگھلنے لگا تھا۔

اُس نے لپک کر نزہت کے ہاتھ سے ران جھپٹ لی اور اس کو چاٹنے اور بھنبھوڑنے لگا۔

اپنے ہاتھ اچھی طرح چاٹنے کے بعد اُس نے نزہت کی طرف دیکھا۔ نزہت کی آنکھیں چمک رہی تھیں، وہ بھی ران ختم کر کے اپنے ناخن چاٹ رہی تھی۔

پھر دونوں مسکرا اُٹھے اور کمرے کی طرف بڑھ گئے۔

☐

آنے والے دنوں میں دونوں کے درمیان نہ تو کوئی پردہ رہا اور نہ ہی کسی قسم کی شرم... وہ خوش و خرم رہنے لگا۔ اُس نے گھر میں کھانا چھوڑ دیا۔ وہ بچوں کے ناز و نخروں سے چڑنے لگا۔ نزہت کے ہاتھوں سے شرد سبیٹ کے اگلے روز وہ معمول کے مطابق دفتر گیا۔ اُسے ایک اہم کام سونپا گیا تھا۔ اُسے ہدایت

کی گئی تھی کہ ایک شدید زخمی کو تلاش کیا جائے، ایسے زخمی کو جس کا پیٹ پھٹا ہوا ہو۔

اُس نے تمام ایجنٹوں کو طلب کر کے حکم دیا کہ اس شخص کی تلاش میں ہر ڈاکٹر، ہر اسپتال اور ہر کلینک کی چھان بین کی جائے۔ اُسے سیاہ بالوں، کالی آنکھوں اور سفید رنگت والے ایک نوجوان کی تلاش تھی، جس کی کلائیوں کے بارے میں کہا گیا تھا کہ وہ جسم کے مقابلے میں کہیں زیادہ بھاری اور طاقت ور ہیں۔

"لیکن سر! ہمیں یہ تو معلوم ہو کہ اُس نے کیا جرم کیا ہے؟" ایک نوجوان سب انسپکٹر نے سب کچھ سُن لینے کے بعد کہا۔

"صرف وہی کرو، جو تم سے کہا گیا ہے!" کبیر نے غصے سے اُس کی طرف... دیکھ کر کہا۔ ان لوگوں کے ساتھ بیٹھنا اس کے لیے مشکل ثابت ہو رہا تھا کیونکہ وہ اُن میں سے ہر ایک کو کھا لینے کی خواہش محسوس کر رہا تھا تاہم نزہت نے کہا تھا کہ جب بھی بہت سے انسانوں کے درمیان یہ خواہش محسوس ہو کسی بکرے کا گردہ یا ران کھا لیا کرو، اس طرح انسانی گوشت کی خواہش وقتی طور پر دور ہو جایا کرے گی۔ اُس نے کہا تھا۔

"ذرا چند دن تک محتاط رہنا... پھر کچھ دنوں بعد ہی ہم انسانوں کو آزادی سے کھانا لیا کریں گے!"

کبیر کو نزہت کی بات پر سو فیصد یقین تھا کیونکہ اُس نے لیڈر سے ملاقات کر لی تھی اور اُن کی لیڈر انتہائی طاقت ور تھی۔ اُس کا نام شیلا تھا اور اُسی نے نوجوان کو تلاش کر کے پکڑنے کا حکم دیا تھا۔

"وہ شدید زخمی ہے اور ممکن ہے کہ کسی اسپتال میں زیر علاج ہو۔" شیلا نے اُس کا حلیہ بتاتے ہوئے کہا تھا۔

"وہ شدید زخمی ہے اور ممکن ہے کہ کسی اسپتال میں زیر علاج ہو۔" کبیر نے اپنے ماتحتوں کے سامنے یہ جملہ دُہرایا۔

"زیر علاج!" ایک نوجوان نے کندھے اُچکا کر کہا۔ "یہ تو کوئی کارآمد حلیہ نہیں سر!"

"اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے اُس نوجوان کو تلاش کرو، تمام صلاحیتیں صرف کر دو... اب بس دفع ہو جاؤ۔"

ان کے نکلتے ہی کبیر نے دراز کھول کر ایک تھیلے میں رکھی ہوئی ران نکالی اور دروازہ بند کیا پھر ران کو اپنے نوکیلے دانتوں سے بھنبھوڑنے لگا۔

باہر ایک انسپکٹر دوسرے ساتھی سے پوچھ رہا تھا، "کیا چیف کو آخر کی کچھ شدید ... مل گیا تھا ..."

☐ حسینہ بیگم انتہائی متعصب عورت... بلکہ بڑھیا تھی۔ اس کے پاس اتنی معلومات تھیں کہ اس کا پیٹ پھول رہا تھا لیکن وہ خلاف عادت اپنا پیٹ ہلکا کرنے کے لیے آس پڑوس میں نہیں گئی تھی۔

اُس کے قدم ایک ارادے کے ساتھ شمالی شہر کی طرف اُٹھ رہے تھے اور وہ فٹ پاتھ پر گزرنے والے جوڑوں کو دیکھ کر ناک بھوں چڑھا رہی تھی۔ اُسے سب سے بُری بات یہ لگتی تھی کہ غیر مقامی باشندے بھی شہر میں اسی بے فکری اور بغیر کسی پابندی کے گھوم رہے ہیں، جو مقامی باشندوں کا حق ہے۔ اُس کا کہنا تھا کہ غیر مقامی باشندوں نے شہر کا ستیاناس کر دیا ہے۔ وہ مختلف علاقے والوں کے درمیان شادی بیاہ کی بھی مخالف تھی۔

اُس نے بھی آدم خوروں کے بارے میں سُن رکھا تھا لیکن اُسے یقین تھا کہ آدم خوری کے ان واقعات میں کوئی مقامی آدمی یا عورت ملوث نہیں ہو سکتی۔ اُسے شیلا کے بارے میں ٹی وی ڈن کے ذریعے بہت کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ اُسے سو فی صد یقین تھا کہ اس غیر ملکی عورت کے تمام ساتھی غیر مقامی لوگ ہوں گے۔

لیکن اس وقت وہ شہر کے شمال میں اس علاقے کی طرف ہی جا رہی تھی جہاں بقول اُس کے قابل نفرت غیر ملکی رہتے ہیں، کیونکہ اُس نے سُنا تھا کہ ایک خاص اطلاع فراہم کرنے والے کو مالا مال کر دیا جائے گا۔

خاص اطلاع... گلستان آباد میں ایک عام اصطلاح تھی۔ خاص اطلاع سے یہ مراد بھی لی جاتی تھی کہ جرائم پیشہ افراد کے بارے میں پولیس کو مطلع کر کے انعام لے لیا جائے اور آج کل یہ خبر پھیلی ہوئی تھی کہ کسی زخمی نوجوان کے بارے میں اطلاع فراہم کرنے والے کو بھاری انعام دیا جائے گا۔

اس زخمی نوجوان کے بارے میں حسینہ بیگم سے زیادہ کسی اور کو علم نہیں تھا۔

گزشتہ روز ہی ایک نحیف بوڑھا ایک نوجوان کو اس طرح لیا تھا جیسے وہ نوجوان نہیں کوئی شیر خوار بچہ ہو۔ بوڑھے کا ایک ہاتھ بالکل اسی طرح نوجوان کے سر پر رکھا ہوا تھا جس طرح کسی بچے کو کندھے سے لگایا جاتا ہے۔ عام حالات میں حسینہ بیگم بڑے وثوق سے کہہ سکتی تھی کہ بوڑھا چینی تربوز بھی نہیں اُٹھا سکتا لیکن اُس نے نوجوان کو اس کے کندھے سے لگا ہوا دیکھ لیا تھا۔

نوجوان کراہ رہا تھا اور بوڑھا حسینہ بیگم سے کہہ رہا تھا کہ "آپ کے دروازے پر اپارٹمنٹ برائے کرایہ لکھا ہوا ہے خاتون!"

"ہاں... لیکن میں اپنے اپارٹمنٹ میں غیر قانونی کام نہیں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہونے دیتی تو حسینہ بیگم نے جواب دیا تھا تاہم یہ سننے کے بعد کہ اپارٹمنٹ خالی ہے، بوڑھا بھی سر جھکا کر اندر آ گیا۔

اس نے ایک ماہ کا کرایہ پیشگی ادا کیا اور اسی روز حسینہ بیگم کو اپنے اپارٹمنٹ میں جڑی بوٹیوں کی بو محسوس ہوئی، جو اسی اپارٹمنٹ سے آ رہی تھی، جہاں وہ دونوں موجود تھے۔ حسینہ بیگم نے اس کی فوراً شکایت کر دی تھی۔

سب سے حیرت انگیز بات یہ تھی کہ نوجوان کو جب لایا گیا تو وہ قریب المرگ تھا لیکن اسی شام نوجوان کو ہوش آ گیا تھا۔ اگلی صبح اس نے آنکھیں کھول دی تھیں اور اس کے زخم حیرت انگیز طور پر انتہائی تیزی سے بھر رہے تھے۔

حسینہ بیگم یہ پوچھنے کی خواہش مشکل دبا سکی کہ بوڑھا کس قسم کا جادوگر ہے۔ اس نے یہ بات صرف اس وجہ سے نہیں پوچھی کیونکہ بوڑھے نے اسے منہ مانگا کرایہ ادا کیا تھا۔

وہ ہر شام اپارٹمنٹ میں جاتی تھی لیکن بوڑھے نے اسے کبھی لاؤنج سے آگے نہیں بڑھنے دیا جہاں تین چار برتنوں میں پانی اور پانی میں جڑی بوٹیاں ابلتی رہتی تھیں تاہم ایک بار حسینہ بیگم نے نوجوان کی جھلک دیکھ ہی لی اور اسے یقین ہو گیا کہ بوڑھا کوئی بڑا جادوگر ہے کیونکہ نوجوان کی گردن کا وہ زخم تقریباً بھر گیا تھا، جو پہلے روز بہت گہرا اور جان لیوا لگتا تھا۔ اب گردن پر اس جگہ صرف ایسا نشان تھا جیسے کھال جھلس گئی ہو۔

حسینہ بیگم کو علم تھا کہ زخم اس طرح اچانک نہیں بھر جاتے، لہٰذا اس نے سن گن لینے کا فیصلہ کیا۔

وہ بغور سنتی رہی۔ پہلے تو بوڑھا کسی اجنبی زبان میں کچھ کہتا رہا لیکن پھر وہ صاف ستھری زبان میں باتیں کرنے لگے۔ بوڑھا، زخمی سے بار بار ایک ہی بات کہہ رہا تھا کہ اس کے دل کو کس طرح دھڑکنا چاہیے، ریڑھ کی ہڈی کس انداز میں رہے اور گردے کس طرح کام کریں۔ اس کی باتوں سے تو یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ نوجوان اپنے اعضا کو مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا اہل ہے اور یہ بات ناقابل یقین تھی۔

وہ بوڑھا ایک بات ہر دس منٹ بعد دہرا رہا تھا۔

"تمہیں درد ہے نا؟ یقیناً ہو گا، ہونا بھی چاہیے اور درد تو زندگی کی علامت ہے، جس کے درد نہ ہو وہ مردہ ہوتا ہے، اس کے بدن میں روح نہیں ہوتی۔"

حسینہ بیگم یہی سوچتی تھی کہ کیا یہی وہ زخمی شخص ہے، جس کے لیے انعام رکھا گیا ہے۔

اور اسی سوال کا جواب لینے کے لیے حسینہ بیگم اپنی نفرت کے باوجود غیر ملکیوں کے علاقے میں جا رہی تھی۔

یہ غیر ملکی دبلا پتلا آدمی نکلا جس کے بالائی لب پر تلوار مارکہ مونچھیں تھیں۔

"حسینہ بیگم!" اس شخص نے سب کچھ سننے کے بعد ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ یہی وہ شخص ہے جس نے ہمارے معاشرے کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ کیا ہم یہ توقع رکھیں کہ آپ اس نوجوان کے بارے میں ساری معلومات اپنے آپ تک محدود رکھیں گی؟" یہ کہتے ہوئے اس نے سیف سے کرنسی نوٹوں کی ایک موٹی سی گڈی نکال کر حسینہ بیگم کی گود میں ڈال دی۔ یہ گڈی ہرے نوٹوں کی تھی اور اسے دیکھ کر حسینہ بیگم کو یہ دکھ بھی ستایا کہ ان کی گود کبھی ہری نہیں ہوئی تھی۔

حسینہ بیگم کی آنکھیں اتنے بہت سے نوٹ دیکھ کر مارے حیرت کے نارمل سائز سے دگنی ہو گئیں۔

"میں... میں..." وہ ایک لاکھ روپے دیکھ کر ہکلانے لگیں۔

"اب آپ کو ایک اور زحمت دوں گا حسینہ بیگم!"

"فف... فرمائیں..." حسینہ بیگم اس شخص کے لیے اب جہنم میں بھی چھلانگ لگا سکتی تھیں۔

"اس پتے پر چلی جائیں۔" اس شخص نے کاغذ کا ایک پرزہ دیتے ہوئے کہا۔ "یہاں آپ کی ملاقات ایف آئی اے کے افسر جمیل سے ہوگی، آپ کو ان سے ملنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ آپ نے مجھے جو کچھ بتایا ہے، وہ انہیں بھی من و عن بتا دیجیے گا اور پھر خوشی خوشی گھر چلی جائیے گا۔"

"اوہ... ضرور... اللہ قسم ضرور..." اتنے سے کام کے عوض اتنا خطیر معاوضہ ملنے پر حسینہ بیگم نے بے ساختہ طور سے اس غیر ملکی کے ہاتھ چوم لیے۔ اسے غیر ملکیوں سے نفرت تھی لیکن یہ غیر ملکی اسے کوئی پہنچا ہوا بزرگ نظر آ رہا تھا۔

حسینہ بیگم کو یہ علم نہیں تھا کہ ان کی ملاقات کسی غیر ملکی سے نہیں اپنے ہی ملک میں جنم لینے والے ایک دوغلی نسل کے قاتل ممدو سے ہوئی ہے، جس کا نام اس کے باپ نے محمود اور ماں نے مارٹن رکھا تھا اور پھر وہ اسے یتیم خانے میں چھوڑ کر اپنے اپنے نئے عاشقوں کے ساتھ فرار ہو گئے تھے۔ محمود یا مارٹن کا نام بدلتے بدلتے ممدو بن گیا اور ممدو نوجوانی میں گیارہ قتل کر کے دہشت اور موت کی علامت بن گیا۔ وہ کرائے کا قاتل تھا اور قتل کرنے کے لیے کوئی ہتھیار استعمال نہیں کرتا تھا۔ اس کی حکمت عملی یہ تھی کہ مقتول کے جسم پر بھی اس

کے فنگر پرنٹس نہ ملیں لہٰذا وہ مطلوبہ شخص پر مٹی کا تیل یا پٹرول چھڑک کر ماچس کی تیلی دکھا دیا کرتا تھا اور پھر اس تیلی کو بھی شعلوں میں پھینک دیتا تھا تاہم گزشتہ ایک سال سے اس نے کوئی قتل نہیں کیا تھا۔ اب وہ عزت کی زندگی گزارنا چاہتا تھا۔ اس کے تعلقات اب ایف آئی اے سے بھی استوار ہو چکے تھے اور ایف آئی اے کا مقامی سربراہ اس کا ایسا ہی احترام کرتا تھا جیسے کسی ساتھی کا کیا جاتا ہے۔

ممدو نے جمیل کے نمبر ملائے۔ اسے خطرہ تھا کہ ٹیلی فون کے نظام کی خرابی کے باعث کوئی بھی یہ گفتگو سن سکتا ہے لہٰذا اس نے محتاط رہنے کا فیصلہ کیا۔

"ٹھیک ہے دوست!" اس نے مانوس سی آواز پہچانتے ہی کہا۔ "تمہیں تمہارا مطلوبہ آدمی مل گیا ہے، اب میرا خیال رکھنا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم مطلوبہ آدمی کو تلاش کر چکے ہو؟" جمیل کی آواز پُرجوش تھی۔

"ہاں، ایک عورت تم سے ملنے کے لیے آ رہی ہے۔ اس کے مطابق اس نے ایسے نوجوان کو تلاش کر لیا ہے جس کا پیٹ اور حلق کٹا ہوا تھا۔ میری درخواست یہ ہے کہ خبر لے کر آنے والی میری [illegible] تم جانتے ہی ہو کہ میں قتل وغیرہ جیسے غلط کام سے ہاتھ کھینچ چکا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، اگر وہ مطلوبہ آدمی ہی ہے تو پھر میں بھی اپنا وعدہ پورا کروں گا لیکن میں تم سے ایک اور کام لینا چاہتا ہوں۔"

"وہ کیا؟" ممدو نے ایک طویل سانس لے کر پوچھا۔

"تم ٹونی سے واقف ہو؟"

"وہی جیب کترا؟"

"ہاں اور تم یقیناً سفاری پارک کے علاقے سے بھی واقف ہو گے؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"تب پھر ٹونی کو کسی نہ کسی طرح سفاری پارک کے عقب میں واقع زیر تعمیر بلڈنگ میں بھجوا دو، صبح چار بجے..."

"چار بجے... صبح...؟"

"ہاں، بولو... یہ کام کر سکتے ہو؟"

"لیکن ٹونی تو چھوٹے موٹے جرائم کرتا ہے دوست!"

"پھر بھی... اسے بھیج دو... میں اس سے چند باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے، وہ وقت پر وہاں پہنچ جائے گا۔" ممدو نے یقین دلایا تو ایف آئی اے کے سربراہ نے مسکراتے ہوئے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

ممدو بھی سوچ رہا تھا کہ آخر جمیل نے کیا چکر چلا رکھا ہے۔ اسے ایف آئی اے کے اس افسر کے بارے میں بخوبی علم تھا۔ یہ وہ واحد افسر تھا جس نے ایمانداری کو شعار بنا رکھا تھا لیکن اب یہ بات یقینی تھی کہ اس کے اصولوں میں نہ صرف لچک آ گئی ہے بلکہ وہ کسی دوسرے راستے پر بھی چل نکلا ہے۔ ممدو کو علم تھا کہ ایف آئی اے کے اس افسر نے اسے کتنی شدت سے ڈاکٹر شیلا کو تلاش کرنے کا حکم دیا تھا مگر اب محض چند روز قبل اس نے ممدو سے کہا تھا کہ وہ ڈاکٹر شیلا کو بھول جائے اور ایسے شخص کو تلاش کرے جس کا پیٹ اور حلق زخمی ہو۔ گزشتہ کئی دنوں میں ممدو تین افراد کو سفاری پارک کے عقب میں واقع زیر تعمیر عمارت میں بھیج چکا تھا اور اب تک ان لوگوں کا پتا نہیں چلا تھا کہ وہ اس عمارت سے کہاں چلے گئے۔

سوال یہ تھا کہ کیا ایف آئی اے کا اعلیٰ افسر بھی آدم خوروں کی صف میں شامل ہو گیا؟

"تشریف رکھیے!" جمیل نے حسینہ بیگم کے لیے اپنی سیاہ کار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔ اس نے حسینہ بیگم سے اپنے دفتر میں ملنا مناسب نہیں سمجھا تھا اور اسے کہیں اور لے جا رہا تھا۔ کار زیادہ دور نہیں تھا۔ حسینہ بیگم یہ سوچ کر فخر سے پھول گئیں کہ وہ اس کار میں بیٹھی رہی ہیں جس کو خود ایف آئی اے کا افسر ڈرائیو کر رہا ہے۔ وہ جانتی تھیں کہ جمیل کا تعلق اس علاقے سے ہے اور اس نے اسی شہر کے مضافاتی علاقے میں جنم لیا تھا۔

"اماں... ہم بیٹے کو ہرگز نہیں جانے دیں گے بلکہ..." جمیل نے حسینہ بیگم کی طرف دیکھ کر کہا اور جملہ جان بوجھ کر ادھورا چھوڑ دیا۔

"ارے بیٹے! جہاں لے جانا چاہتے ہو لے چلو۔" حسینہ بیگم نے بڑی محبت سے کہا۔ "تمہارے ساتھ تو میں خود کو انتہائی محفوظ سمجھ رہی ہوں، شکر ہے کہ ایف آئی اے میں مقامی لڑکے بھی ہیں۔ تم نہیں جانتے کہ غیر ملکیوں نے شہر میں کتنی گندگی پھیلا رکھی ہے، میرے اپنے ہی دو غیر ملکی یا غیر مقامی میرے گھر میں رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک بیٹی جتنے ولیے ہیں، میں نے ان سے منہ مانگا کرایہ وصول کیا ہے کیونکہ اگر یہ چین میں ہوتی تو وہ بوڑھا بھی مجھ سے منہ مانگا کرایہ وصول کرتا۔"

"درست..." جمیل نے فوراً کہا اور پھر حسینہ بیگم کو کریدنے لگا۔

اس نے جتنی گزشتہ کبھی نہیں کھایا تھا اور اس کے منہ میں بار بار پانی بھر کر آ رہا تھا۔ حسینہ بیگم نے اسے اپارٹمنٹ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا، کھڑکیاں کہاں کہاں ہیں، زخمی کا بیڈ کہاں لگا ہوا ہے اور اس کی عمارت کے گرد کون کون سی اور کیسی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عادتیں ہیں تو اسے ہمارے پڑوسی بہت شور مچاتے رہتے ہیں بیٹے!"
حسینہ بیگم نے بڑی نفرت سے کہا "کبھی ان کا کان بھی مروڑنے کے لیے آجانا۔"

"آپ فکر نہ کریں اماں۔" جمیل نے مسکرا کر کہا "میں انھیں سرزنش کردوں گا۔"

حسینہ بیگم کو ہیڈ کوارٹرز کے بجائے ایک پرانے گودام میں لے آیا جو دور ہی سے ویران نظر آرہا تھا۔ حسینہ بیگم ایک بار تو خوف زدہ ہوگئیں۔ انھوں نے جمیل کی طرف دیکھا جو اپنے ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔ وہ مسکرا کر رہ گئیں شاید اس افسر کو پیاس لگ رہی تھی۔

گودام میں اسے ایسے کئی افراد نظر آئے جو پولیس والے لگتے ہی نہیں تھے۔ وہ بھی حسینہ بیگم کو کن انکھیوں سے دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

گودام گھر میں عجیب سی بو رچی بسی ہوئی تھی۔ اس بو سے گھبرا کر انھوں نے جمیل کی طرف دیکھا وہ اب ان سے کئی گز دور ایک شخص سے محو گفتگو تھا۔ حسینہ بیگم کو اس شخص کا لباس دیکھ کر غصہ ہی نہیں بلکہ شرم بھی آنے لگی۔ اس عورت کے ساتھ یقیناً کوئی حادثہ ہوا تھا کیونکہ اس کے چہرے کے دائیں حصے پر پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

حسینہ بیگم ان لوگوں کی سرگوشیاں سننے کی کوشش کرتی رہی جو اس کے اردگرد منڈلا رہے تھے پھر وہ مسکرانے لگی کیونکہ وہ بیچ جیسے خوشگوار موضوع پر تبادلہ خیال کر رہے تھے۔

"جمیل بیچ کے لیے کیا لایا ہے یار؟" ان میں سے کسی نے پوچھا۔

"شاید مقامی جانور ہے۔"

"آہ... ممکن ہے کہ بیچ کل رات کے ڈنر سے کہیں زیادہ لذیذ ہو۔ مجھے انڈین تو وہ بالکل پسند نہیں آیا۔"

"کاش کبھی فرانسیسی خوراک مل جائے۔" ایک آدمی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"میں تو صرف بیٹے کا گوشت پسند کرتا ہوں۔" ایک آدمی نے منہ چلا کر کہا "ورنہ مجھے کبھی ہضم نہیں ہوتا لیکن بہرحال یہ قسمت کی بات ہے کسی کو بیٹے کا گوشت ملتا ہے اور کسی کو گردے یا رانوں کا گوشت۔"

حسینہ بیگم زیرِ لب مسکرانے لگیں۔ اسے بھی قصابوں سے یہی شکایت تھی کہ وہ کبھی پسند کا گوشت نہیں دیتے۔

اس نے ایک بار پھر جمیل کی طرف دیکھا جو بڑے احترام سے عورت کے سامنے سر خم کرکے اب حسینہ بیگم کی طرف ہی آ رہا تھا۔ اس کے آگے بڑھتے ہی دوسرے بھی حسینہ بیگم کے گرد اور... قریب آگئے حسینہ بیگم کو یقین تھا کہ یہ سب خفیہ فورس کے ایسے رکن ہیں جنھوں نے

اے حمید کے ایڈونچر قلم سے
شیوسینا کے دہشت گرد
چار جلدوں میں مکمل سیٹ = /700 روپے
ناشر: مکتبہ القریش
اردو بازار لاہور

اپنا حلیہ بدل رکھا ہے۔ ہر ایک نفیس لباس میں تھا سب کے جوتے چمک رہے تھے۔

جمیل نے حسینہ بیگم کے کندھے پر ہاتھ رکھا وہ مسکرایا حسینہ بیگم بھی مسکرانے لگیں پھر جمیل نے اپنا سر جھکا لیا.. اور اس بار حسینہ بیگم گھبرانے لگیں۔ وہ سوچ رہی تھیں کہ یہ لڑکا کیا کر رہا ہے؟ اسی لمحے حسینہ بیگم کو اس کا منہ اپنے گلے پر محسوس ہوا۔ وہ کانپنے لگیں اور پھر اچانک ہی انھیں اپنے سینے میں چبھن محسوس ہوئی۔ ان کے پیر کانپنے لگے اور پھر جمیل نے منہ بھر کر ان کا گوشت دانتوں کی مدد سے کھینچ لیا۔

وہ گر پڑیں۔

انھیں احساس تھا کہ ان کا گوشت ہڈیوں سے الگ ہو رہا ہے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ کسی اندھیری سرنگ میں ہیں۔ انھیں اس سرنگ میں اپنی ماں کی آواز سنائی دی، جو جلد واپس آنے کی ہدایت کر رہی تھی۔

وہ خواب دیکھ رہی تھیں۔ وہ دیکھ رہی تھیں کہ ان کا جسم ایک طرف پڑا ہے اور وہ دور کھڑی ہیں۔ ان کے جسم پر جمیل جھکا ہوا تھا اور اس کا چہرہ خون آلود تھا۔ دوسرے لوگ بھی ان کے جسم پر منہ مار مار کر انھیں بھنبھوڑ رہے تھے۔ ان کے منہ چل رہے تھے، باچھوں سے خون بہہ رہا تھا، یہ حسینہ بیگم کا خون تھا۔

اور اب وہ حسینہ بھی حسینہ بیگم کی طرف ہی آرہی تھی۔
حسینہ بیگم اپنی ماں سے ملنے کے لیے تیار ہی تھیں۔

"کیا وہاں بھی جمیل جیسے لوگ ہوں گے امی جان؟"
"نہیں میری بچی یہاں تو بہت اچھے لوگ ہیں۔"
"تب پھر میں بھی آ رہی ہوں۔" حسینہ بیگم نے اپنے خواب میں کہا۔

جب حسینہ بیگم کی ہڈیوں پر گوشت کا ایک بھی ریشہ نہیں رہا اور وہاں موجود لوگوں نے ہڈیاں تک چاٹ کر صاف کر دیں تو ہڈیوں کو ایک بوری میں بھر دیا گیا۔

اب جمیلہ اپنے لوگوں سے مخاطب تھی، جو اپنے خون آلود ہاتھ چاٹ رہے تھے۔

"جمی نے اس نوجوان کو تلاش کر لیا ہے، جو میرے بچے کا باپ بنے گا دوستو!"

"شاندار!" کسی نے چلا کر کہا۔

"میں ایسے بچے کی ماں بنوں گی، جو انسانوں کی موجودہ نسل سے کہیں زیادہ طاقت ور اور ذہین ہوگا اور پھر جلد ہی ہماری نئی نسل وجود میں آجائے گی۔ یہ نوجوان انسانوں کی موجودہ نسل میں سب سے بہترین ہے۔ میں تو اتنا کہوں گی کہ وہ ہم سے زیادہ طاقت ور ہے اور اگرچہ اسے تلاش کر لیا گیا ہے لیکن اسے پکڑنا بہت مشکل کام ہوگا۔"

"کام نکلنے کے بعد ہم اسے بھی کھا جائیں گے۔" ایک انشورنس کمپنی کے چیف اکاؤنٹنٹ نے اپنے ناخن چباتے ہوئے کہا۔

"ہاں یہ بھی ممکن ہے... لیکن میں پھر خبردار کر رہی ہوں کہ اسے پکڑنا بہت مشکل ہے۔"

"شاید وہ بھی انسان نہیں۔" جمیل نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے کہ وہ بھی اس تجربے کے سلسلے کی ایک کڑی ہو، جو آپ کر رہی ہیں اور وہ بھی کسی کی تخلیق ہو۔"

"نہیں!" شیلا نے سر ہلا کر کہا "میں جانتی ہوں کہ دنیا میں سائنس کہاں تک پہنچ گئی ہے۔ میں نے جو کچھ کیا ہے، وہ پہلے کبھی نہیں ہوا۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس پر یہ تجربہ کسی دوسرے ملک میں ہوا ہو اور وہ فرار ہو کر یہاں آگیا ہو۔"

"نہیں! یہ تجربہ صرف میں نے کیا ہے.. صرف میں نے..."

گودام میں ایک لمحے کے لیے اداسی چھا گئی۔ وہ سب خاموش ہوگئے۔ یقیناً وہ کچھ سوچ رہے تھے۔

"حضرات!" جمیل نے اچانک ہی کہا "میں نے آپ حضرات کے لیے ایک رنگین ڈنر کا اہتمام کیا ہے۔ صبح چار بجے سفاری پارک کے عقب والی عمارت میں ضیافت ہوگی۔"

"شاندار..." وہ سب اچانک ہی کھل کھلا کر ہنس پڑے

لیکن کچھ دیر بعد شیلا نے کہا کہ صبح کا یہ وقت اس انسان کو پکڑنے کے لیے مناسب ہوگا جس کو جمی نے تلاش کیا ہے۔

"مگر اس کے چینی ساتھی کا کیا ہوگا؟" اکاؤنٹنٹ نے کہا۔

پھر یہ مختصر سی بحث شروع ہوگئی کہ چینی کا تعلق کینیڈا سے ہے یا منگولیا سے... وہ سب اس پر بحث کرنے لگے کہ چین کے کس علاقے میں رہنے والوں کا گوشت کیسا ہوتا ہے۔

لیکن شیلا سوچ میں گم تھی۔ اس میں درندوں کے سے خوف کا احساس جنم لے رہا تھا۔ اس کی وحشیانہ حس بتا رہی تھی کہ نحیف سا بوڑھا بہت خطرناک ثابت ہوسکتا ہے۔ وہ جانتی تھی کہ نوجوان اتنا کمزور ہے کہ خود اپنا دفاع نہیں کرسکتا لیکن اسے یہ بھی احساس تھا کہ نوجوان کا ساتھی چینی بوڑھا ان کے منصوبے کو ناکام بنا سکتا ہے۔ شیلا کو معلوم تھا کہ بعض تاریخ ساز واقعات ایسے ہی نحیف و کمزور لوگوں کی تن تنہا کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ اسے یہ بھی معلوم تھا کہ جانور بہت طاقت ور ہوتے ہیں اور انسان بہت کمزور، تاہم یہ انسان ہی ہے جس نے شیروں اور گینڈوں کو پنجروں میں بند کرکے ان کی نمائش شروع کر رکھی ہے۔ انھی حقائق کے پیشِ نظر شیلا کو زرد اور نحیف بوڑھے سے خوف محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی کہ جمی جس آسانی سے نوجوان کو پکڑ لینے کا ذکر کر رہا ہے وہ محض غیر ضروری خود اعتمادی ہے، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

شیلا نوجوان کے ہاتھوں مرتے مرتے بچی تھی! اسے نوجوان کی قوت کا اندازہ تھا لیکن پھر بھی اسے نوجوان سے کم اور بوڑھے سے زیادہ خوف محسوس ہو رہا تھا۔

اسے حسینہ بیگم کا جملہ یاد آگیا "وہ کمزور بوڑھا اس نوجوان کو کسی بچے کی طرح کندھے سے لگا کر اوپر چڑھتا چلا گیا!"

شیلا کا دل خوف سے دھڑکنے لگا۔ اس کی حیوانی حسیں خطرے کی بو سونگھ رہی تھیں۔

اس نے آدم خور بننے کے بعد اب تک کوئی خواب نہیں دیکھا تھا لیکن اس رات نوجوان کو شکار کرنے کے لیے روانگی سے قبل چند گھنٹوں کی نیند میں اس نے خوفناک خواب دیکھا۔ اس نے خواب میں زوردار آوازیں سنیں! ایسا لگا جیسے سینکڑوں ڈھول پیٹے جا رہے ہوں۔ یہ آوازیں کبھی بہت دور سے اور کبھی انتہائی قریب سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ ایک تنگ گھاٹی میں دوڑ رہی تھی تاکہ ان آوازوں سے دور نکل سکے پھر اسے تنگ گھاٹی کے دہانے پر ایک ننھا سا شخص بلکہ بوڑھا نظر آیا جو پہلی ہی نظر میں قدآور لگا۔

لیکن وہ قدآور ثابت نہ ہوسکا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شا خواب میں ہی سمجھ گئی کہ یہی وہ شخص ہے جس کو آدم خوروں کے خلاف بھیجا گیا ہے۔

تب ہی اس نے عہد کیا کہ وہ کبھی کسی چینی کا گوشت نہیں کھائے گی۔ نیند سے بیدار ہونے پر بھی وہ دیر تک سہمی رہی تاہم آہستہ آہستہ اس کے اوسان بحال ہوئے تو اس نے انگڑائی لی اور سوچنے لگی کہ اس کے جانثار ساتھی ان دونوں میں سے کسی ایک کو افریقی نسل کے بیٹے بچا کر رکھ سکیں گے۔

◻

جینی بیگم کے اپارٹمنٹ میں اُوشان نے ٹائیگر کے ہاتھ مسلے اور سر ہلانے لگا۔ ان ہاتھوں میں اب حرارت واپس آ چکی تھی۔ باہر اندھیرا ہو چکا تھا اور گزشتہ تین راتوں سے ٹائیگر، اُوشان کو کسی خاص مقصد کے لیے تیاریاں کرتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"اپنے زخموں کو بار بار مت دیکھو۔" اس نے ٹائیگر کو تیسری مرتبہ نصیحت کی۔

"پھر کیا دیکھوں؟" ٹائیگر منمنا کر بولا۔ "اتنے شدید زخم ہیں کہ بعض اوقات درد سے تڑپ کر رہ جاتا ہوں۔"

"یہ زخم نہیں محض خراشیں ہیں اور ان میں درد اس لیے ہو رہا ہے کہ خراشیں ابھی بھر رہی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اُوشان نے ایک بار پھر اس کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ "درد زندگی کی علامت ہے اور بے حسی موت کی...!"

"میری بری حالت ہے نٹل فادر!"

"شرمناک... مایوس کن...!" اُوشان نے منہ بنا کر سر ہلاتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر اس کا مطلب جانتا تھا اور مطلب یہ تھا کہ ساتھو سے تعلق رکھنے والے شخص کا اس طرح زخمی ہو جانا کتنا مایوس کن اور شرمناک ہے۔

اُوشان طنزیہ انداز میں بہت کچھ کہتا رہا اور ٹائیگر بار بار یہی پوچھتا رہا کہ اگر اس نے اُوشان کو اتنا ہی مایوس... کیا ہے تو پھر وہ دن رات بیجا اس کی پٹی سے لگا تیمارداری کیوں کرتا ہے؟ اس کا علاج کیوں کر رہا ہے؟

"اس لیے...!" اُوشان نے ایک طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں۔ "اس لیے کہ تم ایک بار پھر کسی نتھنے کے ہاتھوں زخمی ہو کر مجھے شرمسار کرو۔ کیا تمہیں احساس نہیں کہ تم نے خود کو تقریباً ہلاک کر لیا تھا۔ ہم نے گزشتہ پونے نو سو سالوں میں ایک بھی ماسٹر اس طرح نہیں گنوایا تھا۔ تمہیں احساس ہی نہیں کہ تمہارے زخمی ہوتے سے میری ماں کس طرح متاثر ہوئی ہے۔"

ٹائیگر نے اسے یہ بتانا چاہا کہ مقابلہ ایک نئی قسم کی آدم خور سے تھا مگر اُوشان نے اس کی بات نہ سنی۔

"نہیں! تم خود کو کسی دوسرے انداز سے ہلاک کرو گے اور ایسا کیوں کرو گے؟ میں بتاتا ہوں کہ...!"

"لیکن نٹل فادر...!"

"خاموش!" اُوشان کا استخوانی ہاتھ اس کے سینے پر جم گیا۔ اس ہاتھ کے لمس میں عجیب سا جادو تھا۔ ٹائیگر کا سینہ اچانک ہی جلن اور درد سے بے نیاز ہو گیا۔ "تم خود کو اس لیے ہلاک کرو گے کہ تمہیں میرے انکسار اور میرے عاجزانہ انداز سے کوئی خوف محسوس نہیں ہوتا۔ میں نے تمہارے کہنے پر پیٹر یفیوجی واپس کر دیا اور تم یہ سمجھے کہ کسی سزا کے خوف کے بغیر خود کو ہلاک کر سکتے ہو۔ میں پوچھتا نہیں ہوں گا۔ حرمت میرے آڑے آ جانے کی۔ تم یہ بھی فراموش کر گئے کہ تمہارے مرنے کی صورت میں ساتھو کی تاریخ مجھ کو تمہارے پر لعن طعن کرے گی کہ ماسٹر اُوشان نے اپنے ایک شاگرد کو اس طرح مرنے دیا۔"

انکا، اقابلہ، سونا گھاٹ کا پجاری
اور غلام روحیں
کے بعد انوار صدیقی کا ایک
اور شہکار ناول
برہمچاری
قیمت =/150 روپے
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

"میں اب تک انتہائی نفیس، باعزت اور منکسر المزاج ثابت ہوا ہوں شہزادے...!" اُوشان نے شاکی لہجے میں کہا۔ "میں نے اخلاق اور شائستگی سے کبھی گریز نہیں کیا لیکن اس کے جواب میں مجھے کیا ملا؟ بے پروائی! ایسے شخص کی طرف سے بے پروائی جس کو میں نے خود تربیت دی۔" یہ کہتے ہوئے اُوشان نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔ ٹائیگر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا۔ اسے علم تھا کہ اُوشان آج پہلی بار ایسی کڑوی کسیلی باتیں کر رہا ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ٹائیگر خطرے سے باہر نکل آیا ہے۔ اسے یاد تھا کہ نیم بے ہوشی کی حالت میں اُوشان اسے کس طرح سنبھالتا تھا۔ اس کے کانوں میں سرگوشیاں کرتا تھا۔ جڑی بوٹیوں سے عرق کشید کرنے کے ساتھ ساتھ ہر وقت اس کی طرف دیکھتا رہتا تھا اور اس کی تکلیف کی کراہٹیں سن کر اس کے چہرے پر کرب عود کر آتا تھا۔ اُوشان نے گزشتہ کئی راتیں اس کی پٹی سے لگ کر جاگتے ہوئے گزاری تھیں۔ اس نے ٹائیگر کا بہترین علاج کیا تھا۔ وہ بہترین قاتل ہونے کے ساتھ ساتھ بہترین مسیحا بھی تھا۔

اُوشان جانتا تھا کہ اس نے طب ساتھو کے قدیم فلسفے پر عمل کرتے ہوئے ٹائیگر کا علاج کامیابی سے کیا ہے۔ علاج کے دوران ٹائیگر کی قوت ارادی بھی معاون ثابت ہوئی تھی۔ اب وہ خطرے سے باہر تھا مگر خطرہ اب بھی موجود تھا۔ اُوشان کو اس کی بو آ رہی تھی۔ یہ رات کی آمد کا خطرہ تھا اور ٹائیگر کو اس بات پر حیرت تھی کہ آج رات اُوشان کس قسم کی تیاریاں کر رہا ہے۔

ٹونی کو اس وجہ سے زندگی مل گئی کہ شیلا اور اس کے آدم خور ساتھی نوجوان کو اغوا کرنے کے لیے مقررہ وقت پر اپارٹمنٹ کی طرف چلے گئے تھے۔ انھوں نے سفاری پارک کا رخ نہیں کیا تھا۔

رات ابھی تاریک تھی۔ پورے محلے میں سناٹا تھا اور شیلا اپنے ساتھیوں سمیت کسی آہٹ یا قدموں کی چاپ پیدا کیے بغیر جینی بیگم کی اس عمارت کے قریب پہنچ چکی تھی جس کے ایک اپارٹمنٹ میں مقصود یعنی ٹائیگر مقیم تھا۔

وہ سب بلی کی طرح دبے قدموں شکار کرنے کے لیے دائرے کی شکل میں آگے بڑھ رہے تھے اور اب وہ عمارت کے اس زینے پر تھے جو اپارٹمنٹ کی طرف جاتا تھا۔

ادھر اپارٹمنٹ میں ٹائیگر، اُوشان کی طرف حیرت سے دیکھ رہا تھا جس کے چہرے پر اس وقت سنجیدگی تھی اور جو مراقبے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اُوشان نے تین چاقو ستلی سے باندھ کر اس طرح ٹوٹی ہوئی کھڑکیوں کے ستونوں سے باندھے تھے کہ ڈوری کھینچتے ہی وہ تیر کی طرح نکل سکتے تھے۔ اُوشان نے کچن سے کالی مرچوں کے سفوف کی بڑی ڈبیا نکال کر اسے اپارٹمنٹ کے دروازے پر خالی کر دیا۔

"یہ سب کیا ہے نٹل فادر؟" ٹائیگر نے تکیے میں منہ دیتے ہوئے کہا۔ "اگر کوئی خطرہ ہے تو پھر اتنے انتظامات کرنے کی کیا ضرورت ہے، بھاگ چلیں۔"

"اگر ہم بھاگے تو پھر ان کے سامنے بلکہ ان کی زد میں ہی ہوں گے فرزند!" اُوشان نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ "میں چاہتا ہوں کہ پہلا حملہ وہ کریں تاکہ ہمیں ان کے رخ کا علم ہو سکے۔ اس کے بعد ہم مخالف سمت میں فرار ہو سکتے ہیں۔"

"فرار...!" ٹائیگر نے ایک طویل سانس لی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اس نے اُوشان کو فرار پر آمادہ پایا تھا اور یہ انتہائی انہونی بات تھی مگر وہ جانتا تھا کہ اُوشان کی موجودہ کیفیت کا سبب وہ خود ہے۔

"نٹل فادر!" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ "ایک ایسے ناتواں کے لیے آپ اتنی زحمت کیوں اٹھا رہے ہیں جو آپ کے لیے خفت کا باعث بن چکا ہے۔"

"چپ رہو!" اُوشان نے اسے ڈانٹ دیا۔ "سنو!" یہ کہتے ہوئے وہ سیدھا کرسی پر بیٹھ گیا جو ٹائیگر کے بستر کے قریب رکھی ہوئی تھی۔ "وہ اب باہر پہنچ چکے ہیں۔ کیا تمہیں ان کی آوازیں نہیں آ رہی ہیں؟"

ٹائیگر نے مایوسی سے گردن ہلا دی۔

"آہ...!" اُوشان نے بڑی مایوسی سے کہا۔ "تم تندرست ہونے میں بہت وقت لے رہے ہو بیٹے... تم نے اپنی صلاحیتیں ضائع کرنے میں صرف ایک منٹ ہی لگایا ہے۔ وہ باہر موجود ہیں۔ ایک گھنٹے سے منڈلا رہے ہیں اور جلد ہی حملہ کرنے والے ہیں۔"

پھر اُوشان نے انگشت شہادت ٹائیگر کے حلق پر رکھ دی۔ ڈاکٹر اسے ٹیمپریچر لینا کہتے تھے جبکہ اُوشان اسے زندگی کی آواز سننا کہتا تھا۔ وہ سر ہلانے لگا۔ "ہم ان کا یہیں انتظار کریں گے شہزادے!" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ ٹائیگر کو اس وقت بھی بخار تھا۔

ٹائیگر نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اُوشان کیا کر رہا ہے۔ وہ اگر فرار ہونا چاہتا تو باآسانی نکل سکتا تھا لیکن شاید اسے خوف تھا کہ اس کوشش میں وہ آمنے سامنے ٹکرا جائیں گے اور ٹائیگر اس کے لیے بوجھ بن جائے گا۔ اسی لیے وہ اس وقت یہاں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ٹائیگر اپنی صلاحیتیں کھو چکا ہے۔ وہ کسی سے لڑ نہیں سکتا۔ اس وقت اس نے صرف یہ کوشش کی تھی کہ پہلے حملہ آوروں کو الجھا دیا جائے اور پھر ٹائیگر کو لے کر کسی اور راستے سے نکال لے جائے... فن ساتھو کا محور بھی یہی تھا کہ یہ جنگ ہی تو ساتھو

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی اصولوں کے تحت لڑی جاتی تھی۔ یہ جنگ بذاتِ خود اعلیٰ ترین فن قرار دی جاتی تھی۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ جنگ لڑنے والے کے ذہن پر کوئی بوجھ نہ ہو لیکن اُوشان کے ذہن ہی نہیں بلکہ دل پر بھی زخمی اور کمزور ٹائیگر کا بوجھ تھا۔ جنگ کی صورت میں ٹائیگر اُوشان کا ساتھ دینے کی پوزیشن ہی میں نہیں تھا۔

معاً ہی ٹائیگر کو سگریٹ کی طلب محسوس ہونے لگی۔ اس طلب کی وجہ سے وہ کسمسا کر رہ گیا۔ دس سال سے اس نے سگریٹ کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا مگر اس وقت وہ بے قرار ہو رہا تھا۔ اس نے سر جھٹکا اور اُوشان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔ بوڑھے آمالیق نے اسے غور سے دیکھا۔

"شکریہ ہولی فادر!" ٹائیگر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

شاؤلن کے عظیم ماسٹر اور اس کے عظیم شاگرد کے درمیان اظہارِ محبت کے لیے اس سے زیادہ الفاظ کی ضرورت نہیں تھی۔

"ڈرو مت میرے بیٹے!" اُوشان نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "قدیم کہانی کہتی ہے، راتوں کو گھومنے والے یہ آدم خور شیر جلد ہی اس حقیقت کو پالیں گے کہ وہ ہمیں شکار کرنے کے لیے نہیں آئے تھے۔"

"قدیم کہانی!" ٹائیگر چونک پڑا۔ "مجھے کہانی سناؤ۔"

"پھر کسی وقت سناؤں گا۔" اُوشان نے اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا مگر اس وقت اس کا لہجہ بڑا عجیب سا تھا۔ "اب خاموش رہنا، وہ قریب آ رہے ہیں۔"

❀

نیچے ڈاکٹر شیلا فن برگ بی اے، ایم ایس، پی ایچ ڈی نے اپنے کان میں کھجلی محسوس کی تو دیوار سے کان لگانے لگی اور پھر سرگوشیوں میں آخری ہدایات دیں۔

"نوجوان کو اخروٹش نسل کے لیے بچا کر رکھنا ہے۔" اس کی آواز انسانی نہیں تھی۔ "بوڑھے کو کسی بہانے مت کھا لینا کیونکہ اگر یہاں اس کا ڈھانچہ ملا تو نئے مسائل جنم لے سکتے ہیں۔ حالات کچھ بھی ہوں، مجھے نوجوان زندہ و سلامت چاہیے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے ایک آدمی کو اشارہ کیا جو ہاتھ پیروں پر کسی چوپائے کی مانند کھڑا ہوا تھا اور وہ آدمی کسی شیر کی طرح چھلانگ لگا کر اس طرف چلا گیا جہاں اسے پہلے ہی کھڑے ہونے کی ہدایت دی جا چکی تھی۔ فرار کا یہ راستہ بھی مسدود کر دیا گیا۔

باقی چھ ہوا سونگھتے ہوئے زینے کی طرف بڑھنے لگے۔ انہیں کسی ہدایت کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ محض بو کی سمت بڑھ رہے تھے۔

وہ عقبی زینے پر پہنچے اور انہوں نے فرار کا یہ راستہ بھی بند کر دیا۔ اب شیلا ایک اور عورت کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ مار کر تالا توڑا اور دونوں اندر داخل ہو گئیں۔ اپارٹمنٹ کے دروازے تک پہنچنے میں اب صرف دو سیڑھیاں حائل تھیں۔

❀

اپارٹمنٹ کے اندر اُوشان نے ٹائیگر کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا تاکہ اس کی سانس کی آواز نہ نکل سکے۔ چند لمحوں تک وہ غور سے کچھ سنتا رہا پھر بولا۔ "وہ چھ ہیں۔ اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ ہمیں یہاں سے جلد از جلد نکلنے کے لیے تیار رہنا ہے۔"

ٹائیگر کھڑا ہوا مگر اسی لمحے اس کے سر میں شدید دھمک ہونے لگی۔ پھر درد نے حلق اور پیٹ کو بھی دبوچ لیا۔ اسے ایسا لگا جیسے شیلا کے لگائے ہوئے زخموں پر صرف مہین سی جلد آئی ہو اور زخم تازہ ہوں۔ وہ ایک لمحے تک ڈگمگایا۔ پھر اس نے پرانی تربیت کے مطابق گہرے گہرے سانس لینے کی کوشش کی اور اُوشان نے بڑی نرمی سے اسے کھڑکی کے قریب والے کونے میں دھکیل دیا۔

اُوشان نے بڑی تیزی سے تین بڑی موم بتیاں روشن کر کے فرش کے وسط میں رکھیں اور پھر لائٹ آف کر دی۔

"یہ کیا کر رہے ہو؟" ٹائیگر پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔

"شش...!" اُوشان نے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ انتظار کرنے لگے... مگر انہیں زیادہ دیر تک انتظار نہیں کرنا پڑا۔

مسز مرادجی بلنگھم... ویڈ کراس کی مقامی صدر نے طویل سانس لی۔ اس کے نتھنے پھڑکنے لگے۔ اس کی عمر چالیس سال تھی۔ گزشتہ دس برسوں میں وہ ہمیشہ اپنے شوہر کی آوارہ گردی پر شاکی رہتی تھی۔ اسے آنکھوں کے گرد حلقوں اور گردن پر سلوٹوں کی بھی فکر تھی لیکن اب وہ نوجوان حسینہ لگ رہی تھی۔ اب اسے اپنے شوہر کی بھی پروا نہ تھی اور اس نے تہیہ کر رکھا تھا کہ اگر اس کے شوہر نے دوبارہ اسے دھوکا دیا تو وہ اپنے ہی گھر پر دوستوں کی ضیافت کرے گی۔

سب سے پہلے کمرے میں وہی داخل ہوئی۔ اس کے حلق سے غراہٹ نکل رہی تھی مگر جونہی اُوشان نے کسی کو جھٹکا دیا، چاقو کسی تیر کی طرح نکلا اور مسز مرادجی کے سینے میں پیوست ہو کر دل میں گھس گیا۔

اس کی وحشیانہ اور درد بھری غراہٹ سن کر دروازے اور عقبی کھڑکی پر موجود آدم خور زور زور سے غرانے لگے اور اس کے

بعد دروازے پر کوئی چھینکنے بھی لگا۔ کالی مرچیں اپنا کام کر رہی تھیں۔

اُوشان نے ہاتھ بڑھا کر ٹائیگر کی پشت تھپتھپائی۔ اسے باقی درندوں کی پوزیشن بھی معلوم ہو گئی تھی۔

اسی لمحے ٹوٹی ہوئی کھڑکی میں ایک ہیولا نظر آیا اور اسی ایک پل میں اُوشان کا استخوانی ہاتھ کھڑکی کی سمت لپکا۔ اس ہاتھ کی طاقتور اور تاقی انگلیوں نے ہیولے کا ٹینٹوا پکڑ کر اس طرح دبایا جیسے کوئی شریر بچہ پاپڑ توڑ رہا ہو۔ ساتھ ہی اس نے ہاتھ کو جھٹکا دیا تو ایک عورت دھپ سے کھڑکی کے راستے کمرے میں گر گئی۔ وہ کسی بلی کی طرح چاروں ہاتھ پیروں پر گری تھی۔ اس نے جھٹ کر اُوشان اور پھر ٹائیگر کی طرف دیکھا لیکن شاید اسی لمحے اسے یہ احساس ہوا کہ اس کا گلا کئی جگہ سے کٹا ہوا ہے لہٰذا وہ غرا کر گری اور جلتی ہوئی موم بتیوں تک لڑھکتی ہوئی چلی گئی۔ ان میں سے دو موم بتیاں اس کی ٹکر سے گر گئیں۔ گرم گرم موم قریب پڑے ہوئے اخبار پر گرا... اور جونہی موم بتیوں کا شعلہ اخبار پر گرا، اس نے آگ پکڑ لی۔ جلد ہی فرش پر ننھے ننھے شعلے رقص کرنے لگے اور اُوشان نے وقت ضائع کیے بغیر ٹائیگر کو کھلی کھڑکی کی طرف دھکیل دیا۔ "اوپر چڑھو!"

اس کا لہجہ بہت عجیب تھا... پھر چند لمحوں بعد ہی ٹائیگر چھت پر جانے والی سیڑھی پر چڑھ رہا تھا جبکہ اُوشان ٹائیگر کو کھلی کھڑکی سے دیکھنے کے علاوہ دروازے کا خیال بھی رکھ رہا تھا۔ اس کا اندازہ سو فیصد درست ثابت ہوا۔ شیلا نے دروازہ توڑ دیا اور وہ کسی خونخوار شیرنی کی طرح اچھل کر کمرے میں آ گئی۔ اس کے ساتھ ہی مزید دو آدم خور کمرے میں دندناتے ہوئے گھس آئے۔ ان کے چہرے غصے کی وجہ سے بگڑے ہوئے تھے۔ ان کے دانت چمک رہے تھے اور شعلوں کی وجہ سے ان کے چہروں پر بھیانک تاثر ابھر رہا تھا۔

آگ اب پھیل رہی تھی۔ اس نے تیل میں بھیگے ہوئے اس سوت کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا جو اُوشان نے خاص طور سے یہاں رکھا تھا۔ بیڈ کے قریب والا پردہ بھی آگ کی لپیٹ میں آ گیا اور کمرے میں آتش بازی کا سا منظر پیدا ہو گیا۔

اب وہ چاروں آدم خور آگ سے قدرے دور ہٹ کر کھڑے ہوئے تھے۔ ان کی آنکھوں سے غصہ جھلک رہا تھا۔ ان کی رال ٹپک رہی تھی۔ ان کی نظریں کبھی اپنی ساتھی کی لاش پر پڑتی تھیں اور کبھی استخوانی بوڑھے پر... وہ اس بوڑھے کی تکا بوٹی کر دینا چاہتے تھے لیکن انہیں ان ننھے ننھے شعلوں سے ڈر لگ رہا تھا جو ان کے سامنے رقص کر رہے تھے۔

اُوشان نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر زقند بھری، کھڑکی پر پہنچا اور پھر ٹائیگر کے پیچھے لپک گیا۔ اس نے زینے پر پہنچنے کے بعد پلٹ کر دیکھا۔ اب شاید ٹائیگر کا بیڈ بھی جلنے لگا تھا کیونکہ شعلے اونچے ہو رہے تھے۔

ٹائیگر کو بھی کسی کے غرانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ اس نے پلٹ کر اُوشان کی طرف دیکھا۔ "چلتے رہو، وہ ہمارا تعاقب نہیں کر سکتے۔ ہم اس عمارت کی چھت سے دوسری عمارت کی چھت پر جائیں گے اور پھر نیچے اتر کر اپنی راہ لیں گے۔" پھر معاً ہی اُوشان کو ایک نئے خدشے نے گھیر لیا۔ "کیا تم چل سکتے ہو میرے بچے؟"

"میری رہنمائی کرو ہولی فادر!" ٹائیگر بڑی بے بسی سے بولا۔ اتنی نقاہت اور کمزوری اس نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اس کی ٹانگیں زینہ چڑھنے کی وجہ سے کانپ رہی تھیں۔ اس کے بازو بلکہ شانے تھکاوٹ کی وجہ سے دکھ رہے تھے اور ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے پیٹ پر کوئی مسلسل گھونسے مار رہا ہو۔ وہ صرف یہ دعا کر رہا تھا کہ دونوں چھتوں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ ہو کیونکہ اسے احساس تھا کہ اگر یہ فاصلہ ایک گز سے بھی زیادہ ہوا تو وہ دوسری چھت پر نہیں پہنچ سکے گا۔

لیکن فاصلہ محض ایک ہی قدم کا تھا اور پہلے اُوشان ہی نے دوسری چھت پر قدم رکھا۔ اس نے ٹائیگر کو سہارا دینے کے لیے ہاتھ بڑھایا مگر پھر فوراً کھینچ لیا۔ اس کے چہرے پر اس وقت سنگین تاثرات تھے اور اس کی نظریں ٹائیگر کے عقب میں اندھیرے پر جمی ہوئی تھیں۔ ٹائیگر نے بھی پلٹ کر دیکھا اور وہ بھی چاندنی میں اس شخص کو دیکھ چکا تھا۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں کانچ کی گولیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ یہ آنکھیں دور سے دو روشن نقطے ہی نظر آ رہی تھیں۔

اُوشان فوراً ٹائیگر کے قریب پہنچ گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ اب ہل رہے تھے۔

روشن نقطے اپنی جگہ سے ہلنے لگے، بلند ہوئے۔ وہ اب چھت پر انسانوں کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ اس کے حلق سے فاتحانہ غراہٹ نکل رہی تھی۔ شاید وہ ہنس رہا تھا۔ اس کی آنکھیں ان دونوں پر مرکوز تھیں۔

وہ محکمہ سراغ رسانی کا اعلیٰ افسر جمیل تھا۔

"تم کو کیا کہ میرا پیٹ بھی تمہیں بھرے گا، بوڑھے!" اس نے غرانے والے انداز میں کہا۔ وہ آہستہ آہستہ اس طرح آگے بڑھ رہا تھا جیسے شیر بلی کے سے انداز میں زقند مار کر اُوشان کو چھاپ لینے کا ارادہ رکھتا ہو۔ اس کے قدموں کی آہٹ تک پیدا نہیں ہو رہی تھی۔

اُوشان اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں لیکن اس نے دونوں ہاتھ اس طرح بلند کر لیے جیسے وہ ٹائیگر کے لیے ڈھال بن رہا ہو۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نہ تو انسان ہو نہ ہی درندے۔" اوشان نے سر ہلاتے ہوئے لہجے میں کہا "تم دوغلی نسل کے گیدڑوں سے نہیں ہو تاہم تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دوں۔"

"میں صرف ہڈیاں چبھوڑنے کا عادی ہوں۔" جمیل نے جواب دیا اور قہقہہ لگانے کے لیے منہ کھول دیا ساتھ ہی اس نے زقند بھری۔ درندوں کی طرح اسے بھی علم تھا کہ اس کا شکار بچنے کے لیے ایک طرف ہو گا۔ اس طرح اسے کھلا راستہ مل جائے گا اور وہ نوجوان کو دبوچ لے گا۔

لیکن اس کے بالمقابل اوشان تھا۔

وہ اپنی جگہ سے اس بار بھی نہیں ہٹا حتیٰ کہ جمیل اس کے سر پر پہنچ گیا پھر اوشان کے دونوں ہاتھ بجلی کے دو پانوں کی طرح حرکت میں آ گئے۔ ان کی حرکت بظاہر سست تھی لیکن وہ جمیل کا ایک بازو توڑ گئے۔ جمیل زور سے چلایا اور لمحہ بھر کے لیے گر گیا تاہم اس میں درندوں والی صفت موجود تھی جو زخمی ہونے کے بعد زیادہ خطرناک ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ تڑپ کر اٹھا۔ اس بار اس نے اپنے دوسرے ہاتھ سے اوشان کا گلا پکڑنے کی کوشش کی۔ وہ گردن پکڑ کر خون پینا چاہتا تھا۔

اسی لمحے ٹائیگر نے اپنے عقب میں آگ کے شعلوں کی آواز سنی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ ایک روشندان سے آگ کے شعلے نکلتے ہوئے دکھائی دے رہے تھے۔

اب جمیل، اوشان پر تقریباً چھا رہا تھا۔ اس کی انگلیاں پنجوں کی طرح مڑی ہوئی تھیں۔ ایک لمحے کو ایسا لگا جیسے وہ اوشان پر چھا گیا ہو لیکن پھر ٹائیگر نے ہڈیاں چٹخنے کی آواز سنی وہ سمجھ گیا کہ جمیل اپنی ہی ہڈیاں تڑوا بیٹھا ہے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا جمیل اپنے ہی زور میں اوشان کی کمر پر سوار ہو گیا تھا پھر جیسے ہی اوشان نے اپنی کمر سیدھی کر لی تھی اور جمیل کمر سے پھسل کر تقریباً ہوا میں تیرتا ہوا ٹائیگر کے بہت قریب سے گزر کر نیچے گھپ اندھیرے خلا میں گر رہا تھا۔

ٹائیگر کو ٹھیک کر دیکھنے کی بھی مہلت نہیں ملی کیونکہ اوشان نے اسے گود میں بھر کر دوسری چھت پر چھلانگ لگا دی تھی۔

اب وہ ٹائیگر کو سہارا دے کر دوسری عمارت کے زینے سے اتر رہا تھا اور فضا میں سائرن کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی۔ یہ آواز اسی وقت معدوم ہوئی جب وہ ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر مخالف سمت میں روانہ ہوئے۔ ٹائیگر نے پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس کا سر اس معمولی سی مشقت ہی سے چکرانے لگا تھا تاہم وہ محسوس کر رہا تھا کہ اوشان بار بار پلٹ کر پچھلی کھڑکی سے سڑک کا جائزہ لے رہا ہے شاید اسے اب بھی یہ خدشہ تھا کہ آدم خور ٹیکسی کا پیچھا کر رہے ہیں۔

کچھ دیر بعد اوشان، ٹائیگر کو سہارا دے کر ایک ہوٹل کے کمرے میں آرام دہ بستر پر لٹا رہا تھا "آرام سے لیٹو۔ سب سے پہلے خطرہ گزر گیا ہے۔" اس نے پُرشفقت لہجے میں ٹائیگر سے کہا۔

"ہاں... لیکن وہ اتنے خطرناک تو نہیں لگ رہے تھے ٹل فادر!" ٹائیگر نے پژمردہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ اس وقت اسے رہ رہ کر یہ خیال آ رہا تھا کہ وہ ناکارہ ہو چکا ہے "تم نے انہیں بڑی آسانی سے شکست دے دی۔"

"وہ...!" اوشان نے سر ہلاتے ہوئے کہا "وہ آدم خور تھے لیکن ابھی تک مکمل آدم خور شیر نہیں بن سکے تھے۔ وہ ابھی آدم خور بچے ہیں لیکن جب بڑے ہوں گے تو پھر ہمارے لیے اصل خطرہ بننے لگا تاہم ہمیں ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہوگی کیونکہ اس وقت ہم یہاں نہیں ہوں گے۔"

"ہم کہاں ہوں گے ٹل فادر؟"

"یہاں نہیں ہوں گے۔" اوشان نے اپنا جملہ اس طرح دہرایا جیسے یہی جملہ وضاحت ہو۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا۔"

"وقت آ گیا ہے کہ ہم رخت سفر باندھ لیں۔ ہم انسانیت کی بہت خدمت کر چکے ہیں۔ اب ہمیں اپنی فکر کرنی ہوگی۔" اوشان کا لہجہ بہت عجیب سا تھا۔

"لیکن... ٹل فادر... اگر یہ آدم خور انسانیت کے لیے خطرہ بن سکتے ہیں تو پھر ان کا فوری خاتمہ ہی ہمارا فرض ہے اگر ہم یہ کام نہ کر سکے تو پھر شاید دنیا کا وہ دور افتادہ علاقہ بھی ان سے محفوظ نہیں رہے گا جہاں ہم ہوں گے۔"

"اس وقت میں کسی دلیل سے قائل نہیں ہو سکتا۔" اوشان نے ٹھوس لہجے میں کہا "ہمیں یہاں سے جانا ہے... ہر قیمت پر... ہر صورت میں...!"

"شاید تمہیں کوئی قدیم ضرب المثل یاد آ رہی ہے۔" ٹائیگر نے مسکرانے کی کوشش کی۔

"اب تم آرام کرو۔" اوشان نے حیرت انگیز طور پر اپنے من پسند موضوع سے گریز کرتے ہوئے کہا۔

"میں قدیم ضرب المثل ضرور سنوں گا ٹل فادر۔" ٹائیگر بھی اپنی طبیعت کے برخلاف اصرار کرنے لگا۔

"مگر کیوں؟" اوشان اسے گھورنے لگا "میں جب تمہیں خود کہانیاں اور واقعات سناتا تھا تو تم اکتا جاتے تھے اور اب جبکہ میرے پاس کوئی خاص ضرب المثل یا کہانی نہیں تو تم اصرار کر رہے ہو۔ کسی احمقانہ کہانی کے بارے میں احمقانہ سوالات کیے جا رہے ہو۔"

"میں ضرب المثل یا کہانی... یا جو کچھ بھی تمہارے ذہن میں ہے، وہ سننا چاہتا ہوں۔" ٹائیگر نے نقاہت کے باوجود اونچے لہجے میں کہا۔

"جیسی تمہاری مرضی...!" اوشان نے ہار مانتے ہوئے کہا "لیکن تم جانتے ہی ہو کہ پرانی کہاوتیں پرانے نقشوں کی طرح ہوتی ہیں اور پرانے نقشوں پر کوئی اعتماد نہیں کر سکتا کیونکہ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نقشے بھی بدلتے رہتے ہیں۔"

"لیکن سناتھو کی کہاوتیں ہمیشہ رہنمائی کرتی رہتی ہیں ٹل فادر!" ٹائیگر نے وہی کہا جس پر اسے پہلے کبھی یقین نہیں تھا۔

"آہ...!" اوشان کے چہرے پر ایک لمحے کے لیے تاسف کا تاثر ابھرا اور پھر معدوم ہو گیا "یہ... کہاوت ہماری آخری اور اہم ترین کہاوتوں میں سے ایک ہے اور اس کا تعلق عام آدمیوں سے ہے۔"

"تب پھر یہ میرے بارے میں ہو گی۔"

"ہاں...!" اوشان کی آنکھیں چمکنے لگیں "بعض اوقات تم ذرا سا اشارہ بھی سمجھ جاتے ہو اور میں حیرت زدہ رہ جاتا ہوں، میرے بچے...!"

"کہاوت سناؤ۔"

"سنو!" اور پھر اوشان اپنی قدیم زبان میں کچھ کہنے لگا مگر ٹائیگر نے اسے روک دیا۔

"اردو میں!" اس نے درخواست کی۔

"قدیم سناتھو کی قدیم کہاوت کسی دوسری زبان میں اپنا حسن کھو بیٹھتی ہے۔"

"لیکن میں قدیم سناتھو کی زبان کے بیشتر الفاظ سے واقف نہیں۔"

"جیسی تمہاری مرضی۔" آج اوشان اس کی ہر بات مان رہا تھا "اور میں تمہاری خواہش اس لیے پوری کر رہا ہوں کہ تم قدیم سناتھو کی قدیم ترین داستان کے کردار ہو۔"

"قدیم داستان میں میرا ذکر ہرگز نہیں ہو سکتا۔" ٹائیگر نے دھیرے سے کہا۔

"سنو، میری بات غور سے سنو! اس کہاوت اور کہانی میں ہر بات احمقانہ ہے اور اس کو سننے یا سنانے سے کچھ حاصل نہیں ہو گا۔" اوشان پھر ہچکچانے لگا۔

"پھر بھی... سنا ہی دو۔"

"اچھا... تب پھر خاموش رہنا، بیچ میں لقمہ نہ دینا۔" اوشان نے طویل سانس لے کر کہا "تم قدیم داستان کے مطابق ظالموں کے لیے موت کا پیغام ہو۔"

"میں تسلیم کر لیتا ہوں۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔ اس پر اوشان نے اسے ایسی نظروں سے دیکھا کہ ٹائیگر کو اپنی آنکھیں بند کرنا پڑیں۔

"قدیم کہانیوں میں تم ہی واحد تباہ کن آدمی نہیں ہو... ان کہانیوں میں زیادہ تر قصے ان عظیم اور نفیس بہادروں کے ہیں جن کو اشرافِ سناتھو کہا جاتا ہے، جو میری طرح حلیم الطبع شریف اور متین ہوتے تھے اور...!"

"ٹھیک ہے فادر... آگے...!" ٹائیگر نے اب بھی آنکھیں کھولنے کی جرات نہ کی۔

"مجھ جیسا نفیس منکسر المزاج، متین اور محبت کرنے والا ماسٹر درندوں کی دنیا میں کوئی شاگرد بھی تلاش کر لیتا ہے۔ ایسا شاگرد جس کو پھانسی ہو چکی ہوتی ہے اور پھر ماسٹر اسے مکمل ماسٹر بنا کر ٹائیگر بنا دیتا ہے... اور پھر شاگرد کو ظالموں کے لیے موت کا پیغام قرار دے دیا جاتا ہے۔ بہرحال یہ بھی قدیم کہانی کا ایک حصہ ہے۔"

ٹائیگر سر ہلانے لگا۔ اوشان یہ سب کچھ اسی کے بارے میں کہہ رہا تھا۔ شہزاد کو پھانسی ہو چکی تھی اور پھر اسے تختۂ دار سے بچا کر ٹائیگر بنا دیا گیا تھا۔

"کہاوت کہتی ہے کہ موت کی منزل سے گزرنے والے شیر کو دوسری مرتبہ موت صرف اور صرف...!" اوشان رک گیا۔ اس نے دونوں ہاتھ گود میں رکھ لیے۔

"صرف اور صرف؟" ٹائیگر نے آنکھیں کھول دیں۔

"کہانی مبہم ہے میرے بچے!"

"پھر بھی کہانی مکمل کریں۔"

"اس میں یہ کہا گیا ہے کہ موت کی منزل سے گزرنے والے شیر کو دوسری مرتبہ موت صرف اور صرف تمہاری طرح یا میری طرح کے انسان سے آ سکتی ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" تکلیف کے باوجود ٹائیگر نے کروٹ لے کر اوشان کی طرف دیکھا جس کا چہرہ بے تاثر تھا "تمہاری طرح اور میری طرح کا مطلب زرد رو، زرد رنگ والے لوگ ہوئے اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ دنیا کی دو تہائی آبادی میں سے کوئی بھی مجھے قتل

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر سکتا ہے۔"

"نہیں کہانی میں مزید تفصیل بھی ہے۔" اُوشان نے دھیمے سے کہا۔

"تب پھر میں تفصیل بھی سننے کا قائل ہوں۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"میری طرح کے لوگوں سے مراد سانجو کے لوگ ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی حقیر ترین شخص ہو تو موقع ملتے ہی تمہیں ہلاک کر سکتا ہے۔ تاہم اس کے لیے ضروری ہے کہ تم خود کو انتہائی نچلی سطح تک گرا لو۔"

"اور میری طرح کے لوگوں سے کیا مراد ہے؟ سابق پولیس مین؟ سرکاری ملازمین؟ میرے شہر کے لوگ یا...؟"

"ان میں سے کوئی بھی نہیں۔" اُوشان نے اس بار بھی سرگوشی میں ہی کہا۔

"پھر کون؟"

"سوال پھر کون کا نہیں... پھر کیا ہے۔" اُوشان کا لہجہ عجیب سا تھا۔ "قدیم کہانی میں لکھا ہے کہ جب دنیا کا سب سے خطرناک شیر جنگل سے گزر رہا ہو تو اُسے بھی ان آدم خوروں سے ہوشیار رہنا چاہیے جو گھات میں بیٹھے رہتے ہیں۔"

"اوہ!" ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "تمہارا اشارہ ڈاکٹر شیلا اور اس کے آدم خور ساتھیوں کی طرف ہے؟"

"وہ ابھی آدم خور بنے ہیں۔" اُوشان نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ جب وہ بڑے ہوں تو تم یہاں موجود ہو۔"

"یہ ماسٹر آف سانجو کہہ رہا ہے۔" ٹائیگر ایک لمحے کے لیے کانپ کر رہ گیا۔ اسے اپنی سماعت پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس کی نظریں اُوشان پر گڑی ہوئی تھیں۔

"ہاں! تم ذرا بہتر ہو جاؤ تو ہم کہیں دور جا کر اس موضوع پر تفصیلی بات کریں گے۔"

ٹائیگر کو شدید ترین نقاہت کا احساس ہونے لگا۔ اس میں جواب دینے کی بھی ہمت نہیں رہی۔ اس کو کمزوری کے باعث نیند آنے لگی۔ گہری نیند سے قبل اسے صرف یہ احساس تھا کہ اُسے سگریٹ کی خواہش محسوس ہو رہی ہے۔ وہ سگریٹ کے لمبے لمبے کش لینا چاہتا تھا۔ اس کا جسم نکوٹین کی فرمائش کر رہا تھا۔

☆☆

لیکن وہ زیادہ دیر نہ سو سکا۔ اُوشان ہی نے اسے جلد جگا دیا۔

"شہزاد!" وہ کہہ رہا تھا۔ "تم اس ڈبے کے ذریعے بہرام سے کس طرح بات کر لیتے ہو؟" اس کی لمبی انگلی کا رُخ سیلولر فون کی طرف تھا۔ یہ شاید پہلا موقع تھا کہ اُوشان نے خود سیل فون کے استعمال کی خواہش ظاہر کی تھی تاہم اس کے لہجے میں سیل فون کے لیے حقارت بلکہ عداوت بھی موجود تھی۔

"اس وقت؟" ٹائیگر نے نیند میں ڈوبی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "کیا آپ بہرام سے آدم خوروں کو ختم کرنے کے لیے نئی شرائط طے کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں تمہارے مسخرے پن سے متاثر نہیں ہو سکتا۔" اُوشان نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ یہ منحوس چیز کس طرح بہرام سے بات کرا سکتی ہے؟"

"بڑی آسانی سے۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔ "آج کیا دن ہے؟"

"منگل یا شاید بدھ! کوئی بھی نام رکھ لو۔ دن... دن ہی رہے گا شہزاد...!"

"لیکن بہرام سے رابطہ قائم کرنے کے لیے ہمیں پہلے دن معلوم کرنا ہوگا۔"

"چلو ٹھیک ہے آج بدھ ہے۔" اُوشان نے بیزار ہو کر کہا۔

"کیا روزل جیسے کی ہجے میں "آر" شامل ہے؟"

"منی میں آر شامل نہیں ہوتا۔ اب بتاؤ بہرام سے کس طرح رابطہ قائم کروں؟"

"ٹھیک! آج بدھ ہے اور منی کی ہجے میں آر شامل نہیں لہٰذا آپ پہلے ۸۰۰/ کے ہندسے ڈائل کریں اور پھر میرے شناختی کارڈ نمبر کے پہلے سات ہندسے ملائیں۔"

"تمہارے شناختی کارڈ کے پہلے سات ہندسے کیا ہیں؟" اُوشان نے انتہائی غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"یہی تو مسئلہ ہے۔ میں نے بدھ کے روز کبھی بہرام کو فون نہیں کیا کیونکہ مجھے خود اپنے پرانے شناختی کارڈ کا نمبر نہیں معلوم۔ بہتر ہے کہ اُسے کل جمعرات کو فون کر لینا۔"

"نہیں بہت دیر ہو جائے گی۔" اُوشان نے کچھ سوچ کر سنجیدگی سے جواب دیا لیکن ٹائیگر اب کچھ نہیں سن رہا تھا۔ اس نے دیوار کی طرف کروٹ لے کر آنکھیں بند کر لیں... اور وہ فوراً سو گیا تھا۔ اس کی سانس ہموار نہیں تھی وہ بھاری بھاری سانسیں لے رہا تھا اور اُوشان اس کے سینے کے اتار چڑھاؤ کو بڑی تشویش سے دیکھ رہا تھا۔ سانس کا بھاری پن اور رفتار یہ بتا رہی تھی کہ ٹائیگر کا جسم اس کے ذہن کے تابع نہیں رہا۔ زخموں کی وجہ سے وہ شاید اسی حالت میں واپس چلا گیا ہے جہاں وہ اُوشان کے حوالے کیا گیا تھا۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ شہزاد کو دوبارہ ٹائیگر بننے میں کتنا عرصہ لگے گا؟

اُوشان کو اس حالت پر یقیناً دکھ تھا لیکن وہ یہ عزم کر چکا تھا کہ اگر ٹائیگر کو زندگی نے مہلت دی تو وہ اُسے ایک بار پھر ٹائیگر بنا کر ہی دم لے گا۔

اس نے آگے بڑھ کر سیلولر فون کا ریسیور اٹھا لیا۔

☆☆

ڈاکٹر بہرام اپنے دفتر میں جو سینی ٹوریم میں ہی تھا گلستان آباد سے آنے والی تازہ ترین رپورٹیں پڑھ رہا تھا۔ اب اس حقیقت کو تسلیم کرنا پڑ رہا تھا کہ شیلا نے چند سے زیادہ درندے بنا لیے ہیں۔ لوگوں کے ہلاک ہونے کی شرح مسلسل بڑھ رہی تھی اور یہ وارداتیں ایک سے زیادہ افراد کر رہے تھے۔

اور اب تازہ ترین خبر تھل جیسے اعلیٰ افسر کے ہلاک ہونے کی تھی۔ یہ انتہائی پُراسرار واقعہ تھا۔ ایک فلیٹ جل کر راکھ ہو گیا تھا اور فائر مینوں کو ملبے میں سے دو جلی ہوئی لاشیں ملی تھیں جبکہ دو عمارتوں کے درمیان والی گلی میں تھل کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ ایک امکان یہ تھا کہ وہ آدم خوروں کو پکڑنے کی کوشش میں مارا گیا لیکن سوال یہ تھا کہ تھل کے پیر ننگے کیوں تھے؟ وہ جوتے پہنے ہوئے نہیں تھا۔

بہرام نے طویل سانس لے کر کاغذات پیپر ویٹ کے نیچے دبا دیے۔ اسے ابھی تک ٹائیگر کی طرف سے کوئی رپورٹ نہیں ملی تھی۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اُوشان اور ٹائیگر بھی آدم خوروں کا نشانہ بن گئے ہوں گے... لیکن بہرحال ایک خدشہ ضرور تھا۔

اس کے ذہن میں بار بار ٹائیگر اور اُوشان کی تصویر بن رہی تھی۔ وہ بار بار نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ اسے اُوشان کی اس بات پر یقین نہیں تھا کہ ٹائیگر کسی بہادر دیوتا کا اوتار ہے لیکن وہ یہ یقین کر چکا تھا کہ دنیا کی کوئی طاقت ان دونوں کو تباہ نہیں کر سکتی۔ ان دونوں نے انتہائی نازک حالات کو ٹھیک کیا تھا۔ دنیا کو کئی بار تباہی سے بچایا تھا اور زندہ و سرخرو واپس آئے تھے۔ اسے اعتماد تھا کہ وہ اس مرتبہ بھی سرخرو ہوں گے۔

"اگر وہ ناکام رہے۔" بہرام کے ذہن کو زہریلا ناگ ڈسنے لگا۔ "تب پھر ہر انسان آدم خور بن جائے گا۔ بنی نوع انسان کا مقدر اگر یہی ہے تو پھر...!"

بہرام نے سر کو زور سے جھٹک دیا۔ وہ اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا پھر وہ اپنے خدشات پر خود ہی ہنس پڑا۔ اور اسی لمحے انٹرکام کی گھنٹی بج اٹھی۔

"ہیلو!" اس نے ریسیور اٹھا کر کہا۔

"سوری سر!" دوسری طرف سے روبی کی قائم مقام سیکرٹری کی آواز سنائی دی۔ "میرا خیال ہے کہ آپ کے لیے کوئی کال ہے۔ چودہ سیل فون آپریٹرز لائن پر ہیں۔ ہر شخص کچھ نہ کچھ کہہ رہا ہے اور اُن میں سے ایک شخص کسی اجنبی زبان میں چلا چلا کر بات کر رہا ہے۔ آپریٹروں کو صرف آپ کا نام سمجھ میں آ رہا ہے۔ اس شخص کا کہنا ہے کہ وہ شہنشاہ اعظم بہرام سے بات کرنا چاہتا ہے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر بات نہ کرائی گئی تو وہ یہاں آ کر سب کو قتل کر دے گا اور یہ جملہ اس نے شستہ اُردو میں کہا ہے جناب!"

"اچھا!" بہرام نے سکون کی سانس لی۔ "ذرا ملاؤ تو میں بھی دیکھوں کہ وہ کون ہے؟"

بہرام کو علم تھا کہ وہ کون ہے۔

بہرام نے دوسرا فون اٹھا کر میز پر رکھا اور ریسیور کان سے لگا لیا۔ لائن پر واقعی ایک ہنگامہ برپا تھا۔ کئی آپریٹر زور زور سے چیخ رہے تھے لیکن ان پر اُوشان کی آواز بہرحال غالب تھی۔

"خاموش... مرغیوں کے چوزو!" اُوشان کی للکار سنائی دی۔ "میری سماعت پر ٹکریاں مت مارو۔"

اس آواز میں اس قدر رُعب تھا کہ تمام آپریٹر یک بیک خاموش ہو گئے۔ لائن اس طرح صاف ہو گئی جیسے کسی نے سوئچ دبا دیا ہو۔ اب بہرام اُوشان سے کھل کر بات کر سکتا تھا۔

"ہیلو!" ڈاکٹر بہرام نے سیل فون لائن کو باقی تمام نمبروں سے کاٹنے کے لیے ایک بٹن دباتے ہوئے کہا۔

"عظیم شہنشاہ کی خدمت میں ماسٹر آف سانجو کا سلام۔" اُوشان کی نہایت درباری آواز سنائی دی۔

"تم ٹھیک تو ہو نا... اور ٹائیگر کیسا ہے؟" بہرام نے وہی سوال کر ڈالا جو اسے مسلسل پریشان کر رہا تھا۔

"میں ہمیشہ کی طرح ٹھیک ہوں لیکن ٹائیگر کا معاملہ اس مرتبہ قدرے مختلف ہے۔" اُوشان کی آواز ٹھہری ہوئی تھی لیکن بہرام اس لہجے میں اضطراب محسوس کر رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" بہرام نے اپنی سانس تک روک لی۔ اس کا دل تیزی سے دھڑکنے لگا۔

"اسے ایک آدم خور نے زخمی کر دیا ہے۔ ہم ہر قیمت پر چارہ گر تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ ہم سے میری مراد 'میں' ہے۔"

"نہیں... یہ بہت خطرناک ثابت ہوگا۔" بہرام نے کچھ سوچ کر کہا۔ اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔

"کل رات بھی انھوں نے ہم پر حملہ کر کے ہمیں قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔" اُوشان کا لہجہ اس بار بھی سپاٹ تھا۔ "اس بار وہ ناکام رہے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیکن اگر ٹائیگر کو اسی طرح زخمی حالت میں اِدھر اُدھر سے جایا جاتا رہا تو وہ جلد اپنی کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ میں اُسے اس شہر سے لے جانا چاہتا ہوں جہاں انسان، انسان کو کھا رہا ہے شہنشاہ اعظم!" اُوشان نے کہا۔ اس کے لہجے میں جو بے چینی موجود تھی اُسے بہرام نے پہلے کبھی محسوس نہیں کیا تھا اور یہ بے چینی بتا رہی تھی کہ معاملہ سنگین ہے۔ "آنا سنگین کہ دُنیا کا سب سے خطرناک انسان، اُوشان بھی پریشان ہے۔"

"کل رات۔" بہرام نے معاً کاغذات پر نظر ڈالی۔ "کیا یہ واقعہ اسی عمارت میں ہوا تھا جو آگ کی نذر ہو گئی؟"

"آپ کی دانش کا ثانی نہیں شہنشاہِ اعظم۔" اُوشان نے جواب دیا۔

"اور کیا تمہیں علم ہے کہ وہاں خفیہ محکمے کے اعلیٰ افسر کی لاش بھی پڑی ہوئی تھی۔ کیا تم ہی نے اُسے قتل کیا ہے؟" بہرام پہلو بدل کر بولا۔

"قتل؟" اُوشان نے زہر خند لہجے میں کہا۔ "نہیں، میں نے اُسے قتل نہیں بلکہ ہلاک کیا ہے۔"

"مگر کیوں؟" بہرام کو معاً ہی یہ احساس ہُوا کہ حالات انتہائی سنگین ہو چکے ہیں۔

"اس لیے کہ وہ درندوں میں سے ایک تھا اور درندوں کی تعداد اگرچہ میں نے کم کر دی ہے لیکن یہ تعداد جلد ہی بڑھ جائے گی۔"

"اوہ!" بہرام نے ایک طویل سانس لے کر کرسی کی پشت گاہ سے ٹیک لگالی۔ حالات واقعی سنگین تھے۔ اعلیٰ افسر درندے بننے لگے تھے۔

"ہمیں ہر قیمت پر سٹی نوریم پہنچنا ہے۔" اُوشان کا لہجہ اب تحکمانہ تھا۔ "صرف اسی چار دیواری میں ٹائیگر کی حفاظت ہو سکتی ہے۔"

"اس وقت تم کہاں ہو؟"

"ایک ہوٹل میں، جہاں آپ کو خود آنا ہوگا۔"

"وہاں تک کس طرح پہنچے ماسٹر؟"

"ایک ٹیکسی میں، خدا کا شکر ہے کہ ڈرائیور زیادہ باتونی نہیں تھا۔"

"تب پھر وہ تمہیں وہاں ہی تلاش کر لیں گے۔" بہرام اب خود اضطراب محسوس کر رہا تھا۔ "ممکن ہے، وہ ٹیکسی ڈرائیور کے ذریعے ہی وہاں تک پہنچ جائیں۔"

"ہاں اور اسی لیے میں سٹی نوریم میں پناہ لینے پر مجبور ہو رہا ہوں۔"

"پناہ!" اُوشان کے مُنہ سے یہ لفظ سُن کر بہرام واقعی چکرا گیا۔

"ہاں... اور اگر سٹی نوریم میں ہمارا داخلہ ممنوع ہے تو پھر میں اسے کرشنا جو کی باوفا سرزمین پر چلا جاؤں گا کبھی واپس نہ آنے کے لیے۔" اُوشان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"نہیں ماسٹر۔" بہرام نے بڑی محبت سے کہا۔ اُس کی آنکھوں میں سوزش سی ہو رہی تھی۔ "وہ ہمارے جسم کا حصہ نہ سہی لیکن ہمارا اپنا ہے بھوتوں کا... سُنو...!"

پھر بہرام نے اُوشان کو واضح ہدایات دیں کہ وہ ہوٹل سے نور چوک تک ایک ٹیکسی میں آئے، وہاں سے دوسری ٹیکسی میں شیرٹن تک پہنچے، وہاں سے کرائے کی کار لے۔ اِس کار کو ہائی وے پر چھوڑ دے جہاں اُسے ایک اور کار ملے گی جو اُسے سٹی نوریم تک پہنچا دے گی۔

"سمجھ گئے نا؟"

"ہاں۔" اُوشان کا لہجہ فاتحانہ تھا۔ "لیکن ایک بہت چھوٹی سی بات پریشان کر رہی ہے۔"

"وہ کیا ماسٹر؟"

"ٹیکسیوں اور کاروں کا کرایہ کون ادا کرے گا؟" اُوشان کا لہجہ ہمیشہ کی طرح بشاش ہو گیا۔

"میں... اور کون؟" بہرام زیر لب مسکرا کر بولا۔

"کیا میں ڈرائیوروں کو اپنی جیب سے کرائے کی رقم ادا کروں؟"

"یہی مناسب ہوگا۔"

"تو پھر یہ رقم جو میری زندگی بھر کا سرمایہ ہے واپس مل جائے گی نا...؟"

"کیوں نہیں۔"

"تب پھر میں فوراً روانہ ہو رہا ہوں۔" اُوشان نے یہ کہہ کر ریسیور رکھ دیا اور ریسیور بہرام نے بھی رکھا لیکن اب وہ بہت سنجیدہ تھا۔ اُس کی کنپٹیوں میں درد ہو رہا تھا اور ماتھے کی رگیں واضح طور پر پھڑک رہی تھیں۔

☐

شیلا فن برگ خالی گودام کے سنگی فرش پر بے چینی سے ٹہل رہی تھی۔ وہ برہنہ پا تھی اور ننگے پیروں اس طرح ٹہلنے سے اُسے بہت سکون مل رہا تھا۔

"آخر وہ کہاں گئے؟" اُس نے معاً ہی پلٹ کر پوچھا۔ اُس کی آواز کسی زخمی شیرنی کی طرح خوفناک تھی۔

"میں نے یہ پتا چلا لیا ہے کہ وہ ہائی وے اِن میں کچھ دیر تک رہے تھے۔" ایک شخص نے کہا۔ باقی آٹھوں افراد کی نظریں اُسی پر مرکوز تھیں۔ وہ اس وقت نیم دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے تھے۔

"اور پھر اس کے بعد کہاں گئے؟" شیلا نے پوچھا۔

وہ سب خاموش رہے۔ اُن کی نظریں اپنے ہاتھوں پر تھیں۔ وہ مجبور تھے۔

"ان کو ہر قیمت پر تلاش کرنا ہے۔" شیلا غرّائی۔ "ہر قیمت پر اُن تک پہنچنا ہے۔ میں نوجوان کو اب بھی زندہ و سلامت حاصل کرنا چاہتی ہوں... اگر تم پچھت سے نہ گر جاتا تو ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے۔"

"مجھے پتا ہے کہ وہ کس طرف گئے ہیں۔" ایک نوجوان نے تحمل سے چیونگم کھاتے ہوئے کہا اور شیلا اچھل کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ نوجوان نے سر جھکا لیا اور دھیرے دھیرے بولنے لگا۔ "انھوں نے نور چوک تک ایک ٹیکسی میں سفر کیا پھر وہاں سے انھوں نے دوسری ٹیکسی لی۔ میں نے اس دوسری ٹیکسی کے ڈرائیور سے بات کی ہے جس نے بتایا ہے کہ دونوں شیرٹن سے کرائے کی پرائیویٹ ٹیکسی میں شہر کی طرف واپس گئے تھے۔ اب میں اس پرائیویٹ ٹیکسی کے ڈرائیور کی واپسی کا منتظر ہوں۔ اسی سے معلوم ہو سکے گا کہ وہ کہاں تک گئے ہیں۔"

"معلوم کرو... معلوم کرو...!" شیلا پُرجوش لہجے میں بولی۔ "مجھے یقین ہے کہ تم بہترین اور سُود مند ساتھی ہو۔"

نوجوان نے مسکرا کر اس طرح دیکھا جیسے کسی نے اس کی گردن سہلائی ہو۔ اُسے خوشی تھی کہ شیلا نے اس کی تعریف کی ہے اور اس کا مطلب یہ تھا کہ آج رات کے کھانے پر اُسے بہترین گوشت کھانے کے لیے پہلے مُنہ مارنے کا حق دیا جائے گا۔

★★

سٹی نوریم کے اوپر سُورج نظر آ رہا تھا۔ چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ گرمی بہت زیادہ تھی اور لوگ پسینے میں تر تھے لیکن سٹی نوریم میں ائیر کنڈیشنوں کی خنکی تھی جونہی ٹائیگر کی آنکھ کھلی، اُس نے اس خنکی کا احساس کر لیا۔ اُسے یہی احساس پہلی بار برسوں قبل اس وقت ہُوا تھا جب اُسے پھانسی گھاٹ سے نکال کر یہاں لایا گیا تھا۔ اُس وقت بھی اُسے حیرت ہوئی تھی اور اِس وقت بھی اُسے حیرت ہوئی تھی۔ اُس نے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ بہرام اُس کے بیڈ کے قریب ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹائیگر کو ہوش میں دیکھ کر بہرام واضح طور پر پُرسکون ہو گیا۔ اس کی آنکھوں سے بے چینی ختم ہو گئی اور وہ مسکرانے لگا۔

"شاندار۔" ٹائیگر نے بھی مسکرا کر کہا۔ "تمہیں اپنی نی سے لگے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی ہے سوئٹ ہارٹ۔" پھر ٹائیگر کی مسکراہٹ معاً ہی غائب ہو گئی کیونکہ اُسے اُسی لمحے احساس ہُوا تھا کہ اس کی آواز غیر معمولی طور پر بھاری ہے۔ عام طور پر اس کی آواز اتنی بھاری اور خمار آلود نہیں ہوتی تھی لیکن اس نے اس خیال کو جھٹک دیا۔ "بیئے احساس تھا کہ اس کے جسمانی نظام میں گڑبڑ ہو چکی ہے۔" یا یہ کہہ رہا تھا کہ بہت سے لوگ بیدار ہوتے ہیں تو اُن کی مجبوریاں اُن کے سامنے ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کی آنکھ کھلتی ہے تو سر حسن نظر آتا ہے لیکن مجھے تم نظر آ رہے ہو۔ کچھ اس طرح بیٹھے ہوئے جیسے بلی چوہے پر نظر گاڑے ہوئے ہو۔"

"میں تمہارے زخم دیکھ چکا ہوں ٹائیگر۔" بہرام نے سر ہلا کر کہا۔ "اور تم واقعی خوش قسمت ہو کہ تمہاری آنکھ کھل گئی اور یہ بھی کہ تم کسی کو دیکھنے کے قابل ہو۔"

"زخم!" ٹائیگر کو سب کچھ یاد آ گیا۔ "ان کی دیکھ بھال کرہ ارض کے سب سے بڑے طبیب اُوشان نے کی ہے۔ ڈاکٹر!" اس کا لہجہ بہت گمبھیر تھا۔ "لیکن اس وقت وہ کہاں ہے چیف؟"

"جمنازیم میں۔" بہرام نے جواب دیا۔ "وہ اس جگہ کا معائنہ کرنے گیا ہے جہاں تمہاری تربیت شروع ہوئی تھی۔ کیا تمہیں یاد ہے کہ جمنازیم میں ہی تمہاری اور اُس کی پہلی ملاقات ہوئی تھی؟"

"ہاں۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔ پہلی ملاقات کا منظر اس کی نظروں کے سامنے کسی فلم کی طرح آ گیا۔ "خیر چھوڑو! وہ یقیناً یہی اطمینان کرنے گیا ہے کہ نقص اس کی تربیت میں نہیں، جمنازیم میں تھا اور اسی نقص کی وجہ سے میں زخمی ہو گیا۔ تمہارے پاس سگریٹ ہوگا چیف؟"

"سگریٹ!" بہرام اُسے گھورنے لگا اور تبھی اُسے یہ شدید کربناک احساس ہُوا کہ ٹائیگر کو اپنے جسم پر قابو نہیں رہا... اگر وہ اب بھی ٹائیگر ہوتا تو سگریٹ کی طلب کبھی محسوس نہ کرتا۔ "تمہیں علم ہے کہ میں تمبا کو نوشی نہیں کرتا۔"

"آہ... چیف... یہاں گھر کا سا سکون ہے۔ بس کہیں سے ایک سگریٹ لا دو۔"

"تم نے سگریٹ دوبارہ کب شروع کی؟" بہرام بہت سنجیدہ تھا۔

"کبھی کبھار ایک دو کش لیتا رہا ہوں۔" ٹائیگر سفید جھوٹ بول رہا تھا۔ بات صرف اتنی تھی کہ اُسے سالوں بعد گزشتہ دو تین روز میں پہلی مرتبہ سگریٹ کی طلب محسوس ہوئی تھی۔ گزشتہ کئی برسوں کے دوران اُس نے سگریٹ کو ہاتھ تک نہیں لگایا تھا کیونکہ اس سے سانس کی ترتیب اور دل کی دھڑکنوں کا توازن متاثر ہوتا تھا۔ جبکہ سنا جو کے فن کی تمام تر کامیابی کا انحصار ہی سانس اور دل کی دھڑکنوں پر تھا۔ پہلا سبق یہی ہوتا تھا کہ تمباکو فن سنا جو کے لیے سم قاتل ہے۔

لیکن اِس وقت ٹائیگر سگریٹ کے لیے بے چین ہو رہا تھا۔ "چیف! [illegible] ایک سگریٹ!" اس نے انتہائی خوشامدانہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہجے میں کہا۔

"اچھا! ایک منٹ صبر کرو، میں تلاش کرتا ہوں۔" بہرام کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔ وہ چلا گیا تو ٹائیگر نے ایک بار غور سے کمرے کا جائزہ لیا اور یہ محسوس کر کے اسے جھٹکا سا لگا کہ یہ وہی کمرا ہے جہاں سالوں قبل اس کی آنکھ کھلی تھی اور وہ یہ سوچ رہا تھا کہ اسے پھانسی دی جا چکی ہے۔

لیکن اس مرتبہ اس کمرے میں اس کی آنکھ کھلنا محض اتفاق تھا صرف یہی کمرا خالی تھا۔ کمرے میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔ ہسپتالوں کے کمرے جیسا تھا۔ ایک بیڈ، ایک کرسی، ایک الماری، ایک کھڑکی لیکن کھڑکی پر ایسا شیشہ لگا ہوا تھا جس سے صرف باہر دیکھا جا سکتا تھا باہر سے کوئی اندر نہیں دیکھ سکتا تھا۔

بہرام خلاف توقع جلد اور ایک کی بجائے دو سگریٹ لے آیا تھا۔

"سگریٹ کسی نرس سے ادھار لی ہیں۔ نرس نے خشک لہجے میں کہا تھا اور اس وعدے پر کہ تم سگریٹ جلد واپس کر دو گے ویسے اسے علم ہے کہ تمہارا نام جواد خان ہے اور اوشان تمہارا ماموں ہے۔"

"یہ بات اوشان کو مت بتانا چیف!" ٹائیگر نے سگریٹ لیتے ہوئے کہا اور ایک سگریٹ بڑی بے تابی سے ہونٹوں میں دبا لی جب کہ دوسری سگریٹ جلد بازی کے باعث فرش پر گر پڑی۔ بہرام نے ماچس کی تیلی سے دیا سلائی رگڑ کر سگریٹ سلگائی اور ماچس اس کے سرہانے رکھ دی جس میں اب صرف ایک تیلی بچی تھی۔ یہ بہرام کی خاص عادت تھی کہ فضول خرچی نہیں کرتا تھا۔ دو سگریٹوں کے لیے دو تیلیاں ہی کافی تھیں۔

ٹائیگر نے ایک طویل کش لے کر دھواں پھیپھڑوں میں اتار لیا۔ اس دوران میں بہرام نے دوسری سگریٹ بھی اٹھا کر اس کے سرہانے رکھ دی۔

پہلے کش کے لیتے ہی ٹائیگر کو کھانسی اٹھی اور وہ سوچنے لگا کہ کیا سگریٹ پہلے بھی ایسا ہی بدذائقہ لگتا تھا۔ دوسرے کش کا ذائقہ اسے قدرے بہتر لگا اور تیسرا کش اچھا لگنے لگا۔

"کہیں سے ایک پیکٹ منگا دینا چیف۔" اس نے مسکرا کر کہا۔ "اور اس کی قیمت بھی میرے بل میں ڈال دینا۔"

"ٹھیک ہے دیکھوں گا۔" بہرام نے سرد انداز میں کہا۔ ٹائیگر کو باتیں کرتا ہوا دیکھ کر اس کی ساری پریشانی دور ہو گئی تھی اور اسے یقین کامل تھا کہ اوشان بہت جلد ٹائیگر کو ایک بار پھر پرانی

چاہ بابل
دیوتاؤں کے شہر بابل کی کہانی
جسے مصنف نے 35 سال کی ریسرچ کے بعد قلمبند کیا
800 صفحات
قیمت -/400
اردو بازار لاہور

حالت پر واپس لے آئے گا۔ اس نے سپاٹ لہجے میں ٹائیگر کو تازہ صورت حال سے آگاہ کیا۔

"آدم خوروں کے ہاتھوں لوگوں کے قتل کا سلسلہ جاری ہے۔ پولیس نے ایک ایسی ہی آدم خور عورت کو گولی مار کر ہلاک کیا ہے۔ وہ گھریلو عورت تھی۔ بدقسمتی سے وہ موقع پر ہی ہلاک ہو گئی اور اُس سے بیان نہیں لیا جا سکا۔ ہم یہ بھی اندازہ نہیں لگا سکے کہ کیا آدم خوری کا کوئی علاج بھی ممکن ہے یا نہیں، اگر وہ زندہ رہتی تو ہم شاید اس ضمن میں کوئی کامیابی حاصل کر لیتے۔"

"افسوس... صد افسوس۔" ٹائیگر نے سگریٹ کا کش لگاتے ہوئے کہا۔ اس وقت وہ سرور کی کیفیت میں تھا۔

"لوگ اب وفاقی حکومت کی طرف سے بھرپور مداخلت کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ خود میں بھی یہی سمجھتا ہوں کیونکہ اب تم اور اوشان فی الحال اس مشن میں ملوث نہیں ہو سکتے۔ ویسے تمہارا یہ حشر کس نے کیا؟"

ٹائیگر نے مختصراً یہ بتایا کہ اس پر کیا بیتی تھی اور پھر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ لڑکی ڈاکٹر شیلا فن برگ ہی تھی لیکن اس نے اپنا حلیہ بدل لیا تھا اور میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ حلیے کی تبدیلی میک اپ کی مرہون منت نہیں تھی۔"

"کیا تم نے اسے زخمی کیا تھا؟"

"ہاں لیکن وہ بھاگ نکلی تھی۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

ڈاکٹر بہرام کو یہ سن کر کہ ایک لڑکی ٹائیگر کے ہاتھوں زخمی ہو کر بھی زندہ بچ نکلی، اپنے پیٹ میں ہول سی اٹھتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ٹائیگر ناقابل شکست تھا۔ اس نے حال ہی میں نوگان کو بے بس کر کے چھوڑ دیا تھا اور کئی مواقع پر ایسے دشمنوں کو منہ کی کھلائی تھی جو طاقت میں اس سے دگنے تھے، لیکن ایک آدم خور لڑکی اسے زک پہنچا گئی تھی۔ اطلاعات یہ تھیں کہ ڈاکٹر شیلا واحد آدم خور نہیں، اس کے کئی ساتھی اور بھی ہیں اور یقیناً یہ خطرناک صورت حال تھی۔ بہرام کے نزدیک اس کا واحد حل یہ تھا کہ ان سب کو قتل کر دیا جائے۔ شیلا کو بھی ختم کر دیا جائے تاکہ اس کا سائنسی تجربہ مزید خطرات پیدا نہ کر سکے۔

... لیکن سوال یہ تھا کہ بلی کے گلے میں گھنٹی کون باندھے گا؟ اگر ٹائیگر یہ نہیں کر سکا تو پھر کون باقی رہتا ہے؟

"مارشل لا۔" بہرام سوچتا رہا لیکن اسے علم تھا کہ مارشل لا عوامی شورش تو کچل سکتا ہے لیکن آدم خوروں کو تلاش نہیں کر سکتا۔ عام آدمی مارشل لا سے مرعوب ہو سکتے ہیں لیکن آدم خوروں کے لیے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہو سکتی۔

ساتھ ہی بہرام کو یقین تھا کہ اگر آدم خوروں کو نہ روکا گیا تو بات گلستان آباد بلکہ فردوس سے بھی آگے نکل جائے گی۔ آدم خور کسی کار یا طیارے میں بیٹھ کر دنیا کے کسی بھی حصے میں پہنچ جائیں گے اور پوری دنیا... کرہ ارض پر مارشل لا نہیں لگایا جا سکتا۔

اصل بات یہ تھی کہ سب سے پہلے شیلا فن برگ کو پکڑنا یا ختم کرنا ضروری تھا۔ یہی مسئلے کے حل کی کلید تھی۔ اس طرح مزید انسان درندے نہیں بنیں گے اور بچے موجودہ آدم خوروں کو بتدریج تلاش کر کے ختم کیا جا سکے گا۔

"کیا تم شیلا کو قابو کرنے کے لیے نکل سکتے ہو؟ کیا تم میں اتنی توانائی باقی ہے ٹائیگر؟"

"کیا...؟" ٹائیگر اس کی بات سننے کی بجائے سگریٹ کے لہراتے ہوئے مرغولے کو دیکھ رہا تھا۔

"میں کہہ رہا تھا کیا تم شیلا کو پکڑ سکتے ہو؟"

"پتا نہیں۔" ٹائیگر کا لہجہ بہت عجیب سا تھا۔ "میں بہت نقاہت محسوس کر رہا ہوں۔ شاید میں اپنی صلاحیتوں سے بھی محروم ہو گیا ہوں اور اگر چاہوں تو تب بھی اوشان مجھے اس مشن پر کبھی نہیں بھیجے گا۔ وہ کسی قدیم کہاوت کی وجہ سے بہت پریشان ہے۔"

"وہ عموماً کہاوت اور کہانیوں کے سلسلے میں پریشان رہتا ہے۔" بہرام نے جواب دیا۔

"اگر میں شیلا کو تلاش کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا تب بھی مجھے یقین نہیں کہ میں اس کو ختم کر سکوں گا۔" ٹائیگر حقیقت پسندی سے کام لے رہا تھا۔ "میں جس وقت ننجو کی صلاحیتوں سے بہرہ ور تھا اُس وقت بھی شیلا مجھے زک اور ضرب لگانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔"

"تم نے اس وقت شور کیوں نہیں مچا دیا۔ لوگ تمہاری مدد کو یقیناً آ جاتے۔"

ٹائیگر نے چونک کر اور قدرے خفگی سے بہرام کی طرف دیکھا جو یقیناً اس کی اہلیت کو چیلنج کر رہا تھا۔ بہرام جانتا تھا کہ انتہائی خطرناک لمحوں میں بھی ٹائیگر نے کبھی کسی کو مدد کے لیے نہیں پکارا۔ پھر معاً اس کی آنکھیں بجھ گئیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اب اگر شیلا سے آمنا سامنا ہوا تو اسے یقیناً مدد کے لیے آوازیں دینا پڑیں گی۔

"میں... میں کچھ نہیں جانتا چیف۔" ٹائیگر کے لہجے میں بے چارگی تھی۔

"سوال یہ ہے کہ وہ تمہیں قتل کرنے کیوں آئے تھے؟" بہرام نے سنا ہی چونک کر پوچھا۔ "کیا انہیں خدشہ تھا کہ تم ان کے لیے کسی قسم کا خطرہ بن سکتے ہو؟ تم نے شیلا کو زخمی کر دیا تھا... پھر انہوں نے تمہیں تلاش کرنا کیوں ضروری سمجھا؟ اگر وہ واقعتاً آدم خور بن چکے ہیں تو پھر انتقام کے انسانی جذبے کے تحت وہ تمہارے فلیٹ پر کیوں حملہ آور ہوئے؟ ٹائیگر یہ انسانی نفسیات ہے کہ وہ انتقام لیتا ہے جب کہ درندوں کو خطروں سے ڈر لگتا ہے۔ وہ ڈر کر بھاگ نکلتے ہیں۔"

"ممکن ہے کہ انہیں میں پسند آ گیا ہوں۔"

"ناقابل یقین۔" بہرام کھڑا ہو گیا۔ سگریٹ اب فلٹر تک جل چکی تھی۔ لہٰذا ٹائیگر نے اسے ایش ٹرے میں رگڑ دیا۔

"یہ بات بہت اہم ہے کہ وہ تمہیں قتل کرنا کیوں چاہتے تھے ٹائیگر؟ بہت اہم..." بہرام چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا اور پھر طویل سانس لے کر بولا۔ "اب میں چلتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" ٹائیگر نے آنکھیں بند کر کے کہا۔ "اور ہاں میرے لیے سگریٹ کا پیکٹ بھجوا دینا۔"

بہرام نے سنی ان سنی کر دی کیونکہ وہ ایک انتہائی نازک مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ اسے اس مسئلے کی تہہ تک پہنچنے میں دیر

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں لگی تھی لیکن وہ اس حقیقت کا سامنا کرنے میں پس و پیش کر رہا تھا کہ شیلا اور اس کے ساتھی ٹائیگر کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ اس کے ذہن میں ایک واضح تصویر موجود تھی۔ اسے شیلا کی تلاش تھی اور شواہد کہہ رہے تھے کہ شیلا کے آدمی ٹائیگر کی تلاش میں ہیں اور وہ ٹائیگر کو چارے کے طور پر استعمال کر سکتا ہے۔

اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ تھا۔ اس راستے کو اختیار کرنے کا مطلب ٹائیگر کو داؤ پر لگانا تھا... اور وہ انسانیت کے عظیم تر مفاد میں ایسا کرنے پر مجبور تھا۔

وہ جانتا تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے محبت بھری نظروں سے ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر یہ سوچ کر دبے قدموں کمرے سے نکل گیا کہ ٹائیگر سو چکا ہے۔

اب وہ ایک جال پھیلانے پر غور کر رہا تھا۔

☆☆

گلستان آباد ٹائمز کے کثیر الاشاعت ایڈیشن میں ایک سطری اشتہار شائع ہوا۔

"ایس ایف کا مریض جارہ گریسنی نورہم میں زیر علاج ہے۔"

شیلا فن برگ اور اس کے ساتھیوں نے بھی یہ اشتہار پڑھا اور شیلا فوراً سمجھ گئی کہ یہ کوئی چال ہے؟

"مجھے یقین ہے کہ یہ اشتہار کسی منصوبے کا حصہ ہے۔" شیلا نے جو بچے کردوں کا ناشتا کر کے ابھی آئی تھی کہا۔

"تب پھر ہمیں جال میں پھنسنا نہیں چاہیے؟" ایک پُرشباب عورت نے کہا۔ "گلستان آباد میں ایسے گوشت کی کمی نہیں جو آسانی سے مل سکتا ہے۔"

لیکن شیلا فن برگ ماں بننے کے لیے بے چین تھی۔ وہ نئی مخلوق تخلیق کرنا چاہتی تھی... اور اسے علم تھا کہ صرف وہی مرد اس کے بچے کا باپ بن سکتا ہے جس نے اسے کار میں زخمی کیا تھا اور پھر خود زخمی ہونے کے باوجود زندہ رہا۔

وہ عورت کی طرف دیکھ کر مسکرائی تو اس کے دانت چمکنے لگے۔ یہ دانت بچی ہڈیوں سے صاف ہوتے تھے۔ اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔ "نہیں... مجھے اس مریض کی ضرورت ہے۔ میں اسے اپنا مریض بنانا چاہتی ہوں۔ ہم وہاں ضرور جائیں گے۔"

☆☆

ٹائیگر نے جمنازیم میں جھولتی ہوئی رسیوں اور اس کے چمکدار فرش کو بغور دیکھا۔

"یہی وہ جگہ ہے جہاں ہماری پہلی ملاقات ہوئی تھی شہزاد۔" اوشان نے دھیرے سے کہا۔ اس وقت وہ صبح کے لیے مخصوص سپیلا لبادہ پہنے ہوئے تھا جس کی آستینوں میں اس کے ہاتھ چھپے ہوئے تھے۔

"ہاں اور میں نے یہاں آپ کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"درست..." اوشان مسکرانے لگا۔ "جونہی تم نے مجھ پر حملہ کیا میں سمجھ گیا کہ تم میں بعض ایسی خفیہ صلاحیتیں موجود ہیں جن کے باعث میں تمہاری غلطیوں کو معاف بھی کر سکتا ہوں۔"

"لیکن پھر بھی آپ نے مجھے اٹھا کر پٹخ دیا تھا۔"

"درست... لیکن پٹخنا غلط لفظ ہے۔ میں نے تمہیں اٹھا کر بڑی احتیاط سے رسیوں پر بٹھا دیا تھا۔ اس وقت مجھے بڑا لطف آرہا تھا۔"

"یقیناً... لطف ہی آیا ہوگا۔" ٹائیگر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ اسے سب کچھ یاد تھا۔

"اور پھر میں نے تمہیں کراٹے کی تربیت دی تھی۔ اس وقت میں نے تمہیں یہی تاثر دیا تھا کہ کراٹے کتنی اہم چیز ہے؟"

"آپ نے ایسا کیوں کیا تھا بٹل فادر؟ یہ بات میں آج تک نہیں سمجھ سکا۔ اب میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ کراٹے اور فن سفانجو کا دُور دُور تک کا کوئی تعلق نہیں۔"

"اس لیے کہ تم نے پہلی جماعت میں سبق کا آغاز الف ب پڑھ کر ہی کیا ہوگا۔ کراٹے بھی سفانجو کی الف ب ہے اور پھر جمنازیم میں تمہیں کراٹے کی تربیت لیتے ہوئے دیکھ کر دوسرے بھی مطمئن ہو گئے تھے۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ میں تمہیں سفانجو کی طاقت اور صلاحیت دینے کے لیے تیار کر رہا ہوں۔ ویسے اگر میں تمہیں کراٹے سکھانے کی بجائے اپنے فن سکھاتا تو تم قطعی دلچسپی نہیں لیتے۔ تم نے اس وقت تربیت میں دلچسپی لینی شروع کی، جب میں نے لات مار کر درخت کے دو ٹکڑے کر دیے لیکن مسئلہ یہ رہا کہ تم ہر چیز جلد بھول جانے کے عادی رہے ہو۔"

"اور پھر میں اس شخص کو قتل کرنے کے لیے چلا گیا۔ جس نے مجھے ٹائیگر بنانے کے لیے منتخب کیا تھا۔"

"ہاں وہ اچھا آدمی تھا۔ اس میں ذہانت اور حوصلہ دونوں صفتیں موجود تھیں۔" اوشان نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"اسی ذہین اور باحوصلہ آدمی نے میرا انتخاب کیا تھا، بٹل فادر۔"

"ہاں میں سمجھتا ہوں کہ ہر ذہین اور باحوصلہ آدمی کبھی کبھی غلطی بھی کر بیٹھتا ہے۔" اوشان نے واضح طور پر اپنے مخصوص انداز میں ٹائیگر پر حملہ کیا۔

"اس کے بعد ہم دونوں دُنیا بھر میں در بدر مارے مارے پھرتے رہے۔" ٹائیگر ماضی کے جھروکے میں جھانک رہا تھا۔ "کتنا عرصہ ہو گیا بٹل فادر؟"

"یاد نہیں۔" اوشان کا لہجہ عجیب سا تھا۔ "اتنا یاد ہے کہ میں نے اپنی جوانی تمہاری نذر کی۔ اپنے سنہرے سال تمہارے لیے وقف کر دیے۔ اس دوران میں مجھے جواب میں کیا ملا، یہی، غصہ، ناشکرا پن... میں نے اپنا مُنہ زور دور ایک ایسے شخص پر ضائع کیا جو گوشت کھاتا ہے اور سگریٹ پیتا ہے۔"

ٹائیگر کو علم نہیں تھا کہ تمباکو نوشی اور کڑاہی گوشت کا استعمال اوشان کے علم میں آچکا ہے۔ لہٰذا اس نے فوراً کہا۔ "میں نے محض دو سگریٹ پیے تھے بٹل فادر... یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ دھواں کیسا لگتا ہے۔"

"اور کیسا لگا؟"

"شاندار..."

"تم نے سانس لینے کی مشق اس لیے ترک کر دی کہ تم جلتے ہوئے زہر کے ذرات اپنے پھیپھڑوں میں منتقل کر سکو؟ کیا تم جانتے ہو کہ سگریٹ میں گھوڑے کی لید بھری ہوتی ہے؟"

"اس میں تمباکو ہوتا ہے بٹل فادر لیکن میں سانس لینے کی مشق ترک کرنا نہیں چاہتا۔ کیا سگریٹ نوشی اور سانس لینے کی مشق ساتھ ساتھ نہیں چل سکتے؟"

"تم سانس کیسے لے سکتے ہو جب تمہارا منہ بیڑی تمباکو کا دھواں بھرا ہوتا ہے اور یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ سگریٹ میں تمباکو ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تمباکو کے نام پر لید اور گوبر بھرا جاتا ہے اور سرمایہ دار گوبر اور لید کو کاغذ کے حسین ٹکڑے میں لپیٹ کر کروڑوں روپے کماتے ہیں۔"

"آج آپ کمیونسٹ لگ رہے ہیں۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔

"کیا کمیونسٹ بھی سگریٹ پیتے ہیں؟" اوشان نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"ہاں کیوں نہیں؟"

"تب پھر میں کمیونسٹ کیسے ہو گیا؟" اوشان نے برہم ہو کر پوچھا۔ "میں تو ایسا شخص ہوں جس کو ایک طرف تو اس کی محنت کا معقول معاوضہ نہیں ملتا اور دوسری طرف اس کا شاگرد بھی اس کا احترام نہیں کرتا۔"

"میں آپ کا بہت احترام کرتا ہوں بٹل فادر۔" ٹائیگر نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔

"تب پھر سگریٹ پینا چھوڑ دو۔"

"بہت بہتر..."

"گُڈ..." اوشان نے بے ساختہ طور پر انگریزی کا وہی لفظ استعمال کیا جس سے اسے چڑ تھی۔

"کل سے سگریٹ... کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا۔" ٹائیگر نے اپنے وعدے میں فوراً ترمیم کر دی۔

اوشان کے سامنے جمناسٹک رِنگز جھول رہے تھے۔ اس نے ٹائیگر کی طرف دیکھے بغیر دونوں رسیوں کو جو پلاسٹک نما کسی چیز کی بنی ہوئی تھیں محض ایک ہاتھ سے اس طرح ہلایا کہ وہ جھولتی ہوئی دائیں بائیں چلی گئیں۔ وہ دیوار تک جا کر تیزی سے واپس آنے لگیں۔ اب ان کی رفتار شاید روشنی سے بھی تیز تھی۔ ٹائیگر نے دائیں طرف سے آنے والی رسی کو فوراً دیکھ لیا اور اس سے بچنے کے لیے بائیں طرف کو گیا لیکن اسی لمحے بائیں طرف سے آنے والی رسی اس کے سر پر لگی۔ پھر وہ گھبرا کر ایک طرف ہوا تو دائیں طرف سے آنے والی رسی سے الجھ گیا۔

اوشان بڑی مایوسی سے سر ہلانے لگا۔ "ٹھیک ہے سگریٹ پیتے رہو تاکہ جب وہ آئیں تو تم تر نوالہ ثابت ہو شہزاد۔" اس کے لہجے سے برہمی نہیں اُداسی ٹپک رہی تھی۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ مجھے قتل کرنے کے لیے یہاں بھی آسکتے ہیں بٹل فادر؟" ٹائیگر نے رسیوں کو ایک طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ ضرور آئیں گے کیونکہ اب تم میں کچھ بھی باقی نہیں رہا اور جب وہ تمہارے سر پر پہنچ جائیں تو مجھے مدد کے لیے مت پکارنا کیونکہ مجھے تمہاری بدبودار سانس سے ابھی متلی ہو رہی ہے۔" یہ کہہ کر اوشان نے سر جھکایا اور ٹائیگر کی طرف دیکھے بغیر اس کے قریب سے گزر گیا۔ خود ٹائیگر کو حیرت تھی کہ وہ محض چند روز میں کتنی صلاحیتیں کھو چکا ہے۔ وہ بے ضرر رسیوں سے بھی نہیں بچ سکا۔

قمر اجنالوی
قیمت 150/-

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بہرام نے ڈائننگ کے کمرے والی غلام گردش میں محافظ تعینات کر دیے اور سینی ٹوریم کے صدر دروازے والے رسیپشن پر شیلا فن برگ کی تصویر لگا دی تاکہ دوسرے محافظ بھی تصویر ذہن نشین کر لیں اور شیلا کے یہاں نظر آتے ہی اُسے اطلاع کر دیں۔ اُس نے یہ بھی واضح ہدایت کی تھی کہ اگر اس قسم کی عورت یہاں آئے تو اُسے اندر تک آنے دیا جائے تاہم اُس کی آمد کی اطلاع بھی فوراً دے دی جائے۔ وہ ڈائننگ کے کمرے میں بھی ایک محافظ تعینات کرنے کا ارادہ رکھتا تھا لیکن اُس نے ایسا اس لیے نہیں کیا کہ اُوشان اسے اپنی توہین سمجھتا۔ ویسے بھی اُوشان کی موجودگی میں کسی دوسرے محافظ کو کمرے میں رکھنے کا مطلب یہی تھا کہ ایک ڈویژن فوج میں مزید دس افراد کا اضافہ کر دیا جائے۔

اب تو ہاتھ پر ہاتھ دھرے انتظار کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ ویسے پڑھنے کے لیے وہ رپورٹیں موجود تھیں جو ابھی موصول ہوئی تھیں اور ان میں مزید افراد کے قتل اور اُن کو کھانے کا تذکرہ تھا۔ گورنر نے مارشل لا لگا دیا تھا۔ اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ شہر میں اب پولیس کا نہیں بلکہ فوج کا گشت ہو گا۔

بہرام انتظار کرتا رہا۔

پھر اس نے ایک اور اشتہار دینے کا فیصلہ کیا۔ وہ پنسل لے کر تیزی سے لکھنے لگا: ”ضرورت ہے ایک لیڈی ڈاکٹر کی جو....“

٭ ٭ ٭

ڈاکٹر جمیلہ ثروت طلاق حاصل کرنے کے بعد آزاد تھی اور یہی آزادی اس کی پریشانی کا باعث تھی۔ اُس نے اشتہار دیکھتے ہی درخواست دینے کا فیصلہ کر لیا۔

اور پھر جب اُسے منتخب کر لیا گیا تو وہ سمجھی کہ قسمت کی دیوی اُس پر مہربان ہے لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھی کہ اُس کو منتخب کرنے والے نے آنے والی درخواستوں کو بغور دیکھا تھا اور پھر یہ دیکھ کر کہ اس میں شیلا کی درخواست نہیں ہے اُس نے سب سے اُوپر پڑی ہوئی درخواست پر دستخط کر دیے تھے۔ ویسے ڈاکٹر جمیلہ کو انٹرویو لینے والا شخص بھی نفسیاتی مریض لگتا تھا۔ اُس نے انٹرویو کے دوران نہ تو اُس کی طرف دیکھا اور نہ ہی سر اُٹھایا۔ وہ تو رسمی سوال کرتا رہا اور ساتھ ساتھ اُس کی نظریں مختلف کاغذات کو دیکھتی رہیں اور ہاتھ انہیں پھاڑتے رہے۔ اُس شخص نے مختلف قسم کے سوالات بار بار کیے تھے اور پھر بڑی بے زاری سے کہا تھا۔ ”ٹھیک ہے تمہیں منتخب کر لیا گیا ہے۔“

٭٭

اس وقت ڈاکٹر جمیلہ قدِ آدم آئینے میں اپنا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ تین کمروں کے اس خوب صورت اپارٹمنٹ میں تھی، جو سینی ٹوریم کی عمارت سے متصل ایک فرلانگ دور واقع تھا اور سینی ٹوریم کی انتظامیہ ہی نے دیا تھا۔ وہ ڈاکٹر بہرام کو ابھی تک احمق اور بے وقوف سمجھ رہی تھی لیکن اُس کے نزدیک وہ اس حد تک بہرحال ذہین تھا کہ اس نے ڈاکٹر جمیلہ کو منتخب کر لیا تھا۔ جمیلہ کو بہرحال یہ علم نہیں تھا کہ بہرام کس چیز کا ڈاکٹر ہے۔ اُس نے معلوم کرنے کی بھی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی تھی۔ تاہم اُسے یقین تھا کہ وہ میڈیسن یا نفسیات کا ماہر ہو گا۔ ڈاکٹر جمیلہ کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ اُسے آزادانہ ماحول میں کام کرنے کا موقع ملے گا۔ ڈاکٹر بہرام نے اُس سے کہا تھا کہ یہاں وہ اس کے علاوہ اور کسی کو جواب دہ نہیں ہو گی اور یہ کہ وہ عموماً جواب طلب کرنے کے لیے کبھی کسی کو نہیں بلاتا۔

اس نے ایک بار پھر اپنے سراپا کا جائزہ لیا۔ اُس کی عمر تیس سال تھی۔ دراز زلفیں سانپوں کی طرح شانوں سے نیچے کمر تک لہرا رہی تھیں۔ آنکھیں گہری کالی تھیں، رنگ ایسا تھا جیسے کسی نے شہد اور دودھ کو خوب ملایا ہو۔ وہ زیرِ لب مسکراتی ہوئی بالوں پر برش کرنے لگی۔

تب ہی دروازے کی گھنٹی بجنے لگی۔ ڈاکٹر جمیلہ کو واقعتاً حیرت ہوئی کیونکہ یہاں ابھی تک اُس کی کسی سے شناسائی تک نہ تھی اور نہ ہی کسی کے آنے کا امکان تھا۔ ممکن ہے کوئی سینی ٹوریم سے لینے کے لیے آیا ہو۔ وہ یہی سوچ کر دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ اُس نے یہ پوچھے بغیر دروازہ کھول دیا کہ باہر کون ہے؟

چوکھٹ پر ایک خوب صورت عورت کھڑی ہوئی تھی۔ اُس کی زلفیں بھی جمیلہ کی طرح چمک دار سیاہ اور دراز تھیں... اور وہ جمیلہ سے کہیں زیادہ خوب صورت، متناسب اور دلکش تھی۔ وہ جمیلہ کو دیکھ کر مسکرائی تو جمیلہ کو احساس ہوا کہ اُس نے اتنی خوب صورت مسکراہٹ پہلے کبھی نہیں دیکھی۔

”ڈاکٹر جمیلہ؟“ وہ عورت بڑے نرم لہجے میں بولی۔

”جی... جی ہاں میں ہی جمیلہ ہوں۔“ جمیلہ ثروت نے بے ساختہ طور پر ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

”میں نے تمہارا ذکر ہی سنا تھا۔ میں ڈاکٹر فن برگ ہوں۔“

”تو کیا تمہارا تعلق بھی سینی ٹوریم سے ہے؟“ جمیلہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔

”ہاں سینی ٹوریم سے مجھے فون کیا گیا تھا کہ ہماری نئی ساتھی کے پاس کار نہیں ہے۔ باہر بہت گرمی ہے۔ لہٰذا میں سینی ٹوریم آتی ہوئی ڈاکٹر جمیلہ کو بھی ساتھ لے لوں۔“

ندیم

ایک وطن پرست اور کفن بردوش نوجوان کی داستانِ خونِ رنگ، جو محبِّ وطن ہونے کے باوجود دہشت گرد کہلاتا تھا۔ وقت کی راسیں تھامنے میں اس کے ہاتھ لہولہان ہو گئے تھے معاشرے کے اُجلے لوگوں کی کہانی جن کے من کالے ہیں۔

دہشت گرد

سلیم فاروقی

چار حصّوں میں شائع ہو گیا ہے

قیمت

مکمل سیٹ -/۱۸۰ روپے

مکتبہ القریش، سرکلر روڈ، اردو بازار، لاہور ۲

پوسٹ کوڈ ۵۴۰۰۰

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اوہ... بہت بہت شکریہ۔" جمیلہ خوشی سے اُچھل پڑی۔ "میں تو یہی سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہی تھی کہ آتی گرمی میں ایک فرلانگ کا فاصلہ کس طرح طے کروں گی۔ آجاؤ اندر آجاؤ۔" جمیلہ فوراً بے تکلف ہوگئی۔ "تم نے ناشتا کیا ہے اگر نہیں تو میرے ساتھ کرلو۔ میں تنہا ناشتا کرنے کی عادی نہیں ہوں۔" جمیلہ نئی سہیلی کے مل جانے سے بہت خوش تھی۔

شیلا فن برگ ڈرائنگ روم میں داخل ہوتی ہوئی بہت خوش تھی۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں اور کہہ رہی تھی۔ "ہاں، میں بھی یہی سوچ کر آئی تھی کہ تمہارے اپارٹمنٹ ہی میں ناشتا کرلوں گی۔"

"یہ نیلی وردی والے لوگ غلام گردش اور ہال میں کیا کر رہے ہیں شہنشاہِ اعظم؟" اوشان نے بڑی سنجیدگی اور قدرے برہمی کے ساتھ پوچھا۔ "کیا آپ ہی نے انھیں یہاں تعینات کیا ہے؟" اوشان کے چہرے پر ناپسندیدگی کے تاثرات تھے۔

"درست ماسٹر۔" بہرام نے جواب دیا۔ اس کا لہجہ رکھی تھا۔

"مگر کیوں؟" اوشان نے ہی یہ فیصلہ کیا کہ وہ جب تک سینی ٹوریم میں مقیم ہے بہرام کو شہنشاہ نہیں کہے گا کیونکہ بہرام نے اس سے مشورہ لیے بغیر نیلی وردی والوں کو یہاں تعینات کردیا تھا۔ ویسے بھی وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ سینی ٹوریم کا عملہ بہرام سے کم تر سمجھے۔ "ان نیلی وردی والے مجہول لوگوں کی موجودگی کا کوئی سبب تو ہوگا نا؟"

"ہاں! میں نے ان کو اس لیے لگایا ہے کہ وہ ٹائیگر تک نہ پہنچ سکیں۔ میں ٹائیگر کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں اور یہ سب اس کے محافظ ہیں۔"

"آدم خور ٹائیگر کی تلاش میں یہاں کس طرح پہنچ سکیں گے ڈاکٹر بہرام؟"

"میں نے انھیں مطلع کردیا ہے کہ ٹائیگر یہاں موجود ہے۔" بہرام نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا!" اوشان کا چہرہ ایک لمحے کے لیے متغیر ہوا لیکن پھر اس نے اپنے غصے کو پی لیا۔

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو اوشان۔" بہرام نے دھیرے سے کہا۔ "ہم ہر قیمت پر انھیں پکڑنا اور ختم کرنا چاہتے ہیں۔ میں جانتا ہوں کہ تم اس وجہ سے پریشان ہو کہ میری حکمت عملی سے ٹائیگر کی زندگی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ تمھاری طرح مجھے بھی اس سے محبت ہے لیکن مجھے صرف ٹائیگر ہی سے نہیں اس ملک کے ہر شہری سے پیار ہے۔ اس ملک سے محبت ہے اور میں کروڑوں افراد کی خاطر ایک شخص کو قربان کرسکتا ہوں۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ اس ملک نے اپنے طور پر کتنے ماسٹرز آف سنانجو پیدا کیے ہیں؟" اوشان کا لہجہ بھاری تھا اور اس کی آنکھیں سلگ رہی تھیں۔

"اپنے طور پر؟ ایک بھی نہیں۔" بہرام نے اوشان سے نظریں چرا کر جواب دیا۔

"تب کیا تمھیں یقین ہے کہ اس ملک کے لیے ٹائیگر کی قربانی مناسب ہوگی؟ کیا اس کی زندگی اتنی ہی سستی ہے؟"

"میرا جواب اثبات میں ہے۔ میں نوعِ انسانی کی بقا کے لیے یہ قربانی دینے کو تیار ہوں۔" بہرام کی آواز واضح طور پر مرتعش تھی اور آنکھیں بھیگی ہوئی تھیں۔

"کیا اس ملک کے شہریوں کی زندگی... ٹائیگر اور میری زندگی سے زیادہ وقعت رکھتی ہے ڈاکٹر بہرام؟"

"ہاں!" بہرام نے ہچکچائے بغیر جواب دیا۔

"اور کیا نوعِ انسانی کی بقا میری تمھاری اور ٹائیگر کی زندگی سے زیادہ اہم ہے؟"

"بہت زیادہ اہم ہے۔" بہرام نے چھت کی طرف دیکھ کر کہا۔ اس وقت وہ شدید جذباتی کشمکش کا شکار تھا۔ یہ کیفیت اس پر پہلی بار طاری ہوئی تھی۔ ویسے جزیرۂ فردوس میں یہ سب کچھ پہلی بار ہی ہو رہا تھا۔ ٹائیگر پہلی بار زخمی ہوا تھا اور اوشان نے پہلی مرتبہ چارہ گر سینی ٹوریم میں پناہ کے لیے درخواست کی تھی اور پہلی بار بہرام سے بات کرنے کے لیے ٹیلی فون استعمال کیا تھا۔

"اس ملک کو کتنی قربانیوں کی ضرورت ہوگی ڈاکٹر بہرام؟" اوشان نے بہرام کے کمرے کے فرش پر تھوک دیا۔ "تم ٹائیگر کی زندگی سے صرف اس لیے کھیل رہے ہو کہ چند موٹے اور مجرب لوگوں کو گولیوں میں کھا لیا گیا ہے۔"

"میں آگے کی طرف دیکھ رہا ہوں ماسٹر۔" بہرام کا لہجہ خشک تھا۔ "میں جانتا ہوں کہ اگر اس کھیل کو ختم نہیں کیا گیا تو پھر یہ بات گلستان آباد سے نکل کر پورے ملک میں اور پھر پوری دُنیا میں پھیل جائے گی اور سنانجو بھی اس آفت سے محفوظ نہیں رہ سکے گا۔"

"سنانجو محفوظ رہے گا۔" اوشان نے بڑے تیقن سے جواب دیا۔

"آدم خور سنانجو تک پہنچ سکتے ہیں۔" بہرام نے احتجاج کیا۔

"وہ سنانجو تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ سنانجو اس جگہ کا نام ہوتا ہے جہاں میں اور ٹائیگر ہوتے ہیں۔ جہاں ہم ہوتے ہیں وہی جگہ سنانجو ہوتی ہے۔ میں کوشش کروں گا کہ ٹائیگر زندہ رہے۔ یہ ممکن ہے کہ یہاں تم اور تمھارا بادشاہ محفوظ نہ رہے لیکن میں اور ٹائیگر زندہ رہیں گے۔"

ایک لمحے کے لیے دونوں ایک دوسرے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے دیکھتے رہے پھر بہرام ہی کو دوسری طرف دیکھنا پڑ گیا۔

"میں تم سے چند ضروری باتیں کرنا چاہتا ہوں ماسٹر۔" بہرام نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے ٹائیگر اپنے آپ میں نہ ہو۔ بات یہ نہیں کہ وہ زخمی ہے وہ سگریٹ بھی پینے لگا ہے۔ کل رات اس نے سگریٹ اٹھانے تھے جب کہ مجھے علم ہے کہ اس نے برسوں قبل مچھلی اور دلیے کے سوا ہر چیز ترک کردی تھی۔ اسے کیا ہوتا جا رہا ہے ماسٹر؟"

"اس کے جسم کو زخموں کی وجہ سے گہرا صدمہ پہنچا ہے۔" اوشان نے دونوں ہاتھ لبادے کے اندر سینے پر باندھتے ہوئے جواب دیا۔ "اور صدمہ اتنا شدید ہے کہ اس کا جسم یہ بھول گیا کہ وہ کیا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" بہرام نے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"عام لفظوں میں میں اتنا ہی کہہ سکتا ہوں کہ جب ذہن پر چوٹ لگتی ہے تو لوگ یادداشت کھو بیٹھتے ہیں اور یہی کیفیت ٹائیگر کی ہے۔ اس کے جسم پر چوٹیں اور گھاؤ لگے ہیں لہٰذا جسم اپنے آپ کو بھول گیا ہے۔" اوشان نے خلا میں کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"امنیزیا؟"

"ہاں! جو کچھ بھی کہہ لو۔ جسم بھی اسی بیماری کا شکار ہو جاتا ہے اور شہزادہ اس کا شکار ہو چکا ہے۔ اس کا جسم اس مرحلے پر واپس جا رہا ہے جہاں تم نے اسے پایا تھا۔ اس مقام پر واپسی ہو رہی ہے جہاں میں نے اس کی تربیت شروع کی تھی تمھارا کوئی انجکشن اس تنزلی کو نہیں روک سکتا۔"

"تک... کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ ٹائیگر ختم ہوگیا۔" بہرام بے چینی سے قدرے بلند لہجے میں بولا۔ "کیا اس کی تمام خصوصی صلاحیتیں ختم ہوگئیں؟"

"یہ فی الحال کوئی بھی نہیں بتا سکتا۔" اوشان نے افسردہ لہجے میں جواب دیا۔ "ضروری نہیں کہ اس کا جسم پھانسی گھاٹ والے مرحلے پر ہی پہنچ جائے... یہ ممکن ہے کہ جسمانی تنزلی کا عمل راستے ہی میں رک جائے۔ تربیت کا اثر برقرار رہے اور پھر مزید تربیت کے بعد اسے اس کی صلاحیتیں واپس مل سکیں لیکن

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

اس کا سارا دار و مدار اس کی ذہنی کیفیت اور قوتِ ارادی پر ہے۔ میں اس کی طرف سے مایوس نہیں۔ باپ کبھی اپنے بیٹے سے مایوس نہیں ہوا ڈاکٹر بہرام۔"

"میں جانتا ہوں عظیم اوشان۔" بہرام کی آواز بھرا گئی۔ "لیکن مجھے اس بات پر شدید دکھ ہے کہ تم نے یہ خیال کیے بغیر کہ شہزادہ ماسٹر آف سنانجو ہے۔ اسے آدم خوروں کے سامنے ڈالنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس طرح جیسے وہ کوئی عام آدمی ہو۔"

بہرام گڑبڑا کر رہ گیا لیکن وہ موت اور حیات کے اس ہتھیار اور اوشان کی نفسیات سے اچھی طرح واقف تھا لہٰذا اس نے اوشان کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔ "ماسٹر! ٹائیگر کو جال بناتے وقت میرے ذہن میں تمھارا یہ مقولہ تھا کہ ٹائیگر ناقابلِ شکست ہے اور دُنیا کی کوئی طاقت اسے ہلاک نہیں کرسکتی۔ کیا یہ درست نہیں؟"

"ہاں! وہ ناقابلِ شکست ہے۔ دُنیا کی کوئی طاقت اسے ہلاک نہیں کرسکتی۔" یہ کہتے ہوئے بھی اوشان کی آنکھیں بجھی رہیں۔ "لیکن... اندھیری راتوں میں جنگل کا شیر شکار کے عوض بادشاہ بھی آدم خوروں کے جنگل میں پھنس سکتا ہے۔ اس کا جو بھی حشر ہوگا اس کی ذمے داری تم پر ہوگی اور ہاں — صرف ایک کرم کرو۔ نیلی وردی والوں کو غلام گردش سے ہٹا دو یا کم از کم انھیں اور ان کی بندوقوں کو اس کے کمرے سے دُور رکھو کیونکہ اس کی حفاظت کے لیے میں موجود ہوں۔"

اوشان اس گفتگو کے دوران کھڑا رہا تھا اور یہ آخری جملہ کہہ کر وہ کسی جھونکے کی طرح پلٹا۔ اس کا لبادہ اُڑنے لگا۔ وہ چوکھٹ پر پہنچ کر ایک بار پھر بہرام کی طرف پلٹا۔ "شہزاد جونہی طویل سفر کے قابل ہوا میں اسے یہاں سے لے جاؤں گا اور پھر تم آدم خوروں سے خود نمٹتے رہنا کیونکہ ہم یہاں موجود نہیں ہوں گے۔"

"تم کہاں جاؤ گے؟"

"کسی بھی پُرسکون مقام پر۔ اُس جگہ جہاں ہم تمھاری تنخواہ نہیں لیا کریں گے۔"

❖

شیلا فن برگ نے اپنی اصلی تصویر کی سیشن پر دیکھ کر بمشکل قہقہہ ضبط کیا۔ یہ وہی پُرانی تصویر تھی جو تجربے کے مظاہرے کے دوران فوٹوگرافروں نے اتاری تھی۔ تصویر دیکھ کر شیلا کو بہرحال یہ احساس ضرور ہوا تھا کہ وہ کتنی بدصورت تھی۔ تصویر کی موجودگی اس امر کا ثبوت تھی کہ سینی ٹوریم میں واقعتاً اس کے لیے جال پھیلایا گیا ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا یہ تصویر تمہاری بیوی کی ہے خوبصورت نوجوان؟" شیلا نے انجان بن کر اس ادھیڑ عمر محافظ سے پوچھا جس کی توند نکلی ہوئی تھی۔

"ارے نہیں" گارڈ جھینپ کر بولا "یہ کسی ایسی چڑیا کی تصویر ہے جس کی اوپر والوں کو تلاش ہے خاتون" گارڈ یہ کہتے ہوئے شیلافن برگ کا حسن اپنی آنکھوں میں اتار رہا تھا۔ "شاید پاگل خانے سے بھاگی ہوئی کوئی عورت ہے اور ویسے میں شادی شدہ بھی نہیں ہوں" گارڈ کا آخری جملہ سفید جھوٹ تھا۔ اس نے دو شادیاں کی تھیں اور وہ تیسری شادی شیلا سے کرنا چاہتا تھا۔ شیلا سے ... سے بڑی بات کھڑی ہوئی تھی شیلا مسکرا کر رہ گئی۔

"اب ایسی ہی پاگل عورتیں اور مریض آپ کی ذمے داری ہوں گی ڈاکٹر" گارڈ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔ وہ ا سے ڈاکٹر جمیلہ ہی سمجھا تھا کیونکہ شیلا نے جمیلہ کے پرس میں سے ملنے والا تقرری نامہ اس کے سامنے پہلے ہی رکھ دیا تھا۔ اس پر واضح طور پر لکھا تھا کہ ڈاکٹر جمیلہ ثروت کا تقرر نفسیاتی وارڈ میں کیا گیا ہے۔

"اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟" شیلافن برگ نے دونوں کہنیاں میز پر ٹکا کر جھکتے ہوئے کہا۔

"کک... کچھ نہیں۔" گارڈ گڑبڑا کر بولا "آپ اندر جائیں گی۔ آپ کا ڈیوٹی روم... میرا مطلب ہے کہ نفسیاتی امراض کا شعبہ مرکزی عمارت کے اندر دائیں طرف واقع ہے۔ پھر آپ کو شناختی کارڈ بنوانا ہوگا۔ اس کے بعد آپ کو یہاں گیٹ پر بھی کوئی نہیں روکے گا۔ ویسے... اگر کارڈ نہ بھی بنا تب بھی میں گیٹ پر موجود ہوں گا... اور میں آپ کو اب کبھی فراموش نہیں کر سکوں گا۔"

شیلا نے مسکرا کر اس کو دیکھا۔ تقرر نامہ واپس لیا اور اس کی طرف مسکراہٹ اچھال کر آگے بڑھ گئی۔ گارڈ بہت دیر تک اس کو دیکھتا رہا اور پھر اس نے کولر سے پانی لے کر دو گلاس حلق میں انڈیل لیے۔

*

سفید کوٹ اور کلپ بورڈ ہی کسی اسپتال میں شناختی کارڈ کی طرح ہی ہوتے ہیں۔ شیلا نے ایک ہال کی الماری سے دونوں چیزیں لیں۔ اب وہ ادھر اُدھر گھومنے پھرنے میں آزاد تھی۔ اس نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ "ایل" کی شکل میں بنی ہوئی مرکزی عمارت دو حصوں میں منقسم ہے۔ نیاتی طرز کا اگلا حصہ علاج معالجے کے لیے مخصوص تھا جب کہ جنوبی حصے میں نقل و حرکت بہت کم تھی۔

پہلی منزل پر دفاتر اور کمپیوٹر تھے۔ بالائی منزل پر اسپتال کے کمرے اور گراؤنڈ پر ایک ڈھلوان کے قریب جمنازیم تھا جو سینی ٹوریم کی اراضی کے آخری حصے تک پھیلا ہوا تھا۔ اس کے آگے سمندر تھا اور ساحل پر پرانی کشتیاں لنگر انداز تھیں۔

اور جنوبی حصے کو محافظوں نے گھیر رکھا تھا۔

عام حالات میں شیلافن برگ یقیناً اس تجسس کی شکار ہو جاتی کہ اسپتال میں اتنے محافظوں کی کیا ضرورت ہے تاہم اس وقت اسے کسی قسم کا تجسس محسوس نہیں ہوا۔ اسے صرف ٹائیگر کی تلاش تھی اور اسے اندازہ تھا کہ وہ جنوبی حصے ہی میں ہوگا۔

وہ مرکزی عمارت کے ایک حصے میں گئی جو اسپیشل سروس آفس کہلاتا تھا۔ یہاں اس نے شناختی کارڈ حاصل کرنے کے لیے پولرائیڈ کیمرے سے تصویریں کھنچوائیں۔

"بہت دلچسپ جگہ ہے" اس نے آفس کی لیڈی کلرک سے کہا۔

"ہاں!" کلرک مسکرا کر بولی "سب سے اچھی بات یہ ہے کہ اوپر والے ہمارے کام میں ٹانگ نہیں اڑاتے۔"

"میرا تو پہلا دن ہے۔ ویسے جنوبی عمارت میں اتنے بہت سے محافظ کیوں تعینات ہیں؟ کیا کوئی خاص بات ہے؟" شیلافن برگ نے ایک فارم پر نام لکھتے ہوئے کہا۔

"میں نے سنا ہے کہ ایک انتہائی امیر آدمی وہاں زیر علاج ہے" کلرک نے تصویروں کے کنارے کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ پھر اس نے ایک بھاری کارڈ پر تصویریں چپکائیں "ویسے یہ بھی سنا گیا ہے کہ اس حصے میں کسی خاص موضوع پر سائنس دان تحقیقی کام کر رہے ہیں اس لیے وہاں کمپیوٹر بھی نصب ہیں۔ شاید حفاظتی اقدامات کمپیوٹرز کی وجہ ہی سے کیے گئے ہیں۔"

شیلا کو کمپیوٹروں سے زیادہ دلچسپی امیر ترین مریض میں تھی۔ "کیا وہ شادی شدہ ہے؟"

"کون؟" کلرک نے پوچھا۔

"وہی مریض! امیر ترین مریض؟"

کلرک نے کندھے اچکا کر فوٹو کارڈ ایسی مشین میں ڈال دیا جو کریڈٹ کارڈ پرنٹر لگتی تھی۔ اس نے ایک بٹن دبایا تو مشین نے ہچکی جیسی آواز سنائی دی اور اس کے بعد پلاسٹک کی بو محسوس ہوئی "پتا نہیں" لیڈی کلرک نے جواب دیا "اس کے ساتھ اس کا ذاتی خادم بھی ہے۔ بوڑھا سا آدمی ہے۔ یہ رہا آپ کا کارڈ ڈاکٹر جمیلہ۔ اب آپ اس کو اپنے کوٹ پر لگا کر جہاں چاہیں جا سکتی ہیں۔"

"جنوبی حصے میں بھی؟" شیلافن برگ کی رگوں میں خون بہت تیزی سے دوڑنے لگا۔

"کہیں بھی" لیڈی کلرک مسکرا کر بولی "مریض ہر جگہ ہوتے ہیں لہٰذا آپ کو ہر جگہ جانا پڑے گا۔"

"ہاں! تم سچ کہتی ہو۔ مریض ہر جگہ ہوتے ہیں" شیلا نے کارڈ لے کر فوراً کوٹ میں لگا لیا۔

اس روز شیلا نے لنچ کے لیے ڈائننگ روم میں جانے کی بجائے عمارت کے عقبی حصے میں واقع میدان کا رُخ کیا۔ یہ پتھریلا میدان تھا اور یہیں سے ساحل کی طرف چھوٹی سی گودی تک راستہ جاتا تھا۔ غالباً گودی ایک عرصے سے استعمال نہیں ہوئی تھی تاہم اس کی دیکھ بھال ضرور کی جاتی رہی تھی۔ شیلا نے محل وقوع اور گودی کی تمام تفصیلات ذہن نشین کر لیں۔ اس نے وہیں سے جنوبی حصے کی طرف دیکھا اور اس بار حیرت زدہ رہ گئی۔ یہاں کھڑکیوں پر شیشوں کی بجائے آئینے لگے ہوئے تھے۔ شیلا ذہین تھی وہ سمجھ گئی کہ اندر والے باہر دیکھ سکتے ہیں مگر وہ اندر نہیں دیکھ سکتی۔ وہ یہ سوچ کر عجیب سی سنسنی محسوس کرنے لگی کہ شاید اسے زخمی کرنے والا نوجوان اس وقت اسے دیکھ رہا ہو۔ اس خیال سے اسے خوف محسوس نہیں ہوا۔ اس نے درندوں کے سے انداز میں منہ کھولا، طویل انگڑائی لی اور پھر دوسری منزل کی کھڑکیوں کی طرف دیکھ کر مسکرانے لگی۔

وہ عمارت میں پہنچی تو لنچ کا وقفہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ اپنے کارڈ کی مدد سے جنوبی حصے کی دوسری منزل پر پہنچ گئی۔ وہ ایک عام سی غلام گردش... تھی مگر یہاں اسپتالوں کی مخصوص بُو اور دواؤں کی مہک نہیں تھی۔

ٹائیگر کا کمرا تلاش کرنے کے لیے اسے کوئی کوشش نہیں کرنی پڑی۔ وہ ٹائیگر کی خوشبو محسوس کر رہی تھی۔ ساتھ ہی اسے کسی چیز کے جلنے کی بُو بھی محسوس ہوئی۔ کوئی سگریٹ پی رہا تھا۔

"تم سے سگریٹ تو چھڑوا دوں گی" اس نے دل ہی دل میں کہا اور پھر اس دروازے کے قریب پہنچ گئی جہاں سے ٹائیگر کی مہک آ رہی تھی۔ ایک لمحے کے لیے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہونے کے لیے بے قرار ہو گئی لیکن ایک دوسری خوشبو محسوس کر کے اس نے خود پر قابو پا لیا۔ یہ یاسمین اور دوسرے پھولوں کی مہک تھی اور یقیناً بوڑھے خادم کے جسم سے آ رہی تھی۔ یہی خوشبو اس نے اس فلیٹ میں محسوس کی تھی جہاں وہ ٹائیگر کو اغوا کرنے کے لیے گئی تھی۔

اس نے دروازے کو دیکھا وہاں لکھا تھا بی ۲۲۱۔

اس کی سانس تیز ہونے لگی اور وہ بمشکل غراہٹوں کو حلق میں دبانے میں کامیاب ہوئی۔ پھر وہ وہاں سے ہٹ کر ایک دوسری غلام گردش میں آ گئی۔ یہاں ایک عقبی زینہ دیکھ کر اس کی آنکھیں غیر انسانی انداز میں چمکنے لگیں۔ یہ زینہ عمارت کے باہر جاتا تھا۔

"شاندار" اس نے اپنے جوش و خروش کو ضبط کرتے ہوئے زیر لب کہا۔ پھر اپنے شعبے میں واپس آ گئی۔ اب اسے بے نقص منصوبہ بندی کرنی تھی۔

ٹ

کمرا نمبر بی ۲۲۱ میں اوشان کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے اور پھر اس نے سر اٹھا کر ٹائیگر کی طرف دیکھا جو اپنے وعدے کے برخلاف اب اوشان کے سامنے بھی سگریٹ پی رہا تھا۔

"وہ یہاں تک پہنچ چکی ہیں شہزادے" اوشان کا لہجہ انتہائی عجیب سا تھا۔

"کیا آپ کو الہام ہونے لگا ہے لشل نادر؟" ٹائیگر نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔ بظاہر اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔ مگر وہ اوشان کے اضطراب کو شدت کی گھبراہٹوں سے محسوس کر رہا تھا۔ اس وقت اسے یہ خواہش محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اور اوشان جزیرہ فردوس سے کہیں دور کسی پرجوش علاقے میں جا کر سکون کے چند دن گزار لیں۔ اسے پہلی بار اپنے وجود سے وحشت محسوس ہو رہی تھی۔

"نہیں! مجھے الہام نہیں ہوتا۔ میں اپنی حسیات کو اسی طرح استعمال کرتا ہوں جس طرح ایک ہفتہ قبل تک تم استعمال کر رہے تھے۔"

"تب پھر آدم خوروں کو فراموش کر دیں" ٹائیگر نے سگریٹ کے دھوئیں کو رقص کرتے ہوئے دیکھ کر جواب دیا۔

"انھیں فراموش کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ وہ یہاں موجود ہیں" اوشان نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ وہ اس وقت یہ سوچ رہا تھا کہ ٹائیگر صرف اپنی حفاظت نہیں کر سکتا بلکہ اسے آدم خوروں کے خطرے کی شدت کا احساس بھی نہیں۔ ان حالات میں وہ ٹائیگر کی حفاظت کس طرح کر سکتا ہے۔ اس نے محض چند لمحے قبل غلام گردش میں محتاط قدموں کی چاپ سنی تھی اور پھر یہ چاپ دروازے پر رک گئی تھی۔ اس کے بعد قدموں کی یہ آواز تیزی سے واپس چلی گئی تھی۔ اوشان جانتا تھا کہ یہ چاپ عام

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انسان کی نہیں تھی۔ جو کوئی بھی تھا وہ انسانوں کے برعکس پہلے پنجے زمین پر رکھ رہا تھا اور پھر ایڑی اور چاپ کی آواز سے ایسا لگ رہا تھا جیسے پیروں پر ربر بندھی ہوئی ہو۔

"ٹل فادر! ان لوگوں سے آپ ہی نمٹ لیں تو بہتر ہے۔" ٹائیگر نے کاہلی سے منہ چلاتے ہوئے کہا۔ اس کے منہ میں بھنی ہوئی ران، روسٹ اور چکن فرائی کا خیال آتے ہی پانی بھر آیا تھا۔ کھانے کے بعد سگریٹ پینا کتنا فرحت انگیز ہوتا ہے، وہ مسلسل یہی سوچے جا رہا تھا۔

★★

ٹھیک آٹھ بجے شب شیلا کے تین ساتھی اس کی ہدایت کے مطابق سیلی لوٹیم کی اس دیوار سے کود کر احاطے میں داخل ہوئے جس پر کرنٹ والے تار نہیں تھے۔

ٹھیک آٹھ بج کر بارہ منٹ پر وہ تینوں ہیولے ہاتھ پیروں کے بل چلتے ہوئے اس غلام گردش میں داخل ہو گئے جہاں ٹائیگر کا کمرا تھا۔ زینے پر جو محافظ تعینات کیے گئے تھے وہ اوشان کی ضد کے باعث پہلے ہی ہٹائے جا چکے تھے اور اب ان کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ ان کے حلق سے جو غراہٹیں نکل رہی تھیں ان سے نسوانیت ظاہر تھی۔ وہ تینوں ہیولے ٹائیگر کی بو پا کر کمرے کی طرف ہی بڑھ رہے تھے جس میں ٹائیگر فرائی گوشت اور تافتان کھانے کے بعد لیٹا ہوا تھا۔

صرف ایک شخص ایسا تھا جس کو ان کی آمد کا علم ہو چکا تھا۔ اور وہ عظیم اوشان تھا۔

اوشان نے گھاس کی بنی ہوئی چٹائی پہ پہلو بدلا اور پھر تیزی سے اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے قدموں کی چاپ تک پیدا نہیں ہوئی تھی اور ٹائیگر کو بھی علم نہ ہو سکا تھا کہ اوشان چٹائی پر موجود نہیں۔

ڈاکٹر بہرام اپنے کمرے میں شارٹ سرکٹ ٹیلی ویژن سیٹ پر نظریں جمائے ہوئے تھا کہ اچانک اس کی نظر دو عورتوں پر پڑی۔ ان کے ساتھ ایک مرد بھی تھا۔ اس نے جو منظر دیکھا اس کے باعث اس جیسے نڈر اور قوی اعصاب کا مالک شخص بھی ہل کر رہ گیا۔

وہ تینوں جانوروں کی طرح چل رہے تھے۔ ان کی انگلیاں فرش پہ جمی ہوئی تھیں۔ وہ ہر کمرے کے دروازے پر رک کر سونگھتے اور پھر آگے بڑھ جاتے۔ پھر معاً ہی ان میں سے ایک کا چہرہ دیوار میں پوشیدہ کیمرے کی طرف ہو گیا۔ بہرام نے دانت بھینچ لیے۔ یہ ایک عورت تھی۔ اس کے ہونٹ درندوں کی طرح پھیلے ہوئے تھے اور دانت صاف نظر آ رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں غیر انسانی چمک تھی۔ بہرام کو یقین ہو گیا کہ ان تینوں اور اصلی درندوں کے درمیان اب زیادہ فرق برقرار نہیں رہا۔

پھر وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اعشاریہ ۴۵ کا آٹومیٹک نکالا اور ٹائیگر کے کمرے والی راہداری میں جانے کے لیے دیوانہ وار زینہ چڑھنے لگا۔

★★

اوشان اب دروازے سے لگا ہوا کھڑا تھا اور ٹائیگر اسے اس حالت میں دیکھنے کے بعد بستر پہ بیٹھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"کیا ہوا اوشان؟" اس نے قدرے پریشان ہو کر پوچھا۔

"وہ یہاں آ پہنچے ہیں میرے بچے۔"

"ہاں! مجھے بھی اس کا احساس ہو رہا ہے۔"

"تب پھر تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" اوشان کی شعلہ بار نظریں ٹائیگر پر جم کر رہ گئیں۔

"میں تمھاری مدد کروں گا۔" ٹائیگر کے لہجے میں لرزا دینے والی بے بسی تھی۔

"نہیں! تم آرام کرو۔ تمھارے معدے میں گوشت، مرچیں، چکنائی اور پھیپھڑوں میں دھواں ہے۔ خود کو تکلیف مت دو۔ لیٹے رہو۔"

"مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں تمھارا ہاتھ نہیں بٹا سکتا۔" ٹائیگر نے سر تھام کر کہا۔

"لیٹے رہو۔" اوشان نے ہاتھ جھٹکتے ہوئے غرا کر کہا اور پھر دروازے کی طرف پلٹ گیا۔

باہر تینوں آدم خور دیواروں سے چپک چپک کر غرا رہے تھے۔ انھوں نے ٹائیگر کے دروازے کو کھولنے کی بجائے توڑنے کی کوششیں شروع کر دیں۔ اگر وہ انسان ہوتے تو صرف ہینڈل گھما کر دروازہ کھول سکتے تھے مگر اس وقت وہ عقل سے محروم ہو رہے تھے۔ انھوں نے دروازے پر پنجے مارنے شروع کر دیے۔ پنجوں کی آوازیں غلام گردش میں گونجنے لگیں۔ ان کے حلق سے غراہٹیں بھی نکل رہی تھیں۔

بہرام دندناتا ہوا راہداری میں داخل ہوا اور پھر ان تینوں کو ٹائیگر کے دروازے پر دیکھ کر بوکھلا گیا۔ اس نے فوراً ایک کونے میں پوزیشن سنبھال کر آٹومیٹک کی نال سیدھی کی اور پھر زوردار لہجے میں بولا: "دروازے سے دور ہٹ جاؤ... فرش پر لیٹ جاؤ

ورنہ گولی مار دوں گا۔"

تینوں آواز سن کر اس کی طرف پلٹ گئے۔ یہ واضح تھا کہ وہ بہرام کی آواز ہی سن سکے ہیں، انھیں اس جملے کا مفہوم سمجھ نہیں آیا، اور نہ ہی وہ آٹومیٹک سے خوف زدہ تھے۔

ان کے منہ سے رال ٹپکنے لگی۔

اندر کمرے میں اوشان اور ٹائیگر نے بھی بہرام کی آواز سنی اور دونوں ہی چونک پڑے۔

"یہ بے وقوف یہاں کیوں آ گیا؟" اوشان کا لہجہ بہت غصیلا تھا۔

باہر... تینوں آدم خور اپنے سامنے شکار دیکھ کر دروازے سے ہٹ گئے اور بہرام کی طرف بڑھنے لگے۔

"ٹھیک ہے۔ بس اب رک جاؤ۔ فرش پر لیٹ جاؤ۔" بہرام نے ٹائیگر کے دروازے سے خطرہ ٹلتے ہوئے دیکھ کر سکون کی سانس لی۔

مگر وہ تینوں اس کی طرف بڑھتے رہے۔ ان کی غیر انسانی نظریں بہرام پر جمی رہیں۔

"خبردار... فرش پر لیٹ جاؤ۔" بہرام نے ایک بار پھر کڑے لہجے میں حکم دیا۔

لیکن انھوں نے اب بھی بہرام کا مطلب نہیں سمجھا۔ اس کے بجائے وہ تینوں قدرے مختلف انداز سے... الگ الگ ہو کر بہرام کی طرف بڑھتے رہے۔ اس مرتبہ ان کی رفتار بھی تیز تھی۔ بہرام نے فوراً فائر کر دیا۔ گولی مرد کے سینے میں لگی۔ وہ تقریباً ایک فٹ اوپر اچھلا اور پھر سنگ مرمر کے فرش پہ پیٹھ کے بل گر گیا۔ اس کا خون سفید ٹائلز کو سرخ کرنے لگا۔

کمرا نمبر بی ۲۲۱ میں ٹائیگر نے گولی کی آواز سنتے ہی اٹھنے کی کوشش کی۔

"اوشان! بہرام کو ہماری مدد کی ضرورت ہے۔" اس کا حلق خشک ہو رہا تھا اور آنکھیں سلگ رہی تھیں۔

"لیٹے رہو۔" اوشان نے غرا کر حکم دیا۔

"جہنم میں گیا لیٹنا۔" ٹائیگر بپھر کر بولا۔ "میں اس کی مدد کے لیے جاؤں گا۔"

"تم...!" اوشان نے زہر خند انداز میں کہا۔ "تم آرام کرتے رہو میں جا رہا ہوں۔" یہ کہہ کر وہ ٹائیگر کو بستر پر بیٹھا ہوا چھوڑنے کے بعد غلام گردش میں نکل آیا۔

اور اسی لمحے ٹائیگر کی کھڑکی سے لگی ہوئی ڈرین پائپ لائن پر موجود شیلا فن برگ نے سر اٹھایا۔ وہ دو گھنٹے سے اسی جگہ چپکی ہوئی تھی مگر اس کو تھکن کا کوئی احساس نہ تھا۔ اس نے کھڑکی میں لگے ہوئے شیشے کے سوراخ سے جھانک کر دیکھا۔ اوشان دروازے سے نکل رہا تھا۔ ہال میں پہنچ چکا تھا اور ٹائیگر کمرے میں تنہا تھا۔ جونہی اوشان نے دروازہ بند کیا، شیلا نے شیشے پہ پنجہ مارا اور ساتھ ہی ٹوٹے ہوئے شیشے سے کمرے میں کود گئی۔ وہ ٹائیگر کے بیڈ سے محض چند قدم دور گری تھی۔

وہ مسکرا رہی تھی۔

ٹائیگر ششدر اور گم صم تھا۔

وہ مارے خوشی کے غرانے لگی۔

"ہیلو سویٹ ہارٹ! میں تمھیں اپنانے کے لیے آ گئی ہوں۔"

غلام گردش میں دونوں آدم خور عورتیں اس انداز میں بیٹھی غرا رہی تھیں جیسے ابھی زقند بھر کر بہرام کو بھنبھوڑ ڈالیں گی۔ دونوں میں قدرے فاصلہ بھی تھا اور بہرام واضح طور پر انھیں زندہ گرفتار کرنے کے لیے ڈرا دھمکا رہا تھا۔ اس نے باری باری دونوں کی طرف ریوالور کر کے انھیں ایک بار پھر فرش پر لیٹ جانے کو کہا مگر دونوں غرا رہی تھیں۔

پھر یہ اوشان ہی تھا جس نے احساس کر لیا کہ اب بہرام کی زندگی چند لمحوں پر محیط ہے۔ اس نے دیکھ لیا تھا کہ عورتوں کے پٹھے پھڑک رہے ہیں اور وہ دونوں کسی بھی لمحہ بہرام کو چھاپنے والی ہیں۔ حملہ والی مخصوص زقند اب کسی بھی ساعت رونما ہو سکتی تھی۔

اوشان سرد ہوا کے جھونکے کی طرح پل بھر میں بہرام اور آدم خورنیوں کے درمیان پہنچ گیا۔ اس نے سب سے پہلے بہرام کے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔ ریوالور ایک آواز کے ساتھ فرش پر گر گیا۔ عورتوں نے بہرام پر زقند بھری مگر اب اوشان ان کے درمیان تھا۔ اس کا بایاں ہاتھ بلند ہوا اور ایک عورت کی گردن پر لگا۔ وہ کسی چھپکلی کی طرح چت سے گر گئی۔ اسی لمحے دوسری عورت نے اوشان کی گردن پر پنجہ مارنا چاہا مگر اوشان کسی پارے کی طرح تیزی اور پھرتی سے اس عورت کی گردن کے نیچے آیا اور پھر اس کی کہنی عام رفتار سے بلند ہوئی اور پھر عورت کے پیٹ میں لگی۔ وہ عورت بہت زور سے غرائی تاہم اس کی غراہٹ زمین پر گرنے سے قبل ہی دم توڑ گئی تھی۔ درحقیقت وہ بھی فضا ہی میں دم توڑ چکی تھی۔

بہرام لپک کر ان دونوں پر جھک گیا۔ "یہ دونوں مر گئیں ماسٹر؟"

"یقیناً!" اوشان نے مختصر سا جواب دیا۔

"مگر میں ان میں سے کسی ایک کو زندہ پکڑنا چاہتا تھا۔" بہرام

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے تمدرے چڑچڑے انداز میں کہا۔

"اور یہ تمہیں کھانے کے بعد ہضم بھی کرنا چاہتی تھیں!" اُوشان نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "شاید یہ تم سے زیادہ عقل مند تھیں ویسے ان میں وہ شامل نہیں جو پہلے بھی یہاں آ چکی ہے۔" یہ کہتے ہی اُوشان، ٹائیگر کے کمرے کی طرف دوڑا اور کسی خوف کے باعث بہرام بھی دوڑ پڑا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی نہ تھا۔

کھڑکی کے شیشے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے فرش پر پڑے تھے۔

اُوشان دیوانہ وار کھڑکی کی طرف لپکا۔ اس نے باہر دیکھا۔ نیچے زمین پر ایک عورت ٹائیگر کو کندھے پر ڈالے ہوئے گودی کے قریب پہنچ چکی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے اس عورت کو بوجھ کا احساس ہی نہ ہو یا کوئی بچہ ربر کا کھلونا اٹھائے بھاگ رہا ہو۔

"لے... جی... ای... ای...!" اُوشان نے خوفناک چیخ ماری اور ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے نیچے کود گیا۔

بہرام نے ٹھیک اُس وقت کھڑکی سے جھانکا جب اُوشان دو منزل نیچے عقبی زینے کے پلیٹ فارم پر کود کر گرا تو نیچے کود رہا تھا۔ بہرام بھی پھرتی سے پلٹا اور دیوانہ وار زینے کی طرف بھاگنے لگا۔

اس نے باہر نکلتے ہی بیس فٹ لمبی وہ ملاقت ور موٹر بوٹ دیکھی جو اب ہلکورے لے رہی تھی۔

شیلا فن برگ نے ہذیانی انداز میں غراتے ہوئے ٹائیگر کو کیبن میں ڈالا اور پھر انجن رُوم کی سمت میں دوڑ گئی۔

اس وقت اُوشان موٹر بوٹ سے پچاس گز دور تھا۔ اس نے دو تین لمبی لمبی چھلانگیں لگائیں۔ درحقیقت اس وقت وہ ہوا میں اُڑ رہا تھا مگر جوں ہی وہ گودی پر پہنچا، موٹر بوٹ تیزی سے چکر کاٹ کر کھلے سمندر کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔ اُوشان محض چلاتا رہ گیا اگر اس وقت کوئی اس کی آواز سننے والا ہوتا تو وہ سمجھ لیتا کہ اُوشان آدم خوروں کو ٹائیگر کے ہاتھوں بربادی کی بددعائیں دے رہا تھا۔

چند لمحوں بعد بہرام بھی وہاں پہنچ گیا اور وہ دونوں موٹر بوٹ کو گھپ اندھیرے میں گم ہوتے دیکھتے رہے۔ موٹر بوٹ پر ایک بھی بتی روشن نہیں تھی۔

بہرام کا دل بھر آیا۔

اُس نے ہمدردی اور محبت کے جذبے سے مغلوب ہو کر اُوشان کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا لیکن بوڑھے اُوشان نے اُس لمس کو محسوس نہیں کیا۔ تب ہی بہرام کو پہلی مرتبہ احساس ہوا کہ اُوشان کتنا دُبلا، کتنا چھوٹا اور کتنا کمزور لگ رہا ہے، وہ ایسا باپ

لگ رہا تھا جس کی کمر توڑ دی گئی ہو۔

بہرام نے دوستانہ انداز میں اُوشان کا شانہ دبایا۔

"میرا بیٹا مر گیا۔" اُوشان کے لہجے میں دُنیا جہان کا درد تھا۔ آواز زخمی تھی اور آنکھیں چندھیائی ہوئی۔

"نن... نہیں... ۔" بہرام تڑپ اٹھا۔ "نہیں اُوشان! ایسا مت کہو، وہ زندہ ہے۔"

"وہ مر جائے گا!" اُوشان نے پھر کہا۔ اس مرتبہ اُس کا لہجہ بھی سپاٹ تھا۔ شاید وہ باطنی جذبوں پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تھا یا شاید لہجے کے سپاٹ پن کی وجہ یہ تھی کہ خوف نے اُس کی صوتی رگوں کو خشک کر دیا تھا۔ "وہ مر جائے گا کیونکہ اب وہ خود کو بچانے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔"

"وہ نہیں مر سکتا۔" بہرام نے چلا کر کہا۔ "وہ زندہ رہے گا... زندہ رہے گا۔" یہ کہتے ہوئے وہ بڑے عزم کے ساتھ سیٹی ٹورم کی طرف دوڑنے لگا۔

یہ وہ بہرام نہیں تھا، سرد اور غیر جذباتی بہرام محض چند لمحے قبل مر چکا تھا۔

اور یہ وہ اُوشان بھی تو نہیں تھا۔

باحوصلہ، نڈر، دلیر اور دُنیا کا سب سے بڑا جلاد اپنا حوصلہ کھو چکا تھا۔

اُوشان سر جھکا کر کچھ بڑبڑانے لگا۔

بہرام تیزی سے دوڑ رہا تھا۔ ابھی رات شروع ہی ہوئی تھی اور اُسے بہت کام کرنا تھا۔ آج اس کا کام بالکل وہی تھا۔ وہی پھانسی سے بچا کر نئی زندگی دینے کا مشن آج پھر اس کے سامنے تھا۔

*

ٹائیگر کو، جو شیلا فن برگ کے دائیں ہتھڑے سے بے ہوش ہو چکا تھا، پاور بوٹ میں ہوش آیا۔ اس وقت بوٹ کے انجن بند تھے

اور ایسا لگ رہا تھا جیسے بوٹ کسی دوسری کشتی سے لگی ہوئی ہو۔

اُس نے ذہن پر چھائی ہوئی دُھند دُور کرنے کے لیے سر جھٹکا تو اُسے احساس ہوا کہ شیلا کی مضبوط گرفت اس کے دائیں کندھے پر ہے اور کندھے میں درد ہو رہا ہے۔

"چلو!" شیلا فن برگ نے اُسے آگے کی طرف کیبن سے باہر دھکیلتے ہوئے کہا۔

باہر اب بھی گھپ اندھیرا تھا۔ موجیں شور مچا رہی تھیں۔ نمک کی بو بہت تیز تھی۔ شیلا نے ٹائیگر کو سہارا دے کر دوسری موٹر بوٹ میں چڑھایا۔ یہ قدرے چھوٹی مگر تیز رفتار کشتی تھی۔ شیلا نے ایک لمحے کے لیے بھی اس کو اپنی گرفت سے آزاد نہیں کیا۔

تب ہی ٹائیگر کو غصہ آ گیا۔ اس نے ہاتھ گھمایا لیکن ہاتھ پوری طرح نہیں گھوم سکا۔ اُس کے پٹھے اور ریشے ساتھ چھوڑ چکے تھے۔ اُس کی اُنگلیاں... وہ انگلیاں نہ رہی تھیں جبکہ شیلا کی انگلیاں اُس کے گوشت میں چبھ رہی تھیں۔

"کیا میں واقعی اتنا کمزور ہو گیا ہوں؟" ٹائیگر کا دل ڈوبنے لگا۔ اُس نے ایک بار پھر کوشش کی اور اس مرتبہ شیلا نے غرا کر کہا۔ "اب تم نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی تو تمہیں دوبارہ سُلا دوں گی، کیا تم یہی چاہتے ہو؟"

"نہیں، میں صرف سگریٹ پینا چاہتا ہوں۔"

"سوری، یہاں تمباکو نوشی منع ہے۔"

"اچھا!" وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ اب اس کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو چکی تھیں۔ اُسے کشتی کے عقبی حصے میں ایک بڑا سا صندوق رکھا ہوا نظر آیا۔

"ادھر آؤ۔" شیلا اُسے ہاتھ سے پکڑ کر اسی طرف لے گئی۔ یہ صندوق نہیں بلکہ ایک بڑا آہنی پنجرہ تھا۔ اس کے اوپر چھت کی بجائے سیاہ پردے تھے۔ شیلا نے اپنے ایک ہاتھ سے پنجرے کا دروازہ کھولا اور پھر غرا کر بولی۔ "اندر جاؤ۔"

"کیا پنجرے میں بند ہونا ضروری ہے شیلا فن برگ؟" ٹائیگر نے خوشگوار لہجے میں پوچھا۔ اس وقت وہ خود کو حالات کے بہاؤ پر چھوڑ دینے کی حکمت عملی اختیار کرنا چاہتا تھا۔

"میں تم پر نگاہ رکھنے میں اپنا وقت ضائع کرنا نہیں چاہتی۔" شیلا نے اپنا نام سن کر ناخوشگوار انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "تم فرار ہونے کی کوشش ضرور کرو گے۔"

"اگر میں فرار ہونے کی کوشش کروں تو؟" ٹائیگر نے اس کو بغور دیکھا۔ وہ بہت قریب تھی اور عجیب سی گھٹن ٹائیگر کو محسوس ہو رہی تھی۔ شاید یہ بچے گوشت کی بدبو تھی۔

"تب پھر میں تمہیں اس پنجرے میں بند رکھوں گی، تم میری قوت کا ایک مظاہرہ تو دیکھ ہی چکے ہو۔"

اندھیرے کے باوجود شیلا کے دانت چمک رہے تھے اور آنکھیں ایسی لگ رہی تھیں جیسے تیز دھار چاقو ہوں۔

ٹائیگر نے ایک اور کوشش کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور پھرتی کی طرح گھوم کر بیک کِک مارنے کی کوشش کی اور یہ وہ ابتدائی داؤ تھا جس پر وہ اچھی طرح مہارت رکھتا تھا اُسے یہ بھی علم تھا کہ اس کی بیک کِک سے مخالف کا کیا حشر ہوتا ہے۔ اس کا جسم ایڑیوں پر گھوما، اس کا ہاتھ شیلا کی گرفت سے آزاد ہوا لیکن پھر وہ پوری طرح نہ گھوم سکا، عمل مکمل ہونے میں کوئی خامی رہ گئی تھی۔ رفتار اور جسمانی طاقت کا توازن گڑبڑ ہو گیا تھا لہٰذا اس کی پشت شیلا کی طرف ہونے کی بجائے اس کا دایاں پہلو اُس کی طرف ہو گیا پھر ٹانگ بھی دیر سے اُٹھی اور شیلا کے قریب ہوا میں گھوم کر رہ گئی۔ تب ہی شیلا نے لپک کر اُسے دبوچ لیا۔ وہ غرا رہی تھی، اُس کے ہاتھ ٹائیگر کے نرخرے پر تھے۔ ٹائیگر کو حلق میں کوئی رگ بہت زور زور سے ہلتی محسوس ہوئی اور پھر خون اُس کے ذہن کی طرف جا کر اُسے بے ہوش کرنے لگا۔ اندھیرا، گھپ اندھیرا ہو گیا، ٹائیگر گرتا چلا گیا۔

وہ عرشے پر گرا تو اُسے مزید کوئی احساس نہ رہا۔ وہ یہ بھی نہ دیکھ سکا کہ شیلا نے اُسے اُٹھا کر پنجرے میں بند کیا ہے۔ دروازہ مقفل کیا ہے اور پردے گرا دیے ہیں۔

ٹائیگر سو گیا اور شیلا نے کشتی آگے بڑھا دی اب بڑی کشتی پیچھے اندھیرے میں خالی رہ گئی تھی۔ شیلا نے جلدی پاور بوٹ کا رُخ مشرق کی سمت میں کر دیا اور اس کے بعد تیزی سے اس کی رفتار بڑھا دی اب وہ پوری رفتار سے برج پورٹ کی طرف جا رہی تھی۔

ٹائیگر کی آنکھ دوبارہ کھلی تو موٹر بوٹ رُک چکی تھی۔ اسی لمحے اُس نے شیلا فن برگ کی انگلیاں اپنے نرخرے پر رینگتی ہوئی محسوس کیں۔ "سنو!" وہ غرا رہی تھی۔ اُس کے نازک نتھنے تیزی سے پھول اور پچک رہے تھے۔ "خوب سے سنو شہزادے! اب اگر تم تعاون کرو گے تو بچے رہو گے لیکن اگر تم نے ذرا سی بھی آواز نکالی تو میں تمہیں پھر سُلا دوں گی اور تمہارے جسم پر چند نئے زخم ابھر آئیں گے۔"

ٹائیگر نے فی الوقت تعاون کرنے ہی کو ترجیح دی۔ اس وقت وہ یہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ باقی زندگی تعاون کرتے ہی سکون سے گزار دی جائے تاہم اُسے اپنی کیفیت پر خود حیرت تھی۔ وہ بے انتہا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کاہلی اور بیزاری محسوس کر رہا تھا۔

پھر اُسے اچانک ہی سگریٹ کی شدید طلب محسوس ہوئی۔ ساتھ ہی بھنے ہوئے گوشت کا خیال آیا اور منہ میں پانی بھر آیا۔

"ایک سگریٹ ہوگی تمہارے پاس ؟" اس نے اپنائیت بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں !" وہ اس بار نرم لہجے میں بولی لیکن لہجے کی غراہٹ میں بہرحال کوئی کمی نہیں آئی تھی۔

☐

اُدھر شان، بہرام کو غلام گردش سے لاشیں ہٹاتا ہوا دیکھتا رہا اور پھر اپنے کمرے میں چلا گیا وہ بالکل گم صم تھا۔ اس نے بہرام سے ایک بات بھی نہیں کی تھی، کسی سوال کا جواب نہیں دیا تھا اور پھر بہرام بھی لاشیں ہٹا کر سیدھا اپنے دفتر میں چلا گیا تھا۔

بہرام کا نام سرکاری حلقوں میں اس وقت بھی اجنبی تھا جب اُس نے سرگوش کے ساتھ مل کر اس تنظیم کی بنیاد رکھی تھی اور آج بھی اجنبی تھا جب چارہ گر نے دنیا میں اہم ترین کارنامے سرانجام دیئے تھے۔ ویسے بھی وہ ایک مدت کے بعد وطن واپس آیا تھا۔ ان حالات میں اُس کا کوئی اثر نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن بات بہرام نامی آدمی کی نہیں چارہ گر کے نظام کی تھی اور ڈاکٹر بہرام ملک کا سربراہ نہ ہوتے ہوئے بھی ملک میں ایک تربیت یافتہ فوج کا گمنام سربراہ تھا جزیرہ فردوس کے ہزاروں عام آدمی چارہ گر سے تنخواہ پاتے تھے۔ ہزاروں دوسری ایجنسیوں کے توسط سے چارہ گر کے لیے کام کرتے تھے۔ تاہم ان کی رپورٹیں چارہ گر کے لیے آتی تھیں۔ ویسے یہ نظام ایسا تھا کہ اگر بہرام ٹیلی فون کی بجائے براہ راست ذاتی طور پر ان میں سے کسی بھی آدمی کو حکم دیتا تو وہ اُسے محض لمبوں کی شکل کا دیوانہ سمجھ کر نظرانداز کر دیتا۔

بہرام نے کبھی وہ خصوصی اختیارات استعمال نہیں کیے تھے جو اُسے معاہدے کے تحت حاصل تھے۔

لیکن اب وہ ان اختیار کو استعمال کر رہا تھا۔

ایک فوجی اڈے کے کمانڈر نے ٹیلی فون پر غور سے سنا۔ آئی ایم سر کہا اور پھر ریسیور پٹخ کر کنٹرول روم کی طرف دوڑ گیا۔ اُسے حکم دینے والا صدر یا وزیراعظم نہیں بلکہ بہرام تھا۔ اس نے اپنا تعارف کرانے کے بجائے محض کوڈ بتایا تھا اور اس اڈے کے ہر کمانڈر کو یہ حکم تھا کہ اس کوڈ کو لینے والا شخص جو بھی حکم دے اسے سپریم کمانڈر کا حکم سمجھا جائے یہ انتہائی عجیب بات تھی۔ اس قسم کا حکم اس اڈے کو پہلی بار ملا تھا۔

"جزیرے پر کڑی نگاہ رکھی جائے" کمانڈر نے چاق و چوبند

ہوا بازوں کو حکم دیا "ستائیس سے تیس فٹ لمبی پاور بوٹ تلاش کرنی ہے جس کا رنگ چاندی جیسا ہے"

اگلے تین منٹوں میں چھ فوجی گن شپ سمندر پر گشت کر رہے تھے۔ وفاقی سراغ رساں ادارے کا ہر تجربہ کار ایجنٹ پریشان تھا کیونکہ اُسے سمندری راستوں اور گلیوں پر نگاہ رکھنی تھی۔ ساحل کی آئی لینڈ کے قریب بحریہ کی کشتیاں گھوم رہی تھیں اور دُوربینوں کی مدد سے ایک ستائیس فٹ لمبی کشتی کی تلاش جاری تھی۔ ان سب کو صرف یہ بتایا گیا تھا کہ ایک ایسے سفارت کار کو اغوا کر لیا گیا ہے جس کو فردوس میں سیاسی پناہ دے دی گئی تھی۔ اس کا نام اگرچہ خفیہ رکھا گیا تھا مگر حلیہ بتا دیا گیا تھا۔ اس کے بال گھنے سیاہ آنکھیں کالی، رخسار کی ہڈیاں اونچی، فراخ سینہ اور انتہائی موٹی کلائیاں تھیں۔

ائیرپورٹ سیکورٹی فورس اور ڈاکٹا طیاروں کو بھی اس شخص کی تلاش کے لیے چوکس کر دیا گیا تھا۔ انہیں یہ بتایا گیا تھا کہ اس شخص کو تلاش کرنا قومی سلامتی کے لیے ناگزیر ہے۔

یہ سب کچھ کر لینے کے بعد بہرام اپنی سیدھی کرسی پر بیٹھ کر نتائج کا انتظار کرنے لگا پھر اس کی نظریں سمندر پر جم گئیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا ان اقدامات کا کوئی نتیجہ نکلے گا بھی یا نہیں۔

کچھ ہی دیر بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی لیکن بہرام کو اس وقت دوسرے فون کی گھنٹی کا انتظار تھا لہٰذا اس نے بُرا سا منہ بنا کر بغیر وائل والے سیٹ کا ریسیور اٹھا لیا۔

"جی جناب! بہرام عرض کر رہا ہوں" اس نے روکھے لہجے میں کہا۔

"گلستان آباد میں ہونے والی آدم خوری آخر کب ختم ہوگی ڈاکٹر؟"

دوسری طرف وزیراعظم تھا۔

"میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جناب!"

بہرام کے لہجے میں کوئی تاثر نہیں تھا۔

"میرا خیال تھا کہ تمہارا خفیہ ہتھیار اب تک سب کچھ ختم کر چکا ہوگا" وزیراعظم کے لہجے میں واضح طور پر تلخی اور کشیدگی تھی۔

"خفیہ ہتھیار زخمی ہو چکا ہے جناب وزیراعظم" بہرام نے پہلی مرتبہ درشت لہجے میں جواب دیا "نہ صرف زخمی ہے بلکہ اسے اغوا بھی کر لیا گیا ہے۔ اب میرے نزدیک سب سے اہم ضرورت اس کی بازیابی ہے۔ میں اُسے بازیاب کرنا چاہتا ہوں اس سے قبل کہ..."

"اس سے قبل کہ وہ سب کچھ اُگل دے..."

"جی ہاں... یا اس سے قبل کہ اُسے قتل کر دیا جائے"

"ڈاکٹر!" وزیراعظم کی آواز کانپ رہی تھی "اگر اس نے زبان کھول دی تو ایک عالمی بحران اٹھ کھڑا ہوگا"

"میں جانتا ہوں جناب!"

"ہم اسے زبان کھولنے سے کس طرح روک سکتے ہیں؟"

"اسے تلاش کر کے" بہرام نے دو ٹوک انداز میں جواب دیا۔

"اور پھر؟"

"پھر اگر یہ خطرہ ہوا کہ وہ زبان کھول سکتا تھا تو پھر حالات کو میں سنبھال لوں گا"

"وہ کیسے؟"

"میرا خیال ہے کہ آپ اس سوال کا جواب حاصل کرنا پسند نہیں کرتے جناب!" بہرام کا لہجہ بہت عجیب تھا۔

وزیراعظم ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ بہرام کا جواب کیا ہے "ٹھیک ہے ڈاکٹر! میں یہ سب کچھ تمہاری صوابدید پر چھوڑتا ہوں"

"یہی بہتر بات ہوگی جناب!" بہرام نے نرم لہجے میں جواب دیا "ویسے ہم چند درندوں کو ہلاک کر چکے ہیں۔ اس طرح آدم خوری کی شرح میں بہرحال قدرے کمی آ جائے گی"

"شرح میں کمی سے اب آنسو نہیں پونچھے جا سکتے ڈاکٹر"

"درست! ہم اس کیس پر کام کر رہے ہیں جناب!"

"شب بخیر!" وزیراعظم نے دھیرے سے کہا "یہ مسئلہ حل ہونے کے بعد میں تم سے بالمشافہ ملاقات ضروری سمجھتا ہوں"

"شب بخیر جناب!" بہرام نے کوئی وعدہ کرنے کی بجائے آہستہ سے ریسیور رکھ دیا۔

دوسری مرتبہ اسی عام سیٹ کی گھنٹی بجی جس پر بہرام دیر سے نظریں جمائے ہوئے بیٹھا تھا۔

"کرنل احمد آف کوسٹ گارڈ کالنگ سر!" دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔ کرنل احمد کو صرف یہ علم تھا کہ وہ وزارت داخلہ کے کسی اہم افسر سے بات کر رہا ہے "ایک ہیلی کاپٹر نے مطلوبہ کشتی کو تلاش کر لیا ہے جناب! کشتی خالی ہے اور لہروں کی وجہ سے جنوب کی طرف جا رہی ہے۔ اس میں روشنی بھی نہیں ہے"

"شکریہ!" بہرام نے فوراً ریسیور رکھ دیا پھر ایک نمبر ملایا۔ کشتی کے کوائف بتائے اور رابطہ منقطع کر دیا۔ پانچ منٹ بعد ہی گھنٹی بج اٹھی۔

"کشتی کا مالک گلستان آباد کا ایک سرجن ہے جس کا کہنا ہے کہ اس نے کشتی صرف ایک گھنٹہ قبل ایک لاکھ چالیس ہزار ڈالر کے عوض فروخت کی ہے خریدار شارق نامی ایک نوجوان تھا جس نے گلے میں طلائی زنجیر پہن رکھی تھی۔ اس کے علاوہ اور کچھ معلوم نہیں ہو سکا جناب"

"شکریہ!" بہرام نے طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔ اُسے مایوسی ہوئی تھی۔ وہ خود کو ایک بند گلی میں پا رہا تھا۔ کشتی خریدنے والا یقیناً آدم خوروں ہی سے تعلق رکھتا تھا اور یہ وہی شخص تھا جس کو بہرام نے باہر غلام گردش میں گولی ماری تھی۔ وہی شخص طلائی زنجیر پہنے ہوئے تھا۔

اس رات بہرام کسی اور کال کے انتظار میں رہا لیکن صبح ہو گئی اور کسی نے فون نہیں کیا۔

☆☆

ابھی رات باقی تھی کہ ایک چھوٹا سا طیارہ ایک غیر ہموار سے رن وے پر اترا۔ جہاز کے پوری طرح رکنے کے بعد ٹائیگر نے محسوس کیا کہ اس کے پنجرے کو کارگو ڈور کی طرف کھینچا جا رہا ہے اور پھر جب اس پنجرے کو پانچ فٹ کی بلندی سے نیچے ڈالا گیا تو وہ کراہ کر رہ گیا۔

"کیا مصیبت ہے ذرا بھی انسانیت نہیں" وہ چلا کر بولا۔ تاہم اس کی آواز پنجرے میں ہی گھٹ کر رہ گئی کیونکہ پنجرے پر چاروں طرف دبیز پردے پڑے ہوئے تھے۔

پھر خاموشی چھا گئی مگر کچھ دیر بعد طیارے کا انجن اسٹارٹ ہونے کی آواز سنائی دی اور ایسا لگا جیسے یہ آواز عین پنجرے کے اوپر پیدا ہو رہی ہے۔ اس نے اپنی سماعت کو ان آوازوں سے بچانے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ وہ یہ سوچ کر کانپ گیا کہ اس سے ہر قسم کی صلاحیت چھنتی جا رہی ہے۔ ایک وقت تھا کہ وہ بم کے دھماکے کو بھی محسوس نہیں کرتا تھا۔ اپنی سماعت پر تربیت کے مطابق دبیز پردے ڈال لیتا تھا لیکن اس بار اس نے جونہی سانس کھینچ کر پردۂ سماعت کو بے حس بنانا چاہا اُسے سینے میں شدید درد محسوس ہوا اور وہ بُری طرح کھانسنے لگا۔

پھر انجن کی آواز دُور ہونے لگی۔ طیارہ اب رن وے پر دوڑ رہا تھا۔ چند ہی لمحے بعد طیارہ یقیناً فضا میں بلند ہو گیا کیونکہ ٹائیگر کو اس کی آواز اب دُور جاتی ہوئی لگ رہی تھی۔

وہ سر جھٹکنے لگا۔ اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے جھلملانے لگے۔ وہ پریشان تھا اور پہلی بار سوچ رہا تھا کہ اب وہ کیا کرے گا۔

پھر مدّھم طیارے کی ہلکی گنگناہٹ بھی ختم ہو گئی۔ چاروں طرف خاموشی چھا گئی تاہم چند ساعت بعد حشرات الارض کے بولنے اور ٹرٹرانے کی آوازیں آنے لگیں۔ ایسا لگا جیسے ان سب نے ایک اجتماعی گیت الاپنا شروع کر دیا ہو۔

اور پھر ٹائیگر کو وہی طلب دوبارہ محسوس ہوئی۔

سگریٹ کی طلب۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دو تین منٹ بعد ایک طرف کا پردہ ہٹا کر پنجرے کی چھت پر اُلٹ دیا گیا۔

پنجرے کے باہر شیلا فن برگ فاتحانہ انداز میں کھڑی ہوئی تھی۔

"کیا حال ہے جانم؟" وہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔ نہ بیز گرمی کے باعث اُس نے میک اپ نہیں رکھا تھا اور وہ واقعی تمتما رہی تھی۔

"شاندار!" ٹائیگر بھی مسکرا کر بولا۔ "لگفریح کرتے ہوئے تو ایسا لگتا ہے جیسے وقت کو پر لگ گئے ہوں۔"

"کیا تم اس پنجرے سے باہر نکلنا چاہتے ہو شہزادے؟" وہ ایک ادا سے سر جھٹک کر بولی۔

"اس کا انحصار میری مرضی پر نہیں، تمہاری مرضی پر ہے شیلا۔" ٹائیگر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ اس نے اتنی بے بسی کبھی محسوس نہیں کی تھی اور وہ جانتا تھا کہ اگر اس کا جسم اس کے ذہن کے تابع ہوتا اور عضلات میں وہی پرانی توانائی ہوتی تو وہ اس پنجرے کو توڑ سکتا تھا۔

شیلا سلاخوں سے ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی۔ "سو شہزادے!" وہ نرم لہجے میں بولی۔ "میرا خیال ہے کہ تم اب تک اس بات کے قائل ہو چکے ہو گے کہ میں تم سے زیادہ طاقتور ہوں۔ اگر تم اس ایک بات کو یاد رکھو اور فرار کی کوشش نہ کرو تو میں تمہیں پنجرے سے آزاد کر سکتی ہوں لیکن اگر تم نے میرے لیے مشکلات پیدا کرنے کی کوشش کی تو پھر تم پنجرے میں بند رہو گے۔"

"اب باہر تو نکالو۔" ٹائیگر پوری طرح شکست تسلیم کر چکا تھا۔

"گڈ! پنجرے سے باہر تم زندگی کو بہت حسین پاؤ گے۔" شیلا نے اپنی جیب سے ایک کنجی نکال کر قفل کھول دیا تو ٹائیگر سیاہ زین سے پرے اتر کر ہاتھ پیر سیدھے کرنے لگا۔

"شاندار! اب احساس ہوا کہ باہر کا ماحول کتنا حسین ہے۔"

"چلو!" شیلا نے ایک جیپ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا جو ان سے تھوڑے ہٹ کر کھڑی ہوئی تھی۔ شیلا خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی اور ٹائیگر نے اُس کی برابر والی نشست سنبھال لی۔

"ایک بات تو بتاؤ۔ تم ہی شیلا فن برگ ہو نا؟" ٹائیگر نے پشت گاہ سے ٹیک لگاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، میں ہی شیلا فن برگ ہوں، ڈاکٹر شیلا فن برگ!" وہ خوشگوار انداز میں ہنستی ہوئی بولی۔ اس کے لہجے میں فخر بھی شامل تھا۔

"تب پھر تمہاری تصویر تمہارے ساتھ انصاف نہیں کرتی۔" ٹائیگر نے کہا۔

دیوتاؤں کے شہر نیپال میں بسنے والے
ایک درندے کی پراسرار داستان
درندہ
یعقوب جمیل کے ہوشربا قلم سے جس کا
قارئین کو برسوں سے انتظار تھا
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

"میری تصویر وہی ہے جیسی میں تھی۔" شیلا نے جواب دیا۔ "اور میری وہ شکل اب باقی نہیں رہی۔"

"درست!" ٹائیگر طویل سانس لے کر بولا۔ "ویسے ہم کہاں ہیں؟"

"برائٹ آئی لینڈ... گلستان آباد سے چار سو میل دور۔" شیلا نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"اوہ! تم مجھے قتل کرنے کے لیے اتنی دور لائی ہو۔ تم نے مجھے وہیں قتل کیوں نہیں کر دیا؟"

"تمہیں کون قتل کر سکتا ہے۔" وہ نیم وا نظروں سے اُسے دیکھ کر بولی۔ "میں نے تمہارے لیے ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔" یہ کہہ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرائی اور اس کی اس مسکراہٹ میں ٹائیگر کو کسی قسم کی کشش محسوس نہ ہوئی۔

"کیسا منصوبہ؟" اس نے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے افزائش نسل کے فارم دیکھے ہیں؟" وہ اب ونڈ اسکرین پر نظریں جمائے ہوئے تھی۔ "یقیناً دیکھے ہوں گے اور میں نے تمہیں ایک ایسے ہی فارم پر رکھنے اور اسی مقصد کے لیے استعمال کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔"

ٹائیگر کے چہرے پر یہ سن کر جو مسکراہٹ پیدا ہوئی اُسے اگر داستان بھی دیکھ لیتا تو اسے کوئی معنی نہیں پہنا سکتا تھا۔ یہ بے بسی، لطف، خوشی، نفرت اور بے چارگی کے تمام تر جذبوں سے بھری ہوئی مسکراہٹ تھی۔

اور اس وقت بھی ٹائیگر کو سگریٹ کی طلب محسوس ہو رہی تھی بلکہ اس کی شدت اور زیادہ ہو گئی تھی۔

جیپ گنے کے کھیت کے سامنے رُکی۔ یہاں سفید فارم ہاؤس نظر آ رہا تھا۔ گنے کی فصل غالباً بہت دنوں قبل کاٹی جا چکی تھی اور اب

کھیتوں میں اس طرح جھاڑ جھنکاڑ نظر آ رہے تھے جیسے کسی گنجے کی چندیا پر بال ہوتے ہیں۔ بکی ہوئی گھاس اور گنے کے سوکھے ہوئے چھلکے دُور دُور تک پھیلے ہوئے تھے۔ جب ٹائیگر جیپ سے اترا اور اس کا پیر ان چھلکوں پر پڑا تو کسی سال خوردہ دروازے کی طرح چلا اُٹھے۔

فارم ہاؤس نہ صرف صاف ستھرا تھا بلکہ اس میں اضافے بھی کیے گئے تھے۔ باہر گیسولین کا شور مچاتا ہوا جنریٹر تھا جس سے فارم ہاؤس کو بجلی فراہم ہوتی تھی۔ اندر گھستے ہی ٹائیگر نے سب سے پہلے ایک الماری کھول کر اس میں سگریٹ تلاش کرنے شروع کر دیے۔ یہ غالباً اُس کی قسمت تھی کہ الماری میں تین پیکٹ رکھے ہوئے مل گئے۔ شیلا سگریٹ نہیں پیتی تھی اور شاید ان پیکٹوں پر اس کی نظر بھی نہیں پڑی تھی، ورنہ یہ پیکٹ یہاں نظر نہ آتے۔ ٹائیگر نے بڑی بے صبری سے سگریٹ سلگائی اور ایک لمبا کش لے کر دھواں نگل گیا۔ نکوٹین حلق کے راستے پھیپھڑوں تک اُترتی چلی گئی۔

اس کے بعد مطمئن ہو کر ٹائیگر نے ریفریجریٹر میں جھانکا اندر اُسے چاکلیٹ اور کیک رکھے ہوئے نظر آ گئے اور وہ کسی بھوکے کی طرح چاکلیٹ منہ میں ڈال کر اسے گھلانے لگا۔

وہ نکوٹین پی رہا تھا اور چاکلیٹ کی شکل میں شکر پھانک رہا تھا۔ داستان ان دونوں چیزوں کو جسم و جان، ذہن و نظر کے لیے زہر قرار دیتا تھا۔

عرصہ ہوا تھا کہ اس نے چاول، مچھلی، سلاد اور کبھی کبھی سبزیوں کے علاوہ سب کچھ کھانا بند کر دیا تھا۔ اُسے خود یاد نہیں کہ اس نے آخری بار میٹھا کب کھایا تھا اور اس وقت چاکلیٹ کا رس حلق سے اُتارتے ہوئے وہ سوچ رہا تھا کہ آخر اتنے عرصے تک ان نعمتوں سے کیوں دُور رہا۔

وہ دوسری چاکلیٹ منہ میں رکھ رہا تھا کہ شیلا دروازے پر نمودار ہوئی۔ اُس نے لباس بدل لیا تھا اور اس وقت وہ سفید گاؤن میں تھی۔ اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا لیکن پھر کچھ کہے بغیر تیزی سے آگے بڑھی اور بڑی بدتمیزی سے اُس نے سگریٹ چھین کر ایش ٹرے میں مسل دیا۔

"ارے! میں سگریٹ پی رہا تھا۔" ٹائیگر نے احتجاج کرنے والے لہجے میں کہا۔

"شاید تمہیں کسی نے نہیں بتایا کہ تمباکو نوشی صحت کے لیے مضر ہوتی ہے؟" وہ غرا کر بولی لیکن پھر فوراً ہی دلکش انداز میں مسکرانے لگی۔ "تمباکو کے برعکس میں تمہیں ایک بہترین ٹانک دوں گی۔"

ٹائیگر کو جسم میں ایک عجیب سی سنسنی محسوس ہونے لگی۔ اس کا احساس اس کو کئی سالوں سے نہیں ہوا تھا۔ وہ مسکرانے لگا اور پھر شیلا اُس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے کمرے کی طرف کھینچنے لگی۔

شیلا کے کمرے سے چلے جانے کے بعد اُس نے پتلون کی جیب میں چھپا ہوا پیکٹ نکال کر ایک اور سگریٹ سلگائی اور چت لیٹا اپنی موجودہ کیفیت پر غور کرنے لگا۔

دس بارہ سال قبل جب سرگوش نے اُسے چارہ گر کے لیے منتخب کیا تھا تو اُس کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ کسی آدم خور کا غلام بن جائے گا۔ اس وقت وہ مقید محبوب تھا اور ایک انجانی سی خلش اُسے پریشان کر رہی تھی۔

وہ پے در پے تین سگریٹ پھونک گیا اور پھر تیسرے سگریٹ کے ختم ہونے پر بجھا کر سو گیا۔

صبح اُس کی آنکھ کھلی تو بیڈ رُوم کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ شیلا کچن میں کھڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

ٹائیگر کچن میں ہی چلا گیا۔

"کیا خیال ہے؟" وہ اُسے دیکھ کر معنی خیز انداز میں بولی۔ اُس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ "ناشتے سے قبل یا...؟"

"ناشتے کے بعد...!" ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ وہ بہت عجیب سا لگ رہا تھا۔

شیلا نے اُس کے سامنے گوشت کے کچے ٹکڑے اور کچے انڈے رکھ دیے۔

"پہلے...!" ٹائیگر نے گھبرا کر جواب میں ترمیم کر دی۔

"نہیں، اب ناشتے کے بعد...!"

"مگر انڈوں کو اُبال تو دو۔"

"میں چوزے کو تکلیف دینا نہیں چاہتی۔" شیلا نے مسکرا کر کہا۔

"مگر اس کچے گوشت اور انڈوں کو کون کھائے گا؟" ٹائیگر احمقانہ انداز میں بولا۔ ساتھ ہی اُس نے شیلا کو کچے انڈے توڑ کر پیتے ہوئے اور پھر کچا گوشت کھاتے ہوئے دیکھا۔

"بھئی میں نے تو تمہارے لیے ناشتا بنا دیا ہے۔" وہ ایک کچی بوٹی نگل کر انگلیوں سے خون چاٹتی ہوئی بولی۔ "اب اگر تمہیں پسند نہیں تو دلیہ کھا لو۔"

"نہیں، میں کم از کم انڈے تو اُبال ہی سکتا ہوں۔" ٹائیگر نے اپنی پلیٹ اُٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہرگز نہیں۔" وہ سنجیدہ ہو گئی۔ "تم چولہے کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤ گے"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹائیگر خاموشی سے بیٹھا رہا اور پھر اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک چاکلیٹ نکالی اور منہ سے ہی چبانے لگا۔ یہ اُس کا یہاں پہلا ناشتا تھا۔

★★

چارہ گھر میں یہ تیسرا دن تھا مرے ہوئے آدم خوروں کا پوسٹ مارٹم ہوا تو بہرام کے بدترین خدشات سچ ثابت ہوئے۔ تینوں افراد کے جسم کیمیاوی تبدیلی سے گزر چکے تھے اور در حقیقت تینوں میں انسانی جسم کا کیمیاوی تناسب نہ ہونے کے برابر تھا۔ تینوں انسان اور حیوان کے درمیان کی منزل پر تھے اور بہرام کو خطرہ تھا کہ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تو ان لاشوں کے زندہ ساتھی مکمل اور زیادہ خطرناک درندے بن جائیں۔

گلستان آباد میں بہر حال آدم خوروں کے ہاتھوں مرنے والوں کی شرح کم ہوتی رہی۔ ممکن ہے اس کی وجہ فوج کا گشت ہو لیکن بہرام کو یقین تھا کہ اموات میں کمی کی وجہ ان تینوں کی موت ہے جس کے باعث درندوں کی قوت میں خاصی کمی واقع ہوگئی ہے۔

اس کو یہ بھی یقین تھا کہ ٹائیگر کو لے جانے والی عورت شیلا ہی تھی اور یہ بھی کہ وہ گلستان آباد میں نہیں ہے۔ اگر وہ ٹائیگر کو لے کر کہیں اور نہ جاتی تو با آسانی گلستان آباد میں مزید درندے پیدا کر سکتی تھی اور یوں اموات کی شرح میں کمی نہ ہوتی۔ بہرام کے لیے سب سے بھیانک خطرہ یہ تھا کہ کہیں شیلا فن برگ ٹائیگر کو بھی اپنی راہ پر ڈال کر درندہ نہ بنا لے۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ایسا ہوا تو پھر دنیا میں قیامت آجائے گی اور ٹائیگر کو روکنے والا صرف ایک ہی شخص ہوگا۔

”صرف ایک شخص!“ بہرام نے کندھے جھٹک کر کہا۔ وہ اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ سوال یہ تھا کہ وہ اُس شخص کے سامنے اس مسئلے کو کس طرح اُٹھائے؟

تب ہی اُسے وہ دن یاد آگیا جب اس نے ٹائیگر کو سرگوش کے قتل کا حکم دیا تھا۔ وہ خنجر جھری لے کر کھڑا ہوگیا اور اس کے قدم دوسری منزل کے کمرے کی طرف اُٹھنے لگے۔

دروازہ بند تھا مگر مقفل نہیں۔ اُس نے ہلکے سے دستک دی۔ کوئی جواب نہ آیا۔ بہرام نے دروازے پر ہاتھ رکھا۔ ہلکا سا دھکا دیا تو دروازہ کھل گیا۔

اُوشان کفن نما سفید عبا میں گھاس کی چٹائی پر دو زانو بیٹھا ہوا

ایک ایسی عورت کی کہانی
جو مردوں کے معاشرے میں
ملکہ بن کر جینا چاہتی تھی
ناگ رانی
دو جلدوں میں
جلد اول =/145
جلد دوئم =/145
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

تھا۔ کمرے کی دونوں کھڑکیوں پر گہرے کالے پردے پڑے ہوئے تھے اور چاروں کونوں میں موم بتیاں جل رہی تھیں۔ کمرے میں فرنیچر نہیں تھا۔ اُوشان کے سامنے ایک پیالے میں موم جل رہا تھا۔

”اُوشان!“ بہرام نے رندھی ہوئی آواز میں اُسے پکارا۔

”کیا ہے؟“ کمرے میں نحیف سی آواز اُبھری۔

”میں... میں... بہت شرمندہ ہوں۔ ٹائیگر کے بارے میں ابھی تک کوئی اطلاع نہیں مل سکی ہے۔ ایسا لگتا ہے جیسے ان دونوں کو آسمان کھا گیا ہے یا زمین نگل گئی ہے۔“

”وہ مر چکا ہے۔“ اُوشان کا لہجہ جذبات سے عاری تھا۔

”تم اتنے یقین سے کس طرح کہہ سکتے ہو؟“

”اس لیے کہ میری خواہش یہی ہے۔“

”تمہاری خواہش؟“ بہرام چونک پڑا۔ ”مگر کیوں ماسٹر؟ تمہاری یہ خواہش کیوں ہے کہ...؟“

”اس لیے کہ اگر وہ زندہ ہے تو پھر اُنھی جیسا بن جائے گا اور اگر وہ اُن جیسا بن گیا تو سنا تھوکی ایک سو نسلیں مجھ سے مطالبہ کریں گی

کہ میں اُسے ہلاک کر دوں۔ یہ میرا فرض ہوگا کہ میں اُسے غلط استعمال نہ ہونے دوں۔ میں اُسے قتل کرنا نہیں چاہتا لہٰذا میری خواہش ہے کہ وہ مر چکا ہو۔“

”میں سمجھتا ہوں ماسٹر۔“ بہرام نے انتہائی آزردگی سے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اُسے اُوشان کو سمجھانے کی ضرورت نہیں پڑی تھی۔ اُوشان خود ہی وہ سب کہہ رہا تھا جو بہرام اس سے کہنے کے لیے آیا تھا۔ بات واضح تھی اگر ٹائیگر بھی آدم خور بن گیا تو خود اُوشان اس کا خاتمہ کر دے گا۔ اس کا دل بھر آیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت اُوشان کس شدید جذباتی ہیجان کا شکار ہے۔ وہ اُوشان سے مزید کچھ نہ کہہ سکا اور سر جھکا کر کمرے سے نکل آیا۔

اب ٹائیگر کو اچھی طرح احساس ہو گیا کہ لوگ جنت سے نکلنے کے لیے شیطان سے سودا کیوں کر لیتے ہیں؟

یہاں کا ماحول ایک جیسا اور بے زار کر دینے والا تھا۔ ہر وقت گھٹا چھائی رہتی تھی۔ شیلا ہر وقت حسین لگتی رہتی تھی اور اس کے مطالبے ہر وقت ٹائیگر کو پریشان کرتے رہتے تھے۔ اس کو اکتاہٹ محسوس ہونے لگی۔ حالات اس لیے بھی پریشان کن تھے کہ ماچس اور سگریٹ دونوں آہستہ آہستہ ختم ہو رہے تھے۔ سگریٹ کم ہونے کی وجہ شیلا بھی تھی جو اس کے ہاتھ میں سگریٹ دیکھتے ہی چھین کر توڑ دیتی تھی۔ وہ ماچس کی بھی دشمن تھی اسی لیے ٹائیگر نے بچی ہوئی واحد ماچس کی ڈبیا بستر کے نیچے چھپانی شروع کر دی تھی۔ ایک اور سنگین مسئلہ کھانے کا تھا۔ شیلا نے اسٹو جلانے پر پابندی لگا رکھی تھی۔ وہ خود تو مزے لے لے کر کچا گوشت کھاتی رہتی تھی اور ٹائیگر ڈبل روٹی یا کیک پر گزارا کر رہا تھا۔

کبھی کبھی ٹائیگر کو اُوشان کا خیال ضرور آتا اور وہ یہ سوچتا کہ کیا اب کبھی اُوشان سے ملاقات ہو سکے گی؟ کسی وقت وہ یہ سوچ کر پہلو بدلنے لگتا کہ شاید اُوشان اُسے فراموش کر کے کسی دوسرے شخص کو ٹائیگر بنانے کے لیے تلاش کر رہا ہو۔

اس روز ٹائیگر پورچ میں نکلا۔ فارم ہاؤس کے اردگرد ٹنٹ بند باڑ تھی۔ ٹائیگر اس پر کہنیاں ٹیک کر کھڑا ہو گیا۔ اسی لمحے اسے یاد آیا کہ اُوشان نے اس کو کس طرح پتلی پتلی دیوار پر دوڑا کر توازن برقرار رکھنے کی تربیت دی تھی۔ اسے وہ تمام مقامات یاد آگئے جہاں جہاں وہ دوڑا تھا۔ یہ تو پورچ کی ریلنگ تھی۔ اس نے خود کو آزمانے کا فیصلہ کیا۔ ٹائیگر نے تنہا ہی ہوا کر فضا میں اچھلنے اور دیوار پر پہنچنے کی کوشش کی مگر اس کا دایاں پیر ہی دیوار تک پہنچ سکا۔ بایاں پیر پیچھے اور نیچے رہ گیا اور وہ اُلجھ کر نیچے آگرا۔

پہلی بار ٹائیگر کو پریشانی محسوس ہوئی۔ وہ اس طرح کبھی نہیں پھسلا تھا۔ وہ پھر اُٹھا۔ اُس نے دوسری بار کوشش کی۔ اس مرتبہ اُس کے دونوں پیر منڈیر پر پہنچ گئے مگر وہ توازن برقرار نہ رکھ سکا اور چند لمحوں تک آگے پیچھے جھولتے رہنے کے بعد اُسے نیچے کودنا پڑا۔

”تمہاری حالت واقعی افسوسناک ہے۔“ عقب سے شیلا کی آواز سنائی دی۔

”کیا مطلب؟“ وہ اس کی طرف پلٹ کر بولا۔ شیلا دروازے کی چوکھٹ پر کھڑی ہوئی مسکرا رہی تھی۔ ”تم سے پہلی ملاقات ہوئی تو تم واقعی غیر معمولی آدمی تھے شہزاد۔“ وہ کہنے لگی۔ ”اسی وجہ سے میں نے تمہیں یہاں لانے کا فیصلہ کیا تھا لیکن اب... اب تم عام نوجوانوں کی طرح بے کار آدمی ہو اور چند سال بعد نوجوان بھی نہیں رہو گے!“

شیلا نے اپنے لہجے میں ٹائیگر کے لیے حقارت کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

”ایک منٹ... کیا کہنا چاہتی ہو؟ میرے یہاں لائے جانے کا کیا مقصد ہے؟“

”تمہارا دماغ بھی کام نہیں کرتا شہزاد۔“ وہ مسکرا کر بولی۔ ”اگر خود اندازہ نہیں لگا سکتے تو مجھ سے بھی مت پوچھو۔ ناشتا کر لو۔ تمہیں توانائی کی ضرورت ہے۔“

”میں ڈبل روٹی اور ٹماٹر کھا کھا کر اُکتا چکا ہوں۔“ ٹائیگر نے جھنجھلا کر جواب دیا۔

”تب پھر گھاس کھاؤ۔“ یہ کہہ کر وہ گھر میں واپس چلی گئی۔

جب وہ اُسے یہاں لائی تھی تو ابتدائی دنوں میں اس نے ٹائیگر پر کڑی نظر رکھی تھی تاکہ وہ فرار نہ ہو سکے۔ اگر اُسے کسی کام سے باہر جانا ہوتا تھا تو وہ ٹائیگر کو کمرے میں بند کر کے جاتی تھی لیکن اب اس نے ٹائیگر کو نظر انداز کرنا شروع کر دیا تھا۔ شاید اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ٹائیگر فرار ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

اس وقت ٹائیگر کو بار بار یہی احساس ستا رہا تھا کہ کیا وہ اس حد تک گر چکا ہے... اس حد تک کہ ایک عورت اس کی اس طرح تذلیل کر دے۔ سنا تھو کا فن کہاں گیا؟ کیا یہ فن اتنا ہی بے وفا تھا۔ اتنی جلد ساتھ چھوڑ گیا؟

”یا میں نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا؟“ ٹائیگر نے اپنے آپ سے سوال کیا۔ ”کیا میں غدار ہوں؟“

وہ ریلنگ سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے لکڑی پر انگلیاں رکھ دیں۔ چند ہفتے قبل تک وہ محض لکڑی کے لمس کا احساس کر کے

ندیم

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ بتا سکتا تھا کہ لکڑی کس قسم کی ہے اور اس کا رنگ کیا ہے۔ اس میں کتنی نمی ہے، کتنی پرانی ہے، اور گیلی ہو کر کس حد تک پھیلنے کا سبب بن سکتی ہے۔

لیکن اب... اب اس کی انگلیاں کسی قسم کا پیغام نہیں دے رہی تھیں۔

وہ محض لکڑی تھی۔

اُس نے سنانجو کے فن کی شرائط پر عمل درآمد ترک کر دیا تھا لہٰذا سنانجو کے فن نے اس سے منہ موڑ لیا تھا۔ اس نے تربیت ترک کر دی تھی۔ سانس لینے کی مشق وہ ترک کر چکا تھا۔ یہ بھی بھول چکا تھا کہ اپنے جسم کو عام لوگوں کے مقابلے میں کس طرح ممتاز بنایا جا سکتا ہے۔

اُس نے دوسری چیزوں سے بھی بے وفائی کی تھی۔

اُوشان سے بھی غداری کی تھی جس نے برسوں تک محض محبت کی وجہ سے اُس کے نخرے برداشت کیے اور صدیوں کی دانش اس میں منتقل کی۔ سیر اہم سے بھی وفا نہ کی۔ جس نے شدید ترین اعصابی دباؤ کے باوجود اُس کو کسی مشین کی طرح استعمال نہیں ہونے دیا۔

اُسے بڑی تکلیف دہ احساس ہونے لگا کہ وہ اپنے خاندان سے بہت دور نکل آیا ہے۔ اپنے گھر کو چھوڑ آیا ہے۔ اپنے دوستوں سے اُس نے نظریں پھیر لی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ سنانجو کے فن کو فراموش کر چکا ہے۔

ٹائیگر نے ایک طویل سانس لے کر پورچ میں نظر دوڑائی۔ اس نے چند لمحوں کے وقفے سے ایک اور گہری سانس لی۔ ہوا تازہ اور صاف تھی۔ وہ مسلسل گہری گہری سانسیں لینے لگا۔ اس طرح اپنے پھیپھڑوں کو تازہ ہوا سے بھرنے لگا اور یہ ہوا اس کے پیٹ تک میں سرایت کرنے لگی۔ وہ لاشعوری طور پر سانس کی ویسی ہی مشق کرنے لگا جو اُوشان نے اُسے سکھائی تھی۔

اس مشق کا آغاز ہوتے ہی اُسے ایسا لگا جیسے سیلاب کے دنوں میں کسی بند کا دروازہ کھل رہا ہو۔ اُسے یاد آ گیا کہ وہ پہلے کیا تھا۔ اسے ہوا کی مہک اور اس کا ذائقہ محسوس ہونے لگا۔ یہ سبزیوں کی مہک اور تنکر کا ذائقہ تھا۔ سانس میں نمی پیدا ہونے لگی۔ اُسے احساس ہوا کہ سمندر کہیں قریب ہی ہے۔ سمندر کی خوشبو بھی آ رہی تھی۔ نمک کا ذائقہ محسوس ہو رہا تھا اور پہاڑوں پر سے خنک ہوا آ رہی تھی۔

اس نے ایک اور گہری سانس لی۔ اُسے جانوروں کی باساند محسوس ہوئی۔ شیلا کی کچن ٹیبل سے جانوروں کے کچے گوشت کی بو آنے لگی پھر معاً اس کی حسیات اس کا ساتھ دینے لگیں۔

اُسے اپنے پیروں تلے خشک لکڑی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

ایسا لگا جیسے وہ مُردہ تھا زندہ ہو گیا۔

وہ عجیب سے انداز میں ہنسنے لگا۔ اس وقت وہ بہت خوش تھا کیونکہ اُس نے اپنی حسیات میں زندگی کو جنم لیتے ہوئے محسوس کر لیا تھا۔

سنانجو فی الحقیقت فنِ مرگ تھا مگر اپنے پیروکاروں کے لیے صرف زندگی کا پیغام، اس کے اصولوں پر عمل کرنے سے جسم و جان قلب و نظر اور جسم کے ہر مسام میں زندگی انگڑائی لینے لگتی تھی۔

وہ ایک بار پھر ہنسا۔

اس بار پورچ اُس کے قہقہے سے لرز اٹھا کیونکہ قہقہہ دیوار سے ٹکرا کر واپس گونجتا ہوا آیا تھا۔

وہ پلٹا اور ہوا میں چھلانگ لگا دی۔

اس بار وہ کسی پرکی مانند ریلنگ کی منڈیر پر پہنچا۔ اس کے دونوں پیر منڈیر پر ٹک گئے اور وہ بے حرکت کھڑا ہو گیا۔

اس کا دل کلکاریاں مارنے کو چاہنے لگا کیونکہ اس نے زندگی کی طرف واپسی کی پہلی جنگ جیت لی تھی۔

★★

اندر شیلا نے اُس کا قہقہہ نہیں سنا۔ اُس نے ابھی کچے گوشت اور خون آلود گردوں پر مشتمل ناشتا ختم کیا تھا۔ وہ مسکرا رہی تھی لیکن پھر چند ہی لمحوں بعد یہ مسکراہٹ معدوم ہو گئی اور شیلا نے اپنی پلیٹ میں بڑی سی قے کر دی۔

شیلا چند لمحوں تک ہونق بنی رہی لیکن پھر اُس کی آنکھیں جھپکنے لگیں۔ اپنی ہی قے پر اس کی نظریں جم کر رہ گئیں۔ اس کے سُرخ ہونٹوں میں کھنچاؤ سا پیدا ہوا اور وہ مسکرانے لگی۔

وہ پلیٹ اور میز پر پڑے ہوئے گوشت کے اُن لوتھڑوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی، جو اس نے چند منٹ قبل ہی کھائے تھے۔

گزشتہ چھتیس گھنٹوں سے اس کی حیوانی صفت اُسے گوشت کھانے کی ترغیب دیتی رہی تھی لیکن اب اُس کی نسوانی صفت اُسے وہ راز بتا رہی تھی، جس کو سننے کے لیے شیلا خوشی سے بے چین تھی۔

وہ جانتی تھی کہ اگر نفے کا تنگل درست ہے تو پھر اُسے ٹائیگر کی مزید کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔

وہ اُسے کھانے کا پہلے ہی ارادہ کر چکی تھی۔

پورچ میں ٹائیگر نے سگریٹ جیب سے نکالا اور پھر سگریٹ

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول ترین سلسلہ

سنگتراش

اوہام پرستی کے مُتِ نئے رنگ میں رنگے ہوئے جبرین قبیلے کی طلسماتی داستان

آتش کدے کا مقدس پروہت مائینی پراسرار اور ماورائی طاقتیں اس کی غلام تھیں۔

جس سے جبرین کا سردار جویا بھی خائف رہتا تھا۔

ایک سنگتراش کی محبت کا دلگداز فسانہ جس کی محبت کی روح پروہت کے قبضے میں تھی۔

اقلیم علیم کے پراسرار قلم سے

خوبصورت سرورق، دیدہ زیب کتابت و سرورق

دو جلدوں میں مکمل

جلد اول : -/۱۵۰

جلد دوم : -/۱۵۰

کتاب اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیے یا آرڈر کے ساتھ قیمت کو منی آرڈر ارسال فرمائیے
کتاب آپ کو
بذریعہ رجسٹرڈ ارسال کر دی جائے گی

خط و کتابت کے لئے

مکتبہ القریش سرکلر روڈ، اُردو بازار، لاہور۔ ۲

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو پیکٹ سمیت مسل دیا، توڑ دیا، برباد کر دیا پھر اس نے سگریٹ اور کاغذ کے اس مجموعے کو دور کھیتوں کے باہر پھینک دیا۔ اب اسے سگریٹ کی طلب نہ تھی، اسے تمباکو کی بو سے کراہت محسوس ہونے لگی۔

اس نے سگریٹ پھینک دیئے مگر ماچس اپنی جیب ہی میں رکھی اب وہ تیزی سے کچھ سوچ رہا تھا۔

⊛⊛

بات یہ نہیں کہ بار کی لیڈی بارٹینڈر حسین تھی۔ اس میں حسن ضرور تھا لیکن وہ ذہین بھی تھی۔ اس کی ذہانت کا ثبوت یہ تھا کہ وہ ایرے غیرے سے راہ و رسم نہیں بڑھاتی تھی اور نہ ہی کسی کی دولت سے متاثر ہوتی تھی۔ اس میں ایڈونچر کا شوق کوٹ کوٹ کر بھرا تھا لہٰذا جب اس نے داؤد کی سرگزشت سنی تو ذرا بھی متاثر نہیں ہوئی نہ ہی وہ داؤد کے پھولے ہوئے پرس سے متاثر ہوئی تاہم وہ داؤد سے متاثر تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ داؤد ایک پرائیویٹ پائلٹ تھا اور وہ سوچ رہی تھی کہ کیا کبھی داؤد اسے طیارے میں سیر کرانے کے لیے لے جاسکتا ہے؟

"کیوں نہیں؟" داؤد نے جھوم کر جواب دیا "کسی بھی دن... یا کسی بھی شب" یہ کہہ کر وہ بڑبڑانے لگا "میں تمہیں محض ایک گھنٹے میں برف پوش چوٹیوں کی سیر کرا سکتا ہوں عذرا!" اس نے کہا "میں بہت ماہر ہوا باز ہوں۔ میں نے گزشتہ ہفتے ہی صرف ایک گھنٹے میں دشوار گزار فضائی راستوں کا سفر مکمل کیا تھا ویسے وہ سفر واقعی عجیب تھا۔ ایک مغربی عورت جو مختصر لباس میں تھی اپنے ساتھ ایک بڑا سا پنجرہ لے کر طیارے میں گئی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اس پنجرے میں کوئی مرد بند تھا کیونکہ میں نے اس کے چیخنے کی آوازیں سنی تھیں۔ وہ اس وقت بہت زور سے چیخا تھا جب میں نے پنجرہ پانچ فٹ کی بلندی سے نیچے پھینکا تھا۔"

داؤد یہ سب کچھ ہرگز نہ بتاتا لیکن چار ڈبل پیگوں نے اس سے ہوش و حواس چھین لیے تھے لہٰذا وہ یہ باتیں بلند آواز میں کرتا رہا۔

یہ باتیں اس بوڑھے نے بھی سنیں جو گزشتہ دس برسوں سے کسی انجانے ذریعے سے ملنے والی تنخواہ پر گزارا کر رہا تھا۔ اس تنخواہ کے عوض وہ ہر ہفتے ایک ٹیلی فون کرتا اور دوسری طرف سے کسی کی آواز سنے بغیر وہ تمام دلچسپ باتیں بتا دیتا جو اسے گزشتہ ایک ہفتے کے دوران معلوم ہوتیں۔ ان دس برسوں میں تنخواہ دینے والے نے اسے کبھی فون نہیں کیا تھا لیکن صرف دو روز قبل اس نے اس سے رابطہ قائم کیا تھا اور کہا تھا کہ انہیں ایک عورت اور ایک نوجوان کی تلاش ہے۔

"ممکن ہے ان کی کہانی اس کے لیے دلچسپ ثابت نہ ہو۔" رفیق حسین نے سوچا "لیکن میں ہتا ہی کیوں... ممکن ہے تُکا لگ جائے اور بونس بھی مل جائے۔"

یہی سوچ کر وہ بار سے نکلا اور اس نے خصوصی ٹیلی فون نمبر ملائے۔

⊛

ایک گھنٹے بعد عذرا، داؤد کے گھر جانے کے لیے تیاری کر رہی تھی اور داؤد کو یقین تھا کہ آج کی رات بہاروں میں گزرے گی۔ وہ عذرا کو سامان سمیٹتا ہوا دیکھ کر ہوا کھانے کے لیے باہر آ گیا اور باہر اس کی ملاقات اس شخص سے ہوئی جس کی آواز مدھم مگر لہجہ انتہائی درشت تھا۔

"کیا تم ہی ہوا باز داؤد ہو؟" بھورے سوٹ میں ملبوس اس شخص نے پوچھا۔

داؤد نے تیزی سے اس شخص کی جسامت اور قوت کا اندازہ لگایا۔ وہ بہت معمولی شخص تھا۔ اس کے سوٹ کی قیمت بھی ڈیڑھ ہزار روپے سے زیادہ نہ تھی اور سوٹ بھی پرانا... تیز شکن آلود تھا بال خشک تھے اور ان میں خشکی اندھیرے کے باوجود نظر آرہی تھی۔ وہ یقیناً نہ تو ایسے ہوا باز کو کرائے پر لینے کے قابل تھا اور نہ ہی اس کی پچھلی نسلوں میں کسی نے طیارے میں سفر کیا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے؟" داؤد اکھڑ لہجے میں بولا۔

"میرا نام بہرام ہے" بھورے سوٹ والے نے بھی اکھڑ لہجے میں کہا "اور میں گزشتہ ہفتے کی فلائٹ کا ذکر سننے کے لیے آیا ہوں۔"

"کیسی فلائٹ؟" داؤد چونک پڑا۔

"وہی جس میں ایک عورت نے ایک انسان بردار پنجرے سمیت سفر کیا تھا" بہرام نے دانتوں پر دانت جمانے سے قبل کہا۔

"اس کا ذکر تم سے کس نے کیا؟"

"سوالات میں کروں گا داؤد" بہرام نے ہاتھ اٹھا کر کہا "تم صرف جواب دو گے۔"

"اس موضوع پر میں بات کرنا ہی نہیں چاہتا" داؤد نے بھی ہاتھ اٹھا کر کہا ساتھ ہی اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ کہیں ان پر کسی کی نظر تو نہیں پڑ گئی۔ بات یہ تھی کہ حسینہ نے اسے اصل معاوضے کے علاوہ دگنا بونس بھی دیا تھا تاکہ وہ اس سفر کے بارے میں اپنا منہ بند رکھ سکے۔ اگرچہ منہ کھولنے سے وہ رقم داؤد سے چھن نہیں جاتی لیکن داؤد کا یہ بھرم ٹوٹ جاتا کہ وہ ناقابلِ اعتماد ہوا باز ہے اور اس طرح اس کا کاروبار بری طرح متاثر ہوتا۔

"مجھے افسوس ہے داؤد... لیکن تمہیں اس وقت اسی موضوع پر بات کرنی پڑے گی" بہرام نے سرسراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا "اور ذرا کھل کر...!"

"کیا تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" داؤد نے آواز دھیمی رکھنے کی کوشش کی تھی مگر نشے کی وجہ سے آواز اس کے قابو میں نہ رہی۔

"نہیں! میں دھمکیاں دینے سے ہمیشہ گریز کرتا ہوں" بہرام نے تقریباً سرگوشی والے انداز میں جواب دیا "ویسے میں تمہیں یہ بتانے کی کوشش نہیں کروں گا کہ اگر میں چاہوں تو صبح ہونے سے قبل تمہارا ہوا بازی کا لائسنس چھن جائے گا اور نہ ہی میں جزیرہ تپا ڈسے شہر زاد کے لیے تمہاری ریگولر فلائٹس کی بات کروں گا جن میں بڑے بڑے چھپے ہوتے ہیں۔ میں ان باتوں میں دلچسپی نہیں لیا کرتا داؤد... میں صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارے مسافر کون تھے؟ تم نے انہیں کہاں اتارا تھا؟ تمہیں ادائیگی کس نے کی داؤد؟ کیا انہوں نے تم سے کوئی بات بھی کی؟"

داؤد نشے میں تھا اور اس کیفیت میں بہت سے بزدل بھی بہادر بن جاتے ہیں پھر داؤد تو غنڈہ گردی کے ہر پہلو سے اچھی طرح واقف تھا اگرچہ جزیرہ تپا ڈسے شہر زاد کی فلائٹس کا ذکر سن کر وہ قدرے پریشان ہو گیا تھا لیکن پھر بھی وہ اکڑا رہا۔

"تم سوال پوچھو" وہ مسکرا کر بولا "اور پوچھتے رہو، میں تو چلا"

"جیسی تمہاری مرضی" بہرام نے کندھے اچکا کر کہا "لیکن اگر تم ہمیں جواب دے دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔"

"دفعان ہو جاؤ" داؤد یہ بھی بھول گیا کہ عذرا قریب ہی کھڑی ہے۔ بہرام نے اسے پکڑنا چاہا مگر وہ تیزی سے آگے بڑھنے لگا تاہم پھر اچانک ہی ایک نحیف و نزار بوڑھا جس کا وزن بمشکل ستر اسی پونڈ تھا اس کی راہ میں حائل ہو گیا۔ اس نے بوڑھے کو تھپڑ مارنے کی کوشش کی مگر اس کا ہاتھ اٹھا کا اٹھا ہی رہ گیا اور پھر نیچے گر گیا لیکن اس کا نشانہ بوڑھا نہیں بنا بلکہ ہاتھ ایک بانس میں اس طرح گھس گیا جیسے کوئی چاقو ہو۔ داؤد نے بمشکل خود کو گرنے سے بچایا کیونکہ گرنے کی صورت میں اس کا ہاتھ جھٹکے کی وجہ سے ٹوٹ بھی سکتا تھا۔ وہ ہاتھ دو شاخہ بانس سے نکالنے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔

"اب یہ آپ سے بات کر سکتا ہے شہنشاہِ معظم!" اوشان نے اپنے مخصوص انداز میں کہا۔

"اب بتاؤ کہ وہ کون تھے؟ کہاں گئے؟ کب گئے اور کس طرح گئے؟" بہرام نے اس کے قریب آ کر پوچھا۔

"پہلے... میرا ہاتھ آزاد کراؤ" داؤد گھبرا کر بولا کیونکہ بانس کے نوکیلے ٹکڑے گوشت میں چبھنے بلکہ گھسنے لگے تھے۔

"ٹھیک ہے" اوشان نے سر ہلا کر کہا "ہم تمہارا ہاتھ آزاد کر دیں گے اور تمہاری پسند کے مطابق اسے تمہاری بائیں جیب میں رکھ دیں گے یا کار کی ڈکی میں... اور اگر شہنشاہِ معظم پسند فرمائیں تو تمہارے ہاتھ کو بذریعہ پارسل تمہارے گھر کے پتے پر بھی ارسال کیا جاسکتا ہے لیکن پہلے خود پسند کر لو کہ ہاتھ آزاد کرا کے کہاں رکھوا دو گے۔"

"ہم... میں... پہلے بات کرنا چاہتا ہوں" داؤد گھبرا کر بولا اسے یقین ہو گیا تھا کہ بوڑھا اپنے کہے پر عمل کر سکتا ہے "ٹھیک ہے... لیکن وعدہ کرو کہ اس بوڑھے کو مجھ سے دور رکھو گے" وہ بہرام کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"زبان کھولو داؤد" بہرام نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

پانچ منٹ بعد اوشان اور بہرام ایک تیز رفتار کار میں فوجی ائر پورٹ کی طرف روانہ ہو رہے تھے جہاں صرف تیل کا ٹینکر رکھا جاتا تھا۔ جیپ کا پٹرا انہیں چالیس میل دور پہاڑوں کے پار ایک فوجی ہوائی اڈے پر لے گیا جہاں ایک مال بردار فوجی جہاز ان کا منتظر تھا۔ وہ جونہی طیارے میں بیٹھے طیارہ رن وے پر دوڑنے لگا۔

⊛

شیلا نے ابھی کچھ ہی کیا تھا کہ اسے متلی ہونے لگی پھر گوشت کے کچے ٹکڑے اچھل اچھل کر منہ سے باہر گرنے لگے۔ وہ دیوانہ وار چیخنے لگی۔

اسے یقین ہو گیا کہ وہ ماں بننے والی ہے۔

"نئی نسل کا پہلا بچہ" وہ جھوم کر بولی "شہزاد اپنا کام مکمل کر چکا ہے، میں بھی اس سے اکتا چکی ہوں۔ اب اس سے نجات حاصل کرنے کا وقت آ چکا ہے۔"

وہ سوچ رہی تھی کہ اس کیفیت میں وہ ٹائیگر کو ہضم بھی کر سکے گی یا نہیں؟

⊛

"شہزاد تم کہاں ہو؟" وہ ٹائیگر کی سمت جا رہی تھی لیکن اس مرتبہ اس کی چال بہت مختلف تھی۔ وہ محتاط انداز میں قدم اٹھا رہی تھی تاکہ بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچ سکے۔

ٹائیگر نے تختوں پر شیلا کے پیروں سے ہونے والی لرزش

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محسوس کرکے ہی یہ اندازہ لگالیا کہ وہ باہر آرہی ہے۔ ساتھ ہی اُس نے یہ بھی محسوس کرلیا کہ شیلا کی رفتار معمول کے برعکس سُست ہے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ سنبھل سنبھل کر چل رہی ہو۔

"شاید وہ میرا شکار کرنے آرہی ہے!" اُس نے سوچا۔ "چیتے اسی طرح دبے قدموں شکار کی طرف بڑھتے ہیں۔"

ٹائیگر ریلنگ کی منڈیر پر چڑھ کر کھیتوں میں اُتر گیا۔ یہاں اب گنّے کے پودے جنم لینے لگے تھے۔ اُن کے ارد گرد جھاڑیاں تھیں وہ آگے بہت دور تک تھے جہاں ٹائیگر پناہ لے سکتا تھا۔

وہ بڑی تیزی سے آگے بڑھا اُس نے درختوں کے جھنڈ کو عبور کیا اور پھر کھیت کے کنارے پہنچ کر انتظار کرنے لگا۔ اس کی سانس اتنی ہی بھاگ دوڑ میں پھولنے لگی تھی۔

اُسے اپنی حالت پر افسوس ہونے لگا۔

اُسے اُوشان کا دیا ہوا پہلا سبق یاد آنے لگا "بنیادی اہمیت عملِ تنفس پر قابو کو حاصل ہے میرے بچے... سانس کی اعصاب تک رسائی انسانی اعصاب کو پُرسکون بناتی ہے اور صرف پُرسکون آدمی ہی بے خوف ہوتا ہے۔ اپنا ذہن خالی کرکے تمام خیالات کو نکال پھینکو تو تمہیں صرف اپنا مشن یاد رہے گا اور ذہن خوف و خدشات میں نہیں اُلجھے گا۔"

ٹائیگر نے لمبی لمبی سانسیں لیں لیکن اس کے اعصاب پُرسکون نہیں ہو سکے۔

"کیوں؟" اُس نے اپنے آپ سے سوال کیا اور پھر خود ہی اُسے جواب مل گیا "مجھے عملِ تنفس پر قابو نہیں رہا۔"

اسی لمحے اُسے شیلا کی آواز سنائی دی۔ وہ اُسے بلا رہی تھی۔

"تم کہاں ہو میری جان، آؤ دیکھو میں تمہارے لیے کتنی اچھی چیز لائی ہوں!"

اُسے ایسا لگا جیسے شیلا اپنے پالتو کتے کو پچکار کر بلا رہی ہو۔ اگر کوئی اور وقت ہوتا تو شاید وہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑتا لیکن اس وقت وہ ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ وہ آواز سنتے ہی اس پر جھپٹ سکتی تھی اور ابھی تک ٹائیگر کو یہ یقین نہیں تھا کہ وہ شیلا جیسی حیوانی طاقت رکھنے والی عورت سے مقابلے کے قابل ہے۔ وہ اُس وقت بھی اُسے زخمی کر چکی تھی جب سنانجو کا فن ٹائیگر کے ساتھ تھا اور اب... اب تو وہ نہ صرف کمزور بلکہ فن سے بھی محروم ہو چکا ہے۔

ٹائیگر نے جھاڑیوں میں سے جھانک کر دیکھا شیلا اب پورچ میں تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلے ہوئے تھے۔ اس کی انگلیاں پنجوں کی طرح اکڑی تھیں اور اس کا چہرہ آگے کو اس طرح بڑھا ہوا تھا جیسے وہ کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اُس نے گردن دائیں بائیں گھمائی۔

وہ ہوا سونگھ رہی تھی۔ پھر معاً ہی وہ اسی سمت میں بڑھنے لگی جس سمت سے اُسے ٹائیگر کی مہک آرہی تھی۔ اب اُس کے حلق سے غصیلی غرّاہٹیں نکل رہی تھیں۔

وہ اس وقت ایسی شیرنی لگ رہی تھی جو شکار کو محض غرّاہٹوں ہی سے نیم جان کردینا چاہتی ہو۔

وہ پورچ سے نکلی اُس کے ہاتھ اب پہلوؤں میں تھے۔

"تم فرار نہیں ہو سکتے" وہ زور سے چلائی اور اتنی تیزی سے چلنے لگی جیسے کسی ہموار سڑک پر دوڑ رہی ہو۔

ٹائیگر نیچے جھک گیا۔ وہ فی الوقت اُس کی نظر میں آنا نہیں چاہتا تھا پھر وہ جھکے جھکے مکان کی طرف دوڑنے لگا۔ اُس نے اپنے جسم کے دائیں حصّے پر خنک ہوا کی سرسراہٹ محسوس کی اور پھر اُسے یہ احساس ہو گیا کہ اب ہوا کا رُخ بدل گیا ہے اور شیلا اُس کی بو نہیں سونگھ سکے گی۔

کچن کے باہر اسٹور میں اُسے جنریٹر چلانے کے لیے رکھے ہوئے تیل کے دو پیپے نظر آئے۔ اُس نے ایک ایک ہاتھ میں ایک ایک پیپا اُٹھا لیا۔ اب وہ تیزی سے کھیت میں واپس جانا چاہتا تھا تاکہ... بھاری پیپوں کے وزن نے اُس کی رفتار سُست ہی رکھی اور جلد ہی اُس کے بازوؤں میں درد ہونے لگا۔

شیلا اب بھی اُسے پکار رہی تھی۔ اُس کی آواز میں بتدریج غیر انسانی انداز شامل ہو رہا تھا۔

وہ اس جگہ رُکی جہاں ٹائیگر کچھ دیر کے لیے چھپا رہا تھا۔ اُس نے وہاں اِدھر اُدھر منہ کرکے سونگھا اور پھر دور سے بولی "تم نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ تمہارا کام مکمل ہو چکا ہے شہزادے!" پھر وہ تیزی سے اس پگڈنڈی کی طرف بڑھ گئی جس سے ٹائیگر پہلے گزر چکا تھا "اِدھر اُدھر چھپنے کا کوئی فائدہ نہیں، کتنے شرم کی بات ہے کہ تم اپنے بچے کی ماں سے چھپ رہے ہو۔"

اس وقت ٹائیگر اُس راستے پر تیل چھڑک رہا تھا جس سے گزر کر وہ آیا تھا۔ اُس نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ اس کا سر اوپر نہ اُٹھے۔ ایک پیپا اس کے ہاتھ میں تھا اور دوسرے کو وہ خشک گھاس اور جھاڑیوں پر خالی کر رہا تھا۔

ڈیڑھ پیپا جلد ہی خالی ہو گیا اور جب شیلا کھیت کے دوسرے حصّے میں پہنچی تو وہ دونوں پیپے خالی کر چکا تھا۔ اب تیل پورچ کی باڑھ تک پھیلا ہوا تھا۔

[illegible] ٹائیگر کو [illegible]

بدتر حالت میں ہے۔ اُس کی سانس بھی پھول چکی تھی اور جسم بھی ذرا سی مشقت کے بعد پسینے میں تر ہوچکا تھا۔ پیٹ کے عضلات پر پیچ و تاب کھانے کے بعد اب کچھ آرام محسوس ہو رہا تھا۔ اُس نے پیچھے ایک طرف ڈال کر خود کو یکجا کرنے کی کوششیں کیں۔ وہ جانتا تھا کہ شیلا سے دو دو ہاتھ کرنے کا مطلب محض شکست ہوگی۔ تاہم وہ شیلا کا قصّہ تمام کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے قوت کے علاوہ اور کسی چیز کی ضرورت تھی۔

اُس نے شیلا کو اس جگہ سے اُٹھتے دیکھا جہاں وہ اُس کی بو سونگھ رہی تھی پھر معاً شیلا نے باڑھ کی طرف دیکھا اور وہ جنونی انداز میں جھاڑیوں کو پھلانگتی ہوئی ٹائیگر کی طرف لپکنے لگی... مگر اس سے قبل کہ وہ وہاں پہنچتی ٹائیگر بھاگ کر کھیتوں کے وسط میں پہنچ گیا اور وہاں سے ہی اُس نے شیلا کو للکارا "او گندی بلی! تو کہاں ہے، سامنے آ...!"

شیلا اس کی طرف چلی اور اپنی جگہ پر کھڑی وہ کر غرانے لگی پھر معاً ہی اس کے چہرے پر خوفناک مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس مسکراہٹ میں نہ تو خوشی کا تاثر تھا اور نہ ہی لطف لینے کا انداز... اس میں صرف طمانیت تھی۔ ایسی جیسے شیلا اپنے شکار کو تلاش کرلینے کے بعد مطمئن ہو... یا ایسی طمانیت جو میز پر کھانا سلیقے سے رکھا ہوا دیکھ کر محسوس ہوتی ہے۔

وہ آہستہ آہستہ اُس کی طرف بڑھنے لگی۔ اس کی کمر خم تھی اور ہاتھ نیچے جھول رہے تھے۔ وہ حملہ کرنے کے لیے پوری طرح تیار تھی۔

"میرا خیال تھا کہ تم اس بار مجھے زیادہ بھاگ دوڑ پر مجبور کرو گے شہزادے... لیکن تم تو جلد ہی سامنے آگئے" اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں... مگر گرمی بہت ہے اور میں اس گرمی میں آنکھ مچولی نہیں کھیلنا" ٹائیگر نے بھی اُسی کے لہجے میں جواب دیا۔

"کیوں... کیا اپنے بچے کی ماں کے ساتھ بھی رہنے میں گرمی کی فکر کرو گے شہزادے" وہ مزید ایک دو قدم آگے بڑھنے کے بعد بولی۔

اس بار شیلا کا یہ جملہ کسی تیر کی طرح ٹائیگر کے سینے میں پیوست ہو گیا اور اس جملے نے برسوں کی اُس محرومی کو پھر زندہ کردیا کہ اس کا کبھی اپنا گھر نہیں ہوگا، وہ کبھی باپ نہیں کہلائے گا۔

"کیا مطلب؟" وہ تھوک نگل کر بولا۔

"میں تمہارے بچے کی ماں بننے والی ہوں شہزادے!" وہ مسکرائی "اب دن محض بیس بائیس گزرے تھے، تم اسی مقصد کے لیے تو یہاں لائے گئے تھے۔"

"مگر کیوں؟" ٹائیگر نے سر جھٹک کر پوچھا۔ وہ اگرچہ جذباتی ہو رہا تھا مگر اُس نے شیلا کی طرف سے آنکھیں کھلی رکھی تھیں۔

"اس لیے کہ میں کمزور انسانوں کو جنم دینا نہیں چاہتی تھی میں ایک نئی [illegible] انسانی [illegible] چاہتی تھی [illegible] وہ پورا ہوگا اور ایک روز میرا بیٹا اس دُنیا پر حکمرانی کرے گا!"

شیلا نے یہی غلطی کی۔ اُس نے "میرا بیٹا" کہہ کر ٹائیگر کو حقیقت کی دُنیا میں واپس دھکیل دیا۔ اُس کے ذہن میں یہ سنتے ہی پہلا خیال یہ آیا کہ درندوں کا حکمران اُس کا بیٹا نہیں ہوگا اور اگر شیلا نے کسی بچے کو جنم دیا تو وہ آدھا انسان اور آدھا درندہ ہوگا... اور معصوم انسانوں کو ختم کردے گا۔ دُنیا پر درندگی کا راج ہو جائے گا اور جب نسلِ انسانی تباہ ہو جائے گی تو دُنیا پر صرف اور صرف درندے راج کریں گے۔

ٹائیگر کو بھی باپ بننے کی آرزو تھی مگر کسی درندہ صفت بچے کا باپ نہیں۔

اُسے شاید پہلی مرتبہ شیلا سے شدید نفرت کا احساس ہوا۔ اُسے شک ہونے لگی شیلا نے اس کو مرد ہوتے ہوئے بھی غلام بنا رکھا تھا وہ اُسے کسی بیل سے زیادہ اہمیت نہیں دیتی تھی۔

وہ غصّے سے تلملا گیا۔

"تمہارا بیٹا دُنیا پر راج نہیں کرسکے گا شیلا فن برگ" اُس نے غرّا کر کہا "اگر وہ پیدا بھی ہوا تو درختوں کے نیچے سوئے گا اور قصاب کی دکان کے باہر پڑی ہوئی ہڈیاں کھا کھا کر گزارا کرے گا پھر اگر اس پر کسی کی نظر پڑ گئی تو اُسے چڑیا گھر لے جایا جائے گا، تم بھی اس کے ساتھ ہوگی شیلا!"

شیلا غصّے سے کانپنے لگی "ہونہہ... میں شاید تمہیں زندہ رکھتی شہزادے... لیکن تم ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکے اور نہ ہی سمجھنا چاہتے ہو۔ سنو! میں انسانوں کی نسل سے قطعی الگ ایک نئی نسل ہوں۔ نئی مخلوق ہوں اور اب اس نئی نسل کی تخلیق کروں گی!"

"تم محض بندریوں کی نسل سے تعلق رکھتی ہو..." ٹائیگر نے بیباک لہجے میں کہا۔

وہ صرف دس گز دور تھی۔ ٹائیگر کی نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ شیلا کے دونوں ہاتھ اب کانوں کے پاس تھے اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں کسی درندے کے نوکیلے پنجوں کی طرح مُڑی ہوئی تھیں۔ اس کا سر ایک طرف جھکا ہوا تھا۔ سفید دانت چمک رہے تھے اور منہ بھیانک انداز میں کھلا ہوا تھا جس سے رال ٹپک رہی تھی۔

پھر وہ بجلی کی طرح اچھلی۔

اس کی رفتار نے خود ٹائیگر کو ایک لمحے کے لیے خوفزدہ کردیا اور وہ ردّعمل کے طور پر صرف دائیں طرف گر کر ہی خود کو بچا سکا۔ اس نے گرتے ہی کئی قلابازیاں کھائیں اور پھر تقریباً دوڑتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ شیلا ابھی اسی جھونک میں جھاڑیوں کے اندر گھس گئی۔ اس کے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حلق سے ایک وحشیانہ غراہٹ نکلی مگر لمحہ بھر ہی میں وہ سنبھل کر ایک بار پھر ٹائیگر کی طرف لپکی۔

ٹائیگر کو اس مرتبہ بھی اندازہ ہو گیا کہ وہ پُرانا ٹائیگر نہیں بلکہ پُرانا شہزادہ ہے۔ وہ پچاس فیصد بھی فٹ نہیں تھا۔ شیلا درندہ تھی، سو فیصد فٹ تھی، جبکہ وہ ایک عام سا انسان تھا۔

لیکن نہیں! ٹائیگر نے دل ہی دل میں سوچا۔ اس کی نظریں اب بھی شیلا پر جمی ہوئی تھیں ”مجھے شیلا پر برتری حاصل ہے۔ وہ درندہ ہے، میں انسان ہوں، میں اس ذہانت کا حامل ہوں جس کے باعث انسان نے کائنات تسخیر کر لی ہے، جس نے ان درندوں کو بھی پنجروں میں بند کر رکھا ہے!“

وہ بدستور پیچھے ہٹتا رہا اور پھر کھیت کے کنارے پہنچ گیا۔ وہ شیلا کی اگلی زقند کے لیے خود کو تیار کر چکا تھا۔ اس نے شیلا پر سے نظریں ہٹائے بغیر جیب میں ہاتھ ڈال کر ماچس کی ڈبیا نکال لی۔ اب اُسے شیلا کے حملے کا انتظار تھا۔ شیلا اس بار دھوکا دے کر لپکی۔ وہ پہلے دائیں طرف اور پھر بائیں طرف جھکی۔ چند قدم دوڑی اور اس کے بعد اُچھل کر ٹائیگر پر آ پڑی۔ ٹائیگر کو پل بھر کے لیے ایسا لگا جیسے شیلا کے لمبے لمبے ناخن اس کے شانے کا گوشت اُدھیڑ کر لے جائیں گے۔ ایسا ہی ہوا اور اُسے شانے سے خون بہنے کا احساس ہونے لگا۔ ساتھ ہی وہ جھک گیا۔ جونہی شیلا اس کے سر پر پہنچی وہ کھڑا ہو گیا۔ اس کا سر شیلا کے پیٹ میں لگا۔ ”آہ...!“ کی کربناک آواز کھیتوں میں گونجی اور فضا میں تحلیل ہوتی چلی گئی۔

لیکن ٹائیگر جھنجلا کر رہ گیا۔ اس کی یہ ضرب کسی کی کمر کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر سکتی تھی مگر شیلا صرف چلائی تھی۔ وہ زمین پر گری اور ایک بار تڑپ کر اُٹھ گئی۔ وہ بہت پھرتی سے ایک بار پھر ٹائیگر کی طرف پلٹ پڑی۔

اس کی سیاہ چمکدار جلد اب مٹی سے لتھڑی ہوئی تھی۔ وہ ایسا جانور لگ رہی تھی جو گھاس اور مٹی میں لوٹتا رہتا ہے۔

اس سے قبل کہ وہ ٹائیگر پر کوئی نیا حملہ کرتی، ٹائیگر نے ماچس کی تیلی جلا کر اس کی طرف پھینک دی۔ تیلی شیلا کے عقب میں تیل کی لکیر پر گری اور فوراً ہی گھاس نے آگ پکڑ لی۔ خشک گھاس اور تنکے جلنے اور چٹخنے لگے۔ آگ کی یہ لکیر اِن دونوں کی طرف پھیلنے لگی۔

شیلا کے چہرے پر پہلی مرتبہ خوف کے آثار نمایاں ہوئے۔ اُس کی آنکھیں نارمل سائز سے بڑی ہو گئیں اور اس بار مسکرانے کی باری ٹائیگر کی تھی۔

اس کا اندازہ درست نکلا۔

اُس نے اس بنا پر تیل کا چھڑکاؤ کیا تھا کہ انسانوں کے سوا ہر جانور آگ سے ڈرتا ہے۔ صرف انسان ہی آگ کو غلام بنا سکا ہے۔ یہ احساس اُسے اسی وقت ہو گیا تھا جب شیلا نے اس سے سگریٹ چھینے تھے اور اُسے چولہا جلانے کی اجازت نہیں دی تھی۔

شیلا اپنے عقب میں ننھے ننھے شعلوں سے گھبرا کر اچھلی اور ایک طرف ہو گئی۔

اب وہ پھنس چکی تھی۔ اُس کے تین طرف آگ تھی اور سامنے ٹائیگر۔ بچنے کا طریقہ صرف یہی تھا کہ ٹائیگر کو راستے سے ہٹایا جائے۔ شیلا نے آگ سے بچنے کے لیے ٹائیگر پر حملہ کر دیا۔ ٹائیگر نے اس بار ہٹنے کی کوشش نہیں کی بلکہ وہ گھٹنوں کے بل جھک گیا۔ شیلا اس کی پیٹھ پر سے ہوتی ہوئی ایک طرف جا گری مگر ٹائیگر منصوبے کے دوسرے حصے پر شیلا کی پھرتی کے باعث عمل نہیں کر سکا۔ وہ اُسے آگ میں جھونک دینا چاہتا تھا مگر شیلا نے فوراً ہی خود کو سنبھال کر اس کی پنڈلی پکڑ لی اور وہ جھٹکے کی وجہ سے گر پڑا۔ یہی لمحہ شیلا کے لیے اہم تھا۔ وہ اس پر سوار ہو گئی۔ وہ اُس کی پیٹھ پر سوار تھی اور اب ناخنوں سے اس کی گردن اُدھیڑنا چاہتی تھی۔

ٹائیگر نے اپنے اعصاب پر قابو رکھا۔ اُسے علم تھا کہ گھبراہٹ سارے کیے کرائے پر پانی پھیر سکتی ہے۔ اُسے علم تھا کہ اب اُسے کیا کرنا ہے لہٰذا وہ شیلا کے ناخنوں کی چبھن سے بے نیاز ہو کر گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلنے لگا۔ اس کی حالت تو خراب ہوتی رہی مگر اُسے یقین کامل تھا کہ وہ اس عفریت سے نجات حاصل کر سکے گا۔ وہ آگ کے دائرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ آہستہ آہستہ... جونہی وہ دائرے کے قریب پہنچا شیلا اس کی پیٹھ سے کود کر دور ہو گئی۔ اس کی آنکھیں نفرت سے چمک رہی تھیں اور وہ محض دس گیارہ فٹ کے فاصلے پر ٹائیگر کو گھور رہی تھی۔

”یہ آگ یونہی نہیں جلتی رہے گی!“ شیلا نے غرا کر کہا۔ ”آگ کے بجھتے ہی میں تمہیں کھا جاؤں گی۔ تم مجھ سے بچ کر فرار نہیں ہو سکتے۔“

”فوراً کسی نتیجے پر پہنچ جانا اچھا نہیں ہوتا۔“ ٹائیگر نے اپنی بے ترتیب سانسوں کو ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ ”تم جیسی گندی بلیاں بہرحال فوراً ہی کسی نتیجے پر پہنچنے کی غلیظ عادت میں مبتلا ہوتی ہیں۔ سنو! اب میں تم پر حملہ کروں گا شیلا فن برگ!“

ٹائیگر شیلا کے تین حملوں کا سامنا کر چکا تھا لہٰذا اب اُسے اچھی طرح احساس تھا کہ ان حملوں کی نوعیت ایک جیسی ہوتی ہے۔ وہ ہاتھ اٹھا کر، سر جھکا کر اس طرح حملہ کرتی تھی کہ اس کا پیٹ حملے کے لیے بہترین ہدف ثابت ہوتا تھا اور ٹائیگر اس کی کمزوری سے فائدہ اُٹھانا چاہتا تھا۔

وہ شعلوں کی پناہ سے نکل کر شیلا کے گرد چکر لگانے لگا۔ حتیٰ کہ ٹائیگر کے عقب میں آگ نہ رہی اور شیلا کو بھی یہ دھوکا ہو گیا کہ وہ اب اگر ٹائیگر پر حملہ کرے گی تو جھونک میں گرنے کی صورت میں شعلے سامنے نہیں ہوں گے۔

وہ اپنے خاص انداز میں حملہ آور ہوئی۔ اسی لمحے ٹائیگر نے خود کو زمین پر گرا کر دونوں پیر اُوپر اُٹھا دیئے۔ شیلا خود کو نہ روک سکی۔ اُس کا پیٹ اُن پیروں پر آیا تو ٹائیگر نے آنکھیں بند کر کے اُسے اُچھال دیا۔ وہ خاصی اُونچی اُچھلی لیکن پھر اس نے فضا ہی میں قلابازی کھائی اور اپنے پیروں پر زمین پر کھڑی ہونے کے لیے نیچے آنے لگی تاہم اس کا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ وہ کٹے ہوئے گنے کے ڈھیر پر گری اور ایک بانس تیر کی طرح اس کے پیٹ میں گھس گیا۔

ٹائیگر اپنی جگہ بیٹھے بیٹھے یہ منظر دیکھتا رہا۔

شیلا کا جسم اب بانس میں تھا اور وہ مچل رہی تھی۔ بانس اُس کی پیٹھ سے نمودار ہوا۔ اُس کا اوپری سِرا خون آلود تھا۔ اس پر گوشت کے ٹکڑے جمے ہوئے تھے۔

وہ مر رہی تھی۔ اُس نے حیرت سے ٹائیگر کی طرف دیکھا۔ یہ ویسے ہی تاثرات تھے جیسے کسی بد قسمت کے چہرے پر اُس وقت ہوتے ہیں جب اُسے اپنی موت کا یقین نہ ہو لیکن موت کو اپنے سامنے دیکھ لے۔ اُس کی آنکھیں بجھ رہی تھیں۔

ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے قدم آہستہ آہستہ شیلا کی طرف اُٹھ رہے تھے۔

معاً شیلا نے ایک ہاتھ اٹھا کر اُسے اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہ اس کے قریب پہنچ گیا۔

”کیا حال ہے ٹائیگرس؟“ ٹائیگر نے مسکرا کر پوچھا۔

”سنو! میں تمہیں راز کی ایک بات بتانا چاہتی ہوں۔“ شیلا نے بمشکل کہا۔

ٹائیگر اس کے قریب پہنچ کر جھک گیا تاکہ راز کی بات سن سکے۔ اسی لمحے شیلا نے اس کی گردن جھنجھوڑنے کے لیے گردن گھمائی لیکن اب موت اُس کو چھاپ بیٹھی تھی۔ ٹائیگر نے فوراً خود کو پیچھے کی طرف گرا کر بچا لیا اور شیلا کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

ٹائیگر ہاتھ جھاڑنے لگا۔

”سوری... مگر تمہاری خدمات کا معاوضہ یہی تھا ڈارلنگ!“ اُس نے دھیرے سے کہا اور پھر اُسے شدید تھکن کا احساس ہوا۔ یوں لگا جیسے وہ تیر کر سمندر پار کر چکا ہے۔ اُسے نیند آنے لگی۔ آرام کی خواہش محسوس ہونے لگی۔ وہ وہیں لیٹ کر سو گیا پھر جب وہ بیدار ہوا تو اُس نے اپنے جسم و ذہن کو سنانجو کے لیے وقف کرنے کا عہد کیا تاہم اُسے سب سے پہلے ایک ضروری کام کرنا تھا۔ بصورتِ دیگر وہ زندگی بھر بے چین اور مضطرب رہتا۔

شعلے بجھ چکے تھے مگر دھواں اُٹھ رہا تھا۔ اُوشان اور بہرام چند منٹ قبل ہی کرائے کی جیپ میں یہاں پہنچے تھے۔ جیپ کے ڈرائیور کو اچھی طرح یاد تھا ایک عورت نے اس کی جیپ پورے دن کے لیے کرائے پر لی تھی اور اُس کے ساتھ ایک بڑا پنجرہ بھی تھا۔ ڈرائیور کو یہ بھی یاد تھا کہ وہ عورت جیپ میں ایک آدمی کو لے کر کس طرف گئی تھی لہٰذا ان دونوں کو فارم ہاؤس تلاش کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی تھی۔

وہ جیپ سے اُترے تو ٹائیگر اُن کی طرف پشت کیے ہوئے کھڑا تھا۔ شیلا کی لاش ٹائیگر کے سامنے پڑی ہوئی تھی۔ شاید ٹائیگر نے پیٹ کے زخم کو گہرا اور چوڑا کیا تھا کیونکہ اُس کی اپنی انگلیاں خون آلود تھیں۔ اُن انگلیوں سے اب بھی خون ٹپک رہا تھا۔

پھر وہ اُن کی طرف پلٹا۔ اس کی نظر اُوشان پر پڑی تو وہ خوشی سے مسکرانے لگا۔

”تم ٹھیک ہو نا؟“ بہرام نے اُس کو دیکھ کر مسرت کی ایک اجنبی سی لہر جسم میں دوڑتی ہوئی محسوس کی۔

”ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں...“ مگر یہ جھوٹ ہی نکلا۔ اس نے محض جھوٹ بولا تھا۔ یہ کہہ کر اس نے شیلا کے زخم کو چھوڑ دیا اور ہاتھ دھونے کے لیے تیزی سے فارم ہاؤس کی طرف بڑھ گیا مگر اس بار اوشان اس کے ساتھ تھا۔ وہ ٹائیگر کے ساتھ ساتھ قدم اُٹھا رہا تھا۔

”تمہیں دیکھ کر بہت افسوس ہوا ٹائیگر!“ اُوشان نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ”تم بے ترتیب ہو رہے ہو... موٹے ہو رہے ہو... موٹے!“

”میں جانتا ہوں ٹیل فادر... اور میں بہت کچھ سیکھ چکا ہوں۔“ ٹائیگر کے لہجے میں ندامت تھی۔

”اوہ! شاید تم نے پہلی بار کچھ سیکھا ہے۔“ اُوشان نے سپاٹ لہجے میں کہا مگر پھر اچانک ہی اس کے لہجے میں غصیلا پن آ گیا۔ ”کیا تمہیں علم ہے کہ میں نے موم بتیوں پر کتنی رقم خرچ کی ہے؟“

”موم بتیوں پر؟“ ٹائیگر ٹھٹک کر رہ گیا۔ ”اوہ! کیا آپ میری آخری رسوم ادا کر چکے ہیں؟ اوہ! میں سنانجو کی رسوم سے واقف ہوں ٹیل فادر... کسی کے مرنے پر صرف باپ یا بھائی ہی موم بتیاں جلاتا اور اُن کے سامنے بیٹھ کر مغفرت کی دعائیں کرتا ہے۔“

”ہاں... سنانجو میں یہی رسم ہے۔“ سنانجو کے ماسٹر نے بے نیازی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے کہا: "مگر تمہاری موت اتنی بے قدرتی تھی کہ میں نے یہ سوچ کر موم بتیاں جلادیں کہ تمہاری رُوح کو عذاب نہ سہنا پڑجائے۔ ویسے تم نے مجھے دھوکا دیا شہزادے!"

"کیسا دھوکا؟"

"معصوم بت ہو، میں نے موم بتیاں جلا کر زبردست دھوکا کھایا اور تم میں اتنی جرأت ہی نہیں تھی کہ موم بتیاں جل جانے ہی کا پاس کرتے اور مرجاتے۔ تمام موم بتیاں ضائع ہوگئیں۔"

"آپ فکر نہ کریں فل فادر" ٹائیگر کی آنکھیں بھیگنے لگیں "ہم بازار سے اور موم بتیاں خرید لیں گے۔ ویسے ایک بات بتاؤں اگرچہ میں بہت کچھ نہیں ہوں لیکن یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ میں آپ کا بیٹا ہوں۔"

"اچھے بیٹے کا باپ ہونا واقعی اچھی بات ہے" اُوشان نے سر ہلاتے ہوئے کہا "لیکن تم جیسا بیٹا ہونے سے زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ بیٹا ہی نہ ہو۔ شہزادے تم میں ذرا سی بھی مروّت نہیں۔"

"اور میں ہوتا بھی ہوں" ٹائیگر نے ہنستے ہوئے اُوشان کو چھیڑا۔

وہ باہر نکلے تو بہرام لاش کا معائنہ کرچکا تھا۔

"کیا یہی شیلا تھی ٹائیگر؟" اُس نے دھیمے لہجے میں تصدیق چاہی۔

"ہاں یہی شیلا فن برگ تھی" ٹائیگر نے بڑی نفرت سے لاش کی طرف دیکھ کر کہا۔

"گڈ! اب ہمیں یہ سکون ہوگا کہ یہ عورت مزید انسانوں کو درندہ نہیں بنا سکے گی" بہرام نے اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا "کیا تم اس کے اُن ساتھیوں کا پتا چلا سکتے ہو، جو اب بھی گلستان آباد میں موجود ہیں؟"

"نہیں۔"

"خیر کوئی بات نہیں تم ان کے طرزِ عمل سے اچھی طرح واقف ہوچکے ہو لہٰذا واپس جا کر باقی درندوں کا صفایا کرنے میں تمہیں کوئی مشکل درپیش نہیں ہوگی۔"

"میں وہاں واپس نہیں جاؤں گا چیف!" ٹائیگر نے دوٹوک انداز میں انکار کردیا۔

"لیکن ابھی کئی درندے زندہ ہیں" بہرام نے سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ جلد ہی ختم ہوجائیں گے۔"

"وہ کیسے؟" بہرام نے چونک کر پوچھا۔

"میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ شیلا فن برگ اکیلی نہیں تھی، سویٹ ہارٹ!"

"میں سمجھا نہیں" بہرام نے آنکھیں جھپکاتے ہوئے کہا مگر پھر ٹائیگر نے اُسے سمجھانے کی بھی کوشش نہیں کی۔ وہ ہوائی اڈے کی طرف جاتے ہوئے جیپ میں بھی خاموش رہا۔ اُوشان اُسے دیکھ دیکھ کر سر ہلا رہا تھا پھر جب وہ طیارے میں سوار ہوگئے اور طیارہ زمین کو چھوڑ کر فضاؤں میں تیرنے لگا تو اُوشان نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ شیلا میں کچھ تبدیلیاں آرہی تھیں شہزادے۔"

"ہاں... مگر آپ کو کیسے علم ہوا فل فادر؟" ٹائیگر حیرت زدہ رہ گیا۔

"اُس کی لاش کو دیکھ کر" اُوشان نے جواب دیا "اس کا جسم وقار اور حسن کھو چکا تھا۔ میں نے اُسے اس وقت دیکھا تھا، جب وہ تمہیں اُٹھا کر لے گئی تھی یا اب دیکھا ہے۔ اُس وقت کی عورت اور اِس وقت کی عورت میں زمین و آسمان کا فرق نظر آیا ہے۔"

"آپ نے درست اندازہ لگایا" ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا "اُسے متلی ہونے لگی تھی، وہ ابکائیاں کرتی تھی۔ اُس کو یقین ہوگیا کہ یہ سب کچھ استقرارِ حمل کی وجہ سے ہے لیکن درحقیقت ایسا نہیں تھا۔ اصل بات یہ نکلی کہ اس کے جسم نے کچا گوشت مزید قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ وہ واپسی کے سفر پر روانہ ہوچکی تھی۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ گلستان آباد والے درندے بھی واپسی کے سفر پر ہیں۔"

"ہاں... اور میرا خیال ہے کہ انہیں اُن کے حال پر ہی چھوڑ دیا جائے۔ وہ خود ہی مرکھپ جائیں گے۔"

بہرام عقبی نشست پر یہ سب کچھ سن کر مطمئن انداز میں سر ہلا رہا تھا۔

اُوشان خاموش ہوگیا۔ ٹائیگر بھی چپ رہا۔ طیارہ جزیرۂ فردوس کے کسی فوجی اڈے کی طرف پرواز کرتا رہا اور پھر اچانک ہی اُوشان کی جھلائی ہوئی آواز بلند ہوئی "سب ناشکرے ہیں، کسی میں ذرا سی بھی مروّت نہیں۔"

"کیا ہوا ماسٹر؟" بہرام نے چونک کر پوچھا۔

"کسی کو بھی اس کی پروا نہیں کہ میں ایک کتاب لکھنا چاہتا ہوں۔ کوئی مجھے فرصت اور سکون کے چند لمحات بھی نہیں دے سکتا۔"

"فکر مت کریں فل فادر" ٹائیگر قہقہہ لگا کر بولا "اب آپ کے پاس فرصت ہی فرصت ہے، چار پانچ کتابیں لکھ ڈالیے گا۔"

"میرے مقدر میں فرصت کہاں" اُوشان کا لہجہ اب بھی غصیلا تھا۔

"کیوں؟ اب کون سا مشن درپیش ہے؟" ٹائیگر نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔

"تمہیں دوبارہ ٹائیگر بنانے کا مردود!" اُوشان نے اُسے گھونسا دکھا کر کہا اور ٹائیگر ایک دم خاموش ہوگیا۔

"چپ کیوں ہوگئے؟" اُوشان نے اس بار محبت بھرے انداز میں کہا "فکر کیوں کرتے ہو۔ چند ہفتوں میں تم بھی واپسی کے سفر پر ہوگے۔ بس دیکھتے رہنا، ساری توانائی، تمام صلاحیتیں اور قوت واپس مل جائے گی۔"

ٹائیگر نے آنسو ضبط کرکے بہرام کی طرف دیکھا، جو شفقت سے مسکرا رہا تھا۔

ٹائیگر نے آنکھیں بند کرلیں۔ اُسے بہت کچھ یاد آرہا تھا۔

"لیکن اگر اس مشن کے بعد بھی مجھے کتاب لکھنے کا وقت نہیں ملا تو میں ڈاکٹر شیلا کی طرح کوئی شربت پی کر درندہ بن جاؤں گا۔" اُوشان نے زوردار لہجے میں کہا اور اس بار بہرام کا قہقہہ طیارے میں گونج اٹھا۔ وہ بہت دنوں بعد اس طرح ہنسا تھا۔

"نہیں ماسٹر! تمہیں شربت پینے کی ضرورت نہیں تم شربت پیے بغیر ہی...!"

اُوشان نے ہاتھ ہلا کر اُسے خاموش رہنے کے لیے کہا، دونوں نے ٹائیگر کی طرف دیکھا، جو کسی بچے کی طرح اُوشان کے پہلو میں سر رکھ کر سو رہا تھا۔

ٹائیگر کی شامت آگئی تھی اور اُوشان اس بات پر بضد تھا کہ وہ اُسے ہر چیز ابجد ہی سے سکھائے گا۔

"پلیز اُوشان" ٹائیگر دوسرے روز گڑگڑا کر بولا "مجھے سب کچھ معلوم ہے، میں سب کچھ جانتا ہوں، بس ایک ریفریشر کورس کی ضرورت ہے۔ میں از خود سب کچھ حاصل کرلوں گا۔"

"ہونہہ!" اُوشان بڑی حقارت سے اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "سب کچھ کرلوگے؟"

"ہاں" ٹائیگر نے بھرپور انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا، اُسے یقین تھا کہ اُوشان مان جائے گا اور اُسے ان مراحل سے دوبارہ نہیں گزرنا پڑے گا جن سے وہ سرگوش کے زمانے میں ہی اُوشان کے ہاتھوں گزر چکا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ اس دیوار پر چڑھ کر دکھاؤ" اُوشان نے عقب میں دیکھے بغیر اپنی پشت والی دیوار کی طرف اشارہ کردیا، جو چار دہ گز جمنازیم کی مرکزی دیوار تھی۔

ٹائیگر بے بسی سے اُسے دیکھ کر رہ گیا کیونکہ [illegible] اُسے شیلا کے فارم ہاؤس والی تین چار فٹ بلند منڈیر یاد آگئی تھی جس پر چلنے اور توازن برقرار رکھنے میں وہ کئی بار ناکام ہوا تھا پھر یہ دیوار تو ایک سو بیس فٹ بلند تھی۔

"نہیں کرسکتے؟" اُوشان نے غرّا کر کہا "سب کچھ بھول چکے ہو شہزادے، حوصلہ بھی نہیں رہا۔ چلو... اندر چلو!" اُوشان کا اشارہ جمنازیم کی طرف تھا۔ ٹائیگر مرے مرے قدموں سے اندر داخل ہوا چند لمحوں بعد اُوشان بھی آگیا۔ اس کے ہاتھ میں نوار کا ایک گولا تھا جسے دیکھ کر ٹائیگر کو وہ ٹوائلٹ پیپر یاد آگیا جس پر چلنے اور توازن برقرار رکھنے کی اُسے تربیت دی گئی تھی اور پھر تربیت کا یہ سلسلہ ٹوائلٹ پیپر سے خطرناک اور بلند منڈیروں اور کھائیوں میں منتقل ہوگیا تھا۔

وہ سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

اُوشان نے عجیب سے انداز میں نوار کے گولے کو حرکت دی تو گولا کھلتا چلا گیا اور نوار کی چار انچ چوڑی پٹی نوّے کے زاویے پر جمنازیم کی آخری دیوار تک پھیلتی چلی گئی۔

"چلو! اس پر قدم رکھ کر چلنا سیکھو۔ پیر ذرا بھی بھٹکا اور فرش پر لگا تو جھیل میں ڈبو دوں گا۔"

"ایک منٹ شہنشاہِ اعظم!" اُوشان نے باتیں کرتے کرتے اچانک ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا۔ وہ دونوں دیر سے ٹائیگر کے مستقبل کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے مگر بہرام کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اُوشان کی ساری توجہ جمنازیم کے مرکزی ہال پر ہے، جو اگرچہ نظر نہیں آرہا تھا مگر بہرام کو یہ بات معلوم تھی کہ وہاں ٹائیگر اپنی روزمرہ کی ورزش کررہا ہے۔ اُوشان دیر تک کان لگائے کچھ سننے کی کوشش کرتا رہا اور پھر مسکراتا ہوا بہرام کی طرف دیکھنے لگا۔

"خیریت ماسٹر؟" بہرام نے پوچھا۔

"ہاں، وہ سانس کی ورزش کررہا ہے۔"

"اوہ...!" بہرام نے یہ پوچھنے کی کوشش نہیں کی، سانس کی ورزش کیے جانے کا علم اُوشان کو کس طرح ہوا "پھر تمہارا کیا خیال ہے اُوشان؟"

"کس بارے میں؟"

"میں کہہ رہا تھا کہ کیوں نہ ہم ٹائیگر کو آتشیں اسلحہ استعمال کرنے کی بھی اجازت دے دیں۔"

"میں آگ اُگلنے والے ہتھیاروں کو پسند نہیں کرتا" اُوشان نے دوٹوک لہجے میں کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مستقل نہیں صرف اُس وقت تک۔ جب تک ٹائیگر اپنی اصل حالت میں واپس نہیں آ جاتا۔"

"ان ہتھیاروں کا استعمال اُسے بزدل بنا دے گا۔" اُوشان نے کہا "وہ اپنی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں رہے گا بلکہ وہ ہتھیاروں پر اعتماد کرنے لگے گا۔"

"میں اُس کے بھلے کے لیے ہی کہہ رہا ہوں ماسٹر۔" بہرام نے پہلو بدل کر کہا۔ "کل اس پر فائر ہوئے تھے اور وہ مشکل بچ سکا تھا اگر اس کے پاس کوئی پستول ہی ہوتا تو وہ اُن بھاگتے ہوئے لوگوں کو نشانہ بنا سکتا تھا۔"

"اوہ۔۔۔!" اُوشان منہ چلا کر رہ گیا۔

"یہ میری درخواست ہے کہ جب تک وہ اپنی اصلی حالت پر واپس نہ آئے اُسے آتشیں ہتھیار رکھنے کی اجازت دے دیجیے ماسٹر!"

"ہوں۔۔۔!" اُوشان نے آنکھیں بند کرلیں اور بہرام سر ہلاتا ہوا اُٹھ گیا کیونکہ آنکھیں بند کیے جانے کا مطلب یہی تھا کہ اُوشان اب مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

★★

جمنازیم میں تربیت دی جا رہی تھی۔

"اس لکڑی کے تین ٹکڑے ہونے چاہئیں شہزادے۔" اُوشان نے ایک موٹا تختہ ٹائیگر کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔ "تینوں ٹکڑوں کی لمبائی اور چوڑائی بھی ایک جیسی ہونی چاہیے۔"

"لیکن فادر۔" ٹائیگر نے کچھ کہنا چاہا مگر اُوشان کا موڈ دیکھ کر خاموش ہو گیا۔ اس نے لکڑی کو بغور دیکھا چند قدم دُور گیا اور پھر فضا میں اُچھلا۔ اس کی ایک ٹانگ آگے تھی اور دوسری پیچھے۔۔۔ مگر تختے پر گرتے ہوئے اُس کے دونوں پیر متوازی ہو گئے تھے۔ تاہم اُن میں فاصلہ موجود تھا۔ دونوں پیر تختے پر لگے اور تختہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

"تم ناکام رہے۔" اُوشان نے غرّا کر کہا۔ "تین کے بجائے دو ٹکڑے ہوئے ہیں اور وہ بھی چھوٹے بڑے۔"

"کیا آپ کو جھونپڑی بنانے کے لیے برابر برابر ٹکڑوں کی ضرورت ہے فادر؟" ٹائیگر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ ویسے وہ بہت خوش تھا۔ آج پہلی بار اُسے احساس ہوا تھا کہ کھوئی ہوئی صلاحیتیں عود کر آ رہی ہیں۔ ایک ہفتے قبل وہ اتنا موٹا تختہ توڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"بکومت۔" اُوشان نے اُس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔ "جنگل کی تنہائی میں جا کر اس وقت تک بیٹھے رہو جب تک میں نہ آ جاؤں۔"

ٹائیگر تیزی سے سنبھل رہا تھا مگر اس میں ابھی وہ بات پیدا نہیں ہوئی تھی، جو شیلا کے حملے سے قبل تھی۔ وہ جانتا تھا کہ اُسے ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے۔ جسم کو سخت کر کے گولیوں سے بچنا وہ بھول چکا تھا۔ حبسِ دم کی صلاحیت واپس آ رہی تھی۔۔۔ مگر وہ بمشکل ایک دو منٹ ہی سانس روکنے کے قابل تھا۔ اس کی رفتار بڑھ رہی تھی مگر دوڑتے میں اب بھی اس کے پیر زمین پر لگتے ہوئے نظر آتے تھے۔ وہ وزن اُٹھانے کے قابل ہو گیا تھا مگر اب بھی اس قابل نہیں تھا کہ دو آدمیوں کو بیک وقت اُٹھا کر دوڑ سکے۔

اُوشان بار بار اُس کی ناکامی پر جھنجلا جاتا تھا مگر جب وہ اور بہرام اکیلے ہوتے تھے تو اُوشان کی مسرت کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا تھا۔ "دیکھا شہنشاہ! وہ میرا بیٹا ہے کتنی تیزی سے صحت یاب ہو رہا ہے۔ اُس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو زندگی بھر ان صلاحیتوں کو دوبارہ حاصل نہیں کر سکتا تھا۔"

"تم عظیم ہو ماسٹر!"

"اوہ!" اُوشان کے چہرے پر ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ پھر اُس نے عجیب سے لہجے میں کہا۔ "وہ مجھ سے عظیم تر ہے شہنشاہ۔۔۔ اگر میں اُس کی جگہ زخمی ہوا ہوتا تو شاید سنا تجو بے وارث ہی رہ جاتا۔"

"ہر عظیم ماسٹر دوسرے ماسٹر کو عظیم تر ہی کہتا ہے۔" بہرام نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں۔" اُوشان نے چونک کر بہرام کی طرف دیکھا۔ "میں آپ کی فرمائش پر اُسے نشانہ بازی بھی سکھانے کا ارادہ رکھتا ہوں ممکن ہے کبھی یہ فن بھی اُس کے کام آ جائے۔"

★★

وہ رات بہت اندھیری تھی۔ یعنی کمرے میں اندھیرا تھا۔ بہرام گہری نیند سو رہا تھا مگر پیچھے جمنازیم میں ایک سیاہ پردے کے سامنے تین بڑی موم بتیاں جل رہی تھیں۔ اُوشان اُن کے سامنے دو زانو بیٹھا ہوا تھا اور ٹائیگر اُس سے ہٹ کر ایک طرف کھڑا تھا۔ اُوشان کے ہونٹ تیزی سے ہل رہے تھے۔ وہ کچھ پڑھ رہا تھا۔ پڑھتے پڑھتے اُس کے دونوں ہاتھ سیاہ پردے کے عقب میں گئے اور پھر واپس آ گئے۔ اِن ہاتھوں میں ایک ریوالور دبا ہوا تھا۔

ٹائیگر چونک پڑا۔

"یہاں آؤ میرے بچے۔" اُوشان کی عجیب سی آواز اُس کے پورے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑا گئی۔ "میرے قریب آؤ میرے بیٹے۔۔۔ میرے قریب۔۔۔!"

ٹائیگر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا ہوا اُوشان کے قریب پہنچ گیا۔

"جوتے اُتار دو شہزادے۔"

ٹائیگر نے حکم کی تعمیل کی۔

"یہ لو!" اُوشان نے ریوالور دونوں ہاتھوں میں رکھ کر اس کی طرف بڑھا دیا۔ "میں اس کا استعمال تم پر حلال قرار دیتا ہوں۔" اُس کی آواز کسی سرگوشی سے زیادہ بلند نہیں تھی۔ "میں اس کا استعمال تم پر حلال قرار دیتا ہوں سنا تجو کے پہلوؤ! میرے بزرگو! گواہ رہنا میں ان ہتھیاروں کا استعمال اس کے لیے حلال قرار دے رہا ہوں۔"

"فادر!" ٹائیگر نے کچھ کہنا چاہا۔

"میں شہزادے کی طرف سے یہ عہد کرتا ہوں کہ وہ اس ہتھیار کو استعمال بھی صرف خیر کے کاموں میں کرے گا۔ اپنی قوت کی طرح اس کی قوت بھی بدی کے خلاف استعمال کرے گا۔ یہ شہزادے کا عہد ہے سنا تجو کے پہلوؤ! میرے بزرگو!"

یہ کہنے کے بعد اس نے تیزی سے موم بتیوں کو پھونک مار کر گل کیا اور پھر ہوا کے جھونکے کی طرح جمنازیم سے نکل گیا۔

ٹائیگر دیر تک ریوالور کو دیکھتا رہا اور پھر اُسے جیب میں رکھ کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ وہ بہت کچھ سوچ رہا تھا اور ایک سوچ یہ بھی تھی کہ اس اجازت کے دیتے میں اُوشان کی کیا حکمتِ عملی ہے؟

❁

سنا تجو کے چند فنون کی دوبارہ مشق کرنے کے بعد ٹائیگر نے اُوشان کے مشورے پر جسم کو منظم رکھنے اور جاندار کی پرتو ور دیا۔ اس کی خوراک اب ایک بار پھر بلغ، چاول اور مچھلی ہو گئی تھی۔ اُسے عمل تنفس پر بتدریج آہستہ آہستہ قابو حاصل ہونے لگا تھا۔۔۔ مگر۔۔۔ یہ بات بڑی عجیب لگتی تھی کہ ان تمام تربیتوں کے باوجود اُوشان اسے جدید اور نت نئے ہتھیاروں کے استعمال کی طرف بھی راغب کر رہا ہے۔ یہ ہتھیار بہرام لا کر دیا کرتا تھا۔ پہلے اُوشان کسی فوجی ماہر سے ان ہتھیاروں کے استعمال پر سیر حاصل گفتگو کرتا تھا اور پھر ٹائیگر کو ان کا استعمال سکھایا کرتا تھا۔ ٹائیگر اب مشین گن کو پرزے پرزے کر کے دوبارہ جوڑنے میں محض دو منٹ لیا کرتا تھا۔

"یہ سب فضول ہے اُوشان۔" ایک دن تنگ آ کر اس نے کہہ دیا۔ "میرے پاس سنا تجو کا فن ہے۔ مجھے کسی اور ہتھیار کی ضرورت نہیں ہے۔"

"تم بعض اوقات سنا تجو کے فن کو بھول جاتے ہو شہزادے۔" اُوشان نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "شیلا کا واقعہ ہی لو۔ تم سب کچھ بھول گئے تھے اگر تمہاری جیب میں اس وقت کوئی ہتھیار ہوتا تو تم کم از کم اُسے گولی مار کر وہیں گرا سکتے تھے۔"

"مگر فادر!"

"کچھ نہیں! میں نے تمہارے لیے اِن ہتھیاروں کے استعمال کی اجازت بہت مشکل سے حاصل کی ہے۔ ویسے اگر تم چاہو تو میں تم پر یہ پابندی لگا سکتا ہوں کہ کسی نہتے پر اس کا استعمال نہیں کرو گے۔"

ٹائیگر کچھ دیر اُسے دیکھتا رہا اور پھر ایک طویل سانس لے کر اس نے ریوالور سیدھا کیا۔ آسمان پر اُڑتے ہوئے ایک پرندے کا نشانہ لیا اور گولی چلا دی۔

پرندے نے فضا میں دو تین قلابازیاں کھائیں پھر کسی پتھر کی طرح تیزی سے زمین پر گر پڑا۔

"نشانہ کیسا ہے لٹل فادر؟" ٹائیگر نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

"دغا باز!" اُوشان غرّا کر رہ گیا۔

"کیوں؟ کیا ہوا اُوشان؟" ٹائیگر نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تم نے نہتے پر گولی چلائی ہے۔" اُوشان نے منہ بنا کر اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

ٹائیگر جھینپ کر کچھ گنگنانے لگا۔ کھڑکی سے بہرام یہ پورا منظر دیکھ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر خفیف سا تبسم تھا۔۔۔ اور پھر وہ اپنے دفتر کی طرف پلٹ گیا۔

جنوری کی سرد ترین رات تھی۔ صبح کے ساڑھے تین بجے تھے۔ خشک اور سرد ہواؤں کے جھکڑ کی وجہ سے گلشن آباد کی ویران سڑک پر اخبار اور کاغذ اُڑ رہے تھے۔ اس ماحول میں دو ویگن ٹرک زیر زمین ٹرین سروس کے سب وے کے داخلی دروازے پر اس جگہ آ کر رُکے جہاں پارکنگ ممنوع تھی۔ ڈرائیوروں نے انجن بند کر دیے اور کان لگا کر ایسی کوئی آواز سننے کی کوشش کرنے لگے جس سے اُنہیں ٹرین کی آمد کا علم ہو سکے۔ تب ہی ذہن میں ارتعاش پیدا ہوا۔ اُنھوں نے اپنی گھڑیاں دیکھیں۔ ایک منٹ بعد جب ٹرین گزر گئی تو وہ ٹرکوں سے کود پڑے۔ اُنھوں نے بڑی پھرتی سے ویگن کے عقب سے اُٹھی ہوئی لکڑی کی رکاوٹیں اُتاریں اور سب وے میں داخل ہونے والے دونوں راستوں پر کھڑی کر دیں۔

"مرمت کے لیے بند ہے۔" ان رکاوٹوں پر لیپے سفید پینٹ سے لکھا ہوا تھا تین۔۔۔ چیک تھی۔ یہ لوگ عام رفتار سے چلتے ہوئے زینہ اُترے اور پیٹ فارم کے لان کے قریب بورڈنگ پلیٹ فارم پر پہنچ گئے۔ اس وقت تین بج کر انتیس منٹ اور دس سیکنڈ ہو چکے تھے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُن لوگوں کا رُخ اب اُن اسٹالوں کی طرف تھا، جہاں ٹرین کے ٹکٹ فروخت کیے جاتے تھے۔

اُن چاروں میں سے ایک پستہ قد تھا۔ اُس کی رنگت سیاہ تھی وہ اسٹیشن میں داخل ہوا۔ وہاں سگریٹوں کے ٹوٹے، اخباروں کی ردّی اور ٹکیوں کے چھلکے پڑے ہوئے تھے تاہم یہ خوش قسمتی ہی تھی کہ کوئی مسافر نظر نہیں آ رہا تھا۔ اُس کے اشارے پر اُس کی طرح باقی تینوں نے بھی چہروں پر رومال باندھ لیے۔ وہ بڑی پھرتی سے ریلوے لائن کے دونوں طرف پہنچے اور انھوں نے اسٹال کلرکوں کو مار مار کر ادھ مُوا کر دیا۔

یہ سب کام صرف پانچ سیکنڈز میں ہو گیا۔

اسٹیشن میں اب بھی ویرانی تھی۔ حملہ آوروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور پھر اپنے اس جامع منصوبے پر عمل کرنے لگے جس کی وہ بار بار مشق کر چکے تھے۔

جو ٹرین ابھی گزری تھی وہ دراصل ۹۰ سیکنڈ لیٹ تھی۔ اب ساڑھے آٹھ منٹ تک کسی دوسری ٹرین کے آنے کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔

وہ چاروں دو دو کی ٹولیوں میں تقسیم ہو کر کام کرتے رہے۔ اُن میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ہلکے سبز کپڑے کے تھیلے تھے۔ یہ دونوں ریلوے کی پٹری پر کود گئے تاہم انھوں نے اس امر کا خاص خیال رکھا کہ وہ الیکٹرک ٹریل سے دُور ہی رہیں۔ انھوں نے بڑی پھرتی کے ساتھ ڈائلز لگانے اور پھر سوئچ کے قریب لائن کے نیچے بھاری پیکٹ رکھ دیے۔ یہ کام مکمل کرتے ہی وہ اُلٹی چھلانگیں لگا کر پلیٹ فارم پر پہنچ گئے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو اشارے کیے اور پھر اپنے دیگر ساتھیوں کے ساتھ جا ملے، جو چھت کو سنبھالنے والے ستونوں پر کام کر رہے تھے۔ یہ ستون آہنی اور فولادی تھے۔ ان میں کنکریٹ اور فولاد کے علاوہ کچھ اور نہ تھا۔ ٹھیکیداروں نے شاید خوفِ خدا کے باعث اسٹیشن کی تعمیر میں کوئی ناقص سامان استعمال نہیں کیا تھا۔ انھوں نے پھرتی، مہارت اور خاموشی سے کام کرتے ہوئے بارود کی موٹی موٹی پٹیاں اُن ستونوں کے گرد لپیٹیں۔ جلد ہی پانچ ستونوں پر یہ پٹیاں نظر آنے لگیں۔ ایک شخص ہر ستون کے پاس جا جا کر ٹائمر نصب کرنے لگا۔ اُس نے صرف پچیس سیکنڈز میں یہ کام مکمل کر لیا۔ اُن کی ہر حرکت سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اس مشن کی تکمیل کے لیے بھرپور مشق کرتے رہے ہیں۔

جونہی یہ کام مکمل ہوا، انھوں نے پلٹ کر اسٹال کلرکوں کو باہر کھینچ لیا، جن کی آنکھوں پر اب کپڑا بندھا ہوا تھا۔ وہ انھیں کھینچتے ہوئے نیچے لے آئے اور اُنھیں باہر رُکا دونوں کے قریب ڈال دیا گیا۔ ان چاروں نے اب تک آپس میں بات نہیں کی تھی۔ وہ خاموشی سے ٹرکوں کی طرف بڑھ گئے۔ انھوں نے پیڈل پارک کی طرف بھی نہیں دیکھا، جہاں کوئی آوارہ گرد ہیروئن کا انجکشن لگا کر سوئی جیب میں رکھ رہا تھا۔

وہ ٹھیک تین بج کر چھتیس منٹ اور اٹھاون سیکنڈ پر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ اُن کے پاس سب وے سے دُور نکلنے کے لیے کافی وقت تھا لہٰذا ٹرکوں کی رفتار معمول کے مطابق ہی رکھی گئی۔

ابھی ٹرک مرکزی شاہراہ پر نصف فرلانگ ہی دُور پہنچے تھے کہ زیرِ زمین پہلا دھماکا ہوا۔ دھماکے سے پٹریاں تباہ ہو گئیں۔ وہ اپنی جگہ سے اُکھڑیں اور تقریباً سیدھی کھڑی ہو گئیں۔ ایک سیکنڈ تک پٹریاں یونہی جھومتی اور جھولتی رہیں... پھر دوسرا دھماکا ہوا۔ یہ دھماکا مرکزی ستون میں ہوا تھا۔ دھماکے کی قوت اتنی شدید تھی کہ کنکریٹ اور فولاد موم کی طرح گرنے لگا۔ ستون اس طرح ڈھے گیا جیسے آئس کریم کا بنا ہوا تھا۔ ساتھ ہی کئی اور زوردار آوازیں سنائی دیں۔ مٹی اور دھوئیں کا غبار اُٹھا اور پھر سب وے کی چھت ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بیٹھنے لگی۔

۲۳ویں شاہراہ کی کئی دُکانیں اور وہاں کھڑی ہوئی متعدد گاڑیاں اس چھت کے ساتھ ہی سب وے میں دھنس گئیں۔ بجلی کے کھمبے اپنی جگہ سے اُکھڑ گئے۔ ٹیلی فون اور بجلی کے تار آپس میں اُلجھے، تڑاتڑ کی آوازیں آئیں، بجلی کے تاروں سے شعلے نکلنے لگے اور آس پاس قیامت مچ گئی۔

ایک گوالے نے یہ منظر دیکھ کر اپنے ٹرک کو روکنا چاہا مگر اُس کی رفتار تیز تھی۔ ٹرک پھسل کر اُس گہرے غار میں گر گیا، جو دھماکوں کی وجہ سے سڑک پر بن چکا تھا۔

بیالیس سیکنڈ بعد دونوں وین ٹرک شمال کی طرف دوڑ رہے تھے۔ اُن میں دو دو فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ پھر دونوں ٹرک یکے بعد دیگرے ایک سو بیسویں شاہراہ پر مُڑ گئے۔ وہ کالج آف کامرس کے سامنے سے گزرے اور پھر ایک سو پچیسویں شاہراہ پر دوڑنے لگے۔ اس کے بعد ایک سو تیئیسویں اسٹریٹ پر پہنچ کر دریائے فردوس کی ترائی میں گم ہو گئے۔

دریائے فردوس کے متوازی شاہراہ پر پہنچ کر ڈرائیوروں نے پسینہ پونچھا اور بائیں طرف گھوم کر ایک پرانے گودام میں داخل ہو گئے۔

جونہی ٹرکوں کو بریک لگے، گودام کا آہنی دروازہ گر گیا۔ ٹرکوں کی بتیاں بجھیں اور پھر گھپ اندھیرا چھا گیا۔

دس سیکنڈ بعد عمارت کے اندر روشنی ہوئی تو وہ چاروں ٹرک سے اُتر گئے۔ اُن میں ابھی تک کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ انھوں نے ایک بار پھر کسی مشین کی طرح کام کرتے ہوئے ٹرک کے اندرونی حصے دھوئے، تمام ٹائر بدلے اور ٹرکوں پر نیا رنگ کرنا شروع کر دیا۔ بیس منٹ بعد دونوں ٹرک سیاہ اور سفید رنگ اختیار کر چکے تھے۔

تب ان چاروں نے سکون کی سانس لی۔

"چلا دو!" پستہ قد شخص نے پہلی بار کچھ کہا۔ اس کے لہجے سے صاف ظاہر تھا کہ وہی ان کا سرغنہ ہے۔ اُس کا نام عبدل تھا۔ اُس نے حکم دیتے ہی سب سے پہلے اپنی جیکٹ اُتاری اور دوسرے بھی اُس کی تقلید کرنے لگے۔ عبدل کی طرح باقی دو بھی مقامی تھے جبکہ چوتھا چپٹا اور زرد رُو تھا۔ اُس کے بال دراز تھے۔

"ہر چیز؟" چپٹی ناک والے نے پوچھا۔

عبدل حیرت سے اسے گھورنے لگا۔ اُس کے چہرے پر پہلی مرتبہ غصّے کے آثار نمایاں ہوئے۔ اُس کی آنکھیں سانپ کی طرح چمکنے لگیں۔ "ہاں، ہر چیز!" اس نے خونخوار لہجے میں کہا۔ "وہ خاص طور سے پہنے جوتے بھی۔ ہم نہیں چاہتے کہ پولیس اپنے جدید ترین آلات کی بنیاد پر کوئی بھی سراغ پا سکے۔"

اُن چاروں نے موزے تک اُتار دیے۔ کپڑوں اور جوتوں کو ایک بکس میں رکھا گیا اور پھر یہ بکس عمارت کے اندر ہی گرد و غبار سے اٹے حصے میں لے جایا گیا۔ یہاں گیس کی بھٹی موجود تھی جس نے بکس کو سامان سمیت محض چند سیکنڈ میں راکھ بنا ڈالا۔

عبدل نے مطمئن ہو کر سر ہلایا اور پھر اُن تینوں کو عمارت کے ایک اور حصے میں لے گیا جہاں چار پیکٹ رکھے ہوئے تھے۔ ہر پیکٹ پر ایک ایک نام لکھا ہوا تھا۔ اُن میں ان کے لیے ان کے مزاج کے مطابق کپڑے اور جوتے موجود تھے۔

"شاندار!" اُن میں سے ایک نے سفاری سُوٹ پہنتے ہوئے کہا۔ "کپڑا اچھا اور سلائی شاندار ہے۔"

"آہ! ذرا میری جینز کو دیکھو۔ شاید باہر سے منگوائی گئی ہے۔" دوسرے نے ہنس کر کہا مگر عبدل سنجیدہ رہا۔ اُس نے اُن کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔ وہ بالوں میں کنگھا کر رہا تھا۔ باقی تینوں بھی تیار ہو گئے تو وہ اُنھیں ایک اور کمرے میں لے آیا جہاں ایک میز کھانے اور بوتلوں سے سجی ہوئی تھی۔

"تم لوگوں نے بہت شاندار کارکردگی دکھائی ہے دوستو!" عبدل نے پہلی بار مسکرا کر کہا۔ "اب کھانے پر ٹوٹ پڑو۔"

وہ واقعی بھوکے اور پیاسے تھے۔ تینوں کھانے اور بوتلوں پر ٹوٹ پڑے اور عبدل انھیں دیکھتا رہا۔ پھر جب اُس نے دیکھا کہ اب تینوں کو کھانے اور پینے کے علاوہ کسی دوسری چیز کی پروا نہیں تو وہ سر ہلاتا ہوا اُس کمرے سے ایک ہال میں پہنچا اور ہال سے ایک سجے ہوئے کمرے میں داخل ہو گیا۔

ایک دراز قد نسوانی جسم خوبصورت اور گول بیڈ پر موجود تھی۔ عبدل نے جونہی لائٹ کھولی وہ اُچھل پڑی۔

"اوہ... عبدل... ڈارلنگ!" وہ مسرت سے چیخ پڑی۔ بیڈ سے کودی اور اُس کے پاس آ گئی۔ "کیا رہا عبدل؟"

"شاندار... بہت شاندار سوسن...!" عبدل نے مسکرا کر کہا۔ سوسن عبدل سے دراز قد تھی مگر اُس نے خود کو اس طرح جھکا رکھا تھا کہ عبدل کو اس کی دراز قامتی کا احساس نہ ہو۔

"آہ... تم کتنے ذہین ہو!" وہ فرطِ مسرت سے جھوم اُٹھی۔

"سب کچھ شاندار رہا مائی ڈیئر!" عبدل نے کہا۔ "کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ کوئی مسئلہ درپیش نہیں آیا۔ بس ایک دھماکا ہوا اور منصوبہ کامیاب ہو گیا۔ اب کوئی بھی کم از کم چھ ماہ تک اس راستے کو استعمال نہیں کر سکے گا۔"

"عبدل! میں جانتی تھی کہ یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو۔" سوسن نے کہا۔ عبدل کو ابھی ایک اور کام کرنا تھا۔ وہ میز پر رکھے ہوئے ایک چھوٹے سے ریڈیو کی طرف بڑھ گیا۔ اناؤنسر کی آواز جاری تھی۔

"سُن رہے ہو؟ کیا تم سُن رہے ہو چھوٹے؟"

"فوراً فون کرو۔ بگ ڈیڈی کو مطلع کرو کہ تم نے کیا تیر مارا۔" یہ کسی ڈرامے کا حصہ تھا۔

"اسے بند کر دو لیبے!" سوسن نے اُٹھ کر کہا۔

"نہیں سوسن! میں اُسے فون تو کروں گا۔" عبدل نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تم بہت ہرجائی ہو۔ خیر... یہ کام بھی کر لو اور ہاں کیا میں تمھاری باتیں سُن سکتی ہوں؟" سوسن کا لہجہ محبوبانہ تھا۔

عبدل سر ہلا کر رہ گیا۔ اُس نے فون کا ریسیور اُٹھایا اور ایک نمبر ملایا۔

نمبر منسلک ہوتے ہی ریسیور پر ایک آواز گونجی۔ یہ بگ ڈیڈی کی آواز تھی۔ "ذرا اپنا ریڈیو بند کرو احمق!"

"بگو منت آتو کے...!" عبدل نے گالی دے کر کہا۔ "تمھیں ایک خبر چاہیے، جس سے تم بہت مشہور ہو جاؤ گے۔ ریکارڈنگ بٹن دبا دو تاکہ تم پوری خبر ٹیپ کر سکو۔ اس ٹیپ کو تم کل پورے شہر میں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فروخت کر سکتے ہو، تیار رہو۔

میں...؟"

"اب خاموش رہنا میں شروع کر رہا ہوں۔" عبدل نے خشک لہجے میں کہا پھر سولن کی طرف دیکھا، جو اس کے بہت قریب بیٹھی ہوئی تھی۔

"۲۰۷ ویں شاہراہ کا سب وے اسٹیشن آج شب ٹھیک تین بج کر چھتیس منٹ پر تباہ ہو گیا۔ اس راستے سے اب چھ ماہ تک ٹریفک نہیں گزر سکتی۔ اس واقعے میں کوئی بھی جان ضائع نہیں ہوئی۔ اس مشن کا واحد مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ ہم کیا کچھ کر سکتے ہیں۔ یہ ایک انتباہ ہے۔ ہم آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں ہم مساوات کے لیے برسرِ پیکار ہیں۔ ہم لامازی وطن کی آزادی کے لیے جنگ کر رہے ہیں۔ ہم نے ثابت کر دیا ہے... کہ ہمارے لیے تباہی پھیلانا کتنا آسان ہے۔ کل دوپہر میں ان مطالبات کی فہرست سناؤں گا، جو ہم پیش کر رہے ہیں اگر ان مطالبات کو تسلیم نہیں کیا گیا تو پھر ہم مزید بارہ تعمیرات تباہ کر دیں گے۔ ہمیں یاد رکھو! ہم ہیں لامازی وطن کے سچے بیٹے۔"

یہ کہتے ہی عبدل نے ریسیور رکھ دیا۔

ریڈیو پر بگ فریڈی کا پروگرام جاری تھا اس وقت صرف موسیقی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ چند سیکنڈ بعد موسیقی کا ریکارڈ ختم ہو گیا پھر فوراً ہی بگ فریڈی نامی فنکار، پروڈیوسر اور پروگرام کنٹرولر کی آواز سنائی دی۔

"خواتین و حضرات! میں نے ابھی کسی پاگل بلی کی آواز ٹیپ کی ہے اور جو نہی میں ٹیپ کی آواز بہتر بنا لوں گا اُسے آپ کی سماعت کے لیے پیش کروں گا لیکن فی الحال یہ مشورہ گرہ سے باندھ لیں۔ ۲۰۷ ویں شاہراہ کا راستہ اور سب وے استعمال نہ کریں میں نے سنا ہے کہ وہاں کوئی دھماکا ہوا ہے۔"

عبدل نے ریڈیو بند کر دیا اور آنکھیں ملنے لگا۔ اسے اچانک ہی تھکن محسوس ہونے لگی تھی لیکن وہ بہت خوش بھی تھا۔ ایک سال کی منصوبہ بندی کے بعد اُن کے منصوبے پر عمل شروع ہو چکا تھا۔ وہ مسکرا کر سولن کی طرف پلٹ گیا جو محبوبانہ انداز میں ٹکر ٹکر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

٭ انسپکٹر بادل، تھانے میں ایک میز پر پیر رکھے ہوئے چائے کے بھرے ہوئے کپ کو گھور رہا تھا۔ اس کی کوشش یہی تھی کہ میز پر رکھے ہوئے مواد پر توجہ مرکوز کر سکے۔ ویسے اُسے اپنی شفٹ سے نفرت تھی۔ چند روز میں بہت کچھ ہو چکا تھا۔ آدم خوروں کے واقعات نے تو اس کا جینا حرام کر دیا تھا لیکن پھر اچانک ہی شاید رحمتِ خداوندی جوش میں آ گئی تھی کہ آدم خور یکے بعد دیگرے مرنے لگے تھے۔ آخری دو آدم خور اسپتال لائے گئے تو وہ بھوک سے نیم جاں تھے۔ اُن کا معدہ کچھ بھی قبول نہیں کرتا تھا، حتیٰ کہ وہ پانی کا ایک گھونٹ بھی پیتے تھے تو وہ بھی اُلٹ دیا کرتے تھے... پھر کسی چلبلے ڈاکٹر نے انہیں کچا گوشت دیا تھا جس کو دیکھ کر وہ خوفزدہ ہو گئے اور انہیں اُلٹیاں شروع ہو گئی تھیں اور اس مرتبہ ان کے منہ سے صرف خون ہی نکلا تھا... خون کے قطرے سفید چادروں پر گرے تھے تو اسپتال میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی تھی مجتنس بیس گھنٹوں کے بعد ان آدم خوروں نے بھی دم توڑ دیا تھا اور پھر ملک کے کسی بھی حصے میں... آدم خوری کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا۔

وہ وردی پہننے کی بجائے سادہ کپڑوں کو ترجیح دیتا تھا۔ رات رات بھر چائے پی کر آنکھیں کھلی رکھنا اس کی ذمے داری تھی۔ اس کا فرض تھا کہ اپنے علاقے میں رونما ہونے والے ہر واقعے سے باخبر رہے لیکن اس بار اسے حالات و واقعات کا نصف فیصد بھی معلوم نہیں ہو سکا تھا۔

اس نے اسپیشل پولیس سرکلر اٹھا کر اسے ایک بار پھر پڑھا۔ یہ سرکلر گزشتہ شب ٹیلکس پر موصول ہوا تھا۔ سرکلر اس کا غذا ور سیدّا تاپ اُسے مسلسل ناؤ دلا رہا تھا لیکن یہ سرکلر انٹیلی جنس کے ایک ذہین افسر کی طرف سے آیا تھا، جس کا کوڈ سی آئی۔ آئی کرنل انٹیلی جنس اینڈ انٹیلی جنس تھا۔

"فراہم سی آئی آئی... نوٹس برائے شمالی فردوس کرائم ریویو نیٹ ورک... اعلیٰ ترین ترجیح کے لیے... خفیہ... ایک شخص جس کی تعداد اور نامعلوم عرفیتیں ہیں اور جو جزیرۂ فردوس میں چھ سات روز قبل آخری بار دیکھا گیا تھا ایک بار پھر ملک میں داخل ہو سکتا ہے۔ اس کا حلیہ کسی کو نہیں معلوم لیکن صرف اتنا علم ہے کہ اس نے داخود لا کو بلیک میل کرنے والے ڈاکٹر نوریان کا خاتمہ کیا تھا۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ زبردست فائٹر ہے۔ مجرموں کو نشانہ بناتا ہے۔ وہ اس طرح کام کر گزرتا ہے، جو پولیس نہیں کر سکتی۔ پولیس والوں پر حملہ صرف اسی وقت کرتا ہے جب وہ اس کی راہ میں مزاحم ہوں۔ اس کے ہاتھ پیر اور جسم کا ہر حصہ تباہ کن ہتھیار ہے۔ عام طور سے تنہا کام کرتا ہے۔ اس کے خلاف کوئی وارنٹ نہیں۔ انگلیوں کے نشانات بھی نہیں ہیں۔ اگر کبھی ملے تو گلستان آباد پولیس کے آئی جی کے سامنے پیش کر دیا جائے... براہِ راست ٹکراؤ سے گریز کرنا بہتر ہوگا۔

"وحشت تیرے کی۔" انسپکٹر بادل نے غرّا کر کہا، "حلیہ، تعداد... نام نامعلوم... اگر ملے تو...؟" یہ کہہ کر اس نے آئی جی کو ایک موٹی گالی دی اور سرکلر باسکٹ میں ڈال دیا۔ اس نے انگڑائی لے کر گھڑی دیکھی۔ تین بج کر اکتالیس منٹ ہو رہے تھے اور اسی لمحے... ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

"انسپکٹر بادل بول رہا ہوں جناب!" اس نے روکھے لہجے میں کہا لیکن پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "کیا؟ سڑک بیٹھ گئی؟ ٹھیک ہے، سارجنٹ... سنو! ایمبولینس گاڑیاں اور رسکیو اسکواڈ لے کر فوراً وہاں پہنچو، میں بھی آ رہا ہوں۔"

اس نے پھرتی سے ریوالور بیلٹ میں لگایا، جوتے پہنے اور تقریباً دوڑتا ہوا تھانے سے نکل گیا۔ اس کی ساری اکتاہٹ اور بیزاری ختم ہو چکی تھی۔ اب وہ کسی ہرن کی طرح دوڑتا ہوا اپنی جیپ کی طرف بھاگ رہا تھا، جو غلطی سے تھانے کے باہر کھڑی رہ گئی تھی۔ اسے ابھی تک علم نہیں تھا کہ بہترویں اسٹریٹ پر کیا ہوا ہے لیکن اُسے وہاں جلد از جلد پہنچنا تھا۔ وہ اپنی جیپ میں کود کر بیٹھا۔ اس گاڑی پر عام نمبر پلیٹ لگی ہوئی تھی۔ اس کا رنگ بھی پولیس جیپ سے مختلف تھا۔ اس نے ایکسیلیٹر پر پیر رکھا اور پھر اس اجنبی شخص کے بارے میں دوبارہ سوچنے لگا، جس سے متعلق پیغام نہ صرف مبہم تھا بلکہ یہ انتباہ بھی تھا کہ اس شخص کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے۔

"پاگل ہے مردود۔" اس نے زیرِ لب کہا۔ "اکیلا ہی لڑ رہا ہے، پولیس میں شامل کیوں نہیں ہو جاتا۔ ویسے اگر میرے ہاتھ آ گیا تو پھر اس کے کان ضرور مروڑوں گا... چہ... آ رہا خدائی فوجدار...!"

پھر اسے ٹیلی فون کال یاد آ گئی اور وہ یہ سوچنے لگا کہ اگر بہترویں شاہراہ کی سڑک بیٹھی ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ سب وے کی چھت کو بھی نقصان پہنچا ہوگا لیکن سارجنٹ نے دھماکے کا بھی تو ذکر کیا تھا! ممکن ہے کسی گاڑی کا ٹائر پھٹا ہو اور اگر بم کا دھماکا ہوا ہے تو پھر...؟

انسپکٹر بادل کے پیٹ میں اینٹھن سی ہونے لگی۔ اس نے سائرن کا سوئچ آن کیا اور جیپ پوری رفتار سے خالی سڑک پر دوڑنے لگی۔

ٹائیگر کو اوشان کے بیٹے ان قبا اور عبائیں خریدنے کے لیے ایک روز سینی ٹوریم سے نکلنا پڑا۔ اشتعال کے خاتمے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس طرح تنہا باہر نکل آیا تھا ورنہ سینی ٹوریم اوشان کے ساتھ ہوتا تھا۔ سینی ٹوریم سے نکلتے ہوئے ٹائیگر کو خود اعتمادی کا پرانا احساس... ہونے لگا تھا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ اس نے ہاتھ ہلائے، پیر جھٹکے اور گردن پر ہاتھ پھیرا... وہ پہلے کی طرح ٹھوس ہو چکا تھا، ڈھلکی ہوئی کھال میں ایک بار پھر شباب داخل ہو گیا تھا۔

ویسے اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ قبا اور عبا خریدنے کا مقصد محض ایک پردہ ہے۔ وہ اُسے آزمانے کے لیے باہر بھیجنے پر تین چار روز سے گفتگو کر رہے تھے تاکہ پھر واپس جا سکیں۔ اُسے خود کو فٹ ثابت کرنا تھا اور اس کے لیے اس نے اپنے طور پر ایک مشن بھی منتخب کر لیا تھا۔ یہ مشن بلیک گولڈ نامی گروپ کے خلاف تھا، جو بلیک پینتھرز نامی تنظیم سے الگ ہو کر علیحدگی کی تحریک چلا رہا تھا۔ بلیک گولڈ دراصل لامازی تھے، جن کا کہنا تھا کہ وہ ایک الگ مملکت ہیں اور جزیرۂ فردوس کی غلامی میں نہیں رہنا چاہتے۔ اس تنظیم کا ذکر اس نے پہلی بار بہرام کے کمرے میں اس وقت سنا تھا جب بہرام نے محض یہ بتانے کے لیے کہ جزیرۂ فردوس میں ایک بار پھر علیحدگی پسند سرگرم ہو گئے ہیں، ایک ٹیپ شدہ بیان سنایا تھا۔ یہ بیان ایک لامازی کرنل کا تھا۔ اُسے فائرنگ اسکواڈ کے حوالے کیا جا چکا تھا لیکن بقول بہرام، کرنل کی موت کے بعد لامازی علیحدگی پسند اور زیادہ سرگرم ہو گئے تھے... پھر بہرام نے یہ بھی بتایا تھا کہ کالجوں میں بھی لامازی طلبا تشدد پر اتر آئے ہیں۔ اس نے اپنے ایک ایجنٹ ڈاکٹر داؤد کی رپورٹ اُسے دکھائی تھی، جس میں کہا گیا تھا کہ اس نے پچھلے عشرے میں طلبا کے ہنگامے دیکھے ہیں لیکن اگر اس مرتبہ ہنگامے ہوئے تو زبردست خون خرابہ ہوگا۔ اس رپورٹ میں لکھا تھا۔

"تدریسی شعبوں کی عمارتوں پر قبضہ، کھڑکیاں توڑنا، اپنے ہی ساتھیوں کا قتل، غیر تدریسی امور میں دلچسپی، سیاسی مطالبات کا پیش ہونا نہ صرف تعلیم کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ ایک شدید بحران کی آمد کا پیش خیمہ بھی۔ گلستان آباد یونیورسٹی کے طلبا کا بنیادی رویہ بتدریج بدلتا ہوا منفی رنگ اختیار کر رہا ہے۔ ان میں لامازی طلبا زیادہ جارحیت پسند ہوتے جا رہے ہیں اور اُن کا ساتھ وہ غیر ملکی طلبا بھی دے رہے ہیں، جو ہندوستان سے تعلیم حاصل کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ مجھے عام طلبا سے کوئی خوف نہیں۔ وہ ڈگری حاصل کرنے کے لیے سنجیدہ ہیں لیکن مجھے ان لامازی طلبا سے خوف

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

محسوس ہوتا ہے۔ ابھی کل دو فردوسی طلبا کا قتل ہُوا ہے اور قتل کے لیے پستول نہیں بلکہ خنجر استعمال کیے گئے ہیں۔ فردوسی طلبا اور لامازیوں میں ٹھن چکی ہے۔ تا ئیوانی طلبا ملتی پر تیل چھڑک سکتے ہیں اگر فردوسی طالب علم بھی تشدد پر اُتر آئے تو پھر یونیورسٹی میدانِ جنگ ہی نہیں بلکہ قتل گاہ بھی بن سکتی ہے۔"

"حالات خراب ہیں سوئٹ ہارٹ!" ٹائیگر یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ ان حالات میں اُنھیں جزیرۂ فردوس سے واپس جانا نہیں چاہیے۔

"ہاں... مگر یہ ہمارا دردِ سر نہیں۔ فوج ان پر قابو پا سکتی ہے۔ تم اُوشان کے لیے کپڑے لے آؤ... ہم چند روز بعد ہی روانہ ہو جائیں گے۔"

"ہاں تاکہ میں اپنی کتاب مکمل کر سکوں۔" اُوشان نے اچانک ہی آنکھیں کھول کر کہا۔ وہ بہت دیر سے مراقبے کی حالت میں تھا۔

"اُوشان!" ٹائیگر بہت سنجیدہ تھا۔ "کیا فوج خون خرابے کے بغیر ان حالات پر قابو پا سکتی ہے؟"

"یہ تو فوج ہی جانے میرے بچے... فوج میں بڑے بڑے دماغ موجود ہیں۔" اُوشان نے دیوار پر کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتے ہوئے کہا۔

"کیا بلیک گولڈ نامی تنظیم کے سرکردہ لیڈروں کا نام پتا معلوم ہے چیف...؟"

"نہیں!... اور ہمیں تجسس میں پڑنے کی بھی کیا ضرورت ہے۔ ہم جس مشن کے لیے یہاں آئے تھے وہ پورا ہو چکا ہے۔"

"لیکن ہر مشن کی کوکھ سے دوسرا مشن بھی جنم لیتا ہے..." سوئٹ ہارٹ!" ٹائیگر کے لہجے میں عجیب سا تاثر تھا۔

"اب تم وقت ضائع مت کرو۔ مجھے معلوم ہے کہ ماسٹر کا لباس خریدنے میں کتنی دیر لگ سکتی ہے۔" بہرام نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا اور ٹائیگر اپنی جیب پر ہاتھ مارتا ہُوا کمرے سے نکل گیا۔ اُسے علم تھا کہ واپسی پر یہ جیب خالی ہوگی۔

اُس کے کمرے سے نکلتے ہی بہرام نے مُسکرا کر اُوشان کو دیکھا جس نے ایک بار پھر آنکھیں بند کرلی تھیں۔ "تم نے درست کہا تھا ماسٹر! اب ٹائیگر خود ہی اس مشن کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا لیکن اُسے اس طرح تنہا چھوڑ دینا کیا مناسب ہوگا؟"

"شیر کو جب تک جنگل میں تنہا نہیں چھوڑیں گے اُس وقت تک اس میں اعتماد نہیں پیدا ہوگا شہنشاہ!" اُوشان نے اپنے مخصوص انداز میں مُسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا وہ فٹ ہے؟"

"سپر فٹ نہیں، اسّی فیصد فٹ ہے اور باقی بیس فی صد آتھیں اسلوفٹ کردے گا لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ ریوالور وغیرہ جیسی منحوس چیزیں کبھی استعمال نہیں کرے گا۔"

ٹائیگر نے کرائے کی کار میں شہر کے مرکزی علاقے کا رُخ کیا اور پھر اُسے پرنس ٹنل نامی زیرِ زمین سڑک پر ڈال دیا۔ جلد ہی تازہ ہوا کی آمد بند ہوگئی اور وہ سُرنگ میں داخل ہوگیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایک نیا مشن اُس کے ہاتھ میں ہے اور اس کی تکمیل ہی اُسے بہرام اور اُوشان کی نظروں میں سپر فٹ ثابت کر سکتی ہے۔ اُسے اپنے فٹ ہونے کا ثبوت دینے میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ حقیقت میں یہ چاہتا تھا کہ واپسی سے قبل جزیرۂ فردوس اس دوسری آفت سے بھی محفوظ ہو جائے۔ ڈاکٹر شیلا نسلِ انسانی کے لیے خطرناک تھی تو... بلیک گولڈ ملک کے وجود کے لیے۔

زیرِ زمین سڑک سے نکل کر اس نے گاڑی ۴۴ ویں شاہراہ پر ڈال دی اور اپنے پہلو پر ہاتھ رکھ لیا۔ یہاں ہائی اسٹینڈرڈ اعشاریہ ۲۲ آٹو میٹک موجود تھا، جس کی موجودگی محسوس کرکے وہ بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ جب تک اُوشان اُسے اُتارنے کا حکم نہیں دے گا، اُس وقت تک وہ سُپر فٹ بھی نہیں ہوگا۔ یہ بڑی عجیب بات تھی کہ اُوشان نے اُسے پہلے کبھی ریوالور رکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس وقت بھی نہیں جب وہ شہزادے سے ٹائیگر بنایا جا رہا تھا۔

اُس نے ایک طویل سانس لے کر گاڑی ہوٹل عالی شان کے سامنے روکی، جو فائیو اسٹار ہوٹلوں میں ممتاز ترین تھا۔ ایک ملازم بھاگتا ہُوا آیا۔

"گاڑی اندر پارک کردو۔" ٹائیگر نے اُسے ہدایت کی اور ہوٹل کے اندر گھس گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک آرام دہ کمرے میں لیٹا ہُوا تھا۔ اُسے یہ بات معلوم تھی کہ اس ہوٹل میں زیادہ تر دانشور اور فن کار قیام کرتے ہیں۔ اُس نے ٹی وی سیٹ آن کیا۔ اس وقت خبریں آرہی تھیں۔

اسکرین پر جو منظر نظر آرہا تھا شاید وہ کسی میدانِ جنگ کا تھا۔ ٹائیگر دلچسپی سے ٹی وی کی طرف دیکھنے لگا... پھر اُسے احساس ہُوا کہ وہ کسی میدانِ جنگ کی فلم نہیں دیکھ رہا ہے۔ یہ تو گلشن آباد کا دیکھا بھالا علاقہ لگ رہا تھا... اُسے گلشن آباد، گلستان آباد سے زیادہ پسند تھا اور اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ گلستان آباد کے اس جڑواں شہر کی ثقافت کا معیار یورپی معیار سے زیادہ بلند تھا جس سے

تاریک وادی

مصنف

ایم اے راحت

سرزمین افریقہ کے پراسرار گوشوں کی داستان ہے جہاں آج بھی تہذیب کے قدم نہیں پہنچے۔ اور علم کی روشنی نہیں پھیلی۔ اسی وجہ سے وہاں توہمات، جادو اور دیوی دیوتاؤں کی کہانیاں بکھری ہوئی ہیں۔ اور ہزاروں سال سے وہ لوگ اپنے عقائد کے سہارے زندگی بسر کر رہے ہیں۔

تاریک وادی بھی سرزمین افریقہ کے پراسرار گوشوں کی داستان ہے جس میں رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات اور ہمالیہ کے دامن میں بکھری ہوئی لاماؤں کی داستان اس کہانی میں ایک خوبصورت اضافہ کرتی ہے۔

خوبصورت سرورق ◎ بہترین کتابت وطباعت

دو جلدوں میں مکمل

جلد اول : ۱۵۰/- روپے
جلد دوم : ۱۵۰/- "
مکمل سیٹ : ۳۰۰/- "

کتاب اپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا ادارے کے نام کل قیمت کا منی آرڈر ارسال فرمائیے
کتاب آپ کو بذریعہ رجسٹری ارسال کر دی جائے گی

خط وکتابت کے لئے

مکتبہ القریش سرکلر روڈ، اردو بازار، لاہور۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تلے پہلے سڑک کے وسط میں ایک بڑا سا غار دکھایا پھر ملبہ اٹھانے والے کارکن نظر آنے لگے اور اس کے بعد پس منظر سے اناؤنسر کی آواز گونجنے لگی۔

"27 ویں شاہراہ اب صرف پتی پکھ بچا ہے۔ ایک انتہا پسند گروپ نے علی الصباح سب وے اسٹیشن کو بموں سے اڑا دیا ہے اگرچہ کوئی زخمی نہیں ہوا... لیکن سب وے بہرحال ناقابلِ استعمال ہو کر رہ گئی ہے خیال یہی ہے کہ دہشت گردی کی یہ کارروائی بلیک گولڈ نامی گروپ نے کی ہے۔ اس گروپ نے مزید بارہ مقامات پر ایسے ہی حملے کرنے کی دھمکی دی ہے اور اگر یہ انتہا پسند اس بار بھی کامیاب ہو گئے تو گلشن آباد اور گلستان آباد کا مواصلاتی نظام، ذرائع نقل و حمل سب مفلوج ہو کر رہ جائیں گے۔ انتہا پسندوں نے دو کروڑ روپے کی ایسی کرنسی طلب کی ہے جس پر کوئی نشان نہ ہو۔ اس گروپ نے اپنا نام الیشوزالی بتایا ہے اور ہمارے ماہر لسانیات نے کہا ہے کہ یہ قدیم لامازی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی بلیک گولڈ کے ہیں۔"

نیوز کاسٹر اب واقعے پر میئر اور دیگر حکام کے تاثرات بیان کرنے لگا مگر ٹائیگر نے اٹھ کر ٹی وی آف کر دیا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی آنکھوں میں غصہ تھا اور اسے اب بھرپور احساس ہو چکا تھا کہ بلیک گولڈ محض ایسا تخیلاتی ہیولا نہیں، جس کا نام لے لے کر تم اہلِ عوام کو قابو کر سکتے ہیں۔ اس گروپ نے اپنی کارروائی شروع کر دی تھی اور وہ یقیناً شہری نظام کو مفلوج کر کے شہروں پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

وہ فوراً ایکشن سے پہنچ گیا۔ اس مشن میں کسی قسم کی سراغ رسانی کی کوئی گنجائش نہیں تھی اور نہ ہی آئینی تحفظات کی پرواہ کرنے کی۔ بلیک گولڈ کو تہس نہس کرنا ضروری تھا اور وہ جانتا تھا کہ اس کے لیے اسے بہرام سے کسی قسم کی اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔

پھر وہ خود کو بہتر ثابت بھی کرنا چاہتا تھا۔

اس نے لپکتے جوتے پیروں میں ڈالے اور ہوٹل سے نکل گیا۔

اس نے گلشن آباد جانے والی ہائی وے پر گاڑی ڈال دی اور گاڑی واقعی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

☆☆

بہترویں شاہراہ پر واقعی قیامت خیز منظر تھا افراتفری مچی ہوئی تھی بڑے بڑے ٹرک ملبہ اٹھا رہے تھے لیکن کرینوں کے لیے ملبہ اٹھانا بہت مشکل ثابت ہو رہا تھا کیونکہ مٹی، شہتیر اور بڑے بڑے ستون راہ میں حائل تھے اور سب سے اہم مسئلہ یہ تھا کہ سب وے میں جانے والا راستہ بھی مخدوش تھا سفید ہیلمٹ پہنے ہوئے انجینئر کام میں مصروف تھے اور ان کی حالت ڈھول دھمکی کی وجہ سے ابتر تھی۔ ٹائیگر بڑے سکون سے آگے بڑھتا رہا اس نے اندازہ لگایا کہ متاثرہ حصے میں کسی غیر متعلق شخص کو داخل ہونے کی اجازت نہیں لیکن وہ جانتا تھا کہ وہ متعلق شخص کس طرح بن سکتا ہے۔ اس نے خاموشی سے آگے بڑھ کر ایک انجینئر کے سر سے سفید ہیلمٹ اس طرح اٹھا لیا کہ انجینئر کو پتا بھی نہ چلا پھر یہ ہیلمٹ ٹائیگر کے سر پر منتقل ہو گیا۔ اب اسے متاثرہ حصے میں جانے کا لائسنس مل چکا تھا۔ اسے یہاں بہرحال کوئی کام کی چیز نظر نہیں آئی لہٰذا وہ اس علاقے کی طرف بڑھ گیا جہاں لامازیوں کی اکثریت رہتی تھی۔

یہ علاقہ واقعی پسماندہ تھا۔ یہاں لامازی اور تاہوانی دونوں رہتے تھے۔ یہ وہ تاہوانی تھے جو انقلاب کے بعد چین سے بھاگ آئے تھے۔ ایک گروہ سڑک کے قریب فٹ پاتھ پر بیٹھا تاش کھیل رہا تھا ننگ دھڑنگ بچے بارش کے پانی کو اچھال اچھال کر لطف اندوز ہو رہے تھے۔ ایک جگہ نجومی اور کالے جادو کے ماہر کا اڈا تھا اگرچہ گھروں میں بجلی نہیں تھی لیکن دن ہونے کے باوجود سڑکوں کی بتیاں جل رہی تھیں۔

ٹائیگر ایک دیوار سے ٹیک لگائے ہوئے ان لڑکوں کی طرف متوجہ ہو گیا جو سگریٹ کے کش لے رہے تھے۔ سگریٹ ایک ہی تھی لہٰذا وہ ایک کش لے کر دوسرے کو دے دیتے تھے۔ ٹائیگر نے مسکرا کر انہیں اشارہ کیا۔ ان میں سے ایک، جس کے پاس اس مرتبہ سگریٹ نہیں تھی، کار کی طرف چلا آیا۔

"کیا بات ہے؟" اس کا لہجہ کھردرا تھا۔

"ذرا میری کار کا خیال رکھو گے؟" ٹائیگر نے کار سے اترتے ہوئے کہا۔ "میں واپسی پر تمہیں سو روپے دوں گا۔"

"سو روپے؟" لڑکا ایک لمحے کے لیے کانپ سا گیا۔

"ہاں۔" ٹائیگر کی نظریں لامازی زبان میں شائع ہونے والے ایک اخبار کے دفتر پر تھیں، جو علیحدگی پسندوں کی حمایت میں بہت آگے نکل چکا تھا۔ اسے اس اخبار کے مدیر کا نام معلوم تھا کیونکہ وہ دو روز قبل اوستان اور بہرام کی باتیں سننے کے بعد محض تجسس کی وجہ سے اخبار آزادی پڑھ چکا تھا۔ اس کا نام شاذولین تھا۔

"بالکل جناب! آپ فکر نہ کریں۔ کار کو کوئی ہاتھ نہیں لگائے گا۔" لڑکے نے بڑی مستعدی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، میں مسٹر شاذولین سے مل کر ابھی واپس آتا ہوں۔ میرا انتظار کرنا۔" ٹائیگر اس کا کندھا تھپک کر دفتر کی طرف بڑھ گیا۔

اخبار آزادی کا باطن ظاہر سے قطعی مختلف تھا اور خستہ

باہر پسماندگی تھی جبکہ اندر پُرآسائش ماحول۔ ٹیوب لائٹس روشن تھیں۔ غالباً فرنیچر حال ہی میں خریدا گیا تھا۔ ٹیلی پرنٹروں کی آواز سنائی دے رہی تھی اور زمین ہل رہی تھی! شاید پریس بھی نیچے ہی تھا۔

ایک لڑکی جو یقیناً لامازی تھی، بڑے ہال میں جس پر نیوز روم لکھا ہوا تھا، کچھ ٹائپ کر رہی تھی۔ وہ جونہی اندر داخل ہوا، لڑکی نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا۔

"میں مسٹر شاذولین احمد سے ملنا چاہتا ہوں۔" ٹائیگر نے ایڈیٹر کا پورا نام لیا۔

"وہ پچھلے کمرے میں ہیں۔" لڑکی نے اشارے سے کمرے کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا جو نیوز روم کے آخری حصے میں تھا۔

ٹائیگر مسکرا کر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ دروازہ کھلا ہوا تھا لہٰذا اس نے اندر جانے کے لیے اجازت لینا ضروری نہیں سمجھی۔ کمرے میں ایک شخص ٹیلی پرنٹروں کی خبروں پر جھکا ہوا تھا۔

"مسٹر شاذولین احمد!" ٹائیگر کا لہجہ نرم تھا۔

"ہاں۔" شاذولین نے سر اٹھائے بغیر کہا۔ وہ پستہ قد کا تھا اور اس کا جسم چہرے سے مطابقت نہیں رکھتا تھا۔ سر پر سیاہ بال شاید تیل کی وجہ سے چپکے ہوئے تھے۔ ایک آستین جھول رہی تھی اور دوسری آستین بازو پر لپٹی ہوئی تھی۔ توند پر پتلون کسی ہوئی تھی۔ اس نے بال سکھانے کے بعد بال پوائنٹ میز پر رکھا اور پھر سر اٹھا کر دیکھا۔

"اوہ! تم..." اس نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تم یا تو پولیس والے ہو... یا پھر فٹ بال کے کھلاڑی ہو۔" شاذولین نے ناقدانہ نظروں سے اس کی طرف بغور دیکھا۔ "لیکن میں یہ اندازہ نہیں لگا سکا کہ تمہارا تعلق کس علاقے سے ہے۔ تم لامازی نہیں کیونکہ تمہارا رنگ پختہ نہیں ہے اور تم فردوسی بھی نہیں کیونکہ تم عام فردوسیوں کے مقابلے میں کہیں زیادہ گورے ہو۔"

ٹائیگر مسکراتا ہوا ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔ شاذولین کی میز اخباروں، رسالوں اور خبروں سے بھری ہوئی تھی۔

"مسٹر شاذولین!" ٹائیگر نے کہا۔ "میں نے تمہارے بارے میں جو کچھ سنا ہے وہ یقیناً سو فیصد درست نکلا۔"

شاذولین اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس نے بال پوائنٹ اٹھا کر کان کھجایا اور پھر دھیمے لہجے میں بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تم بلیک گولڈ کے چکر میں ہو۔ اس گروپ نے واقعی سنسنی پھیلا دی ہے۔ انہوں نے جہنم کا دروازہ کھول دیا ہے لیکن میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ یہ محض آغاز ہے۔ تم نے بہترویں شاہراہ کا حشر دیکھا؟"

"ہاں۔" ٹائیگر اچانک ہی اس بدہیئت شخص کو پسند کرنے لگا۔ "میں دراصل انسانی رویوں پر تحقیق کر رہا ہوں اور..."

"نہیں۔" شاذولین احمد نے ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جھوٹ نہیں چلے گا۔ میں مسلمان ہونے سے پہلے بہت جھوٹ بولتا تھا مگر اب میں نے جھوٹ بولنا چھوڑ دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم انسانی رویوں پر تحقیق کا چکر مت دو اور اپنی بات کرو۔"

"میں ان کے بارے میں چند معلومات حاصل کرنے آیا ہوں۔" ٹائیگر نے اسے مزید چکر دینے کا ارادہ ترک کر دیا۔ "ان کے اجلاس کہاں ہوتے ہیں؟ ان میں سے دو تین کے نام مل جائیں تو میرا کام آسان ہو جائے گا۔"

شاذولین کرسی سے اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ ٹائپ رائٹر کی آواز اب بھی آ رہی تھی۔ وہ چند لمحوں تک سر جھکائے کمرے میں ٹہلتا رہا اور پھر دوبارہ کرسی میں دھنس گیا۔ اس کا چہرہ اداس تھا۔

"میں کیا بتاؤں لڑکے؟" اس نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا۔ "مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ میں آج صبح ہی انسدادِ فسادات کے خصوصی عملے کو بتا چکا ہوں۔ مجھے صرف ایک آدمی کا نام معلوم ہے۔ یہ لوگ دراصل کالی بدروحیں ہیں جو رات کو رقص کرتی ہیں۔ رات ہی ان کے رابطوں کا پیغام لے آتی ہے۔ کبھی کبھی یہ میرے دروازے پر بھی خبریں پھینک جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ جو شخص بھی یہ خبر لاتا ہے وہ پڑھا لکھا آدمی ہے۔ میں ایسی خبروں کو اپنے اس نوٹ کے ساتھ شائع کر دیتا ہوں کہ یہ خبر ہمیں کس طرح ملی لیکن نام..." یہ کہتے ہوئے اس نے ایش ٹرے سے بھدا سا پائپ اٹھا کر اسے کریدنا شروع کر دیا۔ "مجھے صرف سولن کا نام معلوم ہے۔ وہ ایک عرصہ قبل کچھ دنوں کے لیے روپوش ہو گئی تھی اور وہاں کے یونیورسٹی کیمپس میں چینی نژاد گروپ پر چھائی رہی تاہم دو ماہ سے اس کا کوئی پتا نہیں۔ دو ماہ ہو گئے کسی نے بھی اسے دوبارہ نہیں دیکھا۔"

"کیا آپ کو کسی ایسے بار یا ریستوران کا نام یاد ہے جہاں وہ بیٹھک کرتے ہوں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں۔" شاذولین احمد نے پائپ کو صاف کر کے اس میں تمباکو بھرا۔ "لیکن مجھے موجودہ صورتحال پر تشویش ہے۔ ایسے حالات پہلے کبھی رونما نہیں ہوئے۔ یہ درست ہے کہ لوگ آزادی کے لیے بڑھ چڑھ کر مطالبات کرتے رہے ہیں اور ہمیں پولیس کی طرح ہی یہ بھی علم ہوتا رہا ہے کہ ان مطالبات کی حمایت میں کب اور کہاں مظاہرہ ہو گا تاہم اس بار جو کچھ ہوا اس کی سن گن بھی نہیں مل سکی۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ انتہا پسندوں نے کوئی خفیہ کلب قائم کر لیا ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایسے کلب کا کھوج لگانا چاہتے ہو لیکن تم اندھیری راہ کے مسافر ہو۔ تمہارے پاس آغاز کرنے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے کوئی گنجائش بھی نہیں۔"

"دیکھیں گے۔" ٹائیگر نے سر ہلا کر کہا۔ اُسے یقین تھا کہ بُوڑھا صحافی سچ بول رہا ہے ورنہ وہ اس پر اپنا کوئی حربہ استعمال کر کے سچ بولنے پر مجبور کر دیتا۔ "اس وقت سوال یہ ہے کہ کیا وہ مطالبے کے مطابق رقم حاصل کر سکیں گے؟"

"بہت ممکن ہے۔" شاذولین نے جواب دیا اور دوبارہ اُٹھ گیا۔ اُس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ شاید وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہُوا تھا۔ "کل رات جو کچھ ہُوا وہ عام لوگوں کی حرکت نہیں۔ یہ کمانڈو آپریشن سے کچھ زیادہ ہی تھا۔ کسی نے کسی کو سب وے میں داخل ہوتے اور واپس نکلتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ٹکٹ فروخت کرنے والوں کو بھی شاید جان بُوجھ کر مرنے نہیں دیا گیا تاکہ وہ اس کارروائی کی تشہیر کے لیے جیتا جاگتا ذریعہ ثابت ہوں۔ انھوں نے اُس وقت حملہ کیا جب ایک ٹرین جا چکی تھی اور دوسری ٹرین کی آمد میں کافی وقت تھا۔ اس پوری کارروائی میں مہارت نظر آتی ہے۔ زبردست منصوبہ بندی کی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ میئر اور پولیس کمشنر رقم دینے پر آمادہ ہو جائیں گے کیونکہ بصورت دیگر انھیں بارہ سب وے اسٹیشنوں کی مرمت پر دس کروڑ روپے سے زیادہ کی رقم خرچ کرنی ہوگی۔"

"درست۔" ٹائیگر بھی اسی نتیجے پر پہنچا تھا۔ "لیکن قتل کی وارداتوں کے بارے میں کیا خیال ہے؟ میں نے سُنا ہے کہ ان کے ہاتھوں کئی قتل بھی ہو چکے ہیں۔"

"ہاں... لیکن شاید ایک دو بار۔" شاذولین نے کرسی پر بیٹھ کر پائپ سلگایا۔ گویا لائٹر کا شعلہ دکھایا۔ ایک طویل کش لیا اور جب مطمئن ہو گیا تو اُس نے کہا۔ "قتل کی واردات ایک سڑی گلی میں ہوئی جہاں دو افراد مارے گئے تھے۔ شاید تنظیمی اختلافات ہی اس واردات کا سبب تھے۔ دونوں لاشیں ننگی تھیں اور انھیں نہر زرفشاں میں پھینک دیا گیا تھا۔ مقتولین کے ہاتھ کٹے ہوئے تھے، جو کبھی نہیں ملے۔ اس سے مقصد شاید یہ تھا کہ پولیس فنگر پرنٹس کی مدد سے مقتولین کی شناخت نہ کر سکے تاہم ایک لاش کی شناخت دانتوں کے ریکارڈ اور کسی حد تک چہرے کی وجہ سے ممکن ہو گئی۔"

"اس قتل سے یہ ثابت ہُوا کہ یہ لوگ کسی سماجی کلب میں شامل نہیں۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں... لیکن وہ جو کوئی بھی ہیں... محض شرارت نہیں کر رہے ہیں۔ ہمیں یقین کرنا ہوگا کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا سکتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے شاذولین نے گھڑی دیکھی اور پھر چونک پڑا۔ "کاش میں تم سے مزید چند باتیں کرنے کے لیے وقت نکال سکتا لیکن... مجھے کافی جوابدہی ہے۔"

ٹائیگر فوراً کھڑا ہو گیا۔ اُسے اندازہ تھا کہ بُوڑھے ایڈیٹر کے پاس مزید پھینکنے کے لیے نہیں۔

"شکریہ۔" شاذولین پائپ رکھ کر بولا۔ "اگر تمھیں کوئی اہم بات معلوم ہو جائے تو مجھے ضرور بتا دینا تاکہ میں فردوس ٹائمز کو خبر کے معاملے میں بیٹ سکوں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں بھی آپ کے دروازے پر کوئی لفافہ ڈال جایا کروں گا۔" ٹائیگر نے ہنس کر کہا جس پر شاذولین قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

باہر کار کے گرد تقریباً دس لڑکے جمع تھے۔ اُن میں سے چھوٹے کے اُس کی طرف لپکے۔ "کیا یہ ٹیلیو تمھارے لیے کام کر رہا ہے؟" اُن میں سے ایک نے بڑی بدتمیزی سے پوچھا۔ "اور کیا تم معاوضہ ادا کر رہے ہو؟"

"ہاں۔" ٹائیگر نے سر ہلا کر جواب دیا۔

"تب پھر مجھے بھی رقم دو۔ میں نے بھی اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔"

"اچھا!" ٹائیگر نے ہاتھ بڑھا کر لڑکے کی گردن پکڑ لی۔ اس کے بعد اس کا ہاتھ تیزی سے لڑکے کی پنڈلی تک گیا اور اُس نے گردن چھوڑ دی۔ پھر وہ لڑکے کو کسی بوری کی طرح ہلانے لگا حتیٰ کہ اُس کی جیب سے سکے گرنے لگے اور دوسرے لڑکے زمین پر جھک جھک کر یہ مالِ غنیمت سمیٹنے لگے... پھر جب ٹائیگر نے اس لڑکے کو زمین پر کھڑا کیا تو وہ رونے لگا۔ ٹائیگر نے مسکرا کر دس کا نوٹ اُس کی جیب میں ڈالا اور پھر کار میں بیٹھ کر چل دیا۔

وہ ایک بار پھر جنوب کی سمت میں گیا اور اُس نے اپنی کار تباہ شدہ سب وے سے کچھ دُور اس طرح پارک کی کہ اُسے تمام سرگرمیاں نظر آتی رہیں۔ سب وے کا اگلا حصہ ان سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ پھر اچانک ہی وہاں دو سیاہ لیموزین کاریں آ کر رُکیں اور اُن میں سے چار افراد اُترے جن کے ہاتھوں میں ہیلمٹ تھے۔ شاید یہ لوگ سرکاری معائنہ ٹیم کے رُکن تھے۔ ٹائیگر بھی کار سے اُتر کر سب وے کی طرف بڑھا مگر اس بار اُسے کسی کے سر سے ہیلمٹ نہیں اُتارنا پڑا کیونکہ شاید کوئی مزدور کھانا کھانے کے لیے اپنا ہیلمٹ اور ڈانگری ایک طرف رکھ گیا تھا۔ اُس نے ہیلمٹ سر پر جمایا اور ان آدمیوں کے پیچھے لپک گیا۔ اب اُس کی کوشش یہ تھی کہ ان آدمیوں کے قریب رہ کر اندر گھسنے کی کوشش کرے۔ شاید اندر کوئی کلیو، کوئی سُراغ... کوئی نشان مل جائے اور پھر وہ اسی نشان کو سہارا بنا کر آگے بڑھ سکے۔

★ ★

اُس نے سرکاری معائنہ ٹیم سے اپنا فاصلہ تقریباً سو فٹ رکھا۔ سب وے کے دروازے پر ایک پولیس والا پہرہ دے رہا تھا۔ اُس کے

انداز سے بیزاری واضح تھی۔ وہ چاروں اُس کے قریب سے گزر گئے اور جب ٹائیگر اس کے قریب پہنچا تو وہ بیزار سا آدمی چونک پڑا۔

"کہاں جا رہے ہو؟" اُس نے جھلاتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"باس کے ساتھ ہوں۔" ٹائیگر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ وہ فی الوقت ہاتھا پائی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔ "میں باس کے لیے پان لینے کی خاطر رُک گیا تھا اور وہ میرا انتظار کیے بغیر نیچے چلے گئے۔"

"یہ ممنوعہ علاقہ ہے۔" گارڈ نے پھر کہا۔

"اور ہم ہی نے اسے ممنوعہ علاقہ قرار دیا ہے بھائی۔" ٹائیگر نے نرمی سے کہا۔ "ہم اندر ہونے والی تباہی کا جائزہ لینے آئے ہیں۔ میرا نام محمد صدیق ہے اور میں پلاننگ ڈویژن کا سپروائزر ہوں۔ مجھے باس کے ساتھ اندر کا سروے کرنا ہے۔ اگر میں اُن تک نہ پہنچا تو بڑا غضب ہو جائے گا۔"

"تم کس باس کی بات کر رہے ہو؟" گارڈ نے بھینچتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے یہ کہا گیا تھا کہ سٹی کونسل میں حزبِ اختلاف کا قائد اور اس کے تین ساتھی اندر کا معائنہ کریں گے۔ میں تمھیں اندر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"تب پھر میں تمھارا بیج نمبر نوٹ کر کے لے جاؤں گا تاکہ سرکاری فرائض کی ادائیگی میں رکاوٹ بننے پر تمھارے خلاف شکایت کر سکوں۔"

"شوق سے! میں بھی اپنا فرض ادا کر رہا ہوں۔ اپنا شناختی کارڈ دکھا سکو تو!"

"ہرگز نہیں!" ٹائیگر نے مصنوعی برہمی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ میری توہین ہوگی۔ مجھے اندر جانے دو ورنہ میں واپس چلا جاؤں گا۔"

گارڈ پانچ فٹ دس انچ لمبا تھا۔ وہ چند لمحوں تک ٹائیگر کو گھورتا رہا اور پھر کندھے اُچکا کر بولا۔ "جاؤ! تم بھی اندر چلے جاؤ۔ وہاں مٹھائی بٹ رہی ہے۔"

"شکریہ!" ٹائیگر نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن میرا مشورہ یہ ہے کہ تم آدمی کو پہچانا کرو، ورنہ کسی دن بڑی مشکل میں پڑ جاؤ گے۔" یہ کہہ کر وہ مرکزی گیٹ میں داخل ہو گیا، جہاں سے ملبہ صاف کیا جا چکا تھا۔ یہاں سے زینہ دیو پلیٹ فارم کے صرف اس حصے میں جانے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا، جو پوری طرح تباہ نہیں ہوا تھا۔ ٹائیگر تیزی سے ایک طرف بڑھ گیا۔ وہ پتھروں، کنکریٹ، سریوں، شہتیروں کے جال اور مٹی کی آڑ میں ہو کر چلنے لگا۔ ملبہ صاف کرنے والے مزدور کھانے اور آرام کرنے کے لیے جا چکے تھے۔ وہ کوشش کر کے بالکل پچھلے حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں واقعی ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی دیوانے ہاتھی نے گنّے کے کھیت کو اُجاڑ دیا ہو۔

سٹی کونسل کا گروپ اس سے پچاس فٹ آگے کھڑا ہُوا تھا۔ وہ کسی نشان کے ملنے کی اُمید میں ایک طرف چل دیا۔ تب ہی اُسے وہ آواز سُنائی دی۔

"ارے! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

ٹائیگر نے فوراً جیب سے اپنی چھوٹی سی نوٹ بک نکالی جو بالکل سادہ تھی اور شہتیروں کی طرف دیکھ کر کچھ لکھنے لگا۔ پھر وہ جھک جھک کر کنکریٹ کے ٹکڑوں کا معائنہ بھی کرنے لگا۔

"بولتے کیوں نہیں، کون ہو تم؟" اُسے پھر للکارا گیا۔

"کیا مجھ سے کچھ کہا؟" ٹائیگر نے پلٹ کر پوچھا۔

"ہاں، تم ہی سے پوچھا ہے۔"

"میں محمد صدیق ہوں۔ پلاننگ ڈویژن کا سپروائزر... چیف انجینئر نے مجھے ہدایت کی ہے کہ میں شہتیروں اور کنکریٹ کا معائنہ کروں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ سب وے میں اس قدر تباہی ٹھیکیدار کی نااہلیت کی وجہ سے تو نہیں ہوئی۔"

ٹائیگر کو للکارنے والے کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔ اُسے کسی نے یہ نہیں بتایا تھا کہ پلاننگ والے بھی کام کر رہے ہیں اور اگر بتایا تھا تو وہ بھول چکا تھا۔ یہ شخص انسپکٹر باول تھا۔ وہ محض کندھے اُچکا کر رہ گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ٹائیگر اپنا کام جاری رکھ سکتا ہے۔

کونسل کا رکن راجا حق نواز پہلی بار کچھ کہہ رہا تھا۔ "حضرات! ہمیں بتایا گیا ہے کہ ملزموں نے انتہائی طاقتور بارود کی پٹیاں ستونوں کے گرد لپیٹ کر یہ تباہی مچائی ہے۔ ماہرین کا خیال ہے کہ اس اسٹیشن کو راکھ اور مٹی کا ڈھیر بنانے میں سی-4 پلاسٹک بموں کا ہاتھ ہے۔ ہر بم دو سو پونڈ کا تھا۔"

پولیس کمشنر ہاشم یہ سُن کر چڑ گیا۔ "سٹی کونسل والے ہمیشہ احمقانہ باتیں کرتے ہیں۔" اس نے کہا۔ "سی-4 ملٹری ممنوعہ ہے اور اسے فوج یا سرحدی دستوں کے علاوہ اور کوئی استعمال نہیں کر سکتا۔ نہیں راجا صاحب! آپ کو کوئی دھوکا لگ گیا ہے۔ یہ سی-4 نہیں ہو سکتا!"

"نہیں!" راجا حق نواز نے ہاتھ ہلا کر کہا۔ "تم بہر حال یہ تسلیم نہیں کرو گے کہ سی-4 استعمال ہُوا ہے کیونکہ اس طرح انتظامیہ پر یہ الزام لگ جائے گا کہ وہ سی-4 کو شرپسندوں کے ہاتھ میں پہنچنے سے نہیں روک سکی۔ میرا دعویٰ ہے کہ سی-4 بلیک مارکیٹ میں مل سکتا ہے۔"

ہاشم نے سر جھٹک کر بیٹے کی طرف دیکھا۔ "ممکن ہے آپ درست کہتے ہوں راجا صاحب۔ ہر چیز بلیک مارکیٹ میں مل جاتی ہے سوائے وفاداریوں کے...!" پولیس کمشنر کا لہجہ واضح طور پر تلخ تھا۔

ٹائیگر اب اُن کے اور قریب پہنچ کر ساری گفتگو سُن رہا تھا۔ اُس نے نیچے پڑے ہوئے تاروں کا گچھا اُٹھا کر ہاتھ میں تولا اور پھر زمین پر پھینک کر ڈائری میں کچھ نوٹ کرنے لگا۔ اس کے بعد وہ واپسی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے لیے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے جو کچھ سنا تھا وہ اس کی پیش قدمی کے لیے بنیاد بن سکتا تھا۔ اسے اچھی طرح علم تھا کہ فردوس کے ہر شہر میں اسلحہ کی بلیک مارکٹنگ ہوتی ہے اور گلشن آباد میں بھی ایسا کوئی اڈہ ضرور ہوگا۔

زینے پر چڑھتے ہوئے وہ تاروں کو دیکھنے کے لیے کبھی کبھی رک جاتا تاکہ دیکھنے والے اُسے پیشہ ور ہی سمجھیں۔ اس کے بعد جب وہ کمشنر اور سٹی کونسل کے رکن کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تو وہ پھرتی مگر خاموشی سے اوپر آ گیا۔ اب یہاں پرانا گارڈ نہیں تھا۔ اس کی جگہ کسی دوسرے اور زیادہ قدآور پولیس والے نے لے لی تھی اور اردگرد کے علاقے میں خاردار تار بھی کھڑے کر دیے گئے تھے تاکہ کوئی غیر متعلقہ شخص اس ممنوعہ علاقے میں قدم نہ رکھ سکے۔ پولیس والے نے بہرحال اُسے دیکھ کر مسکراتے ہوئے ہاتھ ہلایا اور یوں ٹائیگر کو ایک بار پھر کسی مسئلے سے دوچار ہونا نہیں پڑا۔ کار میں بیٹھ کر وہ اگلے بلاک تک پہنچا جہاں اُسے جلد ہی پبلک ٹیلی فون بوتھ مل گیا۔

وہ بوتھ میں گھس کر چند لمحوں تک سوچتا رہا۔ دراصل وہ یہ سوچ رہا تھا کہ آج کیا دن ہے؟ پھر جب دن یاد آ گیا تو اس نے فوراً مطلوبہ کوڈ کے مطابق نمبر ملا لیا۔

"تم کہاں ہو؟" دوسری طرف سے فوراً ہی بہرام کی آواز سنائی دی۔

"میں وہیں ہوں جہاں مجھے ہونا چاہیے تھا یعنی بلیک گولڈ کا قلع قمع کرنے کی خاطر۔۔۔!"

"لیکن تم تو اوشان کے لیے نئی قبائیں سینے گئے تھے۔" بہرام نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"کیا آپ نے مجھے واقعی اسی مقصد کے لیے تنہا باہر بھیجا تھا سویٹ ہارٹ؟" ٹائیگر نے چہک کر پوچھا۔

"اچھا۔۔۔!" بہرام ایک طویل سانس لے کر بولا: "کہاں تک پہنچے۔۔۔؟"

"اندھیرے صحرا میں کسی جگنو کو تلاش کر رہا ہوں۔" ٹائیگر نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا: "مجھے گلشن آباد میں کسی ایسے قابلِ اعتماد شخص کی تلاش ہے جس کے ذریعے میں اسلحے کی کالی منڈی تک پہنچ سکوں۔"

"خیریت۔۔۔؟"

"اب تک تو خیریت ہی ہے۔" ٹائیگر نے اس بار سنجیدگی سے جواب دیا: "مجھے کنٹریکٹ نمبر درکار ہے چیف!"

"ایک منٹ ہولڈ کرو۔" بہرام نے ریسیور میز پر رکھ دیا۔ ٹائیگر سوچنے لگا کہ اب بہرام اپنے اُس منی کمپیوٹر پر انگلیاں چلا رہا ہو گا جو ہر سوال کو مائیکرو ویو کے ذریعے بڑے کمپیوٹر تک منتقل کر دیتا ہے اور اس کے بعد بڑا کمپیوٹر اپنا جواب اگل دیتا ہے۔

چالیس سیکنڈ بعد ہی اُسے جواب مل گیا: "اس نمبر پر مارٹن نامی شخص ملے گا۔ تم اس سے بات کر سکتے ہو۔ گڈ لک!" بہرام نے یہ جواب دے کر رابطہ منقطع کر دیا۔

★★

"ہیلو مارٹن!" ریسیور اٹھائے جانے کی آواز سنتے ہی ٹائیگر نے کہا: "مجھے چند کھلونے درکار ہیں۔"

"اچھا!" مارٹن نامی شخص نے اردو ہی میں کہا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ اس نے ٹائیگر سے نہ تو نام پوچھا اور نہ ہی اس بات پر حیرت کا اظہار کیا کہ اُسے فون نمبر کس طرح مل گیا۔ "تم کیفے نشاط میں آ کر کرنل سے ملاقات کرو۔" اس نے کہا: "کرنل نے پچھلی مرتبہ گنج منڈی کی پیاز مارکیٹ سے آلو خریدے تھے۔"

"آہو۔۔۔" ٹائیگر کا منہ بن گیا: "میں کیا یہ نہیں کہہ سکتا دوست؟"

"ہرگز نہیں، ورنہ ٹماٹر کی طرح پچک جاؤ گے۔" مارٹن کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا لہٰذا ٹائیگر نے اس کا شکریہ ادا کیا اور پھر کیفے نشاط کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔

کیفے نشاط باسٹھویں اور ساٹھویں شاہراہ کے اتصال پر واقع تھا۔ وہ اندر جا کر لیمن جوس سے دل بہلانے لگا۔ اس دوران میں اس نے اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے۔ ایک عرصے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ابھی تک اسے ہاتھ پاؤں استعمال کرنے کی نوبت نہیں آئی تھی۔ کچھ دیر بعد جب کوئی غیر معمولی بات نظر نہ آئی تو اس نے بیرے کو بلا کر پچاس کے نوٹ کی جھلک دکھائی۔

"میں کرنل سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

"کس لیے؟" بیرے کا لہجہ بھی دھیما تھا۔

"کچھ مت۔" ٹائیگر مسکرایا: "جاؤ اور اس سے کہو کہ میں اُس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

بیرا جو دراز قامت ہونے کے ساتھ ساتھ گٹھیلے جسم کا بھی مالک تھا ایک لمحے تک اپنے جبڑے کو سہلاتا رہا اور پھر بولا: "ہم انہیں صرف کرنل نہیں کہتے لہٰذا تم بھی پروٹوکول کو مدنظر رکھو۔ ان کا پورا نام کرنل مختصر ہے۔"

"لہٰذا مجھے مزید انتظار نہ کراؤ۔ جاؤ اور اُسے میرا پیغام دے دو۔" بیرے نے اُسے پھر گھور کر دیکھا مگر اُسے غصہ پینا پڑا اور وہ شاید دل ہی دل میں یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ موقع ملا تو دیکھ لوں گا۔

موت کے سوداگر
کے خالق
اقلیم علیم کے قلم سے لکھی گئی
پہلی سلسلے وار طلسماتی کہانی جس نے مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم کیے۔
ناگ بھون
ایک پراسرار اور ایڈونچر کہانی جو روپ بدل کر انسانوں کو مسحور کرنے والی چمکیلی ناگنوں، جل منڈل، ناگ بھون اور ناگ پوجا جیسے ہولناک اسراروں سے پردہ اٹھاتی ہے۔
انتقام پر تلی ہوئی زہریلی ناگنوں جل کماری، ناگ رانی کے طلسماتی تصادم میں گھرنے کے بعد ایک نئی زندگی حاصل کرنے والے محمد سلطان خان کی لرزہ خیز کہانی جو اقلیم علیم نے اُسی کے الفاظ میں قلمبند کی ہے۔
قیمت
حصہ اول: -/150 روپے
حصہ دوم: -/150 روپے
جناب آپنے قریبی بک سٹال سے طلب فرمائیں یا ادارے کے نام کل قیمت کا منی آرڈر ارسال فرمائیے
جناب آپ کو بذریعہ رجسٹری ارسال کر دیا جائے گا۔
خط و کتابت کے لئے
مکتبہ القریش سرکلر روڈ، اردو بازار، لاہور۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹائیگر کو یقین تھا کہ اس کی ملاقات کرنل سے فوراً ہی نہیں ہوگی بلکہ پہلے اس کے حالی موالی آئیں گے اور یہی ہوا۔ دو افراد ایک طرف سے نکلے اور ٹائیگر کی میز پر آ کر اس کے دائیں بائیں والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ دونوں قوی الجثہ تھے لیکن ان کے چہروں پر کسی زیرِ زمین تنظیم کے ایجنٹوں جیسا اعتماد نہیں تھا۔ ان میں سے پہلا ایک لمحے کے لیے ٹائیگر کی طرف دیکھتا رہا اور پھر قدرے بلند آواز میں بولا۔ "تم کس کی تلاش میں ہو؟"

"کرنل کی۔" ٹائیگر نے ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر جواب دیا۔ "اور ذرا دھیرے بولو، میرے سر میں درد ہونے لگتا ہے۔ میں کرنل سے ملنا چاہتا ہوں۔" اس نے ایک بار پھر وہی جملہ ادا کیا، جو مارٹن نے اسے بتایا تھا۔

"آؤ۔" وہ شخص کرسی سے اٹھ گیا۔ دوسرا وہیں بیٹھا رہا۔ ٹائیگر بے پروائی کے انداز میں ادھر ادھر دیکھتا ہوا چلتا رہا اور پھر اسے کاؤنٹر کے عقب میں واقع ایک کمرے میں لے جایا گیا۔ اس کمرے میں کوئی نہ تھا لیکن اس کی دیوار میں ایک اور دروازہ نظر آ رہا تھا۔ یہاں پہنچ کر اس کا گائیڈ نما گارڈ اچانک رک گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ بڑے سعادت مندانہ انداز میں پھیلے ہوئے تھے۔ "آپ یقیناً کسی غلط ارادے سے نہیں آئے جناب!" اس کا لہجہ اچانک ہی مؤدبانہ ہو گیا تھا۔

"درست۔" ٹائیگر نے سر ہلا کر کہا۔

"تب پھر اپنا ریوالور مجھے دے دیں، میں اس کی مکمل حفاظت کروں گا اور اگر ضروری ہوا تو آپ کی واپسی تک اس کی صفائی بھی کر دوں گا۔"

"بات معقول ہے۔" ٹائیگر نے جواب دے کر ریوالور نکالا۔ "سنو! یہ وہ ریوالور ہے جو میں نے ابھی تک استعمال نہیں کیا۔"

"بہت شاندار ہے جناب!" فرودی نے کہا۔ "اور کوئی چیز تو نہیں؟"

"نہیں۔"

اسی لمحے ایک اور شخص آیا اور اس نے حیرت انگیز پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ٹائیگر کے پورے جسم پر ہاتھ پھیر دیا۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کسی زمانے میں پولیس والا رہا ہے۔ اب دونوں اس کے دائیں بائیں تھے۔ انہوں نے دروازے پر دستک دی تو وہ فوراً کھل گیا۔ وہ ایک ہال میں داخل ہوئے اور پھر [illegible] ایک انتہائی خوبصورت کمرے میں پہنچے جہاں پوشیدہ اسپیکروں سے ہلکی ہلکی موسیقی [illegible] فرش پر دبیز قالین بچھا ہوا تھا، دیوار پر شیروں کے سر اور ہاتھی کے دانت نظر آ رہے تھے اور ایک کونے میں خوبصورت سی ڈیسک کے پیچھے ایک چھوٹا سا آدمی بیٹھا ہوا تھا، جس کا سر جسم کے مقابلے میں بہت بڑا تھا۔ اس کی کالی اور چمکدار آنکھیں ٹائیگر کا جائزہ لے رہی تھیں۔

"نام...؟" اس کی باریک سی آواز نکلی۔ اگر وہ سامنے نہ ہوتا تو ٹائیگر یہی سمجھتا کہ کوئی بچہ بول رہا ہے۔

"تصدق حسین۔" ٹائیگر کے ذہن میں یہ نام نہ جانے کہاں سے آ گیا تھا۔

"مجھ سے ملنے کا مشورہ کس نے دیا ہے؟" بچے جیسی آواز پھر سنائی دی۔

"کیا تم واقعی کرنل ہو؟" ٹائیگر نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا تو چھوٹے آدمی کے چہرے پر غصہ لہریں مارنے لگا۔ وہ دیر تک ٹائیگر کو گھورتا رہا مگر پھر اس کے چہرے سے سختی اچانک غائب ہو گئی اور وہ سر ہلانے لگا۔

"مجھے مارٹن نے بھیجا ہے۔"

"اوہ!" کرنل مختصراً اچھل پڑا۔ "اپنا ڈرائیونگ لائسنس دکھاؤ۔"

"ناممکن۔" ٹائیگر کے پاس تصدق حسین کا ڈرائیونگ لائسنس موجود ہی نہیں تھا۔ "میں اپنی ذاتی چیز کسی کو نہیں دکھاتا۔ اگر زبردستی دیکھنا چاہتے ہو تو پھر تین چار آدمیوں کو بلا لو کیونکہ یہ دو لونڈے لائسنس جیب سے نہیں نکال سکیں گے۔"

کرنل کی چمکدار آنکھیں ایک بار پھر اس کے چہرے پر جم گئیں اور ٹائیگر بھی جواباً اسے گھورنے لگا۔ یہ اعصابی کھیل تھا... چند لمحوں بعد ٹائیگر اس کھیل میں جیت گیا کیونکہ کرنل نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے ایک ٹیلی فون اینڈ پیس اٹھا لیا تھا پھر وہ فون کھینچ کر نمبر ملانے لگا تھا۔

ٹائیگر دبیز صوفے پر بیٹھ کر چپ چاپ اسے دیکھنے لگا۔

"ایم...!" کرنل نے آواز دھیمی رکھنے کی کوئی کوشش نہ کی۔ "مہمان کی شناخت کراؤ۔"

دو منٹ بعد اس نے ریسیور آہستہ سے رکھ دیا پھر اس کا بڑا سا سر ٹائیگر کی طرف گھوم گیا۔ "شاید تمہیں ہمارے طریقۂ کار کا علم نہیں۔ بظاہر تم چیک آؤٹ ہو چکے ہو لیکن ہم کوئی خطرہ مول لینا نہیں چاہتے۔ ہم تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ کر تمہیں گودام تک لے جائیں گے اور جب تمہارا کام ختم ہو جائے گا تو اسی طرح تمہیں واپس لایا جائے گا۔ یہاں سے تم اپنی پسند کے ہتھیار لے کر ریستوران کے راستے ہی واپس چلے جاؤ گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" ٹائیگر کھڑا ہو گیا۔ "مجھے ان لوگوں کی نفسیات کا اچھی طرح علم ہے جو خود کو غیر محفوظ سمجھتے ہیں کرنل۔" اس پر چھوٹا آدمی صرف پہلو بدل کر ہی رہ گیا۔

کار کا سفر مختصر تھا اور ٹائیگر نے جان بوجھ کر آنکھوں کی صلاحیت استعمال نہیں کی تھی۔ وہ تو پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آرام کرنے لگا تھا جب کار رکی تو اسے ہاتھ سے پکڑ کر اتار لیا گیا اور پھر عمارت کے اندر اس کی آنکھوں سے کالی پٹی اتار دی گئی۔ اب وہ اسے ایک تہ خانے میں لے جا رہے تھے۔ نیچے اندھیرا تھا۔ تاہم چند بلب ٹمٹما رہے تھے جہاں اسے وہ آدمی نظر آیا، جو شاید اس کاروبار کا منتظم تھا... وہ درمیانی قامت کا گنجا آدمی تھا جس کے چہرے پر سنہری فریم کا چشمہ بہت بے ڈھنگا لگ رہا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ فریم بہت نازک تھا اور اس کے عدسے بہت موٹے تھے۔

"تشریف لائیے مسٹر تصدق حسین۔ مارٹن آپ کو کلیئر کر چکا ہے لیکن بہرحال اس نے یہ خدشہ ظاہر کیا ہے کہ آپ کسی قانونی سرگرمی میں بھی ملوث ہو سکتے ہیں۔"

ٹائیگر نے اسے بغور دیکھا اور اس فیصلے پر پہنچا کہ یہ شخص شاید صرف منتظم ہے... اصل مالک کرنل ہی ہوگا۔

"مارٹن بہت باتیں کرنے لگا ہے۔" ٹائیگر نے منہ بنا کر کہا۔

"ہم سیلزمین باتونی ہی ہوتے ہیں جناب۔" چشمے والے نے مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ کو کیا چاہیے؟"

"سی 4، اچھی کوالٹی کا، جس میں ذرا سی بھی نمی نہ ہو۔"

"نہیں، کوئی شرط پیش نہیں کی جا سکتی، خاص طور سے کوالٹی کے بارے میں۔" سیلزمین نے سر ہلا کر کہا۔ "آج تک کسی نے کوالٹی خراب ہونے کی شکایت نہیں کی۔ میں نے پچھلے ہفتے ہی ڈیڑھ سو پونڈ سے زیادہ سی 4 دیا ہے اور خریدار نے اس کی شکایت نہیں کی کہ کوالٹی خراب تھی۔"

"سی 4 کی یہ کھیپ کس کو دی تھی؟"

"یہ میں نہیں بتا سکتا مگر اس سوال کا مقصد؟" سیلزمین نے چشمہ اتار کر صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"یہ کہ کسی مردود نے سی 4 ہی کی مدد سے میرے ایک آپریشن کو ناکام بنایا ہے اور میں ان مردودوں کو پست کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے علم ہو جائے کہ تم نے سی 4 کس کو اور کس پتے پر دیا تھا تو میرا کام ہلکا ہو جائے گا۔"

"تم اس کاروبار کے اصول یقیناً زیادہ بہتر طور پر جانتے ہو گے تصدق حسین!"

ٹائیگر یہ نام سن کر منہ بنانے لگا۔ اب اسے پچھتاوا ہو رہا تھا کہ اس نے اپنا نام اللہ داد کیوں نہیں بتایا۔

"اگر مارٹن تمہیں یہ نہیں بتاتا کہ تم ایک ایسی بڑی پارٹی سے تعلق رکھتے ہو جو ہماری مصنوعات باقاعدگی سے خریدتی رہتی ہے تو تمہارا یہی سوال تمہیں ہلاکت میں ڈال سکتا تھا۔ بہرحال میں تمہیں یہ نہیں بتا سکتا کہ سی 4 کہاں گیا۔"

ٹائیگر سوچنے لگا کہ کیا بہرام چارہ گر کے لیے مارٹن کے توسط ہی سے گولہ بارود خریدتا ہے۔

"مارٹن کے بارے میں زیادہ باتیں مت کرو۔" ٹائیگر نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "کیونکہ اس کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ اس نے تمہیں اس حقیقت سے آگاہ نہیں کیا کہ جب میں کوئی چیز طلب کرتا ہوں تو حاصل بھی کر لیتا ہوں۔ میں نے نام اور پتا طلب کیا ہے سیلزمین!"

"تم..." سیلزمین ہنس پڑا۔ "تم یہ بھول رہے ہو کہ تمہارے دائیں بائیں دو طاقتور آدمی کھڑے ہوئے ہیں تصدق حسین! یہ ہمارے بہترین آدمی ہیں۔"

اس نے اتنا ہی کہا تھا۔ ان میں سے ایک اس کے قریب آ گیا۔ ٹائیگر نے اسے دیکھا۔ اس کے دائیں پہلو میں ابھار نمایاں تھا اور اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ بائیں ہاتھ سے گن استعمال کرتا ہے۔

"اگر تمہیں کچھ سامان خریدنا ہے تو بات کرو تصدق حسین۔" اس شخص نے خونخوار لہجے میں کہا۔ اس کے لہجے ہی میں نہیں بلکہ آنکھوں میں بھی واضح دھمکی تھی۔ ویسے وہ دونوں ابھی تک مطمئن تھے۔ انہیں یقین تھا کہ یہ نوجوان یہاں کسی قسم کی کوئی گڑبڑ کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا لیکن اب ٹائیگر باتوں سے بیزار آ چکا تھا۔ اس نے پل بھر میں خود کو تیار کیا اور اسے یہ محسوس کر کے انتہائی مسرت ہوئی کہ ایک عرصے بعد آزمائش کے مرحلے پر اس کا جسم اور ذہن دونوں تیار ہیں۔ یہ اس کے ذہن و بدن کی پہلی آزمائش ثابت ہو سکتی تھی۔

اس نے دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جیسے بے بسی کا اظہار کرنے والا ہو... مگر اسی ساعت اس نے اپنی چھلانگ لگائی۔ دایاں پیر ترچھا گیا، جو پوری شدت سے قریب ترین کھڑے ہوئے پہلوان کی بیلٹ پر پڑا۔ ٹائیگر کی ضرب لگتے ہی وہ شخص ڈکراتا ہوا دیوار سے جا کر ٹکرایا اور ٹائیگر کسی پھرکی کی طرح زمین پر گھوم کر دوبارہ کھڑا ہو گیا۔ اس نے سیلزمین کو جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے دیکھا لیکن اب شہزاد واقعی ٹائیگر بن چکا تھا۔ وہ کسی اسپرنگ کی طرح اچھل کر دوسرے پہلوان نما محافظ پر جا گرا۔ پہلوان کو ڈھال بنا کر وہ پشت کے بل گرا اور ساتھ ہی اس کے دونوں پیروں نے پہلوان

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو اس طرح اُچھالا کہ وہ کسی گیند کی طرح سیلزمین کے دائیں شانے پر جا کر لگا۔ سیلزمین کے حلق سے مضحکہ خیز چیخ نکلی۔ گیند کی طرح اُچھلنے والا پہلوان تو زمین پر گرتے ہی بے ہوش ہو گیا لیکن سیلزمین ریوالور نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لہٰذا ٹائیگر کو اس کا وہی ہاتھ پکڑ لینا پڑا۔ اُس نے محض ہلکا سا جھٹکا دیا تو سیلزمین کا وہ شانہ اُتر گیا اور ۳۸ کا خوبصورت ریوالور ٹائیگر کے ہاتھ میں آ گیا۔

"اب جو بھی اپنے ہوش میں ہے وہ اُٹھنے کی کوشش نہ کرے۔" ٹائیگر نے ریوالور کو نال سے پکڑ رکھا تھا۔ دونوں پہلوان واقعی جاندار تھے۔ دونوں ہوش میں تھے لیکن ٹائیگر کی پھرتی اور قوت دیکھ کر ان کے ہوش اُڑ چکے تھے لہٰذا دونوں منہ کے بل لیٹے رہے۔

"تمہارا کیا نام ہے؟" ٹائیگر نے سیلزمین سے پوچھا جو شانہ اُتر جانے کے باوجود بڑے حوصلے کا مظاہرہ کر رہا تھا۔

"براڈی۔"

"ٹھیک... اب ذرا ان دونوں کے ریوالور نکال کر مجھے دے دو۔ مجھے آج کل ایسے خوبصورت ریوالور جمع کرنے کا بہت شوق ہے بچپن میں ڈاک ٹکٹ جمع کیا کرتا تھا۔"

براڈی نے بمشکل ایک ہاتھ سے یہ کام کیا اور جب ٹائیگر کو اس نے ریوالور دیے تو اس کی آنکھیں غصے سے سلگ رہی تھیں۔ ٹائیگر نے محض چند انگلیوں کی مدد سے دونوں ریوالور خالی کر کے گولیاں جیب میں ڈالیں اور پھر دونوں ریوالور بڑی احتیاط سے محافظوں کی طرف اُچھال دیے۔ اب وہ براڈی کی طرف متوجہ تھا۔ "ہاں براڈی ذرا نام پتے تو بتاؤ۔"

"ہم اس قسم کا ریکارڈ نہیں رکھتے۔" براڈی اب بھی ہٹ دھرمی کا ثبوت دے رہا تھا۔

"اچھا۔" ٹائیگر نے براڈی کی گردن پر اپنی انگلی رکھ کر گردن سہلائی تو براڈی اس طرح چیخنے لگا جیسے کسی نے اس کے نرخرے پر چاقو پھیر دیا ہو۔ "دو طریقے ہیں براڈی! یہ انگلی تمہارے نرخرے کو توڑ کر اندر تک گھس جائے یا ایک گولی تمہارے منہ کے راستے اندر جا کر ریڑھ کی ہڈی سے باہر نکل جائے۔ ویسے میں اتنا ظالم نہیں کہ گولی چلاؤں۔ میں تو انگشت شہادت سے کام لیتا ہوں۔ اب تم بولو کون سا طریقہ پسند ہے؟"

"ن... نہیں... !" براڈی پہلی مرتبہ خوفزدہ نظر آیا۔ اس کی آنکھوں میں اب غصے کی آگ نہیں، خوف کی نمی تھی۔

"تب پھر نام اور پتے بتا دو میرے دوست۔" ٹائیگر نے انگلی ہٹائی تو براڈی کو ایسا لگا جیسے اس کا جسم دوبارہ سانس لینے لگا ہو۔

اُسے حیرت تھی کہ اس کی انگلی کا لمس ہی اتنا کربناک ہے تو پھر اس کا ضرب کتنی شدید ہو گی۔ وہ تیزی سے درازیں کھولنے اور بند کرنے لگا۔ پھر ایک دراز سے ایک کاغذ نکالا۔ دونوں محافظ اگرچہ ہوش میں تھے لیکن ہاتھ پیر تڑخ رہے تھے۔ اُن کی حالت بہت خراب تھی۔ براڈی نے وہ کاغذ اس کے ہاتھ میں دے دیا۔

"یہ کیا ہے؟" ٹائیگر نے غرا کر کہا۔ "کاغذ پر محض ہتھیاروں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ مذاق مت کرو براڈی، ورنہ یہ انگلی میں ڈبو دوں گا۔"

"م... معاف کرنا۔ اوہ... غلطی میری نہیں... وہ میرا چشمہ... اُدھر پڑا ہے۔"

تب ہی ٹائیگر کو اندازہ ہوا کہ براڈی اندھوں کی طرح درازیں کیوں ٹٹول رہا ہے۔

"چشمہ اُٹھا کر لگا لو اور پھر یاد رکھنا میں دوسری غلطی برداشت نہیں کروں گا۔"

براڈی نے زمین پر جھک کر چشمہ اُٹھایا۔ ناک پر جمایا اور پھر درازیں کھنگالنے لگا۔ اس مرتبہ اس نے ایک فائل نکالی اور ایک کاغذ نکال کر پہلے بغور دیکھا۔ اس کے بعد مطمئن ہو کر ایک سطر پر انگلی رکھ دی۔ "ڈیلی آٹو پینٹنگ کمپنی، مسٹر بلیک، ایک سو بتیسویں شاہراہ۔" اس نے باآواز بلند پڑھا۔

"ٹھیک ہے۔" ٹائیگر نے یہ سب کچھ ذہن نشین کر کے کہا... "اپنے قدموں پر کھڑے ہو جاؤ لڑکو۔" اب اُس نے محافظوں کی طرف توجہ دی تھی۔ "کار کی چابی کس کے پاس ہے؟"

وہ دونوں بمشکل کھڑے ہوئے۔ اُن میں سے ایک کے قدم لڑکھڑا رہے تھے لیکن موت کا یہ حکم سن کر کہ "چلتے رہو" وہ چلتے رہے پھر وہ بیرونی دروازے پر پہنچ گئے۔

"بس اب رُک جاؤ۔" ٹائیگر نے حکم دیا اور وہ اس طرح رُک گئے جیسے اُن کے پیر زمین نے پکڑ لیے ہوں۔

"براڈی! تم خوش قسمت ہو کہ تمہیں چشمے کا فریم چبھنے کے علاوہ اور کوئی نقصان نہیں ہوا۔" ٹائیگر نے نرم لہجے میں کہا۔ "میری ایک بات ذہن نشین کر لو اگر تم نے مارٹن کو یہ سب کچھ بتا کر اُسے میرے خلاف اُکسایا تو میں ایک بار پھر ادھر آؤں گا اور اس عمارت کو بم سے اُڑا دوں گا اور ہاں... کرنل یا آٹو پینٹنگ کمپنی کو بھی ان حالات سے خبردار کرنے کی کوشش مت کرنا۔ یہ مسئلہ صرف میرے اور مسٹر بلیک کے درمیان ہے لہٰذا میں بھی کرنل سے اس کا ذکر نہیں کروں گا۔ اس طرح کرنل تم کو نااہل سمجھ کر کسی اندھے کنوئیں کے حوالے نہیں کرے گا۔ ان دونوں لڑکوں کو دو دو ہزار روپے میری طرف سے دے دینا تاکہ یہ دُودھ پی سکیں۔ ٹھیک ہے لڑکو کسی سے کچھ کہو گے تو نہیں؟"

"نہیں... !" دونوں پہلوان بچوں کی طرح فوراً بول پڑے۔

"میں سمجھ گیا تصدق حسین صاحب۔" براڈی نے دھیرے سے کہا۔

"تم میں گیا تصدق حسین۔" ٹائیگر مسکرانے لگا۔ "میرا نام بہرحال تصدق حسین نہیں ہے۔"

"مجھے اندازہ تھا۔" براڈی نے اس بار بھی دھیرے سے کہا۔ "اگر پسند کریں تو ان میں سے کوئی ایک محافظ آپ کو ہوٹل تک واپس لے جا سکتا ہے۔"

"گڈ۔" ٹائیگر نے حامی بھری۔ اس نے اس محافظ کو اشارہ کیا جس کی حالت قدرے بہتر تھی پھر بھی وہ راستے بھر ریوالور ہاتھ میں لیے بیٹھا رہا۔

ریستوران کے عقبی کمرے میں انھوں نے ٹائیگر کو اس کا ریوالور واپس کیا تو وہ مزید انتظار کیے بغیر وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ اس نے محافظوں اور براڈی کو صرف اس وجہ سے قتل نہیں کیا تھا کہ ان کی لاشیں ملنے پر کرنل یقیناً ہوشیار ہو جاتا اور پتے تمام ٹھکانوں کو خطرے سے خبردار کر دیتا۔

اس نے کار میں بیٹھتے ہی کسی گڑبڑ کا احساس کر لیا... لیکن یہ احساس اسے بہت تاخیر سے ہوا۔ غالباً چھٹی حس ابھی اپنی پرانی رفتار سے کام نہیں کر رہی تھی کیونکہ عقبی سیٹ سے ایک سرد آہنی چیز اس کی گدی پر آ لگی تھی۔

وہ طویل سانس لے کر رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ابھی اس میں یہ صلاحیت نہیں کہ عضلات کو پہلے کی طرح اکڑا کر اور سخت کر کے گولی کو ناکارہ بنا سکے۔

"سکون سے بیٹھو۔" کسی نے غرا کر کہا۔ "دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ وہیل ہی پر رہیں۔"

وہ پہلو تک نہیں بدل سکا۔ اُسے معاً خیال آگیا کیونکہ یہ آواز بھی کسی عورت ہی کی تھی۔

"میں نے پہلی بار محسوس کیا ہے کہ فردوس کتنا ترقی پسند ہو گیا ہے۔" اس نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اب عورتیں بھی رہزنی کرنے لگیں... !"

"میں تمہیں لوٹنے کا ارادہ نہیں رکھتی۔" نسوانی آواز میں اس بار شوخی تھی۔ "میں تو صرف چند باتیں پوچھنا چاہتی ہوں۔ تم ابھی ہوٹل سے نکلے ہو۔ اس سے قبل تم ایک گھنٹے تک ہوٹل میں ہونے کے باوجود ہوٹل میں نہیں تھے۔"

"اگر تم رہزن نہیں تو پولیس والی ضرور ہو۔"

"ہرگز نہیں۔" لڑکی نے پھر تردید کی۔ "کرنل سے اس بارے میں بات بھی نہ کرنا۔ کیا تم ان کے گودام تک گئے تھے؟"

"پتا نہیں کیسی باتیں کر رہی ہو۔" ٹائیگر نے اُسے ٹالنا چاہا۔ "اگر تم پولیس والی یا شہر والی نہیں ہو تو پھر ریوالور جیب میں یا کہیں بھی رکھ لو تاکہ ہم سکون سے اور خوشگوار ماحول میں بات کر سکیں۔"

وہ بے ساختہ ہنس پڑی اور اس کا یہ مترنم مگر مختصر قہقہہ اسے بہت اچھا لگا۔

"نہیں فی الوقت ہم اسی طرح گپ شپ کریں گے اچھے آدمی! ہاں! تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔"

"کس سوال کا اچھی لڑکی؟"

"کیا تم ان کے گودام سے ہو کر آ رہے ہو؟"

"سنو لڑکی! میں جانتا ہوں کہ تم گولی نہیں چلا سکتیں اگر تم نے مجھے گولی مار دی تو پھر میں تمہارے کسی سوال کا جواب نہیں دے سکوں گا۔ تمہارے لیے یہ گھاٹے کا سودا ہو گا۔ لہٰذا میں پلٹ کر تمہیں ایک نظر دیکھوں گا۔ تہی سے انگلی ہٹا لو میں پلٹ رہا ہوں۔"

ٹائیگر نے ایسا ہی کیا اور ساتھ ہی اس نے محسوس کیا کہ ریوالور کی نال گدی سے ہٹ گئی ہے۔ وہ چاہتا تو اس گفتگو کو اتنا طول نہ دیتا اور محض اپنی پھرتی کا مظاہرہ کر کے اس لڑکی کو بے بس کر دیتا لیکن وہ خود ماحول خوشگوار رکھنا چاہتا تھا تاکہ اس لڑکی سے کوئی کام کی بات معلوم ہو سکے اور سچی بات یہ تھی کہ اس کے ذہن میں ابھی تک خیلا کا تاثر موجود تھا۔

وہ واقعی حسینہ تھی، قتالہ تھی۔ اس کی گہری کالی آنکھیں فراخ تھیں جن کی سفیدی میں بھی چمک تھی۔ زلفیں اتنی دراز تھیں کہ سیٹ پر نظر آ رہی تھیں۔ چہرے پر ملکا سا میک اپ تھا۔ عارض دہک رہے تھے۔ ہونٹ سرخ اور لپ اسٹک کے محتاج نہیں تھے۔ ناک ستواں تھی۔

"مطمئن ہو گئے؟" وہ ایک ادا سے ہونٹ دبا کر بولی۔

"ہاں! میں مرنے سے پہلے اس ہستی کو دیکھنا چاہتا تھا جو مجھے قتل کرنے کے لیے ریوالور لائی ہے لیکن ریوالور کی ضرورت تو نہ تھی۔" یہ کہہ کر وہ مخصوص انداز میں مسکرایا تو لڑکی کا دل اُچھل

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر حلق میں آ رہا۔ اس کی مسکراہٹ اور قہقہہ تھم گئی۔ لڑکی ٹکر ٹکر اُسے دیکھتی رہ گئی۔ اس کا وہ ہاتھ گود میں گر گیا جس میں ریوالور دبا ہوا تھا۔

"ہاں پوچھو کیا پوچھ رہی تھیں؟"

"م... میں... وہ...!" لڑکی گڑبڑا کر رہ گئی لیکن اس نے پل بھر میں ہی خود کو سنبھال لیا۔ "میں یہ پوچھ رہی تھی کہ کیا تم نے کرنل سے ملاقات کی۔ میں نے ہوٹل میں بیرے سے تمہاری گفتگو سن لی تھی پھر دو دیوزاد سے آئے تھے۔ تم ان کے ساتھ عقبی کمرے میں چلے گئے تھے۔ میں صرف اتنا ہی جانتی ہوں۔" ٹائیگر کی مسکراہٹ کا اعجاز تھا کہ وہ کچھ پوچھنے کی بجائے خود ہی سب کچھ اگل گئی۔

"اگر تم پولیس سے تعلق نہیں رکھتیں تو پھر کرنل میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو؟" ٹائیگر نے پوچھا۔ اس کا لہجہ نرم تھا۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ ٹائیگر جو شیلا کے حسن سے بھی متاثر نہیں ہوا تھا۔ اس لڑکی سے متاثر ہو چکا تھا۔ وہ نیلی جینز اور سرخ بلاؤز پہنے ہوئی تھی اور بلاؤز ایسا ہی تھا جیسی شریف لڑکیاں پہنتی ہیں۔ گردن تک بند اس کی عمر زیادہ سے زیادہ پچیس سال تھی۔

"میں کیا ہوں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ اب پوری طرح سنبھل چکی تھی۔ "حقیقت تمہارے سامنے ہے۔ ریوالور میرے پاس ہے میں...!"

ٹائیگر پھر مسکرانے لگا۔

"میں...!" لڑکی کا ٹھہرا لہجہ ایک بار پھر کپکپانے لگا۔ "میں تو کرنل اور اس کے غیر قانونی کاروبار کے خلاف ثبوت جمع کرنے کے لیے نکلی ہوئی ہوں۔" انداز اب ایسا تھا جیسے وہ اپنی صفائی پیش کر رہی ہو۔ "میں پرائیویٹ سراغ رساں بھی ہو سکتی ہوں اور ایک قانون پسند شہری بھی۔ مجھے یقین ہے کہ تم نے کرنل سے ملاقات کی ہے اور میں اسی ملاقات کے بارے میں پوچھنا چاہتی ہوں۔"

ٹائیگر اس کی آنکھوں میں جھانکنے لگا تو لڑکی اس کی آنکھوں کا سحر برداشت نہ کر سکی اور دوسری طرف دیکھنے لگی۔ اسی لمحے ٹائیگر نے اس کے ہاتھ سے بڑی نرمی سے ریوالور نکال لیا۔

"میرے خدا!" وہ اس طرح سسکی لے کر رہ گئی جیسے اسے اپنے نقصان کا بہت دیر بعد علم ہوا ہو۔ وہ رونے لگی اور ٹائیگر اگلی نشست سے اتر کر پچھلی نشست پر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ لڑکی کے کنول جیسے چہرے پر آنسو بہنے لگے۔ ٹائیگر اسے بغور دیکھتا رہا۔ یہ حقیقت تھی کہ لڑکی میں مقناطیسی کشش تھی۔

"ارے... یہ رو کیوں رہی ہو۔ کیا ہو گیا؟" ٹائیگر نے بڑی نرمی سے کہا۔ "سنو! میرا نام شہزاد ہے۔ میں ایک کیس کے سلسلے میں گلستان آباد سے یہاں آیا ہوں۔ یہ کرائے کی کار ہے لہٰذا تم جتنی دیر روتی رہو گی اس کا کرایہ بھی چڑھتا رہے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ تم یہ راؤنڈ جیت گئے شہزاد۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتی کہ تمہارا تعلق پولیس سے ہے اور میں صرف اس وجہ سے رو پڑی تھی کہ تم نے بڑی آسانی سے میرا ریوالور اپنے قبضے میں لے لیا ہے۔ ویسے یقین کرو کہ میں گولی چلانے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی تھی۔ ریوالور خود دیکھ لو۔ یہ سیفٹی پر ہے۔"

"مگر لوگوں کو قتل کرنے کا یہ طریقہ تو نہیں۔"

"میں قتل کب کرنا چاہتی تھی مگر تم کون ہو؟"

"میں...؟" ٹائیگر نے ہپ پاکٹ سے پرس نکالا جس میں اوپر تلے کئی کارڈ رکھے ہوئے تھے۔ اس نے پرس کھول کر دکھایا تو سب سے اوپر والا کارڈ پرائیویٹ سراغ رساں کا تھا جو گلستان آباد میں جاری ہوا تھا۔

"اوہ...!" وہ ایک طویل سانس لے کر رہ گئی۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا؟"

"فیروزہ...!" وہ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ "اب تک چلتی ہوں۔ میں تمہیں بھی کرنل کی طرح غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث سمجھ کر الجھی ہوئی تھی۔"

"تم بہت خوبصورت ہو فیروزہ۔" ٹائیگر نے یہ بات اگرچہ دل سے کہی تھی مگر اس کے پس پشت ایک خاص مقصد تھا۔ فیروزہ سے کچھ اگلوانے کا مقصد...!

فیروزہ کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"تم کرنل میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہی ہو۔ کیا تمہارا تعلق ایف۔ بی۔ آئی یا سی۔ آئی۔ اے سے ہے؟"

فیروزہ کی بڑی بڑی آنکھیں ٹائیگر کے چہرے پر جم گئیں۔ اگر کوئی دیکھ لیتا تو یہی کہتا کہ وہ اس کے چہرے کی آنکھوں سے جلا رہی ہے۔ "میں ایک وکیل کے لیے کام کرتی ہوں۔ اس کی معاون ہوں اور ہمیں علم ہے کہ کرنل غیر قانونی طور پر اسلحہ اسمگل اور فروخت کرتا ہے۔ چند آدمیوں نے ہمارے ایک کلائنٹ کو مشین گن سے بھون ڈالا ہے اگر ہمیں یہ ثبوت مل جائے کہ قاتلوں نے کرنل سے مشین گن حاصل کی تھی تو نہ صرف مقتول کے قاتل کیفر کردار تک پہنچ سکیں گے بلکہ غیر قانونی اسلحے کی تجارت کا یہ پورا کاروبار بھی دھڑام سے آن گرے گا۔ پلیز شہزاد! مجھے صرف اتنا بتا دو کہ کیا تم گودام سے ہو آئے ہو؟"

"میں کچھ نہیں کہہ سکتا فیروزہ۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو شہزاد... تم اگر تعاون کر سکتے ہو تو پھر ہم اس شخص کو اس کے انجام تک پہنچانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔" وہ ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "میں ہر قیمت پر اس شخص کو سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتی ہوں۔ ایسی موٹی سلاخوں کے پیچھے جو کبھی نہ ٹوٹ سکیں۔"

"یقیناً۔" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے اپنا سر ہلایا۔ "اور اسی کوشش میں تم نے مجھ پر نظر رکھی۔ مجھے عقبی کمرے میں جاتے ہوئے دیکھا پھر باہر آ کر یہ اندازہ لگایا کہ میں کس کار میں آیا ہوں۔ اس کے بعد تم میری کار میں چھپ گئیں تاکہ ریوالور کی نال کے زور پر مجھے قابو کر سکو اور اس طرح اپنے وکیل باس کی اعانت کا فرض ادا کر سکو۔"

وہ پہلی بار دلکش انداز میں مسکرائی اور اس کی خوبصورت آنکھیں ٹائیگر کے چہرے پر جم گئیں۔

"کیا میرے بیان میں کوئی خامی رہ گئی ہے؟" اس نے بڑی ادا کے ساتھ بالوں کو جھٹک کر پشت پر ڈالتے ہوئے پوچھا۔

"خامی...؟ خامیاں کہو فیروزہ ڈارلنگ... خامیاں...!" ٹائیگر مسکرا کر بولا۔

"چلو ٹھیک ہے میں جھوٹ بول رہی تھی۔" فیروزہ نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں اب بھی یہ جاننا چاہتی ہوں کہ کرنل کا گودام نما اسلحہ خانہ کہاں ہے؟ صرف اسٹریٹ نمبر ہی بتا دو پلیز!" وہ مسکرائی۔ "ایک سمجھوتا کر لو شہزاد... ساتھ کام کرنے کا معاہدہ زیادہ برا نہیں ہوگا۔"

ٹائیگر نے اسے بغور دیکھا اور پہلی بار اسے یہ احساس ہو گیا کہ اگر فیروزہ کی گلابی رنگت میں سیاہ پن شامل ہو جائے تو وہ اسے آنکھیں بند کر کے روبی سمجھ لے گا۔ روبی کا خیال آتے ہی اس کے دل میں گدگدی سی ہونے لگی۔ اسے یقین تھا کہ وہ اس وسیع و عریض دنیا کے کسی اور علاقے میں اپنا کام کر رہی ہوگی اور شاید اسے یہ بتایا بھی نہیں گیا ہوگا کہ ٹائیگر پر کیا گزر چکی ہے۔

اس نے سنجیدہ ہو کر ایک طویل سانس لی اور گہری نظروں سے فیروزہ کی طرف دیکھ کر بولا۔ "نہیں! میں تمہارے ساتھ اتفاق کے پار جا سکتا ہوں تمہیں ڈراپ تو کر سکتا ہوں لیکن تمہارے ساتھ کام نہیں کر سکتا کیونکہ میرے اور تمہارے کلائنٹ مختلف ہیں۔ کہو تو تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ آؤں؟"

وہ کھل کر [illegible] پڑی۔ اس کے موتیوں جیسے چمکتے دانت پل بھر کے لیے بجلی کی طرح چمکے لیکن پھر وہ فوراً ہی سنجیدہ ہو گئی۔ "میری کار سڑک پار ہی کھڑی ہے لہٰذا لفٹ کی پیش کش شکریے کے ساتھ مسترد کی جاتی ہے۔" اس کا انداز شاہانہ تھا۔ "تاہم اتنا تو بتا دو کہ تم کہاں رہتے ہو؟"

"اگر نہ بتاؤں تو...؟" ٹائیگر عقبی نشست سے اتر کر اگلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"تب پھر میں رینٹ اے کار والوں سے تمہارے بارے میں پوچھوں گی کیونکہ مجھے یقین ہے کہ یہ کرائے کی کار ہے۔ کہیں نہ کہیں سے تمہارا پتا مل ہی جائے گا۔" وہ شگفتہ لہجے میں بولی۔

"ضرور... ممکن ہے کہ تم اسی طرح مجھ تک پہنچ جاؤ۔" ٹائیگر نے اگنیشن پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

وہ مایوسی سے اسے دیکھتی رہ گئی۔

"کچھ بھی نہیں بتاؤ گے؟" اس کے لہجے میں عجیب سا تاثر تھا۔

"نہیں۔" وہ مسکرا دیا۔ "تم بہت حسین، دلکش، پرکشش اور نوجوان پولیس والی ہو لہٰذا تمہیں میرے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔"

فیروزہ کار سے اتری اور اس نے یقیناً جھنجھلا کر غصے سے دروازہ بند کیا کیونکہ دروازہ بند ہونے کی آواز بہت زوردار تھی۔ ٹائیگر نے زیر لب مسکراتے ہوئے کار آگے بڑھا دی۔

وہ اپنے ہوٹل پہنچا اور کمرے میں آ گیا۔ یہاں شہر کا مکمل نقشہ موجود تھا اور ایک سو تیسویں شاہراہ پر چیل اتھیں کے دائیں طرف ایک ایسا مقام نظر آ رہا تھا جو یقیناً بدنام ہوگا۔ اسے علم تھا کہ یہ علاقہ لامازیوں اور زرد چہرہ تائیوانیوں کا اڈہ ہے۔ وہ کچھ دیر تک سوچتا رہا اور پھر اس نے کمرے ہی سے بہرام کو فون کیا۔

"میں بلیک گولڈ کے خلاف کارروائی شروع کر رہا ہوں چیف!" اس نے ٹھوس لہجے میں کہا۔

"تنہا؟" بہرام کا لہجہ پرسکون تھا۔

"ہاں! تنہا... تم اور اوشان بھی مجھے تنہا ہی کسی مشن پر بھیجنا چاہتے تھے تاکہ یہ آزما سکو کہ میں ٹائیگر ہی ہوں یا کیڈٹ... لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ تم لوگوں کی خواہش پوری کر دوں۔" ٹائیگر کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا۔ اس نے ان دونوں کے دل کا چور پکڑ لیا تھا۔

"ٹھیک ہے تنہا ہی کام کرو۔" بہرام نے جواب دیا۔ "لیکن ضرورت پڑنے پر میرے بتائے ہوئے دو افراد سے ضرور رابطہ قائم کرنا۔" بہرام نے اسے دو نام بتائے۔ ان میں سے... یوجو رستی ایر ایا ایک سراغ رساں تھا جو پندرہ سال تک ہوٹل میں تعینات رہا تھا اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یک چینی تاجر تھا۔ باقی کام تمہیں خود کرنا ہے۔" یہ کہہ کر بہرام نے ریسیور رکھ دیا۔

ٹائیگر سیٹی بجاتا ہوا نیچے اترا۔ اس نے اخباروں کا بنڈل خریدا اور کمرے میں واپس آ کر پڑھنے لگا۔ وہ ہر اخبار میں ہر ایسی خبر پڑھ رہا تھا جس کا تعلق سب وے کی تباہی اور بلیک گولڈ کے اس اعلان سے متعلق تھی، جو ریڈیو پر نشر ہوا تھا۔

ان خبروں میں کوئی نئی بات نہیں تھی۔ مزید تباہی کی دھمکی والے اعلان کے الفاظ اور ان کی نشست و ترتیب سو فیصد ایک جیسی تھی۔ اس نے ان خبروں کو قینچی سے کاٹ کر اپنے سوٹ کیس میں رکھ لیا۔

اب وہ فرلی آٹو پینٹنگ کمپنی میں گھس کر چند لوگوں کو بیوقوف بنانے کا ارادہ رکھتا تھا۔

کچھ سوچ کر اس نے چینی تاجر لی وانگ کو فون کیا مگر وہ اپنی کمپنی میں نہیں تھا جبکہ بہرام نے جس سراغ رساں سے رابطہ قائم کرنے کا مشورہ دیا تھا، اس کے بارے میں تھانے سے معلوم ہوا کہ وہ دس سال قبل ریٹائر ہو چکا ہے۔

❖

اگلی صبح چھ بجے بیدار ہو کر ٹائیگر نے اپنے چہرے پر ہلکا سا میک اپ کیا تاکہ وہ لامازیوں کی بستی میں اجنبی نظر نہ آئے۔ اس نے یہ حرکت ایک عرصے بعد کی تھی اور ایسا کرتے ہوئے اسے بہت کوفت بھی ہو رہی تھی تاہم وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ پینٹنگ کمپنی میں کسی سفید رنگت والے فرد کو دیکھ کر وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں۔ وہاں قبل از وقت مار دھاڑ ہو اور اصل لوگ ہاتھ سے نکل جائیں۔

ایک سو تیسویں شاہراہ پر اسے دُور ہی سے وہ بلند عمارت نظر آ گئی جس پر فرلی آٹو پینٹنگ کمپنی کا خوبصورت نیون سائن لگا ہوا تھا۔ وہ عمارت کے قریب پہنچا تو وہاں زیادہ رش نہیں تھا تاہم کمپنی اور اس کے گیراج کھلے ہوئے تھے۔ وہ گاڑی کمپاؤنڈ میں چھوڑ کر اس کمرے کی طرف بڑھ گیا جس پر دفتر لکھا ہوا تھا۔ وہاں ایک دُبلی پتلی لامازی لڑکی ریسپشن پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کا منہ مسلسل چل رہا تھا۔ وہ یقیناً چیونگم کے کئی ٹکڑے چبا رہی تھی۔

"فرمایئے؟" اس نے منہ چلاتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے بارڈر اور پینٹ کی ضرورت ہے خاتون۔"

"اچھا!" وہ مسکرا کر بولی۔ اس نے باہر کمپاؤنڈ میں کھڑی ہوئی چمکتی ہوئی کار کو دیکھا۔ "آپ مجھے جھوٹے نہیں بولتے۔ تمہاری کار کو نہ تو نئے بارڈروں کی ضرورت ہے اور نہ ہی نئے رنگ کی۔۔۔

تمہاری گاڑی نئی چیونگم کی طرح نئی ہے۔"

"ہاں۔۔۔ لیکن مجھے اس کار کا رنگ پسند نہیں۔" ٹائیگر نے مسکرا کر وضاحت پیش کی۔

"اچھا یہ بات ہے۔"

"ہاں نئے پینٹ کا معاوضہ کیا ہو گا؟"

"چار کیٹیگری کے کلر ہوتے ہیں۔ اسی حساب سے چار مختلف قیمتیں ہوتی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے لڑکی نے بڑی روانی کے ساتھ تفصیلات بیان کر دیں، جو شاید اسے رٹی ہوئی تھیں۔

"قیمتیں تو زیادہ نہیں۔" ٹائیگر نے کہا۔ "لیکن پہلے میں فیکٹری کا جائزہ لینا چاہتا ہوں تاکہ یہ دیکھ سکوں کہ رنگ کرانے میں گاڑی کا تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔"

"ضرور۔" لڑکی بولی۔ اس کی عمر اٹھارہ سال ہو گی لیکن جسمانی ساخت سے وہ گیارہ بارہ سال کی لگ رہی تھی۔ "مگر یہاں اس کی اجازت نہیں۔ انشورنس کمپنی سے یہ معاہدہ ہے کہ کوئی غیر متعلقہ آدمی اندر داخل نہیں ہو گا۔" یہ کہتی ہوئی وہ مسکرا رہی تھی۔

"پھر بھی۔۔۔" ٹائیگر مسکرا تا رہا۔ "میں اپنے بچے کو یتیم خانے میں داخل کرانے سے قبل یتیم خانے کا ماحول ضرور دیکھوں گا۔ فرض کرو کہ اندر حفاظتی اقدامات نہ ہوں اور نئی گاڑی پر ڈینٹ پڑ جائیں تو اس کا ذمے دار کون ہو گا؟ اگر مجھے ورکشاپ وغیرہ دیکھنے کی اجازت نہیں ملی تو میں یہی سمجھوں گا کہ اندر گاڑیوں کی دیکھ بھال کا معقول انتظام نہیں ہے۔"

"اوہ۔۔۔!" ایک امیر گاہک کو ہاتھ سے نکلتے ہوئے دیکھ کر لڑکی نے فوراً انٹرکام کا بٹن دبایا۔ "ذرا میرے پاس آنا۔" اس نے کسی سے کہا اور ابھی وہ ریسیور رکھ ہی رہی تھی کہ ایک بلکہ نما شخص کمرے میں داخل ہوا۔

"لو۔۔۔ یہ آدمی محض پریشان کرنے کے لیے آیا ہے، اسے اٹھا کر باہر پھینک دو۔" لڑکی کا لہجہ اچانک ہی بدل گیا۔

لو کا سینہ فراخ تھا۔ بازو کی مچھلیاں آدھی آستین کی ٹی شرٹ میں صاف نظر آ رہی تھیں۔ وہ دو قدم آگے بڑھا اور پھر اس نے جیب سے چاقو نکال لیا۔ اس کے ہاتھ کی ہلکی سی جنبش سے پانچ انچ کا پھل باہر نکل آیا۔

"شرافت سے چلے جاؤ مسٹر!" لو نے غراتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر نے اسے فوراً ہی تول لیا۔ اس کا قد چھ فٹ سے زیادہ تھا۔ اس کے انداز سے چاقو کے استعمال میں مہارت جھلک رہی تھی لیکن وہ دست بدست لڑائی سے یقیناً واقف نہیں تھا۔ ٹائیگر مسکراتا رہا۔ اس نے دونوں شانوں کو قدرے سکیڑ لیا۔

"سنو لو!" اس کا لہجہ نرم تھا۔ "میں گاڑی پر پینٹ کرانے آیا ہوں، کسی ہنگامے کے لیے نہیں اور ان چاقوؤں سے تو میں ہمیشہ ہی دُور رہا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے وہ ایک قدم پیچھے ہٹا تو لو ایک قدم آگے بڑھ آیا۔ تاہم اس نے یہیں ایک غلطی کی۔ قدم اٹھانے کے دوران اس کی توجہ ٹائیگر پر مرتکز ہو گئی اور چاقو والا ہاتھ چار پانچ انچ پیچھے ہو گیا۔ اسی لمحے ٹائیگر کا ہاتھ کسی سانپ کی طرح آگے بڑھا اور اس نے چاقو والے ہاتھ کو دبوچ لیا۔ لو نے انتہائی بھیانک چیخ ماری، چاقو اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ اسی لمحے ٹائیگر نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ لو کسی باکسر کی طرح پلٹا مگر اب اس کی آنکھوں میں ٹائیگر کے لیے حقارت نہیں بلکہ احترام تھا۔ ٹائیگر نے اپنی ٹانگ گھمائی۔ لو قلابازی کھا کر چند قدم دُور ہو گیا۔ اگر یہ ٹانگ اس کی پنڈلی پر پڑ جاتی تو وہ یقیناً ایک ٹانگ پر چلنے والا ہو جاتا۔

اب لو کے پاس جوابی حملے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ چہرے کے سامنے رکھتے ہوئے انگلیاں کانٹوں کی طرح ٹیڑھی کیں اور ٹائیگر پر جھپٹ پڑا۔ یہ اس کی حماقت تھی۔ یہی حماقت کشیالے نے بھی کی تھی۔ وہ جونہی قریب آیا، ٹائیگر نے الٹا ہاتھ اس کے سینے پر رسید کیا اور پھر سیدھے ہاتھ سے کندھے پر ضرب لگائی۔ کڑاک کی آواز کے ساتھ ہی لو بلبلاتا ہوا زمین پر گر گیا۔ اس کے کندھے کی ہڈی چٹخ گئی تھی۔ وہ کسی کٹے ہوئے بکرے کی طرح تڑپ رہا تھا۔۔۔ چیخ رہا تھا۔

لڑکی یہ منظر دیکھتے ہی کمرے سے بھاگنے کے لیے پر تولنے لگی مگر ٹائیگر نے اس کی گردن پکڑ لی۔ یہ گرفت بہت دوستانہ تھی ورنہ لڑکی کی نازک گردن ٹوٹ بھی سکتی تھی۔ وہ اسے کھینچ کر لو کے قریب لے آیا۔ "تم نے آواز بھی نکالی تو میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔۔۔ حسینۂ عالم۔۔۔!"

لڑکی اتنی خوفزدہ تھی کہ اس کے حلق سے کوئی آواز نہ نکلی۔

پھر ٹائیگر نے جھک کر لو کی قمیص پھاڑ دی۔ چاقو اٹھایا اور انتہائی احتیاط کے ساتھ لو کے سینے پر پھیر دیا۔ باکسر کے سینے سے ناف تک چار انچ لمبی سرخ دھاری نمودار ہو گئی۔ اس نے دوسری مرتبہ اس دھاری سے نصف انچ دُور دوسری دھاری بنائی۔ اس سے بھی خون رسنے لگا۔ پھر ٹائیگر نے چاقو وہیں ڈال کر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میرے بیٹے چاقو کبھی نہ نکالنا لو۔۔۔!"

مگر لو تو خوف سے بے ہوش ہو چکا تھا۔ اب ٹائیگر سہمی ہوئی لڑکی کی طرف پلٹا جو بار بار ایک دروازے کی طرف دیکھ رہی

تھی۔ "ہاں جانم! یہ بتاؤ کہ یہ بند دروازہ کہاں لے جاتا ہے؟"

"سب۔۔۔ پینٹ شاپ میں۔"

"وہاں کون کون ہے؟"

"جو اور ایک نیا آدمی۔"

"چلو! ذرا وہاں کی بھی سیر کر آئیں۔ تم میرے آگے آگے چلو گی مگر وہیں جا ؤ گی جہاں میں کہوں گا۔ اگر تم نے کسی کو بھی خطرے کا سگنل دیا تو اپنا مصنوعی حسن بھی کھو بیٹھو گی، سمجھ گئیں؟"

"ہاں۔۔۔ ہاں سمجھ گئی۔" وہ بوکھلا اٹھی۔ وہ جانتی تھی کہ اگر اس کے چہرے پر چاقو سے دو دھاریاں بھی پڑ گئیں تو وہ کہیں کی نہیں رہے گی۔ تاہم اس کی آنکھوں میں اب ٹائیگر کے لیے نفرت ہی نفرت تھی۔

لڑکی نے خود دروازہ کھولا۔ وہ اس کے پیچھے دروازے سے گزرا۔ وہاں دو آدمی ایک تباہ شدہ کیڈلاک کی مرمت کر رہے تھے۔ ایک ویلڈنگ میں مصروف تھا تو دوسرا ڈینٹ نکال رہا تھا۔ ان دونوں نے ٹائیگر اور لڑکی کی طرف دیکھا تک نہیں پھر لڑکی اسے دوسرے حصے میں لے آئی جہاں دفاتر اور میٹنگ ہال تھے۔ یہاں بھی کوئی شخص نظر نہیں آیا۔

"تم کیا تلاش کر رہے ہو؟" لڑکی تنک کر بولی۔ تاہم ٹائیگر نے اس کا یہ سوال نظرانداز کر کے آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ اب وہ ایک ہال سے گزر کر کسی اور کمرے میں آ گئے تھے اور یہاں کی سجاوٹ سے صاف ظاہر تھا کہ یہ کسی عورت کا کمرا ہے۔ ڈبل بیڈ پر کئی تکیے رکھے ہوئے تھے۔ وہ ہال میں واپس آئے اور ابھی چند قدم ہی بڑھے تھے کہ لڑکی کسی ہرن کی طرح دوڑنے لگی۔ ساتھ ہی ساتھ وہ چلا رہی تھی۔ "اسے گولی مار دو سولن۔۔۔ گولی مار دو۔"

اسی لمحے عقب سے دھماکا سنائی دیا مگر لڑکی کی آواز سنتے ہی ٹائیگر ایک طرف جھک چکا تھا۔ گولی ہوا کے جھونکے کی مانند اس کے بہت قریب سے گزر گئی۔ ابھی گولی کے دھماکے کی گونج ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ ٹائیگر نے زقند بھری۔ اس نے لڑکی کو دبوچ لیا اور ڈھال بنا لیا۔

اب اس کے پاس حملہ آور کو دیکھنے کے لیے ایک دو سیکنڈ تھے۔ وہ ہال میں دو سو فٹ دُور کھڑی ہوئی تھی۔ اس نے دونوں ہاتھوں میں پستول تھام رکھا تھا۔ وہ چینی یا تائیوانی تھی۔ لڑکی نے اسے سولن کہا تھا۔ غالباً یہ وہی لڑکی تھی جس کا ذکر اخبار آزادی کے ایڈیٹر نے کیا تھا۔

"گولی چلاؤ سولن۔" لامازی لڑکی پھر چلائی۔ وہ بُری طرح کسمسا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہی تھی "میری فکر مت کرو۔"

ٹائیگر ایک لمحے تک سوچتا رہا۔ سولن واقعی دوسرے فائر کے لیے تر نوالہ رہی تھی اور اس مصیبت کو ٹالنے کا آسان طریقہ یہی تھا کہ ٹائیگر بھی ریوالور نکال لے۔ اس نے پلک جھپکتے میں کولٹ کا منہ نکال کر سولن کے پیروں کے قریب گولی ماری۔ سولن زیادہ دلیر ثابت نہ ہوئی اور اس کے ہاتھ میں کولٹ دیکھتے ہی چیخ مار کر ایک دروازے میں گھس گئی۔

ٹائیگر نے مسکرا کر لامازی لڑکی کو ایک ہاتھ سے اٹھا کر کندھے پر ڈالا۔ وہ بری طرح چیخ رہی تھی اور ہاتھ پیر مار رہی تھی۔ وہ اسے اسی طرح لیے کوریڈور میں آگے بڑھا۔ یہاں اسے ایک اور دروازہ نظر آیا جو بند نہیں تھا اور اس دروازے کے بعد زینہ تھا جو شاید بیرونی حصے میں لے جاتا تھا۔ ابھی وہ زینے پر قدم رکھ ہی رہا تھا کہ ایک لامازی بھاگتا ہوا پیچھے نمودار ہوا اور اس نے گولی چلا دی۔ اس کی گولی ٹائیگر کے سر کے اوپر سے گزر گئی۔ اب جوابی فائر کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ کولٹ کا منہ پھر گرجا اور لامازی کی کھوپڑی میں سوراخ ہو گیا۔ ٹائیگر کو بڑی کوفت ہوئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر میں گولی چلانے کی بجائے اس شخص کو اپنے ہاتھ سے مارتا تو زیادہ مناسب ہوتا۔ لامازی کی کھوپڑی ٹوٹتے اور بھیجا بکھرتے دیکھ کر لڑکی ہذیانی انداز میں چلانے لگی مگر ٹائیگر زینہ اترتا رہا۔ لڑکی کسی کھلونے کی طرح اس کے کندھے پر ہاتھ پیر مارتی رہی۔ نیچے ایک اور دروازہ تھا۔ اس نے جھانک کر دیکھا۔ یہ دروازہ باڈی شاپ میں کھلتا تھا۔ یہاں کئی گاڑیاں کھڑی تھیں جن کی باڈیاں ابھی نامکمل تھیں۔ ٹائیگر نے لڑکی کے کندھے پر ہلکا سا ہاتھ مار کر اسے فرش پر ڈال دیا۔ اب وہ دو دن سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتی تھی۔ پھر وہ باڈی ورکشاپ سے عام انداز میں نکل کر کمپاؤنڈ میں پہنچا۔ اپنی کار میں بیٹھا اور واپس چل دیا۔

وہاں جو کچھ بھی ہوا تھا، وہ اس امر کا مظہر تھا کہ ٹائیگر کے اندر موقع محل دیکھ کر کارروائی کرنے والے سراغ رساں نے تاحال جنم نہیں لیا ہے، وہ پرانا ٹائیگر ہی ہے، وہ ذرا سی بھی بات پر بھڑک کر خون ریزی شروع کر سکتا ہے۔ اس وقت اس کے ذہن میں یہ سوال بہرحال موجود تھا کہ یہ لوگ ورکشاپ دکھانے میں اتنی حیل و حجت کیوں کر رہے تھے؟ اسے نہ صرف ورکشاپ میں داخل ہونے سے روکا گیا بلکہ جب وہ اندر پہنچ گیا تو اسے قتل کرنے کی بھی کوششیں کی گئیں۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر اس ہنگامے کی خبر اخبارات میں شائع نہ ہوئی تو پھر یقیناً یہی ورکشاپ بلیک گولڈ نامی تنظیم کا اڈہ ہوگا۔

۷۷

انسپکٹر بادل کو اس قسم کی میٹنگوں سے سخت نفرت تھی لیکن میٹنگ میئر نے طلب کی تھی اور جس میں شرکت نہ کرنے کا مطلب اپنے خلاف کارروائی کو دعوت دینا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ میئر کی مخالفت دریا میں رہتے ہوئے مگرمچھ سے بیر کے مترادف ہے لہٰذا وہ اس میٹنگ میں موجود تھا اور ان چکنے چہروں کو گھور رہا تھا جو بظاہر عوام کے نمائندے تھے لیکن انسپکٹر بادل کو علم تھا کہ یہ خاص مفادات اور خاص طبقات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان میں جھونپڑی نشینوں کے ووٹ سے منتخب ہونے والے بھی تھے لیکن ان کے لباس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ جھونپڑی نشینوں کے قریب جانے سے بھی کتراتے ہیں۔ میئر ایک بڑی چرمی کرسی میں دھنسا ہوا تھا۔ اس کے دائیں طرف ایک فٹ پیچھے اس کا خصوصی نائب ریلی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی سب سے بڑی خوبی اس کی نااہلی تھی۔ میئر کے دائیں طرف والی کرسی پر انسپکٹر کا باس پولیس کمشنر براجمان تھا۔ پولیس کمشنر ہاشم کی توند نکلی ہوئی تھی اور صاف ظاہر تھا کہ میئر پر اس کا کافی اثر ہے۔ اس کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی "جناب میئر! میں ان بدبخت لامازیوں کی دھمکی پر ذرا بھی توجہ دینا وقت کا ضیاع سمجھتا ہوں۔ یہ کمبخت بلیک میلر ہیں۔ ہم نے ذرا بھی کمزوری دکھائی تو یہ ہمارے سر پر چڑھ کر بیٹھ جائیں گے۔ میرے لڑکوں کو کام کرنے دیں، وہ انہیں روند ڈالیں گے۔"

"ہمارے شہر میں کتنے سب اسٹیشن ہیں جو ان کا ہدف بن سکتے ہیں؟" میئر نے متفکر آواز میں پوچھا۔

"چالیس!"

"کیا تم ان چالیس اسٹیشنوں پر دو ہفتے تک کڑا پہرا لگا سکتے ہو اور یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ دو ہفتے بڑھ کر دو سال بھی ہو سکتے ہیں، ہاشم!"

"کیوں نہیں۔" چیف کمشنر نے فوراً کہا۔ "میرے پاس اتنی نفری ہے کہ سب اسٹیشنوں کی مسلسل نگرانی کرائی جا سکے۔"

"مضحکہ خیز!" ریلی نے اچانک لقمہ دیا۔ "کیا آپ نے سوچا کہ محض ایک سب اسٹیشن کی تعمیر نو پر کتنے بھاری اخراجات آئیں گے کمشنر... تین کروڑ روپے سے زیادہ خرچ ہوں گے اور یہ بھی ابتدائی تخمینہ ہے... اور اگر انہوں نے دوسری مرتبہ گرانڈ سینٹرل پر حملہ کر دیا تو کیا ہوگا؟ ایک ارب روپے سے زیادہ کا نقصان ہوگا۔ گرانڈ سینٹرل کی تعمیر پر نوے کروڑ روپے خرچ ہوئے تھے اور یہ سات سال پہلے کی بات ہے۔ میں آپ تمام حضرات کی توجہ میئر کی قائم کردہ اسپیشل کمیٹی کی اس سفارش کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ بلیک گولڈ کو ان کے مطالبے کے پیش نظر رقم ادا کر دی جائے۔"

انسپکٹر بادل مزید خاموش نہ رہ سکا اگرچہ اس نے کبھی کمشنر کی کاٹ نہیں کی تھی لیکن اس وقت وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔

"جناب میئر!" اس کی بھاری آواز کمرے میں گونجی۔ "میں نے اپنی اکیس سالہ پیشہ ورانہ زندگی میں بلیک میلنگ کے کئی کیس نمٹائے ہیں اور مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ اگر بلیک میلر کو ایک بار رقم ادا کر دی جائے تو پھر اس کا منہ کھل جاتا ہے۔ وہ بار بار مطالبات کرتا رہتا ہے اور بلیک میل ہونے والے کے پاس صرف دو ہی راستے رہ جاتے ہیں۔ پہلا یہ کہ وہ خودکشی کر لے اور دوسرا یہ کہ مطالبے کو ہر ماہ پورا کرتا رہے اور آخر میں کنگال ہو جائے۔ میرے نزدیک بلیک میل اور ہائی جیکنگ کے کیسوں سے نمٹنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ بلیک میلروں اور ہائی جیکروں کے مطالبات دو ٹوک انداز میں مسترد کر دیے جائیں۔ ان کو ان کی کمین گاہوں میں گھس کر مارا جائے یا پھر... کھلے میدان میں للکار کر انہیں بھسم کر دیا جائے۔ اگر آپ نے ان کا ایک مطالبہ تسلیم کر لیا تو پھر درجنوں چھوٹے بڑے گروپ آپ کو بلیک میل کرنا شروع کر دیں گے۔ یہ علاقہ عالمی دہشت گردی کا اڈہ بن جائے گا اور دہشت گردی لاطینی امریکہ سے منتقل ہو کر یہاں آ جائے گی۔"

"تمہارا تجزیہ محض امکانات اور قیاس پر مبنی ہے انسپکٹر بادل!" ریلی نے منہ بنا کر کہا۔ "تم ہمیں اس طرح خوفزدہ نہیں کر سکتے۔"

"میں چاہتا ہوں کہ تمہاری مسخ شدہ لاش اٹھانے کی نوبت نہ آئے ریلی!" انسپکٹر بادل کا لہجہ بہت خشک تھا۔

"آرڈر... آرڈر!" میئر نے گھبرا کر ہاتھ مارا۔ "اس قسم کی باتیں مناسب نہیں۔ مجھے اسپیشل کمیٹی کی سفارشات کا علم ہے جس نے تاوان کی ادائیگی کے لیے کہا ہے۔ میری تجویز یہ ہے کہ ہم ادائیگی کا اعلان کر دیں اور جب وہ رقم لینے کے لیے آئیں تو انہیں چوہے کی طرح دبوچ لیں۔ اس کے بعد ہم گرفتار ہونے والوں کو دوسرے دہشت گردوں کی گرفتاری کے لیے بطور چارا استعمال کریں گے۔"

"میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔" زبیر سلطان نے اپنی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے کہا۔ وہ اسٹریٹ اینڈ ٹریفک کنٹرول کا انچارج تھا۔ "کیا آپ حضرات میں سے کوئی بہتر ویل شاہراہ سے گزرا ہے؟"

لوگ خاموش رہے۔

"نہیں کوئی نہیں گزرا ہوگا کیونکہ وہاں سے گزرنا ممکن نہیں۔" زبیر سلطان نے سب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انہوں نے مزید تین سب اسٹیشنوں کو نشانہ بنا ڈالا تو پھر شہر میں ٹریفک کا نظام پوری طرح مفلوج ہو جائے گا۔ میری تجویز ہے کہ فی الحال رقم ادا کر کے مزید تباہی کو روکا جائے اور اس دوران ان کا قلع قمع کرنے پر غور کیا جائے۔ ان میں سے بعض تو رقم لینے کے لیے آئیں گے اور پکڑے جائیں گے۔"

اس بات پر ایک بار پھر کمرے میں موجود تمام افراد نے ایک ساتھ بولنا شروع کر دیا۔ کمرے میں بارہ افراد موجود تھے لہٰذا کان پڑی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ پھر آہستہ آہستہ شور بھنبھناہٹ میں بدل گیا۔ بادل اس وقت جھیل ایتھنیں کے کنارے اپنے کیبن کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ یہ کیبن اس نے تنخواہ سے نہیں بلکہ ایک کلب سے ملنے والی رقم سے خریدا تھا۔ اسے ایک پوکر کلب سے دو ہزار روپے مہینہ ملتے تھے اور یہ رقم اسے خبر رسانی کی مد میں ملتی تھی۔ اس کی بیوی اشنا کو بھی یہ احساس نہیں تھا کہ اسے کہیں اور سے بھی آمدنی ہوتی ہے۔ اسے دو روزہ تعطیل کا بھی انتظار تھا تاکہ وہ کیبن میں جا کر مکمل آرام کر سکے۔ اس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے میئر کی طرف دیکھا۔ اسے یقین تھا کہ یہ اجلاس ایک گھنٹے میں ختم ہو جائے گا۔ پولیس کمشنر امور کو اپنے ہاتھ میں لے لے گا اور وہ خود آزاد ہو جائے گا۔ اجلاس میں اس کی موجودگی کی وجہ صرف یہ تھی کہ دھماکے اس کے تھانے کی حدود میں ہوئے تھے تاہم کیس کی نوعیت ایسی تھی کہ تفتیش یقیناً اسپیشل سیل کے حوالے ہونی ہی تھی۔

بیس منٹ بعد میئر نے فیصلے کا اعلان کر دیا۔ "ہم یہی ظاہر کریں گے کہ بلیک میلروں کو رقم ادا کی جائے گی۔ اس کے بعد ایسے یقینی انتظامات کیے جائیں گے کہ رقم پہنچ کر واپس نہ جا سکے۔" یہ کہتے ہوئے میئر نے انسپکٹر بادل کی طرف دیکھا اور پھر کمشنر کی طرف۔ "ہاشم! میں چاہتا ہوں کہ یہ مشن انسپکٹر بادل کو سونپ دیا جائے۔ بادل کو ایسے لوگوں سے نمٹنے کا وسیع تجربہ ہے۔"

انسپکٹر بادل گنگ ہو کر رہ گیا۔ قہر درویش بجان درویش کے مصداق اسے بہرحال شکریہ ادا کرنا ہی پڑا۔

اس کے فوراً ہی بعد کمیٹیاں قائم کر دی گئیں جن کے اجلاس وقت ضائع کیے بغیر شروع ہو گئے۔ ایک کمیٹی کو رقم جمع کرنے کا کام دیا گیا اور کمیٹی نے جلد ہی یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ رقم مطالبے کے مطابق چھوٹے نوٹوں میں جمع کرے گی اور یہ نوٹ تمام چالیس بینکوں سے حاصل کیے جائیں گے۔

ٹھیک ایک بج کر تیس منٹ پر وہ ایک بار پھر پولیس چیف کے دفتر میں جمع ہوئے کیونکہ بلیک گولڈ نے کہا تھا کہ وہ ٹھیک دو بجے فون کرے گا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بادل، پولیس چیف پاکستان، پولیس کمشنر ہاشم اور دیگر نصف درجن افراد اسی فون کا انتظار کر رہے تھے۔ ان کا سارا دار و مدار اسی فون پر تھا۔ اگر وہ فون کرنے والے کو صرف تین منٹ کے لیے باتوں میں الجھا سکتے تو یہ معلوم ہو سکے گا کہ فون کس جگہ اور کس نمبر سے کیا گیا ہے اور اس طرح اس شخص کی گرفتاری بہت آسان ثابت ہو گی۔

گھنٹی بجتے ہی وہ سب اچھل پڑے اور ٹیپ ریکارڈر آن کر دیا گیا۔ ہاشم نے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے فون کی طرف دیکھا۔ گلا صاف کیا اور پھر ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو... میں پولیس کمشنر ہاشم بات کر رہا ہوں۔" اس کا لہجہ بھاری اور آواز کرخت تھی۔

"ظاہر ہے... اور کون ہو سکتا ہے بے بی!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"تم کون ہو؟" پولیس کمشنر کے چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"میں؟" دوسری طرف سے بولنے والے نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "محض یہ پتا چلانے کے لیے کہ میں کون ہوں تمہیں جگہ جگہ منہ مارنا پڑے گا کمشنر صاحب بہادر۔ میں بلیک گولڈ ہوں، لہٰذا احترام سے بات کرو۔ میں تمہیں ایک ایسا راز بتا سکتا ہوں جو تمہارے شہر کو پُر سکون رکھنے کا راز ہے۔ سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں۔" پولیس کمشنر کے ماتھے پر پسینے کی بوندیں جھلملانے لگیں۔ "میں سمجھ رہا ہوں۔ ہم تمہارا مطالبہ پورا کرنے کے لیے تیار ہیں۔ رقم کہاں پہنچائی جائے؟"

"سنتے رہو۔" بلیک گولڈ نے کہا۔ "مجھے جب تمہاری آواز سننے کا شوق ہو گا تو میں خود تمہیں بولنے کا حق دوں گا... سمجھ گئے؟"

"ہاں۔" کمشنر نے انتہائی بے چارگی سے جواب دیا۔ اس نے اسکرین کی طرف دیکھا جو ایک کونے میں رکھا ہوا تھا۔ اس پر نظر آنے والی لکیریں اس امر کی مظہر تھیں کہ ٹیلی فون ٹریس کرنے کا عمل شروع ہو چکا ہے۔ باقی تمام لوگ بھی بلیک گولڈ کی آواز سن رہے تھے جو پولیس چیف کے ٹیلی فون ڈیسک اسپیکر سے نکل رہی تھی۔

"گڈ۔ کان کھول کر سنو کمشنر! ہم اپنے آس پاس کسی بھی پولیس کار کو دیکھنا پسند نہیں کریں گے۔ تم خود ایک... شیورلیٹ میں آؤ گے اور تمہارے ساتھ کوئی خوبصورت سی... لیڈی کانسٹیبل ہو گی۔ کار وہی چلائے گی۔ یہ کار تمہیں شہر میں کسی جگہ کھڑی ہوئی ملے گی۔ کار کے اندر تمہارے اور تمہاری کانسٹیبل بہن کے علاوہ اور کوئی نہیں ہونا چاہیے۔ تمہاری گاڑی فلیٹ بش ایونیو سے فیض آباد میں داخل ہو گی۔ یہ تمہیں گاڑی چلنے کے بعد بتایا جائے گا کہ گاڑی کہاں رکے گی۔ اس کے لیے تم ایسا واکی ٹاکی ساتھ رکھو گے جس پر پیغام صرف وصول کیا جا سکتا ہو... ٹرانسمٹ نہ ہو سکے۔ اگر اس کے برخلاف کچھ کیا گیا تو لڑکی ماری جائے گی۔ گاڑی جب فیض آباد میں داخل ہو جائے گی تو تمہیں یہ بتایا جائے گا کہ گاڑی کہاں روکو گے۔ سن رہے ہو نا۔ میں کوئی بات دہرانے کا عادی نہیں ہوں اور دوسری اہم بات یہ ہے کہ لڑکی اکیلی ہو گی۔"

"میں سمجھا نہیں۔ پہلے تم نے کہا تھا کہ..."

"وہ تجویز منسوخ۔ تم اس کے ساتھ نہیں ہو گے۔ باقی تمام ہدایات وہی ہیں جو دے چکا ہوں۔ اب آگے سنو۔ وہ جب فیض آباد میں گاڑی روکے گی تو اسے مزید ہدایات ملیں گی کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس کا کوئی تعاقب نہ کرے ورنہ قیامت آ جائے گی۔ نوٹ تمہارے پاس ہیں اب شیورلیٹ کار تلاش کرو۔"

"ہاں۔" پولیس کمشنر نے کہا۔ اس وقت اسکرین پر واضح سگنل موصول ہوا کہ کال ٹریس ہو گئی ہے۔ کال ڈیلینش کے علاقے میں ایک پبلک بوتھ سے آ رہی تھی۔ سگنل موصول ہوتے ہی تمام ریڈیو کاروں کو اطلاع دے دی گئی کہ بوتھ میں موجود شخص کو زندہ گرفتار کر لیا جائے۔

"گڈ۔ اگلی بار تم سے بات ہو گی تو میں لکھ پتی بن چکا ہوں گا۔" ٹیلی فون اسپیکر سے آواز آ رہی تھی۔ "ویسے مجھے یقین ہے کہ تم لوگوں نے کال ٹریس کر ہی لی ہو گی۔ تمہارے جوان بوبی ٹریپ کے ماہر ہیں۔ ویسے میں نے یہ بات یونہی کہہ دی تھی۔ شاید تم میرا مطلب سمجھ رہے ہو۔"

اس کے بعد اسپیکر خاموش ہو گیا۔ اب ہلکی ہلکی سرسراہٹ کی آواز سنائی دے رہی تھی۔

"ہیلو..." کمشنر نے بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے کہا۔

"ہیلو... ہیلو!"

کوئی جواب نہ آیا تو کمشنر نے ریسیور رکھ دیا۔

ٹھیک ایک منٹ بعد ڈیسک ریڈیو پر سگنل ملا تو پولیس چیف نے بٹن آن کر دیا۔

"بوتھ میں کوئی نہیں ہے جناب۔" کسی پولیس افسر کی آواز آئی۔

"ٹھیک ہے۔ محتاط رہو۔" پولیس چیف غرایا۔ "اس نے بوبی ٹریپ کا ذکر کیا ہے۔"

☆☆

بوتھ پر بڑی احتیاط سے چھاپہ مار کر اس میں سے ایک ننھا سا ٹیپ ریکارڈر نکالا گیا اور بم اسکواڈ کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ انتہائی عام سا ٹیپ ریکارڈر تھا مگر اس کو ہاتھ لگانے والا کانپ رہا تھا۔ اس نے ٹیپ ریکارڈر کا کور کھول کر جھانکا مگر اندر کچھ نہیں تھا۔ اس نے بڑی احتیاط سے ریکارڈر کو ایک بم باسکٹ سے کور کیا اور پھر باسکٹ کی آہنی پلیٹ ٹیپ ریکارڈر کے پچھلے حصے پر لگانے لگا تاکہ اگر بم پھٹے تو باسکٹ اس کی تباہی روک لے۔ پلیٹ معاً کسی چیز سے ٹکرائی۔

توقع پوری ہو گئی۔ مرنے والے افسر کو اپنی موت کا سبب معلوم نہ ہو سکا۔ یہ بات دوسروں کو پتا چلی کہ نصف پاؤنڈ سی فور کا بم اس جگہ چھپایا گیا تھا جہاں بوتھ میں ٹیپ ریکارڈر رکھا گیا تھا اور جوں ہی افسر نے باسکٹ کی آہنی پلیٹ ٹیپ کے پیچھے رکھنی چاہی وہ بم سے ٹکرائی اور بم پھٹ گیا۔ دس افسر زخمی ہو گئے۔ ایک پٹرول کار میں آگ لگ گئی اور بلیک گولڈ کے خلاف پہلی گواہی... ٹیپ ضائع ہو گیا تھا۔

ٹیلی فون بوتھ سے صرف چند عمارتیں چھوڑ کر ایک دو منزلہ عمارت کی چھت سے عیلی یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں پر ایک چھوٹی سی مگر طاقتور دوربین تھی۔ دھماکا ہوتے ہی وہ مسکرانے لگا اور پھر دوربین جیب میں ڈال کر اس عمارت سے اترنے لگا۔

ایک گھنٹے بعد اس ضمن کی تمام تفتیش مکمل ہو گئی اور صرف اتنا ہی علم ہوا کہ ٹیلی فون بوتھ ایک گودام کے قریب ہے یہ بھی کہ کسی نے بوتھ میں کسی کو داخل ہوتے یا نکلتے نہیں دیکھا۔ پولیس کی درجنوں گاڑیاں ایک پرانی شیورلیٹ کی تلاش میں نکل گئیں اور آخر یہ گاڑی انھیں فیض آباد ہی کے ایک میدان میں کھڑی ہوئی مل گئی۔ گاڑی ہیڈ کوارٹر لائی گئی۔ کسی لا ماتری لیڈی پولیس افسر کو تیار کرنا مشکل ثابت نہ ہوا۔ یہ لیفٹیننٹ روشن تھی، کراٹے کی ماہر۔

رقم دو بھورے سوٹ کیسوں میں موجود تھی جنھیں انسپکٹر بادل نے عقبی سیٹ کے نیچے ٹھونس دیا۔ پھر ایک اور ٹیلی فون موصول ہوا جس میں ہدایت کی گئی کہ گاڑی ٹھیک تین بجے ہیڈ کوارٹر سے نکل جانی چاہیے۔ انھائیس سالہ لیفٹیننٹ روشن ٹھیک تین بجے گاڑی کمپاؤنڈ سے نکال کر لے گئی۔ ابھی اس نے فیض آباد کا پل پار ہی کیا تھا کہ اسے کھلے ہوئے واکی ٹاکی پر ہدایات ملنے لگیں۔

"لیفٹیننٹ روشن! چمن زار کے مغربی دروازے کی طرف جاؤ۔ وہاں سے بائیں طرف والے راستے پر پہنچ کر تمہیں دوسری ہدایت ملے گی۔ اوور اینڈ آل۔"

انسپکٹر بادل نے اپنے ہاتھوں میں دبے ہوئے ریڈیو پر پیغام سنا اور تھوک نگل کر رہ گیا۔ پھر اس نے اپنے واکی ٹاکی پر چالیس پٹرول یونٹوں کو ہدایت دی کہ وہ اپنی اپنی جگہ چوکس رہیں۔ یہ تمام یونٹ فیض آباد میں موجود تھے۔ انسپکٹر خود ایک پرائیویٹ کار میں تھا۔ اس نے عام سے کپڑے پہن رکھے تھے۔ مزید ایک فرلانگ آگے جا کر اس نے یونٹوں کو نئی ہدایت دی۔ "چمن زار کے اور قریب ہو جاؤ لیکن اتنا فاصلہ رکھو کہ کسی کو تم پر شبہ نہ ہو۔"

اس نے اپنی گاڑی چمن زار پر ڈالنے سے قبل ہی کیپ اتار کر صوفی ٹوپی پہن لی۔ قمیص کا کالر الٹ کر کے نیچے ڈال لیا اور ناک میں ایک اسپرنگ پھنسا لیا۔ اب اس کی ناک اوپر کو اٹھ گئی جس کی وجہ سے اس کا چہرہ ہی بدل گیا تھا۔ اس نے اپنی گاڑی چمن زار کے مغربی دروازے سے چند گز دور کھڑی کی چند ہی لمحوں بعد شیورلیٹ اس کے سامنے سے گزر گئی۔ اس نے... ادھر ادھر کا بغور جائزہ لیا مگر اسے لیفٹیننٹ روشن کی کار کے تعاقب میں کوئی اور گاڑی نظر نہیں آئی۔ وہ اتنی دیر تک ہی وہاں رک سکتا تھا کہ شیورلیٹ نظروں میں رہے اور پھر جب شیورلیٹ بائیں طرف جانے لگی تو اس نے بھی اپنی گاڑی اسی سمت میں ڈال دی۔ اس نے دونوں گاڑیوں میں اتنا فاصلہ ضرور رکھا کہ وہ مشکوک نہ ہو جائے۔ شیورلیٹ اور بادل کے درمیان کئی اور گاڑیاں بھی چل رہی تھیں۔ اس کے ذہن میں ایک بات بیٹھ چکی تھی... وہ یہ کہ بلیک میلر پکڑے جائیں گے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی کہ شہر کے بہترین پٹرولنگ یونٹ اس کی کمان میں تھے اور اسے یقین تھا کہ پروگرام کے مطابق دوسری گاڑیاں بھی اس کا تعاقب کر رہی ہوں گی۔ ان گاڑیوں کو واضح ہدایت تھی کہ وہ بادل کی کار سے ایک ایک میل دور رہیں۔ انسپکٹر کی گاڑی کی چھت پر آٹھ کا ہندسہ لکھا ہوا تھا اور وہ اپنی کار میں بیٹھے بیٹھے دو سو پٹرول کاروں سے رابطہ قائم کر سکتا تھا۔

کچھ دیر بعد اسے ایسا لگنے لگا جیسے شیورلیٹ تانڈر لوٹ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف جائے گی۔ جلد ہی شیورلیٹ چین تارا کے جنوبی حصے میں آگئی اور پھر وین ایکسپریس وے سے گزر کر ائر فیلڈ کے قریب سے گزر گئی۔ اب شیورلیٹ ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔

انسپکٹر بادل کو پہلی مرتبہ خوف کا احساس اس وقت ہوا جب اس نے آبشار والا روڈ دیکھا۔ یہاں ایک گاؤں کی طرف جانے والے راستے کا نشان بنا ہوا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ محض چند منٹ میں شہر کی حدود سے نکل جائیں گے اور ان کا رخ جزائر کی طرف ہو جائے گا۔ انسپکٹر بادل کو اس صورت حال کی توقع نہیں تھی اور اسی وجہ سے اس نے جزائر کے پٹرولنگ یونٹوں کو خبردار کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ وہ گرفتار کر سکتا تھا لیکن اسے یہ حق حاصل نہیں تھا کہ جزائر کی حدود میں داخل ہو کر اپنے شہر کی پٹرولنگ کاروں کو مدد کے لیے طلب کر سکے۔

اس نے بوکھلاہٹ کے باعث پولیس چیف سے رابطہ قائم کر کے اسے نئی صورت حال سے مطلع کر دیا۔

"خدایا!" چیف پھٹ پڑا۔ "میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ کوئی گڑبڑ ضرور ہو گی۔ لیفٹیننٹ روشن کو پیغام دو کہ وہ واپس چلی آئے... اسے فی الفور اپنے شہر کی حدود میں آنا ہے۔"

انسپکٹر بادل نے فوراً روشن سے رابطہ قائم کرنا چاہا مگر جب اس کی چھ کی چھ کوششیں ناکام رہیں تو اس کی پیشانی پر پسینہ جھلملانے لگا۔ اس نے اس کی اطلاع ایک بار پھر پولیس چیف کو دی۔

"چیف! ممکن ہے کہ روشن نے اس کا ریڈیو چین زاد کے قریب کوڑے کے گھر میں پھینکوا دیا ہو۔ ذرا وہاں چیک کر لیں۔" بادل نے کہا۔

اس دوران میں وہ پولیس چیف کو اپنی پوزیشن سے مطلع کرتا رہا اور پھر اچانک ہی چیف کی آواز سنائی دی۔ "میں نے جزائر کی فورس سے درخواست کی ہے کہ وہ روشن کی کار کو روک لیں۔ وہیں روکے رہیں یا پھر اپنی حفاظت میں اسے ہمارے شہر کی حدود تک پہنچا دیں۔ ساتھ ہی میں نے راستے میں آنے والے ہر گوٹھ اور گاؤں کی چوکیوں کو بھی یہی ہدایت دی ہے تاہم تم جانتے ہی ہو ان چوکیوں کی کیا حالت ہے۔ لہٰذا اب دار و مدار تم پر ہے بادل! روشن کے قریب پہنچو اور اسے گاڑی واپس لانے کے لیے کہو۔"

"بہت بہتر جناب!" بادل نے ریڈیو رکھ کر ایکسیلیٹر پر پورا بوجھ ڈال دیا۔ اب اس کی کار اڑ رہی تھی۔ اس نے جلد ہی روشن کی گاڑی کو جا لیا۔ اس نے دو مرتبہ گاڑی کو اوورٹیک کرنا چاہا مگر دونوں مرتبہ ناکام رہا۔ اس طرح دونوں گاڑیاں اسٹریم ویلج ویلی میں آگے پیچھے داخل ہو گئیں۔ اس نے ایک مرتبہ پھر گاڑی کو اوورٹیک کرنا چاہا مگر شیورلیٹ عین وقت پر روڈ کے وسط میں آگئی اور پھر ایک اور گاڑی ان دونوں کے درمیان میں حائل ہو گئی۔ اس گاڑی کو ایک پستہ قد لامازی چلا رہا تھا اور اس کی نیت واضح تھی کہ وہ بادل کو شیورلیٹ تک پہنچنے سے روک رہا تھا۔

بادل نے اپنے ریوالور پر ہاتھ رکھا مگر اس کا وقت گزر چکا تھا۔ "میرے خدا! اگر روشن ہاتھ سے نکل گئی تو؟"

یہ سوچ ہی بہت تکلیف دہ تھی اور روشن کے ہاتھ سے نکلنے کا مطلب ریٹائرمنٹ اور فاضل آمدنی سے محروم ہونا تھا۔

انسپکٹر بادل نے دانت پیستے ہوئے اسٹیئرنگ وہیل کو مضبوطی سے پکڑا اور پھر تیز رفتاری سے پستہ قد لامازی کی گاڑی کی طرف کار دوڑانے لگا۔ اس نے لامازی کی گاڑی کو سائڈ سے ٹکر ماری جس کے باعث لامازی کا ہاتھ بہک گیا اور اس کی گاڑی دائیں طرف گھومتی چلی گئی۔ بادل کو اسی موقع کی تلاش تھی۔ وہ لامازی کی گاڑی سے آگے نکلتا چلا گیا۔ اب شیورلیٹ ایک چڑھائی پر تھی۔ اس نے اپنی رفتار تیز کر دی ساتھ ہی اس نے اپنی گاڑی بائیں لین پر ڈال کر رفتار مزید بڑھانی شروع کر دی۔ لامازی کی گاڑی اب پھر پیچھے آ رہی تھی۔ اس کا اندازہ تھا کہ لامازی جنونی انداز میں گاڑی چلا رہا ہے اور پھر لامازی نے وہی حربہ استعمال کیا جو بادل استعمال کر چکا تھا۔ بادل کی فورڈ کے بمپر سے لامازی کی کار ٹکرائی۔ فورڈ ایک دھچکے سے آگے بڑھی اور اسی لمحے چڑھائی کے ساتھ ہی وہ خطرناک موڑ نظر آگیا جو دائیں طرف تھا۔ یہاں حد رفتار بیس میل تھی جبکہ فورڈ ساٹھ کی رفتار سے دوڑ رہی تھی۔ بادل نے اسٹیئرنگ کو زیادہ مضبوطی سے تھام کر گھمایا لیکن گاڑی موڑ پر پھسلنے لگی۔ وہ بدحواس ہو گیا۔ اس نے گاڑی پر قابو پانے کی کوشش کی مگر ایک بار پھر لامازی نے عقب سے ٹکر ماری اور فورڈ ریلنگ سے جا ٹکرائی۔ بادل کو ایسا لگا جیسے فورڈ ہوا میں معلق ہو گئی ہو۔ گاڑی واقعی ہوا میں معلق تھی اور اب نیچے کھائی میں گر رہی تھی۔

"نہیں..." بادل بہت زور سے چیخا۔ گاڑی گرتے ہوئے کسی چیز سے ٹکرائی اور بادل کو پٹرول کی بو محسوس ہونے لگی۔ اس نے نیچے دیکھا۔ گاڑی اب ایک سڑک پر گر رہی تھی۔ وہ مضبوطی سے بیٹھ گیا۔ اس نے خود کو بچانے کے لیے تیار کر لیا پھر ایک زوردار آواز کے ساتھ گاڑی نچلی سڑک پر گر گئی۔

بادل نے تیزی سے سیفٹی بیلٹ کھولنے کی کوشش کی لیکن اس کا دایاں ہاتھ مفلوج ہو گیا تھا اور اب کار میں دھواں بھی بھرنے لگا تھا۔ اس نے گھبرا کر اپنے ہاتھ کی طرف دیکھا کیونکہ وہ ٹوٹ.. چکا تھا۔ اس نے سر جھٹک کر بائیں ہاتھ کو استعمال کرنا چاہا۔ اسی لمحے اسے شانے اور سینے میں شدید ترین درد محسوس ہونے لگا۔ اس نے دانت پر دانت جما کر بائیں ہاتھ کو آہستہ اٹھایا کہ وہ سیفٹی بیلٹ تک آ ہی گیا۔ وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہونے ہی والا تھا کہ مخالف سمت سے ایک انتہائی تیز رفتار کار نمودار ہوئی اور پلک جھپکتے ہی میں اس کے پچھلے حصے سے ٹکرا گئی۔ فورڈ اچھلی، اس نے دو تین قلابازیاں کھائیں اور پھر ایک طرف الٹ گئی۔

بادل اب بھی ہوش میں تھا لیکن اب اس کے دونوں ہاتھ مفلوج ہو چکے تھے۔ سر میں بھی شدید تکلیف ہو رہی تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ آخر وہ اب تک زندہ کیوں ہے۔

اسی لمحے پٹرول کی ٹنکی میں دھماکا ہوا اور فورڈ کسی چتا کی طرح جلنے لگی۔ بادل کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے زندہ رہنے کی جدوجہد ترک کر دی۔ وہ کار سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ وہ قہقہے لگانے لگا کہ اب کوئی بھی یہ الزام ثابت نہیں کر سکے گا کہ اس نے رشوت لے کر جائداد بنائی تھی۔

◆

عبدل نے اپنی گاڑی ایک طرف روک کر پیچھے دیکھا۔ فورڈ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ وہ مسکرا کر اپنی گاڑی میں بیٹھا اور گاڑی آگے بڑھا دی۔ اسے یقین تھا کہ دولت سے بھری ہوئی شیورلیٹ پروگرام کے مطابق روک لی جائے گی۔ ایک دو فرلانگ دور پٹرول پمپ میں اس نے شیورلیٹ کی جھلک دیکھی تو مطمئن ہو کر سر ہلانے لگا۔ اس نے گاڑی پٹرول پمپ کے گیراج میں کھڑی کی۔ یہ گاڑی چند گھنٹے پہلے ہی چوری کی گئی تھی۔

عبدل نے اس لامازی لڑکی کو دیکھا جو شیورلیٹ میں کسی خوفزدہ چوہے کی مانند بیٹھی ہوئی تھی۔ اس وقت فتح کے نشے سے عبدل بے قابو ہو رہا تھا۔ دولت کا ڈھیر اس کے قدموں میں ڈالا جانے والا تھا۔ اس نے لڑکی کے قریب جانے سے پہلے نائیلون کا ایک ماسک چہرے پر چڑھا لیا اور پھر آگے بڑھ کر شیورلیٹ کا دروازہ کھول دیا۔

"کسی خوش فہمی میں نہ رہنا میری چڑیا۔" وہ غرا کر بولا۔ "اپنے ریوالور کو بھول جاؤ کیونکہ اس وقت تین طرف سے تم پر بندوقیں تنی ہوئی ہیں۔"

لیفٹیننٹ روشن ایک پل کے لیے ہچکچائی۔ اس نے گڑبڑ کا احساس اسی وقت کر لیا تھا جب پٹرول پمپ کے قریب راستہ بند ملا تھا اور اسے مجبوراً پٹرول پمپ میں داخل ہونا پڑا تھا۔ انہیں ہاتھ ہلا کر پمپ میں جانے کا حکم دینے والے بھی ماسک پہنے ہوئے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں اعشاریہ ۴۵ [illegible] تھے۔ پمپ بند تھا اور اس میں داخل ہوتے ہی روشن کو احساس ہوا تھا کہ اب سڑک پر سے گزرنے والے پولیس یونٹ بھی اس کی جھلک نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس کے پاس واکی ٹاکی بھی نہیں رہا تھا۔ وہ ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ غلطی خود اس کی اپنی تھی۔ اس نے خطرات کے احساس کے باوجود اس مشن پر آنے کے لیے خود کو پیش کیا تھا۔

روشن ایک طویل سانس لے کر گاڑی سے اتر آئی۔

"شاندار!" عبدل نے اس کا بھرپور جائزہ لے کر کہا۔ "چہرہ بھی اچھا ہے۔"

روشن خاموش رہی۔

"تم نے پروگرام اور منصوبے کے مطابق ہم تک امانت پہنچا دی ہے نا..." عبدل نے ہنستے ہوئے کہا۔ "کیا رقم پوری ہے؟"

"میں نے رقم گنی نہیں۔ جو دیا گیا وہی لائی ہوں۔" روشن نے بے خوفی سے جواب دیا۔ "عقبی سیٹ کے نیچے سے خود دیکھ لو۔"

"واہ... واہ!" عبدل چہک کر بولا اور گاڑی کی طرف بڑھ گیا۔ عقبی سیٹ کے نیچے بھورے سوٹ کیس رکھے ہوئے تھے۔ اس نے ایک سوٹ کیس گاڑی کے فرش پر رکھ کر اسے کھولا۔ باقی تینوں بھی اس کے قریب آ کر دولت کا نظارہ کرنے لگے۔ نوٹوں کے بنڈل دیکھ کر ان کے ہونٹ بے اختیار سیٹی بجانے لگے۔

"دیکھو!" عبدل نے جھوم کر کہا۔ "دیکھو۔ سونگھو۔ یہ اصلی نوٹوں کی مہک ہے۔"

وہ زور و شور سے باتیں کرنے لگے۔ اسی لمحے موقع غنیمت جان کر روشن ایک دروازے کی طرف کھسکنے لگی مگر اسی لمحے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کسی نے اُس کی کلائی دبوچ لی۔ ”ارے نہیں اب تم کہاں جاؤ گی، ابھی تو ہم نے تم سے باتیں بھی نہیں کیں۔“ یہ عبدل تھا۔ اس نے ایک ایسی حرکت کی جس کے باعث روشن غصے سے کانپ کر رہ گئی۔ اس نے بے اختیار گھٹنا عبدل کے پیٹ پر دے مارا مگر عبدل نے پیٹ بچالیا۔ گھٹنا عبدل کی ران پر لگا۔

ساتھ ہی عبدل نے اس کے زوردار طمانچہ مارا۔ روشن نے طمانچہ مارنے والے ہاتھ کو دونوں ہاتھوں میں پکڑ کر زور سے کھینچا۔ عبدل کے منہ سے زوردار چیخ نکلی اور پھر روشن کی ٹھوکر اس کے پیٹ پر لگی۔ عبدل فرش پر گر پڑا۔

یہ صورت حال دیکھ کر دو نقاب پوش اُچھل کر اس کی طرف آئے اور انھوں نے اُسے دبوچ لیا۔ روشن کو پہلی بار احساس ہوا کہ نقاب کے پیچھے بھیڑیے چھپے بیٹھے ہیں۔ پھر وہ ان دونوں سے باقاعدہ بھڑ گئی۔ وہ آخری وقت تک مزاحمت کرتی رہی اور جب اُسے ہوش آیا تو اس نے خود کو فرش پر پایا۔ اس کے ہاتھ پیر اس طرح بندھے ہوئے تھے جیسے وہ صلیب پر ہو۔ اس نے گھبرا کر اپنی آنکھیں بند کرلیں۔

❖

عبدل ڈیلی نے ریڈیو کھول دیا۔ اس وقت ریڈیو سے مغربی موسیقی نشر ہو رہی تھی۔ اُسے ایسا لگا جیسے پریڈ کے لیے مخصوص ڈرم بج رہا ہو۔ وہ خود بھی کافی عرصے تک ڈرمر رہا تھا۔ کار میں نوٹوں کے بنڈل بھرے ہوئے تھے اور وہ اُن کو چار حصوں میں تقسیم کر رہا تھا۔

”بس اب دلدر دور ہو جائیں گے۔“ اُس نے زیر لب کہا۔ وہ کچھ دنوں فوج میں رہا تھا جہاں لاابالی ہونے کے باعث اُسے ترقی نہیں ملی تھی۔ لہٰذا وہ فوج سے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔ پھر اُس نے اپنے چار ساتھیوں کو لے کر سرکلر ریلوے میں لوگوں کی جیبیں کاٹنی شروع کر دیں۔ پہلی واردات میں اُنھیں بیس روپے ہاتھ لگے تھے۔ پندرہ سال کی عمر میں اس نے پہلی بار چاقو استعمال کیا تھا اور ایسے گروہ میں شامل ہوگیا تھا جو بڑے لمبے ہاتھ مارنے میں بدنام یا مشہور تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب تعلیم لازمی قرار دے دی گئی تھی اور انتظامیہ نے اُسے زبردستی ایک اسکول میں داخل کرا دیا تھا۔ یہاں ایک ٹیچر کو چاقو مارنے پر اُسے نوّے دن کی سزا ہوئی تھی۔

عبدل نے گاڑی چلا دی۔ اُسے ماضی کی ایک ایک بات اچھی طرح یاد تھی۔ پہلی بار سزا ہونے کے بعد اس نے جرائم کی دنیا میں باقاعدہ قدم رکھ دیا تھا اور یہی وجہ تھی کہ رہائی کے بعد بھی پولیس والے اس پر نظر رکھنے لگے تھے۔ وہ لاابالیوں کے مخصوص علاقے میں رہنے لگا کیونکہ یہاں لاابالیوں کی گرفت پولیس سے کہیں زیادہ تھی۔ یہیں ایک سراغ رساں اس کے ہاتھوں قتل ہوا جب وہ ایک جوئے کے اڈے سے بھتہ لینے آیا تھا۔ ہوا یہ کہ سراغ رساں نے بھتے کی رقم میں اضافے کا مطالبہ کیا تو عبدل بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے سراغ رساں کو دھمکی دی کہ وہ اس کے بارے میں سب کچھ اخبار والوں کو بتا دے گا۔ اس پر سرکاری جاسوس گھبرا گیا اور اس نے عبدل کی پٹائی شروع کر دی لیکن اب عبدل بھی ماہر چاقو باز بن چکا تھا۔ پہلے تو پٹتا رہا اور پھر اس نے یکایک اپنا چاقو نکال لیا۔ سراغ رساں نے اپنے تن و توش کی مدد سے اس پر چھا جانے کی کوشش کی مگر یہی کوشش اُسے مہنگی پڑی۔ اُس نے سراغ رساں کی ناک کاٹنا چاہی تاہم ہاتھ بہک گیا اور چاقو کے تیز پھل نے سراغ رساں کا نرخرہ ادھیڑ دیا۔ شہ رگ کٹی تو وہ ڈھیر ہوگیا۔ عبدل کو اس کی جیب سے چار سو روپے ملے۔ بعد ازاں حکام نے سراغ رساں کی لاش بمشکل حاصل کی کیونکہ پوری بستی کا موقف یہ تھا کہ یہ سرکاری افسر ایک لڑکی کو اغوا کرنے کے لیے یہاں آیا تھا۔ اس قتل کا کوئی چرچا نہ ہوا اور اعلیٰ پولیس افسروں نے محکمہ کو بدنامی سے بچانے کے لیے حادثاتی موت کا اعلان کیا۔

اس وقت عبدل کی عمر سولہ سال تھی۔ وہ بلیک پینتھرز کا رکن بن چکا تھا۔ اس کے پاس نہ صرف ریوالور رہتا تھا بلکہ اُسے ٹھیک ٹھاک نشانہ بھی لگانا آگیا تھا۔ اس نے بلیک پینتھرز کے کئی اجلاسوں میں بھی شرکت کی، دو تین مرتبہ رہزنی کی وارداتوں میں بھی حصہ لیا۔ ایک ایسے پولیس مقابلے میں شریک ہوا جس کے دوران دو پولیس والے بھی مارے گئے۔ اس الزام میں پانچ پینتھرز کو گرفتار کیا گیا لیکن ثبوت نہ ملنے کی بنا پر وہ سب رہا کر دیے گئے۔

اٹھارہ سالہ عبدل ڈیلی نے پینتھرز سے تعلق ختم کر لیا۔ اصل بات یہ تھی کہ وہ انتہا پسند تھا اور پینتھرز میں انتہا پسندی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ ویسے بھی اب پینتھرز نے عدم تشدد کی پالیسی اختیار کر لی تھی اور وہ سیاسی محاذ پر زیادہ سرگرم تھے جبکہ عبدل کو سیاست محض منافقت نظر آتی تھی۔ پھر ایک مختصر جنگ

کے باعث اُسے بھی فوج میں بھرتی کر لیا گیا۔ یہاں عبدل نے دل جمعی کے ساتھ ہر قسم کے ہتھیاروں کا استعمال سیکھا۔ ہتھیاروں کے استعمال کا شوق اُسے ورثے میں ملا تھا لہٰذا جلد ہی اس نے چاند ماری کے میدان میں اپنی صلاحیتوں کا بہترین مظاہرہ کرنا شروع کر دیا اور اعلیٰ افسروں کی نظر میں آگیا۔ بعض اوقات ہاتھ سے چلائے جانے والے ہتھیاروں کے درست استعمال میں اس کے نمبر باقی تمام رنگروٹوں سے زیادہ ہوتے تھے۔ جب اس کے افسروں کو علم ہوا کہ وہ صرف ساتویں جماعت تک تعلیم حاصل کر سکا ہے تو وہ حیرت زدہ رہ گئے۔

ابتدائی اور بنیادی تربیت کے بعد اس نے دھماکہ خیز مواد کے استعمال کی تربیت حاصل کرنے کے لیے درخواست دی۔ ان میں بارودی سرنگیں وغیرہ بھی شامل تھیں۔ اس کورس میں بھی اس نے امتیازی نمبر حاصل کیے۔

پھر جب اُسے یہ اندازہ ہو گیا کہ وہ مکمل تربیت حاصل کر چکا ہے تو اس نے جان بوجھ کر ایسی حرکتیں شروع کر دیں کہ اُسے ڈسچارج کر دیا جائے۔ صرف دو ماہ میں اس پر بارہ الزامات لگ چکے تھے جن میں شراب نوشی، تاخیر سے کیمپ آنا، بات بات پر افسروں سے الجھنے کے علاوہ یہ سنگین الزام بھی تھا کہ وہ افسران ترقی نہ ملنے پر وہ فوج میں نفرت پھیلا رہا ہے۔ افسر اس سے ہمدردی رکھتے تھے کیونکہ انھیں اس میں ایک اچھا انسان نظر آتا تھا یہی وجہ تھی کہ اسے کوئی سزا نہ ملی۔ صرف ڈسچارج کر دیا گیا۔ عبدل چاہتا بھی یہی تھا۔ وہ ایک بار پھر اپنی بستی میں آگیا اور اس نے اپنے منصوبے کے مطابق ڈیلیم میں اپنی خفیہ تنظیم کی بنیاد رکھی۔ آہستہ آہستہ اس کے ساتھ چند [illegible] آ ملے۔ انھوں نے سب سے پہلے اتنی رقم جمع کرنے کا ارادہ کیا کہ کاروبار شروع کر سکیں تاکہ تمام غیر قانونی سرگرمیاں اسی کاروبار کی آڑ میں رہیں۔ اس وقت عبدل کی عمر تئیس سال ہو چکی تھی اور اس کے پاس اتنا سرمایہ تھا کہ اس نے ایک پرانی آٹو میٹک فرم خرید لی تھی۔ یہی وہ موسم تھا جب عبدل ڈیلی کی سرگرمیاں اچانک بڑھ گئیں۔

بلیک گولڈ چار سال تک ایک خفیہ تنظیم رہی۔ ان چار سالوں میں بلیک گولڈ کے پاس سرمایہ بھی جمع ہو گیا، بدعنوان رابطے بھی بن گئے اور اس کے کارکن ہدف کو حاصل کرنے کی تربیت سے بھی بخوبی واقف ہو گئے۔ انھی چار برسوں میں عبدل کو منشیات کے میدان میں ایک ممتاز مقام حاصل ہو گیا۔

دراصل وہ ہیروئن کا ہول سیلر بن چکا تھا۔ اہم بات یہ تھی کہ اس کے اڈے پر کبھی چھاپا نہیں پڑا تھا اور اس کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے ضلع کے پولیس والوں کی خاص خدمت کرتا رہتا تھا۔ اس نے ہیروئن سے ہونے والی آمدنی کو دوسرے مقاصد کے لیے بھی استعمال کرنا شروع کر دیا۔

اب سرمایہ مسلسل آ رہا تھا تاہم اُسے اب بھی مزید رقم کی ہوس تھی، وہ کروڑپتی بننا چاہتا تھا لہٰذا عبدل نے ایک نئی منصوبہ بندی کی اور بلیک گولڈ کو سیاسی دہشت گردی کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔

وہ بالآخر سیاسی اقتدار حاصل کرنے کا ارادہ کر چکا تھا۔ سیاست کے لیے رقم کی ضرورت تھی اور رقم حاصل کرنے کے لیے دہشت گردی کے علاوہ اور کوئی آسان راستہ نہیں تھا۔ عبدل نے بلاتامل اس راہ پر چلنے کا ارادہ کر لیا، اور اب رقم کی پہلی کھیپ اُس کے پاس موجود تھی۔ وہ اپنے دوسرے منصوبوں کو بھی جامہ پہنانے کا عمل شروع کر سکتا تھا۔

عبدل نے اپنی گاڑی چلانے والے ساتھی سولن کی طرف دیکھا۔ یہ شخص پڑوسی ملک کے ایک قبائلی علاقے میں معتبر اسمگلر تھا اور ہیروئن کی اسمگلنگ عبدل نے اسی سے سیکھی تھی۔ یہ شخص قبائلی علاقے کے اس سب سے بڑے اسمگلر کا خاص کارندہ تھا جو ہیروئن کی کئی فیکٹریاں چلاتا تھا۔ اب حال ہی میں اس شخص نے سولن کو اپنے مفادات کا نمائندہ بنا کر عبدل کے پاس بھیجا تھا۔ سولن کی مدد سے عبدل کو اسمگل شدہ ہیروئن ملتی تھی اور وہ نقد ادائیگی کرتا تھا۔ سولن اور اس کا گروہ عبدل کی تنظیم کی مدد بھی کرتے تھے۔

اس لوٹ کھیل میں عبدل کو اب ہیروئن سے زیادہ سولن سے دلچسپی محسوس ہونے لگی تھی اور سولن نے بھی خود کو غیر مشروط طور پر عبدل کے حوالے کر دیا تھا۔ عبدل کو علم تھا کہ سولن چھاپہ مار جنگ کی تربیت لے چکا ہے لیکن ابھی تک سولن نے اپنی ان صلاحیتوں کا کوئی مظاہرہ نہیں کیا تھا۔ ویسے ایک روز اُسے یہ معلوم کر کے بڑی حیرت ہوئی تھی کہ سولن قبائلی اسمگلر کی ذاتی فوج میں شامل تھا اور اس نے ایسی کئی سرحدی چوکیوں پر کامیاب حملے کیے تھے جو ہیروئن کی اسمگلنگ روکنے کے لیے قائم کی گئی تھیں۔ عبدل ان لوگوں سے بہرحال پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا اور اس کے ذہن میں مستقبل کے لیے ایک خاص منصوبہ بھی موجود تھا جس میں ان [illegible] کے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیے کوئی گنجائش نہیں تھی۔

کار گلشن آباد میں داخل ہوئی تو عبدل سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اس نے اپنے بالوں پر ہاتھ پھیر کر طویل سانس لی۔

کچھ دیر بعد جب گاڑی ڈیلی پٹنگ شاپ میں داخل ہوئی اور عقب میں پھاٹک بند کر دیا گیا تو عبدل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ یہ کامیابی اور فتح کا قہقہہ تھا۔ "بھائیو اور بہنو!" اس نے نوٹوں کا ایک بنڈل ہاتھ میں لے کر لہراتے ہوئے کہا۔ "ہم جیت گئے ہیں۔ دو کروڑ روپے کی شرط ہم جیت گئے ہیں۔" عبدل کو دیکھ کر نکل آنے والے یہ سن کر خوشی سے ناچنے لگے۔ عبدل نے کہا۔

"آج شاندار ضیافت کا انتظام کیا جائے جس میں خاص لڑکیاں بھی لائی جائیں۔" عبدل ڈیلی نے جھوم کر کہا۔ اسی لمحے سولن دوشیزہ ہوئی اور دیوانہ وار اپنی وارفتگی کا مظاہرہ کرنے لگی۔

"میں پوری رقم خود گنوں گی عبدل ڈارلنگ!" وہ کسی بلبل کی طرح چہک رہی تھی۔

"ضرور..." عبدل نے نوٹوں کے تمام بنڈل سب سے پہلے ایک بڑے تھیلے میں بھرے اور پھر تھیلا کندھے پر ڈال کر سولن کا ہاتھ تھامتا ہوا کمرے میں آ گیا

اس نے تمام نوٹ بیڈ پر بچھا دیے اور کہا۔ "دیکھو... کتنے حسین نوٹ ہیں سولن!"

"ہاں!" سولن نے قہقہہ لگا کر نوٹوں کو مٹھیوں میں بھرا اور اس پر نچھاور کرنے لگی۔ پھر معاً سنجیدہ ہو گئی۔

"خیریت سولن! اس وقت اس سنجیدگی کا کیا مطلب ہے؟" عبدل نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی گڑبڑ ہو رہی ہے عبدل!" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "آج یہاں ایک شخص آیا تھا۔ مقابلے کے بعد وہ فرار ہو گیا۔ مقامی ہی تھا مگر رنگت زیادہ صاف تھی۔ وہ ایک آدمی کو قتل بھی کر گیا ہے۔"

"فکر مت کرو۔" عبدل پر دو کروڑ روپے کا نشہ سوار تھا۔ "ہمارا راستہ کوئی نہیں روک سکتا۔"

"مگر میں پریشان ہوں ڈارلنگ۔"

"سب کچھ بھول جاؤ ڈارلنگ۔" عبدل نے آگے بڑھ کر کمرے کا دروازہ مقفل کر دیا۔

نصف شب ہوئی تو سولن نے اسے بیدار کر دیا۔

"کیا بات ہے؟" عبدل کا لہجہ مخمور تھا۔

"میں ایک خوشخبری سنانا تو بھول ہی گئی عبدل!" سولن کا لہجہ محبوبانہ تھا۔

"وہ کیا؟" عبدل بھی چونک اٹھا۔

"چانگ آج ہی یہاں پہنچا ہے۔ چانگ... پاؤں چانگ، ہانگ کانگ میں رہنے والا میرا خاص آدمی۔"

عبدل اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ ہتھیلی سے اپنی گردن سہلانے لگا۔ وہ کچھ سوچ رہا تھا۔ "کیا وہ مطلوبہ سامان بھی لے کر آیا ہے سولن؟" اس نے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔ قبائلی علاقے سے ہوتا ہوا آیا ہے۔ اس وقت سو رہا ہے۔ اس نے مجھے اتنا بتایا ہے کہ اس کے بیگیجز میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ تو بیگیجز میں دیکھتے تمہارے کسٹمز افسروں کی حماقت پر بہت ہنسی آ رہی تھی۔ انھوں نے اس کا سوٹ کیس کھولا تک نہیں۔"

"اس نے کیمیکلز کا کیا نام بتایا ہے؟"

"ایکس ے ہم ہم۔"

"شاندار۔ کیا ایکس ے ہم ہم وہی کام کر سکتا ہے جس کا اس نے ذکر کیا تھا سولن؟"

"اس بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ابھی تک ایکس ے ہم ہم کا کوئی بڑا تجربہ نہیں ہوا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ مطلوبہ نتائج ضرور دے گا۔"

"شاندار۔" عبدل کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "اب وہ بار بار خراج ادا کریں گے بیبی سولن!"

وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔

"کچھ اور بھی سوچ رہی ہو کیا؟" عبدل نے آنکھ مار کر سولن سے پوچھا۔

"نہیں۔ صرف یہ چاہتی ہوں کہ جب ایکس ے ہم ہم کا استعمال کیا جائے تو ہم دونوں بہت دور ہوں۔"

"ٹھیک۔" وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ "میں جانتا ہوں کہ ایکس ے ہم ہم اعصابی گیس ہے۔"

"نہیں عبدل۔ وہ محض اعصابی گیس ہی نہیں ایک تیز اور شدید وائرس بھی ہے۔ انسانوں کے لیے انتہائی مہلک۔ یہ وائرس جلدی نہیں مرتا۔ اگر اس کا مناسب استعمال کیا جائے تو گلشن آباد

کی آدھی آبادی محض چوبیس گھنٹے میں مر سکتی ہے۔"

ڈیلی آؤٹ پٹنگ سے نکل کر ٹائیگر نے گاڑی کا رخ ہوٹل علی شان کی طرف کر دیا۔ اسے ابھی اس تائیوانی تاجر سے بھی رابطہ قائم کرنا تھا جس کا ذکر بہرام نے کیا تھا۔ اس نے ڈائننگ ہال میں قبل از وقت پہنچ کر عیاشی کی لیکن یہ عیاشی سادے چاولوں تک محدود رہی۔ پھر اس نے کمرے میں پہنچ کر تمام اخبارات کا پھر سے مطالعہ کیا۔ فردوس ٹائمز نے بلیک گولڈ کے بارے میں ایک راؤنڈ اپ اسٹوری شائع کی تھی جن میں ان دو افراد کا ذکر تھا جو پولیس کے ریکارڈ میں محفوظ تھے۔ تنظیم کی ہیئت کے بارے میں بہرحال محدودے چند ہی معلومات تھیں۔ راؤنڈ اپ میں جن دو افراد کے نام تھے وہ پہلے ہی جیل میں بند تھے۔ ٹائمز نے ڈیلی پٹنگ کمپنی کا کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ راؤنڈ اپ کے آخر میں ایسے چار گروپوں کے نام تھے جن کو دہشت پسند کہا جاتا تھا۔ ٹائیگر نے پہلے ان میں سے کسی کا نام نہیں سنا تھا۔ وہ کچھ سوچتا رہا اور پھر اس نے [illegible] بہرام کے نمبر ملائے۔ پہلی ہی گھنٹی پر ریسیور اٹھا لیا گیا۔ چند سیکنڈ تک خاموشی طاری رہی، شاید کمپیوٹر بہرام کو [illegible] کر رہا تھا۔

"کہاں ہو ٹائیگر؟" اس نے بہرام کی مضطرب آواز سنی۔ وہ یقیناً اس کے بارے میں پریشان تھا۔

"میں بخیریت ہوں، اور آپ دونوں کی خیریت تک مطلب چاہتا ہوں۔ دیگر احوال یہ ہے کہ کیا آپ نے ٹائمز میں شائع ہونے والے گروپوں کے نام پڑھ لیے ہیں؟"

"ہاں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اب تم اندھیرے میں تیر چلانے کی پرانی حرکت ترک کر رہے ہو؟"

"نہیں سویٹ ہارٹ۔" ٹائیگر نے ہنس کر کہا۔ "اندھیرے میں تیر چلا چکا ہوں۔ مجھے ان گروپوں کے بارے میں معلومات درکار ہیں۔"

"ایک منٹ ہولڈ کرو۔"

ٹائیگر طویل سانس لے کر دیوار کو تکنے لگا۔ وہ جانتا تھا کہ بہرام اپنے کمپیوٹر سے بات کر رہا ہے۔ ٹھیک تیس سیکنڈ بعد اسے بہرام کی آواز سنائی دی۔ "ان میں سے ایک گروپ بلیک ماسک ماضی میں سرگرم رہ چکا ہے۔ ممکن ہے تم اسی گروپ کے ذریعے بلیک گولڈ تک پہنچ سکو۔"

"بلیک گولڈ کے بارے میں اور کوئی اطلاع؟"

"ہاں۔" بہرام کا لہجہ اب کاروباری سا تھا۔ "اس نام کا گروپ دیوان گڑھ میں بھی سرگرم رہ چکا ہے۔ یہ چھ ماہ قبل کی بات ہے لیکن پھر اس کے لیڈر کو ہیروئن کا دھندا کرنے پر قید ہو گئی اور اس کے بعد وہاں کبھی بلیک گولڈ کا نام نہیں سنا گیا۔"

"ممکن ہے دیوان گڑھ والا گروپ اسی بلیک گولڈ کی کوئی شاخ ہو جو یہاں سرگرم ہے۔"

"بہت ممکن ہے۔" بہرام نے جواب دیا۔ "تم اب تک کیا کرتے رہے ہو؟"

"میں!" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے دیوار کو آنکھ ماری اور پھر اب تک کے تمام واقعات بہرام کو سنا دیے۔

"ٹائیگر!" بہرام کی آواز اچانک ہی ملائم ہو گئی۔ "بہت محتاط رہنا۔ انتہائی محتاط۔ میں جانتا ہوں کہ تمہیں محتاط رہنے کی ہدایت کرنا ایسا ہی ہے جیسے کوئی طوفان میں کسی کو دور سے پکارے لیکن میں..."

"کیا میں اب بھی وہی مجبور و ناتواں آدمی ہوں جسے شیلا اٹھا کر لے گئی تھی چیف؟" ٹائیگر معاً سنجیدہ ہو گیا۔

"نہیں۔" بہرام نے فوراً جواب دیا۔ "میں یہ نہیں کہوں گا کہ تم ناتواں آدمی ہو... لیکن بقول اوشان تمہیں پرانی توانائی پوری طرح واپس نہیں آئی ہے اور اگر تم پرانے ٹائیگر ہوتے تب بھی میں بلیک گولڈ کے مقابلے میں محتاط رہنے کی ہدایت کرتا کیونکہ میری اطلاعات کے مطابق وہ لوگ انتہائی سفاک ہیں۔"

"ٹھیک ہے چیف۔ میں محتاط رہوں گا۔" ٹائیگر نے کہا۔

"اوشان کہاں ہے؟"

"یہیں جہاں میں ہوں۔"

"اور آپ کہاں ہیں؟"

"وہیں۔" بہرام نے جواب دیا اور پھر خود ہی رابطہ منقطع کر دیا۔

ٹائیگر نے ٹیلی فون کے ذریعے ہی بعض ضروری معلومات حاصل کیں اور پھر بلیک ماسک کا پتا حاصل کر لیا۔ نہا دھو کر اس نے کپڑے بدلے۔ ڈارٹ گن اپنی بیلٹ میں لگائی جس میں عام طور سے کولٹ کا ماڈل لگا رہتا تھا۔ اسے ڈارٹ گن کولٹ کے ماڈل کے مقابلے میں زیادہ پسند تھی کیونکہ اس سے مہلک گولیاں نہیں گہری نیند سلا دینے والی ننھی سوئیاں نکلتی تھیں۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس سوچ کے پہنچتے ہی اعضاء میں شدید درد اور بے چینی... محسوس ہوتی تھی اور سیکنڈوں میں ہی اس کا شکار گہری نیند سو جاتا تھا۔

بلیک ماسک کا ہیڈ کوارٹر شاہجہان اسٹریٹ کے قریب شاہراہ نمبر ۱۱۶ پر ہی مل گیا۔ پہلی نظر میں کوئی بھی اُسے ایک عام سا رہائشی ہوٹل کہہ سکتا تھا لیکن جونہی وہ دروازے کے قریب پہنچا اُسے کالے جادو کا مخصوص نشان اور علامت نظر آئی۔ دروازے پر ایک بڑا پوسٹر لگا ہوا تھا جس پر مختلف زبانوں میں ایک ہی جملہ لکھا ہوا تھا: "خوش آمدید برادر"۔

ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے سر کو خم کیا اور اندر چلا آیا۔ اس نے خود کو ایک ایسے بڑے کمرے میں پایا جو کسی پرانے ڈرائنگ روم کی طرح سجا ہوا تھا۔ تمام دیواروں پر کالے جادو سے متعلق تصویریں سجی ہوئی تھیں۔ ابھی وہ دیواروں کا جائزہ ہی لے رہا تھا کہ اُسے کسی نے پکارا۔

"کیا چاہتے ہو نوجوان؟"

وہ تین دراز قد کم عمر نوجوان تھے۔ تینوں رنگ اور خدوخال سے لابانڈی ہی نظر آ رہے تھے۔ اُن کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اپنا دفاع کرنے کے لیے پوری طرح تیار ہیں۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" ٹائیگر نے جواب میں سوال دے مارا۔ "اور تمھارا انداز اتنا جارحانہ کیوں ہے؟"

اُن میں سے ایک نوجوان بہت بے صبرا تھا۔ وہ سر جھکا کر کسی ارنے بھینسے کی طرح ٹائیگر کی طرف لپکا۔ ٹائیگر اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ باقی دونوں کو یقین ہو گیا کہ اُن کے ساتھی کے سر کی ٹکر سے اس نووارد کی پسلیاں چٹخ جائیں گی لیکن پھر وہ حیرت سے آنکھیں ملنے لگے۔

جس وقت انھیں یہ یقین ہوا کہ اب سر سینے سے ٹکرانے والا ہے اُسی لمحے ٹائیگر ایک طرف ہٹا اور لابانڈی بھینسا ڈکراتا ہوا زمین چاٹنے لگا۔ انھوں نے ٹائیگر کا ہاتھ اٹھتے اور پھر اپنے ساتھی کی گردن پر گرتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ لابانڈی نوجوان گرنے سے قبل ہی بے ہوش ہو چکا تھا۔

وہ دونوں سہم کر رہ گئے۔

"بس... سنو!" ان میں سے ایک نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ بات خوفزدہ ہونے کی ہی تھی کیونکہ ان کے بس ساتھی نے ٹائیگر پر حملہ کیا تھا۔ وہ رفتار اور قوت کے اعتبار سے بے مثال تھا۔ "ہم... تم سے لڑنا نہیں چاہتے۔ محض اپنا کام کر رہے ہیں۔ تم کیا چاہتے ہو؟"

"چند اطلاعات۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔

"اطلاعات... کیسی اطلاعات۔ ہمارے پاس بہت سی اطلاعات ہوتی ہیں۔ ہمارا کاروبار بھی ہے۔"

"تم نے جو لباس پہن رکھا ہے کیا یہ کسی قسم کی وردی ہے؟" ٹائیگر نے اُن کی سیاہ پتلون اور سیاہ قمیص کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، یہ ہماری یونی فارم ہے۔"

"کیا تم ہی بلیک ماسک گروپ ہو؟" ٹائیگر کے لہجے میں پہلے جیسی روانی اور بھولپن واپس آ رہا تھا۔ وہ ٹیلا سے ملاقات سے قبل اسی قسم کے براہ راست سوال پوچھا کرتا تھا۔

"بلیک ماسک ہم ہی ہیں۔ یہ لابانڈیوں کے تشخص کی علامت ہے۔ ہم دس ہیں اور لابانڈیوں کے مساوی حقوق کی خاطر جدوجہد کر رہے ہیں۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ سب انسان برابر کا درجہ حاصل کر لیں۔ اس لیے ہم پمفلٹ، پوسٹر اور بیانوں کے ذریعے اپنے موقف کی تبلیغ کر رہے ہیں اور..."

"اس کے علاوہ تم سب ویڈیو اسٹیشنوں کو تباہ کر کے بھی اپنے مطالبات منواتے ہو۔" ٹائیگر نے خوشگوار لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ ہرگز نہیں۔" نوجوان کی آنکھیں نارمل سائز سے دوگنی ہو گئیں۔ "تم ہم پر یہ الزام نہیں لگا سکتے۔ تم... کیا تم پولیس سے تعلق رکھتے ہو... ہرگز نہیں۔ یہ کام ہم نے نہیں کیا۔ وہ کوئی اور ہو گا۔"

ٹائیگر نے گہری توجہ سے نوجوان کی طرف دیکھا اور پھر کن انکھیوں سے اندازہ لگایا کہ بولنے والے نوجوان کا دوسرا ساتھی اپنی جگہ سے غیر محسوس طریقے سے حرکت کر رہا ہے۔ وہ اُسے پانچ سیکنڈ دینے کو تیار ہو گیا۔ "کیا میں اس عمارت کا اندر سے جائزہ لے سکتا ہوں میرے دوست؟"

"نہیں، ہرگز نہیں۔ کیا تمھارے پاس تلاشی لینے کا وارنٹ موجود ہے؟"

اسی لمحے ٹائیگر ایک طرف ہٹ گیا اور کرسی عین اس جگہ آ کر گری جہاں وہ نصف سیکنڈ قبل کھڑا ہوا تھا۔ کرسی کے گرتے ہی ٹائیگر نے زقند بھری اور حیرت زدہ تیسرے لابانڈی کے طمانچہ مار دیا۔ لابانڈی نے ایک طرف چھلانگ لگا کر جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن وہ مسلسل غلطی کر رہا تھا۔ ٹائیگر نے اپنی ٹانگ گھمائی اور لابانڈی کا وہ ہاتھ ٹوٹ گیا جو جیب میں گیا تھا۔

لابانڈی دوسرے ہاتھ سے ٹوٹی ہوئی کلائی پکڑ کر زور سے کٹے ہوئے بکرے کی طرح تڑپنے اور ڈکرانے لگا۔

ٹائیگر اب اس نوجوان کی طرف پلٹا جو میز کے قریب کھڑا ہوا کانپ رہا تھا۔

"ہاں، تو تمھیں کسی وارنٹ کی ضرورت ہے فرزند؟" ٹائیگر نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے پوچھا۔

لابانڈی کا سر بے اختیار دائیں بائیں نفی میں ہلنے لگا۔

"کیا میں اندر کا جائزہ لے سکتا ہوں؟"

"ضر... ضرور۔ کیوں نہیں۔" لابانڈی کی حالت بہت خراب تھی۔ اس کے ہونٹوں کے قریب کی کھال نیلی ہو گئی تھی اور وہ [illegible] ہو رہا تھا۔ "ہمارے پاس چھپانے کو کچھ بھی نہیں تھا...۔" اس کا لہجہ بھی اب مودبانہ ہو گیا تھا۔ "یہ جھگڑا صرف اس وجہ سے ہوا کہ ہم... میرا مطلب ہے کہ یہ دونوں فرد دیسیوں کو اچھا نہیں سمجھتے۔ ویسے آپ ہمیں یہ حق ضرور دیں گے کہ ہم اپنے لوگوں کے لیے جو بہتر سمجھیں وہ کریں۔ ہم پبلسٹی ایکسپرٹ ہیں اور لابانڈی اقلیت کے کاز کا پروپیگنڈہ کرتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے وہ دو تین قدم آگے بڑھا اور ٹوٹی کلائی والے نوجوان پر جھک گیا۔ "میں اسے اسپتال لے جانا چاہتا ہوں۔"

ٹائیگر نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ دروازے کو دھکا دیا مگر وہ مقفل تھا۔

"اس کمرے میں کیا ہے؟" اس نے پوچھا۔

"ایک ہال ہے جسے ہم نے کرائے پر اٹھا رکھا ہے..." لابانڈی نے جواب دیا۔ "سنو۔" اس کا لہجہ پھر بدل گیا۔ "میں یہ نہیں جانتا کہ تم کون ہو لیکن اتنی وضاحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ ہم انتہا پسند نہیں۔ ہم سب طالب علم ہیں۔ تعلقات عامہ میں مہارت رکھتے ہیں۔ ہم شور و غل مچا کر توجہ مبذول کرا سکتے ہیں لیکن ہم نے آج تک تشدد نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ پولیس کو ہم سے کبھی شکایت نہیں ہوئی۔"

"تمھارے عدم تشدد کے فلسفے کا بھرم ان دونوں کے جارحانہ عزائم نے کھول دیا ہے۔" ٹائیگر نے دونوں زخمیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"انھوں نے یہ حرکت محض جذبات میں آ کر کی ہے۔ ہمارے ایک ساتھی کو کچھ عرصہ قبل قتل کیا جا چکا ہے۔ بہرحال تم عمارت کی تلاشی لے سکتے ہو۔"

ٹائیگر کو یقین تھا کہ اُسے یہاں کچھ نہیں ملے گا۔ اُسے یہ لڑکے محنتی، کام کے پیچھے مخلص، ایماندار اور شریف نظر آئے تھے تاہم اس نے ہر دروازہ، ہر الماری کی تلاشی ضرور لی لیکن اُسے ایسا کوئی ثبوت یا پتا نہیں ملا جس کی بنیاد پر بلیک ماسک کو دھماکوں میں ملوث کیا جا سکے۔ اُسے اخباروں کے ایسے تراشے نظر آئے جن میں لابانڈیوں کے مظاہروں کی خبریں تھیں، ایک سائیکلو اسٹائل مشین ملی اور ایک الماری میں ڈاک کے پرانے اور استعمال شدہ ٹکٹ۔

وہ سر ہلاتا ہوا نوجوان کی طرف پلٹا۔ اس نے جیب سے پانچ سو روپے کا نوٹ نکالا اور اس کی جیب میں ٹھونس دیا۔ "تم اسے کسی اچھے اسپتال لے جاؤ اور جب اسے ہوش آ جائے تو اس سے کہنا کہ جیب سے چاقو نکالنے کی کوشش دوبارہ کبھی نہ کرے بصورت دیگر مارا جائے گا۔" یہ کہہ کر وہ پلٹا اور دروازے سے نکل کر اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ وہ ابھی تک وہی کار... استعمال کر رہا تھا جو اس نے یہاں آتے ہی کرائے پر لی تھی۔ اُسے یہ توقع بھی تھی کہ اگر وہ بلیک گولڈ کا پتا نہ چلا سکا تو پھر بلیک گولڈ کی نظر میں آ جائے گا اور وہ لوگ خود ہی اس سے آ کر ٹکرا جائیں گے۔ اس نے جان بوجھ کر اپنے ارادوں کو خفیہ نہیں رکھا تھا۔

اس نے اپنی اس گاڑی کو قدرے دھکیل کے کھڑا کیا اور چند لمحوں بعد ہوٹل کی طرف واپس جانے لگا۔ اس نے گاڑی کی رفتار جان بوجھ کر کم رکھی تھی۔ اس کا پروگرام اپنے کمرے سے کچھ سامان لے کر ایک بار پھر ڈیلی پننگ پہنچ جانے کا تھا۔ تاہم اس وقت دن کے دو بجے تھے اور فی الوقت دن میں ڈیلی پہنچ جانا حکمت عملی کے منافی تھا۔

"حکمت عملی!" وہ زیر لب بڑبڑایا اور پھر مسکرانے لگا۔ ٹیلا کے واقعے نے شاید اس میں بنیادی تبدیلیاں پیدا کر دی تھیں ورنہ پہلے وہ حکمت عملی جیسے لفظ کو کبھی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

ہوٹل کے مرکزی دروازے پر خادم نے لپک کر دروازہ کھولا، دس روپے کے نوٹ سمیت کار کی چابی لی اور پھر ٹائیگر اس کی سمت دیکھے بغیر لفٹ کی سمت بڑھ گیا۔ اس کا کمرا ساتویں منزل پر تھا۔ لفٹ سے ساتویں منزل پر اترتے ہی اس کی چھٹی حس اچانک بیدار ہو گئی اور اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ آدم خوروں کے واقعات کے بعد یہ پہلا موقع تھا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صاحب طرز ادیب قمر اجنالوی کی تاریخی کتب

پرتھال	125/-	نئی دنیا	200/-
پنڈارے	100/-	لاڈو	90/-
ولی عہد	150/-	بغداد کی رات (اول دوئم)	600/-
شمشیر	150/-	دھرتی کا سفیر (اول دوئم)	400/-
چاہ بابل	400/-	مقدس مورتی (اول دوئم)	400/-
سلطان	400/-	جہان لوح وقلم	175/-
جنگ مقدس	150/-	غزالہ	150/-
اور خان الغازی	125/-		

مکتبہ القریش ○ اردو بازار لاہور۲

کرا سے چھٹی حس کی موجودگی کا قلبی احساس ہوا تھا۔

اُس نے دروازے کے قریب پہنچ کر قفل کی طرف دیکھا دروازہ بند ضرور تھا مگر مقفل نہیں۔ وہ چوکنا ہو گیا۔ اُس نے ایک طویل سانس لی اور پھر اس کی سانس خوشبو سے بھر گئی۔

اُس کے کمرے میں جو کوئی بھی تھا اس نے پرفیوم لگا رکھا تھا۔

وہ محتاط انداز میں دروازے کو دھکا دے کر چوکھٹ پر کھڑا ہو گیا اور پھر اچانک ہی وہ صوفے کے پیچھے سے کسی چاند کی طرح طلوع ہوئی۔

"تم اپنے کمرے میں بہت کم وقت گزارتے ہو شہزادہ" اس نے تبسم کی بجلیاں گراتے ہوئے کہا۔

"تم؟" ٹائیگر کے تنے ہوئے عضلات اچانک پُرسکون ہو گئے۔ "فی..... روز..... زہ" اس نے جان بوجھ کر نام کے ٹکڑے کر ڈالے اور پھر مسکرانے لگا کیونکہ اُسے فیروزہ کے خوبصورت ہاتھ میں ایک خوبصورت اور چھوٹا سا پستول نظر آ رہا تھا۔

"تم یقیناً باتھ روم میں چھپنا چاہتی تھیں مگر میری اچانک آمد کے باعث صوفے کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ ویسے مجھے اس بات پر زیادہ خوشی نہیں ہوئی کہ سی آئی اے والے اب لڑکیوں سے بھی کام لینے لگے ہیں۔"

فیروزہ نے مسکرا کر پستول کی نال نیچی کر لی۔ "مجھے پستول کی کوئی ضرورت نہیں تھی شہزادہ۔ اس لیے کہ ہم دونوں دوست ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟ کیا تمہارا تعلق فردوس سٹی سے ہے؟ بہرحال کہیں سے بھی ہو۔ میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے پستول ایک چرمی بیگ میں ڈال لیا۔ وہ پوری آستین کے بلاؤز اور نیلی جینز میں ملبوس تھی۔ اس وقت اس کے بالوں کا اسٹائل پہلی ملاقات کے مقابلے میں بہت مختلف تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بجلیاں گرانے کا مکمل سامان لے کر آئی ہو۔

وہ خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ اُسے روبی شدت سے یاد آ رہی تھی۔

"سنو شہزادے! مجھے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔ میں صرف اتنا کہہ سکتی ہوں کہ تمہاری طرح ہی ایک پرائیویٹ سراغ رساں ہوں اور تمہیں کرنل کے بارے میں ایسی باتیں معلوم ہیں جو میں ہزار کوششوں کے باوجود معلوم نہیں کر سکی ہوں۔"

"اور تم نے مجھ سے یہ معلومات حاصل کرنے کے لیے

ہر حربہ استعمال کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے فیروزہ؟" ٹائیگر بدستور مسکراتا رہا۔ "خود کو میرے رحم و کرم پر چھوڑنے کے لیے بھی تیار ہو، کیوں؟"

"اوہ..... تو، میں اتنی پاگل نہیں ہوں لیکن سنو" وہ ایک قدم آگے بڑھ کر بولی۔ "ہم ایک بڑا کارنامہ انجام دے سکتے ہیں۔ اگر بیک گولڈ اور ایسے ہی دوسرے گروپوں کو اسلحے کی فراہمی کے ایک بڑے ذریعے سے محروم کر دیں تو یہ اس شہر اور ملک کے مفاد میں ہو گا۔"

"ہاں، میں اس ملک کے مفاد میں کچھ اور بھی کرنا چاہتا ہوں فیروزہ!" یہ کہہ کر اس نے پیروں کو معمولی حرکت دی اور پھر فیروزہ بھونچکی رہ گئی۔ شہزادے نے پل بھر میں نہ صرف اس سے چرمی بیگ چھین لیا بلکہ اُسے اٹھا کر بیڈ پر بھی بٹھا دیا تھا۔ "تم..... ذلیل..... ہے"

"ایک منٹ، گالی مکمل نہ کرو ورنہ تھپڑ پڑ جائے گا۔" ٹائیگر نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ریوالور بھی نکال سکتا ہوں اور میرے ریوالور میں گولیاں نہیں بے ہوش کر دینے والی سوئیاں ہیں۔ سمجھ گئی؟ بس خاموشی سے بیٹھی رہو؟"

"مم..... میں سمجھی نہیں۔" فیروزہ کی آنکھوں میں خوف اُمنڈ آیا۔ "کیا تم مجھے بلیک گولڈ کی ایجنٹ سمجھ رہے ہو؟"

"نہیں، مگر فی الحال تم پر اعتماد بھی نہیں کر سکتا۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔ "میں محض اس وجہ سے کئی بار بچ گیا کہ میرے استاد نے عورتوں پر اعتماد نہ کرنے کی نصیحت کر رکھی ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ حسین لڑکیاں خاص طور پر نادیدہ آکٹوپس کی طرح ہوتی ہیں لہٰذا ان کے قریب جانے سے قبل ان کے پیر کاٹ پھینکا کرو۔ اب میں تم پر اعتماد کرنے کے لیے سب سے پہلے تمہارے بیگ کا تفصیلی جائزہ لوں گا۔"

فیروزہ سر ہلا کر رہ گئی۔

ٹائیگر نے چرمی بیگ کا تمام سامان میز کے اوپر اُلٹ دیا۔ بیگ سے پستول، ہیئر اسپرے، کنگھا، ایک چھوٹی سی کالی کتاب ملی۔ اس کتاب کے صفحہ اوّل پر ہی شہزادہ کا نام اور ہوٹل کا کمرہ نمبر لکھا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے مطمئن انداز میں سر ہلاتے ہوئے کتاب واپس رکھ دی۔ پستول سے گولیاں نکال کر اپنی جیب میں ڈالیں اور پھر پستول سمیت ہر چیز بیگ میں واپس رکھ دی۔

"بس..... سنو، پستول کی گولیاں تو میری ہیں۔" فیروزہ گھبرا کر بولی۔

"ہاں۔ میں نے ان پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کب کیا ہے؟ وہ ہنس کر بولا۔ "اب یونہی بیٹھی رہنا۔ بخاموشی" ٹائیگر اس کے عقب میں آ کر کھڑا ہو گیا اور اس نے فیروزہ کے بالوں میں انگلیاں پھیرنی شروع کر دیں۔ وہ ایک پل کے لیے کانپ کر رہ گئی لیکن جب اُسے یہ احساس ہوا کہ وہ بالوں میں کچھ تلاش کر رہا ہے تو ایک طویل سانس لے کر ساکت ہو گئی۔ ٹائیگر کے ہاتھ پیشانی سے سر کے عقبی حصے تک پہنچ گئے اور سماعت اُس نے بالوں میں سے دو تار کھینچ لیے۔ "ہوں" وہ غرا کر بولا۔ "یہ نیا فیشن ہے فیروزہ؟" تار فیروزہ کے بالوں سے نیچے بلاؤز تک چلے گئے تھے۔

"سنو" ٹائیگر نے دونوں تاروں کو بیچ میں سے توڑ کر کہا۔ "باتھ روم میں جاؤ، جو کچھ بھی چھپا ہوا ہے وہ فوراً میرے حوالے کر دو ورنہ میں خود..... ہی"

"نہیں" فیروزہ اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔ پھر اس نے باتھ روم میں گھسنے میں دیر نہیں لگائی۔

وہ دس منٹ بعد واپس آئی۔ اس کے ہاتھوں میں تاروں کے باقی ٹکڑے، تین انچ لمبا چاقو اور ایک بہت ہی چھوٹا سا مائیکرو فون تھا۔ اس کا سائز بٹن سے زیادہ بڑا نہیں تھا۔

"یہ لو" وہ منظر لہجے میں بولی۔

"اور کچھ؟"

"نن..... نہیں۔ خدا کی قسم نہیں" وہ گھبرا گئی۔ اس کے لہجے میں جھوٹ کا عنصر تک نہ تھا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تم جہاں کہیں بھی ہو، سی آئی اے والے تمہاری سرگرمیوں اور گفتگو سے باخبر رہ سکتے ہیں؟ کیا تمہارا تعلق سی آئی اے سے نہیں ہے؟" وہ اب بھی منظر لہجے میں پوچھ رہی تھی۔

"جس روز میں سی آئی اے میں شامل ہوا، وہ دن میری زندگی کا آخری دن ہو گا فیروزہ۔ ویسے اس سامان کے برآمد ہونے سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ تم پرائیویٹ آئی نہیں۔ بہرحال تم پھر کون ہو؟"

"میں..... میں ایک ایسی ہستی ہوں جو تمہاری مدد کر سکتی ہے بے وقوف" وہ تقریباً چلا اُٹھی۔ "یقین کرو کہ میں تمہاری دشمن نہیں اور نہ ہی میرا تعلق تمہارے دشمنوں سے ہے۔" اس کی آنکھیں پھر بھر آئیں۔

"پھر؟" ٹائیگر نے تمام سامان الماری میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مسٹر شہزاد۔ دوستی کرلو۔ مجھے بھی ابھی تک اندازہ نہیں کہ تم کون ہو اور نہ ہی تم مجھ سے واقف ہو۔ اس کے باوجود ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہیں۔ شاید میں تمہارے کام آسکوں۔ میری فرم ملک کے بڑے کمپیوٹر نیٹ ورکس سے منسلک ہے۔ ہم کوئی بھی بات صرف پانچ منٹ میں معلوم کر سکتے ہیں۔"

"کمپیوٹر؟" ٹائیگر کو بہرام کے کمپیوٹر یاد آ گئے اور پھر ایک اچھوتا خیال اس کے ذہن میں ابھرا۔ بھلا میں بہرام کے کمپیوٹروں کا احسان کیوں لوں۔ اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ "کیا تمہارے کمپیوٹروں میں جرائم کا ریکارڈ بھی محفوظ رکھا جاتا ہے فیروزہ؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ کیوں نہیں؟" فیروزہ نے اپنے بے ترتیب بالوں کو درست کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہارے بارے میں بھی تصدیق دراصل کمپیوٹر سے ہی کرائی ہے۔"

"کیسی تصدیق؟" ٹائیگر کا دل یکبارگی ہی دھڑک اٹھا۔ وہ اس نازک سی لڑکی کو ٹائیگر کا راز پا لینے کی سزا دینے کا تصور کرتے ہی افسوس اور دکھ محسوس کر رہا تھا۔

"یہی کہ تم جرائم پیشہ افراد کی فہرست میں شامل نہیں ہو۔ کل میں اس وقت ملاقات کے بعد میں نے نہ صرف تمہارا حلیہ ذہن نشین کر لیا تھا بلکہ اپنے ریوالور پر تمہارے فنگر پرنٹ بھی لے گئی تھی۔ تمہیں یاد ہے کہ تم نے میرے اس ہاتھ پر ہاتھ رکھا تھا جس میں ریوالور تھا۔ فنگر پرنٹس بھی یہ ثابت نہیں کر سکے کہ تم زیر زمین دنیا کے آدمی ہو۔"

"اوہ!" ٹائیگر نے ایک طویل سانس لی اور مسکرانے لگا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے کمپیوٹر میں میرا کوئی وجود نہیں۔"

"ہاں، لیکن تم بہرحال ایک وجود رکھتے ہو۔ اب بولو۔ تعاون کرو گے یا نہیں؟"

"ٹھیک ہے حسین جاسوس۔" ٹائیگر ایک لمحے کے لیے سنجیدہ ہو کر بولا۔ "اگر تم ایک شخص کے بارے میں معلومات فراہم کر سکو تو میں تمہیں گلشن آباد سے جانے سے قبل کرنل اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں سب کچھ بتا سکتا ہوں۔"

"تب پھر صبح میرے دفتر آجاؤ۔" فیروزہ کا چہرہ کنول کی طرح کھل اٹھا۔ اس نے پرس سے ایک کارڈ نکال کر اسے دیا۔ "میں اپنے کمپیوٹر کو تمہارا سوال فیڈ کر دوں گی۔ صبح کس وقت آؤ گے؟"

"نو بجے۔ ٹھیک ہے؟"

"بالکل ٹھیک۔ میں انتظار کروں گی شہزاد۔" وہ والہانہ لہجے میں بولی۔

"ویسے فیروزہ۔ تم بہت حسین ہو۔" ٹائیگر نے اقبال کرتے ہوئے کہا اور اس کے والہانہ لہجے کا اسی شدت سے جواب دیا۔ جب وہ واپسی کے لیے پلٹی تو اس کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔ وہ آہستہ سے بولی۔ "مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے بالکل بے بس کر کے بھی کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھایا۔ تم بہت اچھے ہو دوست۔"

ٹائیگر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ دروازہ بند ہوا جب بھی اس کا دل اتھل پتھل رہا۔ اس پر عجیب سی کیفیت طاری رہی۔ اسے فیروزہ کی بڑی بڑی آنکھیں بہت دلکش لگی تھیں اور واقعتاً اس وقت اس کی بُری حالت تھی۔

اس نے سر جھٹکا۔ کنول کا آسن بنا کر بیٹھا اور پھر اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پہلی ہی سانس کھینچ کر اسے ایسا لگا جیسے پورا جسم پُرسکون ہو رہا ہو۔ دل کی بے ترتیب دھڑکنیں اپنا کھویا ہوا ربط واپس حاصل کر رہی ہوں اور تلوؤں کی جلن آہستہ آہستہ تلوؤں سے نکل رہی ہو۔

پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں تو وہ پوری طرح پُرسکون تھا۔ ذہن سے رنگین دھندلکا چھٹ گیا تھا اور وہ سوچ رہا تھا ... کہ فیروزہ پر اندھا اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ وہ دشمنوں کی ایجنٹ بھی ہو سکتی ہے۔ ویسے اگر وہ واقعی دشمنوں کے ساتھ نہیں تو وہ کرنل کو پلیٹ میں سجا کر فیروزہ کے سامنے پیش کرنے پر تیار تھا لیکن اس سے قبل اسے یقین کرنا تھا کہ ڈیلی آرٹو پینٹنگ کے پس پشت واقعی کوئی حقیقی مسٹر ڈیلی کام کر رہا ہے۔ اس نے فیروزہ پر نظر رکھنے کا فیصلہ کیا کیونکہ وہ ابھی تک اس پر مکمل اعتماد کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ وہ اتنی ہی خوب صورت بھی کہ وہ شیلا کے بعد دوسری مرتبہ زک اٹھا سکتا تھا لیکن اب وہ اس قسم کی کوئی زک اٹھانے سے ہر قیمت پر بچنا چاہتا تھا۔

☐

پانچ بجے کی ٹی وی خبریں شروع ہوئیں اور ٹی وی سے ایک عام سی خبر نشر ہوئی۔ اس کے بعد دوسری خبریں ٹیلی کاسٹ ہوئیں اور پھر یہ بتایا گیا کہ انسپکٹر بادل نامی افسر کی کار ہائی وے پر جل کر راکھ ہو گئی ہے اس میں انسپکٹر کی لاش بھی ملی ہے۔ تاہم اس کے علاوہ کوئی انکشاف نہیں کیا گیا۔

اس نے تیزی سے چینل بدلا اور پرائیویٹ ٹی وی کی

خبریں سننے لگا۔ یہاں اسے اصل واقعے کا علم ہوا۔

"پولیس نہ صرف دو کروڑ روپے لٹوا بیٹھی بلکہ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ بلیک میلر کون ہیں۔ بلیک گولڈ جو کوئی ہے پورا گروہ پولیس کی نااہلی پر اس وقت جشن منا رہا ہوگا۔ ہمیں قابل اعتبار ذرائع سے اطلاع ملی ہے کہ بلیک گولڈ کو رقم کی ادائیگی کا فیصلہ [illegible] کا تھا اور حکمت عملی یہ تھی کہ رقم لینے کے لیے آنے والے کو دبوچ لیا جائے لیکن اس کوشش میں نہ صرف رقم ہاتھ سے گئی بلکہ ایک جہاندیدہ افسر بھی ہلاک ہو گیا۔ ہمارے تجزیہ نگار کا خیال ہے کہ بلیک گولڈ کے حوصلے اور بڑھ گئے ہیں۔"

ٹائیگر نے سوئچ آف کر دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ خود بلیک گولڈ کا رکن ہوتا تو کیا کرتا۔ یہی تجویز رکھتا کہ شہر پر ایک اور حملہ کیا جائے۔

اس نے ڈیلی کینچی جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اس نے بہرام کو بھی فون نہیں کیا۔ اب وہ از خود سارے کام کرنا چاہتا تھا اور اس کے لیے اسے بہرحال فیروزہ کے دفتر جانے کی ضرورت تھی۔ ڈیلی کے خلاف کوئی کام کی بات اسے وہیں سے ملنے کی توقع تھی اور وہ کوئی ثبوت حاصل کیے بغیر کسی پر ہاتھ ڈالنا نہیں چاہتا تھا۔

اس نے بہرام کے چینی دوست ہنری لی وانگ کے اسٹور میں پھر فون کیا۔ اس بار کسی عورت نے فون اٹھایا تھا۔

"ہیلو... ہالوں! میں پروفیسر بہرام کا ایک اچھا دوست ہوں، جو یونیورسٹی آف میڈیسن کے رجسٹرار تھے۔"

"اوہ!" عورت حیرت و مسرت سے چیخ اٹھی۔ "وہ کہاں ہیں؟ اس سے تو برسوں ہوئے ملاقات نہیں ہوئی۔"

"وہ آج کل بیرون ملک مقیم ہیں اور میں انہی کے کام سے فردوس آیا ہوں۔ انہوں نے مجھے ہدایت کی تھی کہ میں مسٹر لی وانگ سے ضرور ملاقات کروں۔"

"ایک منٹ ہولڈ کرو۔" عورت نے نرم لہجے میں کہا اور پھر تقریباً دس سیکنڈ کے بعد اسے ایک اور ٹیلی فون نمبر دیا۔ "وانگ اس نمبر پر ملیں گے۔"

ٹائیگر نے نمبر ملایا۔ دوسری طرف سے ایک نرم اور شائستہ آواز سنائی دی۔ "فرمائیے؟"

"مسٹر وانگ!" ٹائیگر نے ایک بار پھر بہرام کا حوالہ دیا۔

"اچھا!" وانگ کا لہجہ بدل گیا۔ "کیا تم مجھے بہرام کا حلیہ بتا سکتے ہو۔ میں محتاط رہنا چاہتا ہوں۔"

یہ کوئی مسئلہ ہی نہیں تھا۔ اس نے چند جملوں میں بہرام کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا۔

"ٹھیک!" وانگ قدرے توقف کے بعد بولا۔ "ویسے کیا تم یہ جانتے ہو کہ وہ یونیورسٹی میں رجسٹرار کب تک رہا؟"

"وہ کسی یونیورسٹی میں کبھی رجسٹرار نہیں رہے جناب۔"

"گڈ!" وانگ کے لہجے میں نرمی واپس آگئی۔ "میں نے اتنی احتیاط اس لیے برتنی ضروری سمجھی کہ کچھ لوگ مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔"

"کیا تائیوانی یا چینی ہیں جناب؟"

"ہاں۔"

"اور کیا ان میں سولن نامی لڑکی بھی شامل ہے؟"

"اوہ!" وانگ نے ایک طویل سانس لی۔ "تو تم بھی گناہ کی اس پوٹ سے واقف ہو لڑکے۔"

"جی ہاں۔ اس نے مجھے آج صبح گولی مارنے کی کوشش کی تھی مگر ناکام رہی۔"

"اس کا مطلب ہے کہ تم اس کے دشمنوں میں سے ہو۔"

"جی ہاں۔ میں تائیوانی اور لاماڑی اتحاد کا قلع قمع کرنے کے لیے آیا ہوں۔ کل شازولین سے بھی میری ملاقات ہو چکی ہے مسٹر وانگ!"

"وہ نیک اور شریف آدمی ہے۔" وانگ نے کسی بخل سے کام نہیں لیا۔ "سولن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"مجھے یقین ہے کہ وہ بلیک گولڈ میں شامل ہے یا اس کے ساتھ ہے۔ کیا آپ مجھے کوئی ایسا راستہ بتا سکتے ہیں جس پر چل کر میں بلیک گولڈ کا خاتمہ کر سکوں؟" ٹائیگر نے سوال تو کر لیا مگر ساتھ ہی یہ سوچے بغیر نہ رہ سکا کہ اس میں واقعی تبدیلی آگئی ہے۔ وہ دوسروں سے رہنمائی حاصل کر رہا ہے۔

"تم مجھے کسی خالی مندر میں ایک گھنٹی کی صدائے بازگشت لگ رہے ہو بیٹے۔" وانگ نے دھیرے سے کہا۔

"لیکن اس بازگشت میں بھی دل موہ لینے والا ترنم ہے۔"

"میں آپ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ آج رات میری کار تمہیں لینے پہنچ جائے گی۔" وانگ نے جواب دیا۔

"میں ہوٹل علی شان کے سامنے موجود رہوں گا۔" ٹائیگر نے فوراً کہا۔

"ٹھیک ساڑھے چھ بجے۔ کار ایک منٹ نہیں رکے گی۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیسمنٹ کے ونڈ شیلڈ پر ایک کاغذ لگا ہوگا۔ نیلی مرسیڈیز ہوگی۔" یہ کہہ کر وانگ نے ریسیور رکھ دیا۔

"دھت تیرے کی۔ سب ہی پُراسرار بن رہے ہیں۔" ٹائیگر بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ اُسے امید تو نہیں تھی کہ وانگ کارآمد ثابت ہوگا۔ تاہم وہ کسی بھی پہلو کو نظر انداز کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے کسی فرد واحد کو نہیں پورے گروپ کو ختم کرنا تھا اور اس کے لیے سب کا بے نقاب ہونا ضروری تھا۔

ٹھیک چھ بج کر پچیس منٹ پر وہ ہوٹل سے نکل آیا اور ٹھیک چار منٹ بعد نیلی مرسیڈیز نظر آئی۔ ڈرائیور نے اسے دیکھتے ہی گاڑی روکی اور کر عقبی دروازہ کھولا اور ٹائیگر اس کی طرف دیکھے بغیر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ تاہم اُسے اندازہ تھا کہ چینی ڈرائیور نے اُس کے بائیں پہلو میں کوسٹ کی اندر کا اُبھار محسوس کر لیا ہے۔ وہ تقریباً دو فرلانگ دور پہنچے تھے کہ ڈرائیور نے گاڑی روک دی اور پل بھر میں ایک اور آدمی سائے سے نکل کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ بھی چینی تھا۔

"میں آپ کو سلام پیش کرتا ہوں پروفیسر بہرام کے دوست۔" اس شخص نے کہا۔ "نام نہ بتائیں تو بہتر ہی ہے کیونکہ آپ اپنا اصلی نام بہرحال ظاہر کرنا پسند نہیں کریں گے۔"

ٹائیگر نے نیم تاریکی میں اس پستہ قامت شخص کو بغور دیکھا۔ گاڑی پھر چل پڑی تھی۔ وہ ساٹھ سال کی عمر کا تھا اور اُس کے کئی دانت سونے کے تھے۔

"میں تمھیں اپنے اس پُراسرار انداز کی وجہ ضرور بتاؤں گا۔" اُس نے کہا اور تب ہی ٹائیگر نے آواز پہچان لی۔ یہی وانگ تھا۔ "بعض تائیوانی غنڈوں نے مجھے قتل کرنے کا حلف اُٹھایا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں اُن کے اس منصوبے کا مخالف ہوں کہ لامازی لینڈ، فردوس سے الگ ہو جائے اور ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مجھے سازش کا پتا ہے۔ میں نے مقامی چینی باشندوں کو اس سازش میں شامل نہیں ہونے دیا ہے۔ اسی باعث لامازی کی تائیوانی گینگ جو میرے خلاف ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ مقامی چینی باشندے ان تمام حرکتوں سے الگ تھلگ ہیں۔"

"سو فی صد۔" وانگ نے کہا۔ "سولن بہرحال چینی ہے لیکن اُس کی پرورش تائیوان میں ہوئی ہے۔ میں نے اپنے تمام ساتھیوں اور اُن لوگوں کو جو میرا کسی نہ کسی وجہ سے احترام کرتے ہیں ہمیشہ یہی ہدایت کی ہے کہ وہ بلیک گولڈ کے چکر میں نہ پڑیں کیونکہ یہ براہ راست غیر ملکی مفادات کے تحت ہے۔ میں نے اس سلسلے میں جب ان لوگوں کو بے نقاب کرنے کی کوشش کی تو وہ میری زندگی کے درپے ہو گئے لہٰذا میں زیرِ زمین چلا گیا۔ میں نے خفیہ طور پر تحریک چلائی کہ ہر چینی نژاد فردوسی اس لڑکی کے خبیث کھیل میں اُس سے ہرگز تعاون نہ کرے۔ اس لڑکی کے ہاتھ خون آلود بھی ہیں۔ وہ پہلے ہی دو افراد کو قتل کر چکی ہے اور وہ دونوں میرے قریبی دوست تھے۔"

"کیا آپ کو علم ہے کہ وہ کہاں سے آپریٹ کرتی ہے؟ اُس کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے؟"

"کاش مجھے علم ہوتا۔" وانگ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اس ضمن میں، میں بہرحال تمھاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس کا اصل ہیڈ کوارٹر بیرون ملک سامراجی ملک کے ایوان صدر میں ہے۔ وہیں سے اُسے ہدایات ملتی ہیں۔ سولن یقیناً اُس ملک کی انٹیلی جنس میں کسی اعلیٰ عہدے پر فائز ہوگی۔"

"آپ نے کبھی دوران گفتگو اس کی زبان سے کسی کا نام یا کسی جگہ کا نام سُنا؟"

"نہیں، وہ بہت محتاط لومڑی ہے فرزند۔" وانگ نے جواب دیا۔

"آپ نے ڈیلی نامی کسی شخص یا ڈیلی آٹو پینٹنگ کمپنی کا نام تو سنا ہوگا؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں، مجھے جو کچھ معلوم تھا وہ میں تمھیں بتا چکا ہوں اور اب میں ایک بار پھر زیرِ زمین چلا جاؤں گا۔"

ٹائیگر نے کار رُکنے کا احساس کیا اور کھڑکی سے دیکھا۔ گاڑی ایک بار پھر ہوٹل علی شان کے سامنے کھڑی تھی۔ دربان نے دروازہ کھولا تو ٹائیگر اُتر گیا۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔" اُس نے پورے خلوص سے کہا۔ ٹائیگر نے کبھی کسی کا شکریہ ادا نہیں کیا تھا لیکن وہ اس پستہ قد چینی کا احترام کرنے پر مجبور تھا۔ یہ غیر ملکی فردوس کا وفادار تھا اور صرف یہی ایک بات اُسے وانگ کا احترام کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔ وہ اس وقت تک کھڑا رہا جب تک مرسیڈیز آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گئی۔

وہ معمول کے مطابق علی الصباح بیدار ہوا۔ اُس نے معمول کے مطابق ورزشیں کیں، سانس کی ورزش سب سے آخر میں کی اور پھر نہانے کے لیے باتھ روم میں گھس گیا۔

ابھی وہ اپنے جوگر شوز پہن ہی رہا تھا کہ ٹی وی نے اسے روک کر ایک غیر معمولی اعلان کیا۔

یہ اعلان بگ ڈیڈی کے پروگرام کے دوران دراصل ریکارڈ کیا گیا تھا اور اس وقت ایک نیوز کاسٹر اسے پیش کر رہا تھا۔

"خواتین و حضرات! یہ پیغام بگ ڈیڈی نے اپنے اسٹوڈیو میں اس وقت ریکارڈ کیا جب وہ ایک پروگرام کی ریہرسل میں مصروف تھے۔ یہ اے ایم ریڈیو اسٹیشن کی ویڈیو پر ریکارڈ ہوا۔ یاد ہے نا! بگ ڈیڈی ہی نے بلیک گولڈ کے بارے میں پہلی خبر نشر کی تھی اور اسی نشریے میں سب سے پہلے اسٹیشن کی تباہی کا پہلی مرتبہ انکشاف کیا گیا تھا۔ تازہ ترین دھمکی بھی شہریوں کے لیے پہلی واردات کی طرح خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ لیجیے...! بلیک گولڈ کے ایک گمنام ترجمان کا پیغام سنیے۔"

یہ کہتے ہوئے نیوز کاسٹر نے ایک بٹن دبایا اور اُس کی میز پر رکھا ہوا چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر چلنے لگا۔

ٹائیگر بہت دلچسپی سے یہ سب کچھ سُن رہا تھا۔

"مسٹر فردوسیو! گلشن آباد، فردوس اور گلستان آباد کے مکینو! سُن لو! یہ پیغام غور سے سُنو۔ تمھارے سپاہی اور سراغ رساں ناکام ہو چکے ہیں۔ انھوں نے تمھیں مایوس کیا ہے۔ انھوں نے بلیک گولڈ کی بلیوں کو دو کروڑ روپے ادا کر دیے ہیں۔ دو کروڑ روپے... مگر یہ تو آغاز ہے۔ پہلی قسط ہے۔ اب ہمارا نشانہ ٹی وی اور ریڈیو کی تنصیبات ہوں گی۔ ہم پولیس کے مواصلاتی مراکز کو بھی ہدف بنائیں گے تاکہ پولیس کا اعصابی نظام تباہ ہو جائے... اس کے بعد ہم ایک نئی قیامت برپا کریں گے... اور ہاں... اگر تمھارا میئر اور شہر کے حکمران صرف تین کروڑ روپے کی ادائیگی پر رضامند ہو جائیں تو... تو بات بن سکتی ہے۔ ہم حملے نہیں کریں گے اگر تین کروڑ روپے سے آگ سرد ہو سکتی ہے تو یہ سودا مہنگا نہیں یارو! تین کروڑ روپے تین سوٹ کیسوں میں رکھ کر سوٹ کیسوں کو ایک ہنڈا کار میں رکھ دینا یہ سامان لانے والا پولیس مین نہ ہو۔ ویسے پہلی قسط کی ادائیگی کا طریقہ ہمیں بہت پسند آیا۔ اگر میئر اسی طرح تعاون کرتا رہا تو گلشن آباد میں ایک گولی بھی نہیں چلے گی، کوئی بم نہیں پھٹے گا۔ میرا مشورہ اُسے یہ ہے جس سے پہلے بات ہوئی تھی کہ وہ آج تین بجے کے لگ بھگ اپنے ٹیلی فون کے قریب رہے تاکہ مزید ہدایات دی جا سکیں۔"

نیوز کاسٹر نے فون کا ٹیپ بند کر کے بڑی سنجیدگی سے کیمرے کی طرف دیکھا۔ "خواتین و حضرات! بلیک گولڈ کی طرف سے یہ نئے مطالبات اور نئی دھمکیاں ہیں۔ خیال ہے کہ اس گروپ کا ہیڈ کوارٹر شہر ہی میں کہیں ہے۔ تاہم پولیس کو گروپ کی کمین گاہ اور کسی ایجنٹ کی گرفتاری کے امکان میں مکمل ناکامی ہوئی ہے... صورت حال یہ ہے کہ بلیک میلر بڑے آرام سے سرکاری خزانے سے مطالبوں کے مطابق رقم نکلوا رہے ہیں۔ گلشن آباد اُن کے لیے سونے کی چڑیا ثابت ہو رہا ہے!"

ٹائیگر نے حقارت سے سر جھٹکتے ہوئے ٹیلی ویژن سیٹ آف کر دیا۔ تاہم اُسے اندازہ تھا کہ بلیک گولڈ کی نئی دھمکی پر اگر عمل ہو گیا تو کتنی زبردست تباہی مچے گی۔ ٹی وی، ریڈیو اور پولیس وائرلیس کی تمام تنصیبات فلک بوس عمارتوں کے اوپر تھیں اور ان کی تباہی کا مطلب ان عمارتوں کا انہدام تھا۔

اس نے تیزی سے تمام پر نظر دوڑائی مگر اخبار میں ڈیلی آٹو پینٹنگ کمپنی میں ہونے والے کسی ہنگامے یا کسی ایجنٹ کے گھس جانے کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اب اُسے یقین ہونے لگا تھا کہ ڈیلی آٹو پینٹنگ کمپنی کا اس گروپ سے ضرور کوئی تعلق ہے۔

☆

وہ مقررہ وقت سے پندرہ منٹ قبل ہی فیروزہ کے دفتر پہنچ گیا۔ یہ ایک بڑا کمپلیکس تھا اور یہاں کام شروع ہو چکا تھا۔ سولہویں منزل کے بورڈ سے اُسے منزل کی تلاش میں آسانی ہو گئی۔ اس پر لکھا تھا: ڈالی ٹوئسٹ سینٹرز۔

ٹائیگر کو معاً ہی چارہ گر کا سینی ٹوریم یاد آ گیا۔ وہاں بھی علاج معالجے کی آڑ میں دوسرے کام ہوتے تھے جو ٹائیگر بھلائے جاتے تھے۔

ریسپشن کلرک فیروزہ سے زیادہ نہیں تو کم بھی حسین نہیں تھی۔ اُس کے چہرے پر بھولپن تھا اور زیبوں کی طرح آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

"کیا میں آپ کی کوئی خدمت کر سکتی ہوں جناب؟" اُس نے عام سے لباس میں وجیہ نوجوان کو دیکھ کر پوچھا۔ ویسے یہاں اُسے عام طور پر تھری پیس سوٹ میں ملبوس لوگ ہی نظر آتے تھے۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی اس طرح محض جینز، قمیص اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چیونگ شوز میں یہاں گھس آیا ہو۔

"میں مس فیروزہ سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور۔" لڑکی مسکراتی رہی "آپ نے یقیناً ملاقات کا وقت لے رکھا ہوگا؟"

دو منٹ بعد ایک اور خوبصورت لڑکی نے اس کی رہنمائی ایک ایسے کمرے کی طرف کی جس پر پیتل کی تختی لگی ہوئی تھی اور فیروزہ کا نام لکھا ہوا تھا۔

کمرے کی سجاوٹ فیروزہ کے حسن نظر کا پتہ دیتی تھی۔ میز کمرے کے وسط کی بجائے کونے میں تھی۔ قالین دیوار کی رنگت کا تھا۔ نفیس فرنیچر کے ساتھ ساتھ دیواریں بھی نفاست کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔ ان پر آئل پینٹنگ لگی ہوئی تھیں۔ میز پر صرف ایک فائل فولڈر رکھا ہوا تھا۔

وہ اسے دیکھتے ہی کھڑی ہو گئی۔ اس کا چہرہ گلنار ہو گیا۔ اس نے سفید شلوار سوٹ پہن رکھا تھا اور سیاہ دوپٹہ شانوں سے ڈھلک رہا تھا۔

"ہیلو! اگر چاہو تو کل کی طرح آج بھی میرے بالوں کی تلاشی لے کر کوئی چیز برآمد کر سکتے ہو شہزاد!" اس نے مترنم قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" ٹائیگر مسکرانے لگا۔ "میں فی الوقت تمہارے کمپیوٹروں کی کارکردگی دیکھنا چاہوں گا۔"

"تمہیں اپنا وعدہ یاد ہے؟"

"کیسا وعدہ؟"

"یہی کہ اپنی مطلوبہ معلومات حاصل کرنے کے بعد مجھے گودام کا پتا بتاؤ گے؟"

"ضرور... لیکن آج نہیں۔"

"پھر کب؟" وہ پژمردہ سی ہو گئی۔

"دو تین دن بعد۔"

"اُف..." فیروزہ منہ بنا کر بولی۔ "خیر میں جانتی ہوں کہ اس پیشے میں ہر شخص مطلبی ہوتا ہے۔ تم اپنے شکار کا نام بتاؤ۔"

"شاید ڈیلی..." ٹائیگر اس کی خفگی پر ہنس پڑا۔ "وہ ڈیلی آٹو پینٹنگ کمپنی کا مالک بھی ہے۔ مجھے اس مردود کا پورا نام نہیں معلوم۔"

"ابھی دیکھ لیتے ہیں۔" فیروزہ نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی کرسی سنبھال لی اور پھر یکے بعد دیگرے انٹرکام اور ٹیلی فون پر کسی کو ہدایات دے کر شہزاد کی طرف دیکھنے لگی۔ شہزاد اس وقت آئل پینٹنگ دیکھ رہا تھا۔ ایک ہی منٹ بعد ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔ فیروزہ نے ریسیور اٹھا کر کچھ سنا اور پھر پنسل اٹھا کر کچھ نوٹ کرنے لگی۔ اس کے بعد اس نے ایک طویل سانس لے کر ریسیور رکھ دیا۔

"تمہارے مطلوبہ آدمی کا نام عبدل ڈیلی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لامازی مسلمان ہے۔ اس کا نام کمپیوٹر کو فیڈ کر دیا گیا ہے اور کچھ ہی دیر بعد اس کے کرتوتوں کی فہرست تمہارے سامنے پیش کر دی جائے گی پرنس۔"

"پرنس..." ٹائیگر منہ کھولے رہ گیا۔

"ہاں نہ جانے تمہیں دیکھ کر ایسا کیوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی ریاست کا شہزادہ سامنے بیٹھا ہو۔"

"فیروزہ۔" ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔ "مجھے محض شہزاد ہی رہنے دو۔ ورنہ میرا استاد یہ سن کر کہ کسی نے مجھے پرنس کہا ہے اتنی زبردست مشقیں کرائے گا کہ میری ہڈیاں تک چلا اٹھیں گی۔"

"استاد..." فیروزہ نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تمہارا کوئی استاد بھی ہے؟"

"ہاں اور وہی میرا اعزازی باپ بھی۔"

"کمال ہے۔ میرا خیال تھا کہ تم استادوں کے استاد ہو۔" فیروزہ ہنس پڑی۔ "مجھے اس سے ملواؤ گے؟"

"اگر اس نے ضروری سمجھا تو تم سے خود ہی مل لے گا۔ وہ ایسا ہی آدمی ہے۔ ویسے تم لوگ یہاں کیا کام کرتے ہو؟"

"مرض کی تشخیص۔"

"کیا عبدل بھی کوئی مریض ہے جس کا ریکارڈ کمپیوٹر میں محفوظ ہوگا؟"

"شاید وہ بذات خود کوئی مرض ہے اور ہم ہر مرض کے بارے میں تمام تر اطلاعات محفوظ رکھنا پسند کرتے ہیں تاکہ اس کا علاج بھی کیا جا سکے۔"

"اور اس کام کے عوض تم سی آئی اے سے کتنی رقم لیتی ہو؟"

"اوہ..." فیروزہ نے مصنوعی برہمی سے کہا۔ "پھر وہی سی آئی اے..." یہ کہہ کر اس نے بات ٹالنے کے لیے انٹرکام کا بٹن دبایا۔ "پرنٹ لے کر آؤ۔" اس کا لہجہ اس مرتبہ سپاٹ تھا۔

چند لمحوں بعد ایک سائڈ ڈور کھلا اور دبلی پتلی سی ایک لڑکی کمپیوٹر کے دو پرنٹ آؤٹ لے آئی۔ دونوں شیٹ ایک ایک فٹ لمبی تھیں۔ فیروزہ نے پہلی شیٹ دیکھی وہ مسکرائی اور پھر اس

نے شیٹ شہزاد کی طرف بڑھا دی۔

"ڈیلی... عبدل... اے کے اے ڈیلی جیمز۔ عمر ۴۵ سال لامازی۔ قد ساڑھے چھ فٹ۔ وزن ۱۹۰ پاؤنڈ۔ لامازی لینڈ میں پیدا ہوا۔ ولدیت نامعلوم۔ چھ سال کی عمر میں یتیم خانے میں داخل کیا گیا جہاں سے آٹھ مرتبہ فرار ہوا۔ چاقو باز۔ بلوغت کے زمانے میں پہلی بار مقدمہ چلا مگر بری ہو گیا۔"

"بس۔" ٹائیگر نے مایوسی سے سر ہلایا۔ "اور کچھ نہیں مل سکتا؟"

"نہیں، اتنے مایوس مت ہو۔" فیروزہ ہنس پڑی۔ "یہ پہلی قسط تھی۔ اب ماسٹر کمپیوٹر سے اس کا فوجی ریکارڈ، ایف بی آئی اور سوشل سکیورٹی ریکارڈ کی اطلاعات معلوم کی جائیں گی۔"

ٹائیگر نہ چاہتے ہوئے بھی فیروزہ کو غور سے دیکھنے لگا۔ اسے اس لڑکی کی ہر حرکت، ہر ادا میں معصومیت نظر آ رہی تھی۔ "فیروزہ۔" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں ابھی تک تمہیں نہیں سمجھ سکا۔"

فیروزہ کی دلکش آنکھیں کمپیوٹر پرنٹ آؤٹ سے ہٹ کر ٹائیگر کے چہرے کا طواف کرنے لگیں۔ اس وقت خود فیروزہ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا جواب دے۔ اس نے ایک مرتبہ پھر نظریں پرنٹ آؤٹ پر جما دیں لیکن اب وہ پرنٹ آؤٹ کو نہیں پڑھ رہی تھی۔

"یہاں تمہارا کوئی دوست بھی ہے؟"

"دوست نہیں، منگیتر ہے۔" وہ شرما گئی۔ "اور اس سے دو سال ہو گئے ملاقات نہیں ہوئی۔ امریکہ میں ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے دوسرا پرنٹ آؤٹ بھی ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔ یہ عبدل کے بچپن سے سن بلوغت تک کے جرائم کا ریکارڈ تھا لیکن چار سال قبل سے اب تک کا کوئی جرم اس میں درج نہیں تھا اور اس سے یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا تھا کہ عبدل جرائم سے کنارہ کش ہو چکا ہے۔

"گودام کا پتا اب تو بتا دو شہزاد۔" فیروزہ ایک طویل سانس لے کر بولی۔

"تھوڑا سا صبر کرو۔" ٹائیگر نے نرم لہجے میں کہا۔ اسی لمحے دبلی پتلی لڑکی چند دوسرے کاغذات لے آئی تو ٹائیگر نے اس بار خود ہی اس کے ہاتھ سے کاغذات لے لیے اور تیزی سے پڑھنے لگا۔

"عبدل ڈیلی۔ اے کے اے ڈیلی جیمز۔ عمر ۴۵ سال۔ لامازی۔ فوج میں تربیت حاصل کر چکا ہے۔ گولا بارود اور ہر قسم کے ہتھیاروں کا بھرپور تجربہ رکھتا ہے۔"

"گڈ۔" ٹائیگر سر ہلانے لگا۔ "مگر ابھی تک میں تشنہ ہوں فیروزہ۔"

"پانی پی لو۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی اور پھر خود ہی کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"یہ کام بھی بعد میں کروں گا۔ فی الحال تشنگی سے میری مراد یہ ہے کہ عبدل کے بارے میں منشیات کا پہلو کمپیوٹر بھی نظرانداز کر رہا ہے۔ کیا یہ شخص کبھی منشیات کے دھندے میں ملوث نہیں رہا؟"

"ہاں اس میں اس کا کوئی ذکر نہیں۔" فیروزہ سنجیدگی سے بولی۔ "اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس شعبے میں اس کا ریکارڈ بے داغ ہے۔"

"تب اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اسمگلر بن چکا ہوگا۔" ٹائیگر نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ فیروزہ قہقہے لگانے لگی۔ اس کے عارض سرخ ہو گئے اور سفید موتی جیسے دانت نظر آنے لگے۔ ٹائیگر اس کے قہقہوں سے محظوظ ہوتا ہوا یہی سوچ رہا تھا کہ جس شخص کا نام سولن کے ساتھ لیا جاتا ہو وہ منشیات کے کاروبار میں ضرور ملوث ہوگا کیونکہ یہ بات یقینی تھی کہ سولن کا تعلق اس ملک سے ہے جو بیرون ملک منشیات کے فروغ اور اسمگلنگ کو بھی زرمبادلہ کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھتا ہے۔ وہ ایک بار پھر واٹسن سے رابطہ قائم کرنے پر غور کرنے لگا۔

"کیا پرنٹ آؤٹ میں ساتھ لے جا سکتا ہوں فیروزہ؟" اس نے اٹھنے کی تیاری کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں بشرطیکہ تمہیں یاد آ گیا ہو کہ گودام کہاں ہے؟" فیروزہ نے سودابازی کرتے ہوئے کہا۔

"ضرور۔ تین دن میں میری یادداشت یقیناً واپس آ جائے گی۔ اگر اس وقت میں نے تمہیں کچھ بتا دیا تو کرنل ہوشیار ہو جائے گا۔"

فیروزہ اٹھ کر کھڑکی سے جھانکنے لگی۔ اس کے اٹھنے اور چلنے کا انداز روبی سے مختلف نہ تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ فیروزہ کی آواز روبی کے مقابلے میں بہت نرم تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ شاید روبی بھی عام زندگی میں اتنی ہی نرم گفتار ہو اور میرے سامنے جان بوجھ کر تیز لہجہ اپنا لیتی ہو۔

اچانک ہی فیروزہ اس کی طرف پلٹی۔ "کیا تمہارا کلائنٹ عبدل میں بہت زیادہ دلچسپی لیتا ہے شہزاد؟"

"ظاہر ہے۔ ورنہ میں یہاں کیوں آتا؟"

"تب پھر تمہارے کلائنٹ کی دلچسپیاں بہت عجیب ہیں۔" فیروزہ نے دیوار سے ٹیک لگا کر کہا۔

"ہاں... اور یہ میری بدقسمتی ہے۔" ٹائیگر نے ہنس کر کہا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا تمہیں اب بھی گودام کا محل وقوع یاد نہیں آیا؟" وہ گھوم پھر کر اسی موضوع پہ آ رہی تھی۔

"میرے ساتھ ڈنر پہ چلو، شاید یاد آ جائے۔"

"ڈنر..." فیروزہ کے چہرے پہ ہلکی سی سرخی دوڑ گئی۔ "ٹھیک ہے۔ میں تمہیں فون کر دوں گی۔ پھر ہم ڈنر پہ چلیں گے۔"

"اوکے۔" ٹائیگر نے پرنٹ آؤٹ اٹھا کر کہا۔

"خدا حافظ شہزادے!" اسے عقب سے فیروزہ کی آواز سنائی دی اور وہ پلٹنے پہ مجبور ہو گیا۔

"میری ایک بات غور سے سنو گی فیروزہ؟"

"کیوں نہیں؟" وہ مسکراتی رہی۔ "اب تک غور ہی سے سنتی رہی ہوں۔"

"تب پھر ایک بات یاد رکھنا، تم جینز اور بلاؤز میں اتنی حسین نہیں لگتیں جتنی اس لباس میں لگ رہی ہو۔"

"اوہ..." فیروزہ نے طویل سانس لے کر کھڑکی سے سر ٹکا دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔ ٹائیگر دبے قدموں کمرے سے نکل گیا۔

نیچے پہنچتے ہی اس نے پبلک فون بوتھ تلاش کیا اور وانگ کے نمبر ملائے۔

"مسٹر وانگ! میں بہرام کا دوست بات کر رہا ہوں۔ چند سوالات مجھے پریشان کر رہے ہیں۔" اس کا لہجہ نرم اور محتاط تھا۔

"پوچھو۔ اگر میرے پاس جواب ہوں تو میں کنجوس ثابت نہیں ہوں گا۔"

"کیا سولن نے کبھی اشارتاً یہ ذکر کیا تھا کہ وہ منشیات کے کھیل میں ملوث ہے؟"

"ہاں۔" وانگ نے جواب دیا۔ "وہ جب پہلی بار مجھے سازش میں شریک کرنے کے لیے آیا تھا تو اس نے کہا تھا کہ یہاں سفید شکر کی بہت اچھی منڈی بن سکتی ہے۔ اس نے مجھے پیش کش کی تھی کہ میں منڈی میں اس کی فروخت کا سارا کام سنبھال لوں تاہم میں نے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا تھا۔"

"اس پر اس نے دھمکیاں بھی دی ہوں گی؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"نہیں۔ دھمکیاں بعد میں ملیں۔ یہ بات بہرحال درست ہے کہ ہمارے بہت سے لوگ اس مکروہ کاروبار میں ملوث ہیں۔ وہ بارہ سے پندرہ سال کی لڑکیوں کو بھی ہیروئن فروخت کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ میں نے ان بچیوں کو نقصان پہنچائے بغیر اس دھندے کو ختم کرنے کی کوشش کی مگر میں ناکام رہا پھر اس نے کسی جیمل نامی شخص کو اپنا ڈیلر مقرر کر دیا۔"

"میں نے کل رات جیمل ڈیلی کا ذکر کیا تھا۔ کیا یہ وہی ہو سکتا ہے مسٹر وانگ؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔"

"کیا جیمل لامازی اور پستہ قد ہے؟"

"ہاں، میں نے اسے دیکھا تو نہیں لیکن اس کے بارے میں یہی کچھ سنا ہے۔ وہی لڑکیوں کو منشیات تقسیم کرنے کے لیے استعمال کر رہا ہے۔"

"ہونہہ..." ٹائیگر ہنکارا بھر کر بولا۔ "اس حکمت عملی کی وجہ شاید یہ ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچے منشیات کی سمگلنگ میں کڑی سزاؤں سے مستثنیٰ ہیں۔"

"درست، انیس سال سے زیادہ عمر والوں کو عمر قید ہوتی ہے جبکہ ان بچیوں کو پکڑ کر سال دو سال کے لیے اصلاح خانوں میں بھیج دیا جاتا ہے۔"

ٹائیگر نے مزید کچھ کہے بغیر ریسیور رکھ دیا۔ وہ جیمل کی گردن پکڑ کر اسے قتل کر سکتا تھا۔ اس کی تلاش زیادہ مشکل ثابت نہ ہوتی۔ وہ کمپنی کو بم سے اڑا سکتا تھا۔ وہاں موجود لوگوں کو ہلاک کر سکتا تھا مگر یہ سب کچھ بے سود ہوتا۔ اسے منشیات کے تناور درخت اور دہشت گردی کے پودوں کو جڑوں سے اکھاڑنا تھا۔ اس نے وانگ سے ایک پتا حاصل کیا تھا تاہم وانگ نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ اسمگلر اور منشیات فروش ایک دو ماہ بعد اپنے اڈے اور کمیں گاہیں بدل دیتے ہیں۔

وہ بوتھ سے نکل کر کار کی طرف لپکا۔ اس وقت نہ جانے کیوں وہ عجلت میں تھا۔ اسے یہ یقین ہو چکا تھا کہ جیمل یا تو بڑا ملزم ہے یا پھر بڑے ملزم کا دایاں ہاتھ۔

وانگ نے جو پتا دیا تھا وہاں تک پہنچنے میں اسے زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ یہ جنرل اینڈ میڈیکل اسٹور کا پتا تھا۔ اس نے ایک جھٹکے سے گاڑی روکی۔ کار سے اترا اور اسی بڑے اسٹور کی طرف بڑھنے لگا۔

اس کی آنکھوں میں موت کا قہر جھلک رہا تھا۔

وہ موت کا پیغامبر تھا۔

وہ اسٹور میں داخل ہوا تو وہاں صرف ایک شخص موجود تھا۔ اس چھوٹے سے چینی کے بال جلے تھے اور چہرے پہ داغ، اس کی عمر بیس سال سے زیادہ نہیں لگ رہی تھی۔

ٹائیگر کو دیکھتے ہی وہ اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرنے

لگا۔ اس نے کن انکھیوں سے اسٹور کے عقب میں جانے والی چھوٹی سی گلی نما راہداری کو دیکھا لیکن پھر فوراً ہی نگاہیں ہٹا لیں۔ ٹائیگر اس کے قریب پہنچا تو نوجوان دونوں ہاتھوں کو مسلنے لگا۔ وہ غالباً کوئی چیز چھپانا چاہتا تھا اور یہی اس کی اصل پریشانی تھی۔

"مم... میں آپ کی کیا مدد کر سکتا ہوں جناب؟" اس نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"ضرور کر سکتے ہو۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا اور اس کی ناک پہ ہلکے سے انگلی ماری۔ چینی نوجوان نے تڑپ کر اپنی ناک پکڑ لی۔ یہ ہلکی سی ضرب ٹائیگر کو اس دل خوش کن حقیقت سے روشناس کرا گئی کہ اس کے ہاتھ پھر سے ہتھیار بننے لگے ہیں۔ اس نے دایاں ہاتھ بڑھا کر نوجوان کی گردن پکڑ لی اور اسے کسی چوہے کی طرح اٹھا کر اسٹول پہ بٹھا دیا۔

ٹائیگر نے ناک پہ انگلی اس لیے نہیں ماری تھی کہ چینی درد سے تڑپنے لگے بلکہ اس کا مقصد ذہن کو شدید جھٹکا دینا تھا۔ ایسا جھٹکا جس کے باعث نوجوان کے اعصابی نظام میں کم از کم نصف گھنٹے تک بے حسی رہے۔ اس کے بعد نوجوان تیس منٹ تک اپنی بصارت کو محدود طور پہ استعمال کر سکتا تھا۔ نوجوان کو اسٹول پہ بٹھا کر وہ عقبی حصے کی طرف بڑھ گیا۔ راہداری میں پہنچ کر اسے باتوں کی گنگناہٹ سنائی دی۔ اس نے جیکٹ کے بٹن کھول لیے تاکہ بوقت ضرورت کولٹ کمانڈر کا استعمال بھی کر سکے۔

وہ مزید چند قدم آگے بڑھا تو اس نے خود کو ایک گودام نما جگہ میں پایا۔ اس کے مقابل لکڑی کا ایک دروازہ تھا۔ اس کے ساتھ والے کمرے سے باتوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔ ٹائیگر نے دروازے پہ ہاتھ رکھا تو دروازہ اندر سے مقفل محسوس ہوا لیکن اس کی ایک ہی فرنٹ کک نے دروازے کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا۔ ساتھ ہی وہ بجلی کی طرح کود کر کمرے میں پہنچ گیا۔

میز پہ جھکے ہوئے دونوں لامازی گھبرا گئے۔ ٹائیگر نے ایک ہی نظر میں اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ پلاسٹک کی چھوٹی چھوٹی تھیلیوں میں سفید پاؤڈر بھر رہے تھے۔ ان پیکٹوں کو سر بہ مہر کرنے کے لیے لوہے کی ایک سلاخ ہیٹر پہ تپ رہی تھی۔

ان دونوں نے ٹائیگر کے پہلو میں جھولتے ہوئے کولٹ کمانڈر کو دیکھ لیا۔ ان میں سے ایک کا ہاتھ میز کے نیچے رینگ گیا۔ تاہم اسی لمحے ٹائیگر نے اپنی دائیں ٹانگ استعمال کی۔ ایک طرف رکھی ہوئی چھوٹی میز ہوا میں اڑی اور لامازی کے اس ہاتھ کے شانے پہ گری جو میز کے نیچے رینگ رہا تھا۔

کمرے میں خوفناک چیخ بلند ہوئی اور پھر تحلیل ہونے لگی۔ لامازی منہ کے بل میز پہ گر گیا۔ وہ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"دونوں ہاتھ سر پہ رکھے دو قدم آگے آؤ۔" ٹائیگر نے دوسرے لامازی کو حکم دیا۔

دوسرا لامازی ٹھنڈ کھائے ہوئے پتے کی طرح کانپ رہا تھا۔

"سس... بھنو..." اس نے بمشکل کہا۔ "تم... کیا چاہتے ہو؟"

"تم نے زیادہ بک بک کی تو کولٹ کمانڈر کی ایک عدد گولی تمہاری ایک آنکھ میں گھس کر بھیجے کو پھاڑتی ہوئی دوسری طرف نکل جائے گی۔" ٹائیگر نے کولٹ کمانڈر پہ ہاتھ رکھتے ہوئے انتہائی خونخوار لہجے میں کہا۔

لامازی کانپتا ہوا دو قدم آگے آ گیا۔

"اب دیوار کی طرف منہ کر کے دونوں ہاتھ دیوار پہ رکھ لو۔ ٹانگیں پھیلاؤ اور چہرہ دیوار سے لگا دو۔" ٹائیگر نے دوسرا حکم دیا۔ وہ اس شخص کو بھی مار سکتا تھا لیکن فی الوقت محض اسے غیر مسلح کرنے کا تجربہ کر رہا تھا۔

اس کی جیب سے اعشاریہ ۳۸ نکلا جسے ٹائیگر نے کمرے کے دوسرے کونے میں پھینک دیا۔ پھر مزید تلاشی پہ لامازی کے جوتے میں چھپی ہوئی چھوٹی سی پلاسٹک سرنج نکلی۔

ٹائیگر نے سرنج کو کھولا، سوئی کی نوک زمین پہ رگڑی اور پھر نوجوان کی طرف پلٹا۔ "سنو! اب یہ سوئی زمین کے جراثیم سے آلودہ ہو چکی ہے اور میں اسے تمہاری شہ رگ میں چبھونے والا ہوں۔ اس کی نوک پہ لگے ہوئے سینکڑوں جراثیم سوئی کے چبھتے ہی تمہاری شہ رگ میں داخل ہو جائیں گے اور پھر پتا نہیں تم کتنے امراض کا شکار ہو جاؤ۔ ممکن ہے تمہارے جسم پہ پھوڑے نکل آئیں یا تم بیٹ سے گر کر فوراً ہی مر جاؤ۔"

"نن... نہیں..." لامازی تڑپ کر بولا۔ "سب کچھ لے جاؤ۔ رقم اور ہیروئن بھی۔ یہ سب کچھ تمہارا ہے۔ لے جاؤ مگر میری جان بخش دو۔"

"یہ دھندا کون چلا رہا ہے؟" ٹائیگر اپنے اصل مقصد کی طرف آنے لگا۔

لامازی نے ایک بار دروازے کی طرف دیکھا اور پھر بولا۔ "یہ میں نہیں بتا سکتا۔"

"اچھا!" ٹائیگر نے سوئی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "بہت اچھا۔ بس اتنا ہی بتا دو کہ تم کتوں میں سب سے بڑا کتا کون ہے؟"

"ڈرکو... ڈرکو..." لامازی گڑگڑانے لگا۔ اس کی خوف زدہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا اُس وقت یقین ہوا جب اُس نے عقب میں دھم کی آواز سُنی۔

وہ کسی اسپرنگ کی طرح اُچھل کر پلٹ پڑا۔

ایک جیپنی یا تائیوانی تلوار سونتے ہوئے اسے گھور رہا تھا۔

اُس نے سیاہ قمیص اور سیاہ جینز پہن رکھی تھی۔ کمر پہ سیاہ بیلٹ تھی جس کے کنارے سفید تھے اور وہ برہنہ پا تھا۔

ٹائیگر کے چہرے پہ عجیب سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ وہ اُسے پہچان گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ شخص اپنے فن کا ماہر ہے لیکن وہ اس شخص کی کمزوری سے بھی واقف تھا۔

یہ سموری تھا اور ٹائیگر کو یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ سموری فن کے ماہر صرف حملہ کرنا جانتے ہیں دفاع کرنا نہیں۔ اس وقت بھی یہی صورت حال تھی۔ سموری نے تلوار دونوں ہاتھوں میں اُفقی انداز میں پکڑ رکھی تھی۔

ٹائیگر کو سموری اور سناٹو فن کے درمیان فرق بھی معلوم تھا۔ وہ تن کر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے سموری کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ ٹائیگر کے دونوں پیروں کے درمیان سات آٹھ انچ کا فاصلہ تھا۔ دونوں ہاتھ بالکل ڈھیلے ڈھالے انداز میں زانوؤں پہ تھے۔ وہ بالکل چپ چپ تھا۔ اُسے اوشان کئی بار بتا چکا تھا کہ ایسے مرحلوں پر ذرا سی بھی آواز مخالف کو ارادوں سے خبردار کر دیتی ہے۔ ٹائیگر کے چہرے پہ اب سنجیدگی تھی اور وہ سموری کے وار کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار تھا۔ سموری نے جونہی تلوار نوّے کے زاویے سے نیچے کی طرف گھمائی ٹائیگر بجلی کی طرح پیچھے کی طرف گرا اور ساتھ ہی اُس کی دائیں ٹانگ نوّے کے زاویے پہ آسمان کی طرف اُٹھ گئی۔ یہاں اُس نے بے پناہ مہارت اور پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا۔ تلوار کا دستہ اُس کے جوگنگ شوز پہ لگا۔ ساتھ ہی ٹائیگر نے بائیں ٹانگ کو اس طرح موڑا کہ اس کا بایاں گھٹنا سموری کے بائیں گھٹنے سے ٹکرایا۔ سموری اپنی جھونک میں کچھ آگے آ گیا۔ ٹائیگر نے اس کے بائیں گھٹنے پر زور برقرار رکھتے ہوئے دائیں ٹانگ کو ہلکی سی جنبش دی۔ تلوار نیچے آنے لگی پھر اس کا دایاں پیر سموری کے ان ہاتھوں پہ لگا جن میں تلوار دبی ہوئی تھی۔ یہ بظاہر معمولی لیکن شدید دھکا تھا۔ سموری کا توازن بگڑ گیا۔ وہ دائیں طرف گرنے لگا اور اسی لمحے ٹائیگر کے بلند ہاتھوں نے تلوار دبوچ لی۔ اس نے پھرتی سے قلابازی کھائی۔ سموری کے ماتھے پہ اُس کے دونوں پیر لگے اور سموری چت گر پڑا۔ اسی لمحے اُس کی اپنی تلوار اس کے اپنے نرخرے میں پیوست ہو گئی۔ خون کا فوارہ بلند ہوا مگر ٹائیگر خون سے بچنے کے لیے پہلے ہی کئی قدم پیچھے ہٹ چکا تھا۔ اب اس کے قدم بہت تیزی سے زینے کی طرف اُٹھ رہے تھے۔ وہ بہت خوش تھا اور خوشی کی وجہ صرف یہ تھی کہ اُس نے اپنے جسم اور جسمی ردِّعمل کی بھرپور آزمائش کر لی تھی۔ وہ سُپر فِٹ نہ سہی فِٹ بلکہ سو فی صد فِٹ ضرور تھا۔

اُسے اُوپر تمام کمرے خالی ملے۔ کسی بھی جگہ سے کوئی اور ہتھیار نہیں ملا۔ وہ مایوسی سے سر جھٹکتا ہوا عمارت سے نکلا اور کار میں بیٹھ گیا۔ اسی وقت اُسے پولیس کا سائرن سُنائی دیا۔ وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ عمارت سے فرار ہونے والوں نے اُسے گرفتار کرانے کے لیے معقول انتظام کیا تھا۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی اور معتدل رفتار سے چلانے لگا۔

لیفٹیننٹ ثاقب نے آٹو کمپنی میں لاشیں دیکھیں تو غصے یا خوف کی وجہ سے اُس کا چہرہ بگڑ گیا۔ اُسے زیادہ غصہ اس بات پہ تھا کہ کوئی عینی شاہد نہیں بچا تھا جو قاتل کا حلیہ ہی بتا سکے۔ عمارت میں کرنسی معقول تعداد میں موجود تھی اور قتل و غارت گری کرنے والے نے دفتر کی کھلی تجوری کو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

"آخر وہ کون تھا؟ چور یا ڈاکو ہر گز نہیں ہو سکتا۔" لیفٹیننٹ ثاقب نے سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی پہ اُلٹے ہاتھ کا مُکا مارتے ہوئے کہا۔ پھر وہ غضب ناک انداز میں اس اخبار والے کو دیکھنے لگا جو اندر جھانک رہا تھا۔ "پریس کو دُور رکھو!" اُس نے غرّا کر اپنے ماتحت سے کہا۔

"اسے اب بتا بھی دو لیفٹیننٹ۔ خبر تو مل گئی تفصیلات بھی بتا دو۔"

"پلیز..." لیفٹیننٹ ثاقب بڑی بے چارگی سے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ کوئی سپر فورس جرائم پیشہ افراد کا قلع قمع کرنے کے لیے میدان میں آ گئی ہے لیفٹیننٹ!" رپورٹر بھی بہت ہٹ دھرم ثابت ہو رہا تھا۔

"بکواس۔" لیفٹیننٹ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اس وقت ہمیں شہادتیں جمع کر لینے دو، میں بعد میں بات کروں گا۔"

"شہادتیں نہیں ملیں گی آفیسر!" دوسرے صحافی نے ہال میں جھانکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "مجھ سچ کہہ رہا ہے یہی رپورٹ دے دو کہ کوئی سپر فورس آ گئی ہے۔"

"ان سب کو عمارت سے باہر نکال دو۔" لیفٹیننٹ غصے سے پیر پٹختے ہوئے بولا۔ "سب کو۔ ٹی۔ وی والوں کو بھی۔"

جرنلسٹ پارٹی ہنستی مسکراتی ہوئی پلٹ گئی اور لیفٹیننٹ ثاقب جس نے اسکرباول کی جگہ لی تھی یہی سوچ رہا کہ کیا واقعی ایسی کوئی سپر فورس موجود ہے؟

"میرے خُدا! میرا علاقہ کس قسم کے چڑیا گھر میں تبدیل ہو رہا ہے۔" اُس نے کنپٹی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا جو سُلگ رہی تھی۔

☆

گلشن سینٹر تک سردی کا اثر ہو چکا تھا۔ جنوری کے اس موسم میں لوگ بمشکل کام کر پا رہے تھے۔ صرف ایک لفٹ چل رہی تھی اور ملازمین بار بار گھڑی کی طرف دیکھ رہے تھے تاکہ وقت پورا ہوتے ہی گھروں کا رُخ کریں۔ ایک سو دس منزلہ اس بلڈنگ کے گراؤنڈ فلور والے ڈیلی تھانے میں ایک گارڈ موجود تھا۔ عمارت کی دیکھ بھال کرنے والا عملہ آ رہا تھا۔ دو لازمی مخصوص اوور آل یونیفارم پہنے ہوئے اس کے قریب پہنچے۔ انھوں نے بڑی کاہلی سے گارڈ کو اپنے بیج دکھائے اور مُنہ بناتے ہوئے اندر داخل ہو گئے۔ دس منٹ کے وقفے سے مزید دو نوجوان آئے اور بیج ہلاتے ہوئے گارڈ کے سامنے سے گزر گئے۔ گارڈ کو ان چاروں پر کوئی شبہ نہیں ہوا کیونکہ اُس کے سامنے سے درجنوں عورتیں اور مرد گزرتے ہی رہتے تھے۔

اندر پہنچ کر چاروں لازمی اپنی اپنی طے شدہ سمتوں میں چل دیے۔ اُن کی چال ڈھال سے ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے وہ بیزاری کے اس مجبوری ماحول کا مقدر ہیں۔

جینک سب لیول نمبر فور پہ ائرکنڈیشننگ ڈکٹ ورک کے عقب میں بیٹھ گیا۔ یہ راہداری زیادہ تر سنسان رہتی تھی اور بھرپور تلاشی کی مہم کے باوجود اُس کا پکڑا جانا ممکن نہیں تھا۔

صنوبر نے مردوں کے باتھ روم کے شیشے صاف کرنے میں کچھ وقت گزارا۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اُس نے اتنا خوب صورت باتھ روم دیکھا تھا۔ ہر چیز اُسے متاثر کر رہی تھی۔ اس دوران میں عملے کا ایک اور شخص اندر آیا مگر صنوبر کو شیشے صاف کرتے ہوئے دیکھ کر مطمئن انداز میں واپس چلا گیا۔ ایک گھنٹے بعد صنوبر تھک کر ایک ٹوائلٹ بوتھ میں گھس گیا اور اُس نے دروازہ بند کر لیا۔ اب وہ کموڈ پہ بیٹھ کر انتظار کر سکتا تھا۔

رابرٹس بھی ایک محفوظ جگہ پہ تھا۔ اُس نے سب لیول سکس کے اس چھوٹے سے کمرے کو منتخب کیا تھا جس کے باہر لکھا تھا "خطرہ۔ ہائی وولٹیج۔ داخلہ ممنوع ہے۔" اُسے اندر کا ماحول بالکل ویسا ہی لگا تھا جیسا عبدل نے بتایا تھا۔ بس اُسے تکلیف یہ تھی کہ دس مربع فٹ کے اس کمرے میں پوری جگہ مشینری نے گھیر رکھی تھی۔ یہاں ٹرانسفارمر بھی تھا اور تاروں کے گچھے بھی۔ وولٹیج کے بکس بھی ایک طرف نظر آ رہے تھے۔ اُس نے جیب سے ایک فہرست نکالی، اُس پر اُچٹتی سی نظر ڈالی جن کی اُسے ضرورت پڑنے والی تھی۔ وہ مسکراتا ہوا دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ایک منٹ تک وہ سوچوں میں گم رہا مگر پھر وہ چونک کر اپنے قریب والے بکس کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کا ہاتھ لاشعوری طور پر اپنی پیٹھ تک چلا گیا جہاں وردی کے نیچے دھماکا خیز مواد کی موٹی سی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اُس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ سب کچھ اتنا آسان ہوگا جتنا کیک کھانا۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں اور سو گیا۔

عبدل ڈیلی بہرحال جمعدار کی یونیفارم میں بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اُس نے پیٹ پہ ہاتھ پھیر کر سی فور بارود کی پٹی کا وزن ایک طرف کیا اور پھر سر پہ ہاتھ پھیرنے لگا۔

وہ چھ سال قبل دو ماہ تک یہاں کام کر چکا تھا اور اُسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی تھی کہ عمارت کے اندر سیکورٹی کے ضابطے وہی ہیں جو چھ سال قبل تھے۔ وہ ایک لفٹ کے ذریعے بالائی منزل پہ گیا اور گارڈوں کو سلام کرتا ہوا ایک طرف نکل گیا۔ اب وہ سب لیول پہ جا رہا تھا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک کلپ بورڈ تھا۔ ایسے کلپ بورڈ مینٹی نینس سپروائزر استعمال کرتے تھے۔ اس کلپ بورڈ کو دیکھتے ہی عملہ فوراً اپنے کام میں مصروف ہو رہا تھا۔

عبدل کا دل دھڑک رہا تھا اور اُس کی خواہش تھی کہ وہ ہر کمرے میں جا کر دیواروں پہ لکھ دے "ہاکس گولڈ یہاں پہنچ چکا ہے!" ایک منٹ بعد اُس نے اپنی اس خواہش کو بچکانہ قرار دے کر خود ہی رد کر دیا۔

دیکھ بھال کرنے والے عملے کی شفٹ ایک بجے رات کو ختم ہوتی تھی اور جونیئرز کی روانگی کے بعد اصل کام شروع ہوتا تھا۔ تین گھنٹے بعد اُس نے ایک کمرے کے دروازے کی درز سے جھانک کر دیکھا۔ عملہ واپس جا رہا تھا اور بڑے دروازے پر موجود گارڈ اپنی چوکی بند کر رہا تھا۔

جونہی دروازہ بند ہوا، عبدل کسی سانپ کی طرح رینگتا ہوا ہال میں پہنچا اور پھر دوڑتا ہوا نیچے لیول سکس تک پہنچ گیا۔ اس نے لفٹ اس وجہ سے استعمال نہیں کی کہ اس وقت لفٹ چلتے دیکھ کر کوئی بھی مشکوک ہو سکتا تھا۔

جینک اور صنوبر دونوں وہاں موجود تھے۔ انھوں نے اُسے دیکھ کر سر ہلائے اور پھر اس دروازے پہ دستک دی جس پہ خطرے کا نشان بنا ہوا تھا۔

رابرٹس نے دروازہ کھول کر ہاتھ ہلایا۔ ہائی انرجی کیبل اور [illegible] کی طرف اشارہ کرکے مسکرانے لگا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنکھیں سرنج کی سوئی پر جمی ہوئی تھیں "وعدہ کرو کہ جواب ملنے کے بعد تم سرنج..."

"وعدہ جواب ملنے کے بعد سوئی نہیں چبھوؤں گا۔" ٹائیگر نے فوراً جواب دیا۔

"وہ... وہ لامازی ہے۔" نوجوان نے جواب دیا۔ "میری اُس سے صرف ایک بار ملاقات ہوئی ہے لیونگ میں ایک دوسرے شخص کے توسط سے یہ کاروبار کرتا ہوں۔ اس لامازی کا نام عبدل ہے۔"

"پستہ قد؟"

"ہاں پانچ فٹ سے زیادہ نہیں ہوگا۔"

"گڈ اب زندگی بھر آرام کرو فرزند۔" یہ کہہ کر ٹائیگر نے اپنا انگوٹھا آزمایا۔ جو لامازی کی کنپٹی پر لگا مگر توقعات کے برخلاف لامازی چھپکلی کی طرح گر کر مرا نہیں بلکہ تڑپنے لگا۔ اُس نے لامازی اور پھر انگوٹھے کو غور سے دیکھا مطلب واضح تھا۔ انگوٹھے میں ابھی پرانی صلاحیت واپس نہیں آئی تھی۔ اُسے تڑپنے والے لامازی پر ترس آنے لگا۔ اُس کا ہاتھ بلند ہوا اور پانچوں انگلیوں نے لامازی کی کنپٹیوں کو دبوچ لیا۔ یہ بس دس سیکنڈ کی بات تھی اور لامازی کش مکش حیات سے آزاد ہو چکا تھا۔ اُس نے دوسرے لامازی کو دیکھا۔ وہ اب گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ٹائیگر نے جھک کر اُس کے زخم پر ہاتھ رکھا۔ ذرا سا زور لگایا اور پھر اُسے بھی پُرسکون کر دیا۔

چند لمحے بعد وہ ہیروئن کو سنک میں بہا رہا تھا۔

پانچ منٹ بعد وہ اسٹور سے دو فرلانگ دُور ایک پبلک بوتھ میں تھا۔ اُس نے فون کیا اور پھر اپنی کار میں آکر بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر بعد دو عام کاریں اسٹور کے سامنے آکر رکیں پھر ایک ایمبولینس آئی اور اس کے بعد پولیس کی دو گاڑیاں تیزی سے آکر رکیں۔

اس کے بعد ٹائیگر محض ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

پہلا لامازی مر چکا تھا۔ اسٹریچر پر سفید چادر کے نیچے اُس کی لاش تھی جبکہ دوسرا لامازی زندہ تھا۔ وہ آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔ یہ وہی لامازی تھا جس کی کنپٹی پر اُس کا انگوٹھا ناکام ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے۔ دیکھ لوں گا۔" اُس نے دائیں ہاتھ کی انگلیوں کو گھورتے ہوئے زیر لب کہا اور پھر مسکرانے لگا۔ پولیس کو بہرحال اب یہ کہنے کا حق حاصل ہو گیا تھا کہ اُس نے منشیات کے ایک اڈے کا قلع قمع کر دیا ہے۔ ٹائیگر نے جان بوجھ کر ہیروئن کے چند پیکٹ میز پر ہی چھوڑ دیے تھے اور وہی ہیروئن ضائع کی تھی جو تھیلے میں بند تھی۔

مگر اب وہ وقت ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اُسے اس اڈے پر حملے کی خبر عبدل تک پہنچنے سے قبل ہی عبدل پر حملہ کرنا تھا۔ اُس نے گاڑی آگے بڑھائی اور پھر ایک ویرانے میں روک کر ڈکی کھولی۔ اس میں ایک دستی بم اور ایک گیس بم موجود تھا۔ اُس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ ناچنے لگی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اُس کو ان چیزوں کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی لیکن وہ یہ تہیہ کر چکا تھا کہ آتشیں اسلحے کا استعمال صرف اور صرف آخری وقت میں کرے گا۔ اُس نے ڈکی بند کی اور عبدل کے اڈے کی طرف گاڑی دوڑانے لگا۔

دن دہاڑے چھاپہ مارنے کا یہ منصوبہ ٹائیگر کی اسی ہمت اور جرأت کا مظہر تھا جو شیلا سے ملاقات سے قبل اُس کا خاصہ تھی۔ اُس کے جبڑے تنے ہوئے تھے اور آنکھوں میں ایک مخصوص مگر خوفناک چمک نظر آ رہی تھی۔

ڈیلی اوپیننگ کمپنی کے سامنے اُس نے گاڑی روکی اور پھر بڑی پھرتی سے بیک شاپ کے دروازے پر پہنچ گیا۔ اس وقت اگر اوشان اُسے دوڑتے ہوئے دیکھ لیتا تو اُس کا سینہ خوشی سے پھول جاتا۔ یہ اُس ٹائیگر کی رفتار تھی جس کو اُس نے بنایا تھا۔ ٹائیگر نے اندر دیکھا۔ ایک شخص کسی کار کے نیچے مڈگارڈ کو سیدھا کرنے کے لیے ہتھوڑے برسا رہا تھا۔ اُس کے قریب ہی مزید تین لامازی کھڑے تھے۔ جونہی اُنھوں نے ٹائیگر کو دیکھا وہ خونخوار انداز میں اُس کی طرف پلٹ پڑے۔

"دفعان ہو جاؤ۔ یہاں سیلز مین داخل نہیں ہو سکتے۔" اُن میں سے ایک نے کسی کٹکھنے کتے کی طرح کہا۔ ٹائیگر اپنی جگہ سے نہیں ہلا تو وہ تقریباً غراتے ہوئے اُس کی طرف بڑھنے لگے۔

"کیا چاہتے ہو؟"

پہلا خونخوار لامازی غرّاتا رہا۔ "دفعان ہو جاؤ ورنہ ہاتھ پیر توڑ دوں گا۔"

"ہاتھ پیر توڑنے سے قبل اپنا نام تو بتا دو۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا اور پھر وہ تینوں اس پر جھپٹ پڑے۔ ٹائیگر یہی چاہتا تھا مگر فی الحال وہ کشت و خون سے پرہیز کر رہا تھا۔ لہٰذا اُس نے کولٹ کمانڈر نکال لیا جسے دیکھتے ہی ان سب کے قدم زمین میں جم گئے پھر وہ ایک ایک قدم پیچھے ہٹنے لگے۔

"اب تم تینوں منہ کے بل زمین پر لیٹ جاؤ۔" ٹائیگر نے کہا۔ کولٹ کمانڈر ہاتھ میں آتے ہی اُسے پورے جسم میں عجیب سی سنسنی کا احساس ہوا تھا۔

ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر تین مختلف سمتوں میں بھاگ گئے۔ ٹائیگر نے ان میں سے ایک کو جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے دیکھا اُس نے زقند بھری اور اُس کی کہنی پوری قوت سے اُس شخص کے منہ پر پڑی۔ وہ شخص آہ بھی نہ بھر سکا کیونکہ کہنی نے اُس کے دانتوں کو حلق تک اُتار دیا تھا۔ ٹائیگر نے اُس شخص سے دُور ہوتے ہوئے دائرے کی شکل میں گھوم کر ایک ٹانگ لگائی اور دانتوں سے محروم شخص کا سینہ چھٹ گیا۔ اس سے قبل کہ ٹائیگر دوسرے کو بھی جا لیتا ایک ستون کی آڑ سے گولی چلی۔ اُس کے حساس کان کلک کی آواز سن چکے تھے لہٰذا وہ رفتار سے بھی زیادہ تیزی کا مظاہرہ کر کے پہلے زمین پر لیٹا اور جونہی گولی اُوپر سے گزری وہ عقبی چھلانگ لگا کر اُس شخص پر جا گرا جس نے گولی چلائی تھی اور اب دوسری گولی چلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس نے کولٹ کمانڈر کا دستہ اُس کی کھوپڑی پر رسید کیا یہ قیامت کی ضرب تھی۔ ہاتھ ٹائیگر کا اور دستہ کولٹ کا تھا۔ وہ شخص آخری سانس بھی نہ لے سکا۔ اُس کا مغز اِدھر اُدھر بکھر گیا۔

کار کی مرمت کرنے والے نے ہتھوڑا پھینک کر دروازے کی طرف دوڑ لگا دی۔ ٹائیگر نے اُسے کچھ نہ کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ محض مکینک تھا۔

اسی لمحے اُس نے اپنے عقب میں آہٹ سنی تو فوراً کار کی اوٹ میں ہو گیا۔ تیسرا لامازی زینے پر دونوں ہاتھوں میں ریوالور تھامے بوری چہرہ بند تھا۔ اُس کا صرف سر نظر آ رہا تھا۔ ٹائیگر مسکرانے لگا۔ اُس کی مسکراہٹ بڑی خوفناک تھی۔ اُس نے کولٹ کمانڈر واپس ہولسٹر میں رکھا۔ مکینک کا چھوڑا ہوا ہتھوڑا اُٹھایا اور زینے کی طرف اُچھال دیا۔ اگرچہ اُس نے نشانہ نہیں لیا تھا مگر وہ جانتا تھا کہ ہتھوڑا کہاں گرے گا۔ ہتھوڑا اُس شخص کے کندھے پر لگا۔ ریوالور اچھل کر زینے پر گرا اور وہ شخص زینے سے نیچے پیٹ کے ڈرم میں وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

پھر معاً ہی ٹائیگر کی چھٹی حس اُسے خبردار کرنے لگی۔

یہاں کوئی اور بھی موجود تھا۔

اُس نے طویل سانس لی... اُس کی حسیات پوری طرح بیدار ہو گئیں... کوئی اُس کے عقب میں موجود تھا۔ اُسے آنکھیں اپنے جسم میں پیوست ہوتی ہوئی محسوس ہوئیں۔

پھر اُس کی نظروں نے دیکھ لیا کہ وہ کون ہے......

وہ جو کوئی بھی تھا اُس کی گن نظر آ رہی تھی۔ فاصلہ بیس پچیس فٹ کا تھا اور گن کا رُخ ٹائیگر کی طرف ہی تھا۔ ٹائیگر نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ نظریں نال پر رکھیں اور جونہی گولی نکلی اُس نے دائیں طرف چھلانگ لگا دی۔ گولی اُس کے دائیں ہاتھ کے اُوپر سے گزر گئی اور وہ خود بڑے ڈرم کی آڑ میں ہو گیا۔

اُس نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ گن چلانے والا پیٹیوں کے درمیان کسی جگہ چھپا ہوا ہے۔ اُس نے سر ہلایا اور قریب پڑا ہوا ایک بھاری پلاس اُٹھا کر پیٹیوں کی طرف پھینک دیا۔ ہلکی سی چیخ بلند ہوئی۔ نال نیچی ہوئی۔ ٹائیگر کو یہی ایک لمحہ درکار تھا۔ وہ اُڑتا ہوا پیٹیوں تک پہنچا اور پھر اُس کی ٹانگ گن والے کے سر پر پڑی۔ ٹانگ مارتے ہی اُس نے جسم کو آگے کیا اور گن والے کے عقب میں پہنچ گیا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے اُس کی گردن پکڑ لی اور اُس وقت تک نہ چھوڑی جب تک چٹاخ کی آواز سنائی نہ دی۔ گن والا لٹو کی طرح گر گیا۔

چٹاخ کی یہ آواز آخری آواز تھی۔ پھر خاموشی چھا گئی۔ ایسی خاموشی جو بہت پُراسرار تھی اور ٹائیگر کو علم تھا کہ یہ مصنوعی خاموشی ہے۔ اُس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ ابھی زینے پر کوئی اور بھی موجود ہے۔ ایک اور شخص آگے بڑی پیٹیوں کی آڑ میں بھی ہو سکتا ہے۔

وہ مسکرانے لگا۔ اُس کے سفید دانت اس وقت بہت بھیانک لگ رہے تھے۔ اُس کی آنکھوں سے آگ برس رہی تھی۔

اُس نے جان بوجھ کر وہی حرکت کی جو پہلے کئی بار کر چکا تھا۔ وہ دوڑتا ہوا آڑ سے نکلا اور ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔ اسی لمحے تابڑ توڑ دو گولیاں اُس کے قریب سے گزر گئیں۔ تیسری گولی ستون سے ٹکرا کر پھسل گئی۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا قریب ہی آگ بجھانے والا سلنڈر لگا ہوا تھا۔ اُس نے ہاتھ بڑھا کر اُسے دیوار کی گرفت سے اس طرح چھین لیا جیسے کوئی گڑیا اُٹھا رہا ہو۔ اُسے اندازہ تھا کہ گولی چلانے والا کہاں ہے... پھر سلنڈر کسی پتھر کی طرح اُڑتا ہوا تیس چالیس فٹ دُور گتے کی پیٹیوں کے اُوپر گرا اور ایک کربناک آواز ہال میں گونج کر ہمیشہ کے لیے ساکت ہو گئی۔ سلنڈر جس کی کھوپڑی پر گرا تھا اُس کا چہرہ تک ضرب سے مسخ ہو چکا تھا۔

تب ہی اُسے احساس ہوا کہ وہ یہاں کافی دیر لگا چکا ہے ممکن ہے کوئی گھبرا کر پولیس کو اطلاع کر دے اور پھر اُس کا کام قدرے مشکل ہو جائے۔ اُس نے طویل سانس لی اور پھر ستون کی آڑ سے نکلا تاہم وہ کسی بلی کی طرح چوکس تھا اُس کی چھٹی حس زینے کی طرف مسلسل متوجہ کر رہی تھی مگر اُس نے جان بوجھ کر زینے کی طرف پشت کر لی... اور پھر اُسے اپنی چھٹی حس کی مکمل بیداری

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا خیال ہے کہ شہر کے دو تین ریڈیو اور ٹی وی چینل اسی ٹرانسفارمر سے چلتے ہوں گے۔" اُس نے کہا۔

"اور پولیس وائرلیس کمیونی کیشن کا انحصار بھی اسی پر ہے۔" صنوبر نے کہا۔

"مکمل طور پر نہیں کسی حد تک۔" عبدل نے جواب دیا۔ "چلو کام شروع کر دو۔"

چاروں نے وردی میں پوشیدہ سی فور کی پٹیاں اُتاریں اور دروازے پر رکھ دیں تاکہ رابرٹس خود انہیں رکھ سکے۔ عبدل رابرٹس کو ہدایت دے رہا کہ یہ پٹیاں کس طرح رکھی ہیں۔ انھوں نے سات فیوز استعمال کیے جو پندرہ منٹ بعد پھٹنے والے تھے۔ عبدل نے آخری فیوز کا ڈائل سیٹ کر کے پسینہ پونچھا اور پھر واپسی کا اشارہ کیا۔ اب وہ سب فلور سے ایک راہداری میں آ گئے۔ اوور ٹائم کی شان میں قصیدے پڑھتے ہوئے گارڈ کے سامنے سے گزرے اور پھر عمارت سے نکل گئے۔ اب ان کی رفتار قدرے تیز تھی۔

باہر فٹ پاتھ پر ایک کار ان کی منتظر تھی۔ کار میں بیٹھ کر انھوں نے دستانے اُتارے اور اس ریڈیو کی طرف دیکھنے لگے جو انہیں پولیس کے پیغامات براڈکاسٹ کرتا تھا۔

"صرف چار منٹ باقی ہیں۔" عبدل نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ کار کی رفتار اور تیز ہو گئی۔ وہ لا مازیلوں کے علاقے کی طرف ہی دوڑ رہی تھی۔ ریڈیو کھلا ہوا تھا اور اب موسیقی نشر ہو رہی تھی۔

عبدل خوف کا شکار تھا۔ اُسے ناکامی کا خدشہ اور مکمل فتح کی اُمید تھی۔

"تیس سیکنڈ..." عبدل نے گھڑی دیکھ کر سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

کچھ ہی دیر بعد پولیس ریڈیو اچانک خاموش ہو گیا اور وہ قہقہے لگانے لگے۔ عبدل نے تیزی سے ریڈیو چینل بدلے مگر تینوں اسٹیشن خاموش تھے۔

گاڑی ہل پارک کے پل پارک میں داخل ہو گئی۔ یہاں ایک جگہ گاڑی رکی تو انھوں نے پھرتی سے وردی اُتاری۔ دوسرا لباس پہنا۔ وہ وردیاں گاڑی ہی میں چھوڑ کر اُتر گئے۔ رابرٹس نے ڈکی سے تیل کا پیپا نکال کر گاڑی کے اندر انڈیل دیا اور ماچس جلا کر کار میں پھینک دی۔ محض چند سیکنڈ میں کار کے اندر آگ بھڑک اٹھی اور شعلے بلند ہونے لگے۔

ٹھیک بیس منٹ بعد وہ اپنے ٹھکانے میں موجود تھے۔

سوزن کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ عبدل... اپنے ساتھیوں کو لو تھیں دے کر سوزن کا ہاتھ تھامتا ہوا ایک کمرے میں چلا گیا۔

ٹائیگر کو بھی دوسری صبح ہی یہ علم ہو سکا کہ شہر کے آدھے سے زیادہ ریڈیو اور ٹی وی چینل مفلوج ہو چکے ہیں۔ یہ خبر بھی تھی کہ پولیس ٹیلی کمیونی کیشن کا نظام بُری طرح متاثر ہوا ہے۔ تاہم بگ ڈیڈی کا چینل کام کر رہا تھا اور اسی پر بگ ڈیڈی نے بلیک گولڈ کا اگلا پیغام وصول کیا۔ جس میں کہا گیا تھا کہ رقم مقررہ وقت تک ادا کر دی جائے بصورت دیگر باقی تمام چینل بھی اسی طرح خاموش کر دیے جائیں گے۔

صبح کے اخبارات کی سُرخیاں بہت سنسنی خیز تھیں۔

"گمنام فوری ہیروئن کے تاجروں پر بجلی بن کر گری۔"

"نامعلوم افراد نے بدنام منشیات فروشوں کے اڈے میں گھس کر قیامت مچا ڈالی۔"

"زیر زمین کام کرنے والے گروہ نے ہیروئن کا کاروبار کرنے والوں کو خوفزدہ کر ڈالا۔"

صرف ایک اخبار ایسا تھا جس نے قدرے معروضی خبر شائع کی تھی۔ "صرف ایک نوجوان نے شہر کے بدمعاشوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اگرچہ ابھی تک اس نوجوان کی شناخت نہیں ہو سکی ہے۔ تاہم یہ امر یقینی ہے کہ وہ تنہا ہی اڈے میں گھسا تھا اور پھر اُس نے وہاں پر موجود خوفناک غنڈوں کو جو ہر قسم کے جدید ہتھیاروں سے لیس ہونے کے علاوہ معمولی فن پر بھی دسترس رکھتے تھے اس طرح مار ڈالا جیسے وہ نو آموز ہوں۔ ایسی شہادتیں ملی ہیں کہ غنڈوں نے بے دریغ گولیاں چلائیں جبکہ اس نامعلوم نوجوان نے صرف ہاتھوں اور ذہن سے کام لیا۔"

ہر اخبار نے ایک جیسی رائے ظاہر کی تھی۔ "وہ گروہ یا فرد واحد اس شہر پر احسان کر رہا ہے۔"

"ہوں..." اُوشان نے ہنکارا بھر کر کہا۔ "ٹائیگر کا نیا جنم پسند آیا شہنشاہ اعظم۔"

"ہاں۔" مہرام بھی بہت خوش تھا۔ "اس کی تمام صلاحیتیں واپس آ رہی ہیں۔"

"بتدریج۔" اُوشان نے جو کنول کے آسن میں بیٹھا ہوا تھا بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "بتدریج شہنشاہ، وہ میرا بیٹا ہے۔ مجھے

خوشی ہے کہ اُس نے گولیوں کا سہارا نہیں لیا۔"

"کیا یہ عجیب بات نہیں لگتی ماسٹر؟"

"کیا؟" اُوشان نے آنکھیں کھول دیں۔

"یہی کہ وہ آتشیں اسلحے کا استعمال نہیں کر رہا ہے۔"

"ہاں مگر وہ یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اُسے ہتھیاروں پر اعتبار نہیں بلکہ اپنے ہاتھوں اور جسم پر اعتماد ہے۔ میں نے اس پوری قسم سے ایک اور نتیجہ بھی اخذ کیا ہے۔"

"وہ کیا ماسٹر؟"

"یہ کہ... ٹائیگر... میرا شہزادہ اب ذہن بھی استعمال کر رہا ہے۔"

"اور یہ بہت شاندار تبدیلی ہے ماسٹر۔"

"شاندار۔" اُوشان کی ننھی ننھی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دن وہ ذہن بھی استعمال کرے گا تو سارے طوفان اُس کے قدموں میں ہوں گے اور وہ انہیں روندتا ہوا گزر جائے گا۔"

"لیکن سوال یہ ہے کہ وہ ہم سے رابطہ کیوں کاٹے ہوئے ہے؟"

"انا پرست ہے وہ۔" اُوشان کے چہرے پر مسکراہٹ ناچنے لگی۔ "کسی کی رہنمائی کے بغیر خود کو شہنشاہ ثابت کرنا چاہتا ہے۔"

ٹائیگر نے بھی پڑھیں اور پھر تمام اخبارات کو ایک طرف رکھ کر وہ لفافہ کھولنے لگا جو اُسے کمرے کے اندر فرش پر دروازے کے قریب پڑا ہوا ملا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ یہ پیغام یا تو فیروزہ کی طرف سے ہو گا یا پھر لی وانگ کی طرف سے۔ ان ہی دونوں کو یہ علم تھا کہ وہ کہاں مقیم ہے۔

پھر اُس کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ لفافے کے اندر سے نکلنے والے خوبصورت پیپر پیڈ پر ٹیکو سٹرانو پبلیکیشن کے سنہرے حروف جھلملا رہے تھے۔

"یہاں ایک ایسا گروہ ہے جس پر تم یقیناً نظر رکھنا چاہو گے۔ یہ گروہ بھی کرنل سے ممنوعہ اور غیر قانونی اسلحہ خریدتا ہے۔ اس گروہ کا نام بیگ یا نگ بلیک ہے۔ پتا درج ذیل ہے۔"

پیغام صرف اتنا ہی تھا اور پیغام بھیجنے والے کا نام نہ تھا۔ وہ سوچنے لگا پھر اُس نے لیٹر پیڈ کو فوری احتیاط سے پھاڑ کر جلایا اور سنک میں بہا دیا۔

دو گھنٹے بعد وہ کالج آف سائنس کے کیمپس کے سامنے گاڑی پارک کر رہا تھا۔ پیغام میں اسی جگہ کا ذکر تھا۔ اُس نے پہلی ہی نظر میں جانچ لیا کہ یہ مقام مختلف نسلوں کے لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔ فٹ پاتھ پر متعدد لا مازی پینی، تاشیوانی اور فرد وسی نظر آئے۔ قریب ہی وہ آٹھ منزلہ اپارٹمنٹ ہاؤس تھا جس کی نشاندہی خط میں کی گئی تھی۔ اس وقت دس بجے تھے اور اپارٹمنٹ ہاؤس میں لوگوں کا آنا جانا جاری تھا۔ ٹائیگر بھی چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا ہوا زینے کی طرف بڑھ گیا۔ تیسری منزل کے ایک اپارٹمنٹ پر ۱۴ نمبر لکھا ہوا تھا اور ٹائیگر کو یہیں دستک دینی تھی۔ اُس نے تین مرتبہ دستک دی لیکن جب جواب نہیں ملا تو وہ دروازے کو دھکا دے کر بے دھڑک اندر چلا آیا۔ وہ ایک چھوٹے سے ہال وے میں تھا اور اس راہداری میں راستے میں چار دروازے نظر آ رہے تھے۔ اس نے پہلے دروازے پر دستک دی لیکن اُسے کوئی جواب نہیں ملا اور پھر اچانک ہی اُس نے ایک ہلکی سی آواز سنی۔ یہ یقیناً کسی کی ایسی چیخ تھی جس کو دبانے کے لیے منہ پر ہاتھ رکھ دیا گیا تھا۔ ٹائیگر چونکا ہو گیا۔ اُس نے تمام حسیات جمع کیں اور پھر چوتھے دروازے کو گھورنے لگا۔

وہی دبی سی چیخ پھر بلند ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ٹائیگر کی زوردار ک ک دروازے پر پڑی۔ دروازہ کسی کھلونے کی طرح ٹوٹ کر قفل بول سمیت گر گیا۔

وہاں کا منظر بہت خوفناک تھا۔

دو تاشیوانی ایک عورت پر جھکے ہوئے تھے جو ایک بینچ پر رسیوں سے بندھی ہوئی تھی۔ ایک شخص نے عورت کے منہ پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ بلند قامت شخص کے ہاتھ میں جو چاقو تھا اُس کی دھار سے شارک کی کھال بھی اُتر سکتی تھی۔ اس نے چاقو کو یقیناً قریب ہی موجود اسپرٹ لیمپ پر گرم بھی کیا تھا اور اُس کا ارادہ لڑکی پر تشدد کرنے کا تھا۔

مگر اب وہ چونک کر... بلکہ خوفزدہ انداز میں دروازے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اُس نے چاقو تول کر ٹائیگر کی طرف پھینکا۔ ٹائیگر اپنی جگہ سے نہیں ہلا بلکہ اُس نے چاقو پر نظر جمائے رکھی اور پھر اُس کا دایاں ہاتھ بلند ہوا۔ چاقو کا دستہ اُس کے ہاتھ میں چپک گیا لیکن یہ صرف پلک جھپکنے کی بات تھی۔ چاقو نے واپسی کا سفر شروع کیا اور دراز قامت شخص کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ چاقو کا مالک حیرت سے اپنے سینے کو دیکھتا رہا... جس سے اب خون کا فوارہ بلند ہو رہا تھا... یہ حیرت پل بھر میں خوف بن گئی۔ خوف نے موت کی شکل اختیار کر لی اور وہ چیخ مارنے کی کوشش میں ناکامی کے بعد گر کر ساکت ہو گیا۔

"تم کوئی حرکت نہیں کرو گے پیچھے۔" ٹائیگر نے دوسرے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شخص کو دیکھ کر کہا۔

دوسرا شخص بہرحال مفلوج ہو چکا تھا۔ وہ ساکت رہا حتیٰ کہ ٹائیگر اُس کے بہت قریب پہنچ گیا۔ اُس نے بینچ کی طرف دیکھا اور پھر جھرجھری لے کر رہ گیا۔

وہ فیروزہ تھی۔ فیروزہ کی آنکھوں میں آنسو تھے جو اُس کے سرخ گالوں پر بہہ رہے تھے۔

"شش... شہزاد... شکریہ..."

ٹائیگر نے تیزی سے اُس کی بندشیں کھولیں اور ساتھ ہی ساتھ دوسرے شخص کو گھورتا رہا۔

وہ بینچ سے اُٹھ کر اپنی کلائیاں دبانے لگی۔

"اب تم بینچ پر لیٹو" ٹائیگر نے غرا کر دوسرے غنڈے سے کہا، غنڈہ خاموشی سے لیٹ گیا۔

"ذرا اس کو اچھی رسیوں سے باندھو فیروزہ" ٹائیگر نے کہا۔ فیروزہ جو اب بھی رو رہی تھی فوراً اپنے کام میں لگ گئی۔ اسی دوران میں ٹائیگر نے چاقو جیب سے نکال کر اسپرٹ لیمپ پر پھر گرم کرنا شروع کر دیا۔ اُس کی نظریں اب بھی غنڈے پر تھیں۔

"کیا یہ چاقو گرم ہونے کے بعد زیادہ تکلیف دیتا ہے؟" اُس کا لہجہ اتنا خوفناک تھا کہ فیروزہ بھی لرز کر رہ گئی۔

"ہم..." غنڈہ خوفزدہ ہونے کے باعث مزید کچھ نہ کہہ سکا۔

"ٹھیک ہے۔ میں بھی تجربہ کر کے دیکھتا ہوں۔" ٹائیگر نے کہا۔

اُس نے چاقو کے پھل کو ایک بار اسپرٹ میں اچھی طرح ڈبو کر اُسے اسپرٹ لیمپ کے شعلے پر رکھا اور جونہی چاقو کے پھل نے آگ پکڑی، اُس نے غنڈے کی قمیص پھاڑ کر چاقو اُس کے سینے پر رکھ دیا۔ کمرے میں گوشت کے جلنے کی بُو غنڈے کی چیخ سے پہلے پھیل گئی تھی۔

"پلیز شہزاد" فیروزہ کانپنے لگی۔ "اس نے مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچایا۔"

"ٹھیک..." ٹائیگر نے اس طرح فیروزہ کو گھورا کہ وہ دوسری طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئی۔

"کیا تم بلیک گولڈ کا حصہ ہو؟" ٹائیگر نے چاقو اُٹھا کر غنڈے سے پوچھا۔

"نن... نہیں... ہم بلیک گولڈ نہیں ہیں۔" وہ کراہتا ہوا بولا۔ اُس کی خوف اور دہشت کے باعث بُری حالت تھی کیونکہ ٹائیگر ایک بار پھر چاقو پر اسپرٹ انڈیل رہا تھا۔

"تب پھر تم نے اس لڑکی کو اغوا کیوں کیا؟"

"مجھے کچھ پتا نہیں۔"

"اوہ" ٹائیگر نے بھیانک انداز میں ہنستے ہوئے چاقو ایک بار پھر اُس کے جھلسے ہوئے حصے پر رکھ دیا اور ساتھ ہی دوسرے ہاتھ سے اُس کا منہ بند کر دیا تاکہ وہ چیخ بھی نہ سکے۔ "بولو لڑکے... ورنہ پورے جسم کو اسی طرح داغ ڈالوں گا۔"

اس بار غنڈے نے اس طرح سر ہلایا جیسے وہ جواب دینا چاہتا ہو لہٰذا ٹائیگر نے اُس کے منہ سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"بولو" ٹائیگر نے اُسے لمبی لمبی سانسیں لیتے ہوئے دیکھ کر کہا۔

"یہ... یہ مسلسل کھوج میں تھی کہ یہ معلوم کرے... کہ... ہم نے ڈائنامائیٹ کہاں سے حاصل کیا۔ اسی لیے ہمیں اس پر شبہ ہو گیا تھا... لیکن ہمیں خود بھی حیرت ہے کہ اسے... یہ علم کیسے ہو گیا کہ ہمارے پاس ڈائنامائیٹ ہے۔"

"ینگ یانگ بلیک کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تم سچ کہتے ہو؟" ٹائیگر نے تیسری مرتبہ چاقو اُس کے سینے پر رکھا تو وہ بُری طرح تڑپنے لگا اور فیروزہ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ آنسو غنڈے کے گالوں پر بہنے لگے۔

"بولو" ٹائیگر غرایا "کیا تم بلیک گولڈ میں شامل ہو؟" ٹائیگر کے اس لہجے میں سلگتے ہوئے چاقو سے زیادہ کاٹ تھی۔

"ہاں... ہاں..." غنڈہ بُری طرح تڑپ رہا تھا کیونکہ اب اُس کے سینے پر گوشت بھی جلنے لگا تھا۔ "میں... میں ریکروٹ ہوں... رقم جمع کرنے... میں..." اور پھر وہ مزید کچھ نہ کہہ سکا۔ کیونکہ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

ٹائیگر نے اُسے یہاں چھوڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ وہ اُس سے مزید معلومات حاصل کر سکتا تھا لہٰذا اُس نے اسے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ فیروزہ اُس کا مقصد سمجھ گئی۔ وہ اُس کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔

باہر پہنچ کر ٹائیگر نے لوگوں کی متجسس نظروں کی پروا کیے بغیر لاعادی کو اپنی گاڑی میں ڈالا اور فیروزہ بھی اگلی نشست پر بیٹھ گئی۔

"اسے میرے اپارٹمنٹ میں لے چلو" اُس نے دیکھتے ہوئے کہا۔ "ہم اسے عقبی راستے سے اوپر لے جا سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے... میں اس سے دو باتیں کرنا چاہتا ہوں۔"

"ضرور... اور وہ دو باتیں تم اپنے ہوٹل کے ڈرائنگ ہال میں بہرحال نہیں کر سکو گے۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیس منٹ بعد وہ لامازی، فیروزہ کے اپارٹمنٹ میں تھا۔ اگرچہ ٹائیگر نے اسے اب باندھا نہیں تھا مگر بیڈ کے بل لٹا دیا تھا۔ کلائیوں، پنڈلیوں اور گردن پر نائیلون کی رسّی کے اسنیپ ڈھیلے پھندے ڈال دیے گئے تھے کہ اگر وہ اُچھل کود کرے تو یہ پھندے خود ہی تنگ ہوتے چلے جائیں۔

وہ اس وقت تک انتظار کرتا رہا جب تک قیدی کو ہوش نہیں آ گیا۔ جونہی اس نے لامازی کے پپوٹوں میں جنبش دیکھی اُس نے یخ پانی کا گلاس اس کے چہرے پہ انڈیل دیا۔

"کیا مصیبت ہے؟" قیدی بہت زور سے اس طرح چلایا جیسے گہری نیند سے بیدار ہونا اسے سخت ناگوار گزرا ہے۔ پھر وہ معاً چونک پڑا۔

"ارے... میں کہاں؟ کیا ہو رہا ہے؟" وہ مختلف سوالات کرتا رہا مگر ٹائیگر کو پوری طرح علم تھا کہ وہ ہوش میں آنے کے بعد بَن رہا ہے۔ قیدی کی آنکھیں یہی چغلی کھا رہی تھیں۔ جب قیدی کو یقین ہو گیا کہ سامنے بیٹھا ہوا شخص اس کے کسی بھی اعتراض کو خاطر میں نہیں لا رہا ہے تو اُس نے چپ سادھ لی مگر اب ٹائیگر گھٹنوں کے بل اُس کے قریب بیٹھ رہا تھا۔

"ہم اب کھل کر بات کریں گے چوہیا کے چہرے والے منحوس۔" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا "میں سوال کروں گا... تم جواب دو گے اور اگر تم نے جواب نہیں دیا تو میں تمہارے پھیپھڑوں کو ہوا کی فراہمی روک دوں گا۔" یہ کہتے ہوئے ٹائیگر نے گردن والی رسّی کو ہلکا سا جھٹکا دیا اور رسّی گردن کے گرد تنگ ہونے لگی اور قیدی بے حواس ہونے لگا لیکن پھر ٹائیگر نے رسّی دوبارہ ڈھیلی کر دی۔

"کچھ سمجھے؟" وہ نرم لہجے میں بولا "اب اپنا نام بتاؤ۔"

"بلی چانگ۔"

"مگر شکل سے تو تم لامازی لگتے ہو۔"

"بہت سے لامازیوں کے ایسے ہی نام ہیں۔" بلی چانگ نے تھوک نگل کر جواب دیا۔

"تمہارے دوست نے مرنے سے قبل ہمیں بلیک گولڈ سے تمہارا تعلق بتا دیا تھا۔" ٹائیگر نے خالصتاً پولیس والوں کے انداز میں اندھیرے میں تیر چھوڑا۔ "کیا عبدل سے تمہاری حال ہی میں ملاقات ہوئی تھی؟"

"کس سے؟" بلی چانگ نے حیرت کا مظاہرہ کیا اور پھر اس کی کراہ... نکل گئی کیونکہ فیروزہ نے جو قدرے دُور بیٹھی ہوئی تھی وہ رسّی کھینچ لی تھی جو قیدی کی کلائی کے ساتھ بندھی ہوئی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی نسیں اُبھرنے لگیں اور وہ تڑپنے لگا۔

"عبدل ڈیلی سے؟" ٹائیگر نے جواب دیا ساتھ ہی فیروزہ کو اشارہ کیا کہ وہ رسّی ڈھیلی کر دے۔ ویسے اس وقت اُسے حیرت تھی کہ فیروزہ نے کس طرح بروقت رسّی کھینچی تھی اور کتنی قوت کا استعمال کیا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ لڑکی طاقت کے استعمال میں پوری طرح تربیت یافتہ ہے۔ "بولو بلی چانگ، ورنہ یہ لڑکی تمہاری کلائی توڑ دے گی۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔

"اُس سے... میری ملاقات دو تین روز سے نہیں ہوئی۔"

قیدی اب پوری طرح خوفزدہ ہو چکا تھا۔

"تمہارا اس سے کیا تعلق ہے؟"

"تعلق؟" وہ تھوک نگل کر بولا "اسے ہیروئن کی ضرورت ہوتی ہے اور اسے فراہمی کے لیے ہماری ضرورت ہوتی ہے۔ میں بعض اوقات لڑکی کے ساتھ بھی کام کرتا ہوں۔"

"کس لڑکی کے ساتھ؟"

"کسی بھی لڑکی کے ساتھ۔" بلی چانگ نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا مگر پھر اس کی کربناک چیخ کمرے میں دم توڑ گئی۔ ٹائیگر نے اس کے سر پر محض چپت لگائی تھی۔ "ٹھیک ہے... مار ڈالو۔ دیکھتا ہوں کہ تم لاش سے کتنی معلومات حاصل کرتے ہو۔"

وہ ہذیانی انداز میں چلانے اور تڑپنے لگا۔ اس کی حالت بہت خراب تھی۔

اس بار ٹائیگر نے دونوں ہتھیلیاں اس کے کانوں پہ ماریں مگر جان بوجھ کر ضرب کی شدت انتہائی کم رکھی۔ وہ اسے قتل کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس ضرب کی شدت بہرحال چانگ جیسے عام آدمی کے لیے زیادہ تھی۔ ہوا کے تھپیڑے اس کے کانوں میں گھسے، پردوں سے ٹکرائے اور شاید ایک کان کا پردہ پھٹ گیا۔

"کمینے!" وہ زور سے چلایا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ٹائیگر خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا۔ اسے یقین تھا کہ بلی چانگ ابھی قوتِ سماعت سے محروم نہیں ہوا ہے۔

"کیا تم سولن سے واقف ہو؟" ٹائیگر نے بلی چانگ کو درد پر قابو پا لینے کا موقع دے کر پوچھا۔

بلی چانگ کے چہرے پر نام سنتے ہی مُردنی چھا گئی اور ٹائیگر کو اس سوال کا جواب مل گیا۔

"بلیک گولڈ کا ہیڈ کوارٹر کہاں ہے بلی؟"

"تلاش کرنے کی کوشش کرو۔" قیدی اب شاید ہٹ دھرمی پہ اُتر آیا تھا۔

ٹائیگر نے فوراً فیروزہ کو اشارہ کیا جس نے اپنے پیر وہیں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

چڑھی ہوئی ڈوری کھینچ لی اور چانگ کی گردن کے گرد پھندا تنگ ہونے لگا۔ اس کا جسم تڑپنے لگا۔

"بولو چانگ... ورنہ گردن ٹوٹ جائے گی۔"

وہ خاموش رہا۔

"خیر... فیروزہ..." ٹائیگر نے اُسے پھر اشارہ کیا۔ اس بار فیروزہ نے انگلیوں کو جھٹکا دیا اور پھندا اتنا تنگ ہو گیا کہ بلی چانگ نیم مردہ نظر آنے لگا لیکن پھر اچانک ہی ٹائیگر نے اپنی رسّی سے جھٹکا دے کر پھندا ڈھیلا کر دیا۔ بلی چانگ سے نمٹنے کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ اب رسّی صرف اتنی ہی کھنچی ہوئی تھی کہ بلی چانگ کا سر فرش پر ٹک سکے اور اسے سانس لینے میں دشواری پیش آتی رہے۔

پھر ٹائیگر نے کچن سے جا کر چاقو اُٹھایا۔ چانگ اپنی مشکل ترین پوزیشن میں پڑا اُس چاقو کو گھورتا رہا اور جب ٹائیگر اس کے قریب پہنچا تو وہ کسمسانے لگا۔

"نہیں بلی چانگ۔" فیروزہ سفاک لہجے میں بولی۔ "کسمساؤ گے تو گردن ٹوٹ جائے گی۔ یہ پھندا ایسا ہی ہے۔"

اسی لمحے ٹائیگر نے بلی چانگ کے بالائی لب پر چاقو پھیر دیا۔ اتنا ہلکا کہ اس کے بالائی لب پہ خون کی بوندیں اس طرح لرزنے لگیں جیسے پسینے کی بوندیں ہوں۔

"بلی چانگ۔" ٹائیگر کا لہجہ بہت عجیب تھا "شاید تمہیں یہ نہیں بتایا ہوگا کہ کسی آدمی کو کس طرح ہلاک کرنے کے لیے پورے جسم پہ اس قسم کے ایک ہزار گھاؤ لگانا ہوتے ہیں۔"

بلی چانگ کی کالی آنکھیں اُسے گھورنے لگیں۔ ان آنکھوں میں اب خوف نہیں بلکہ صرف نفرت تھی۔

"تم مجھے ہلاک نہیں کرو گے۔" اُس نے بھی عجیب لہجے میں جواب دیا۔

"اچھا۔" ٹائیگر مسکرانے لگا اور پھر اس نے تیزی سے بلی چانگ کے رخسار پر چاقو پھیر دیا لیکن اس بار بھی وہی حکمت عملی اپنائی تھی۔ اس بار انہیں صرف خراش ہی پہنچی تھی لیکن موت کو اتنے نزدیک دیکھ کر بلی چانگ کا حوصلہ جواب دے گیا۔ وہ چیخ اُٹھا۔

"نن... نہیں۔ تم مجھے مار ڈالو گے... تم جلاد ہو۔ میں... میں دوسروں کا ذمے دار نہیں سولن... وہ کمینی بھی ایمانداری کا مظاہرہ نہیں کرتی۔"

"ہیڈ کوارٹر کہاں ہے بلی چانگ؟" ٹائیگر اب اس کی آنکھوں کے سامنے چاقو لہرا رہا تھا۔

"ایک سو بہترویں اسٹریٹ پر۔ ایک پرانے اپارٹمنٹ ہاؤس میں جو انھوں نے ایک سال قبل خریدا تھا۔ اسے ایوان صیاد کہتے ہیں۔" بلی چانگ کی نظریں چاقو پہ تھیں۔ زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی اور وہ خود پسینہ پسینہ ہو رہا تھا۔

"تم ٹی وی اور ریڈیو چینلوں کی تباہی کا سُن چکے ہو گے اب اُن کا کیا ارادہ ہے؟" ٹائیگر نے چاقو صرف ایک انچ دُور رکھ کر پوچھا۔

"مجھے اُن کے ارادوں کا کوئی علم نہیں۔" وہ فوراً بولا "لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ انھوں نے دو دو روز کے وقفے سے تین ٹارگٹ اُڑانے کا منصوبہ بنایا ہے... شاید تیسرے ٹارگٹ کا تعلق پانی سے تھا۔ عظیم تر منصوبۂ آب رسانی سے..."

"پانی؟" ٹائیگر جانتا تھا کہ پانی کو کتنا بڑا اور مہلک ہتھیار بنایا جا سکتا ہے۔

"کیا وہ پائپ لائن تباہ کریں گے؟ یا پانی میں زہر ملائیں گے؟" اُس کا لہجہ بہت خطرناک تھا۔ "بولو بلی چانگ۔ سوچ کر جواب دو۔ یہ بہت ضروری سوال ہے۔"

"میں کچھ نہیں جانتا۔" بلی چانگ ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا "مجھے کچھ پتا نہیں لیکن سولن نے کسی ایسی چیز کا ذکر کیا تھا جو بیرونِ ملک سے جلد ہی یہاں پہنچنے والی ہے۔ اُس کا کہنا تھا کہ جب لوگوں کو اس چیز کی موجودگی کا احساس ہوگا تو وہ حیرت زدہ رہ جائیں گے... ایسے لوگ حیرت زدہ رہ جائیں گے جو زندہ بچیں گے۔"

"پھر یہ چیز زہر یا ایٹم سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہو سکے گی۔" فیروزہ پہلو بدل کر بولی۔ اُس کے چہرے پہ نفرت اور خوف کے ملے جلے تاثرات تھے۔

"ہاں..." ٹائیگر اس طرح بولا جیسے شیر کچھار میں غرا رہا ہو۔ اُس نے بلی چانگ کی گردن کی رسّی الگ کی اور اس کے بعد باقی بندشیں بھی کاٹ دیں۔

"کوئی اور بات جو تم ہمیں بتا سکو بلی چانگ۔" اُس کا لہجہ اِس بار انتہائی نرم تھا۔

"تم..." چانگ نے اپنے اوپر جھکے ہوئے ٹائیگر کو دیکھا اور کانپ کر رہ گیا۔ اسے اب یقین آ گیا تھا کہ یہ وہی شخص ہے جس نے ڈیلی ٹاؤن بینکنگ کمپنی میں خونریزی کی تھی اور تباہی مچا دی تھی۔

وہ ذہن پر زور دینے لگا۔ اُس کی خواہش تھی کہ ذہن میں موجود ہر بات اس شخص کو بتا دے۔

"بولو چانگ! تم کچھ سوچ رہے ہو؟" ٹائیگر نے دھیرے سے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اب میرے پاس تمہارے کام کی کوئی اور بات نہیں۔ میں صرف مشورہ دے سکتا ہوں اور وہ یہ کہ اسلحے کے اس گودام سے خبردار رہنا۔ وہ بظاہر بہت آسان ٹارگٹ لگتا ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ وہ ایک فوجی قلعے کی طرح ہے۔ وہاں مشین گنیں فٹ ہیں۔ اندر فوجی ڈسپلن پر عمل کیا جاتا ہے۔ وہاں بے شمار ہتھیار ہیں جن کو استعمال کرنے والوں کی بھی کمی نہیں۔ وہاں موجود لوگوں کی اکثریت لامازی قبیلے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ میں آج تک اندر نہیں جھانک سکا۔ تم اس قلعے میں اندھا دھند گھسنے کی کوشش مت کرنا۔" لی چانگ یہ کہہ کر پیشانی پر تھپلی پھیرنے لگا۔

"لی چانگ" ٹائیگر نے اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اُسے کھینچا اور پیروں پر کھڑا کر دیا۔ "میری خواہش ہے کہ تم نے جو کچھ کہا ہے وہ سچ ثابت ہو لیکن اگر مجھے اس کے برعکس کچھ معلوم ہوا اور تم جھوٹے ثابت ہوئے تو پھر تمہیں پاتال میں بھی تلاش کر لوں گا۔ تمہاری زبان کاٹ پھینکوں گا اور تمہاری آنکھیں نکال دوں گا۔"

"میں نے جھوٹ نہیں بولا۔" لی چانگ نے جھرجھراتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

☆ ☆

نصف گھنٹے بعد ٹائیگر نے لی چانگ کو تاشوانی بستی کے قریب چھوڑ دیا اور پھر خود ایک میل تک گاڑی چلانے کے بعد ایک جگہ رک گیا۔ وہ سوچ رہا تھا اور یہ سوچ کر ہی اُسے جسم میں عجیب سی سنسنی محسوس ہو رہی تھی کہ وہ اپنی عقل استعمال کر رہا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ اُس نے اندھا دھند کارروائیاں بھی کی تھیں اور عقل کا استعمال بھی۔ لی چانگ کو چھوڑنے والی بات بھی اس کے بنیادی سفاکانہ کردار کے منافی تھی لیکن اس نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔

اب وہ کسی اندھا دھند کارروائی سے قبل قلعے کا اندر سے معائنہ کرنا چاہتا تھا۔

وہ سوچتا رہا اور پھر ایک نتیجے پر پہنچ گیا۔ اُسے قطعی حملہ کرنے سے قبل ایک ہلکی پھلکی کارروائی کرنی تھی۔ اُس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔ اب اُس کا رُخ ایک سو بہترویں اسٹریٹ کی طرف تھا۔

اسی لمحے اُس نے لاشعوری طور پر ریڈیو کھول دیا۔ خبریں نشر ہو رہی تھیں۔ بلیک گولڈ کے تازہ ترین مطالبے کا ذکر ہو رہا تھا۔

"پولیس سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ تین کروڑ روپے کی مالیت کے چھوٹے اور استعمال شدہ نوٹ بالائی شاہ جان اسٹریٹ پر ایک ہنڈا سوک کار میں رکھ کر آئے۔ پولیس نے ایسا ہی کیا۔ شاہ جان اسٹریٹ پر کار کے ڈرائیور کو بذریعہ ریڈیو حکم ملا کر چلتا رہے۔ ہنڈا کار پر ڈیڑھ سو لوگوں کی نظر تھی۔ پولیس کی عام گاڑیاں اس کار کے متوازی چلتی رہیں۔ کار کالج آف کامرس کے سامنے سے گزری اور پھر پل عبور کر گئی۔ یہ گاڑی جب دریا کے قریب پہنچی تو ڈرائیور کو پھر پیغام ملا کہ وہ جشن آزادی فٹ بال اسٹیڈیم کے پارکنگ میں پہنچے۔ وہاں کھڑکیوں کے شیشے گرا کر اپنی جان بچانے کے لیے فرار ہو جائے۔ ڈرائیور نے ایسا ہی کیا۔ اس سے قبل کہ پولیس کا ایک بھی یونٹ اس کار کے قریب پہنچتا ایک ہیلی کاپٹر فضا میں نمودار ہوا اور چشم زدن میں کار کے اوپر پہنچ گیا۔ اس ہیلی کاپٹر سے ایک لامازی کودا۔ اُس نے ہنڈا کے بمپر میں رسی باندھی اور محض تیس سیکنڈ بعد ہیلی کاپٹر ہنڈا کو اٹھا کر بلند ہو رہا تھا۔

پہلی پولیس کار کے رکنے تک ہیلی کاپٹر پستول کی رینج سے باہر ہو چکا تھا۔ اُس کا رُخ شمال کی طرف تھا۔

گلشن آباد کی پولیس اگرچہ بے بسی سے ہاتھ مل رہی تھی مگر ایک شخص ایسا بھی تھا جو غصے کے باوجود جذباتی نہیں ہوا اور پولیس کو خبردار کر رہا تھا کہ بلیک گولڈ کا ہیلی کاپٹر اُن کی حدود میں داخل ہونے والا ہے۔ یہ فٹ کانسٹیبل صرف اتنا ہی کر سکتا تھا تاہم مواصلاتی نظام کے خراب ہونے کی وجہ سے یہ انتباہ مقررہ دفتر میں موصول نہیں ہوا اور جب تک آئی لینڈ پولیس کو اس صورت حال کا علم ہوتا، واردات کو منٹ ہو چکے تھے اور ظاہر ہے کہ یہ بہت زیادہ تاخیر تھی۔

تاہم فضا میں معرکہ ابھی جاری تھا۔

گلشن آباد پولیس فورس کے ہیلی کاپٹروں نے مشکوک ہیلی کاپٹر دیکھتے ہی تعاقب شروع کر دیا۔ یہ ہیلی کاپٹر چھوٹے اور ہلکے تھے لہٰذا جلد ہی

بلیک گولڈ کے ہیلی کاپٹر کے قریب پہنچ گئے تاہم بلیک گولڈ کی طرف سے یکے بعد دیگرے وہ درجن گولیاں چلیں۔ ہیلی کاپٹر میں موجود ملزم مشین گن استعمال کر رہے تھے۔ ایک گولی ایک پولیس ہیلی کاپٹر کے انجن میں لگی جس کو مجبوراً ہنگامی لینڈنگ کرنی پڑی۔ دوسرے ہیلی کاپٹر نے بھی گولیاں کھائیں لیکن اُسے سنگین نقصان نہیں پہنچا۔ اسی لمحے ہوا باز کو حکم ملا کہ وہ ہیلی کاپٹر سے دُور رہ کر اس پر کڑی نظر رکھے اور آئی لینڈ میں جس جگہ بھی اُسے اُترتا ہوا دیکھے آئی لینڈ پولیس کو خبردار کرے تاہم بلیک گولڈ کے ہیلی کاپٹر نے نیچی پرواز کر کے ہلکے بادلوں میں سے گزر کر پولیس ہیلی کاپٹر کو کامیابی سے جُل دے دیا اور پھر ایک کھلے میدان میں اُتر گیا۔ یہاں سے محض چند گز دُور جنگل تھا۔ چند ہی لمحوں بعد ہیلی کاپٹر جنگل میں کھینچا جا چکا تھا۔ پولیس کے مطابق ملزم ہیلی کاپٹر سے اُتر کر دو کاروں میں سوار ہوئے اور فرار ہو گئے۔ آئی لینڈ پولیس کو اگرچہ بہت درست اطلاع ملی تھی لیکن وہ ملزموں کے فرار کے بعد ہی وہاں تک پہنچ سکی۔"

ٹائیگر یہ سب کچھ سنتا رہا اور سر ہلاتا رہا۔ اُسے پوری طرح اندازہ تھا کہ بلیک گولڈ کس منظم طریقے پر کام کر رہا ہے۔ اُس نے یہ سوچتے ہوئے ریڈیو بند کر دیا کہ اب کام شروع کرنے کا وقت آ گیا ہے تاہم وہ مخالفوں کی فائر پاور اور ان کے آؤٹ کا اندازہ کیے بغیر مکمل دھاوا بولنا نہیں چاہتا تھا۔ اس بار اس کی حکمت عملی مختلف تھی۔

وہ شاہراہ شاہ جان کی ۹۶ ویں اسٹریٹ تک چلا آیا اور پھر چین ٹاؤن دریا کی طرف گھوم گیا۔ ایک سنسان جگہ پر اس نے گاڑی روکی۔ سیٹ کے نیچے سے ہائی اسٹینڈرڈ اعشاریہ ۲۲ کا آٹومیٹک اور سائلنسر نکالا۔ فاضل میگزین لیا۔ ڈارٹ گن سیٹ کے نیچے ڈالی۔ آٹومیٹک پہلو کے ہولسٹر میں لگایا اور پھر کچھ سوچ کر سیٹ کے نیچے سے تیز دھار کا سفید فاسفورس بم بھی نکال کر جیب میں ڈال لیا۔

لیکن وہ اب بھی کوئی فیصلہ نہیں کر سکا تھا۔

چند لمحوں تک وہ سوچتا رہا اس کے بعد اُس نے ڈارٹ گن دوبارہ اٹھا کر بیلٹ میں اُڑس لی۔ اُس کی یہ پرانی خواہش عود کر آئی تھی کہ بے گناہ مریں تو بہتر ہے۔

اب وہ گاڑی پھر ڈرائیو کر رہا تھا۔

ہلکے پھلکے حملے کے لیے اُس کی تمام تیاریاں مکمل تھیں۔

ایک سو بہترویں اسٹریٹ کے جس اپارٹمنٹ کمپلیکس کی اُسے تلاش تھی وہ بہت پرانا نکلا۔ چار منزلہ عمارت آثار قدیمہ میں شامل کی جا سکتی تھی۔ اس کی چند کھڑکیوں پر پردے نظر آ رہے تھے۔ عمارت پر ویرانی کا راج تھا۔ نہ تو صحن میں بچے کھیل رہے تھے اور نہ ہی زینوں پر بڑوں کی تو تکار ہو رہی تھی۔ عمارت میں داخل ہونے کے دروازے کے ساتھ ہی اُوپر جانے کے لیے زینہ تھا۔ وہاں ٹائیگر کو ایک لامازی غنودگی کی حالت میں نظر آیا۔ وہ شاید وقت گزار رہا تھا تاہم ٹائیگر کو فوراً ہی احساس ہو گیا کہ اس نوجوان کی تمام حسیں بیدار ہیں۔ وہ سڑک پر نگاہ رکھے ہوئے ہے۔

ٹائیگر گاڑی عمارت کے سامنے سے گزارتا ہوا لے گیا۔ کچھ دُور جا کر اُس نے ایک موڑ پر گاڑی پارک کی اور پھر پیدل اس قلعے کی طرف چل دیا جس کا ذکر لی چانگ نے کیا تھا۔

سڑک عبور کرتے ہوئے اُسے اپنے جسم میں کسی کی آنکھیں چبھتی ہوئی محسوس ہوئیں۔ وہ سمجھ گیا کہ لامازی نوجوان اُسے گھور رہا ہے۔ وہ چاہتا بھی یہی تھا۔ اُس نے دوسری فٹ پاتھ پر پہنچ کر اسٹریٹ سائن کی طرف دیکھا اور سر ہلاتا ہوا چلنے لگا۔ اب اُس کے ہاتھ میں ڈارٹ گن چھپی ہوئی تھی۔

"سنو"۔ عمارت کے دروازے پر پہنچ کر اُس نے لامازی کو مخاطب کیا۔ "فرید اسٹریٹ کون سی ہے؟"

"میں انکوائری آفس نہیں ہوں۔ بھاگ جاؤ۔" لامازی نے جھنجھلاتے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ مگر اُس کی یہ جھنجھلاہٹ زیادہ دیر باقی نہیں رہی کیونکہ ڈارٹ گن کی گولی اس کے شانے میں پیوست ہو چکی تھی۔ ٹائیگر نے اُسے گرنے سے قبل ہی تھام لیا اور پھر زینے سے اُوپر کھینچ لے گیا۔ وہاں اُس نے لامازی گارڈ کو ایک طرف چھپا کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ دروازے کے عقبی حصے میں ریت کی بوریوں سے باقاعدہ مورچہ بنایا گیا تھا۔ مورچے کی یہ دیوار تقریباً آٹھ فٹ بلند تھی۔ اس نے زینے کے دائیں طرف جھانک کر دیکھا مزید دو لامازی ہال سے نکل رہے تھے۔

ٹائیگر اُن کے چلے جانے کا انتظار کرتا رہا۔ فی الوقت وہ مار دھاڑ کے موڈ میں نہیں تھا۔ لامازیوں کے اوجھل ہوتے ہی اُس نے زقند بھری اور دوسری منزل پر پہنچ گیا۔ یہاں ایک کلر کلاس روم

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا منظر پیش کر رہا تھا۔ یہاں بلیک بورڈ بھی تھا اور کرسیاں بھی۔ صرف استاد اور شاگرد غائب تھے۔ اُس نے واپس پلٹنے سے قبل کمرے کا دروازہ بند کیا اور ساتھ ہی قفل بھی دبا دیا۔

اب وہ عقبی کھڑکی سے جھانک رہا تھا۔ یہاں سے آسے سو مربع فٹ کا صحن نظر آ رہا تھا جس کے چاروں طرف عمارت کی دیواریں تھیں۔ احاطے کے چاروں طرف دروازوں پر مشین گنوں سے لیس گارڈ کھڑے ہوئے تھے۔ احاطے کے وسط میں تین افراد مارشل آرٹ پریکٹس کر رہے تھے۔ اُن کی وردیاں سیاہ تھیں۔

ٹائیگر کو یہ معلوم کرنا تھا کہ ایک گولڈ کے پاس بائی کو زیر بنانے کے لیے کیا کچھ ہے... وہ کس طرح استعمال ہوگا؟ بلی چانگ کا جملہ بہت واضح تھا۔ "دو دن کے وقفے سے..."

اسی لمحے اُسے اپنے عقب سے کسی کی آواز سنائی دی۔ اُس نے پلٹ کر نہیں دیکھا بلکہ دیواروں پر پیر مارتے ہوئے اُلٹی چھلانگ لگا دی۔ اُس نے آواز سُن کر فاصلے کا اندازہ لگا لیا تھا اور یہ اُلٹی زقند اُس کی اس صلاحیت کا پہلا امتحان تھی۔

وہ کامیاب رہا۔

آواز پیدا کرنے والے پر وہ پیٹھ کے بل گرا۔ فوراً سیدھا ہوا اور اُس کی کہنی نے باقی کام مکمل کر لیا۔ وہ عقب میں موجود شخص کے نرخرے پر پڑی تھی۔ اُس کی گردن ہی نہیں ٹوٹی تھی، نرخرہ بھی حلق میں غائب ہو گیا تھا۔

ٹائیگر نے ذرا سی بے احتیاطی کا مظاہرہ کیا تھا اور وہ یہ کہ اُس شخص کی آخری چیخ نکلنے دی تھی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اُس کے بائیں ہاتھ کی کہنی نے سو فیصد درست کام کیا تھا لیکن دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بروقت شکار کا منہ نہیں دبا سکی تھی۔ وہ غصے سے سر جھٹکنے لگا۔ ساتھ ہی وہ قریبی زینے کی طرف لپکا۔ اُسے کئی قدموں کی دھمک صاف سنائی دے رہی تھی۔ اُس نے مزید پسپائی اختیار کی اور ایک کمرے میں گھس گیا۔

یہاں اُس سے پھر ایک غلطی ہوئی۔

جلد بازی میں وہ چھپٹی جس کی گھنٹی نہیں سن سکا تھا اور کمرے میں اب اُسے کسی اور کی موجودگی کا بھی احساس ہو رہا تھا۔ اس نے دائیں طرف دیکھا۔

سولن اُس کے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اُس کے پیچھے کرسیوں پر دس سیاہ پوش بیٹھے ہوئے تھے۔ سولن کے قریب میز پر اُس کا خوبصورت پستول پڑا ہوا تھا مگر سولن نے اُس کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا بلکہ قہقہہ لگاتے ہوئے بلاؤز سے

ایک اور خوبصورت پستول نکال کر اُس کا رُخ ٹائیگر کی طرف کر دیا۔

"بس کرو ٹائیگر۔" وہ خونخوار انداز میں بولی تھی اور ٹائیگر کو ایسا لگا تھا جیسے اُس کے سر پر کوئی بم پھٹ گیا ہو۔ سولن کو اُس کا راز معلوم تھا اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ اُس کا نوگان سے رابطہ تھا۔ ٹائیگر کی کنپٹیاں سلگنے لگیں۔ نوگان کا نام ہی اتنا نفرت انگیز تھا یہ بات واضح تھی کہ سولن نے اُس کا نام لے کر اپنی موت کے پروانے پر دستخط کر دیے ہیں۔

"بس کرو۔ قتل و غارت گری کے تمہارے دن ختم ہو چکے۔" سولن نے پھر کہا۔

"نوگان کہاں ہے؟" ٹائیگر کے حلق سے عجیب انداز میں یہ جملہ نکلا تھا اور پھر وہ خاموش ہو کر سولن کے پیچھے کو دیکھ رہا تھا۔ اُس کا چہرہ ایک لمحے کو بُت گیا مگر وہ غضب کی عورت تھی۔ اُس نے اعصاب پر فوراً قابو پا لیا۔

"عظیم نوگان۔" سولن نے دھیرے سے کہا۔

"نوگان عظیم ہے۔" تمام سیاہ پوش ایک ساتھ بولے۔

"عظیم نوگان دریائے زرد کے آس پاس اس شہر کا مشہور ہے کہ ہم نے ٹائیگر کے جسم کی بوٹیاں کر کے دریائے فردوس میں بہا دی ہیں ٹائیگر شہزادے۔" سولن نے مسکرا کر کہا۔ "وہ بہت عظیم ہے۔ اُس کی عظمت تسلیم کی جا چکی ہے۔"

"کیا ستانجو کے لوگوں نے اُسے ماسٹر تسلیم کر لیا ہے سولن؟"

"ستانجو۔" سولن کے لہجے میں حقارت تھی۔ "وہ چھوٹا سا گاؤں اگر اُسے تسلیم نہیں کرتا تو کیا ہوا۔ ہم دُنیا پر حکمرانی کرنے والے اُسے اپنا ماسٹر تسلیم کرتے ہیں۔"

"کیا تمہیں علم ہے کہ اس جعلی ماسٹر کا پچھلی بار میں نے کیا حشر کیا تھا سولن؟" ٹائیگر کے لہجے میں تندی آ رہی تھی۔

"خاموش۔" سولن بہت زور سے گرجی۔ "عظیم نوگان کو جعلی کہنے پر میں تمہیں ابھی گولی مار سکتی تھی لیکن یہ عظیم نوگان کا حکم ہے کہ تمہیں گولی نہ ماری جائے۔ چھوٹے چھوٹے چاقوؤں سے اس وقت تک گودا جائے جب تک ہر سوراخ سے تمہاری رُوح نہ نکل جائے۔"

"وہ عظیم نہیں۔ رب العالمین عظیم ہے اور اس وقت عظیم اُو شان کا عظیم فرزند تمہارے سامنے ہے۔ اُس اُو شان کا فرزند تمہارے سامنے ہے جس کا نام سُن کر کالے جادو، کالے دل اور کالے عمل والوں کی رُوح فنا ہو جاتی ہے... اُس عظیم

ماسٹر کا شاگرد تمہارے سامنے ہے جس نے نوگان کو بُری طرح پیٹا تھا۔ میں... ستانجو کا بیٹا ہوں... میں..."

ٹائیگر کا جسم تپنے لگا۔ رزمیہ نوکِ زبان سے پھسل رہا تھا اور سیاہ پوش کانپ رہے تھے۔

سولن کے چہرے کی رنگت فق ہو چکی تھی۔

رزمیے کا تاثر شدید تھا اور اس سے قبل کہ وہ سب گھٹنوں کے بل جھک جاتے سولن نے جُھرجُھری سی لی۔

"بس کرو۔" اُس کا لہجہ خوفناک تھا۔ "زبان بند کرو اور ریوالور ایک طرف ڈال دو۔"

ٹائیگر نے اجنبی اجنبی سے انداز میں ان سب کو دیکھا۔ سر ہلایا اور پھر ریوالور دُور ڈال دیا۔ وہ اس وقت ان سب کو مار سکتا تھا لیکن صرف اس شک کی وجہ سے اُس نے کوئی حرکت نہ کی کہ شاید اُن کے توسط سے نوگان سے آمنا سامنا ہو جائے۔

یہ اُس کی قوتِ شامہ کی غلطی تھی۔

یہاں نوگان نہیں تھا لیکن اُس کا نام سُنتے ہی اُسے نوگان کی بو آنے لگی تھی۔

پھر مثلاً اُس کی تمام حسیں بیدار ہو گئیں۔ نوگان کی بدبو ختم ہو گئی۔ سولن کے مسکراتے ہوئے چہرے پر اس کی نظریں جم گئیں۔ اُس کی آنکھوں نے سولن کی آنکھوں میں جھانکا اور پھر اچانک ہی ریوالور اُٹھا کر سولن کے کان سے متصل ایک انچ دُور فائر کر دیا۔

"سولن۔" اُس کے لہجے میں بڑی کاٹ تھی۔ "تمہاری آنکھیں تم سے غداری کر رہی ہیں۔ تمہارے پستول میں گولیاں نہیں... پستول پھینک دو۔"

اسی لمحے ایک شخص نے اُٹھ کر دروازے کی طرف لپکنے کی کوشش کی مگر ٹائیگر کسی عقاب کی طرح جھپٹا۔ اس شخص کی گردن اُس کی اُنگلیاں دبوچ چکی تھیں اور اب وہ شخص کسی بے بس پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا۔ پھر چٹاخ کی آواز کے ساتھ ہی اُس کی پھڑپھڑاہٹ بھی بند ہو گئی۔

سولن چینی زبان میں چیخ رہی تھی۔

"انگریزی بولو گویا۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔ "میں جانتا ہوں تم انگریزی بول سکتی ہو۔"

دوسرا آدمی دروازے کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ٹائیگر نے اس بار ریوالور سے گولی چلا دی جو اس شخص کے سینے میں لگی۔ اسی لمحے سولن نے بلاؤز سے چاقو نکال کر اس کی طرف پھینک دیا۔ چاقو فضا ہی میں تھا کہ ریوالور کی گولی اُسے تباہ کر گئی لیکن اس اثنا میں سولن زقند بھر کر کمرے سے نکل گئی۔ ٹائیگر کو اب اس کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ ہال میں چیخ چیخ کر لوگوں کو بلا رہی تھی۔

ٹائیگر نے دوسرے سیاہ پوشوں پر نظر رکھتے ہوئے ہال کی طرف چھلانگ لگائی۔ راستے میں تین افراد اس سے بھڑ گئے مگر اب ٹائیگر کی برانی بجلیاں بھر چکی تھیں۔ اس نے دراز قد شخص کو فرنٹ کک ماری۔ دائیں طرف والے کے کندھے پر کہنی رسید کی اور تیسرے کے سر پر زوردار ہاتھ مارا۔ کھوپڑی تربوز کی طرح چٹک گئی، کندھا ٹوٹ گیا اور دراز قد کا پیٹ پھٹ گیا۔ اس سے آلائشیں نکل پڑیں۔ ہر ضرب ٹائیگر کی ضرب تھی اور سولن کے شاگرد کی ضرب عقب سے اچانک ہی چھوٹے ہتھیاروں کی تڑاتڑ سنائی دی مگر ٹائیگر یہ آواز پیدا ہونے سے قبل ہی لاشوں کے پیچھے ہو چکا تھا۔ تمام گولیاں لاشوں میں پیوست ہو گئیں اور ان مُردہ انسانوں نے اس طرح جھٹکے لیے جیسے وہ اب تک زندہ تھے۔

اب وہ تقریباً اُڑتا ہوا فرنٹ ڈور کی طرف جا رہا تھا۔ اس کے پیر زمین پر لگ رہے تھے مگر خودکار ہتھیاروں سے فائرنگ کرنے والوں کو حیرت تھی کہ ان کی گولیاں اس شخص کے جسم میں پیوست کیوں نہیں ہو جاتیں۔ انہیں یہ علم نہ تھا کہ اس شخص کی رفتار ہی گولیوں کا نشانہ خطا کر رہی ہے۔

تب ہی فرنٹ ڈور سے سب مشین گن کا قہقہہ سنائی دیا اور ٹائیگر نے بروقت آواز سُن کر خود کو فرش پر اس طرح پھینکا کہ گیند کی شکل ہی میں آگے بڑھنے لگا۔ پہلا برسٹ دائیں طرف سے گزرا۔ دوسرا اس کے اوپر سے اور دونوں برسٹ سنگی دیواروں میں پیوست ہو گئے۔ اسی لمحے بعد دیگرے کئی سب مشین گنیں گرجنے لگیں۔ اس وقت وہ پہلی منزل کے زینے پر تھا۔ یہ مشین گنیں دوسری منزل کے زینے اور نیچے زیریں منزل کے پلیٹ فارم پر تھیں۔ اس نے نیچے والے کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کیا۔ وہ بھی سیاہ پوش تھا۔ اس کے کندھے جھکے ہوئے تھے اور چہرے پر سیاہ کھال جیسی نقاب چڑھی ہوئی تھی۔ ٹائیگر اس سے دو منٹ کی بلندی پر تھا اور سیاہ پوش اب مشین گن کی نال کا رُخ اسی کی طرف کر کے فائرنگ شروع کرنے ہی والا تھا۔ محض ایک سیکنڈ کی مہلت تھی۔ ٹائیگر کے حلق سے عجیب

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسلم راہی ایم اے کے ولولہ انگیز تاریخی ناول

سائبیریا کا طوفان	150/-	سرابوں کے صحرا	300/-
آتش و آہن	150/-	رقص درویش	300/-
ظلمات	150/-	دشت کے بھیڑیئے	250/-
سراج منیر (اول دوم)	500/-	غرناطہ کا چوپان	300/-
طارق بن زیاد	250/-	شیر شاہ سوری	250/-
مقدس دیوداسی	175/-	سندھ کا سورما	250/-
ابلیکا (سات جلدیں مکمل سیٹ)	1950/-		

مکتبہ القریش ۱۰ اردو بازار لاہور

سی آواز تھی۔ وہ کسی عقاب کی طرح بلند ہوا اور سیکنڈ کے دسویں حصے میں مشین گن بردار پر گر پڑا۔ اس نے گرنے کا زاویہ اس طرح رکھا تھا کہ اس کے ہاتھ کے بوجھ سے مشین گن کی نال کا رخ بدل جائے۔ اس کی حکمت عملی کامیاب رہی اور تمام گولیاں سیاہ پوش کے جسم میں پیوست ہو گئیں۔ سیاہ لبادے میں کئی چھید ہوئے اور پھر سرخ سرخ خون ننھے فواروں کی شکل میں اُبلنے لگا۔ مگر اب ٹائیگر کے پاس اس منظر سے لطف اندوز

ہونے کا وقت نہیں تھا۔ ایک اور مشین گن والا اس کے بہت قریب نمودار ہو چکا تھا۔ ٹائیگر نے جسم کو سکیڑا اور اس کی دونوں ٹانگیں نووارد کے سینے پر پڑیں۔ یہ مکمل ضرب تھی اور ٹائیگر ایسی ضرب کا نتیجہ دیکھنے میں کبھی وقت ضائع نہیں کرتا تھا۔ اس نے دو تین قلابازیاں کھا کر دشمنوں کی گولیوں کو دھوکا دیا اور پھر فٹ پاتھ پر پہنچ گیا۔

تب ہی اس کے جسم نے عجیب سی لطافت محسوس کی۔ اس لطیف احساس کا ادراک اُسے اس وقت ہوا جب سامنے انگلی گلی میں ایک قرمزی عبا والے منحنی سے بوڑھے کو چھپاک سے کھسکتے دیکھا۔ قہقہہ اس نے حلق ہی میں روک لیا۔ وہ

فوراً سمجھ گیا تھا کہ اوشان چند لمحے قبل ہی یہاں موجود تھا۔ اس کو امتحان دیتے ہوئے دیکھ رہا تھا اور اسے یقین تھا کہ وہ اس امتحان میں بڑی حد تک کامیاب ہو چکا ہے۔

❋

کیا زبا اوشان؟" بہرام نے بڑی بے چینی سے پوچھا۔
"شاندار" اوشان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔" میں بہت مطمئن ہوں میرے مالک!"
"کیا اس نے گن بھی استعمال کی ماسٹر؟"
"نہیں!"
"فیروزہ کہاں تھی؟"
"میں اور وہ خوبصورت سی بچی وہیں موجود تھے لیکن عمارت میں داخل نہیں ہوئے۔ مشین گنوں کی آواز سن کر وہ بچی بہت خوفزدہ ہو گئی تھی اور اس کا اصرار تھا کہ ہم بھی اندر جا کر اس کی مدد کریں لیکن میں نے اُسے سنبھالے رکھا اور جب وہ باہر نکلا تو ہم واپس چلے آئے۔ اندر والوں میں سے کسی کو اتنی جرأت نہ ہوئی کہ اس کا تعاقب ہی کر لیتے۔"
"شاندار۔ میں تمہیں خراج تحسین پیش کرتا ہوں ماسٹر!

تم نے اُسے پھر ٹائیگر بنا دیا ہے!" بہرام کے ہونٹوں پر بھرپور مسکراہٹ تھی۔

❋

ٹائیگر ابھی عمارت سے ایک فرلانگ دور گیا تھا کہ اُسے دھماکے کی آواز سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ عمارت سے دھوئیں کی موٹی سی لکیر بلند ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا۔ یقیناً یہ فائرنگ کے دوران گولہ بارود کے ڈھیر میں بھی گولیاں گھس گئی تھیں، پھر دوسرا دھماکا ہوا۔ اس نے گاڑی واپس موڑلی اور چند ہی لمحوں بعد وہ عمارت کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ اندر چھوٹے چھوٹے دھماکے جاری تھے، آگ لگ چکی تھی، شعلے مسلسل بلند ہو رہے تھے اور کہیں دور سے فائر بریگیڈ کے انجنوں کی چیخیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ مطمئن انداز میں سیٹی بجاتا ہوا کار کی طرف پلٹ گیا۔

❋

اخبارات پولیس کی ناکامی اور کسی اجنبی قوت کی کامیابیوں سے بھرے ہوئے تھے۔ پولیس مزید تین کروڑ روپے ضائع کر چکی تھی جبکہ کوئی اجنبی شخص جرائم پیشہ عناصر پر بجلی بن کر گر رہا تھا۔ شہر کے میئر نے اپنی پولیس کانفرنس میں اس اجنبی شخص کو بلیک گولڈ سے زیادہ خطرناک قرار دیا تو اخبارات کے رپورٹرز اس پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے میئر کو آڑے ہاتھوں لیا اور پریس کانفرنس چیخ پکار میں ختم ہو گئی۔

❋

ٹائیگر بہت مصروف تھا لیکن اس نے تمام تر مصروفیات کے باوجود اوشان کو فون کرنے کا وقت نکال ہی لیا۔
"نتیجہ کیا رہا ماسٹر؟" اس کی آواز میں شوخی اور کامیابی کا نشہ تھا۔

"تمہیں ۳۲ نمبر دیے جا سکتے ہیں!" اوشان نے خشک لہجے میں جواب دیا۔" تمہاری آخری قلابازیاں انتہائی بے تکی تھیں، کوئی بھی گولی تمہیں لگ سکتی تھی۔ تم اس وقت کسی سست و کاہل گینڈے کی طرح لڑھک رہے تھے۔ نہیں شہزادے... تم زندگی بھر کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ تم نے تین قلابازیاں کھانے میں پورے تین سیکنڈ لگا دیے۔ اتنی دیر میں تو دنیا تباہ ہو سکتی ہے!"
ٹائیگر نے منہ بنا کر ریسیور رکھ دیا۔ وہ جانتا تھا کہ اوشان کبھی مطمئن نہیں ہوگا۔

اُسے اب چند گھنٹے ورزش کرنی تھی۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ وہ سو فیصد فٹ ہو کر جائے گا تاکہ تین قلابازیوں میں تین سیکنڈ نہ لگیں۔
تیاریاں کرتے ہوئے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ بلیک گولڈ نے جو تباہ کن چیز درآمد کی ہے وہ یا تو ایٹم بم ہو سکتا ہے یا زہر۔ پھر اچانک وہ کنول کے آسن میں بیٹھ گیا۔ یہ اس کا اضطراری عمل تھا اور اس کی وجہ وہ خیال تھا جو ذہن میں کسی پتنگے کی طرح رینگ گیا تھا۔
"ممکن ہے بلیک گولڈ نے کوئی جراثیمی ہتھیار درآمد کیا ہو!"
اضطراب بڑھ گیا... اس نے مشق ختم کی اور کمرے سے نکل گیا۔ نیچے کاؤنٹر پر اس کے "کی بکس" میں ایک چھوٹا سا پرچا بھی رکھا ہوا تھا۔
"مجھے فون کرو!" یہ تحریر نسوانی تھی۔ پرچے پر ٹیلی فون نمبر بھی لکھا ہوا تھا۔ وہ دوبارہ کمرے میں آیا اور اس نے نمبر ملائے۔ گھنٹی پوری بجی بھی نہ تھی کہ ریسیور اٹھا لیا گیا۔
"میں تمہیں فون کر رہا ہوں" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"گڈ" عورت نے ایک طویل سانس لی اور ٹائیگر کا خیال درست ثابت ہوا کہ پیغام فیروزہ ہی نے اس کی غیر موجودگی میں چھوڑا ہوگا۔
"سنو!" وہ بہت سنجیدہ تھی۔" میں نے ڈھائی بجے ایک خصوصی ملاقات کا انتظام کیا ہے جس میں تم بھی شرکت کرو۔ مسٹر لی وانگ کے علاوہ پولیس لیفٹیننٹ اطہر بھی مدعو ہے بعض اہم افراد بھی ہوں گے اور اس ملاقات کا تعلق تمہارے عبدل سے ہے!"
"تم نے انھیں میرے بارے میں کیا بتایا ہے؟"
"وہی جو تم نے مجھے اپنے بارے میں بتایا تھا!" اس نے ہنس کر جواب دیا۔
"میٹنگ کہاں ہوگی؟"
"میرے دفتر میں!" فیروزہ نے کہا۔" اور ہاں، اگر تمہاری یادداشت اچھی ہو تو یہ نمبر نوٹ کر لو، میرا پرائیویٹ نمبر ہے!"
"ٹھیک ہے۔ میں پہنچ جاؤں گا کیونکہ مجھے مسٹر وانگ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں!"
ریسیور رکھتے ہوئے اُسے یہ بات بُری طرح کھٹک رہی تھی کہ فیروزہ وانگ سے واقف ہے۔ یہ منفی پہلو بہرحال نہیں تھا لیکن وہ مثبت پہلو کو بھی کسی خانے میں فٹ کرنے کے لیے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹھا تھا

●●

"وہ ٹھیک ڈھائی بجے فیروزہ کے دفتر پہنچ گیا۔ وہاں تقریباً ایک درجن افراد تھے لیکن آپس میں تعارف کا کوئی تکلف نہیں برتا گیا تھا۔ اُن میں میئر بھی تھا۔ فیروزہ ہلکی گلابی ساڑی میں ملبوس تھی۔ اس نے کھڑے ہو کر اجلاس کی کارروائی شروع کی۔

"حضرات!" اس کی آواز متین تھی۔ "ہم آج ایک انتہائی سنجیدہ مسئلے پر غور کے لیے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ میں حرفِ آغاز کے طور پر یہی کہہ سکتی ہوں کہ معمول کی تحقیق و تفتیش کے دوران ہم نے ایک ایسی صورتِ حال کا پتا چلایا ہے جو براہِ راست بلیک گولڈ کی طرف نشاندہی کرتی ہے۔ لہٰذا اس طرح یہ مسئلہ پولیس کا بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس اجلاس میں پولیس کے نمائندے بھی موجود ہیں۔ میں مسٹر وانگ سے درخواست کروں گی کہ وہ پس منظر بیان کریں۔"

پستہ قامت چینی اپنی کرسی سے کھڑا ہو گیا۔

"حضرات!" اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیر کر پسینہ پونچھا اور پھر اپنی چھوٹی چھوٹی مگر تیز آنکھوں سے سب کو باری باری دیکھا۔ "شہر کے چینی نژاد لوگوں کو دھمکیاں ملتی رہی ہیں۔ ہمارے دو آدمی قتل کیے جا چکے ہیں اور اب ہمارے لیے ایک نئی مصیبت در آمد کی گئی ہے۔ مجھے تسلیم ہے کہ اس صورتِ حال کی ذمے داری خود میرے لوگوں پر ہے جو بُرائی کا علم ہونے کے بعد خاموش تماشائی بنے رہے۔ ہمارے معاشرے میں یہ کینسر کئی ماہ قبل داخل ہوا تو ہم میں سے کئی زیرِ زمین چلے گئے۔ لیکن یہ ہماری غلطی تھی۔" لی وانگ کی نظریں اب ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔ "یہ بزدلی بھی حضرات۔۔۔ بہرحال، اب یہ اصولوں کی جنگ بن چکی ہے۔ یہ بقا کی لڑائی ہے۔ آج شہر کے چڑیا گھر میں تین شیر جو خصوصی پنجروں میں تھے ہلاک ہوئے اور ان کی موت کا سبب بھی جلد ہی معلوم ہو گیا۔ مُردہ شیروں کا پوسٹ مارٹم کرنے والے ماہر ڈاکٹر امجد آپ کو اس بارے میں خود تفصیلات بتائیں گے۔"

ڈاکٹر امجد گول چہرے والا ادھیڑ عمر شخص تھا اور اس کے چہرے پر پریشانی کے آثار بہت نمایاں تھے۔ اس کی پلکیں بار بار جھپک رہی تھیں۔ اس نے انگشتِ شہادت سے گال کھجایا اور نظریں اٹھائے بغیر بولا۔ "آج ہم تین قیمتی شیروں سے محروم ہو گئے ہیں۔"

یہ کہہ کر اس نے دونوں ہاتھ میز پر رکھے اور پھر سینے پر باندھ لیے۔ وہ یقیناً پُرسکون بننے یا خود کو پُرسکون ظاہر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ "تینوں شیر ایک نایاب نسل سے تعلق رکھتے تھے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان پر ایک انتہائی مہلک، خطرناک اور شدید قسم کا زہر وغیرہ کا استعمال کیا گیا تھا۔ یہ تجزیہ اتنا ناقابلِ یقین تھا کہ ہم نے چار دوسرے ماہرین سے بھی رائے لی اور ہم نے حالات کی سنگینی کے پیشِ نظر حکام کو اس تجزیے سے مطلع کر دیا۔ تجزیے کی ٹیکنیکی تفصیلات میں جانے سے کوئی فائدہ نہیں۔" ڈاکٹر امجد کا اعتماد اب واپس آ رہا تھا لیکن اس کے چہرے پر اب خوف کی پرچھائیاں لہرا رہی تھیں۔ "میں صرف اتنا عرض کروں گا کہ وجہِ موت ایک ایسا سب مائیکروسکوپ وائرس ہے جس کا پتا لگانا تقریباً ناممکن ہے اس کی قوت کثیر الجہت ہے۔ ان تمام جہتوں سے مل کر یہ وائرس بنا ہے یا بنایا گیا ہے اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس وائرس کے مرکبات کا ہمیں علم نہیں ہے۔ عناصرِ تخلیق کا اندازہ نہیں لیکن یہ وائرس انتہائی بلکہ تباہ کن حد تک مہلک ہے۔ ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہ ایسا وائرس ہے جو زندہ رہتا ہے اور زندہ سیلوں کے باہر بھی نشوونما پا سکتا ہے۔"

تمام افسر دم بخود بیٹھے ہوئے تھے اور ٹائیگر کے جسم کا سارا خون اس کی کنپٹیوں پر ٹھوکریں مار رہا تھا۔ وہ بہت تیزی سے ایک نتیجے پر پہنچ رہا تھا۔

"میڈیکل سائنس کی تاریخ میں ایسے وائرس کا ذکر ہے اور یہ ایک مرتبہ ۲۵ سال قبل پیرو کے ایک پہاڑی علاقے میں پھیلا تھا۔ اس علاقے کی آبادی ایک سو ستاسی نفوس پر مشتمل تھی۔۔۔ جو وائرس پھیلنے کے محض دو گھنٹے کے اندر اندر موت کی آغوش میں جا سوئی۔ یہی نہیں۔۔۔ بلکہ وہ تفتیشی ٹیم جو ان اموات کا سراغ لگانے کے لیے وہاں بھیجی گئی گاؤں میں پہنچتے ہی مر گئی۔ اس کے بعد حکومت اور عالمی ادارۂ صحت نے گاؤں کی طرف جانے والے تمام راستے بند کر دیے۔ اس علاقے کو ممنوعہ علاقہ قرار دے دیا۔ بعد ازاں گاؤں میں چند جانور بھیجے گئے جو فوراً مر گئے۔ لہٰذا گاؤں پر نیپام بم برسا کر اُسے جلا دیا گیا۔ گاؤں کو ایسے بموں سے تین مرتبہ جلایا گیا مگر وائرس کے زندہ رہ جانے کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔ مسلسل دو ہفتے تک گاؤں پر انتہائی طاقتور اینٹی وائرس ادویہ کا اسپرے کیا جاتا رہا۔ اس کے علاوہ گاؤں سے ملحقہ دو مربع میل کے علاقے میں بھی اسپرے کیا گیا۔"

میٹنگ میں موجود لوگ حیرت سے منہ کھولے ڈاکٹر امجد کے انکشافات سنتے رہے۔

"ان کوششوں کے نتیجے میں وہاں وائرس ختم ہو گیا تاہم ایک اور اطلاع کے مطابق چینی فوج نے کوریائی جنگ میں اس

وائرس کا استعمال کیا لیکن اس اطلاع کی کبھی تصدیق نہیں ہو سکی۔ ہماری اطلاعات کے مطابق اس وائرس کو ایکس ٹو ایم ایم کہا جاتا ہے۔"

ٹائیگر سب کچھ ذہن نشین کر رہا تھا۔ ایکس ٹو ایم ایم کا نام خود اس کے لیے اجنبی تھا۔

"تینوں شیر ایکس ٹو ایم ایم کے ہی شکار ہوئے ہیں۔" ڈاکٹر امجد نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "ہم نے ان کی لاشوں کو اسی جگہ جلا ڈالا ہے جہاں وہ مرے تھے۔ وہ پانی جو شیروں کے استعمال میں رہتا تھا پمپ کے ذریعے سیسے کی بوتلوں میں محفوظ کر کے مغربی فرودس کی انتہائی گہری کان تک لے جایا گیا ہے جہاں اُسے مزید گہرائی میں دفن کیا جائے گا۔ چڑیا گھر کو ایک مہینے کے لیے ممنوعہ علاقہ قرار دے دیا گیا ہے۔ شیروں کے پنجروں میں ہر جگہ پر اس وقت تک آگ جلتی رہے گی جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ وائرس بھی جل گیا ہے۔ میں صرف یہ انتباہ کرنا چاہتا ہوں کہ اگر یہ وائرس کسی غلط ہاتھ میں ہے تو پوری قوم موت کے دہانے پر کھڑی ہے۔ یہ پانی یا کسی اور ذریعے سے بھی پھیلایا جا سکتا ہے۔"

پولیس کمشنر کا چہرہ زرد ہو گیا۔ اس میں کھڑے ہونے کی بھی ہمت نہ رہی۔ "آج۔۔۔ آج کا دن" اس نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ "ہمارے شہر کے لیے انتہائی منحوس دن ہے حضرات! ہمیں بلیک گولڈ کی طرف سے ایک نجی اور انتہائی خفیہ پیغام بھی ملا ہے۔ کیا میں یقین رکھوں کہ یہاں ہونے والی کوئی بات باہر نہیں جائے گی؟" یہ کہہ کر پولیس کمشنر نے سب کو بغور دیکھا اور پھر مطمئن انداز میں سر ہلانے لگا۔ "اگر یہاں ہونے والی گفتگو کا ایک بھی لفظ اخبارات نے اُڑا لیا تو پورے ملک میں افراتفری پھیل جائے گی اور بازاروں میں محض بھگدڑ سے سینکڑوں افراد مارے جائیں گے۔" یہ کہہ کر اس نے ایک طویل سانس لی اور پھر ایک ایک لفظ پر زور دیتا ہوا بولا۔ "بلیک گولڈ نامی اس گروپ نے ہمیں مطلع کیا ہے کہ شیروں کی اموات کا ذمے دار وہی ہے اور اگر ہم نے گروپ کے مطالبات پورے نہ کیے تو گلشن آباد پر ایکس ٹو ایم ایم کا استعمال کیا جائے گا اور ہم دو کروڑ افراد کو مرنے سے نہیں بچا سکیں گے۔ پیغام کے مطابق ایک بار وائرس کے استعمال کے بعد محض چند منٹوں میں پچاس لاکھ اموات ہوں گی۔ انھوں نے ہمیں جواب دینے کے لیے صرف ۲۴ گھنٹے کی مہلت دی ہے۔"

"ان کے مطالبات کیا ہیں؟" کسی نے پھنسی پھنسی آواز میں سوال کیا۔ ہر شخص پیشانی اور گردن سے پسینہ پونچھ رہا تھا۔

"وہ مطالبات غیر معمولی ہیں۔" پولیس کمشنر نے کہا۔ "میئر کا استعفیٰ، کونسلروں اور پولیس کمشنر کا استعفیٰ، گلشن آباد پر بلیک گولڈ کی حکمرانی کا تسلیم کیا جانا اور کل رات تک ایک ارب روپے کی ادائیگی۔"

کمرے میں شاید ایک منٹ تک مکمل خاموشی چھائی رہی۔ پھر میئر نے کچھ کہنا چاہا مگر اس کی زبان گنگ سی ہو گئی اور وہ ہاتھ ملا کر رہ گیا۔ لیفٹیننٹ اطہر ہی نے اس خاموشی کو توڑا۔ اس نے ایک تجویز پیش کی کہ ایک ایمرجنسی ٹاسک فورس بلیک گولڈ کی تلاش کے لیے قائم کی جائے۔ فورس میں فوج، بحریہ، فضائیہ، انٹیلی جنس، اور نیشنل گارڈز کے نمائندے شامل ہوں اور بلیک گولڈ سے متعلق معلومات رکھنے والوں سے کہا جائے کہ وہ لیفٹیننٹ اطہر سے رابطہ قائم کر کے یہ اطلاعات فراہم کریں۔

ٹائیگر نے فوراً فیروزہ کی طرف دیکھا اور فیروزہ اس کا اشارہ سمجھ کر اس کے قریب آ گئی۔ دونوں سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگے۔

"انھیں عبدل کے بارے میں کچھ نہ بتانا فیروزہ۔۔۔"

"کیوں؟" فیروزہ نے دھیرے سے پوچھا۔

"اس لیے کہ رات ہوتے ہی میں خود اس سے ملنے کے لیے جاؤں گا۔ اگر تمھیں آج رات لوٹنے تک میری طرف سے کوئی۔۔۔ اطلاع نہ ملے تو پھر پولیس کو سب کچھ بتا دینا۔"

"تم اکیلے نہیں جا سکتے شہزاد۔" وہ گھبرا گئی۔ اس کی خوبصورت آنکھوں میں خوف اُتر آیا۔

"سنو! صرف یہی ایک راستہ بچا رہ گیا ہے۔ میں اُسے اچانک جا لینا چاہتا ہوں بس۔ میں چاہتا ہوں کہ وائرس کی تقسیم سے قبل ہی ان کو جا لوں۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ وائرس وہیں ہو گا؟"

"ہاں، اگر میں بلیک گولڈ کا سربراہ ہوتا تو وائرس کو وہیں رکھتا۔"

فیروزہ کی آنکھیں اُسے انتباہ کر رہی تھیں۔ اسی لمحے کسی نے ٹائیگر کے بازو پر ہاتھ رکھ دیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا مگر اس سے قبل فیروزہ ہی نے سوال کر ڈالا۔ "مسٹر لیفٹیننٹ اطہر! کیا کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ہم سے؟"

"میں بلیک گولڈ کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتا ہوں مس فیروزہ۔" اطہر نے نرم لہجے میں کہا۔

"میں پوری رپورٹ دے چکی ہوں، جس میں نام پتے سب شامل ہیں۔"

ٹائیگر نے لیفٹیننٹ کا بغور جائزہ لیا۔ وہ سنجیدہ اور کارگر آدمی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سکتا تھا۔ اس کی باتوں میں ایمانداری بھی تھی اور حلیے سے ظاہر تھا کہ وہ ویر کی تحقیق نہیں لیتا۔

لیفٹیننٹ اطہر بھی ٹائیگر کا جائزہ لے رہا تھا۔ "آپ... مسٹر...؟"

"میں فردوس میں چند ماہ قبل آیا ہوں جناب۔" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر صفدر جنگ۔" فیروزہ نے فوراً تعارف کرایا۔ "بزنس... ایڈمنسٹریشن میں ایم بی اے کر کے وطن واپس آئے ہیں اور ہماری فرم میں بحیثیت ڈائریکٹر تعینات ہیں۔"

"اوہ۔" لیفٹیننٹ اطہر اس ڈگری کا نام سنتے ہی مرعوب ہو گیا۔ ملک میں شاید دو تین افراد ہی اس ڈگری کے حامل تھے۔

"بس ایک اور نقطے پر کام کر رہی ہوں لیفٹیننٹ!" فیروزہ نے بڑی کامیابی سے لیفٹیننٹ کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تھی۔ "آج رات تک رپورٹ نکال لوں گی لیکن ضروری نہیں کہ مجھے کامیابی ہو اور اگر کامیابی ہوئی تو آپ کے ہاتھ میں بلیک گولڈ کے ہیڈ کوارٹر کا پورا پتا ہوگا۔"

"اوہ۔ شکریہ۔" لیفٹیننٹ کا چہرہ کھل اٹھا۔

نصف گھنٹے بعد ٹائیگر اور فیروزہ کے سوا سب چلے گئے۔ طے یہ ہوا تھا کہ حکمت عملی کا تعین کرنے کے لیے میئر کے دفتر میں ایک اور اجلاس ہوگا جس کی صدارت گورنر خود کریں گے۔

"تم نے میئر کی حالت دیکھی؟" فیروزہ نے اس کے لیے کافی بناتے ہوئے کہا۔ "بے چارے سے بولا بھی نہیں گیا۔ شاید بہت ہی زیادہ خوفزدہ ہو گیا ہے۔"

"ہاں۔ کسی ایسے فوجی کی طرح نظر آ رہا تھا جس کو پہلی بار محاذ پر بھیجا جا رہا ہو۔" ٹائیگر نے صوفے پر نیم دراز ہوتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اب بھی یہی سوچ رہا تھا کہ فیروزہ کیا ہے اور اس کی قسم کا اصل کام کیا ہو سکتا ہے۔ ساتھ ہی اس کو یہ بے چینی بھی ہو رہی تھی کہ عبدل تک پہنچنے کے لیے رات کا سہارا کیوں لے۔ ابھی سہ پہر سے قبل ہی کام شروع کر دے لیکن اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ اسے رات تک انتظار کرنا چاہیے اور آج کل وہ دماغ کی تجاویز پر زیادہ دھیان دے رہا تھا۔ اسے ایک اور سوال پریشان کر رہا تھا۔

"فیروزہ یہ بتاؤ کہ غیر قانونی اسلحے کی خرید و فروخت کے معاملے کو تم نے بلیک گولڈ سے متعلق کیوں قرار دے دیا؟"

"اس لیے کہ بلیک گولڈ نے سی فور پلاسٹک ایکسپلوزو استعمال کیے تھے اور..."

"نہیں رانی... بس..." وہ کھڑا ہو گیا۔ "مجھے اس طرح مت بہلاؤ۔"

"اگر کوئی اور بات ہے تو وہ میں تمہیں نہیں بتا سکوں گی... دوست۔" فیروزہ نے بھی اسی لہجے میں جواب دیا۔ "کیونکہ وہ بات میرے اور میرے کلائنٹ کے درمیان راز ہوگی۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ مسکرایا۔ "اگلا انٹرویو تمہارا یہ جملہ ڈاکٹر بہرام کے سامنے دہرا دوں گا تاکہ..." اس نے جان بوجھ کر جملہ مکمل نہیں کیا۔ بس فیروزہ کے تاثرات دیکھتا رہا۔ وہ نہ تو اچھلی نہ ہی اس کے ہاتھ کانپے۔ اس کی پلک تک نہیں جھپکی، ہونٹ بھی نہ ہلے۔ وہ یا تو ڈاکٹر بہرام کی ایجنٹ نہیں تھی یا پھر بہت زبردست اداکارہ تھی۔ وہ اسے دیکھتا رہا اور پھر اسے روبی یاد آ گئی۔ اس نے سر جھٹک کر دوسری طرف دیکھا۔

"کیوں۔ کیا ہوا؟" فیروزہ مترنم قہقہہ لگا کر بولی۔

"کچھ نہیں۔ میں چلتا ہوں۔ ممکن ہے کہ اب کچھ ملاقات نہ ہو۔" اس سے قبل کہ فیروزہ کچھ اور کہتی وہ کمرے سے نکل گیا۔

اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی راستہ نہ تھا کہ وہ شام ڈھلتے ہی حملہ شروع کر دے۔ اس نے بہت سوچ سمجھ کر ایک حکمت عملی تیار کی تھی اور اس حکمت عملی کی کامیابی کا دار و مدار اس کے سپر فٹ ہونے پر تھا۔ اب تک کی کارروائی میں اس نے یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ جسمانی طور پر وہ مکمل فٹ ہے لیکن بعض اوقات اس کی چھٹی حس وقت گزرنے کے بعد بیدار ہوتی تھی۔ ایسا ہی اس جوکو ور عمارت میں ہوا تھا جب وہ کچھ سوچے سمجھے بغیر ایک کمرے میں گھس گیا تھا اور وہاں سولن موجود تھی۔

اس نے بہت سوچ سمجھ کر دن، وقت اور تاریخ دیکھی۔ ٹیلیفون سیٹ اٹھایا۔ نمبر ملائے۔ دوسری طرف سے ریسیور فوراً اٹھا لیا گیا۔

"مجھے ایک ہیلی کاپٹر اور بعض ہتھیاروں کی ضرورت ہے۔ سوئٹ ہارٹ۔" اس کا لہجہ بہت سنجیدہ تھا۔ "اور فوراً۔ کرنسی بھی درکار ہوگی۔"

"نوعیت بتاؤ۔" بہرام اگرچہ اس کی آواز سن کر خوش ہوا تھا لیکن یہ خوشی اس کے لہجے میں شامل نہیں تھی۔

"خفیہ... برائے مفاد عامہ۔"

"ٹھیک ہے۔" بہرام نے ایک طویل سانس لی اور اسے چند فون نمبر دے دیے۔

ان فون نمبروں پر کسی مسٹر وسیم کے نام سے بات کی جانی تھی۔ یہ نام جادوئی اثر رکھتا تھا۔ ہیلی کاپٹر ایجنٹ نے اسے بغیر کسی سودے بازی کے مطلع کر دیا کہ اسے شام ساڑھے چھ بجے مڈ ٹاؤن ائیرپورٹ پر دستیاب حالت والا ہیلی کاپٹر مل جائے گا جبکہ ہاگون اینڈ ساگوان نے ہتھیاروں کے نام سن کر اس سے صرف ہوٹل کا نام اور کمرہ نمبر پوچھا تھا۔ یہاں بھی وسیم کے نام نے کام کیا تھا۔

صرف ایک گھنٹے کے بعد اس کے کمرے میں ایک سوٹ کیس پہنچا دیا گیا۔ اس میں ہتھیار بھرے ہوئے تھے۔ ہتھیاروں کے علاوہ ایک فلائٹ سوٹ بھی تھا جس میں کئی بڑی جیبیں تھیں۔ زندگی میں پہلی مرتبہ خود کو اس انداز میں تیار کرتے ہوئے اسے نفرت بھی ہو رہی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ انسانوں کو موت کے چنگل سے نکالنے کے لیے اسے بہرحال اپنی انا کا خون کرنا ہوگا اور ممکن ہے اگلی بار اسے ان ہتھیاروں کی ضرورت نہ پڑے اس میں پرانی صلاحیتیں واپس آ جائیں۔

سوٹ کیس کھول کر اس نے سب سے پہلے فلائٹ سوٹ پہنا۔ یہ چکنے نائلون کے کپڑے کا تھا۔ اوپر والی جیب میں اس نے ہائی اسٹینڈرڈ اعشاریہ ۲۲ اور اس کا سائلنسر رکھا۔ دوسری جیب میں اعشاریہ ۲۵ کا کا ٹزا اور اس کا میگزین روپوش ہو گیا۔ پچھلی جیبوں میں ایک ایم ۳ پائن ایپل ٹائپ کے دستی بم گئے اور اس کے ساتھ دو نئے سگریٹ جیسے چھوٹے فاسفورس بم۔ سوٹ کیس کی تہہ سے اس نے آخری سب مشین گن نکالی۔ یہ اسرائیلی اسپیشل ماڈل ایم ۱۰ ایس تھی۔ اسے اس چھوٹی ہتھیار کو ہاتھ لگاتے ہوئے کوفت ہو رہی تھی لیکن بہرحال بلیک مارکیٹ میں سب سے خطرناک ہتھیار یہی تھا۔ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ امریکہ میں یوزی ہی امریکی سیکرٹ سروس والوں کا پسندیدہ ہتھیار ہے۔ یوزی میں بیلنس پوائنٹ سے پچاس راؤنڈ پر مشتمل میگزین ڈالا جاتا تھا۔ اس کا تھری پوزیشن فائرنگ سلیکٹر اس کی خاص بات تھی۔ یوزی سے مکمل آٹومیٹک پوزیشن پر ایک منٹ میں پانچ سو گولیاں نکل سکتی تھیں جبکہ سیمی آٹومیٹک پوزیشن پر یوزی پستول بن جاتی تھی۔ ٹائیگر نے یوزی کی بیلٹ گردن میں ڈالی۔ اب سب مشین گن اس کے سینے تک لٹک رہی تھی اس نے مطمئن انداز میں گردن ہلاتے ہوئے قمیص کے بٹن لگا لیے۔

ابھی وہ جوتے پہن رہا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی اور نیچے کے خلا سے ایک لفافہ کسی نے اندر سرکا دیا۔ وہ مسکرا دیا۔ لفافے میں نوٹ بھرے ہوئے تھے۔ بہرام نے اسے مطلوبہ رقم فراہم کر دی تھی۔ اس نے تسمے کس کر باندھے، لفافہ اٹھایا۔ اندر پچاس ہزار روپے تھے۔ اس نے پوری رقم دو حصوں میں تقسیم کی۔ ربر بینڈ سے باندھا۔ ۲۵ ہزار روپے دائیں جیب میں اور باقی بائیں جیب میں رکھ لیے۔ سوٹ کیس میں ابھی اور سامان تھا۔ اس میں ریڈ بیکن (ٹارچ) بھی تھی جس کے بٹن دبانے سے ہی سرخ روشنی جلنے بجھنے لگتی۔ ٹارچ کے اگلے حصے پر حفاظتی دیوار نما پلیٹ تھی تاکہ روشنی ادھر ادھر نہ پھیلے۔ یہ ٹارچ اس نے پتلون کی بیلٹ سے باندھ لی۔

اس کا چہرہ اس وقت خوفناک ہو رہا تھا۔ خاصا بھاری گیبرڈین کا رین کوٹ پہنتے ہوئے وہ یہی سوچ رہا تھا کہ اگر عمارت کے صدر دروازے سے حملہ کرتا تو کتنا لطف آتا لیکن اس خیال کو اس نے سر سے جھٹک دیا۔ وہ خود کو اس وقت سامتجو کا شاگرد نہیں ایسا کمانڈو سمجھنے پر مجبور تھا جس کو سامتجو کی بھی تربیت دی گئی ہو۔

اس نے آئینے میں دیکھا، وہ قدرے موٹا لگ رہا تھا مگر اتنا بھی نہیں کہ کسی کو شبہ ہو جائے۔

ٹھیک پونے چھ بجے اس نے کاؤنٹر پر فون کر کے ہدایت دی کہ اس کی گاڑی فرنٹ ڈور کے قریب کھڑی کر دی جائے۔

"کیا خیال ہے ماسٹر؟" بہرام نے کمرے میں ٹہلتے ہوئے اچانک رک کر پوچھا۔

"وہی جو پہلے ظاہر کر چکا ہوں میرے مالک۔" اوشان کا لہجہ ہمیشہ کی طرح دھیما تھا۔ فیروزہ ان کے ساتھ تھی اور بے چینی سے ہاتھ مل رہی تھی۔ "تم آخر اتنی بے چین کیوں ہو میری بچی!" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"مم... ماسٹر... وہ اکیلا..." فیروزہ ہکلانے لگی۔

"ہاں، اکیلا۔" سامتجو کے ماسٹر نے اس طرح فخریہ انداز میں کہا جیسے وہی کسی دشمن کو اکیلا ختم کرنے جا رہا ہو۔

"وہ لوگ بہت خونخوار و منظم ہیں ماسٹر۔" بہرام نے اسے یاد دلایا۔

"اور وہ میرا بیٹا ہے شہنشاہ۔" اوشان نے اپنے ہاتھ کی انگلی سے اپنی ہی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایسا بیٹا جس کو میں نے آتشیں ہتھیار استعمال کرنے کی بھی اجازت دے رکھی ہے۔ اسے اس سے زیادہ رعایت نہیں دی جا سکتی۔"

"مگر نوگان!!"

"آہ۔" اوشان نے ایک طویل سانس لے کر آنکھیں بند کر لیں اور پھر سرگوشی کے سے انداز میں بولنے لگا۔ "نہیں... مجھے جزیرہ فردوس کی ہواؤں میں اس کی بو محسوس نہیں ہو رہی ہے۔ وہ یہاں نہیں ہے۔ اس کے فرستادے... یہاں کام کر رہے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ شہزادی کی اس ضرب سے ابھی تک نہیں سنبھلا ہے۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور شہزادے سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے سامنے ہرگز نہیں آئے گا۔ وہ اگر یہاں ہوتا تو بات ہی کچھ اور ہوتی وہ لوفر ہے۔ اپنے بِل میں جا گھسا ہے اور شہزاد پرندہ ہے۔ ہواؤں میں پرواز کر رہا ہے۔"

فیروزہ اُسے عجیب انداز سے دیکھتی رہی۔ اس انداز میں احترام بھی تھا اور محبت بھی اور وہ جانتی تھی کہ اوشان اُسے کبھی شہزاد کی مدد کے لیے جانے کی اجازت نہیں دے گا۔

ٹرٹاؤن ہیلی پیڈ ائیرپورٹ کی طرح وسیع تھا ٹھیک ساڑھے چھ بجے ٹائیگر وہاں پہنچا اور چیکنگ کرتے انتظامی ہال میں داخل ہو گیا۔ اس نے اپنی شناخت کرائی: "وسیم"

"تشریف لائیے جناب" ہوا باز نے ایک ہیلی کاپٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو صرف دو سو گز کے فاصلے پر کھڑا ہوا تھا۔ دونوں ہیلی کاپٹر میں سوار ہونے تک خاموش رہے اور جب انھوں نے بیلٹ کس لی تو ٹائیگر نے داہنی جیب میں ہاتھ ڈال کر ۲۵ ہزار روپے کی گڈی ہوا باز کی طرف بڑھا دی۔

"یہ کیا ہے؟" ہوا باز حیرت زدہ رہ گیا۔ "ہم ایک گھنٹے کی فیس صرف پانچ ہزار روپے لیتے ہیں جناب... لیکن کیا آپ کسی غلط ارادے سے تو نہیں جا رہے ہیں۔ میں بال بچوں والا آدمی ہوں جناب۔ کسی جرم میں ملوث نہیں ہو سکتا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں" ٹائیگر مسکرانے لگا۔ "کیا تم دورانِ جنگ فوج میں خدمات انجام دے چکے ہو؟"

"جی ہاں" ہوا باز کی آنکھوں میں اب بھی حیرت تھی۔

"گڈ پھر یہی سمجھو کہ تم ایک اور ایسے ہی مشن پر ہو دوست، لیکن تمہیں اس بار بہت خاموشی سے کام لینا ہے۔ ورنہ کل اسالٹ ہوگا ممکن ہے گولیاں بھی چلیں اور اگر ایسی کوئی بات ہوئی تو پولیس بھی ترش ہو گی۔"

"یعنی گولیاں چلیں گی اور... اور کوئی جرم سرزد نہیں ہوگا؟" ہوا باز نے تھوک نگلتے ہوئے پوچھا۔

"اگر تمہیں میری بات پر کوئی شک ہے تو مشن منسوخ کر سکتے ہو" ٹائیگر ناگوار لہجے میں بولا۔

"ایک منٹ، آپ کون ہیں؟ پولیس یا...؟"

"کچھ بھی نہیں۔ اگر تمہیں مجھ پر اعتماد نہیں تو ہم ہیلی کاپٹر سے ابھی اُتر سکتے ہیں۔ مجھے ایک جگہ سے کچھ سامان اُٹھانا ہے۔ غالباً وہ ایک کنٹینر ہوگا جس کے اندر موجود زہر کو بعض ملک دشمن... بلیک گولڈ والے... پانی میں ملا کر سب کو ہلاک کرنا چاہتے ہیں۔"

"اوہ جراثیمی جنگ۔"

"یکطرفہ۔ اگر میں وہ کنٹینر وہاں سے نہ لا سکا تو جنگ ہو گی ہی نہیں۔ لوگ منٹوں میں مر جائیں گے۔ میں اس کنٹینر کو وہاں سے نکال کر پولیس کے حوالے کرنا چاہتا ہوں۔"

"آپ کون ہیں؟" پائلٹ اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"وہی اجنبی جس کو اخبارات اجنبی طاقت قرار دے رہے ہیں!"

"اوہ" ہوا باز اچانک ہی اچھل پڑا۔ پھر اس نے زوردار قہقہہ لگایا اور کاؤنٹ ڈاؤن سٹارٹ کر دیا۔ "سب میں کھیل کو سمجھ گیا۔ آپ کا مطلب ہے کہ میں آپ کو اس جگہ اتار دوں جہاں آپ جانا چاہتے ہیں اور پھر وہاں سے آپ کو واپس بھی لے آؤں۔"

"شاندار" ٹائیگر نے اس کے کندھے تھپک کر کہا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر فضا میں بلند ہو گیا۔

"اور یہ رقم" ہوا باز نے ڈوبتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔

"صرف تمہاری ہے۔ فلائٹ پے سمجھ لو۔ خطرناک اور جوکھم کے مشن پر جانے کا معاوضہ کہہ لو۔ واپسی پر میں تمہیں اتنی ہی رقم اور بھی دوں گا جس سے تم ہیلی کاپٹر کا کرایہ ادا کرنے کے علاوہ ہیلی کاپٹر کو نقصان کی صورت میں اس کی مرمت کا معاوضہ بھی دے سکو گے۔ باقی ساری رقم تمہاری ہو گی۔"

ہوا باز مسکرایا اور جب ٹائیگر نے اس کو ہدایت دی کہ وہ دریائے فردوس کے اطراف مضافات کی طرف چلے تو اس نے فوراً رخ بدل لیا۔ اب وہ خالصتاً جنگی مشن کے انداز میں نیچی پرواز کر رہا تھا۔

اس دوران میں ٹائیگر نے زمین کو ٹٹول کر دیکھا اور ہوا باز سب مشین گن دیکھ کر سر ہلانے لگا۔ وہ اب بہت توجہ سے ٹائیگر کی ہدایات سن رہا تھا۔ ہدایتیں زیادہ نہیں تھیں صرف یہ تھا کہ ہوا باز ٹائیگر کو اتارنے کے بعد واپس چلا جائے گا اس کے ٹھیک ۳۰ منٹ بعد اسی جگہ واپس آئے گا اور صرف تین منٹ اس کا انتظار کرے گا اگر اس دوران ٹائیگر واپس نہیں آیا تو وہ پیچھے جا کر ٹارچ کے سگنل کا انتظار کرے گا۔ تیس سیکنڈ تک ٹارچ روشن رہنے کی صورت میں یہ پک اپ سگنل ہو گا۔

ایک سو بہترویں شاہراہ کی تلاش میں انھیں تھوڑی دشواری ہوئی مگر ہوا باز نے اُسے ایک چھوٹے سے کمرشل کمپلیکس کی وجہ سے پہچان لیا۔ اب ہیلی کاپٹر ٹائیگر کے اشارے پر چوکور عمارت کی طرف بڑھ رہا تھا۔

"آپ نے یہیں جھانک لیا تھا نا؟"

"ہاں" ٹائیگر مسکرا کر بولا۔

ہوا باز واقعی ماہر تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر مزید نیچے کیا اور جب چھت صرف دو فٹ نیچے رہ گئی تو ٹائیگر اس کے شانے پر تھپکی دے کر کود گیا۔ اسی لمحے ہیلی کاپٹر تیز انداز میں پرواز کرتا ہوا دور ہوتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے ٹارچ اس طرح روشن کی کہ اس کی روشنی صرف آسمان سے ہی دیکھی جا سکے۔ اس کے بعد وہ چھت کی کگر سے نیچے جھانکنے لگا۔ صحن میں گھپ اندھیرا تھا۔ وہاں سے بعض آوازیں آ رہی تھیں لیکن ان کا کوئی مفہوم نہیں تھا۔

چھت پر کوئی مزاحمت نہیں ہوئی تو یہ یقین ہو گیا کہ بلیک گولڈ کا زیادہ تر دفاع نچلی منزل پر ہے۔ یہ دفاع کا روایتی طریقہ تھا اور اس کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ سامنے سے ہونے والے حملے کو روکا جائے۔

ایک بار تو ٹائیگر سامنے سے حملے کے لیے بے چین ہو گیا لیکن اس نے بمشکل اپنی اس خواہش پر قابو پا ہی لیا۔ وہ جانتا تھا کہ یہاں ذرا سی بھی غلطی اور بلیک گولڈ کو ذرا سی بھی مہلت عوام کے لیے موت کا منہ کھول سکتی ہے۔ وہ اس وقت اپنی آرٹ اور بنیادی کردار سے ہٹ کر کام کر رہا تھا اور ایسا کرتے ہوئے اس کی ذہنی تربیت کا ایک نیا باب شروع ہو چکا تھا۔

وہ تیزی سے چھت پر بنے ہوئے دروازے نما ڈھکن ہول کی طرف لپکا۔ اس کا ڈھکن بہت بھاری تھا لیکن ٹائیگر نے اُسے صرف ایک ہاتھ سے اُٹھا کر ایک طرف ڈال دیا۔ اس نے اس مختصر سوراخ میں جھانکا تو نیچے اُسے روشنی اور لوہے کا زینہ نظر آیا۔ یہ زینہ ایسا ہی تھا جیسے زینے پانی کی ٹنکی میں اُترنے کے لیے لگائے جاتے ہیں۔

وہ خاموشی اور پھرتی سے نیچے اُترا۔ اب وہ ایک ہال میں تھا اور ابھی اس نے ایک قدم ہی اُٹھایا تھا کہ ہال میں ایک دروازہ کھلا، چودہ پندرہ سالہ لا مازی نوجوان نمودار ہوا لیکن ٹائیگر نے کسی بھی... ہچکچاہٹ کے بغیر اس کی گردن پکڑ لی۔ لا مازی اس کی گرفت میں مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا تاہم ٹائیگر نے اُسے گردن سے پکڑ کر ہی اُٹھایا اور دیوار کے ساتھ لگا دیا۔ پھر کچھ سوچ کر وہ اُسے اسی کمرے میں لے گیا جہاں سے لا مازی نمودار ہوا تھا۔ دروازہ بند کر کے اس نے لا مازی کو گھورا۔ "عبدل کا کمرہ کون سا ہے؟"

وہ لڑکا بہت خوفزدہ تھا اس میں بولنے کی بھی ہمت نہیں تھی لہٰذا وہ نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

"منہ سے بولو ورنہ تابوت میں تمہاری کھوپڑی ڈال دوں گا۔" ٹائیگر نے غرا کر کہا۔

"وہ... دوسری منزل پر اس کمرے کے بالکل نیچے والا کمرا اس کا ہے۔ وہاں... گارڈ بھی ہیں۔"

ٹائیگر نے اپنی ہتھیلی لڑکے کی گردن پر ماری تو وہ چھپکلی کی طرح گر گیا۔ یہ کاری ضرب تھی۔ لڑکے کی گردن ٹوٹ گئی تھی۔

وہ دروازہ کھول کر ہال میں پھر واپس آیا اور نیچے جانے والے زینے تک پہنچ گیا لیکن اسی وقت کسی نے عقب سے اُسے للکارا۔ ٹائیگر بجلی کی طرح پلٹا اور پھر اس نے اپنی خاص تکنیک کی۔ اس کے دونوں ہاتھ آگے کی طرف اس طرح تھے جیسے وہ کسی سوئمنگ پول میں کود رہا ہو۔ یہ محض ایک سیکنڈ کی بات تھی۔ اس کے دونوں ہاتھ اس شخص کے چہرے پر لگے جو ریوالور سنبھالنے کے بعد سیدھا کر رہا تھا۔ ان ہاتھوں نے لا مازی کے چہرے کا بھرتہ بنا دیا۔ آنکھیں پھوٹ گئیں، دانت حلق میں اُتر گئے، ناک پچک گئی۔ رخساروں کی ہڈیاں پچک گئیں اور وہ ہلکی سی کراہ کے بعد لیٹتا چلا گیا۔ ٹائیگر نے اُسے مرنے کے لیے وہیں چھوڑ دیا۔ حلق میں دانتوں کی رکاوٹ اور ناک پچکنے کے بعد اب وہ زیادہ دیر سانس نہیں لے سکتا تھا۔

وہ اب زینے اُتر رہا تھا اس کی تمام حسیں کام کر رہی تھیں لیکن وہ فی الوقت کسی اور سے ٹکرانا نہیں چاہتا تھا اس کا پہلا مقصد عبدل اور وائرس کی تلاش تھی پھر وہ ایکس ریم لے کر خاموشی سے نکل جانا چاہتا تھا تاکہ موت کے اس زہر کو تباہ کیا جا سکے۔ اس کے بعد وہ اس قلعے نما عمارت پر سامنے سے حملہ کر کے باقی کام مکمل کر سکتا تھا۔

اس نے عبدل کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تاہم اس کے ذہن میں وہ حلیہ موجود تھا جو پولیس جاری کرتی رہتی تھی۔

دوسری منزل پر پہنچ کر اس نے مطلوبہ کمرے کی طرف دیکھا۔ وہاں دو پہرے دار کھڑے تھے اور ان سے براہِ راست ٹکرائے بغیر کمرے میں داخل ہونا ممکن نہیں تھا۔

وہ کچھ دیر تک انھیں گھورتا رہا اور پھر اس نے اپنے بوٹ کی ایڑی فرش پر ماری۔ وہ دونوں اس ہلکی سی آواز پر بھی چونک پڑے۔ انھوں نے ایک دوسرے کو بغور دیکھا۔ آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارے کیے اور پھر ان میں سے ایک زینے کی طرف آنے لگا۔ وہ اپنی موت کی طرف آ رہا تھا۔ موت اس کی منتظر تھی۔ وہ جوں ہی زینے کی دیوار کی آڑ میں آیا اس نے حیرت سے ٹائیگر کی طرف دیکھا اور اس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بعد اُس کے چہرے سے حیرت کے یہ تاثرات کبھی ختم نہ ہوتے۔ ٹائیگر کی فولادی ہتھیلی اُس کی گردن پر ماری تھی اور اُبھرنے سے قبل ہی سنبھال لیا تھا ورنہ گرتی ہوئی لاش بھی آواز پیدا کر کے خطرے کا باعث بن جاتی... اس نے لاش زینے پر ڈال دی اور دروازہ کا انتظار کرنے لگا۔

دوسرے محافظ نے پلٹ کر زینے کی طرف دیکھا اور پھر ٹہلنے لگا۔ دو منٹ گزر گئے جب اس کا ساتھی واپس نہیں آیا تو وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا ہوا زینے کی طرف آنے لگا اور اس کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کے نصیب میں تھا۔

ٹائیگر اپنے مخصوص گربہ پائی کے انداز میں چلتا ہوا کمرے کے دروازے تک پہنچا۔ دروازہ مقفل تھا مگر ٹائیگر کی انگلیوں نے دروازے کی ناب پر دباؤ ڈال کر اسے توڑ دیا۔ کھٹک کی آواز کے ساتھ ہی آٹومیٹک لاک ٹوٹ گیا۔

اندر ایک خوبصورت اور وسیع بیڈ پر سوزن لیٹی تھی۔ سوزن نے اُسے دیکھا اور بڑی پھرتی سے تکیے کے نیچے ہاتھ مارا۔ ساتھ ہی اس کا ہاتھ تکیے کے نیچے رکھے ہوئے پستول کی طرف رینگ گیا لیکن اُسے لبلبی دبانے کی مہلت نہیں ملی۔ ٹائیگر نے چوکھٹ ہی سے چھلانگ لگائی اور سوزن اب اس کی گرفت سے نکلنے کے لیے ہاتھ پیر مار رہی تھی۔

سوزن کی یہ بے سود جدوجہد منٹ بھر میں ختم ہوئی۔ ٹائیگر نے اس کی گردن پر جو ہاتھ رکھا تھا۔ اس کی گرفت سوزن کی بے سود جدوجہد کے باعث مضبوط تر ہوتی چلی گئی تھی۔

پھر سوزن کی کہانی ختم ہو گئی۔

وہ مرنے کے بعد بھی حسین لگ رہی تھی۔ اس کی گردن ترچھی ہو گئی تھی۔

"آرام سے سوتی رہو بے بی۔" ٹائیگر نے اس کے اوپر چادر ڈال کر کہا اور اس دروازے کی طرف بڑھ گیا جو اس خوبصورت بیڈ روم سے کہیں اور کھلتا تھا۔

اس نے دروازے کو ایک انچ کھول کر اندر کے ماحول کا جائزہ لیا۔ یہ دروازہ ایک اور نشاط گاہ میں کھلتا تھا اور وہاں وہی شخص سات آٹھ لڑکیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا ہوا تھا جس کی ٹائیگر کو تلاش تھی۔

ٹائیگر شانے اُچکا کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

"عبدل۔" اس کی آواز نرم تھی۔ "چلو، کھیل ختم ہو گیا۔"

عبدل نے چونک کر دیکھا، لڑکیاں بھی چونک پڑیں اور پھر عبدل نے صرف اتنا کہا۔ "مارو۔"

لڑکیاں بھوکی کتیوں کی طرح ٹائیگر کی طرف لپکیں۔ وہ ایک لمحے کو گھبرا سا گیا کیونکہ اسے اس قسم کے حملے کی توقع نہیں تھی۔ لڑکیاں چھوٹے چھوٹے لمبے لمبے ناخنوں کا استعمال کرنے لگیں، وہ انھیں دھکیلنے لگا۔ وہ سب نشے میں تھیں اور یہ نشہ شراب کا نہیں ہیروئن کا تھا۔ اس سے قبل کہ وہ ان لڑکیوں کو بے دردی سے دھکیل کر عبدل کی طرف بڑھتا، عبدل کو کافی وقت مل گیا اور وہ بیڈ سے کود کر ایک عقبی دروازے سے نکل گیا۔

اب لڑکیوں سے نرمی برتنے میں مزید نقصان کا احتمال تھا لہٰذا اس نے لڑکیوں کو پیٹنا اور آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ محض چند سیکنڈ بعد وہ عقبی دروازے میں گھس کر اُسے بند کر رہا تھا۔ وہ جلد از جلد عبدل کو قابو کرنا چاہتا تھا کیونکہ تاخیر عبدل کو وائرس کا جن آزاد کرنے میں مدد دے سکتی تھی۔

اسی لمحے دو گولیاں چلیں اور ٹائیگر کے دائیں بائیں سے گزر گئیں۔ اب دست بدست لڑائی سے نقصان ہو سکتا تھا اور عبدل کو فرار کی مہلت مل سکتی تھی۔ اس نے ہائی اسٹینڈرڈ نکال کر اس شخص کا نشانہ لیا جو زینے کی اوٹ سے اس پر فائر کرنے والا تھا۔ گولی اس شخص کی کھوپڑی میں پیوست ہو گئی۔ وہ تڑپا اور ساکت ہو گیا۔

ٹائیگر نے چھلانگ لگائی۔ نیچے ایک ہال تھا اور [illegible] ٹائیگر کو عبدل کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ زور زور سے چیخ رہا تھا۔ [illegible] کسی نے عبدل اور ٹائیگر کے درمیان آنے کی کوشش کی لیکن یہ اس کی بنیادی غلطی تھی۔ ٹائیگر نے ہائی اسٹینڈرڈ کا دستہ اس کی کھوپڑی پر مارا تو گودا بکھر گیا۔ وہ شخص ایک لمحے تک جھومتا رہا اور پھر لکڑی کے شہتیر کی طرح ڈھے گیا۔ ٹائیگر اس کے کرتب دیکھنے کے لیے بہرحال وہاں موجود نہیں تھا وہ عبدل کے پیچھے پیچھے زینے کی دو تین سیڑھیاں ایک قدم میں طے کر رہا تھا۔ وہ اُسے گولی مار سکتا تھا لیکن پھر اُسے وائرس کا پتا نہ لگتا لہٰذا وہ اسے زندہ پکڑنے کی کوششیں کر رہا تھا۔

زینے سے وہ پہلی منزل اور پھر تہہ خانے میں گھسا۔ تہہ خانے کے دروازے پر دو مسلح پہرے دار اس کے منتظر تھے۔ ٹائیگر نے فوراً خود کو بچایا ورنہ ان کی گنوں سے نکلے ہوئے شعلے اس کو جگہ جگہ سے چھید ڈالتے۔ اس سے قبل کہ وہ دوبارہ لبلبی دباتے ٹائیگر نے ان کے درمیان آ کر دونوں کے سر پکڑے اور ایک دوسرے سے بجا دیے۔ وہ کھڑے کھڑے ہی ساکت ہو گئے اور ٹائیگر ایک بار پھر عبدل کے پیچھے دوڑنے لگا۔ اس سے قبل کہ وہ تہہ خانے کے اندر والے کمرے میں داخل ہوتا عبدل نے آہنی دروازہ بند کر دیا۔

ٹائیگر کے پاس اب صرف ایک راستہ تھا۔ وہ پلٹا، چند گز دور گیا اور پھر دوڑتا ہوا دروازے کی طرف آیا۔ یہ دوڑ نہیں طوفان تھا، آندھی تھی۔ پھر اس کا جسم بلند ہوا، دونوں ٹانگیں ایک ساتھ سیدھی اور دونوں پیر بیک وقت دروازے کے وسطی حصے پر لگے۔ یہ ننانچو کی ضرب تھی جس سے پہاڑ بھی پناہ مانگتے تھے۔ لوہے کا دروازہ قلابوں سے ٹوٹ گیا اور ٹائیگر سیدھا تہہ خانے میں پہنچ گیا۔ [illegible] پر ہی گرا تھا۔

اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔ یہاں لوہے کے پائپوں کا جال تھا، مشینیں تھیں۔ یہ فریزر روم تھا۔

ایک گولی اس کے بائیں کندھے کے اوپر سے گزر گئی۔ وہ فوراً بڑے بڑے پیٹیوں کی آڑ میں ہو گیا۔

عبدل ایک واٹر ٹینک کی آڑ میں کھڑا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں دو فٹ لمبی بوتل تھی۔ اس کا قطر تقریباً چھ انچ تھا اور یہ بوتل پوری طرح انسولیٹڈ تھی۔ اس نے بوتل [illegible] مگر پھر بھی اس پر جمی ہوئی برف صاف نظر آ رہی تھی۔

"جہاں ہو وہیں کھڑے رہو ٹائیگر۔" عبدل نے للکار کر کہا۔ "تم نے ایک قدم بھی آگے بڑھایا تو میں اس بوتل کو توڑ دوں گا۔ پھر [illegible] اور تمہارے شہر کے مکین۔" یہ کہہ کر اس نے بوتل کو ایک ڈرم پر رکھا۔ اس کا انداز کسی فاتح کی طرح تھا۔

"اس بوتل میں اتنے وائرس ہیں کہ پورا شہر ختم ہو سکتا ہے اور یہ وائرس نقل مکانی بھی کر سکتے ہیں۔" عبدل کے لہجے میں غرور تھا۔ "آبادیوں کو ویرانہ بنانے کے لیے صرف اس بوتل کا منہ کھولنا کافی ہے اور پھر جن آزاد ہو جائے گا۔"

اس سے قبل کہ وہ کچھ اور کہتا ٹائیگر کے کولٹ کا ٹریگر دبا، اس آواز سے عبدل اُچھل پڑا۔ بھاری گولی بلند ہوئی اور عبدل کے کندھے میں پیوست ہو گئی۔ حیرت سے اُچھلنے والا عبدل اب گولی کی وجہ سے اُچھلا تھا۔ وہ چار فٹ دور جا گرا اور اس کے گرنے سے قبل ہی ٹائیگر نے لپک کر بوتل اُٹھا لی۔

بوتل بہت سرد تھی، اتنی سرد کہ اس سے بھاپ اُٹھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک تھرمامیٹر لگا ہوا تھا اور پارہ منفی پندرہ کے نشان پر تھا۔

عبدل بمشکل فرش سے اُٹھا۔ "ٹھیک ہے، اسے باہر لے جانے کی کوشش کر کے دیکھ لو۔" وہ واقعی بڑی ہمت والا تھا ورنہ دو سو گرین سیسہ اُتر جانے کے بعد وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ "میرے آدمی تمھیں چھلنی کر دیں گے اور اس بوتل کو بھی گولی لگے گی اس طرح میرا کام تم خود پورا کر دو گے۔ ویسے بھی بوتل کا درجہ حرارت منفی درجے سے زیادہ ہوا تو یہ پھٹ جائے گی۔"

ٹائیگر نے گھڑی دیکھی۔ اسے ریلی کا ٹھپہ اُترے ہوئے سات منٹ ہو چکے تھے۔ سات منٹ باقی تھے۔

وہ اب بھی بوتل کا جائزہ لے رہا تھا کہ عبدل نے ایک والو کی طرف بڑھنا شروع کر دیا جس پر سرخ حروف میں اسٹیم لکھا ہوا تھا۔

وہ سمجھ گیا کہ عبدل اسٹیم پائپ اس پر کھولنا چاہتا ہے تاکہ درجۂ حرارت فوراً بڑھے اور بوتل سیکنڈوں میں پھٹ جائے۔

اُسے عبدل سے شدید ترین نفرت محسوس ہونے لگی۔

اس نے بوتل کو بھاری فولادی اسٹیل پائپ کی آڑ میں رکھا، جیب میں ہاتھ ڈال کر فاسفورس بم نکالا، پن نکالی اور بم عبدل کی طرف اُچھال دیا۔

ستون کی آڑ میں ٹائیگر نے پٹاخے کی سی آواز سنی۔ فاسفورس بم عبدل کے قریب گرا اور فاسفورس بکھرنے لگا۔ اُسے فوراً چیخ سنائی دی۔ اس نے ستون کی آڑ ہی سے جھانکا۔ عبدل فرش پر پڑا ہوا تڑپ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ حلق پر تھے جہاں گردن اور چہرے پر دھبے اُبھر رہے تھے پھر اس کا سینہ بھی اُن چھالوں سے بھر گیا۔ فاسفورس کھال کو جلا کر اب گوشت جلا رہا تھا۔ چیخیں بلند ہو رہی تھیں۔ فاسفورس نے اس کے حلق کو بھی جلانا شروع کر دیا، شہ رگ پھٹی اور خون اُبلنے لگا۔ خون واقعی اُبل رہا تھا، جسم میں جا بجا سوراخ ہو گئے تھے اور ایسا لگ رہا تھا جیسے عبدل کے جسم میں خون اُبالا جا رہا ہو۔ یہ موت کا رقص تھا۔ ٹائیگر نے زندگی میں پہلی بار خون کو پانی کی طرح اُبلتے ہوئے دیکھا تھا۔

پھر عبدل ساکت ہو گیا۔

اس کی آخری چیخ بہت کربناک تھی۔

ٹائیگر تیزی سے لوکر روم سے نکلا۔ اب وہ ہاتھ کی جنگ لڑنا نہیں چاہتا تھا اور یہ بات طے تھی کہ وہ بوتل کو بچانے کی کوشش میں سامنے آنے والے ہر شخص کو ہلاک کر دے گا۔ وہ خود بھی ہیلی کاپٹر کے آنے تک زندہ رہنا چاہتا تھا تاکہ پائلٹ کو بوتل دے کر یہ بتا دے کہ اسے فوراً کسی ڈیپ فریزر میں رکھ دیا جائے۔

اُسے پہلی بار اپنی زندگی قیمتی لگ رہی تھی۔

اُسے چھت تک پہنچنے کے لیے قدم قدم پر لڑنا تھا اور اس کے لیے اس کے اعصاب، اس کے ہتھیار سب تیار تھے۔

اس نے بوتل کی طرف دیکھا۔ پارہ اب منفی تیرہ کے نشان

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑتھا

ٹائیگر نے دوڑ لگا دی۔

ہوٹل روم کے دروازے پر رک کر اس نے جھانکا۔ چار افراد وہاں اور پستول لیے ہوئے باہر چھپے کھڑے تھے۔

ٹائیگر نے بوتل ایک طرف رکھ کر راڈ نکالا۔ اس میں میگزین لگایا۔ پوزیشن بدل کر اسے فل آٹومیٹک کیا اور پھر باہر گولیاں برسنے لگیں۔ میگزین خالی کر کے اس نے دوسرا میگزین لگایا۔ پوزیشن سیمی آٹومیٹک کی اور باہر نکل آیا۔ چاروں لاشیں گولیوں سے چھلنی ہو چکی تھیں۔

اب بوتل اس کے کندھے پر تھی اور اس کے دوسرے ہاتھ میں اعشاریہ ۴۵ کا ہتھیار تھا۔ پہلا زینہ چڑھتے ہوئے اسے کسی مزاحمت کا سامنا کرنا نہیں پڑا۔ تاہم فرسٹ فلور کے ہال کے سامنے اسے کئی مسلح افراد نظر آئے جو شاید اسی کے منتظر تھے۔ اس نے سوچنے میں وقت ضائع کیے بغیر ایک دستی بم نکال کر ان کی طرف اچھال دیا۔ زوردار دھماکا ہوتے ہی ان سیاہ پوشوں کے جسم درجنوں ٹکڑوں میں تقسیم ہونے کے بعد ادھر اُدھر اچھل گئے۔ وہ اس منظر کا رقص دیکھنے کی بجائے دوسری منزل کے زینے کی طرف دوڑ گیا۔ عقب سے صرف ایک گولی چلی اور وہ بھی زینے کی دیوار میں پیوست ہو گئی۔

ٹائیگر تیسری منزل پر پہنچا۔ یہاں اسے دوڑتے ہوئے دو افراد سے مقابلہ کرنا پڑا جنہیں علم تھا کہ بوتل کو نشانہ بنانا ضروری ہے لہٰذا ٹائیگر نے بوتل ایک طرف رکھ کر راڈ کو فل آٹومیٹک بنا کر گولیاں برسا دیں۔ ان میں سے ایک شخص چوکھٹ پر چھلنی ہو کر گرا جبکہ دوسرا ہال میں ڈھیر ہوا۔

ٹائیگر نے بوتل اٹھا کر چھت کی طرف دوڑ لگانے میں ذرا بھی دیر نہیں کی۔ وہ آہنی زینے پر چڑھا۔ بوتل کندھے پر تھی اور وہ کسی بندر کی طرح اوپر جا رہا تھا۔ پھر وہ چھت پر پہنچ گیا۔ اس نے نیچے شور سنا تو بوتل کو ایک محفوظ جگہ رکھ کر دوسرا نا سفور بم نکالنے لگا۔ زینے پر اب کئی افراد چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ ٹائیگر نے نا سفور بم ان کی طرف نیچے اچھال دیا اور پھر کربناک چیخوں سے فضا گونج اٹھی۔

اسی لمحے اسے ہیلی کاپٹر کی آواز سنائی دی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ پورے دس منٹ ہو چکے تھے۔

ہیلی کاپٹر پل بھر میں سر پر آ گیا۔

رسی کی سیڑھی نیچے لٹکنے لگی۔

ٹائیگر کو ایک بار پھر نیچے سے شور سنائی دیا تو اس نے باقی تمام دستی بم پنیں نکال کر پھینک دیے۔ عمارت دھماکوں سے لرز اٹھی اور ٹائیگر مسکرا کر... تھوکنے کے بعد... ہیلی کاپٹر میں پہنچ گیا۔

☐

وہ چارہ گر سیٹی ٹوریم میں تھا اور اوشان اسے بُری طرح لتاڑ رہا تھا۔ اسے صرف یہ شکایت تھی کہ اس نے لوگوں کو قسطوں میں کیوں مارا؟ پوری عمارت کو ایٹم بم سے کیوں نہیں اُڑا دیا!

فیروزہ ایک کونے میں بیٹھی ہوئی انھیں حیرت سے دیکھ رہی تھی اور ڈاکٹر بہرام فون پر کہہ رہا تھا "جی ہاں جناب! بوتل ہیلی کاپٹر پائلٹ پولیس کے حوالے کر چکا ہے۔ اسے ڈیپ فریزر میں رکھا گیا ہے۔ میری درخواست یہ ہے کہ بوتل کو کسی زیرِ زمین فولادی ٹینک میں اس وقت تک جلایا جائے جب تک وائرس کے فنا ہو جانے کا خطرہ رہے... جی... جی ہاں... نہیں جناب! میں مجبور ہوں... یہیں جانا ہے... جی ہاں، ہم کل روانہ ہو رہے ہیں۔ یہاں دفتر کی تفصیلات... یہاں ڈاکٹر گونو نشک سینٹر میں مس فیروزہ ہماری نمائندگی کرتی رہیں گی.....۔"

یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

"ماسٹر، ٹائیگر کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"کچھ نہیں۔ یہ نا شکرا اور کاہل الوجود ہے!"

"میری مراد اس کی صلاحیتوں سے متعلق تھی ماسٹر!"

"اس میں کوئی صلاحیت نہیں ہے۔ یہ دماغ سے کام لیتا۔ دماغ ہے ہی نہیں اس میں!"

ٹائیگر بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا اور فیروزہ قہقہے لگانے لگی۔

زیب	حمیدہ جبین	75/-
شاخِ بریدہ	حمیدہ جبین	75/-
حنا اور پتھر	حمیدہ جبین	75/-
گیت یہ میرے	حمیدہ جبین	75/-

رومانی ناول

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

"ہم پھر اس ملک میں آ گئے جہاں لوگوں کا خون سفید ہو گیا ہے!" اوشان نے ائیرپورٹ پر اُترتے ہی کہا۔ اس کے چہرے پر بیزاری کے تاثرات تھے اور ٹائیگر بھی اثبات میں سر ہلا رہا تھا۔ ڈاکٹر بہرام کسی اور طیارے سے آنے والا تھا یا شاید پہلے ہی پہنچ چکا تھا۔

"سُنو فادر!" ٹائیگر اچانک ہی گھبرا کر بولا۔ "وہ دیکھو!"

"کیا دیکھوں میرے بچے؟ مجھے تو یہاں ہر طرف منافقت نظر آ رہی ہے!"

"ایک مصیبت بھی نظر آ رہی ہے!" ٹائیگر اوشان کے جسم کی آڑ لیتا ہوا بولا۔

"مصیبت سے نہیں ڈرتے میرے بچے!" اوشان نے سنجیدگی سے کہا مگر اس وقت اس کا دل زور زور سے اچھے لگنے کو بے چین تھا۔ وجہ صاف نظر آ رہی تھی۔

روبی اپنے مخصوص انداز میں تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی ان کی طرف آ رہی تھی۔

"اس مصیبت سے مت ڈرا کرو میرے لال!" اوشان نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "شاید یہ لڑکی تمہارا مقدر بن گئی ہے!"

ٹائیگر نے ایک طویل سانس لی۔ وہ جانتا تھا کہ روبی سے بچ کر نکلنا ناممکن ہے۔ ویسے اس وقت اسے ایک عجیب سا احساس بھی ہو رہا تھا۔ روبی کو دیکھ کر اسے ایسا لگا تھا جیسے ساری تھکن دور ہو گئی ہے۔

"کیا حال ہے فادر اوشان؟" روبی نے ان کے قریب آ کر کہا۔ وہ اس وقت بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ اگرچہ چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری تھا مگر آنکھیں کسی اندرونی احساس کے باعث چمک رہی تھیں۔

"میں تو ٹھیک ہوں لیکن اس رنگروٹ سے پوچھو... اس کا کیا حال ہے؟"

"میں جانتی ہوں۔ ایک کمزور عورت سے مار کھانے کے بعد کسی کی کیا حالت ہوتی ہے مجھے سب پتا ہے!" روبی نے برہم لہجے میں کہا۔

"کک... کیا...!" ٹائیگر بوکھلا گیا۔

"کیا تم سمجھتے ہو کہ کوئی بات مجھ سے چھپی ہوئی ہے؟..." روبی نے اترا کر کہا۔ "میں سب جانتی ہوں اور مجھے یہ بھی علم ہے کہ تم کتنے عرصے تک اس کی غلامی کرتے رہے ہو!"

"روبی..."

"شٹ اپ!"

"شٹ اپ فرزند!" اوشان نے مسکرا کر کہا۔ "شٹ اپ روبی!" وہ روبی کی طرف پلٹا اور پھر ہنسنے لگا۔ "کسی کی دکھتی رگ پر ہاتھ مت رکھا کرو لڑکی!"

"ہونہہ... دکھتی رگ!" وہ اپنے بالوں کو جھٹک کر بولی۔ "بڑے ٹائیگر بنتے تھے!"

"مگر میں نے ہی اسے مارا تھا!" ٹائیگر نے احتجاج کیا۔

روبی بُرا سا منہ بنا کر پلٹ گئی۔ دونوں اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ باہر ایک وین کھڑی ہوئی تھی اور اسی میں انھیں اپنے نئے ٹھکانے تک جانا تھا۔

روبی ان دونوں سے دو قدم آگے چل رہی تھی۔ اوشان کی ریشمی قبا ہلکی ہوا میں ہلکورے لے رہی تھی اور ٹائیگر روبی کو گھورتا ہوا چل رہا تھا... پھر اچانک ہی اس کی نظریں ایک پل کے لیے دائیں طرف گئیں۔ اس نے طویل سانس لے کر رفتار کم کر لی۔

ایک بوڑھا ایک اسٹیورڈ کو بریف کیس دے رہا تھا۔ ٹائیگر نے آنکھیں سکیڑ لیں۔ یہ عجیب سی بات تھی کہ اسٹیورڈ ایک مدقوق سے بوڑھے سے بریف کیس لے رہا تھا اور وہ بھی اس جگہ جہاں رن وے اور سڑک کے درمیان محض تین فٹ اونچی دیوار تھی۔

"شش..." ٹائیگر نے ایک پولیس والے کو بلایا۔

"کیا بات ہے؟" پولیس والا ناگوار لہجے میں بولا۔

"اسٹیورڈ کے بریف کیس کو فوراً قابو کر لو ورنہ کوئی مسئلہ کھڑا ہو جائے گا!"

"کیا مطلب؟"

"جو کہہ رہا ہوں وہی کرو ورنہ ترقی اور انعام سے محروم ہو جاؤ گے!"

پولیس والے کے ذہن میں نہ جانے کیا بات آئی کہ وہ اچھلا اور اسٹیورڈ کی طرف جھپٹ پڑا۔ اسٹیورڈ نے اسے دیکھتے ہی چھلانگ لگا کر بھاگنے کی کوشش کی مگر اس کی بدقسمتی تھی کہ وہ ایک ستون سے ٹکرا گیا۔ پولیس والے کے لیے اتنی مہلت کافی تھی۔ وہ اسٹیورڈ پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔ اسی لمحے دو اور پولیس والے وہاں پہنچ گئے۔ انھوں نے بریف کیس کھولا۔ وہ دستی بموں سے بھرا ہوا تھا۔

"میں نے بوڑھے پر نظر رکھی اور پھر جونہی اس نے اسے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بریف کیس دبا، مین حرکت میں آ گیا۔ کانسٹیبل بڑے جوش سے کہہ رہا تھا اور ٹائیگر سر ہلاتا ہوا وین کی طرف جا رہا تھا۔

◆

"جاسوز چینل نیوز" اوشان نے وین میں بیٹھ کر ٹائیگر کو گھورا۔ "دوسروں کے پھٹے میں پیر مت اڑایا کرو۔"

"وہ طیارہ اغوا کر لیتا فادر"۔ ٹائیگر نے یہ اندازہ لگا لیا کہ اوشان سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

"کر لیتا... تو پھر...؟"

"تو پھر ہمیں طیارہ بازیاب کرانے کے لیے بھاگ دوڑ کرنی پڑتی اور فی الوقت میں یہاں کسی کام کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

اس کے اس اعلان پر روبی نے ڈرائیونگ سیٹ سے سر گھما کر اسے دیکھا اور اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی... ٹائیگر نے ہاتھ کانوں پر رکھ لیے۔ وہ جانتا تھا کہ روبی اب چیخ چیخ کر اسے برا بھلا کہے گی۔

◆

جمنازیم میں ٹائیگر کی بری حالت تھی۔ پسینہ سر سے ایڑی تک بہہ رہا تھا، مگر اوشان کا حکم تھا کہ وہ کھڑی دیواروں پر اس طرح چلے جیسے ان کی کمر کے اوپر یا فرش پر چل رہا ہے۔ ایک سو اسی کے زاویے سے چلنا تو شاید سرکس کے کسی ماہر ترین شخص نے بھی نہ سیکھا تھا۔ یہ توازن برقرار رکھنے کی مشق تھی، لیکن ٹائیگر کو ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا بھیجا پھٹ جائے گا۔ یہ مشق پورے ایک گھنٹے سے جاری تھی۔ ٹائیگر کئی بار گرا بھی تھا، مگر اوشان کے استغراق میں کوئی فرق نہیں آیا تھا... روبی جمنازیم کی بالائی لابی میں کھڑی قہقہے لگا رہی تھی۔ ٹائیگر جب بھی گرتا، اس کے قہقہے شروع ہو جاتے اور ان کی بازگشت دیر تک خالی ہال میں گونجتی رہتی۔

"بس..." اوشان نے اچانک ہی اپنا استخوانی ہاتھ بلند کر کے کہا اور ٹائیگر دھپ سے زمین پر آ کر بیٹھ گیا۔

"کچھ سیکھا؟" اوشان نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اگر کچھ سیکھا تو شیلا جیسی لڑکی کو دیکھ کر پھر بھول جائے گا فادر!" روبی نے اوپر سے چلا کر کہا۔

ٹائیگر نے اس طرح اوپر دیکھا جیسے وہ ابھی روبی کو پکڑ کر پیٹنا شروع کر دے گا لیکن وہ جانتا تھا کہ ایسا کرنا ممکن نہیں۔ وہ بس دانت پیس کر رہ گیا۔

اسی لمحے ایک گھنٹی بجی اور وہ دونوں اٹھ کر جمنازیم سے نکل گئے۔ ان کا رخ سینی ٹوریم کے عقبی حصے کی طرف تھا۔ وہ کھلے میدان میں جا رہے تھے جہاں ساحل کے قریب ایک میز پر کئی ہتھیار رکھے ہوئے تھے۔

"شروع ہو جاؤ۔" اوشان نے ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

ٹائیگر نے ایک طویل سانس لے کر اسالٹ رائفل اٹھائی اور شروع ہو گیا۔ ہر گولی ہر قیمت پر دور لگے ہوئے ٹارگٹ کے چھوٹے دائرے کے اندر لگنی تھی ورنہ جتنی گولیاں ضائع ہوتیں اسے اتنے ہی منٹ زیر آب گزارنے ہوتے۔

روبی یہاں نہیں آئی تھی۔ یہ علاقہ روبی کے لیے بھی ممنوع تھا۔ وہ جمنازیم میں ہی کھڑی تھی۔ اس کے آبنوسی چہرے پر عجیب سا تبسم تھا۔ اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ صرف ٹائیگر کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اسے علم تھا کہ اگر شہزاد کوئی عام آدمی ہوتا تو شیلا کے جنگل سے ہرگز بچ کر نہ نکلتا۔ اسے ٹائیگر پر فخر تھا اور وہ جانتی تھی کہ... ریفریشر کورس کی مزید کوئی ضرورت نہیں۔ ایک روز قبل وہ تنہائی میں اسی بات پر اوشان سے لڑی بھی تھی مگر اوشان نے صرف اتنا کہا تھا "نہیں میری بچی... ستانجو کے ماسٹر کو ہر اعتبار سے مکمل ہونا چاہیے۔"

"کیا وہ مکمل نہیں؟" روبی نے بھنا کر پوچھا تھا۔

"نہیں، ابھی اسے ایٹم بم پھینکنے کی تربیت دینا بھی باقی ہے میری بچی۔"

◆

"روبی!" ڈاکٹر بہرام نے انٹرکام پر کہا۔ "ٹائیگر کی فائل لے کر آؤ۔"

"کون سی فائل؟" وہ چونک پڑی۔

"نئی فائل جو تمہیں کل دی گئی تھی، مکمل ہو کر واپس آ چکی ہو گی۔"

روبی برا سا منہ بنا کر اٹھی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ ٹائیگر کی فائل بنائی گئی تھی۔ اس نے کمپیوٹر روم میں ایک بٹن دبایا تو کمپیوٹر کاغذ اگلنے لگا۔ یہی فائل تھی۔ روبی اس پر جھکی کاغذ نکلتا رہا۔

سبجیکٹ: نامعلوم عرف ٹائیگر۔

معلوم پتا: چارہ گر سینی ٹوریم۔

حلیہ: ۴ اگست دن کے بارہ بجے کی اطلاعات کے مطابق... قد چھ فٹ ساڑھے تین انچ، وزن [illegible]

آنکھوں اور بالوں کی رنگت سیاہ، جلد کی رنگت سرخ، جوتوں کا سائز سوا سات انچ، کمر ۳۲ انچ، پتلون کی لمبائی ۴۴ انچ، سینہ ۴۸ انچ، آستین کی لمبائی ۳۳ انچ، شانے ۴۶ انچ، گردن ۱۶ انچ، دستانے میڈیم سائز، دائیں شانے کے اوپر گردن سے ایک انچ دور دو تل، رنگت بھوری، بائیں ٹانگ پر گھٹنے سے سوا انچ نیچے ایک زخم کا نشان، دائیں کولہے پر چوٹ کا نشان (بچپن میں گرنے کی وجہ سے) سبجیکٹ ایم ۱۶، ایم ۱۴ رائفلوں، اعشاریہ ۴۵ پستول، ایم ۶ اینڈ اے بھتری لائٹ ویٹ گن، ایم ۹ ۷ گرنیڈ لانچر، ایم ۱۹۲۱-۱۱-۵۰ ایم ایس ایم جی، ہیتالین ۹ ایم ایم یوزی ایس ایم جی کے استعمال میں مہارت حاصل کر چکا ہے۔ ان ہتھیاروں کا استعمال اس نے تین ماہ قبل شروع کیا ہے۔ کوالیفائڈ شارپ شوٹر ہے۔ اے کے ۴۷، ایچ اینیڈ اسالٹ رائفل، ایم بھتری ۵۴ ایس ایم جی، ایم ۳۸ ایس ایم جی، ایم ۴۴ تارکیو رائفل، ایم ۵۱ اسکوڈا، ایس ایم جی ۹۰ اینڈ ۱۸ ایم ایم مائیکرز ۴۰ اعشاریہ ۵ اینڈ تھ راکٹ لانچروں، ۱۰۶ ایم ایم ریکوائلیس رائفل اور اعشاریہ ۳۸ ایم ایٹی بی ریوالور کے استعمال کی تربیت حاصل کر چکا ہے۔ دستی بموں، دھماکا خیز سامان، بوبی ٹریپ بارودی سرنگوں اور ایسا ہی خطرناک سامان استعمال کرنے میں مہارت حاصل کر چکا ہے۔ سبجیکٹ چاقو زنی اور لوگو اسٹکس کے استعمال میں زیادہ خطرناک ثابت ہوتا ہے۔ ستانجو کے فن پر مہارت رکھتا ہے۔ تین ماہ قبل جو اس میں کمزوری پیدا ہو گئی تھی وہ ۹۸ اعشاریہ ۳ فی صد ختم ہو چکی ہے۔ کراٹے، ایکیڈو، کنگ فو، ننجا اور ستانجو کے فن میں اس کا مقابل صرف ایک شخص ہے۔ سبجیکٹ کو نئے حالات کے پیش نظر آتشیں اسلحہ استعمال کرنے کی خصوصی ہدایت دی گئی ہے۔"

روبی کی آنکھیں چمکتی رہیں۔ اس نے کمپیوٹر سے شیٹ نکالی۔ اسے ہونٹوں سے لگایا اور پھر تیزی سے بہرام کے کمرے کی طرف چلی گئی۔

بہرام نے شیٹ لے کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔ وہ دیر تک ریکارڈ پڑھتا رہا اور پھر اس نے کاغذ اسے واپس کرتے ہوئے کہا۔ "اسے ضائع کر دو... اور سنو... تم نے جو کچھ پڑھا ہے اسے بھی ذہن سے مٹا دو۔"

"مگر..." روبی کچھ کہنا چاہتی تھی۔

"کچھ نہیں روبی... کمپیوٹر کی یادداشت سے بھی یہ تمام باتیں مٹا دو۔ فائل ضائع کر دی جائے۔"

✱

روبی نے ان کے کمرے میں جھانکا تو بے اختیار مسکرا اٹھی۔ وہ کمپیوٹر کے ذہن سے ٹائیگر کے بارے میں ہر بات ضائع کر کے آئی تھی اور اس کا ارادہ اوشان اور ٹائیگر دونوں کو پریشان کرنا تھا، مگر وہ دونوں خود ہی ایک دوسرے کو پریشان کر رہے تھے۔ ان کا موضوع روبی ہی تھی۔ ٹائیگر روبی کی برائی اور اوشان تعریف کر رہا تھا۔ دونوں کے چہروں پر بلا کی سنجیدگی تھی لیکن ان کی آنکھیں مسکرا رہی تھیں۔

"تم اس سے شادی کر لو میرے بچے۔"

"ہرگز نہیں لٹل فادر!"

"میں کہتا ہوں اس سے شادی کر لو، مجھے ایک جانشین دو اور پھر چاہو تو طلاق دے دو۔"

"طلاق..." روبی اچانک کمرے میں گھس گئی۔ "کسے طلاق دلوا رہے ہیں فادر؟" اس نے دونوں ہاتھ کمر پر رکھ کر خشمگیں انداز میں پوچھا۔

"اسے جس کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔" ٹائیگر نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

"اور وہ کون ہے؟"

"سامنے کھڑی ہے۔"

"کیا..." روبی بہت زور سے چلائی۔ ٹائیگر نے فوراً تکیہ اٹھا کر سر پر اس طرح لپیٹ لیا کہ دونوں کان ڈھک جائیں۔

"میری شادی کس سے کرائی جا رہی ہے؟"

وہ دونوں خاموش رہے۔ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے اور پھر اچانک ہی اوشان نے کہا۔ "تو میں کہہ رہا تھا کہ جب ایسا دشمن سامنے ہو جس سے تم محبت کرتے ہو تو عظیم یانگ کی طرح مسکراؤ، تلوار کھینچو اور اپنے دل میں اتارنے کی بجائے اس کے قدموں میں رکھ دو۔ عظیم یانگ نے..."

روبی بظاہر پیر پٹختی ہوئی کمرے سے نکل گئی مگر باہر آتے ہی اس کا چہرہ مسکرانے لگا اور وہ گنگناتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی۔

وہ جانتی تھی کہ اب دیر تک ٹائیگر کو عظیم یانگ کی داستان عشق سننی پڑے گی اور ممکن ہے کہ اس کے بعد اوشان "یانگ شو" کی عشقیہ غزلوں کے چند اشعار بھی سنانے پر مصر ہو جائے۔

وہ آنکھیں بند کر کے لیٹ گئی۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دس منٹ بعد سیٹرانٹر کام کی گھنٹی بجی تو اُس نے اپک کر ریسیور اُٹھالیا۔

"روبی...!" بہرام کی سپاٹ آواز سنائی دی۔ "تم کل صبح زمبابوے جارہی ہو۔"

"مگر کیوں؟" وہ تڑپ اُٹھی۔ "دونوں اتنے دنوں بعد تو آئے ہیں اور..."

"روبی!" بہرام کا لہجہ سرد تھا۔ "ہمارے مِس تمھیں ایک اہم کام کرنا ہے، ویسے بھی یہاں تمھاری موجودگی کے باعث ٹائیگر کا ذہن بٹا رہتا ہے۔"

روبی نے بمشکل بشکل ضبط کی۔ ریسیور رکھا اور سوٹ کیس ٹھیک کرنے کے لیے کھڑی ہوگئی۔ وہ جانتی تھی کہ غیروابستہ سربراہ کانفرنس کے دوران ہمارے میں اُسے کسی مسلم ملک کے صدر کی حفاظت کا کام سونپا جائے گا۔

روبی اگرچہ بہت بہادر لڑکی تھی لیکن اس بار نہ جانے کیوں اس کو ایسا لگ رہا تھا جیسے شہزادے کو دریبچ کر اس سے متاعِ عزیز چھینی جارہی ہو۔ اُس نے اپنے ان جذبوں کا ٹائیگر پر کبھی اظہار نہیں کیا تھا جو اُس کی رگوں میں شہد بن کر دوڑ رہے تھے لیکن اُسے یہ بھی احساس تھا کہ خود ٹائیگر بھی اُس کو چاہتا ہے اور وہ محض اپنی انا کے باعث اس کا اظہار نہیں کرتا۔

وہ سوٹ کیس ٹھیک کرکے دیر تک بیڈ پر بیٹھی رہی۔ پھر اچانک ہی اُسے اپنا وہ ادھورا مشن یاد آگیا جسے چھوڑ کر اُسے زمبابوے کے دارالحکومت ہرارے جانا تھا۔ وہ سوچتی رہی اور تب ہی اُس نے فیصلہ کیا کہ اس مشن کے بارے میں ٹائیگر کو آگاہ کردے۔ اس طرح اُسے ٹائیگر سے الوداعی ملاقات کا بھی موقع مل جائے گا۔

اوشان قالین کے تین فٹ چوڑے اور ڈیڑھ فٹ چوڑے ایک گدے پر بیٹھا ہوا تھا۔ ٹائیگر حبسِ دم کی مشق میں مصروف تھا لہٰذا وہ خلافِ معمول ایک طرف خاموشی سے بیٹھ گئی اُس کا یہ انداز اتنا غیر معمولی تھا کہ اوشان کو کنول کے آسن سے نکلنا پڑا اور ٹائیگر نے سانس چھوڑ کر اُس کی طرف حیرت سے دیکھا۔

"خیریت میری بچی؟" اوشان نے ملائم لہجے میں پوچھا۔

"چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں روبی؟" ٹائیگر مسکرا کر بولا۔

"کچھ نہیں!" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "مجھے ایک ضروری کام سے بھیجا جارہا ہے اور میں صبح ہونے سے قبل ہی چلی جاؤں گی۔"

"یا اللہ... تیرا شکر ہے۔" ٹائیگر نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ روبی کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ ٹائیگر کے لفظوں اور لہجے میں بڑا تضاد ہے۔ اوشان سر ہلاتا ہوا اُن دونوں کو بڑے غور سے دیکھنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمارے پاس چند گھنٹے باقی ہیں۔" اُس نے دونوں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اگر تم راضی ہو تو میں..."

"اوشان پلیز۔" ٹائیگر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"نہیں قادر... میں ایسا سوچ کر بھی نہیں آئی۔ صرف اس نامکمل مشن کو سونپنے کے لیے آئی ہوں جسے چھوڑ کر مجھے جانا پڑ رہا ہے۔"

اوشان مایوسی سے سر ہلانے لگا اور پھر روبی نے ٹائیگر کی طرف دیکھے بغیر دھیمے لہجے میں اُنھیں منشیات کے کاروبار سے متعلق ایک گروہ کی سرگرمیاں بتائیں۔ وہ اس گروہ کا پتا چلانے میں ابھی کامیاب نہیں ہوسکی تھی لیکن اُسے چند لوگوں کے نام معلوم ضرور ہوچکے تھے۔

"مافیا...؟" ٹائیگر نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ سوال کیا۔

"ہاں..." روبی نے پہلی بار نظر بھر کر اُسے دیکھا۔ "مجھے اب تک جو کچھ بھی معلوم ہوا ہے اُس کے مطابق چارلی دی ہارس اس گروہ کا نائب سرغنہ ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ محض مُہرہ ہے اور اصل سربراہ کوئی اور ہے۔ مجھے اس گروہ سے سفارت کاروں کے رابطے کا بھی شبہ ہے اور یہ رہی چارلی دی ہارس کی تصویر۔"

ٹائیگر نے تصویر کو محض ایک لمحے کے لیے دیکھا اور پھر وہ چہرہ اس طرح اُس کے ذہن میں منتقل ہوگیا، جیسے ذہن کیمرے کی طرح ہو۔ اُس نے مسکرا کر روبی کو دیکھا۔ "یہ پہلا موقع ہے کہ تم نے چیخ پکار کیے بغیر مجھ سے کوئی درخواست کی ہے روبی۔"

"کیسی درخواست؟"

"یہی کہ میں تمھارے ادھورے مشن کو بھی طور پر مکمل کردوں۔"

"میں نے ایسی کوئی درخواست نہیں کی۔" وہ پہلی بار چمک کر بولی۔

"پھر...؟" ٹائیگر ہنس کر بولا۔

"تم جانتے ہو کہ میں تم سے کبھی درخواست نہیں کرتی بلکہ حکم دیتی ہوں شہزادے۔"

ٹائیگر بُرا سا منہ بنا کر رہ گیا اور اوشان کی مخصوص قہقہے کمرے میں گونجنے لگی۔

پھر اچانک ہی روبی کا دل بھر آیا۔ وہ اُٹھ گئی۔ اُس نے اُن دونوں کی طرف دیکھے بغیر دروازے کی طرف قدم بڑھا دیے۔ اوشان نے لپک کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔

"اس طرح نہیں میری بچی۔" وہ سنجیدگی سے بولا اور پھر اُس نے ایڑیوں کے بل بلند ہوکر روبی کی پیشانی چوم لی۔ "نادیدہ محافظوں اور قدیم بہادروں کی حفاظت میں دیا روبی۔"

"خدا حافظ۔" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی اور پھر تقریباً دوڑتی ہوئی چلی گئی۔ ٹائیگر کو ایسا لگا جیسے کسی نے اُس کے دل پر گھونسا مار دیا ہو۔ "اُسے آج کیا ہوا تھا، اوشان؟"

"کچھ نہیں۔" ٹائیگر کی طرف دیکھے بغیر اوشان نے جواب دیا۔ "دل کے تار ٹوٹ رہے ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"حزنیہ نغمہ سن رہا ہوں میں۔"

ٹائیگر یہ سن کر اُچھل پڑا۔ "قادر... حزنیہ نغمہ؟ میں سمجھا نہیں... فادر پلیز۔"

"لیٹ جاؤ۔" اوشان کا لہجہ بہت عجیب تھا۔ "لیٹ جاؤ، پُرسکون رہو۔ کوئی نئی آزمائش آتی ہوئی نظر آرہی ہے میرے بچے۔"

"خدا حافظ روبی۔" ٹائیگر نے آنکھیں بند کرلیں اُس کا دل نہ جانے کیوں ڈوب رہا تھا۔

✺

روبی ہونٹوں کو دانتوں سے تقریباً کاٹتی ہوئی تیزی سے گاڑی دوڑا رہی تھی۔ اُس نے ایسی کیفیت کبھی محسوس نہیں کی تھی۔ اُسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی نادیدہ قوت نے اُسے اور ٹائیگر کو ہمیشہ کے لیے جُدا کردیا ہو۔ گاڑی کا رُخ ائیرپورٹ کی طرف تھا۔ وہ پروفیسر ہاسکن کو بتا آئی تھی کہ اُسے امریکہ سے جانا پڑ گیا ہے۔ پروفیسر ہاسکن انسدادِ منشیات سیل کا انچارج تھا اور چارہ گر میں اُسے اہم مقام حاصل تھا مگر وہ بہرام کے اعتماد کا آدمی ... سے ... تھی

ٹائیگر سے نہیں مل سکا۔ اُس کی اہمیت اتنی تھی کہ بہرام کی جزیرہ فردوس میں موجودگی کے دوران چارہ گر کے امور خود چلاتا رہا تھا اور اُس کی عدم موجودگی کے دوران منشیات کے اس دھندے کا انکشاف ہوا تھا۔ وہ روبی کو بیٹی کہتا تھا اور اُس کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ وہ ٹائیگر اور اوشان سے مل سکے۔ پروفیسر ہاسکن نے اپنی ساری زندگی جرائم کے خلاف جدوجہد کے لیے وقف کر رکھی تھی۔ خود روبی کو یہ علم نہیں تھا کہ بہرام، پروفیسر ہاسکن کو کہاں سے نکال کر لایا ہے۔ اُسے ہاسکن میں بہرام کی شخصیت نظر آتی تھی لیکن بہرام کے برعکس ہاسکن بہت شوخ اور زندہ دل آدمی بھی تھا۔ روبی کو یہ بھی معلوم تھا کہ ہاسکن کی کئی کمپنیاں ہیں، انتظامیہ میں اُس کا اثر و رسوخ ہے اور وہ بالعموم پہاڑی علاقے میں رہتا ہے۔ آج وہ چارہ گر کی ایک دوسری عمارت میں مقیم تھا، کیونکہ اُسے سینی ٹوریم آنے کی اجازت نہیں تھی۔ روبی اُس سے وہیں ملی تھی اور ہاسکن نے کہا تھا کہ کچھ لوگوں نے آج اُس کا تعاقب کیا تھا۔

روبی کی گاڑی سنسان سڑک پر تقریباً اُڑ رہی تھی۔ اُسے بہت کچھ یاد آرہا تھا۔ اپنا گھر، سینی ٹوریم، اوشان اور ... اور شہزادہ۔

پھر دفعتاً اُس کی چھٹی حس خطرے کی گھنٹی بجانے لگی اس نے عقب نما میں دیکھا۔ ایک ٹرک اسٹریٹ لائٹ کی روشنی میں پل بھر کے لیے نظر آیا۔ روبی نے ہونٹ دبا کر ایکسیلیٹر پر دباؤ بڑھا دیا، مگر چھوٹی سی کار چھ وھیل والے طاقتور ٹرک کا مقابلہ نہیں کرسکتی تھی۔ فاصلہ مسلسل کم ہوتا رہا۔ روبی نے پستول نکال لیا اور ہاتھ باہر نکال کر فائر جھونک دیا، مگر گولی ٹرک کی باڈی سے ٹکرا کر پھسل گئی۔ روبی کی نظریں عقب نما پر تھیں۔ وہ غصے سے پاگل تھی اور یہی اُس کی بھیانک غلطی تھی۔

دفعتاً مقابل سمت سے ایک اور ٹرک دندناتا ہوا اُس کی کار کی سمت لپکا۔ روبی نے گھبرا کر اسٹیئرنگ گھمایا لیکن اُس سے غلطی ہوچکی تھی۔ مقابل سمت سے آنے والا ٹرک اُس کی ننھی سی کار سے ٹکرایا۔ ٹرک ایک طرف ہٹا اور پھر بائیں سمت میں چلا گیا۔ اسی لمحے روبی کی کار نے دو قلابازیاں کھائیں اور عقب سے آنے والا ٹرک اُس کی کار کو کچلتا ہوا چلا گیا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کار کسی کھلونے کی طرح پچک گئی۔

"شہزادے" روبی نے جھومتے ہوئے کہا۔ اُس نے دروازہ کھولنا چاہا.. مگر ناکام رہی۔ اُس کا ہاتھ ٹوٹ گیا تھا۔ دوسرے ہاتھ سے بھی خون بہہ رہا تھا، سر پر زخم تھے، کندھا جھول رہا تھا اور ٹانگیں بے حس تھیں۔

"میرے شہزادے" اُس کی آنکھیں بند ہونے لگیں۔ معاً اُسے تپش کا احساس ہوا۔ اُس نے گھبرا کر دیکھا۔ گاڑی میں دھواں اُٹھ رہا تھا۔ وہ طویل سانس لے کر مسکرائی۔ اُس کی آنکھوں سے دو آنسو ٹپکے اور اُس نے کھلی کھڑکی سے گردن نکال کر کود جانے کی کوشش شروع کر دی۔

اُسے علم نہیں تھا کہ ایک شخص یہ سب کچھ دیکھ چکا ہے اور اب آگ بجھانے کا سلنڈر لیے دیوانہ وار لپک رہا ہے۔

✻

"اُس کی لاش کہاں ہے؟" ٹائیگر کی یہ للکار بڑی خوفناک تھی۔ خود بہرام بھی اس وقت ٹائیگر سے خوف زدہ تھا اور اُوشان کے چہرے پر پسینے کے قطرے لرز رہے تھے۔ ٹائیگر جذبات کی بھٹی میں جھول رہا تھا مگر چیخ پکار سے بھاپ نکل رہی تھی جب کہ اُوشان اندر ہی اندر اُبل رہا تھا اور یہ قطرے انہی جذبوں کے مظہر تھے۔

"ٹائیگر...!" بہرام نے اُسے سمجھانے کے لیے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا، مگر ٹائیگر نے اُسے جھٹک دیا۔

"ہاتھ مت لگاؤ مجھے!" اُس کی آنکھیں سُرخ ہو رہی تھیں۔ "تم نے اُسے یہاں سے اس لیے ہٹایا تھا کہ وہ میرے اور... اور اُوشان کے قریب نہ رہ سکے۔ تم سفاک اور ظالم آدمی ہو بہرام... تم نے بہت ظلم کیا ہے... تم مجھ سے میری ہر چیز چھین لیتے ہو... پہلے غزالہ اور اب..."

ٹائیگر کا جسم جھٹکے لینے لگا۔ بہرام کی نظریں جھک گئیں۔ اُس نے پہلی بار ٹائیگر کی آنکھوں میں نمی دیکھی تھی اور سُرخ آنکھوں میں یہ نمی بہت خطرناک تھی۔

روبی کی موت سے خود اُس کا بھی بُرا حال تھا۔ وہ اُسے اپنا بایاں بازو سمجھتا تھا۔ وہ اس وقت خود کو تنہا پا رہا تھا... ٹائیگر کی نفرت کا نشانہ اور اُوشان کی شکایتوں کا مرکز۔

سب سے پُراسرار بات یہ تھی کہ جلی ہوئی کار میں روبی کی لاش نہیں ملی تھی۔ حالات اور شواہد اس امر کی تصدیق کر رہے تھے کہ روبی اتنی جلی ہوئی کہ اب وہ زندہ نہیں ہو سکتی اور پولیس کا خیال تھا کہ دو ٹرکوں نے اُسے جان بُوجھ کر کچلا ہے۔ یہ دونوں ٹرک مسروقہ تھے اور یہ جائے حادثے سے صرف ایک میل دُور کھڑے ہوئے مل گئے تھے۔

"اُس کی لاش کہاں ہے؟" ٹائیگر پھر چلایا۔ اس بار اُس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔

"اُوشان!" بہرام نے ماسٹر کی طرف مدد طلب کرنے والے انداز میں دیکھا۔

"اس کی تدفین کرو شہنشاہ!" اُوشان کے لہجے میں بلا کی کاٹ تھی اور یہ جملہ طنز کے زہر میں بُجھا ہُوا تھا۔ "بوڑھا ہے۔ ایک کھلونا ٹوٹ گیا تو کیا ہُوا، دوسرا مل جائے گا۔ اپنی چارہ گری کی فکر کرو، تمہاری خدائی فوجداری باقی رہے... بس یہی سب سے اہم بات ہے۔"

"ماسٹر... تم بھی...؟" بہرام نے شکستہ لہجے میں شکوہ کیا۔

"وہ... میرے لیے بھی تو بہت کچھ تھی۔"

اُوشان نے اُس کی بات نہ سُنی، ٹائیگر کا ہاتھ تھاما اور پھر ٹائیگر اُس کے ساتھ اس طرح چلتا چلا گیا، جیسے وہ کوئی بچہ ہو۔

کمرے میں اُوشان نے ٹائیگر کو بیڈ پر بٹھا کر سر اپنی گود میں رکھ لیا اور پھر طوفان پھٹ پڑا۔ ٹائیگر کی آنکھوں سے آنسو اس طرح بہنے جیسے دریا کا بند ٹوٹ گیا ہو۔ اُوشان کی دو اُنگلیاں اُس کی کنپٹیاں سہلاتی رہیں۔ وہ چاہتا تھا کہ ٹائیگر کے دل کی بھڑاس نکل جائے۔ دل پر بوجھ نہ رہے اور یہ صرف اس وقت ممکن تھا، جب وہ کُھل کر رو لے۔

"میرے بچے! وہ بہت پاکیزہ تھی۔" اُوشان جان بُوجھ کر روبی کا ہی ذکر کر رہا تھا۔ "وہ حور تھی جنت کی حور..."

ٹائیگر کے آنسوؤں سے اُوشان کا لبادہ بھیگ گیا، مگر اس رونے کا انتہائی عجیب اثر ہُوا۔ ٹائیگر کی آنکھ لگ گئی۔ وہ سو گیا۔ کسی ایسے بچے کی طرح جو کھلونا گُم ہو جانے پر رو رو کر سو جاتا ہو۔

اُوشان نے بڑی احتیاط سے ٹائیگر کا سر تکیے پر رکھا اور خود کھڑکیوں کے پردے گرانے لگا۔

اب وہ ایک بکس کھینچ کر موم بتیاں نکال رہا تھا... پانچ موم بتیاں اُس نے نکالیں۔ کمرے کے چاروں کونوں میں ایک ایک موم بتی رکھی اور پانچویں موم بتی اپنے سامنے رکھ کر اسے جلانے لگا۔

وہ کچھ پڑھ رہا تھا... اُس کے ہونٹ ہل رہے تھے اور مونچھیں ہل رہی تھیں۔ وہ دو زانو بیٹھا ہُوا تھا، پھر اچانک اُس نے ماچس اُٹھائی اور کونوں میں رکھی ہُوئی موم بتیوں کو جلانے لگا۔ اُس کے ہاتھ کانپ رہے تھے، وہ ماسٹر تھا، دُنیا کا ظالم ترین جلاد... لیکن اُس کا دل رو رہا تھا۔ صرف ایک سوال کا جواب لینے کے لیے وہ یہ کٹھن عمل کر رہا تھا اور سوال یہ تھا کہ... کیا روبی مر گئی؟

■

بہرام کے لیے اُن کی درخواست غیر متوقع نہیں تھی۔ وہ روبی کا انتقام لینا چاہتے تھے۔ ٹائیگر کا چہرہ سُتا ہُوا تھا، لیکن اُوشان کی کیفیت اب بالکل مختلف تھی۔

"مگر ہمیں یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کون لوگ تھے؟" بہرام نے پہلو بدل کر کہا۔

"اُن کا پتا چلانا میرا کام ہے۔" ٹائیگر نے رُوکھے لہجے میں جواب دیا۔

"تم کہاں سے شروع کرو گے؟"

"جہاں سے دل چاہا اور اس کے لیے میں تمہاری مدد طلب نہیں کروں گا۔"

"ذاتی حیثیت میں؟"

"ہاں... صرف اور صرف شہزادے کی حیثیت میں یہ میرا ذاتی معاملہ ہے۔"

"جانتے ہو کہ آتش و خون سے ملک بھر میں طوفان کھڑا ہو جائے گا ٹائیگر۔"

"جانتا ہوں... اور یہ بھی جانتا ہوں کہ مجھے بیک وقت تین محاذوں پر لڑنا ہو گا۔ روبی کے قاتلوں سے، پولیس سے اور تمہارے آدمیوں سے..."

"میرے آدمی تمہارا ساتھ دیں گے۔" بہرام نے شکستہ لہجے میں کہا۔ "وہ تمہارے آدمی ہیں... اور تم اُوشان...؟"

"جہاں یہ وہاں میں۔" اُوشان نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"مگر یہ کہاں جائے گا؟"

"پتا نہیں، شاید اسے بھی علم نہیں۔"

"ٹھیک ہے ماسٹر۔" بہرام اچانک ہی غیر جذباتی انداز میں بولا۔ "یہ جو چاہے کرے، میں معترض نہیں ہوں گا لیکن محض شبہے کی بنا پر کسی کو قتل کر دینا مناسب نہیں۔"

دونوں خاموش رہے۔ کمرے میں ناگوار سی خاموشی چھا گئی اور پھر دونوں پلٹ کر نکل آئے۔

✦ ✦

قُدرت شاید اُن پر مہربان تھی۔ روبی کے کمرے سے اُنہیں چند پتے ملے، جو ایک ڈائری میں درج تھے اور اُن میں چارلی دی ہارس کا نام بھی تھا۔ یہ نام سُرخ روشنائی سے لکھا ہُوا تھا... نام کے نیچے سیاہ اور ہری لکیریں تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ روبی اسی شخص کو مرکزی حیثیت دے رہی تھی اور یہی نام اُس نے اُن دونوں کے سامنے بھی لیا تھا۔

"میں اب جاتا ہوں اُوشان!" اُس نے اُوشان کو کمرے میں آتا ہُوا دیکھ کر کہا۔ اس وقت ٹائیگر کے ایک ہاتھ میں روبی کی ڈائری اور دوسرے میں بلاور تھا۔

"ضرور... لیکن آؤ... پہلے کچھ باتیں کر لیں۔ مجھے ابھی ایک ٹیلی فون ملا تھا۔ بڑا عجیب سا نام تھا فون کرنے والے کا۔"

"آپ کا فون؟" ٹائیگر کو بھی حیرت ہوئی۔

"ہاں وہ تم سے بھی بات کرنا چاہتا تھا لیکن میں نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔"

"لیکن اُسے یہاں کا فون نمبر کس نے دیا؟"

"وہ یہیں کا ایک دانا آدمی ہے میرے بچے!" اُوشان دو دن بعد مسکرایا تھا۔ "آؤ... باتیں کریں۔"

■

دھند سڑکوں پر اب بھی چھائی ہوئی تھی۔ سان فرانسسکو کے پہاڑ، خلیج سان فرانسسکو کو جھک کر دیکھ رہے تھے اور اُن کی چوٹیاں دھند میں چھپی ہوئی تھیں۔ ہوٹل سے مسافروں کی بڑی تعداد کاروں میں بیٹھ کر ائیر پورٹ جا چکی تھی اور ایک مسافر ٹریول بیگ اُٹھائے ہوٹل سے نکل کر سڑک کی سمت میں آ رہا تھا۔ یہ ٹائیگر تھا۔

اسی لمحے دُھند میں ایک ٹیکسی کی ہیڈ لائٹس چمکیں۔ ٹائیگر نے ہاتھ اُٹھایا اور ٹیکسی اس کے قریب رُک گئی۔

ٹائیگر نے پچھلا دروازہ کھولا، بیگ رکھا اور خود اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ "انٹرنیشنل ائیرپورٹ۔"

ٹیکسی تیزی سے چلنے لگی اور ٹائیگر سوچنے لگا۔ یہ سوچیں مستقبل کے متعلق نہیں تھیں کیونکہ یہ بات تو برسوں پہلے طے ہو گئی تھی کہ اُس کا کوئی مستقبل نہیں۔ وہ یہ سوچ رہا تھا کہ شاید شیلا کے جال سے بچ نکلنے کا واحد سبب یہ تھا کہ اُسے روبی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے قاتلوں سے انتقام لینے کا موقع مل سکے۔ وہ روبی کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اُسے روبی کی موت سے جو دُکھ ہوا تھا، وہ ناقابلِ بیان تھا۔ یہ عجیب سا درد تھا۔ اوشان نے بھی اُس کے اس درد کو کم کرنے کی کوئی کوشش نہ کی تھی۔ طیارے میں سوار ہوتے ہوئے بھی اُس کی سوچوں کا محور روبی تھی۔

طیارہ دیوہیکل پرندے کی طرح فرشتوں کے شہر لاس اینجلز کی طرف پرواز کر رہا تھا۔

❦

صبح ہونے میں ابھی مزید نصف گھنٹہ باقی تھا۔ لہٰذا! لاس اینجلز کاؤنٹی کے ٹوپانگا علاقے کی گھاٹیوں میں تاریکی بھری ہوئی تھی۔ جولائی کا مہینہ ہونے کے باوجود کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ ستارے مغرب کی طرف جا چکے تھے اور چاند غائب ہو چکا تھا۔ اگر زمین پر فوجی انداز میں پیٹ کے بل لیٹے ہوئے شخص کے پاس وائلڈ فیلڈ سم ایکس اسکوپ نہیں ہوتا تو وہ ہدف پر بھی نظر رکھنے کے قابل نہیں رہتا۔

ٹائیگر دوربین آنکھوں سے لگائے ایک اندرونی ڈھلان پر لیٹا ہوا تھا۔ اُس کی نظریں نیچے اس شخص پر تھیں جو اپنی کار میں بیٹھا ہوا تھا۔ کار جس جگہ کھڑی تھی۔ وہاں شاید حال ہی میں درخت کاٹے گئے تھے لہٰذا وہ جگہ چھوٹا سا مربع نما میدان لگ رہی تھی۔

ٹائیگر، اوشان سے رخصت ہوتے وقت یہ عہد کر چکا تھا کہ روبی کے عوض کم از کم ایک سو افراد کو ہلاک کرے گا اور وہ بھی اس طرح کہ ان کی نظروں میں نہ آئے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اُس نے جدید آتشیں ہتھیار استعمال کرنے کو ترجیح دی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اس وقت بھی اعشاریہ سم میگنم کا رائفل اسکوپ سے منسلک تھی۔

اُس نے ایک بار پھر ہدف کا جائزہ لیا۔ سب کچھ اُس کی منشا کے مطابق تھا۔ وہ مطمئن انداز میں سر ہلانے لگا۔

وہ سناجو کی تربیت کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس تربیت کی تکمیل پر اُس نے جو حلف اُٹھایا تھا، وہ بہت واضح تھا۔ ”میں سناجو کے عظیم بہادروں کی رُوح کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان کا فن کسی ذاتی غرض کے لیے استعمال نہیں کروں گا۔“

اور آج وہ ذاتی غرض پوری کرنے کے لیے ہتھیار لیے ہوئے تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اوشان نے اُسے حلف کی پابندیوں سے آزاد کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اگر معاملہ خود اُس کا اپنا ہوتا تو اُسے سناجو کے فنِ مرگ کو استعمال کرنے کی کھلی چھوٹ ہوتی، کیونکہ اپنا دفاع کرکے وہ دراصل اس فن کا دفاع کرتا۔

وہ سر جھٹک کر ایک بار پھر کار اور کار نشین کی طرف دیکھنے لگا۔ اب کار نشین کے انداز سے اُکتاہٹ واضح تھی۔ وہ اپنی خون رنگ سُرخ فسریری جی ٹی کار سے نکل کر ٹیک لگائے ہوئے کھڑا ہوا تھا۔ شاید اسے اردگرد کی خاموشی سے بھی خوف محسوس ہو رہا تھا اور غالباً پہاڑوں سے جڑی بوٹیوں کی جو بھاری خوشبو آ رہی تھی وہ بھی اُس کے اعصاب پر اثر انداز ہو رہی تھی۔

یہ چارلی تھا... چارلی دی ہارس۔ اُس کا تعلق بنیادی طور پر بیٹن ہٹن کے مشرقی اور گنجان آباد علاقے سے تھا لیکن گزشتہ بیس برس اُس نے لاس اینجلز ہی میں گزارے تھے۔

وہ سرا پا مافیا تھا۔ اُسے نیویارک کی فرسٹ فیملی سے وابستگی حاصل تھی، پھر اُس نے ساحلی علاقے میں منتقل ہو کر کتابوں کی ایک دُکان کھولی تھی، پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بڑا آدمی بنتا چلا گیا تھا۔ اب طاقت اور دولت کے اعتبار سے ڈان پائیٹرو اسکارلی کے بعد اُسی کا نمبر تھا اور اسکارلی اُس کا باس تھا۔ چارلی کو تین ماہ قبل ہی جنوبی ویٹنورا کاؤنٹی، میکسیکو کی سرحد تک مافیا کی تنظیموں کا انچارج بنایا گیا تھا اور یہ وہ رتبہ تھا، جس کے لیے وہ روزِ اوّل ہی سے ہاتھ پیر مار تا رہا تھا۔ اب اُسے وہی احترام ملتا تھا، جو اسکارلی کا حصہ تھا۔

ان تمام کامیابیوں کے باوجود اپنے باس ڈان اسکارلی کی عزت اور احترام میں چارلی نے کوئی فرق نہیں آنے دیا اور یہی وجہ تھی کہ وہ اس وقت یہاں موجود تھا۔ دو ماہ قبل اسکارلی نے اس کو میوریے ہلز کے مینشن میں طلب کرکے نئے آپریشن کا ذکر کیا تھا، جو وہ شروع کرنے والے تھے۔ یہ ہول سیلنگ کی بات تھی۔ ایک عرصے تک اسکارلی نے اپنے آدمیوں کو منشیات کی منڈی سے دُور رکھا تھا لیکن اب بھاری منافع کی اُمید تھی اور اسکارلی اس موقعے کو اس وجہ سے بھی گنوانے کے لیے تیار نہیں تھا کہ رسد کے لیے میکسیکو کی سرحد قریب ہی تھی۔

مافیا کے ڈان اسکارلی نے جب یہ تفصیلات بتائیں تو اس کا چہرہ خوشی سے تمتما رہا تھا۔

”بہت شاندار موقع ہے لڑکے۔“ اُس نے کہا۔ ”ہمارا کام صرف سامان ڈیول کرنا اور پھر اُسے ہول سیل میں فروخت کر دینا ہو گا۔ اس کے لیے رابطے پہلے ہی موجود ہیں۔ جادو سر چڑھ کر بولے گا چارلی۔ منڈی میں بھی مقابلے اور رقابتوں سے نمٹنے کی ضرورت نہیں ہو گی۔ کروڑوں ڈالر ملیں گے اور یہ رقم حاصل کرنے کے لیے ہمیں محض چند ہزار لگانا ہوں گے۔ پولیس کو چھوڑو، فیڈرل ایجنٹ بھی ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے... کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔“

”اچھا...!“ چارلی نے مسکرا کر کہا۔

”اس کام کے لیے میں صرف تم پر اعتماد کر سکتا ہوں۔“ اسکارلی نے کہا۔ ”پورا آپریشن تم خود کرو گے۔ اس کنسٹرکشن کمپنی میں اب بھی تمہارا کنٹرول ہے لہٰذا وہاں تنخواہ لینے والے لڑکوں کو استعمال کرو۔“

اسی طرح وہ گزشتہ دو ماہ سے یہ کام کر رہا تھا اور اس دوران میں صرف ایک لڑکی نے ستایا تھا، جس کی کار دو لڑکوں نے کچل دی تھی۔

ویسے چارلی کو اس گیم میں زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ اس وقت خاص طور سے وہ کوفت محسوس کر رہا تھا۔ اس کی حیثیت محض کلیمی کی تھی۔ اُس کا کام یہ تھا کہ کھیپ وصول کرکے سان فرنانڈو میں ویلی کالج جائے جہاں ہیروئن کی صفائی ہو اور پھر کھیپ لے کر ایک مقررہ جگہ پہنچ جائے، جہاں کوئی آ کر اُسے رقم دیتا تھا اور مال لے جاتا تھا۔ ساری رقم اسکارلی کو ملتی تھی اور اسے صرف چار فی صد بطور کمیشن۔

اُسے وہ تائیوانی بھی پسند نہیں تھا۔ اب تک اُن کی چار ملاقاتیں ہو چکی تھیں مگر اس شخص نے کبھی ہیلو تک نہیں کہا تھا۔

چارلی نے ایک اور سگریٹ سلگائی۔ اُسے وہ لڑکی اچانک ہی یاد آ گئی، جو اُس کا تعاقب کرتی رہتی تھی... وہ سوچنے لگا۔ لڑکی بہت تیز تھی اور اگر دو ٹرک استعمال نہ کیے جاتے تو شاید وہ بچ نکلتی۔ ویسے اُسے حیرت تھی کہ لڑکی کی لاش کیوں نہیں ملی؟

پہاڑی ڈھلان پر ٹائیگر نے سگریٹ کے انگارے کو دیکھ کر سر ہلایا اور ہتھیار کو اسی لحاظ سے ایڈجسٹ کر لیا۔ وہ اس وقت روبی کے بارے میں سوچ رہا تھا اور اُس کے جسم میں آگ سی لگی ہوئی تھی۔ اُس کی اُنگلی لبلبی پر گئی مگر اُس نے ہاتھ کھینچ لیا۔ ابھی اس کا وقت نہیں آیا تھا۔

پھر اچانک ہی صبح ہو گئی۔ اُفقی چوٹیوں پر ہلکی روشنی نمودار ہوئی اور ساتھ ہی نیچے کا منظر بھی نظر آنے لگا، پھر چند ہی لمحوں بعد ہیلی کاپٹر کی پھٹا پھٹ سُنائی دی۔ ٹائیگر نے آسمان کی طرف دیکھا۔ پہاڑوں کی بلند چوٹیوں سے نیچے گھاٹیوں کے درمیان ایک چھوٹا سا ہیلی کاپٹر نظر آیا، جس پر سورج کی نرم و گلابی شعاعیں پڑ کر منعکس ہو رہی تھیں۔ اسی چکاچوند کی وجہ سے ٹائیگر کو یہ اندازہ لگانے میں ناکامی ہوئی کہ ہیلی کاپٹر میں کتنے افراد سوار ہیں۔

یہ ایک نئی صورتِ حال تھی، جس کی ٹائیگر کو توقع نہیں تھی، وہ دوبارہ لیٹ گیا۔ اس کے لباس کی وجہ سے اُس کا دیکھا جانا ممکن نہیں تھا۔ یہ لباس درختوں کی رنگت کا تھا۔

ہیلی کاپٹر کئی سیکنڈ تک فضا میں ساکت رہا، پھر چارلی نے دوڑ کر کار کا دروازہ کھولا اور ہیڈ لائٹس جلا کر سگنل دیا تب ہی ہیلی کاپٹر لینڈ کر گیا۔ ڈھول اُڑی اور پروں کی رفتار کم ہونے لگی۔

اسی دوران چارلی نے اپنی گاڑی کی عقبی سیٹ سے ایک بڑا اٹیچی کیس نکال کر ہڈ پہ رکھ لیا، پھر ہیلی کاپٹر... کے پر ساکت ہو گئے تو اندر سے ایک پستہ قد گٹھیلے جسم والا شخص نمودار ہوا۔ یہی وہ تائیوانی تھا، جس سے چارلی کو نفرت تھی، خود تائیوانی کے چہرے پر بھی چارلی کے لیے حقارت تھی۔ اس کے باوجود وہ سر کو جنبش دیتا ہوا کار کی طرف آ رہا تھا۔ چارلی نے اُس کے قریب آتے ہی اٹیچی کیس کھول لیا۔ پستہ قد شخص نے کچھ کہے بغیر نوٹوں کے بنڈلوں کا جائزہ لیا اور پھر کچھ کہے بغیر ہیلی کاپٹر کی طرف پلٹ گیا۔ چارلی نفرت سے منہ بنا کر رہ گیا۔

ویبزم ایکس اسکوپ کی وائڈ فیلڈ سے ٹائیگر یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اُسے اٹیچی کیس کے اندر رکھے ہوئے نوٹوں کے بنڈل تک نظر آ گئے تھے۔ اُس کے چہرے پر حیرت چھا گئی۔ نت نئے انکشافات ہو رہے تھے، پھر وہ مسکرانے لگا۔ یہ مسکراہٹ بہت زہریلی تھی۔ اُس نے جسم کا زاویہ بدلا تاکہ میگنم اعشاریہ سم کا رُخ مرضی کے مطابق جس طرف چاہے ہو سکے۔ اسی لمحے چارلی نے اٹیچی کیس بند کیا اور ساتھ ہی کاپٹر کی طرف جانے لگا۔ دوسری طرف سے اب پستہ قد

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تانیوانی یا چینی واپس آ رہا تھا۔ اس بار دونوں کار اور ہیلی کاپٹر سے دُور، درمیان میں ملے۔ غالباً تانیوانی کو چارلی کے اس طرح آگے آنے کی توقع نہیں تھی۔ لہٰذا وہ کترا کر کار تک گیا۔ اُس نے دس کلو خالص ہیروئن کا تھیلا کار کے بڈ پر رکھا اور اٹیچی کیس اُٹھالیا۔

تب ہی ٹائیگر کی اُنگلی لبلبی پر پہنچ گئی۔ اُنگلی نے محض لبلبی کو اشارہ دیا۔ گن نے بلے بغیر... آواز نکالے بغیر موت اُگل دی۔ چارلی چیختا، تڑپا، اُچھلا۔ اُس نے بھی کوئی آواز نہیں سُنی تھی اور ۴۴ گرین کی نرم سرے والی گولی اُس کی دائیں آنکھ کے بائیں طرف صرف تین ملی میٹر اُوپر پیوست ہو گئی تھی۔ وہ کسی پاگل کتے کی طرح بھونکا اور ساتھ ہی زور سے اُچھلا، لیکن وہ اُچھلتے ہی مر گیا اور اُسے یہ علم بھی نہ ہو سکا کہ گولی اُس کے بھیجے سے گزر چکی ہے۔

اب تانیوانی ٹائیگر کی زد میں تھا۔ پستہ قد شخص کی حالت بھی غیر تھی۔ وہ اپنی جگہ جامد ہو کر رہ گیا تھا۔ پھر دو گولیاں اور چلیں۔ ایک سینے کی ہڈی میں گھس کر نکل گئی اور دوسری پیٹھ میں لگی جس نے ریڑھ کی ہڈی کے ایک بڑے حصے کو تن سے جُدا کر دیا۔ ٹائیگر نے پھرتی سے کام لیتے ہوئے گن کا رُخ ہیلی کاپٹر کی طرف کر دیا، جو فضا میں بلند ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کو نشانہ نہیں بنایا بلکہ صرف سیریل نمبر پڑھ کر ذہن نشین کر لیے۔ یہ نمبر مستقبل میں کارروائی کے لیے کام آ سکتے تھے۔

ہیلی کاپٹر اب بلند ہو چکا تھا اور ٹائیگر کی تیز نظریں اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں، پھر جب ہیلی کاپٹر ترچھا ہو کر نظروں سے اوجھل ہو گیا تو اُس نے اپنا سامان جمع کیا اور پیروں کے نشانات مٹاتے، پھر چارلی کی کار کی طرف جانے کے لیے ڈھلوان سے اُترنے لگا۔ اُس کی ہر حرکت سے سکون جھلک رہا تھا۔ چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تھی اور وہ سوچ رہا تھا کہ اگر سگریٹ پینے کی اجازت ہوتی تو وہ ایک سگریٹ سُلگا کر جشن مناتا۔

دونوں لاشیں اب اُس کے سامنے تھیں۔ اُس کے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے۔

”روبی کے عوض دو... باقی رہے ۹۸“ یہ کہتا ہوا، وہ خوب صورت کار کی طرف بڑھا۔ فریری واقعی بہت شاندار گاڑی تھی۔ اُس نے گاڑی پر ہاتھ پھیرا اور کار کے دوسری طرف پہنچ گیا۔ اُس کا مقصد مقتولین کے قدموں کے نشانات میں اپنے نشان ملانا تھا، تاکہ پولیس والے کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکیں۔ پھر وہ تانیوانی پر جھک گیا۔ اُس نے جیبوں کی تلاشی لی، مگر ایسی کوئی بھی چیز نہ مل سکی جس سے اُس کی شناخت ہو سکے۔ کپڑوں تک پر لانڈری کے نشانات نہیں تھے۔ وہ کچھ دیر سوچتا رہا۔ اُسے چارہ گر سے نکلنے کے بعد گاڑی کی بھی ضرورت محسوس ہو سکتی تھی اور مشن کی تکمیل کے لیے رقم کی بھی۔ وہ شدید غصے کی کیفیت میں سینی ٹوریم سے نکلا تھا۔ اُس نے نقدی یا چیک بُک تو کیا، ابھی نہیں لی تھی۔ طیارے کا ٹکٹ بھی کریڈٹ کارڈ کی مدد سے حاصل کیا تھا۔ لہٰذا اُس نے اٹیچی کیس اُٹھا کر کار میں رکھا، لیکن ہیروئن وہیں چھوڑ دی۔ اُسے یقین تھا کہ لاشوں کے قریب ہیروئن دیکھ کر پولیس نہ صرف پریشان ہوگی بلکہ فوراً ہی حرکت میں بھی آ جائے گی۔

کار محض اشارے پر چلتی تھی۔ اُس نے اگنیشن میں چابی گھمائی تو مدہم تھرتھراہٹ ہی سے احساس ہوا کہ انجن اسٹارٹ ہو گیا ہے۔ اُس کے آٹھوں سلنڈر کام کرنے لگے۔ ٹائیگر نے ہینڈ بریک لگایا۔ کار سے نکل کر گرین جمپ سوٹ اُتارا، تو نیچے سے عام کپڑے نکل آئے۔ اب وہ جینز اور قمیص میں تھا۔ اب اُسے یہاں سے نکلنا تھا۔ لہٰذا وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ کار کسی معمول کی طرح ہاتھوں کے اشارے سمجھ رہی تھی۔ وہ ایک ایسے ذیلی راستے پر چل رہا تھا، جو یقیناً اسٹیٹ روڈ پر لے جاتی تھی۔

گاڑی اب بہت تیزی سے دوڑ رہی تھی اور ٹائیگر کے ذہن میں گزشتہ چند منٹ کے دوران سامنے آنے والے حقائق سے متعلق بے شمار سوالات کلبلا رہے تھے۔

پہلا سوال یہ تھا کہ منشیات کی اتنے بڑے پیمانے پر خرید و فروخت کب سے جاری ہے؟ اُسے اندازہ تھا کہ وہ جو ہیروئن چھوڑ آیا ہے، وہ خالص ہے اور اس کی مالیت لاکھوں سے بھرا ہوا وہ اٹیچی کیس ہے جو اس وقت گاڑی میں رکھا ہوا ہے۔ تانیوانی کا وجود بھی بہت پُراسرار تھا۔ اُس کی کوئی شناخت نہیں تھی۔ وہ ۹ ایم ایم کے لوگر پستول سے لیس تھا۔ اُس کے کپڑے بالکل نئے اور مختلف ریڈی میڈ فیکٹریوں کے تھے۔ اُس کی موجودگی یہی ظاہر کرتی تھی کہ وہ جاسوسوں اور منشیات فروخت کرنے والوں کی کسی زنجیر کی کڑی ہے۔ سب سے اہم نقطہ ہیلی کاپٹر کا استعمال تھا، زمین

سے فضا میں بلند ہونے والی ہر شین کو فلائٹ پلان دینا ہوتا ہے۔ سوال یہ تھا کہ کیا تانیوانی کو لے کر آنے والے اس پرندے نے بھی فلائٹ پلان دیا تھا؟

وہ ان سوالوں کو ذہن کے ایک گوشے میں جمع کرتا رہا تاکہ اپنی منزل پر پہنچ کر ان کا جواب حاصل کرنے کے لیے قدم اُٹھا سکے۔ اُس کی منزل کالکو ماؤنٹین میں تھی۔

ٹائیگر نے بارسٹو جانے والی فری وے پر گاڑی موڑنے سے قبل ایک جگہ روکی۔ یہ مقام ہوپ ویلی کے قریب چالیس ویں نہیں تھا۔ وہاں سے سیلولر ٹیلی فون ہاتھ میں تھام کر تو پانگا کینین کے شیرف کو ٹیلی فون کیا۔ شیرف ڈیوٹی پر نہیں تھا۔ لہٰذا اُس کے نائب سے بات ہوئی۔

”زبردست فائرنگ ہوئی ہے آفیسر!“ اُس نے آواز میں ذرا سی تبدیلی کر کے کہا۔ ”ایسا لگتا تھا جیسے باقاعدہ جنگ ہو رہی ہے... یس... کیا؟... ہاں... آپ ہی کے علاقے میں...“

اس سے قبل کہ ڈپٹی شیرف کوئی جرح کرتا، اُس نے فون بند کر دیا تھا۔

⊛

اب وہ اونچی نیچی سڑکوں پر سفر کر رہا تھا۔ فریری پوری طرح ساتھ دے رہی تھی۔ وہ کالکو کے پہاڑی علاقے میں داخل ہو چکا تھا۔ ویسے اب اس گاڑی کے بارے میں بھی وہ سوچ رہا تھا کہ اس صحرائی اور پہاڑی علاقے میں گاڑی کا فوراً پتا چل سکتا تھا۔ مسلسل سفر، ناہموار سڑک کے دھچکوں، آرام نہ کرنے کے باعث اُس کا جسم پھوڑے کی طرح دُکھنے لگا تھا۔ کوئی عام آدمی ہوتا تو اب تک بخار سے تپ چکا ہوتا۔ وہ دو راتوں سے سویا بھی نہیں تھا۔ اُس کے پورے جسم سے پسینہ نکل چکا تھا۔ پھر اچانک ہی اُس کے سامنے عقاب نما پہاڑی آ گئی۔ اوشان نے اُسے یہی نشانی بتائی تھی اور اُسے حیرت تھی کہ اوشان کو یہ نیا مکان کب اور کیسے مل گیا؟

وہ عقاب نما پہاڑی کے دائیں طرف نیم قوس نما کچی سڑک پر پہنچ گیا۔ اب ٹائروں سے دھول اُڑ رہی تھی۔ پھر ایک میل دور پہنچ کر اُسے کٹے ہوئے وہ درخت نظر آئے جو کسی ناؤ کی شکل میں تلے اوپر رکھے ہوئے تھے۔ یہاں وہ راستہ ملنا مشکل نہ تھا جس کا ذکر اوشان نے کیا تھا۔ اُس نے اسی راستے پر گاڑی ڈال دی اور اچانک ہی گاڑی میں تاریکی چھا گئی۔ وہ سُرنگ نما راستے پر تھا۔ یہاں خنکی بھی تھی اور ہُوا بھی۔ سُرنگ میں گاڑی کی آواز سے زلزلہ سا آ گیا تھا۔ اُس نے ائرکنڈیشن بند کر دیا۔ گاڑی روکی اور پھر پُشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔ اُسے ایسا لگا جیسے برسوں تک برہنہ پا صحرا میں چلنے کے بعد ماں نے اُسے اپنی آغوش میں لے لیا ہو۔

تب ہی عقب سے ایک سایہ نمودار ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں نوکیلی چھری تھی... لیکن جونہی سائے نے طویل سانس لے کر ایک خاص مہک محسوس کی، اُس نے چھری کی نوک فرش پر ٹکا دی اور چھری اس طرح سنگی فرش میں گھس گئی جیسے فرش موم کا اور چھری لوہے کی ہو۔

اوشان کے چہرے پر پدرانہ شفقت دوڑ گئی۔ اُسے بہ حال ٹائیگر کو اس کار میں دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ اُس نے ٹائیگر کو جھانک کر دیکھا اور پھر اپنا استخوانی ہاتھ اُس کے شانے پر رکھ دیا۔ ”تھک گئے میرے بچے؟“

”اُس... ہاں...“ ٹائیگر چونک پڑا اور دروازہ کھول کر اُتر گیا۔ اوشان نے ریڈ انڈین والا خاص لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کے سر پر پروں کا تاج نما ہیٹ تھا اور چہرے پر سُرخ رنگ کے تین نشان تھے۔

”یہ کیا حلیہ بنا رکھا ہے ٹل فادر؟“ اُس نے حیرت سے پوچھا۔

”میں اس علاقے میں واپس آیا ہوں جہاں ایک ماسٹر نے لوگوں کو رنگ و نسل کے تعفریت سے بچانے کے لیے وقت گزارا تھا میرے بچے!“ اوشان نے مسکرا کر جواب دیا۔ ”آؤ... تم چہرے سے بہت تھکے ہوئے لگ رہے ہو، آؤ میں تمہیں زندگی دوں۔“

باہر سے دیکھ کر کوئی بھی یہ اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ یہاں ایک گھر ہوگا۔ یہ پہاڑی بھی سان فرنانڈو کی دوسری اونچی نیچی پہاڑیوں کی طرح تھی لیکن پروفیسر ہاسکن نے انھی پہاڑیوں میں اپنا ہیڈ کوارٹر بنا رکھا تھا اور اس کا علم بہرام کے علاوہ کسی اور کو نہ تھا... یا اب اوشان یہاں آیا تھا، جو تھا شخص جس کو یہاں آ کر رہنے کی دعوت ملی تھی، وہ ٹائیگر تھا۔

نفسیں مگر نوٹنے سے پروفیسر ہاسکن نے یونیورسٹی آف لاس اینجلس کیلی فورنیا میں لیکچرار کے زمانے ہی سے بہرام کے ساتھ کام کرنا شروع کر دیا تھا اور پھر پروفیسر کی حیثیت سے ریٹائرمنٹ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے قبل اُس نے انسدادِ منشیات کا سیل سنبھالتے ہی اپنے طور پر یہ کمیں گاہ تعمیر کرائی... یہی تعمیر کرنے والے راج مزدور بہرام نے فراہم کیے تھے۔ انھوں نے جن کی زبان بہرام کی مادری زبان سے ملتی جلتی تھی، مقامی پتھر... اور مٹی ہی استعمال کی تھی اور پہاڑوں کے اُوپر عمارت کا سقف بھی اس طرح تعمیر کیا تھا کہ وہ دوسرے پہاڑوں کی اوٹ میں ہو کر چھپ گیا تھا۔ زیرِ زمین تعمیر بہرحال فنکاری کا نمونہ تھی۔ عمارت کے اندر ایک چھوٹی سی لیبارٹری بھی تھی، کیونکہ ہاسکن کو جیالوجی اور منرلز کا بہت شوق تھا۔ ایک کچن کے علاوہ چھوٹا سا تھیٹر، آرٹ گیلری اور بیڈ رومز تھے۔ کمروں کی تعداد دس کے لگ بھگ تھی اور یہاں رہ کر ہاسکن اپنے مشن کی تکمیل کرتا رہا تھا۔

ناٹیگر درودیوار کو دیکھتا ہوا اُوشان کے ساتھ اندر آیا، پھر ایک جگہ سے اُس نے بھاپ نکلتی ہوئی دیکھی تو اُسے اندازہ ہو گیا کہ اُوشان اُس کا استقبال کرنے کی تیاریاں مکمل کر چکا ہے۔ اُس نے اُوشان کے اشارے پر کپڑے اُتار دیے اور ایک دروازے کی چوکھٹ پر کھڑا ہو گیا۔ اُوشان اُس سے پہلے ہی اس دروازے سے گزر کر کچھ بڑبڑا رہا تھا۔ وہ جس زبان میں بڑبڑا رہا تھا، وہ نہ تو سنانچو کی زبان تھی اور نہ ہی جزیرہ فردوس کی۔

شاید اُوشان قبائلی اندشتر کی زبان بول رہا ہے۔ ناٹیگر نے سوچا... پھر اچانک ہی اُوشان نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کر کے زور زور سے کچھ کہا۔ "ہا... ہا... اٹ... پیا... شا... شوتوکا..."

اُس کے انداز سے بہرحال ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ دُعا کر رہا ہو۔ اس کے بعد اُس نے سر کی جنبش سے ناٹیگر کو قریب آنے کی ہدایت کی۔

کمرے کی تاریکی انگاروں کے اس ڈھیر کی وجہ سے کم ہو گئی تھی جو ایک بڑے برتن میں رکھے ہوئے تھے۔ ان انگاروں کے اُوپر ایک فولادی جالی تھی جس پر چند پتھر رکھے ہوئے تھے۔ ناٹیگر دوزانو ہو کر انگاروں کے بہت قریب بیٹھ گیا۔ تب ہی اُوشان نے بالٹی اُٹھا کر پتھروں پر پانی ڈالا۔ یہ بالٹی کھال کی بنی ہوئی تھی۔ پانی کے پڑتے ہی سس کی زوردار آواز پیدا ہوئی اور کمرے میں نیم گرم و لطیف بھاپ جمع ہو گئی۔ اُس بھاپ میں اچانک ہی عجیب سی اجنبی مگر لطیف خوشبوئیں بھی شامل ہو گئیں۔ ناٹیگر نے اُوشان کی طرف دیکھا

وہ آہنی جالی کے نیچے اور پتھروں کے اُوپر جڑی بوٹیاں اور پھول ڈال رہا تھا۔ ناٹیگر نے ایک طویل سانس لے کر ان خوشبوؤں کو سینے میں بھر لیا۔ اُسے ایسا لگا جیسے اُس کے دل کے اندر سے روشنی پھوٹ رہی ہو اور ذہن میں نور اُتر آیا ہو۔ اُس کی آنکھیں جھپکنے لگیں، جسم سے درد نکلنے لگا، مسام کھلنے اور بند ہونے لگے، تھکن غائب ہونے لگی، ذہن نے جسم سے تھکن کو کھینچنا شروع کر دیا۔

اُوشان نے لکڑی کے مزید ٹکڑے انگاروں کے نیچے جلنے والی آگ میں ڈالے تو کمرا ایک اور نئی خوشبو سے بھر گیا۔ ناٹیگر کی سانس متوازن ہونے لگی، اُس میں ترتیب آنے لگی اور اُوشان نے بالٹی سے مزید پانی لے کر پتھروں پر انڈیل دیا۔ اب ناٹیگر کی آنکھوں سے بھی تھکن دُور ہونے لگی۔

ایک گھنٹہ گزر گیا اور ناٹیگر اب بغیر کسی دُکھ کے روبی ہی کے بارے میں سوچنے لگا۔

"چلو!" اُوشان نے فوراً ہی اُسے ہدایت دی۔ "باہر چلو... اس طرف..."

ناٹیگر نے ایک دوسرے دروازے کی طرف دیکھا۔ یہ دروازہ ایک چھوٹے سے میدان میں کھلتا تھا اور وہاں ایک تالاب نظر آ رہا تھا۔ ناٹیگر نے بے چون و چرا تالاب میں چھلانگ لگا دی۔ اُس نے تالاب کے اندر زیرِ آب رہتے ہوئے کئی چکر لگائے۔ تب ہی اُسے علم ہوا کہ یہ پانی دراصل زیرِ زمین سوتوں سے نکل کر جمع ہو رہا ہے۔

تالاب سے نکل کر اُس نے تولیے سے جسم رگڑا، کپڑے پہنے۔ اب وہ اُوشان سے یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ اُس کو یہ کمیں گاہ کس طرح ملی لیکن اسی لمحے وہ چونک پڑا۔ ایک بوڑھا شخص چوکھٹ پر کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"کیا حال ہے نوجوان؟" اُس نے مسکرا کر پوچھا۔

ناٹیگر کو ایسا لگا جیسے بہرام مسکرا رہا ہو۔

"میرا نام ہاسکن ہے، پروفیسر ہاسکن۔"

"اوہ..." ناٹیگر نے ایک طویل سانس لی اور بے اختیار ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اُوشان نے جس شخص کے ٹیلی فون کا ذکر کیا تھا، یہ وہی تھا۔

اسی وقت اُوشان بھی اندر آ گیا۔

"یہ ہے میرا نالائق شاگرد، پروفیسر ہاسکن۔" اُوشان نے اپنے مخصوص انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔ "نالائق، اجڈ اور ناشکرا..."

کمرے میں ہاسکن کا زوردار قہقہہ گونجا اور ساتھ ہی قہقہے کی مخصوص آواز بھی سنائی دی۔ ناٹیگر محض مسکرا کر رہ گیا۔ آج کل اُس سے قہقہے روٹھے ہوئے تھے۔

پھر وہ تقریباً ایک گھنٹے تک بڑے کمرے میں باتیں کرتے رہے۔ اس کمرے میں آرام دہ دیوان تھے اور فرش پر ہرن کی کھالیں بچھی ہوئی تھیں۔

شام کو رات کا کھانا کھانے سے قبل انھوں نے صحرا میں دُور تک چہل قدمی کی اور جب ستارے جنم لینے لگے تو وہ واپس آ گئے۔ اب وہ سنجیدہ تھے۔ ناٹیگر کو احساس تھا کہ ہاسکن روبی کی موت کے قصے سے جان بوجھ کر گریز کر رہا تھا۔

شاید یہ بھی دُکھی ہو، ناٹیگر نے سوچا۔

کھانے کے بعد سنجیدہ باتیں شروع ہو گئیں۔

"...ہیلی کاپٹر کومیں نے جانے دیا۔" ناٹیگر نے چارلی اور تانیوالی کے بارے میں بتا کر کہا۔ "ہیروئن بھی وہیں چھوڑ دی۔"

"اور رقم؟" ہاسکن نے پوچھا۔

"وہ... اٹیچی کیس میں موجود ہے۔" ناٹیگر نے میز پر رکھا ہوا اٹیچی کیس کھول کر کہا۔ انھوں نے رقم گنی... یہ دو لاکھ ڈالر تھے۔

"اس رقم کو غریبوں کے علاج پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔" ہاسکن نے کہا۔ "ہمارے ادارے کے تحت تین اسپتال ایسے لوگوں کا علاج کر رہے ہیں جو منشیات کے قیدی بن چکے ہیں۔ یہ رقم وہاں استعمال کی جا سکتی ہے۔"

"شاندار..." ناٹیگر نے جواب دیا۔

"میں سنانچو میں بھی ایک ایسا ہی اسپتال قائم کرنا چاہتا ہوں۔" اُوشان نے نوٹوں کے ڈھیر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"وہ کیوں؟" ناٹیگر ہنس پڑا۔ "کیا وہاں کے لوگ بھی نشے کے عادی ہو گئے ہیں بُل فادر؟"

"نہیں!" اُوشان پہلو بدل کر بولا۔ "لیکن کون جانے میرے بعد وہ کن کن چیزوں کے عادی ہو جائیں۔"

"تمہارے بعد شہزادہ تمہاری جگہ سنبھال لے گا ماسٹر۔" ہاسکن نے کہا۔ اُس کی آنکھوں میں اُوشان کے لیے احترام کے سوا اور کچھ نہیں تھا۔ "کیا تمھیں شہزادے کی صلاحیتوں پر شبہ ہے؟"

"یہ غیر ملکی ہے۔" اُوشان نے جواب دیا۔

"لیکن ان لوگوں سے کئی گنا بہتر ہوں جن کو آپ نے تربیت کے لیے نااہل قرار دیا تھا اور جن کا تعلق سنانچو سے ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ مجھے تربیت کے لیے کیوں منتخب کرتے بُل فادر؟ کیوں پروفیسر! میں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟"

"دیکھو بھئی!" ہاسکن نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "یہ تم باپ بیٹے کا معاملہ ہے۔ میں تو ایک عام سا آدمی ہوں... تیسرا آدمی..."

"نہیں!" اُوشان نے اچانک ہی ہاسکن کا ہاتھ تھام لیا۔ "عظیم قبائلی اوسکان کا پڑپوتا عام آدمی نہیں ہو سکتا۔"

ناٹیگر کا سر گھوم کر رہ گیا۔ اُسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ ہاسکن انڈین ہے اور اُسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ اُوشان نے کسی تیسرے شخص کی تعریف خود کی تھی اور وہ بھی جذباتی انداز میں...

پھر موضوع بدل گیا۔

"دیکھو شہزادے!" ہاسکن نے کہا۔ "روبی کبھی نہیں مر سکتی، یہ بات تم دل پر نقش کر لو کہ وہ زندہ رہے گی لیکن اب جبکہ تم نے اُس کا انتقام لینے کے لیے قدم اُٹھایا ہی ہے تو آگے بڑھتے رہو۔ چارلی مر گیا... لیکن ابھی سینکڑوں چارلی باقی ہیں۔ وہ قانونی جنگ سے ختم نہیں ہو سکتے اور جب تک وہ ختم نہیں ہوں گے، انسانیت منشیات کی لعنت کے بوجھ تلے سسکتی رہے گی۔"

"میں نے روبی کے عوض ایک سو افراد کو ہلاک کرنے کا عہد کیا ہے پروفیسر۔" ناٹیگر کا لہجہ انتہائی خطرناک تھا۔ "میں گنتی مکمل ہوئے بغیر بہرحال چین سے نہیں بیٹھوں گا، اگر اس دوران میں اس گروہ کا خاتمہ بھی ہو جائے تو مجھے خوشی ہوگی۔"

"تب پھر طے رہا کہ تم اس دھندے کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لیے روبی کے نام پر ہمارا ساتھ دو گے۔" پروفیسر ہاسکن نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ ناٹیگر نے یہ بات بہت بُری طرح محسوس کی کہ ہاسکن اور اُوشان دونوں اُس سے نگاہیں چُرا رہے ہیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے دونوں کوئی جھوٹ بولتے رہے ہیں۔

"ہاں..." اُس نے بھاری لہجے میں کہا۔ "اب سب سے پہلے مجھے اس فریری کا کار کا رنگ بدلنا ہے، دوسری نمبر پلیٹ لگانی ہے ورنہ کسی کی نظر پڑ گئی تو کار ہاتھ سے نکل جائے گی اور... یہ اس وقت مجھے گاڑی کی سب سے زیادہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضرورت ہے۔"

"عیاش کاہل!" اوشان نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کار کے بغیر ایک قدم ہم نہیں چل سکتا۔ یہی فرق ہے سنا بُجو کے باشندے اور غیر ملکی میں۔"

پروفیسر ہاسکن بہت زور سے قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔

لستے اوشان کی ایک بات اچھی طرح یاد تھی۔ "عظیم ہاسکن! عظیم اوسکان کے پڑپوتے! شہزاد بہت اچھا لڑکا ہے۔ میرا بالکل سچا اور حقیقی جانشین! مجھے ایسے ہی بیٹے کی تمنا تھی۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کس شدید کرب سے دوچار ہے۔ اس کا دکھ میرا ذاتی دکھ ہے لیکن اگر مذہبیات کے اس گروہ کا قلع قمع کرنا ہے تو اُس سے یہ راز چھپائے رکھو... کون سا راز... یہ تم بہت اچھی طرح جانتے ہو۔ میں نے عظیم ہیرام سے بھی یہی درخواست کی۔ اگر اُسے اس راز کا پتا چل گیا تو وہ خوشی سے دیوانہ ہو جائے گا۔ بس... جب وقت آئے گا تو اُسے پتا چل جائے گا، خود بخود۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاسکن نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "اب تم اُن پہ کہاں حملہ کرو گے ٹائیگر؟"

ٹائیگر چونک پڑا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہاسکن کو ہیرام کے بہت سے راز معلوم تھے۔

"اب؟" وہ جھرجھری لے کر مسکرانے لگا۔ "یہ بات بھی تجھے وہی بتائیں گے عظیم اوسکان کے پروفیسر پڑپوتے..."

کمرے میں اوشان کی مخصوص قہقہہ گونجنے لگی اور اس بار ہاسکن واقعی یہ سمجھ کر اچھل گیا کہ اس کی بلی اندر گھس آئی ہے۔

☆ ☆

پیٹرا اسکارلی عرف پاپیرہ ہوا اسکارلی عرف پیڈرو اسکارلی... کے عالی شان محل پہ چراغاں کا سا سماں تھا۔ نیٹرُون شہر کے باشندے اب اس چراغاں سے مانوس ہو چکے تھے۔ اسکارلی ۶۵ سال قبل یہاں آیا تھا اور بچے ڈیں کا ہو رہا تھا۔ اس وقت مسلسل کاریں عمارت میں داخل ہو رہی تھیں۔ باہر سے ایسا ہی لگتا تھا، جیسے اندر کوئی اور تقریب ہو رہی ہے۔ یہ تقریبیں بھی اس عمارت کے باہر سے گزرنے والوں کے لیے معمول بن چکی تھیں لیکن آج یہاں کوئی تقریب نہیں تھی۔ خوشی کا ماحول چراغاں سے ظاہر تھا لیکن آنے والوں کے دل مُردہ تھے، وہ پریشان تھے۔

"خبیث پولیس والے کھپ لے گئے۔ ہمارے رابطے کا آدمی مارا گیا اور اب تم مجھے ایسی بات بتا رہے ہو جس کا مجھے پہلے سے علم ہے کہ... وہ خبیث قاتل رقم بھی لے گئے... چارلی میرا بیٹا... مر گیا۔ وہ اُس کی کار لے گئے۔"

اسکارلی نے انتہائی طیش کے عالم میں میز پر گھونسا مارا۔ اُس کا چہرہ سرخ تھا۔ آنکھیں چمکدار تھیں اور کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اُس کی عمر ستر سال ہے... اور دیکھنے کو تو یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ وہی پانچ سالہ یتیم بھوکا اور بیمار بچہ ہے جو ۶۵ سال قبل یہاں آیا تھا۔ اُس کی پور پور سے زندگی ٹپک رہی تھی صرف سفید بالوں سے عمر کا اندازہ ہو رہا تھا... وہ ایک بار پھر اپنے سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں پر برسنے لگا۔

"آج... تم کیسے ذہین لوگ ہو جن سے میرا واسطہ پڑا ہے؟ کتنے دانش مند ہو تم لوگ!" یہ کہہ کر وہ اپنی مادری زبان سلین میں گالیاں دینے لگا۔ پھر اُس نے سامنے رکھے ہوئے یخ پانی کے گلاس سے دو گھونٹ لیے، ہونٹ تر کیے اور سر ہلانے لگا۔

"اسٹین!" اُس نے ایک فربہ اور طاقتور شخص کو نام سے پکارا۔ چالیس سالہ اسٹین کو اسٹین دی مین رولیٹ کہا جاتا تھا۔ اُس پر بھو اسٹونٹ بہت جچ رہا تھا۔ "تم اپنے آدمی لے کر عارضی طور سے چارلی کی جگہ سنبھال لو۔ میں چاہتا ہوں کہ چارلی تک پہنچنے والا آدمی جلد از جلد اپنے گروہ سمیت خاک نشین ہو جائے... میں اس دعوے پر یقین نہیں کر سکتا کہ یہ حرکت کسی مخالف گروپ کی ہے۔ میری چھٹی حس کہتی ہے کہ یہ اناڑی لوگوں کا کام ہے۔ ہمیں ان اناڑیوں کو جلد از جلد پکڑنا اور ختم کرنا ہوگا۔ ان کو ایسا سبق سکھانا ہوگا کہ آئندہ کوئی ہم جیسے آدمیوں پر کنکر بھی نہ پھینک سکے۔ کوئی اُن کا انجام فراموش نہ کر پائے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں کہ کسی لالچی پولیس والے ہی نے رقم پر ہاتھ صاف کر دیا ہو؟" اسٹین نے پوچھا۔

"اپنا بھیجا استعمال کرو اسٹین!" اسکارلی نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "کوئی اناڑی یا احمق پیشہ ور ہی اس قسم کی حرکت کر سکتا ہے۔ اُن لوگوں کو تلاش کرنا پڑے گا اور میں کسی قسم کا بہانہ نہیں سنوں گا۔"

اسی لمحے ٹنگ ٹنگ کی آواز سنائی دی اور مافیا کے سربراہ نے اپنی میز پر رکھے ہوئے ٹیلی فون سیٹ کا ریسیور اٹھا لیا۔ ریسیور اٹھاتے ہی اُس کا چہرہ نرم ہو گیا۔ تنے ہوئے عضلات ڈھیلے پڑ گئے۔

"یس سر!" اُس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا۔

دوسری طرف سے بالائی طبقے سے تعلق رکھنے والے کسی شخص کی آواز سنائی دی۔ وہ انتہائی نستعلیق انگریزی بول رہا تھا۔

"یس سر!" اسکارلی نے سر ہلا کر کہا۔ "ہم اسی مشن پر ہیں۔ جی... جی ہاں... میں جانتا ہوں سر کہ آپ اتنے پریشان کیوں ہیں لیکن میں بھی اپنا ہیرا کھو چکا ہوں۔ ایسا آدمی کھو بیٹھا ہوں جو میرے لیے بیٹے سے بھی زیادہ عزیز تھا... جی... ہرگز نہیں... میں کام میں جذبات کو حائل نہیں ہونے دوں گا، جناب... جی ہاں... میں نے اپنے ایک انتہائی قابل اور اہل آدمی کو فیلڈ کا چارج دیا ہے... یس سر... اوہ مجھے افسوس ہے اور میں معذرت خواہ ہوں جناب۔ جی... مسئلہ یہی ہے کہ اب جب کہ رابطے والا آدمی موجود نہیں... جی... کیا... اوہ... شاندار... یہ تو خوش خبری ہے جناب! شکریہ جناب عالی... بہت بہت شکریہ... میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے آدمی اُس کا سراغ لگا لیں گے اور اڑتالیس گھنٹے کے اندر اندر نتیجہ آپ کے سامنے ہوگا۔ شکریہ جناب... شب بخیر!"

اسکارلی نے ریسیور کریڈل پر رکھا اور گلاس منہ سے لگا لیا۔ وہ یخ پانی کے تین چار گھونٹ ایک ہی سانس میں اتار گیا۔

"ہزلارڈ شپ کا فون تھا۔" اُس نے غیر ضروری طور پر کہا کیونکہ اُن سب کو علم تھا کہ اسکارلی صرف ہزلارڈ شپ ہی سے اس انداز میں گفتگو کر سکتا ہے۔

"پھر؟" اسٹین نے بے چینی سے پوچھا۔

"پھر یہ کہ وہ ہزلارڈ شپ رابطے کے لیے نئے آدمی کا انتظام کر رہے ہیں۔ ایک ہفتے بعد ہمارا کاروبار معمول کے مطابق پھر شروع ہو جائے گا لیکن..." یہ کہہ کر وہ اسٹین کی طرف پلٹا۔ "ہزلارڈ شپ رقم چھیننے والے شخص یا افراد کا انجام جلد از جلد دیکھنے کے خواہاں ہیں۔ تم اپنا کام فوراً شروع کر دو۔"

اسٹین جونہی اٹھا اُسی لمحے ٹنگ ٹنگ کی آواز پھر سنائی دی اور اسکارلی نے اُسے اشارے سے رکنے کا کہہ کر ریسیور اٹھا لیا۔

"میں معذرت خواہ ہوں اسکارلی مائی لوائے..." دوسری طرف سے وہی نرم و شیریں آواز اور نستعلیق انگلش سنائی دی۔ "مجھے ابھی مقامی کانسٹیبلری سے ایک اہم اطلاع ملی ہے۔ انھوں نے اپنے ہیڈ آفس کو اطلاع دی ہے کہ ایک سرخ فریبی کار تمہارے صحرائی سڑک پر نظر آئی ہے۔ شاید یہ اطلاع تمہارے کام آسکے اور ہاں تمہارا رابطہ اسی طرح قائم ہوگا، جس طرح میں نے کہا تھا۔ اس وقت سے چھ راتوں بعد... ٹاٹا اسکارلی۔"

اسکارلی واقعی ہزلارڈ شپ سے متاثر ہوا تھا اور چارلی کا بھی یہی کہنا تھا کہ ہزلارڈ شپ سرکاری حلقوں میں انتہائی اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔

"ہزلارڈ شپ کی کال تھی۔" اُس نے اسٹین سے کہا۔ "اُن کا کہنا ہے کہ ڈلیوری شیڈول چھ روز بعد ہوگی۔ انھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ جس کسی نے بھی ہمارے خلاف اقدام کیا ہے، وہ چارلی کی کار میں صحرائی سڑک پر نظر آیا تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کام میں دان رچرڈ زون اور اُس کے وینڈیل سے بھی مدد لینی ہوگی۔ تم اپنے چند لڑکے کنسٹرکشن سائٹ پہ بھیج کر اُسے کل جلد ہی لے آؤ۔"

جب اسکارلی کے تمام آدمی چلے گئے اور صرف ذاتی محافظ اور گھریلو ملازم باقی رہ گئے تو اسکارلی نے پانی کا گلاس ہٹا کر بوربون کی بوتل نکال لی۔ گلاس بھرا اور اُسے بلند کر کے خاموشی سے چارلی کو خراج عقیدت پیش کیا۔ ابھی وہ چارلی کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی۔ اسکارلی کو اس پر حیرت نہیں ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ ہزلارڈ شپ کسی ایک مسئلے پر اسی طرح مختلف قسطوں میں گفتگو کا عادی ہے اور اُسے یہ بھی یقین تھا کہ ہر آنے والی کال ہر مرتبہ کسی نہ کسی نئے نمبر سے ملائی جاتی ہے۔ بعض اوقات تو ایک بات مکمل کرنے کے لیے چار پانچ فون کالیں آتی تھیں۔ طویل سانس لے کر اسکارلی نے ریسیور اٹھا لیا۔

"اسکارلی مائی لوائے!" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "میں تمھیں بتا رہا تھا کہ اس منصوبے میں ہمارے شریکوں کی خواہش ہے کہ ہونے والے نقصان کا ازالہ تم کرو گے۔"

"کیا...؟" ضبط شدہ ہیروئن کی قیمت کی ادائیگی کے بارے میں اُس نے سوچا تک نہیں تھا۔ ہزلارڈ شپ نے یہ انکشاف کر کے اسکارلی کے لہجے میں تلخی گھول دی تھی۔ "آپ کیا بات کر رہے ہیں جناب؟ میں اور رقم ادا کروں؟ یہ کیسے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ممکن ہے ، رقم میرے ہاتھ سے گئی اور میرا بہترین جیسا آدمی مارا گیا... اور اب ایک معمولی شیر زد مجھ سے نقصان کا ازالہ کرنے کے لیے کہہ رہا ہے۔ ہرگز نہیں جناب! قطعی اور کبھی نہیں۔" اسکارلی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

"تم سمجھے نہیں اسکارلی... مائی ڈارلنگ۔" ہیرالڈ شپ نے نرم لہجے میں کہا۔ "یہ مسئلہ ذرا زیادہ پیچیدہ ہے۔ مجھے یہ کہتے ہوئے صدمہ ہو رہا ہے کہ اگر اس پروجیکٹ کو جاری رکھنا ہے تو پھر یہ مطالبہ پورا کرنا ہی پڑے گا۔ اس مطالبے پر وہ لوگ نہ تو کوئی دلیل سننے کے لیے تیار ہیں اور نہ ہی مذاکرات کے لیے... حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مزید کسی کاروبار سے قبل رقم پر اصرار کر رہے ہیں۔ اب انھیں اس سے بھی دلچسپی نہیں کہ یہ پروجیکٹ جاری رہے گا یا نہیں۔"

اسکارلی ہونٹ کاٹ کر رہ گیا۔ غصے سے اس کی کنپٹیاں سلگنے لگیں۔ "وہ خبیث ہیں۔ ذرا مجھے ان میں سے کسی ایک کا نام بتا دیں جناب! پھر میں دیکھوں گا کہ وہ ایک اہم خاندان کے سربراہ کو اس طرح کیسے دھمکیاں دیتے ہیں؟"

"ابھی نہیں۔" ہیرالڈ شپ نے پرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "معاہدے کے مطابق میں تمھیں نہ تو کسی کا نام بتا سکتا ہوں اور نہ ہی پتا۔"

"جہنم میں گیا معاہدہ۔" اسکارلی پھٹ پڑا۔ "میں ادائیگی نہیں کروں گا۔"

"تب پھر تم ہول سیل بزنس سے محروم ہو جاؤ گے۔" یہ جملہ برف کی طرح سرد تھا۔ چارلی کو ایسا ہی لگا جیسے کسی نے اس کی گرم اور دہکتی ہوئی کھوپڑی پر یخ پانی کی پوری بالٹی ڈال دی ہو۔ وہ خاموشی سے سوچتا رہا۔

"کیا تم لائن پر ہو اسکارلی؟"

"جی جی ہاں۔" اسکارلی نے نیم مردہ انداز میں کہا۔ "مجھے سوچنے کے لیے ایک منٹ تو دیں۔" اس کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ وہ مختلف حکمت عملیوں کا وزن کر رہا تھا۔ تول کر دیکھ رہا تھا کہ زیادہ نقصان کس بات میں ہے۔ اسے یاد آ گیا۔ چارلی ہمیشہ ہی سے اصرار کرتا رہا تھا کہ طریقہ کار میں تبدیلی کی اشد ضرورت ہے۔ وہ اپنے ساتھ چند مسلح افراد لے جانا چاہتا تھا۔

"آہ... یور لارڈ شپ!" اسکارلی نے نرم لہجے میں اچانک ہی کہا۔ "یہی توقع ہے کہ میں اپنے شاندار آدمی کی وہ بات دہراؤں جو میں پہلے بھی کئی بار عرض کر چکا تھا۔ میرا اشارہ حفاظتی انتظامات کے بارے میں دلائل سے ہے۔ آپ کو یاد ہے کہ اسی سیلائر نے اصرار کیا تھا کہ چارلی کے ساتھ کوئی محافظ نہیں آئے گا۔ ان کے اصرار کے باعث میں نے ہتھیار ڈال دیے اور ان کی احمقانہ ضد کا نتیجہ اب سامنے ہے۔ اگر چارلی کے ساتھ دو تین آدمی اور ہوتے تو ہیروئن کی کھیپ ضائع نہ ہوتی۔ لہٰذا غلطی دوسری پارٹی کی ہے۔ بہرحال خیر سگالی کا اظہار کرنے کے لیے میں کل نقصان کا نصف ادا کر سکتا ہوں۔ اپنی ضد کا خمیازہ اسے بھی بھگتنا چاہیے اور یہی انصاف ہے۔ ہمارے خاندان کا اصول بھی یہی ہے۔"

دوسری طرف چند سیکنڈ تک خاموشی چھائی رہی اور پھر آواز آئی۔ "ٹھیک ہے۔ میں یہ بات اپنے شریک ساتھیوں کے سامنے رکھوں گا۔ اگر ان کے سربراہ نے یہ تجویز منظور کر لی تو میں تمھیں مطلع کر دوں گا۔ ویسے گمان یہی ہے کہ وہ اس معقول تجویز کو رد نہیں کریں گے۔ شب بخیر اسکارلی۔" یہ کہتے ہی اس نے ریسیور رکھ دیا اور اسکارلی نے بھی ریسیور پٹخ دیا۔

●●

اس صبح سیکڑوں مرتبہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

"یس... قائم مقام شیرف سارجنٹ پیٹرسن بات کر رہا ہوں۔"

اس مرتبہ بھی ڈیسک پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے ریسیور اٹھایا۔ "ہاں ہم جانتے ہیں۔" اس نے دوسری طرف سے آنے والی آواز سن کر کہا۔ "ہاں ہم قتل کے ایک کیس کی دلدل میں گردن گردن تک دھنسے ہوئے ہیں... اور چوبیس گھنٹوں سے سر کھپا رہے ہیں۔ ہاں... میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے پاس پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بھی ہے۔ کیا...؟ جہنم میں جاؤ... ہاں بابا... میں جانتا ہوں کہ تمھاری ڈیڈ لائن کیا ہے لیکن اس وقت میں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ مجھے ایسی دو لاشیں ملی ہیں جن میں بڑے بڑے سوراخ ہیں۔ سنو یار... ایک گھنٹے بعد میں خود ان پر پریس ریلیز جاری کر دوں گا... باقی...." یہ کہتے ہوئے سارجنٹ پیٹرسن نے ریسیور رکھ دیا اور سامنے پڑی ہوئی رپورٹوں پر جھک گیا۔ وہ سیاہ فام تھا اور اس وقت اس کے ہونٹوں میں لمبی سی سفید سگریٹ دبی ہوئی تھی۔

پہلی رپورٹ پر نظر پڑتے ہی اس نے سگریٹ ہاتھ میں لے لی اور بڑے فخر سے سر ہلاتا ہوا مسکرانے لگا۔ اس رپورٹ سے اس کی یہ تھیوری درست ثابت ہوتی تھی کہ یہ کام کسی ایک ہی شخص نے کیا ہے۔ اسے یہ فکر نہ تھی کہ دوسرے اس تھیوری کو

کتنا احمقانہ سمجھتے ہیں۔ مجرم نے کوئی نشان تک نہیں چھوڑا تھا، لیکن یہ بات کوئی صد درست تھی کہ وہ بہت دیر تک اوپر ڈھلان پر بیٹھا رہا یا لیٹا رہا تھا۔ اس نے اعشاریہ نو ملی میٹر استعمال کیا تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے اعشاریہ نو ملی میٹر کی آٹو میٹک رائفل استعمال کی ہو۔

دیگر رپورٹس سے یہ ثابت ہو چکا تھا کہ پہلا مقتول چارلس روڈ لافو کیولا عرف چارلی دی ہارس تھا۔ اس طرح لیبارٹری کی رپورٹ میں کئی باتوں کی وضاحت ہو گئی تھی جس کسی نے بھی قتل کیے تھے، وہ چارلی کی سرخ فریری جی ٹی میں روانہ ہوا تھا، لیکن اس کے جاتے ہوئے ہیروئن ساتھ نہیں لی تھی۔ لیبارٹری کی رپورٹ کے مطابق ہیروئن انتہائی خالص تھی۔ سڑکوں پر بکنے والی ہیروئن میں صرف پندرہ فی صد خالص حصہ شامل ہوتا ہے۔ جب کہ ہول سیلر اپنی ہیروئن میں سے ساٹھ فی صد خالص حصہ نکال کر اس کی جگہ شکر ڈال دیتے ہیں۔ ایک عرصے بعد پولیس کو اتنی خالص ہیروئن ہاتھ لگی تھی اور اس کا مطلب صرف یہ تھا کہ کوئی نیا ذریعہ ایسی ہیروئن فروخت کر کے دوسروں کا دھندا چوپٹ کرنا چاہتا ہے۔ ایک اخبار نے پہلے ہی یہ قیاس آرائی کی تھی کہ ایک دوسرا گروپ مافیا کے مقابلے پر آ گیا ہے۔

پیٹرسن نے سر جھٹک کر دوسری رپورٹ اٹھا لی۔ مقتول نائیوانی قطعی پراسرار تھا۔ اس کے کپڑوں سے بھی اس کی شناخت نہیں ہو رہی تھی صرف یہ کہا جا سکتا تھا کہ وہ غیر ملکی ہے۔

وہ انھی سوچوں میں غلطاں تھا کہ معاً کسی کے کھنکارنے کی آواز سنائی دی۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا، دو آدمی دروازے پر کھڑے ہوئے تھے۔ ایک کے چہرے پر شناسائی اور دوستانہ مسکراہٹ تھی۔ یہ جارج ہارٹ تھا۔ ایف بی آئی کا ایک مقامی اسپیشل ایجنٹ، جب کہ دوسرا قطعی اجنبی نکلا۔ کیلی پیٹرسن کے سر اٹھاتے ہی دونوں اندر آ گئے۔

"مارننگ کیلی۔" جارج ہارٹ نے پرجوش لہجے میں کہا۔ "کسی خاص نقطے پر غور کر رہے ہو کیا؟"

"نہیں..." کیلی پیٹرسن نے ہنس کر جواب دیا۔ "بس ایک قتل ہے دوسرا پراسرار قتل۔ ایک مقتول شریف غنڈہ ہے اور دوسرا غیر ملکی... اور دس لاکھ ڈالر کی خالص ترین ہیروئن کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ ویسے اور کوئی خاص بات نہیں... بیٹھو... اور یہ کون...؟"

"ہیری ٹیلر۔" دوسرے نے خود ہی تعارف کرایا۔ "دفتر خارجہ کے شعبہ قومی سلامتی سے میرا تعلق ہے۔ کیا اس کمرے میں گفتگو کرنا مفید ہوگا؟"

کیلی پیٹرسن بے ساختہ طور پر زوردار قہقہہ مار کر ہنس پڑا۔ اس کی یہ حرکت قطعی غیر شائستہ مگر غیر دانستہ تھی۔ اس نے ہنستے ہنستے اپنے دفتر کے در و دیوار دیکھے اور پھر قطعی جینٹلمین کی سنجیدگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔ "آخری بار جب میں نے چیکنگ کی تھی تو پوری عمارت میں ریکارڈنگ یا گفتگو سننے کا کوئی خفیہ آلہ نہیں تھا اور یہ چیکنگ میں نے برسوں قبل نوکری ملنے پر کی تھی۔"

تب ہی اسے احساس ہوا کہ دفتر خارجہ کے آدمی کو یہ شوخی پسند نہیں آئی کیونکہ ہیری ٹیلر مزید ہی سنجیدہ ہو گیا تھا۔

"مجھے بھی اس قسم کا کوئی خدشہ نہیں تھا سارجنٹ!" اس نے کہا۔ "لیکن اب میں جو کچھ کہوں گا اسے سنجیدگی سے لینا۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ حالات و واقعات کے پیش نظر میری درخواست غالباً معمول کے مطابق ہوگی۔"

"کیسے حالات اور واقعات مسٹر ٹیلر؟" کیلی پیٹرسن نے بھی سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں مردہ نائیوانی کی بات کر رہا ہوں اور میں تمھاری توجہ قومی سلامتی کے ایکٹ مجریہ ۱۹۲۱ء کی طرف بھی دلانا اپنا پسندیدہ فرض تصور کرتا ہوں جس کو قومی سلامتی کے ایکٹ مجریہ ۱۹۳۳ء کی روشنی میں پڑھا جاتا ہے۔"

"اوہ... میں سمجھ گیا ہوں کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں... مسٹر ٹیلر؟" کیلی مسکرانے لگا۔ "اس قانون کے تحت مجھے یہ سہولت حاصل ہوگی کہ میں کسی عدالت میں گواہی دینے کا پابند نہیں رہوں گا یا میرے بیان سے کسی وفاقی عدالت میں زیر سماعت معاملے پر اثر نہیں پڑے گا۔ اور یہ کہ ہم جو باتیں کریں گے وہ میں کسی دوسرے سے کسی حالت میں کہیں بھی اور کسی بھی وقت نہیں دہراؤں گا۔"

"درست۔" ٹیلر نے جواب دیا اور پھر اپنا بریف کیس کھول کر اس نے مقتول کی تصویر نکالی۔ "کیا یہی وہ نامعلوم نائیوانی ہے سارجنٹ پیٹرسن؟"

کیلی پیٹرسن نے تصویر دیکھ کر واپس بڑھا دی۔ "بالکل۔" اس نے سر کو جنبش دے کر جواب دیا۔

"تب پھر اس کا نام کوانگ لوتوک ہے۔ یہ ایک ملک کا سفارتی نمائندہ ہے اور اس کی سفارت کا تعلق اقوام متحدہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے قبضے سے ہے۔ ملک کا نام تمھارے ذہن میں یقیناً آ چکا ہو گا۔ ہماری اطلاعات کے مطابق اسے مغربی ساحلوں کے قریب بھی نہیں دیکھا جاتا تھا اور ہم کو یہ اطلاع تھی کہ یہ شخص ملک چھوڑ کر جا چکا ہے لیکن اس کے قتل کی اطلاع ہمارے لیے انتہائی حیرت انگیز ثابت ہوئی۔ سرکاری طور پر اُسے مونٹریال میں اپنے سفارت خانے میں ہونا تھا... اور اس کی یہاں واپسی میں ابھی کئی ہفتے باقی تھے۔ اب تم خود ہی اندازہ لگا لو کہ ہم کیسی سنگین صورتِ حال سے دوچار ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اس سنگین صورتِ حال کا اندازہ نہیں لگا سکا۔" کیلی کو نہ جانے کیوں اس شخص سے چڑ سی محسوس ہونے لگی تھی۔

"ہم انتہائی نازک بین الاقوامی مسئلے سے دوچار ہو گئے ہیں سارجنٹ!" بیری ٹیلر نے تلخ لہجے میں جواب دیا۔ "اور اس مسئلے کے نتائج بھی بہت خراب نکل سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر اس نوجوان نے پولیس افسر کی طرف بغور دیکھا۔ "یہ بتانا میرا فرض ہے کہ اس مسئلے کی تفتیش اب ہم کریں گے۔ مجھے دفترِ خارجہ کی اعلیٰ ترین اتھارٹی کی طرف سے ہدایت ملی ہے کہ اس ضمن میں جمع ہونے والی تمام اطلاعات اور معلومات حاصل کر لوں... اور کوانگ لو ہوک کی شناخت سربستہ راز میں رکھنے کے لیے شیرف آفس سے تعاون کی درخواست کروں تاکہ اخبارات اپنے طور پر قیاس آرائیاں نہ کر سکیں۔ ہمیں توقع ہے کہ اب تمھارا محکمہ اس کیس سے پوری طرح دستبردار ہو جائے گا تاکہ مناسب اتھارٹی اسے اپنے ہاتھ میں لے سکے۔"

"ہوں..." پیٹرسن کی کنپٹیاں سلگنے لگیں۔

"امرِ واقعہ یہ ہے کہ ہم قاتل کی تلاش کا سارا کام خود ہی کریں گے۔ میں نے قاتلوں اس لیے نہیں کہا کہ تمھاری تھیوری واردات کرنے والے کو واحد قرار دیتی ہے سارجنٹ! تمھارا مطلب یہی ہے نا کہ وہاں جرم کرنے والا صرف ایک تھا... ہمیں اُسے کم از کم وقت میں تلاش کرنا ہے ورنہ بین الاقوامی نتائج کا حامل ردِعمل شروع ہو جائے گا۔ ہمیں بہرحال اس کی حکومت کو کسی پریشانی میں ہرگز ہرگز نہیں ڈالنا ہے سارجنٹ!"

"تم منشیات کے کیس کو بچانا... میرا مطلب ہے اُسے دنیا سے بچانا چاہتے ہو۔" کیلی پیٹرسن غصے سے پھٹ پڑا۔ "شاید تم یہ بھول رہے ہو کہ مرتے وقت وہ کیا کر رہا تھا؟ وہ دس کلو خالص ہیروئن ایک انتہائی بدنام مافیا مین کے حوالے کر رہا تھا اور اس بدنام آدمی کا تعلق اسکاٹلی کی مافیا فیملی سے ہے... پھر بھی ہم سے یہ فرمائش ہے کہ ہم زبان بند رکھیں۔ اس کا کیا مطلب ہوا جناب؟ یہی نا کہ... منشیات کا دھندا کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہو۔"

"شاید تم زرد رو غیر ملکیوں کو پسند نہیں کرتے سارجنٹ۔" دفترِ خارجہ کا نمائندہ بے چینی سے پہلو بدل کر بولا۔

"سنو..." کیلی پیٹرسن نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مجھے کسی سے نفرت یا محبت نہیں۔ میں صرف جرائم پیشہ افراد اور اُن کے حامیوں سے نفرت کرتا ہوں... اور اُن لوگوں کا جانی دشمن ہوں جو نئی نسل کو منشیات کا پُرسکون زہر دے دے کر ختم کر رہے ہیں... اور اگر تمھیں ایسے لوگوں سے ہمدردی ہے تو مجھے تم سے کوئی محبت نہیں۔ ایک بات اور..." کیلی پیٹرسن کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو چکا تھا۔ "یہ واردات لاس اینجلز کاؤنٹی شیرف ڈیپارٹمنٹ کی حدود میں ہوئی ہے۔ لہٰذا اگر مقتول سرکاری طور پر ملک میں نہیں تھا تو پھر یہ وفاقی کیس نہیں بن سکتا۔ لہٰذا ہمارا محکمہ اپنے طور پر جس طرح چاہے گا، اس کیس سے نمٹے گا۔ جو ضروری سمجھے گا اشاعت کے لیے جاری کرے گا... اور ہاں... اگر قاتل میرے ہاتھ آ گیا تو میں اُسے کوئی طلائی تمغہ ضرور دوں گا کیونکہ اس نے دو زہریلے ناگوں کا سر کچل کر نئی نسل پر بڑا احسان کیا ہے۔"

"میں نیشنل سیکیورٹی..."

"بکتے رہو مسٹر!" کیلی پیٹرسن نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "میں قومی سلامتی کے ضابطوں کے جال میں آنے والا اناڑی پولیس مین نہیں ہوں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں نے تمھاری کوئی بات نہیں سنی۔ میں نے تم کو یہاں دیکھا بھی نہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کون ہو؟ اب یہاں سے نکل جاؤ... گیٹ آؤٹ۔"

بیری ٹیلر خفت کے مارے پسینہ پسینہ ہو گیا۔ وہ میز کا سہارا لے کر اُٹھا۔ اُس نے اپنا بریف کیس پکڑا اور پھر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ چوکھٹ پر پہنچ کر اُس نے پلٹ کر کیلی پیٹرسن کو دیکھا جو جارج ہارٹ سے کہہ رہا تھا۔ "ایک منٹ صبر کرو جارج... اس شخص کو جانے دو تو میں تمھیں اپنی رپورٹوں کی فوٹو کاپیاں دے دوں گا۔"

دفترِ خارجہ کے نمائندے کے جاتے ہی کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم ہو گئے لیکن پھر کیلی نے مسکرا کر سر جھٹکتے ہوئے گھنٹی بجا کر ایک کلرک کو بلایا۔ اُسے رپورٹیں لانے کی ہدایت کی اور پھر سگریٹ سلگاتا ہوا جارج کی طرف دیکھنے لگا۔

"کمال ہے یار!" جارج ہارٹ نے ایک طویل سانس لے کر گال کھجایا۔

"نہیں..." کیلی پیٹرسن اب مسکرا رہا تھا۔ "اس میں کمال کی کوئی بات نہیں۔ بس... جذباتی پن غالب آ گیا تھا۔ ویسے یہ میرا نفسیاتی مسئلہ ہے۔ منشیات کا کوئی بھی کیس آ جائے، میرا دماغ اسی طرح خراب ہوتا ہے۔ میری نظروں کے سامنے کسی ایسے دس بارہ سالہ لڑکے کی تصویر گھوم جاتی ہے، جو چرس یا ہیروئن کے نشے میں دھت فٹ پاتھ پر پڑا ہو۔ تم جانتے ہو جارج! ایسا لڑکا ہیروئن حاصل کرنے کے لیے کیا کچھ کر گزرتا ہو گا؟ میں جانتا ہوں... وہ اپنی بہن کا جسم بھی فروخت کر دیتا ہو گا۔ نہیں جارج! اس بار میں کو آپ کی اجازت نہیں دوں گا۔ اس بار مسئلہ کسی سینیٹر یا گورنر کے رشتے دار کا نہیں، ایک غیر ملکی کا ہے، جو مافیا سے زہر کی تجارت کر رہا تھا اور شیرف کی غیر موجودگی میں، میں اس کیس کا انچارج ہوں۔ تم نے میری رپورٹ دیکھی ہو گی۔ کیا تم نے اس نکتے پر توجہ دی کہ قاتل ہیروئن چھوڑ گیا اور ہیروئن بھی کیسی؟ خالص ترین... اس نکتے پر غور کرو جارج، یہ بہت اہم بات ہے۔"

جارج ہارٹ چند لمحوں تک اپنے ناخنوں کو گھورتا رہا اور اس کے بعد وہ اس طرح چونکا، جیسے گہری نیند سے بیدار ہوا ہو۔ "سب کو جہنم میں ڈالو کیلی! دفترِ خارجہ کو بھی... تم ہیروئن کے بارے میں تفتیش کرو۔ اس طرح ہم اس قتل کی تہہ تک پہنچ جائیں گے۔"

✵

پیڈوک یارڈ اینڈ گرل ایک مصروف شاہراہ پر واقع تھا۔ اس کی عمارت کے سامنے خوب صورت لان تھا، جس کے اردگرد پارکنگ کے لیے کئی ایکڑ جگہ مخصوص تھی۔ اس لان میں اسٹینڈ بنے ہوئے تھے اور اس جگہ کو سانتا انیتا ریس ٹریک کہا جاتا تھا۔ اگرچہ یہاں ہر قسم کی لذت تھی، کام و دہن کی بھی... دن کے وقت یہاں گھڑ دوڑ ہوتی تھی اور رات کے وقت محفلیں سجا کرتی تھیں۔ اُس کے سامنے والی عمارت میں پیڈوک بار اینڈ گرل تھا۔ اُس کا نعل نما لکڑی کا بار قہقہوں سے گونجتا رہتا تھا۔ یہاں کے کھانے کی لذت دُور دُور تک مشہور تھی جب کہ جواری بیک پورشن میں گھوڑوں پر شرطیں لگاتے رہتے تھے۔ برسوں سے یہ مقام چارلی کے غیر قانونی دھندوں کے لیے قانونی مرکز بنا ہوا تھا۔ بیک آفس کے کمرے آؤٹر ایریا کے عقب میں واقع تھے۔ یہاں ریس کے شوقین لوگوں کی آمد گیارہ بجے شروع ہو جاتی تھی لیکن دوسرے لوگوں کی وجہ سے بار پہلے ہی بھر چکا ہوتا تھا... اور آج بار شکاریوں سے بھرا پڑا تھا۔ یہ دو ٹانگ والی مخلوق بھی خطرناک اور سفاک... اس مخلوق کی آنکھیں برف کی طرح سرد تھیں۔ یہ چنیدہ اور منتخب لوگ تھے۔ ایسے لوگ جن پر خاص طور پر نظر رہتی تھی۔

یہ لوگ مسلسل باتیں کر رہے تھے، چسکیاں لے رہے تھے لیکن اُن کا آہنگ بلند نہیں پست تھا۔ اُن کے درمیان دو روز سے مسلسل ایک ہی بحث چھڑی ہوئی تھی۔ چارلی کا جانشین کون ہو گا؟

انھیں اس نکتے میں زیادہ دلچسپی اس لیے تھی کہ چارلی کی تنظیم کے آدمی تھے۔ یہ دو روز سے افواہوں پر بحث کرتے رہے تھے اور ان کے بھٹکنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس وقت اُن کا کوئی رہنما موجود نہ تھا۔ چارلی کی موت کے بعد ایسا لگتا تھا جیسے خود بخود چلنے والی مشین کا ہر پرزہ بیکار ہو گیا ہو۔ وہ کل پرزے ہی تو تھے۔ کاروبار بند ہونے کے باعث بہت زیادہ مالی نقصان ہو رہا تھا۔ انھیں جلد از جلد لیڈر کی ضرورت تھی... وہ لیڈر کے منتظر تھے۔

ان سے کچھ دُور نعل نما بار کے وسط میں ایک بظاہر طاقتور آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ دُور سے دیکھنے میں وہ بہترین جسمانی کیفیت کا لگ رہا تھا مگر یہ دُور سے دیکھنے کی غلطی تھی۔ قریب سے دیکھنے ہی پر اندازہ ہو سکتا تھا کہ وہ انتہائی کمزور آدمی ہے۔ اُس کے جبڑوں کی ہڈیاں پتلی کھال سے نظر آ رہی تھیں۔ بال قبل از وقت سفید ہو چکے تھے اور آنکھوں سے اُس کی باطنی شکست خوردگی صاف جھلک رہی تھی۔

"کیا حال ہے لوئی... لنگڑے لوئی!" بارٹینڈر نے وہاں سے گزرتے ہوئے اُسے دیکھا۔

"آں... ہاں ٹھیک ہوں۔" اُس کے لہجے میں بڑی بیزاری تھی۔ "میں خراجِ عقیدت پیش کرنے آیا تھا۔"

"اچھا...؟" بارٹینڈر نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"آں... ہاں۔" لوئی سر ہلانے لگا۔ "تم جانتے ہی ہو کہ میں مسٹر چارلس کو بہت پسند کرتا تھا۔ وہ انتہائی نفیس انسان تھے۔ میں اُن کا بڑا احترام کرتا ہوں۔"

"ارے سُنا تم نے۔" لوئی کے دائیں طرف بیٹھے ہوئے ریچھ نما شخص نے چلا کر کہا۔ "یہ چیف کا احترام کرتا ہے۔ قسم

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بنے ہیرش، مسٹر جیف کا مداح تھا۔" یہ کہہ کر دبلا پتلا آدمی لوئی کی طرف پلٹا۔ "میری طرف سے بیئر پیو۔"

"آں... اچھا... ہاں۔" لوئی اُداسی سے بولا۔ "بیئر... نہیں، دُودھ... اچھا خیر... بیئر ہی پیوں گا۔ میں دراصل ٹریننگ پر ہوں، باکسنگ کے رنگ میں واپس آنے کے لیے ٹریننگ سے رہا ہوں۔"

"ضرور... تم ضرور کامیاب ہو جاؤ گے لوئی۔" دبلا پتلا آدمی نے ہمدردی کے ساتھ کہا۔ اس کا نام پیٹر برولیتی تھا۔ "تم اپنے مخالفوں کا بھرتا بنا دو گے لوئی۔" پیٹر برولیتی کے دل میں اچانک ہی یہ خواہش بیدار ہوئی کہ لوئی واقعی رنگ میں دوبارہ اُتر سکے۔ پیٹر برولیتی اگرچہ چارلی کا خاص گرگا تھا، مگر اس کے دل میں ایسے لوگوں کے لیے نرم گوشہ نہ جانے کس طرح باقی رہ گیا تھا۔ شاید یہ نفسیاتی گرہ ہو، وہ بھی مسٹر امریکہ کے مقابلے میں شرکت کے باوجود ٹائٹل سے محروم ہی رہا تھا۔ اس کی ہیئت بڑی عجیب تھی۔ اس کے جسم پر گھنے بال تھے اور گردن نہ ہونے کے برابر تھی۔ شانے چوڑے تھے اور اس کی آواز میں بھی درندوں جیسی گھن گرج تھی۔

"ہیلو پیٹر! کیا خیال ہے؟ چارلی دی ہارس کی جگہ کون لے سکتا ہے؟" کسی نے عقب سے پوچھا۔

"چارلی دی ہارس کی جگہ کوئی نہیں لے سکتا۔" پیٹر نے چمک کر کہا۔ پھر جیسے فوراً ہی وہ حقیقت کی دُنیا میں واپس آ گیا۔ چارلی کی جگہ بہرحال کسی نہ کسی کو آنا تھا۔ "کون آ سکتا ہے؟" اس نے فوراً ہی سوال کرنے والے سے سوال کر ڈالا۔

"میں تو سینٹ دی کمپیوٹر پر بازی لگا رہا ہوں پیٹر۔" دوسرے نے کہا۔ "اس کا ذہن آئی بی ایم کمپیوٹر سے زیادہ تیز ہے۔"

"فیلڈمین! آج تھو۔" پیٹر نے منہ بنا کر جواب دیا۔ "وہ تو اطالوی بھی نہیں ہے، سسلی کا ہونا تو بہت دور کی بات، کسی دوسرے کا نام لو۔ چلو میں ہی بازی لگاتا ہوں۔ اس وقت جو شخص داخل ہوا ہے، وہ ہی نیا باس ہو گا۔"

اسی لمحے اسٹین کا نمبر دو بار میں داخل ہو رہا تھا... وہ نجانے کب سے بیک روم میں تھا۔ وہ چند سیکنڈ تک کھڑا رہا اور وہاں موجود غنڈوں کو دیکھتا رہا۔ اس کے سامنے آتے ہی لوگ سیٹیاں بجانے لگے۔ وہ نشے میں دُھت تھے، کسی کو اپنے اُوپر قابو نہیں تھا۔ تب ہی بلبی کے اس ماہر کی نظر ننگڑے لوئی اور اس کے سامنے رکھے ہوئے دُودھ کے گلاس پر پڑی۔ اس نے تیزی سے قدم اُٹھائے اور لوئی کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "گلاس میں کیا ہے؟" اس کا لہجہ بُرا نہیں تھا۔

"آں... ہاں، دُودھ ہے... صرف دودھ..." لوئی نے اس طرح جواب دیا، جیسے کسی نے اچانک ہی بیدار کر دیا ہو۔

"ٹھیک... ذرا اندر تو آؤ۔"

"مبارک ہو لوئی۔" کوئی پیچھے سے چلّایا۔ "ہم سمجھ گئے، تم نئے چیمپئن بننے کے لیے جا رہے ہو۔"

"اُن کی ملامت کرو لوئی۔" پیٹر نے اُسے تسلی دی۔ "خاموشی سے جاؤ اور اپنی عقیدت کا مظاہرہ کرو۔"

"آہ... شکریہ پیٹر، شکریہ۔" لوئی نے سر جھٹک کر کہا... اور اسٹین کے نمبر دو کے ساتھ چل دیا۔

"یہ کس کو اُٹھا لائے؟" اسٹین نے ننگڑے لوئی کو دیکھتے ہی منہ بنا لیا۔ وہ اس وقت اسی کرسی پر بیٹھا ہوا تھا، جس پر چارلی دی ہارس بیٹھتا تھا۔

"صرف یہی نشے میں نہیں تھا باس۔ اس کے علاوہ پیٹر برولیتی ہوش و حواس میں تھا، لیکن شاید وہ پیغامبر بننا پسند نہیں کرتا۔"

"ٹھیک ہے۔" اسٹین نے اُکتا کر جواب دیا... اور پھر لوئی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تم ڈی خالکو کنسٹرکشن کمپنی کے بارے میں جانتے ہو؟"

"جی... جی ہاں... جی ہاں۔" لوئی نے نظریں نہیں اُٹھائیں۔

"کس طرح جانتے ہو؟"

"مسٹر چارلس کی وجہ سے۔" لوئی نے جواب دیا۔ "میں ان کا بہت احترام کرتا ہوں اور مجھے اُن کے انتقال پر شدید صدمہ ہوا ہے۔ وہ بہت اچھے آدمی تھے۔ انہی کے کہنے پر میں وہاں جایا کرتا تھا، لفافے لے کر۔"

"ٹھیک ہے۔" اسٹین نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "... تمہیں اب پھر یہی کام کرنا ہو گا اور اس مرتبہ میرے لیے۔" اسٹین نے ایک کاغذ پر کچھ لکھا۔ کاغذ لفافے میں رکھا اور لوئی کی طرف بڑھا کر کہا۔ "یہ لو، اس شخص کو دینا، جو ہیلی کاپٹر چلاتا ہے، کسی دوسرے کو نہیں سمجھے۔"

"آں... ہاں... جی ہاں۔"

"یہ لو..." اسٹین نے چند نوٹ میز پر پھینک کر کہا۔ "ٹیکسی میں جانا۔ بس اب جاؤ۔"

☆

لوئی لنگڑاتا ہوا کمرے سے نکلا، خاموشی سے ایک شخص پاس ہوتا...

میں داخل ہوا اور سکے ڈال کر نمبر ملانے لگا۔

"ہیلو... کلب فائٹرز لمیٹڈ... مجھے افسوس ہے کہ" آواز مترنم اور کسی دوشیزہ کی تھی۔ "کہ اس وقت دفتر میں کوئی نہیں ہے۔ یہ ریکارڈنگ ہے۔ ٹون کی آواز سننے کے بعد اگر آپ بولیں گے تو آپ کا پیغام ریکارڈ ہو جائے گا۔ جوں ہی مسٹر ہیمن آئیں گے، انہیں آپ کا پیغام مل جائے گا۔"

"کمال ہے۔" لوئی نے سوچا۔ "جب بھی فون کرتا ہوں کوئی نہیں ملتا۔ آج تک انھوں نے مجھے کسی فائٹ میں شریک نہیں کیا، لیکن جب بھی میں نے انہیں مسٹر چارلس کے کسی پروگرام کے بارے میں بتایا، انھوں نے بونس ضرور بھیجا۔" یہ سوچتے ہوئے اس نے اپنا پیغام ریکارڈ کرا دیا۔

پروفیسر ہاسکن کے کمرے میں ایک بلب جلا اور بجھ گیا۔ ہاسکن نے فوراً ریسیور اُٹھایا اور غور سے سننے لگا۔ اسے اپنے شہری ٹھکانے سے پیغام مل رہا تھا اور شہری ٹھکانے کو ایک ایجنسی نے پیغام دیا تھا۔ یہ ایجنسی باکسنگ کے مقابلے کرانے کے لیے قائم کی گئی تھی، لیکن آج تک کوئی مقابلہ نہیں ہوا تھا۔ یہ ہیمن کے نام سے کام کرتی تھی۔ اس سے چوبیس گھنٹے میں کسی بھی وقت کوئی بھی رابطہ قائم کر سکتا تھا۔ رابطہ قائم کرنے والے کو صرف ریکارڈ شدہ آواز سنائی دیتی تھی اور یہ آواز روبی کی تھی۔

یہ ایجنسی چارہ گر کا ایک حصّہ تھی اور اس کے ذریعے ہاسکن منشیات فروشوں پر کڑی نگاہ رکھ سکتا تھا۔

دوسری طرف سے اس وقت ہاسکن کو ننگڑے لوئی کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ "مجھے زیادہ یاد نہیں رہا، وہ مجھے بھی بھاگڑ ہی سمجھتے ہیں، لہٰذا میرے سامنے باتیں کرنے سے گریز نہیں کرتے۔ اُن کا کہنا ہے کہ چارلی دی ہارس کی سُرخ گاڑی صحرا میں دیکھی گئی ہے، لہٰذا انھوں نے دو ہیلی کاپٹر لگا دیے ہیں۔ میں وہیں بیٹھا رہا، پھر میں نے ایک ہیلی کاپٹر کے ریڈیو سے آنے والا پیغام سُنا۔ ہوا باز کو بھی شاید کچھ نظر آ گیا تھا۔ اس کے بعد میں واپس آ گیا۔ شاید یہ آپ کے کام کی خبر ہو۔ میں جانتا ہوں کہ آپ مسٹر چارلس کے بہت اچھے دوست ہیں۔"

ہاسکن نے ریسیور رکھ دیا، دوسرے نمبر ملانے اور صرف اتنا کہا۔ "لوئی کے لیے بونس بھیج دو۔"

ٹائیگر کو یہ خبر لانگ ریچ پر ملی کہ سُرخ کار دیکھ لی گئی ہے۔ وہ چند ضروری چیزیں لینے یہاں آیا تھا۔ دو ہیلی کاپٹروں کا سُن کر اسے تشویش ہونے لگی، لیکن وہ جانتا تھا کہ وہاں اوشان کی موجودگی میں توپ بردار ہیلی کاپٹر بھی ہاسکن کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔ پھر بھی وہ واپس چل دیا۔ اس مرتبہ وہ اپنی نئی مزدا آر ایکس ۳ اسپورٹس میں تھا۔ اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ اسے وہاں پہنچنے میں تاخیر نہ ہو جائے۔

اس وقت وہ پروفیسر ہاسکن کی پہاڑی کمین گاہ سے پانچ میل دُور ایک تنگ درّے کے قریب درختوں کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا۔ یہ چھتنار درخت سُرخ کار پر سایہ کیے ہوئے تھے، جو اس نے واپسی پر لیتے ہی اِدھر کا رُخ کیا تھا۔ وہ ایکشن کے لیے پوری طرح تیار تھا۔ کار واقعی ہر اعتبار سے مکمل تھی۔ اس میں ٹرانسمیٹر تک لگا ہوا تھا۔ اسی ٹرانسمیٹر کے باعث وہ دن بھر ہیلی کاپٹروں سے ہونے والی گفتگو سنتا رہا تھا۔ اس کو یہ خبر بھی تھی کہ ان ہیلی کاپٹروں کے علاوہ غنڈوں سے بھری ہوئی چھ کاریں بھی روانہ ہو چکی ہیں اور وہ سب کے سب پروفیسر کی کمین گاہ کی تلاش میں ہیں۔ سُرخ فرسری کی سیٹ پر ایک اور ٹرانسمیٹر پڑا ہوا تھا، جو پروفیسر ہاسکن نے دیا تھا۔ اس پر ہاسکن اس سے پل پل کی اطلاعات کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا، جب کہ اسے ہاسکن کی آواز کے پس منظر میں کبھی کبھی اوشان کی آواز بھی سنائی دے جاتی تھی، جو اس حکمتِ عملی پر بجا طور سے برہم تھا۔

اس ٹرانسمیٹر کی خاص بات یہ بھی تھی کہ اس پر آواز بھی سنائی دیتی اور پیغام ٹائپ ہو کر اسکرین پر بھی جھلملاتا تھا۔ یوں یہ خدشہ نہیں تھا کہ کوئی اُن کی گفتگو سن سکتا ہے۔

"ہیلو۔" اسکرین سا جھلملانا شروع ہو گیا۔ "یہ وہی پھر نظر آیا ہے، جو کل نظر آیا تھا۔ اب کیا کیا جائے؟"

"کیا اسے ٹھکانہ نظر آ چکا ہے؟ کیا آپ اس کے ثبوت کر سکتے ہیں پروفیسر؟"

"کیوں نہیں! وہ بہرحال ٹھکانے کے اُوپر سے تو گزر گیا ہے، لیکن اسے نیچے جھاڑ جھنکاڑ اور ٹیلوں کے سوا کچھ اور نظر نہیں آئے گا۔ میں تمہیں باخبر رکھوں گا۔ اوور..."

"اینڈ آل۔" ٹائیگر نے مختصراً کہا اور ساتھ ہی پشت گاہ سے ٹیک لگالی۔ وہ لانگ ریچ سے تقریباً اُڑتا ہوا کمین گاہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پر پہنچ گیا تھا لیکن اُس کی جلد بازی کسی کام نہ آئی۔ ہیلی کاپٹر اس علاقے سے گزرے ضرور تھے، مگر وہ پروفیسر کی کمیں گاہ تلاش کرنے میں ناکام رہے تھے۔ پھر اُن تینوں نے نئی صورتِ حال پر تفصیلی بحث کی تھی۔ اوشان کا خیال تھا کہ اُن کے اڈوں پہ دھاوا بول دیا جائے۔ جب کہ پروفیسر اور ٹائیگر دونوں اس بات پر متفق تھے، جو صحرا میں آ گیا... اُسے بچ کر نکلنے کا کوئی حق نہیں۔ ویسے ٹائیگر کو یقین تھا کہ اوشان کی طرف سے اُس کی مخالفت محض اُسے چڑانے کے لیے ہے۔ تاہم اس بار وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چڑا۔ بس مُسکراتا رہا۔ ہاسکن نے یہ تجویز رکھی کہ کار پر دوسرا رنگ کر دیا جائے تو نہ صرف اوشان بلکہ ٹائیگر نے بھی اس کی مخالفت کی۔ یہ صاف ظاہر تھا کہ دونوں گاڑی کو اب بطور چارا استعمال کرنے کا فیصلہ کر چکے تھے۔ اس کے بعد ٹائیگر کو ہاسکن نے بعض ضروری آلات، سامان اور خصوصی ٹرانسمیٹر دیا اور پھر وہ رات بھر گہری نیند سوئے۔ صبح ہوتے ہی ٹائیگر فیصلے کے مطابق اُس جگہ آ گیا تا کہ حملہ آوروں پر ضرب لگا سکے۔

"ڈی ایف ایکس ون" کار کا ریڈیو... اچانک جاگ پڑا۔ "دس از ڈی ایف ایکس ٹو۔ اپنا ہیلی کاپٹر اوپر لاؤ۔ میں اس پہاڑی کا ذرا قریب سے جائزہ لینا چاہتا ہوں، جہاں کل رات کار نظر آئی تھی۔"

جونہی ہیلی کاپٹر کے پائلٹ نے فریکوئنسی تبدیل کی، ٹائیگر چوکس ہو کر بیٹھ گیا۔

"گراؤنڈ ون اینڈ ٹو، دس از اسٹرون۔ پختہ سڑک کا رُخ کرو، ہائی وے سے ایک میل مشرق میں مُڑ جاؤ اوور۔"

"پیغام وصول پایا، وان رینجولن۔ میں بھی یہی کرنے والا تھا۔" ٹرانسمیٹر پر آواز آئی۔ "ویسے یہ خیال رکھنا کہ چارلی کی گاڑی میں ٹرانسمیٹر لگا ہوا تھا۔ لہٰذا ہمیں ریڈیو پر رابطہ نہیں رکھنا چاہیے اوور..."

"تب پھر ہم اس مہم میں ایک دوسرے سے رابطہ کس طرح رکھیں گے اوور۔"

دوسری طرف ایک لمحے کے لیے خاموشی رہی لیکن پھر آواز سنائی دی: "ہاں یہ مسئلہ بہرحال سنگین ہے۔ ویسے اس کا کوئی نہ کوئی حل نکالنا ہی پڑے گا۔ دُعا کرو کہ وہ احمق بلکہ نِرا احمق ہو۔ اُس نے ریڈیو نہیں کھولا ہو۔ اب میں سڑک پر آ رہا ہوں اوور۔"

❀

ٹائیگر نے فوراً اپنے ریڈیو پر پروفیسر سے بات کی۔ "وہ آ رہے ہیں پروفیسر! شاید اس مرتبہ ٹکّر ہو ہی جائے۔ جونہی اُن پر آپ کی نظر پڑے، مجھے اطلاع کر دیں۔ اوشان کیا کر رہے ہیں؟"

"کنول کے آسن میں آنکھیں بند کیے ہوئے کسی خیال میں غرق ہیں۔" پروفیسر نے ہنس کر کہا، مگر پھر فوراً ہی سنجیدہ ہو گیا۔ "ہاں وہ نظر آ گئے ہیں بیٹے۔ دو ہیلی کاپٹر... اور دو کاریں ہیں۔"

"تب پھر زمین کس لیں پروفیسر، میں بھی آ رہا ہوں۔" ٹائیگر نے ہنس کر کہا، مگر اُس کی یہ ہنسی اتنی خوفناک تھی کہ خود پروفیسر ہاسکن بھی کانپ کر رہ گیا۔

ٹائیگر نے کار تیزی سے ہائی وے پر ڈال دی۔ سڑک پر اِدھر اُدھر پڑی ہوئی بجری پہیوں کے نیچے بُری طرح چرمرا رہی تھی۔ اُس نے رفتار مزید تیز کی اور گاڑی کسی سنسناتے ہوئے تیر کی طرح موڑ کی طرف بڑھنے لگی۔ بائیں طرف مُڑتے ہی اُس کی نظر ایک ہیلی کاپٹر پر پڑی۔ یہ ہیلی کاپٹر کمیں گاہ والے پہاڑ کی بجائے سڑک پر منڈلا رہا تھا۔ ٹائیگر نے رفتار مزید تیز کی۔ اب سُوئی ہچاسوے پر تھرک رہی تھی اور گاڑی کا رُخ صحرا کی طرف تھا۔

❀❀

اوپر لیری نوواک نے اچانک ہی نیچے ایک سُرخ دھبّہ متحرک دیکھا۔ یہ دھبّہ اسی علاقے کی طرف بڑھ رہا تھا جہاں اُن کی توجہ اور طاقت مرتکز تھی۔ اُس نے ہیلی کاپٹر کا زاویہ بدلا، تاکہ اس دھبّے کے بارے میں کوئی بات یقین سے کہہ سکے۔ پھر اُس کے چہرے پر ایک عجیب سی سفّاکانہ مُسکراہٹ دوڑ گئی۔ "بنگو!" اُس نے چلّا کر کہا۔ وہ اس وقت جولیو دی میو نیشن پیکولی سے مخاطب تھا، جس کے ہاتھ میں مشن کی قیادت تھی اور وہ پیچھے کار میں موجود تھا۔ "سُنو، سُرخ کار ابھی نیچے موڑ سے گزری ہے۔ ایک سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے مشرق کی سمت میں جا رہی ہے۔"

"اوہ... لعنتی... کیا تمھیں یقین ہے؟" جولیو نے چلّا کر پوچھا۔

"بالکل... میں نے ابھی بڑے غور سے نیچے بار بار دیکھا تھا اور وہ صرف اور صرف چارلی کی کار تھی۔"

"تب پھر ہم یہاں جھک مار رہے ہیں۔" جولیو نے غرّا کر کہا۔

"ایسا ہی لگتا ہے یو نیشن۔" لیری نوواک بولا۔ "مگر اُس کی کار میں ریڈیو بھی تو ہے۔"

"بس دُعا کرو کہ اُسے اس کا استعمال نہ آتا ہو۔" یہ کہہ کر جولیو اطالوی میں کچھ بولا۔

"کیا کہا؟" لیری اطالوی نہیں سمجھتا تھا۔

"اپنے ساتھی کو دو، وہ سمجھا دے گا۔"

"ہیلو۔" لیری نوواک نے منہ بنا کر مائیک اپنے ساتھی کی طرف بڑھا دیا، جس کے چہرے پر بشاشت کی بجائے کچھ زیادہ ہی تھیں۔ "اس کو بتا دو کہ میں دوسرے ہیلی کاپٹر کو بارسٹو بھیج رہا ہوں۔ تاکہ وہ وہاں نظر رکھے اور اب میں صرف پوزیشن رپورٹ ہی بھیجوں گا۔"

ٹائیگر نے یہ سب کچھ سن کر گاڑی کی رفتار قدرے کم کر دی۔ کیونکہ وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ تعاقب کرنے والے زیادہ پیچھے رہ جائیں۔ وہ اطالوی زبان بہت اچھی طرح سمجھ لیتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ جولیو نے اطالوی میں گفتگو کی تھی تو لیری کے برعکس ٹائیگر کو مترجم کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔

❀

جولیو پیکولی کو یقین تھا کہ مشن ضرور کامیاب ہو گا۔ وہ پہلے ہی چشمِ تصور سے کرنسی نوٹوں کی وہ گڈیاں دیکھ رہا تھا جو انعام میں ملنے والی تھیں۔ اُسے زندہ پکڑنے کی صورت میں اُن گڈیوں کی تعداد دوگنی ہو سکتی تھی۔ اُس نے مائیک اُٹھا کر دوسری کاروں میں آنے والوں کو بھی ایک خاص ترتیب سے چلنے کا حکم دیا۔ اُس کی حکمتِ عملی یہ تھی کہ شکار کے فرار کا ہر راستہ مسدود ہو جائے۔ اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے اُس نے سڑک پر دُور تک دیکھا۔ اسی لمحے ریڈیو پر کسی کی چیخ سنائی دی۔ "وہ... یک لگا رہا ہے، تمھاری طرف آ رہا ہے۔" پیغام سسلی والوں کی خاص دیہی زبان میں تھا۔

ٹائیگر اس پیغام کے ختم ہونے سے قبل ہی مافیا کی وہ سیاہ بیوک کار دیکھ چکا تھا جو اسی کی سمت میں آ رہی تھی۔ اُس نے فوراً بریک لگاتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے کوٹ کے اندر نکالا۔ اسی ہاتھ سے گاڑی ریورس گیئر میں ڈالی اور پھر ایک ہاتھ اسٹیئرنگ پر رکھ کر تین گولیاں جھونک دیں۔ اُس کی گاڑی بہت تیزی سے پیچھے جا رہی تھی اور وہ کوئی ذیلی سڑک تلاش کر رہا تھا۔ جس وقت جولیو اطالوی زبان میں چیخ چیخ کر ریڈیو پر کچھ کہہ رہا تھا، اسی وقت ٹائیگر ایک ذیلی سڑک پر گاڑی لا رہا تھا۔

"ہم چوڑی سڑک پر ہیں۔ میں نے آتے ہوئے اُسے دیکھ لیا ہے، وہیں رہو گنرز... ہم اُسے چوزے کی طرح پکڑ لیں گے۔" جولیو نے للکار کر کہا اور بیوک میں موجود تمام افراد نے ہتھیار نکال لیے۔

"اوہ... دیکھو!" ایک شخص نے چلّا کر سُرخ کار کی طرف متوجہ کیا۔ اُس کے لہجے میں ڈرائیور کے لیے تحسین کا عنصر موجود تھا۔

سڑک پر موجود ایک رکاوٹ کے قریب ٹائیگر نے اس بے دردی سے اسٹیئرنگ، ایکسیلیٹر اور کلچ استعمال کیا کہ گاڑی کے ٹائر چیخ اُٹھے۔ گاڑی نے مکمل نوے ڈگری کا زاویہ بنایا اور ایک ذیلی سڑک پر اُتر گئی۔ گنرز رکاوٹ کے عقب میں حملے کے لیے تیار تھے، مگر اب شکار دُور ہو چکا تھا۔

وہ اُسے شکار سمجھ رہے تھے، مگر شکار ہی اُنھیں شکار کرنے کے لیے پسندیدہ کھیل کھیل رہا تھا۔

اُس نے اب اسٹیئرنگ دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر رفتار بڑھا دی۔ دُھول اُڑی اور اُس کی کار کے عقب میں دبیز پردہ سا تن گیا۔

سیاہ بیوک اور سُرخ فریری کے درمیان اب فاصلہ کافی بڑھ گیا تھا۔ جولیو نے مائیک پر غرّا کر کہا: "کار نمبر چار اور چھ چلو۔ وہ ہمارے درمیان ایک کراس روڈ پر ہے۔ تین اور پانچ... ہائی وے کا رُخ کرو، مشرق کی طرف... اس کم بخت کو ہر قیمت پر پکڑنا ہے۔"

جولیو دی میو نیشن اب غصّے کی شدّت سے بے قابو ہو رہا تھا۔ اُسے یہ توقع نہ تھی کہ سُرخ کار والا اتنا شاطر ڈرائیور ہو سکتا ہے۔ اُس کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے۔

اوپر سے لیری نوواک نے ایک بار پھر سُرخ دھبّہ دیکھا۔ اُس نے اپنے ساتھی کو کہنی ماری: "اپنے باس سے کہو کہ وہ اب مغرب کی سمت میں جا رہا ہے۔ کار نمبر چھ سے کہو کہ وہ مزید آگے آ کر مغرب میں گھوم جائے تاکہ سُرخ کار کا راستہ بند ہو سکے۔"

یہ ہدایات جاری ہوتے ہی تمام گاڑیاں ایک ہی جگہ جمع ہونے لگیں۔ ہوا باز لیری کو ایسا لگ رہا تھا، جیسے شطرنج کی بازی جمی ہوئی ہو اور دُشمن کے کمزور پہلو کے سامنے تمام مہرے جما دیے گئے ہوں۔

اس وقت دوسری کاروں سے کافی دُور ایک کریو

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ویگن اور سرخ فریری ایک ہی سڑک پہ مخالف سمتوں سے تیزی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ٹوابا نے دونوں کی رفتار کا اندازہ لگا کر سانس روک لی۔ دونوں گاڑیاں کسی بھی لمحے ٹکرا سکتی تھیں۔

ٹائیگر نے ویگن کو آتے ہوئے دیکھ کر ہلکا سا قہقہہ لگایا اور ساتھ ہی اُس کا ہاتھ برابر والی نشست پہ رکھے ہوئے کینوس کے بیگ کی طرف بڑھ گیا۔ اُس کو جو چیز وہاں سے لینی تھی۔ اُس کو دیکھنے کی بجائے محض انگلیوں سے محسوس کر کے اُس نے اٹھایا۔ ایک ہی پل میں بم اُس کے دائیں ہاتھ سے بائیں ہاتھ میں آگیا۔ اُس نے چند سیکنڈ کا شمار گنتی کے ذریعے کیا اور پھر سیدھے ہاتھ کی کھلی کھڑکی سے بم باہر اُچھال دیا۔ بم کی پن اُس نے پھینکنے کے ساتھ ہی نکال لی تھی اور بم پھینکنے کے فوراً بعد اُس نے اپنی گاڑی تیزی سے گھمائی، ہائی وے کی طرف بڑھا اور پھر عقب میں خوفناک دھماکے کی آواز سن کر سر ہلانے لگا۔

بم ویگن کے اندر جا کر پھٹا تھا۔ گاڑی اُچھلی، اُس کی چھت اُڑی، دھواں اُٹھا اور پھر پل بھر میں ویگن آگ کا متحرک گولہ بن گئی۔ یہ گولہ چند لمحات تک سڑک پہ دوڑتا رہا اور پھر ایک طرف اُلٹ گیا۔

گوشت، ہڈیاں اور فولاد آپس میں مل گیا۔ کوئی بھی زندہ نہیں بچا۔

ٹائیگر محض چالیس سیکنڈ میں ہائی وے پہ پھر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اُس نے بریک لگائے اور مشرق کی سمت میں گاڑی موڑ کر پھر تیزی لینے کے لیے چل دیا۔ اُسے اس کھیل میں بڑا مزا آ رہا تھا۔ اُس کا لطف ریڈیو پہ آنے والی آوازیں سن سن کر دوبالا ہو رہا تھا۔ غصیلی آوازیں نئی ہدایات دی جا رہی تھیں۔ اُس نے مسکرا کر گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔ اب اُس کی آنکھیں ایک اور سڑک کی تلاش میں تھیں۔ یہ وہ سڑک تھی جس پہ وہ خاص طور پہ پہنچنا چاہتا تھا۔

"وہ پھر مڑ رہا ہے۔ اُس کا رخ پہاڑیوں والی سڑک کی طرف ہے۔ شاید کمین گاہ بھی وہیں ہے۔"

"کون سی سڑک؟" جولیو نے غرّا کر پوچھا۔ وہ اس وقت کسی زخمی درندے کی طرح لگ رہا تھا۔

"تم سے دو میل آگے والی سڑک۔ وہاں سے کوئی اور سڑک نہیں نکلتی۔ وہ خود جال میں پھنس رہا ہے۔ دوسرا راستہ وہ ہے جس پہ تم ہو۔ وہ خود کو بند گلی میں پائے گا۔"

جولیو کی پوزیشن نے سکون کی سانس لی۔ ویگن میں موجود آدمیوں کی موت کے بعد وہ گھبرا گیا تھا مگر اب اُسے اندھیرے میں روشن کرن نظر آ رہی تھی۔ اس وقت وہ یہی سوچ رہا تھا کہ سرخ کار والے نے ایسا کون سا بم استعمال کیا جس کی وجہ سے ویگن کسی کھلونے کی طرح تباہ ہو گئی۔

"تمام کاریں ہائی وے پہ پہنچ جائیں۔" اُس نے لہجہ بمشکل پُرسکون رکھا۔

"میں پہاڑیوں کے اوپر ہوں۔" جولیو کی بیوک کا ریڈیو پھر بولنے لگا۔ "یہاں متعدد ٹوں جیسی گھاٹیاں ہیں اور وہ انہی گھاٹیوں والے روڈ پر ہے۔"

جولیو خوش ہو گیا۔ ان گھاٹیوں کی صرف ایک جگہ ناکہ بندی کرنے سے سرخ کار والا پکڑا جا سکتا تھا۔

پھر ایک اور پیغام آیا۔ "اوہ... ایسا لگتا ہے جیسے وہ کوئی اور راستہ اختیار کرنے والا ہے۔ وہ رک گیا۔ ارے، اب مڑ رہا ہے۔ شاید اُسے احساس ہو گیا ہے کہ آگے راستہ نہیں ملے گا۔"

"تیز چلاؤ خبیث۔" جولیو نے اپنے ڈرائیور کو گالی دی۔

"اور تیز چلاؤ۔ اُسے ہر قیمت پر زندہ پکڑنا ہے۔"

ابھی بیوک ہائی وے پہ پہنچی ہی تھی کہ ایک اور اطلاع ملی۔

"شاید وہ مایوس ہو گیا ہے۔ گھاٹی میں جا رہا ہے۔"

"ٹھیک..." جولیو اُچھل پڑا۔ "تم ہیلی کا پٹر اتار کر وہاں کا راستہ بند کر دو۔ ہم بھی آ رہے ہیں۔ اب وہ بچ کر نہیں نکل سکتا۔"

اب بیوک کے پیچھے چار کاریں اُچھلتی ہوئی دوڑ رہی تھیں۔

سب کو یقین تھا کہ کامیابی محض چند منٹ کی بات ہے۔ چارلی کی کار والا اب فرار ہو ہی نہیں سکتا۔ کھردری زمین پر گاڑیاں چلیں تو انجن شور مچانے لگے۔ تین میل دور انہیں ہیلی کاپٹر نظر آ گیا۔ ایک کار گھاٹی میں داخلے کا راستہ بند کرنے کے لیے وہیں چھوڑ دی گئی۔ جب کہ دوسری گاڑیاں بیوک کے ساتھ ہی رکیں۔

جولیو اب اپنی گاڑی کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اُس کے آدمی جنگ کے لیے پوری طرح تیار تھے لیکن سوال یہ تھا کہ وہ کس سے لڑیں۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ ہر طرف مکمل خاموشی تھی۔ پہاڑوں کی طرح سنگین خاموشی... انہیں تب ہی چارلی کی سرخ کار تو نظر آ رہی تھی لیکن اس گاڑی کو چلانے والا اس طرح لاپتا تھا، جیسے اُسے پہاڑ نگل گئے یا آسمان نے اُچک لیا۔

"ہیلو... بشش... سوں..."

وہ یہ آواز سن کر اُچھل پڑے۔ یہ کسی ٹائر کے پنکچر ہونے کی خاص آواز تھی۔ وہ ایک ساتھ پلٹے۔ اُن کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ عقبی کار کے تین ٹائر پنکچر ہو چکے تھے۔

وہ تیر چلا رہا تھا۔

ابھی وہ سنبھلے بھی نہ تھے کہ محافظوں کے جسم تیروں سے چھدنے لگے۔ وہ وہیں گرنے لگے جہاں کھڑے ہوئے تھے۔ ایک محافظ ہی نے زوردار چیخ ماری کیونکہ اُس کے حلق میں ایک فولادی مگر چھوٹا سا تیر گھس رہا تھا۔

"بکھر کر پوزیشن سنبھال لو۔" جولیو نے چلا کر حکم دیا۔ "پھیل جاؤ۔"

پانچ افراد نے جو کہ ویگن کے قریب کھڑے ہوئے تھے اس حکم پر عمل کرنے میں قدرے سستی کا مظاہرہ کیا اور انہی کو اندازہ بھی ہوا کہ وہ جو کھیل کھیلتے رہے ہیں اُس کے مطالبے مختلف ہیں۔ فاسفورس بم اُن پر گرے اور اُن کی چیخیں... پہاڑوں کو بھی لرزانے لگیں۔ ان سفید شعلوں سے اب انہیں نجات نہیں مل رہی تھی۔ اُن کی بارش سی ہو رہی تھی۔ لوگ گر کر تڑپ رہے تھے، چیخ رہے تھے اور ایسا لگ رہا تھا جیسے یہاں سینکڑوں بھوت رو رہے ہوں۔

اوپر وہ موجود تھا۔ کینوس کے بیگ سے ہرے ہرے انڈے نکال کر نیچے پھینک رہا تھا اور جب یہ انڈے ختم ہو گئے تو وہ سر جھٹکتا ہوا ایک تودے پر بیٹھ گیا۔ اب اُس کے ہاتھ میں میگنم ۴۴ تھا۔ پہلی گولی اُس شخص کے حصے میں آئی، جس نے میدان سے بھاگ کر ایک پتھر کی اوٹ میں پناہ لینی چاہی تھی۔ وہ منہ کے بل زمین پہ گرا لیکن یہ اُس کی قسمت تھی کہ وہ گرنے سے قبل ہی مر چکا تھا۔ دوسری گولی اُس شخص کو لگی جو فاسفورس بم کا شکار ہو کر تڑپ رہا تھا۔ اب گولیاں تواتر سے برس رہی تھیں۔ پانچ گولیاں چلانے کے بعد ٹائیگر نے میگنم کی پوزیشن بدلی۔ اُسے اسپیشل گن راؤنڈ بکس پہ لگایا اور گولیاں برسانے لگا۔ اب نیچے کسی کی نقل و حرکت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اُس نے کار بائن چیک کی اور پھر نیچے اُترنے لگا۔ کاروں کی طرف جاتے ہوئے اُس نے ہر شکاری کو بغور دیکھا۔ شکار کرنے والا ہر شخص شکار ہو چکا تھا... وہ آگے بڑھتا رہا۔

تب ہی اُس کی چھٹی حس نے خبردار کیا کہ کوئی ذی حس آس پاس موجود ہے۔ وہ پلٹا اور پھر مسکرانے لگا۔ ایک شخص پتھروں میں سے نکل رہا تھا۔ یہ جولیو تھا۔ اس کی حالت عجیب تھی۔

"ہالٹ... !"

"بس کرو... بس کرو... مجھے گولی مت مارنا۔ میں جل رہا ہوں۔"

"کیا تم شکاریوں کے سربراہ ہو؟"

"ہاں... ہاں... میرا نام جولیو ہے... جولیو..." وہ بُری طرح خوف زدہ تھا۔ "تم نے ہمیں چوہوں کی طرح پکڑ لیا۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔ اس ہاتھ پر گہرا زخم تھا اور اس سے جلتے ہوئے گوشت کی بو آ رہی تھی۔ "یہ اب بھی جل رہا ہے۔"

ٹائیگر نے جولیو کے ہاتھ پیر باندھ دیے اور پھر اُس کے زخموں کو دیکھا۔ اُس نے سلگتے ہوئے زخم سے جلتے ہوئے کیمیکل کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے نکال کر پھینکتے ہوئے سوچا۔ یہ شخص واقعی بہت جی دار ہے۔ ٹکڑے نکالتے ہوئے جولیو کو اگرچہ بہت تکلیف ہوئی، مگر اُس کے چہرے سے وہ تکلیف ظاہر نہیں ہوئی۔

☆☆

گھاٹی کے باہر بیری ڈوواک نے جونہی گن فائر کی آواز سنی، وہ فوراً چوکس ہو گیا۔ وہ پیشہ ور ہوا باز تھا۔ لہٰذا اُسے سب سے پہلے اپنے ہیلی کاپٹر کی فکر لاحق ہوئی۔ اُس نے ٹیک آف کے لیے لیور دبایا۔ جونہی ہیلی کاپٹر ذرا سا بلند ہوا

ہولناک اور پراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک حقیقت جو کہانی بن گئی
ایک آشفتہ حال کی داستانِ عبرت جسے قانون نے مجرم بنا دیا
رقصِ ابلیس
انوار صدیقی
قیمت -/150
اردو بازار لاہور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس کا ساتھی غوں غوں کر کے ہیلی کاپٹر سے گر گیا۔ لیری نے اُس کا حلق پھٹتے ہوئے دیکھ لیا تھا اور پھر اُسے ایک انتہائی سرد آواز سنائی دی تھی۔ "کیا حال ہے؟" اُس کے ساتھی کی نشست پر اب ایک کمزور سا چینی بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ... خبیث..."

"اِس پرندے کو مت اُڑاؤ۔" اُوشان نے ہوا باز کو حکم دیا۔ ساتھ ہی اُس نے اپنی انگشتِ شہادت لیری لووال کی شہ رگ پر رکھ دی... اور لیری اِس انگلی کو خون آلود دیکھ کر کانپ اُٹھا۔ وہ ذہین تھا۔ لہٰذا اُس نے یہ اندازہ لگانے میں ذرا بھی دیر نہیں لگائی۔ یہ انگلی اُس کے ساتھی کے خون سے آلودہ ہے۔ اُس نے فوراً ہی حکم پر عمل کیا اور ہیلی کاپٹر کے پروں کی رفتار کم ہونے لگی۔

"اُترو میرے بچے۔" اُوشان کا لہجہ نرم تھا۔ لیری لووال کے پاس اِس حکم کو بجا لانے کے سوا کوئی اور راستہ نہیں تھا۔ وہ اِس کمزور بوڑھے پر حملہ کرنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ بات بہت واضح تھی کہ بوڑھا موت کا پیغام ہے۔ اُس کی انگلی اور غنڈے کا کٹا ہوا گلا یہی ثابت کر رہا تھا۔

وہ ہیلی کاپٹر سے اُتر گیا۔ اُوشان اُس کے آگے آگے اِس طرح چلنے لگا، جیسے چہل قدمی کر رہا ہو۔ جیسے اُسے پیچھے سے حملے کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

پھر جب اُوشان اُسے اُس جگہ لایا جہاں ٹائیگر جولیو کے زخم سے کیمیکل کے ٹکڑے چاقو کی مدد سے نکال رہا تھا، تو لیری کا رُواں رُواں کانپ اُٹھا۔

وہاں ان لوگوں کی سوختہ لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔ جن کو لیری بہت طاقت ور سمجھتا تھا۔

"آؤ... آؤ بھئی۔" ٹائیگر نے سر اُٹھائے بغیر کہا۔ "دیکھو جولیو تمہارا ہوا باز بھی چلا آ رہا ہے۔"

جولیو نے پہلی بار اُوشان کو دیکھا اور پھر ہوا باز کو گھورنے لگا۔ اُس کے چہرے پر اب درشت تاثرات اُبھرنے لگے تھے۔

"میں نو واردوں کو ایسی پیش کش کرتا ہوں، جو وہ مسترد نہیں کر سکتے۔" ٹائیگر کا مخاطب ہوا باز تھا۔

"اِس مردود کی کسی پیش کش پر توجہ مت دینا لیری۔" جولیو نے فوراً ہی ٹائیگر کی بات کاٹ دی۔

"کیوں اپنے ساتھ لیری کی گردن کے بھی درپے ہو جولیو۔"

ہوا باز کے اعصاب پر ابھی انگلی کا خوف طاری تھا۔

"شاندار... ہم دونوں اچھے ماحول میں مذاکرات کر سکتے ہیں۔ تم سمجھ دار آدمی ہو لیری۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔

"میں تمہیں دو راستے بتاتا ہوں۔ تم مجھے اپنی آنکھوں سے مافیا والوں کے بھائی نہیں لگتے، کیونکہ تمہاری ان کنجی آنکھوں میں نرمی نظر آ رہی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم محض ریوڑ کی بھیڑ ہو، بھیڑیا نہیں ہو۔"

ہوا باز اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"لہٰذا تمہارے پاس کھونے کے لیے زیادہ کچھ نہیں۔ اب پہلا راستہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ شامل رہو اور دوسرا راستہ یہ ہے کہ میرے ساتھ کام کرو۔"

لیری نے لاشوں پر ایک نظر ڈالی۔ جولیو کی طرف دیکھا اور پھر ٹائیگر کی طرف ہاتھ بڑھا کر بولا۔ "مجھے لیری لووال کہتے ہیں۔ میں بہترین ہوا باز ہوں مسٹر! تمہارے ساتھ کام کر کے مجھے دلی مسرت ہو گی۔"

"نہیں..." ٹائیگر نے مسکرا کر اُس کا ہاتھ تھام لیا۔ لیری کو ایسا لگا، جیسے کسی نرم و نازک شخص نے اُس کا ہاتھ تھاما ہو۔ "میں تمہیں پہلے اُن خطرات سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں جو میرے ساتھ کام کرنے میں تمہیں درپیش آ سکتے ہیں۔ اِس کے بعد ہی تم کوئی فیصلہ کرنا لیری۔ میرے ساتھ کام کرتے ہوئے تم کو اُن لوگوں سے بچنا پڑے گا جن کے تم اب تک ساتھی ہو۔ یہ تمہارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔ تمہیں دیکھتے ہی گولی مار دینے کا حکم جاری ہو جائے گا۔ پھر پولیس کی طرف سے بھی تمہارے لیے مسائل کھڑے ہو سکتے ہیں۔"

"اسے چھوڑو۔" لیری نے سر جھٹک کر حقارت سے کہا۔ "میں ایک نیک کام میں مفرور اور مجرم بھی بننا پسند کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ تم کسی نیک کام میں مصروف ہو۔ تمہارا نام کیا ہے مسٹر؟"

"نام بعد میں... پہلے کام..." ٹائیگر یہ کہہ کر جولیو کی طرف پلٹا، جو اِس وقت انتہائی خشمگیں انداز میں لیری کو گھور رہا تھا۔

"ہاں جولیو۔" ٹائیگر نے بدستور مسکراتے ہوئے کہا۔ "آؤ... ذرا سوال و جواب کا کھیل تو کھیلیں... میں سوال کروں گا اور تم جواب دو گے۔"

ٹائیگر کی یہ مسکراہٹ دیکھ کر جولیو کو کسی شارک کا کھلا ہوا منہ یاد آ گیا۔

"میں کچھ نہیں بتاؤں گا۔" وہ ہٹ دھرمی پر اُتر آیا۔ اسی لمحے اُوشان کا انگوٹھا اُس کی طرف بڑھا، مگر ٹائیگر نے فوراً اُوشان کو روک دیا۔ "نہیں اُوشان۔" اُس کا لہجہ بہت نرم تھا۔ "یہ شخص اتنی نرمی کا مستحق نہیں۔ اسے مجھ پر چھوڑ دو۔ بولو جولیو، میں سوال کروں یا...؟"

"جہنم میں جاؤ۔" جولیو نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ ٹائیگر کا ہاتھ اُس کے بائیں کان پر آ کر لگا۔ اِس ضرب کی شدت سے جولیو دائیں پہلو کے بل اِس طرح گرا کہ اُس کا زخمی بازو نیچے دب گیا اور پہلی مرتبہ بہادر جولیو کے حلق سے کربناک چیخ نکلی، جو سنگلاخ پہاڑوں سے سر ٹکرانے لگی۔

"یہ پہلا سبق تھا جولیو... اب ذرا یہ بتاؤ کہ ہیروئن کے اِس آپریشن میں کون کون ملوث ہے؟"

جولیو بہت تکلیف میں تھا۔ اُس کی زبان تک میں درد ہو رہا تھا۔ وہ منہ چلانے لگا اور پھر معاً ہی اُس نے ٹائیگر کی طرف منہ کر کے تھوک دیا۔ ٹائیگر ایک طرف ہٹا تو تھوک پیچھے گر گیا، مگر اب ٹائیگر کے چہرے سے مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی۔ وہ آگے بڑھا اور اُس نے جولیو کا وہ بازو پکڑ لیا، جس میں زخم تھے۔ اُس کا انگوٹھا زخم کے اُوپر تھا۔

جولیو ضبط کرنے کے باوجود کسی بکرے کی طرح ڈکرانے لگا۔ اُس کی رنگت سفید پڑ گئی۔ وہ کانپنے لگا اور پھر بے ہوش ہو گیا۔

اُس کی آنکھ لکڑی جلنے سے پیدا ہونے والی خوشبو کے باعث کھلی تو بوڑھا، نوجوان سے کچھ کہہ رہا تھا۔ اُس نے آنکھیں اُٹھائیں۔

"اسے میرے حوالے کر دو میرے بچے۔ انگوٹھا گردن پر رکھوں گا تو خود بخود اُگل دے گا۔"

"نہیں ٹیل فادر... یہ اتنی نرمی کا مستحق نہیں ہے۔" اُسے ٹائیگر کی آواز سنائی دی تو وہ جھرجھری لے کر رہ گیا۔

"یہ ہوش میں آ رہا ہے ٹیل فادر۔"

"ہوش میں... ہوش میں آئے ہوئے تو اسے پچیس سیکنڈ گزر چکے ہیں میرے بچے۔"

جولیو گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔

اُس نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ قیامت ڈھا دینے والا نوجوان اُس سے چند قدم دُور کھڑا ہوا تھا۔ لیری بھی اُس کے ساتھ تھا جب کہ ایک طرف بوڑھے کا سفید لبادہ نظر آ رہا تھا۔

اُس کے ہاتھوں میں چند چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں اور لکڑیاں تھیں، جنھیں وہ الاؤ میں جھونک رہا تھا۔

اُنھوں نے اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ لیری ٹائیگر سے گفتگو کرتا رہا۔

"تم بالکل ٹھیک کہتے ہو شہزادے۔" اُس کی آواز دھیمی تھی۔ "مجھے علم نہیں تھا کہ یہ لوگ میرے ذریعے ہیلی کاپٹر میں ہیروئن اسمگل کراتے ہیں۔ آج بھی مجھ سے یہ کہا گیا تھا کہ ایک دُشمن کو تلاش کرنا ہے جس نے چارلی کی کار چوری کر لی ہے لیکن جب مجھے علم ہوا کہ یہ لوگ ہیروئن کے کاروبار کو بچانے کے لیے تمہیں ہلاک کرنا چاہتے ہیں تو میں پورا کھیل سمجھ گیا۔ اب میں ان لوگوں کو ہلاک کرنے کے لیے تمہارا ساتھ دوں گا۔ ہیلی کاپٹر موجود ہے۔ تم نے مجھے معاوضہ دینے کی جو پیش کش کی ہے، وہ کافی ہے۔ مجھے خوشی ہو گی کہ میں صاف ستھری رقم لے کر گھر جاؤں گا۔"

"مگر یہ رقم میں ان ہی لوگوں سے چھینا کروں گا۔"

"وہ تمہارے ہاتھ میں آ کر پاک ہو جایا کرے گی۔" لیری نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

جولیو زور سے کراہنے لگا اور وہ لوگ اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ جولیو کو اِس درد کے باوجود اِس بات کی خوشی تھی کہ اس کو اِس خطرناک نوجوان کے نام کا علم ہو گیا ہے اور وہ اگر زندہ رہا تو اسکارلی تک یہ نام پہنچا کر انعام ضرور حاصل کر لے گا۔

"آہا! تم بیدار ہو گئے پرنس؟" ٹائیگر نے مسکرا کر پوچھا۔

"چلو تمہارا امتحان پھر سے شروع ہو جائے۔"

"میں..." جولیو نے کچھ کہنا چاہا مگر ٹائیگر نے ہاتھ کے اشارے سے اسے چپ رہنے کے لیے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ چارلی دی پارس کے لیے ہیروئن کی فراہمی کا معاہدہ کس نے کیا تھا؟ سپلائر کون تھا اور یہ کہ وہ..."

"کچھ نہیں!" جولیو نے چلا کر کہا لیکن پھر معاً ہی اس کی نظر بوڑھے پر پڑی جو آگ کے الاؤ میں مسلسل لکڑیوں کے ٹکڑے ڈالے چلا جا رہا تھا اور لکڑیاں جل جل کر انگاروں میں بدل رہی تھیں۔

"کیا یہ بوڑھا اِس الاؤ پر کھانا پکائے گا؟" وہ پوچھے بغیر نہیں رہ سکا۔

"ارے نہیں۔" ٹائیگر مسکرا کر لیری کی طرف دیکھنے لگا اور گھاٹی میں اوشان کی مخصوص ہنسی بھی گونجنے لگی۔

"تم لوگ ہنس کیوں رہے ہو اور اِس الاؤ کا کیا مقصد ہے؟" جولیو کے بدن میں خوف کی ایک انجانی سی لہر دوڑ گئی۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرا خیال ہے کہ تم نے قدیم رسم و رواج سے متعلق فلمیں نہیں دیکھیں جولیو ڈی میونزٹین۔" ٹائیگر نرم لہجے میں بولا۔ "یہ شخص عام بوڑھا نہیں بلکہ دنیا کے ہر نوجوان سے زیادہ طاقت ور اور ذہین ہے۔ اس وقت یہ ایک قدیم طریقے پر عمل کر رہا ہے۔ لکڑیاں اس لیے جلا رہا ہے کہ سرخ سرخ انگاروں کا ایک ڈھیر بن جائے اور پھر یہ ان انگاروں کو بکھیرنے کے بعد ڈیگرے تمہارے پیٹ پر رکھتا چلا جائے یوں پورے پیٹ پر چھوٹے بڑے درجنوں سوراخ ہو جائیں لیکن میں اس کو اس مشغلے سے روک سکتا ہوں تاہم شرط یہ ہے کہ تم میرے سوالوں کا جواب دیتے رہو۔ اب یہ بتاؤ کہ اس کاروبار میں کون کون ملوث ہے؟"

"جہنم میں جاؤ۔"

ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے جولیو کے بال پکڑ کے انہیں کھینچا اور اس کا چہرہ ان انگاروں پر جھکا دیا تاکہ وہ ان کی شدت محسوس کر سکے۔ اس وقت اوشان کے چہرے پر بڑی آسودگی تھی اور وہ ملیچھ ننگے ہاتھوں سے انگاروں کو اس طرح کرید اور چھیڑ رہا تھا جیسے وہ ہاتھ کی انگلیاں نہ ہوں لوہے کی سلاخیں ہوں۔

"یہ شخص جسے تم بوڑھا سمجھ رہے ہو، جواب حاصل کرنے کے بہت آسان اور کم تکلیف دہ طریقے بھی جانتا ہے لیکن میری بات پر تم سے زیادہ نرمی نہیں کی جا سکے گی۔ اس نے یہ تجویز منظور کر لی ہے کہ تمہاری دونوں رانوں کے درمیان انگارے رکھے جائیں پھر ان پر خشک گھاس ڈالی جائے اور گھاس میں جنم لینے والے ننھے ننھے شعلوں کو طول دینے کے لیے لکڑیوں کا برادہ ڈالا جائے۔۔۔ اس وقت تک تمہاری رانوں کے نیچے الاؤ روشن رہے جب تک تمہاری رانیں اچھی طرح بھن نہ جائیں اور حرارت تمہاری ہڈیوں تک کو نہ پگھلا دے۔"

جولیو۔۔۔ مافیا کے سب سے سخت جان گرگے کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اس کی زبان قینچی کی طرح چل نکلی۔ اس نے انہیں وہ سب کچھ بتا دیا جو اسے معلوم تھا۔

"شاباش!" اوشان نے سر ہلاتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کوئی مشفق آدمی، بچے کو امتحان پاس کرنے پر تھپکی دے رہا ہو۔

"اور یہ سر لارڈ شپ کون ہے جولیو؟" ٹائیگر کے چہرے پر اب مسکراہٹ نہیں تھی۔

"اس کا مجھے علم نہیں۔ میں اپنی مردہ ماں کی قبر کی قسم کھا سکتا ہوں کہ میں اسے نہیں جانتا۔" جولیو فوراً بولا۔ اسے خوف تھا کہ کہیں جواب میں تاخیر سے یہ لوگ برہم نہ ہو جائیں۔ "میں صرف اندازاً کہہ سکتا ہوں کہ وہ کوئی سفارت کار ہوگا کیونکہ اسکارلی بار بار یہی کہتا ہے کہ اس کے خلاف کوئی قانون استعمال نہیں ہو سکتا۔ اسے استثنیٰ حاصل ہے۔"

"اس کہانی میں تم کہاں فٹ ہوتے ہو؟"

"میں نے چارلی کی موت کے بعد عارضی طور سے اس کی جگہ سنبھالی ہے۔"

ٹائیگر نے اپنی انگلی اس کی پیشانی پر آنکھوں کے درمیان رکھ دی اور جولیو اس طرح اچھل پڑا جیسے انگلی ہڈی توڑ کر گھس جائے گی۔

"بیٹھے رہو جولیو۔" ٹائیگر کا لہجہ بہت خوفناک تھا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ ہم سب جانتے ہیں کہ چارلی کی جگہ آسٹین وی ٹن نے حاصل کی ہے۔ وہ اس وقت بھی پیڈروک کے بیک آفس میں بیٹھا ہوا ہے۔ میں آخری بار پوچھ رہا ہوں کہ تمہارا کیا کردار ہے؟"

جولیو نے خشک ہونٹوں کو زبان پھیر کر تر کیا۔ اس کی عجیب حالت تھی۔ انگلی کا دباؤ واقعی حیرت انگیز تھا۔ اس انگلی پہ اوشان کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں بھی لگی ہوئی تھیں۔

ایک ایسی عورت کی کہانی
جو مردوں کے معاشرے میں
ملکہ بن کر جینا چاہتی تھی
ناگ رانی
دو جلدوں میں
جلد اول 145/=
جلد دوئم 145/=
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

"اسکارلی نے۔۔۔ مجھے اس کرینو کا چارج دیا تھا۔۔۔ جو۔۔۔ جو تم۔۔۔ سے نمٹنے کے لیے نکلا تھا۔" جولیو کا پورا بدن پسینے سے بھیگ گیا۔ "میرے خدا۔۔۔ تم تو اکیلے ہوتے ہوئے بھی پوری فوج ثابت ہوئے۔"

کمرا ننھا گھاٹی میں اوشان کی مخصوص تے تے گونجنے لگی اور جولیو بھی بے ساختہ خوشی کے ہنسنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں مسرت سے آنسو آ گئے کیونکہ انگلی پیشانی سے ہٹ گئی تھی۔

"نہیں جولیو۔" ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اگر میں فوج ہوتا تو تم لوگوں کو صرف ایک گھنٹے میں پاتال کی سیر کرا دیتا۔"

تے تے کی مخصوص آواز آنا بند ہو گئی۔ ایسا لگا جیسے کسی نے بطخ کی گردن مروڑ دی ہو۔ اوشان کو ٹائیگر کے اس جملے پر غصہ کیوں آ گیا تھا۔ اس کی چمکیلی آنکھیں ٹائیگر پر جمی ہوئی تھیں۔

"تم اسکارلی کے لیے میرا ایک پیغام لے کر جاؤ گے جولیو۔" ٹائیگر نے اسے اٹھا کر کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ "اس سے کہنا کہ میں آ رہا ہوں۔ وہ منشیات کے دھندے کو جاری رکھے میں اس کے آدمی ختم کرتا ہوا اس کی طرف بڑھوں گا پھر اس کے اور میرے درمیان کوئی نہیں رہے گا۔ تب میں اسے سبق سکھا کر ماروں گا۔ سمجھ گئے جولیو!"

"بالکل۔۔۔ سو فیصد۔۔۔ سمجھ گیا۔" جولیو کو تو یقین کرنی خوشی تھی کہ وہ چھوڑا جا رہا ہے۔ اس کا چہرہ پہلے لٹکا ہوا تھا مگر اب اس پر زندگی کی رونق واپس آ چکی تھی۔

"ٹھیک ہے جولیو! اب یہاں سے نکلو۔"

"نگران کا کیا ہوگا؟" اوشان نے لاشوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

ٹائیگر نے لاشوں پر ایک سرسری سی نظر ڈالی اور پھر آہستہ سے بولا۔ "مُردے، مُردوں کو دفن کر لیتے دو اوشان۔ یہ مرنے والوں کا حق ہے۔"

جولیو مارے خوشی کے پھولا نہیں سما رہا تھا۔ اسے نئی زندگی ملی تھی۔

ہیلی کاپٹر میں اوشان اور جولیو بھی بیٹھ گئے جبکہ ٹائیگر سرخ کار کی طرف بڑھ گیا۔ چند ہی لمحوں میں لیری نے ہیلی کاپٹر فضا میں بلند کر لیا اور وہ گھاٹی کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا میدانی علاقے میں پہنچ گیا۔ اوشان کے اشارے پر لیری نے اس کی بلندی کم کی۔ اب کاپٹر صرف آٹھ فٹ کی بلندی پر ٹھہرا ہوا تھا۔

"اس لڑکے کا پیغام اپنے آقا کو ضرور پہنچا دینا۔" اوشان

لاتعداد ایڈونچر کہانیوں کے خالق
ایم اے راحت کی
ایک اور ایڈونچر کہانی
ایک ایسی کہانی جس کو مکمل کیے بغیر رُکنا ناممکن ہے۔
چار حصوں میں شائع ہوگئی ہے۔
کتابیں پیپر بیک پر خوبصورت سرورق کے ساتھ شائع کی گئی ہیں۔
قیمت فی حصہ: ۷۰/۰۰ روپے
مکمل سیٹ: ۲۸۰/۰۰ روپے
مکتبہ القریش
اردو بازار لاہور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے جولیو کو یاد دلایا اور ساتھ ہی دروازہ کھول دیا "یہاں سے سڑک صرف ایک میل دور ہے۔"

ابھی جولیو شکریہ بھی ادا نہیں کر پایا تھا کہ اُوشان نے اُسے دھکا دیا اور جولیو ہیلی کاپٹر سے گر گیا۔

ہیلی کاپٹر اُوشان کی رہنمائی میں ایک دوسری سمت میں روانہ ہو گیا۔ اسی سمت میں سُرخ کار بھی دوڑ رہی تھی۔

اسکارلی غصے کی وجہ سے لال بھبوکا ہو رہا تھا۔

"یہ کیسے ممکن ہے جولیو؟" اس نے پیر پٹختے ہوئے کہا۔ "وہ ایک بار پھر زخم لگا گیا۔ تم وہاں سے کیسے نکل آئے؟ تم نے چھتیس جوان شارع کر دیئے۔ ایک ہیلی کاپٹر ہوا باز سمیت ہاتھ سے گیا اور تم... تم واپس آنے کے لیے زندہ بچ گئے ہو؟"

جولیو دی میونزیشن پسینے پسینے ہو رہا تھا۔ خوف سے اس کی حالت ابتر تھی۔ اسے ایسا خوف ٹائیگر کی موجودگی میں بھی محسوس نہیں ہوا تھا۔

اسکارلی کی میز کے سامنے کھڑے ہوئے جولیو کے دائیں بائیں ٹونی اور فرروٹی کھڑے ہوئے تھے۔ یہ دونوں اسٹین کے خاص آدمی تھے۔ اگرچہ جولیو کو فوری طور پر کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن یہ بات اسے اچھی طرح معلوم تھی کہ اس پر بے اعتمادی کے کالے اور منحوس بادل چھائے ہوئے ہیں۔ وہ لاشعوری طور پر ماتھے سے پسینہ صاف کیے جا رہا تھا۔

"لولو... لولو جولیو تم کیسے بچ نکلے؟" اسکارلی نے ایک بار پھر ٹھنڈے پانی کا گھونٹ لینے کے بعد کہا۔

"اس نے... اس نے مجھے پیغام دینے کے لیے... میرا مطلب ہے کہ آپ تک پیغام پہنچانے کے لیے زندہ رکھا۔" جولیو بمشکل بولا۔ "میرے خدا!" گھاٹی میں برستی ہوئی موت کا منظر یاد آتے ہی اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ "شاید اس نے جان بوجھ کر مجھے گولی نہیں ماری۔ وہ سیدھا اسی طرف آیا جہاں میں موجود تھا۔"

"تم نے اس پر حملہ نہیں کیا جولیو؟" اسکارلی اُسے گھور رہا تھا۔

"میں حملہ کرنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا باس۔" جولیو کو بم پھٹنے سے ہونے والی اذیت بھی یاد آ گئی۔ "وہ بم ایسا تھا جیسے جہنم کی آگ ہو۔ میرا بازو زخمی ہوا اور اس زخم میں ایسی غضب کی جلن ہونے لگی کہ بس۔ خدا کی پناہ۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے آگ لہو سے بدن میں پھیل جائے گی باس۔ میرا پتا ہی نکل گیا تھا۔ یہ اعتراف کرتے ہوئے مجھے ندامت نہیں کہ میں کسی بچے کی طرح رو رہا تھا۔ میری توانائی اس بم نے سلب کر لی تھی۔"

"اوہ!" اسکارلی نے بڑی حقارت سے اسے دیکھا۔ گلاس اُٹھا کر ایک گھونٹ لیا۔ "ذرا وہ پیغام تو سناؤ جو اس نے بھیجا ہے۔"

"اس نے کہا۔" اسکارلی نے گلاس زور سے میز پر رکھا اور ٹونی فرروٹی اس کا اشارہ پا کر چلے گئے۔ جولیو نے سکون کی سانس لی کیونکہ ان کی موجودگی میں وہ یہی سمجھ رہا تھا کہ قضا سر پر منڈلا رہی ہے۔ لیکن بہرحال اسٹین ایک طرف بیٹھا ہوا تھا۔

"اسٹین! تم نے سنا۔" اسکارلی اب اچانک ہی سنجیدہ ہو گیا تھا اور پھر جولیو کی طرف متوجہ ہوا۔ "اس چوزے کا کیا نام ہے؟"

"شہ... زاد۔" جولیو درست تلفظ پر قادر نہ تھا۔

"شہ... زاد۔ یہ کیا نام ہوا۔ کیا مقامی ہے؟" اسکارلی کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں۔

"پتا نہیں چیف۔ نام سے تو ایسا نہیں لگتا ہے۔" اسٹین نے پہلی بار لقمہ دیا۔

"خیر۔ جو بھی نام ہو اس کا۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ وہ مجھے مارنے کے لیے آئے گا۔ اوہ۔ اسے تو میرا نام بھی نہیں معلوم... اور اس نے اپنی پالتو بلی پیغام دے کر بھیجی ہے اسٹین۔ ہمیں پالتو بلی اور اس کے مالک شہزاد کی کوئی ضرورت نہیں اسٹین۔ تم بلی کو برف خانے میں رکھ دو۔ اس کے انجام کا فیصلہ ہم شہزاد کو پکڑنے کے بعد کریں گے۔ انہیں سبق سکھائیں گے کہ ہمارے خاندان کے خلاف کوئی بھی کارروائی کس قسم کے انجام کو دعوت دیتی ہے اسٹین۔"

تب ہی جولیو کو احساس ہوا کہ اسے بہت ہی قلیل مدت کے لیے معافی ملی ہے۔

"نن... نہیں۔" وہ گڑگڑانے لگا۔ "نہیں عظیم اسکارلی میری بات سمجھیں میرے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔"

"میں صرف یہ سمجھ سکتا ہوں کہ تم نے تقریباً پوری نفری ختم کرا دی ہے جولیو دی میونزیشن۔" اسکارلی کا لہجہ بہت تلخ تھا۔ "اب مجھے دوسرے علاقوں سے لڑکے طلب کرنے ہوں گے۔"

جولیو ایک بار پھر رونے لگا۔ موٹے موٹے آنسو آنکھوں سے ٹپکنے لگے۔

"مجھے... ایک اور... موقع دو۔" وہ ہچکیاں لے رہا تھا۔

اسکارلی دی اولڈ ڈون نے اپنے ہاتھوں سے اشارہ کیا۔ اسٹین حکم سمجھتا تھا۔ اس نے ہولسٹر سے اعشاریہ ۳۸ بریٹا نکال کر سائیلنسر لگایا اور دبے قدموں بدقسمت جولیو کے عقب میں پہنچ گیا۔ جولیو اس وقت بھی اسکارلی سے زندگی کی بھیک مانگ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ اسکارلی خاندان کا سرپرست ہے، سب کا باپ ہے...

تب ہی گولی اس کے کان میں اتر گئی اور وہ گر پڑا۔ وہ گرا... اور مر گیا۔

"کوڑے کو ٹھکانے لگا دو اسٹین۔" اسکارلی نے پانی کا گلاس اٹھا کر حکم دیا۔

"بہت بہتر جناب۔" اسٹین نے بریٹا ہولسٹر میں رکھتے ہوئے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔ "اب اس اجنبی نام والے کا مسئلہ ہے جناب۔ اس کی تلاش میں قدرے مشکل ہو گی کیونکہ ہم نے جولیو سے اس کا حلیہ بھی نہیں پوچھا۔ میرا خیال ہے کہ شہزاد نامی کوئی شخص ٹیلی فون ڈائریکٹری میں بھی نہیں ملے گا۔"

"میں جانتا ہوں۔" اسکارلی نے جواب دیا۔ "لیکن ہمارے پاس دوسرے راستے بھی ہیں۔ تم ان راستوں کا استعمال کرو اور ہاں، اگلی کھیپ کے لیے سب تیاریاں مکمل ہیں نا؟"

"جی ہاں! ہم... مگر۔" اسٹین ہکلا کر رہ گیا۔

"کوئی مسئلہ اسٹین؟"

"ہوا باز۔ لیری نوواک۔ اسی کو اس کھیپ کے لیے فلائنگ کرنی تھی۔ وہ جانتا ہے کہ ہم یہ کام کہاں کریں گے۔ وہ اسے بتا دے گا۔"

"یہ اور بھی اچھا ہو گا اسٹین۔" اسکارلی پہلی بار مسکرایا۔ "اور وہاں یقیناً اس مسٹر اسمارٹ سے ملاقات ہو گی... اس طرح ایک ہی مہم کے دوران دو کام ہو جائیں گے اسٹین۔"

"درست۔" اسٹین نے ٹونی فرروٹی کو اشارے سے بلا کر اشارے ہی سے لاش اٹھانے کا حکم دیتے ہوئے کہا۔ "صرف ایک اور مسئلہ ہے عظیم اسکارلی۔ ہمارے ساتھ کھیپ لانے کے لیے صرف تین افراد ہوں گے... اور وہ چھتیس افراد کو ٹھکانے لگا چکا ہے۔"

"سان ڈائیگو والے لڑکے آج رات ہی یہاں پہنچ جائیں گے اسٹین۔ تم فکر مت کرو۔ انہیں چالاکی سے استعمال کرنا۔"

⊛ ⊛

چیف ڈپٹی شیرف پال ہیرس پریس بریفنگ میں سارجنٹ کیلی پیٹرسن کے بیان کے بعد سوالوں کا بہت محتاط جواب دے رہا تھا لیکن اچانک ہی ایک رپورٹر نے وہ سوال کر ہی ڈالا جس کا اُسے خدشہ تھا۔ "کیا مافیا کے دو گروپوں کے درمیان مکمل جنگ شروع ہو چکی ہے پال؟"

"ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔" پال ہیرس نے ایک بار پھر محتاط رہنے کی کوشش کی۔

"تب پھر بارسٹو کے قریب مرنے والے چھتیس غنڈوں کی لاشیں کس خانے میں فٹ کرو گے؟"

یہ سوال بہت خطرناک تھا۔ پال ایک بار تو گھبرا گیا لیکن اس نے فوراً ہی سنبھالا لے لیا۔ "اچھا! یہ اطلاع ہمارے لیے نئی ہے۔ ویسے یہ واقعہ سان برنارڈینو کاؤنٹی میں پیش آیا ہے لہٰذا اس کا زیر بحث کیس سے کوئی تعلق نہیں۔"

"میری اطلاع کے مطابق یہ مرنے والے تمام لوگ اسکارلی کے آدمی تھے لہٰذا اس واقعے کا زیر بحث کیس سے تعلق ثابت ہو جاتا ہے۔ چارلی بھی اسی کا آدمی تھا نا؟" رپورٹر نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم سب کو یہ احساس ہو گا کہ مسٹر اسکارلی ایک باوقار بزنس مین ہیں۔" یہ کہتے ہوئے پال ہیرس کو خود سے کراہیت محسوس ہو رہی تھی۔ "جب تک ہمیں اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہ مل جائے اس وقت تک میں کسی افواہ پر ردعمل ظاہر نہیں کروں گا۔"

رپورٹر کھلکھلا کر ہنس پڑے۔

"اگر تمہاری دی ہوئی اطلاع درست ہے۔" پال ہیرس بھی زیر لب مسکرا رہا تھا۔ "تو پھر ہم اس پر محتاط اور سنجیدہ غور کریں گے اور جب تک تحقیق مکمل نہیں ہو جائے گی ہم پریس کو کچھ نہیں بتائیں گے اور..."

اس سے قبل کہ وہ کچھ اور کہتا، ایک سپاہی نے اسے ایک پرچا لا کر دیا۔ اس نے پرچا پڑھا اور مٹھی میں دبا لیا۔ "معذرت خواہ ہوں حضرات! ایک انتہائی اہم نوعیت کا کام درپیش ہے۔ بہت بہت شکریہ۔"

"کیا اس پیغام کا تعلق گینگ وار سے ہے چیف؟" ایک رپورٹر نے پیچھے سے آواز لگائی۔

دفتر میں پہنچ کر پال ہیرس نے کیلی پیٹرسن کو طلب کیا اور جب کیلی نے بھی وہ پیغام پڑھ لیا تو اس نے حیرت سے سیٹی بجانی شروع کر دی۔

"دونوں کیسوں کا باہمی تعلق ہے لیکن فاسفورس بم... ایسے بم تو صرف فوج استعمال کرتی ہے۔ میں تو یہ جاننا چاہتا ہوں کہ صرف ایک آدمی نے ان بموں کی مدد سے ۳۶ غنڈوں کو کس طرح ہلاک کر ڈالا اور وہ بھی اس طرح کہ اُسے خراش تک نہیں آئی۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی لمحے دو نوجوان کمرے میں داخل ہوئے۔ یہ جارج ہارٹ اور شان تھامپس تھے۔ شان تھامپس، کیلی کو آنکھ مار کر مسکرانے لگا۔

"آہا!" وہ ہنس کر بولا۔ "اگر میں یہاں صرف دس منٹ کھڑا بھی رہوں تو شاندار خبر نکل سکتی ہے۔" اس نے جارج ہارٹ سے کہا۔

"سنو!" پال ہیریس غرایا مگر کیلی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں پال! شان اپنا آدمی نہ سہی مگر قابل اعتماد ضرور ہے۔ جب تک ہم اوکے نہیں کریں گے یہ کوئی خبر اخبار کو نہیں دے گا۔ یہی اس سے ہمارا معاہدہ ہے۔ سناؤ جارج! کیا تم بھی اسی نتیجے پر پہنچے ہو جو ہم نے اخذ کیا ہے؟"

"تقریباً۔" شان نے فوراً جواب دیا۔ "لیکن اگر نتیجہ درست ہے تو پھر تمہاری یہ تھیوری دھڑام سے گر جائے گی کہ صرف ایک آدمی اس جھگڑے میں دوسرا فریق ہے۔"

جارج ہارٹ اثبات میں سر ہلانے لگا۔

"وہ کیسے؟" کیلی کو اپنی تھیوری پر سو فیصد یقین تھا۔

"ہمیں اس قتل عام کی پوری خبر سان برنانڈو سے مل چکی ہے کیلی۔" جارج نے جواب دیا۔ "مشین ایمن ایڈلر میں ٹائروں کے نشانات ملے ہیں لہٰذا یہ کہا جا سکتا ہے کہ سرخ کار اسی پراسرار شخص نے استعمال کی ہوگی۔۔۔ لیکن وہاں چار افراد کی لاشوں سے تیر بھی نکلے ہیں۔"

"تیر؟" دونوں پولیس والے اچھل پڑے۔

"ہاں!" شان نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک گاڑی کے ٹائر بھی تیروں سے پھاڑے گئے تھے جب کہ گولیاں سامنے سے چلی تھیں۔ لہٰذا یہ کہنا اب غلط ہوگا کہ وہاں صرف ایک آدمی تھا۔"

"باپ رے۔" کیلی پیٹرسن نے اپنے خالی پیٹ پر ہاتھ پھیر کر کہا۔ "پہلے فاسفورس بم۔۔۔ اور اب تیر۔ لیکن۔۔۔ وہاں تو دور دور تک ریڈ انڈین نہیں رہتے جارج؟"

"تیروں کا تعلق صرف ریڈ انڈینز سے ہی نہیں۔ دیکھو ہمارے اخبار کے ایک ماہر حرب کا کہنا ہے کہ ان تیروں کی ساخت ملی جلی ہے۔ ان کا اگلا حصہ ریڈ انڈین ہے تو پچھلا حصہ مشرق بعید کا۔ اس کا کہنا ہے کہ ایسے تیر ریڈ انڈین نے دو صدی قبل اس وقت استعمال کیے تھے جب ان پر مظالم کی انتہا ہو گئی تھی اور ان کی مدد کے لیے مشرق بعید سے کوئی بہادر آیا تھا۔"

پھر کمرے میں خاموشی چھا گئی لیکن شان زیادہ دیر چپ نہیں بیٹھ سکا۔

"سنو!" اس نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں ذرا کھل کر اور سیدھی بات کروں گا۔ میں یہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ کوئی بوڑھا ریڈ انڈین، فاسفورس بم استعمال کرنے والے کے ساتھ ہو۔ یہ بات ہضم نہیں ہوتی کیا تم لوگ یقین کر لو گے کہ یہ سب کچھ محض یونہی ہو رہا ہے۔ اس کی کوئی وجہ نہیں۔ اس قتل عام کا کوئی جواز ضرور ہوگا پولیس والو!" شان بہت سنجیدہ تھا۔

"ہاں! کوئی بات ضرور ہوگی۔ ذرا غور کرو۔۔۔ چارلی سے شروع کرو۔ حال ہی میں کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا تھا جس میں چارلی ملوث رہا ہو؟"

"ہاں!" کیلی پیٹرسن نے کہا۔ اس نے ایک فائل نکالی۔ "کچھ دنوں قبل چارلی نے ایک کار کو دو ٹرکوں سے روند ڈالا تھا۔ اس میں ایک سیاہ فام لڑکی روبی سوار تھی۔"

"لڑکی کا کیا ہوا؟"

"کچھ پتا نہیں چلا۔" کیلی پیٹرسن نے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟" جارج ہارٹ اچھل پڑا۔

"جلی ہوئی کار میں نہ تو لڑکی ملی اور نہ ہی آس پاس اس کی لاش!"

"اوہو!" شان نے سر پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کوئی اسے یا اس کی لاش کو کار سے نکال کر لے گیا تھا۔"

"لڑکی کا پس منظر؟"

"کچھ نہیں معلوم۔ صرف اتنا پتا ہے کہ وہ ایک سینی ٹوریم میں انتظامی معاون تھی۔ کار سے ملا ہوا ایک کارڈ یہی بتاتا ہے اور سینی ٹوریم والوں کا کہنا ہے کہ وہ حادثے والے دن ہی سے وہاں سے غائب ہے۔"

"کچھ بھی ہو کیلی۔" شان اٹھ کھڑا ہوا۔ "یقین کرو۔۔۔ آخر میں یہی لڑکی فساد کی جڑ نکلے گی۔ ممکن ہے چارلی کے آدمیوں نے اس کی لاش بھی غائب کر دی ہو اور کوئی اس کا انتقام لے رہا ہو۔"

وہ پھر چپ ہو گئے۔ سب اسی نکتے پر غور کر رہے تھے۔

اوشان مسلسل ٹائیگر کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ٹائیگر نے صبح کی ورزش آج نہیں کی تھی۔ پروفیسر ہاسکن انھیں دلچسپی سے دیکھے جا رہا تھا جب کہ ٹائیگر، اوشان اور ہاسکن کی مشترکہ ایجاد تیروں کی تیاری میں لگا ہوا تھا۔ اسے یہ ہتھیار باقی تمام ہتھیاروں سے زیادہ پسند آیا تھا۔ اس نے اس میں اپنے طور پر بھی تبدیلی کی تھی اور اس کے لیے پروفیسر کی لیبارٹری بہت کام آئی تھی۔

نصف گھنٹے بعد بہرحال کام کی بات شروع ہو سکی۔ اس وقت تک لیری بھی وہاں آ گیا تھا۔ اس دوران ٹائیگر ایک ہرن پر ڈارٹ گن سے نئی قسم کی ڈارٹ مار کر اسے گرتا ہوا دیکھ چکا تھا۔ اب نصف گھنٹے بعد وہ ہرن ہوش میں آ رہا تھا اور ٹائیگر کے چہرے پر خوشی کھیل رہی تھی۔ اس کا تجربہ کامیاب رہا تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ اب اگر کوئی بے گناہ راہ میں مزاحم ہوا تو اسے قتل کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی۔ ڈارٹ پر لگا ہوا غیر مہلک زہر دراصل اوشان ہی نے جڑی بوٹیوں سے کشید کیا تھا۔ ڈارٹ خود ہاسکن نے تیار کی تھیں۔ وہ تقریباً دو انچ لمبی تھیں۔

"میں چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کو ایک خوفناک حیرت سے دوچار کر دوں۔" ٹائیگر نے یہ جملہ ان تینوں کی طرف دیکھتے ہوئے ادا کیا تھا۔

اوشان نے اس کی جانب دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ اسی وقت اچانک ہی ٹیلی ویژن پر ایک [illegible] شروع ہو گیا تھا۔

"خدا تمھیں سلامت رکھے عظیم ہاسکن۔" اوشان نے مصنوعی بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"کیوں، کیا ہوا ماسٹر؟" ہاسکن نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"اس ویرانے میں تم نے ٹیلی ویژن کا انتظام کر کے واقعی مجھے خرید لیا ہے عظیم پردادا کے عظیم پڑپوتے۔"

ٹائیگر ہنس پڑا۔ لیری منہ کھولے حیرت سے دیکھتا رہ گیا۔ وہ جانتا تھا کہ ہاسکن کی اس کمیں گاہ میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ اگر ہے تو صرف کمپیوٹر اور۔۔۔ اور روبی کی۔

روبی کا خیال آتے ہی اس کا چہرہ ستا گیا۔ دل کی دھڑکنیں عجیب سی ہونے لگیں۔ اس نے گھبرا کر کئی لمبی سانسیں لیں اور تیسری ہی کوشش میں اس کی کیفیت معمول پر آ گئی۔

"خبریں سننا پسند کرو گے میرے بچے؟" اوشان نے اس کی کیفیت کا اندازہ اسی پل کر لیا۔ "شاید خبروں میں تمہارے کام کی کوئی بات ہو۔"

اوشان کو خبریں سننا سب سے زیادہ ناپسند تھا لیکن اس وقت ٹائیگر کی توجہ کسی دوسرے موضوع کی طرف کرنے کا اور کوئی طریقہ بھی نہ تھا۔

اور پھر لیری کو دوبارہ شدید حیرت اسی وقت ہوئی جب خبروں میں واقعی کام کی بات مل گئی۔

"ناظرین! گاڈ فادر کا دور گزر چکا ہے۔ لوگوں کی اکثریت بہرحال یہی کہتی ہے لیکن گزشتہ چند ہفتوں کے دوران لاس اینجلس میں بعض ایسے واقعات ہوئے ہیں جن کے باعث پوری قوم چوکنا ہو گئی ہے۔ تازہ ترین خبروں کے لیے راجر فلپس۔"

اسکرین پر ایک نوجوان کی تصویر ابھری۔ اس کے نیچے راجر فلپس ہی لکھا ہوا تھا۔

"اگرچہ بگز موران اور سینٹ ویلنٹائن ڈے کے قتل عام کی باتیں تاریخ کا حصہ ہیں اور لوگوں کو یقین ہے کہ ان کا اعادہ نہیں ہوگا لیکن ٹامی گنوں، بموں اور تشدد سے ہونے والی تازہ ترین وارداتیں جنوبی کیلی فورنیا میں واپس آ گئی ہیں اور یہ وارداتیں اس پولیس بلڈنگ کے دائرہ کار میں آنے والے دو سو میل کے علاقے میں ہو رہی ہیں جس کی سیڑھیوں پر اس وقت میں کھڑا ہوں۔ اب تک ۳۸ افراد ہلاک ہو چکے ہیں اور ان میں سے بعض کی موت انتہائی خوفناک ثابت ہوئی ہے۔" یہ کہتے ہوئے اس نے نیلے انڈے جیسی کوئی چیز دکھائی۔ "۲۵ افراد اس خوفناک بم سے ہلاک ہوئے جسے بالعموم سفید فاسفورس کہا جاتا ہے اور جو صرف فوج کے زیر استعمال ہوتا ہے جب کہ دوسرے افراد گولیوں اور تیروں سے مارے گئے۔ اگرچہ مرنے والوں کی شہرت بھی اچھی نہیں ہے تاہم منظم جرائم پیشہ گروہ یعنی مافیا سے تاحال ان کا تعلق ثابت نہیں ہو سکا ہے۔ ابھی تک اس بارے میں ڈسٹرکٹ اٹارنی اور نہ ہی شیرف ڈیپارٹمنٹ نے کوئی رپورٹ جاری کی ہے۔ یہ بھی علم نہیں کہ قتل عام کے ذمہ دار کون لوگ ہیں۔ سب سے بڑی موت مافیا کے ایک جانے پہچانے بڑے نام چارلی دی ہارس کی تھی۔ اس قتل کے بعد یہ قیاس آرائی ہونے لگی کہ یہ گروہی لڑائی ہے۔ اس صورت حال کی روشنی میں وفاق سے اعانت طلب کرنے پر بڑی سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے۔ راجر فلپس، کالکس ٹی وی لاس اینجلس۔"

پھر دوسرا اناؤنسر نمودار ہوا۔ اس کا چہرہ سنجیدہ تھا۔

"لاس اینجلس میں ہونے والے دھماکے دارالحکومت میں بھی سنے گئے ہیں اور یہاں ہم آپ کو ویڈیو ٹیپ کے ذریعے جرائم و تشدد پر سینیٹ کی مستقل سب کمیٹی کے چیئرمین سینیٹر مارٹن کا بیان سنوا رہے ہیں۔"

پھر اچانک ہی نیویارک نیٹ ورک سے واشنگٹن ڈی سی کی نئی سینیٹ بلڈنگ کی سیڑھیاں نظر آئیں جن پر ایک نفیس و متین

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آدمی کھڑا ہوا تھا، یہی سینیٹر مارٹن تھا۔ اس کے چہرے پر تشویش کے سائے تھے اور لہجہ بہت تشکیک تھا۔

"میرے بھائیو!" اس کی آواز بہت نرم تھی۔ لوگ کہتے تھے کہ اس آواز اور لہجے کا مالک، ملک کا آئندہ صدر ہوگا۔ "میری کمیٹی کو لاس اینجلز کے واقعات کی سنگینی کا بخوبی احساس ہے۔" سینیٹر نے کیمرے کی طرف منہ کر کے کہا۔ "ہمیں خدشہ ہے کہ جنوبی کیلی فورنیا کا یہ علاقہ گروہی جنگ کی لپیٹ میں نہ آجائے۔ لہٰذا ہم نے حالات کی سنگینی کا قطعی اندازہ لگانے کے لیے تفتیش کرنے والوں کو وہاں بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ٹیم یہ اندازہ بھی لگائے گی کہ وہاں وفاقی قوانین کی خلاف ورزی ہوتی ہے یا نہیں۔ اگر ایسی کوئی بات نظر آئی تو پھر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری کمیٹی آپ کی سڑکوں پر قیام امن کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گی۔ مجرموں کے نزدیک دوسروں کے حقوق کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی لیکن ہم ان حقوق کے ضامن ہیں۔ یہ کمیٹی امن کی بحالی اور تشدد کے خاتمے کی کوششوں میں مقامی انتظامیہ کی ہر ممکن حوصلہ افزائی کرے گی۔"

اسی کے ساتھ اسکرین پر زمین یا سی پی کا نقشہ نمودار ہوا اور پھر نیوز کاسٹر کی آواز سنائی دی۔ "سینیٹر مارٹن نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ اس صورت حال پر ذاتی توجہ دیں گے۔"

اوشان نے منہ بناتے ہوئے ریموٹ کنٹرول سے ٹی وی بند کر دیا۔ اس کے چہرے پر اچانک ہی عجیب سے تاثرات ابھرنے لگے۔ اس نے ٹائیگر کو ایسی نظروں سے دیکھا جس میں فخر کا انداز شامل تھا اور پھر مسکرانے لگا۔

"جاؤ آج کی ورزش معاف کی۔" اس نے اس طرح کہا جیسے کوئی شہنشاہ سرِ دربار کسی درباری کو خلعت فاخرہ عطا کر رہا ہو۔

صحرا میں تاریکی کسی سیاہ لبادے کی طرح ہی اتری تھی اور اس کے فوراً بعد اس سیاہ چادر کے اوپر... آسمان میں ننھے ننھے روشن تارے جھلملانے لگے تھے۔ یہ منظر لاس اینجلز کے شہروں میں چراغاں کے مناظر سے کہیں زیادہ لطیف اور سکون بخش تھا اور یہی وجہ تھی کہ لیری اور ٹائیگر کمین گاہ کے باہر کھڑے ہوئے اس منظر میں کھوئے ہوئے تھے۔

اچانک ہی لیری نوواک نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔ "سنو شہزاد، تم ان پر قیامت بن کر ٹوٹے ہو... کیا یہ کسی قسم کی انتقامی کارروائی ہے؟ میرا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو؟"

"میں..." ٹائیگر کے چہرے پر افسردہ سی مسکراہٹ ابھری۔ اس نے خنک اور صاف ہوا میں ایک طویل سانس لی اور پھر بولا۔ "ہاں۔ پہلے پہل یہ انتقامی کارروائی ہی تھی میری۔" اس نے ایک اور طویل سانس لی اور جب نادر جکی تو اس کی نظروں کے سامنے روبی کا چہرہ تھا۔ "خالصتاً انتقامی کارروائی لیکن پھر میں نے اس کا مشن پورا کرنے کا عزم بھی کر لیا جس کا میں انتقام لے رہا تھا۔"

"کوئی لڑکی تھی؟"

"ہاں!" ٹائیگر نے جواب دیا۔

"یہ زخم مجھے بھی لگ چکا ہے دوست۔" لیری نے ملول لہجے میں کہا۔ "اس کا نام نوکومو ری ایکو تھا۔ ریڈ انڈین اور میری بیوی تھی۔ زچگی کے دوران ہلاک ہو گئی۔"

"مگر وہ میری بیوی نہیں تھی۔" ٹائیگر، لیری کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "ہم دونوں کے درمیان کبھی رومانٹک جملوں کا تبادلہ بھی نہیں ہوا۔ وہ شاید چارلی ڈی ہارس کے دھندے سے باخبر ہو گئی تھی لہٰذا اسے..."

"کم ذات، خبیث چارلی۔" لیری کی آواز غصے کی وجہ سے کانپ رہی تھی۔ اس نے مزید اور کچھ نہیں پوچھا۔

"چلو... اندر چلو لیری۔" ٹائیگر نے کہا۔ "ہمیں اگلے آپریشن کی تیاریاں کرنی ہیں۔"

⁂

گرمی بہت تھی۔ گھپ اندھیرا تھا۔ ابھی تک چاند بھی نقاب سے باہر نہیں نکلا تھا۔ ان حالات میں چوچو لوگوانی نے اپنے آدمی سٹی آف کامرس کے چار بلاکوں کے اطراف لگا دیے تھے۔ اب ان کے پاس انتظار کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس کے آدمی اس جگہ کے قریب بھی نہیں جا سکتے تھے جہاں اسٹین ڈی مین اور اس کے دو ساتھی گاڑی میں بیٹھے ہوئے تھے۔

چوچو مضطرب تھا۔ اس نے اسٹین کو واکی ٹاکی پر اطلاع دے دی تھی کہ ہر آدمی نے پوزیشن سنبھال لی ہے۔ وہ سان ڈائیگو سے آئے تھے۔ اسٹین سے اب تک رابطہ ٹیلی فون اور واکی ٹاکی پر ہی تھا اور خود اسٹین ان کی پوزیشنیں دیکھنے کے لیے ایک بار بھی اس طرف نہیں آیا تھا۔ چوچو کو ایسے حالات کار پسند نہ تھے لیکن معاوضہ اتنا تھا کہ ان حالات پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

اس نے کار کی نشست پر بیٹھ کر ایک سیاہ اطالوی سگار سلگا لیا۔

وہ ابھی یہی سوچ رہا تھا کہ اس نوعیت کی ملاقات [illegible]

وقت اور توانائی ضائع کرنے کے مترادف ہیں۔ اسے یقین تھا کہ شاہ زاد یا شہزاد نامی شخص کوئی سپرمین نہیں اور نہ ہی وہ بوڑھا کوئی مافوق الفطرت شخص ہے جس کا ذکر اسکارلی نے جولیو سے سنا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ان دونوں کو وہ تنہا سنبھال سکتا ہے لہٰذا لوگوں کو جمع کرنے کا فیصلہ جس کسی نے بھی کیا تھا وہ چوچو کے نزدیک احمق تھا تاہم چوچو اپنے اس خیال کا اظہار باآوازِ بلند نہیں کر سکتا تھا کیونکہ یہ فیصلہ اسکارلی کا تھا۔

ٹونی فرونی، اسٹین کی کالی کیڈلاک کی اگلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ دونوں کی نظریں پارکنگ میں آنے والے دو مختلف راستوں پر تھیں۔ اسٹین عقبی سیٹ پر پشت گاہ سے ٹیک لگائے ہوئے آرام کر رہا تھا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔ چوچو لوگوانی کی یہ رپورٹ اسے مل چکی تھی کہ اس کے آدمیوں نے مقررہ مقام کے چاروں طرف پوزیشن سنبھال لی ہے۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ تمام انتظامات پندرہ منٹ قبل ہی مکمل کر لیے گئے تھے۔ اسے یقین تھا کہ اس مرتبہ شہزاد کو پکڑنے میں کوئی دشواری نہیں ہوگی۔

چوچو لوگوانی نے ہیلی کاپٹر کے پنکھوں کی ہلکی سی آواز... سنی اور پھر پرندہ ایک تاریک مقام پر اتر گیا۔ اس کی روشنیاں سکیورٹی کے مطلوبہ اقدامات کے منافی تھیں۔ چوچو کو آس پاس کوئی اور گاڑی نظر نہیں آئی۔ وہ مطمئن انداز میں سر ہلانے لگا۔ اب اسے یقین تھا کہ شہزاد یہاں کا رخ نہیں کرے گا۔ ہیلی کاپٹر کے پنکھے رکے اور پھر اچانک ہی اس طرح چکا چوند ہو گئی، جیسے ہائیڈروجن بم پھوٹ گیا ہو۔

"کیا مصیبت ہے؟" چوچو گھبرا گیا۔ "یہ یہاں والے کتنے غیر محتاط ہیں؟"

ہیلی کاپٹر دوبارہ پرواز کے لیے اٹھ گیا۔

'اتنی جلدی...!' چوچو لوگوانی نے سوچا لیکن پھر ہیلی کاپٹر واپس آیا اور گودام کے عقب میں قدرے نیچے ہو گیا۔ اب روشنی مدھم ہونے لگی تھی اور ہیلی کاپٹر دوسری مرتبہ واپس جا رہا تھا۔ چوچو کو تجسس سا محسوس ہونے لگا تاہم اس نے باس مین سے ہدایت اور حکم ملے بغیر کوئی قدم نہ اٹھانے کا فیصلہ کیا ...اور اس کا یہی فیصلہ اس کی زندگی کا ضامن بن گیا۔

▣

مافیا کے ہیلی کاپٹر کے اترتے ہی ٹائیگر نے گودام کی چھت پر بنے ہوئے شیڈ سے سر باہر نکالا۔ لیری اسے سرِ شام ہی جال بچھ گیا تھا۔ ٹائیگر نے [illegible] کے

بٹن دبا دی۔ یہ چکا چوند پیدا کرنے کے لیے استعمال ہونے والی لائٹ گن تھی۔ اس نے تیزی سے دوسرا گولا گن میں لگایا اور اسے بھی فائر کر دیا۔ وہ خاص طور سے بنے ہوئے اسموک فلٹر گوگلز پہنے ہوئے تھا۔

اس روشنی میں اسٹین اپنے دو آدمیوں سمیت حیرت زدہ کھڑا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک تائیوانی بھی نظر آ رہا تھا۔ اسٹین کو خوف بھی محسوس ہوا لیکن تائیوانی پل بھر میں صورت حال کو اچھی طرح سمجھ گیا۔ اس نے ہیروئن سے بھرا ہوا تھیلا اسٹین کی طرف پھینکا۔ اسی لمحے اسٹین کو ٹوپ کی آواز سنائی دی اور پھر روشنی کا طوفان آ گیا۔

"کیا مصیبت ہے؟" اسٹین گھبرا گیا۔ اس نے آنکھوں کو چکا چوند سے بچانے کے لیے لاشعوری طور پر ہاتھ آنکھوں کے سامنے کر لیا۔ پھر اس کے دوسرے ہاتھ کو جس میں بریف کیس تھا جھٹکا سا لگا اور اس نے دیکھے بغیر اندازہ لگا لیا کہ تائیوانی نے اس کے ہاتھ سے بریف کیس جھپٹ لیا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس نے تائیوانی کی ہلکی سی چیخ سنی۔

ٹائیگر نے اعشاریہ ۲۲ والی اسٹینڈرڈ کے استعمال میں ذرا بھی تساہل نہ برتا۔ گولی چلی اور فرار ہونے والے تائیوانی کے بائیں ہاتھ میں، ہم گردن سمیت پیوست ہو گئی۔ اس کے ہاتھ سے بریف کیس نکلا اور دور جا گرا۔ گولی کا دھماکا کسی کو سنائی نہ دیا کیونکہ سائیلنسر استعمال کیا جا رہا تھا۔ تائیوانی نے بھاگتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی طرف چھلانگ لگائی اور اسی لمحے دوسری گولی بائیں کولہے میں پیوست ہو گئی اور اس کے بعد ہیلی کاپٹر پرواز کر گیا۔

اسٹین نے اپنے اس ہاتھ سے جس میں پہلے بریف کیس تھا، گن نکالی۔ وہ دوسرے ہاتھ کا چھجہ بنائے دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

اب تینوں مافیا مین حیرت کے سحر سے نکل آئے تھے اور تب ہی اس نے ٹونی کو گرتے ہوئے دیکھا۔

"بھائی... میرا بھائی۔" فرونی روتے ہوئے چلانے لگا اور اپنے باس کو چھوڑ کر ٹونی پر جھک گیا۔

"فرونی... پکڑلو... اس خبیث کو پکڑلو... یہ رونے کا وقت نہیں۔" اسٹین نے چلا کر کہا۔ "اس سے قبل کہ... وہ حملہ آور کی سمت کا اندازہ کرتے فرونی منہ کے بل گرا۔ اسٹین نے اپنی کیڈلاک کی طرف دوڑ لگا دی۔ وہ مدد طلب کرنے کے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسلم راہی ایم اے کے ولولہ انگیز تاریخی ناول

اندھیروں کے سارباں	۲۰۰/-	سنہری غول	۱۵۰/-
تاریک رزم گاہ	۲۵۰/-	صلیب و حرم	۱۵۰/-
صقلیہ کا مجاہد	۱۵۰/-	نیشاپور کا شاہین	۱۵۰/-
عتاب	۱۵۰/-	بابل کا بت شکن	۱۵۰/-
صحرا کی آگ	۱۵۰/-	طلسم کدہ	۱۷۵/-
قتیبہ بن مسلم	۱۵۰/-	آتش فشاں	۱۵۰/-
موت کے مسافر	۱۷۵/-	آخری حصار	۲۰۰/-
یثرب کا ابلیس	۱۵۰/-	بنت نیل	۱۵۰/-

مکتبہ القریش اردو بازار لاہور

علاوہ کار کی پناہ میں بھی جانا چاہتا تھا لیکن ٹائیگر نے اُس کے سینے کو نشانہ بنایا اور اسٹین اچھل کر رہ گیا۔

ٹائیگر نے ایک مرتبہ پھر فرودی کی طرف توجہ دی جو اپنے مُردہ بھائی پر جھکا ہوا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ فرودی کیا کر رہا ہے؟ لہٰذا اُس نے فرودی کے سر کا نشانہ لے کر اُسے بھائی کی موت کے غم سے بے نیاز کر دیا۔

اُس کو علم تھا کہ ان میں کوئی بھی رحم کا مستحق نہیں۔

اُس نے مائی اسٹینڈرڈ ہولسٹر میں ڈالا اور گودام کی چھت سے کود گیا۔ اُس کے دونوں ہاتھ بلند تھے۔ پیر ملے ہوئے تھے اور وہ کسی ماہر تیراک کی طرح چھلانگ لگا رہا تھا۔ پھر وہ پیروں کے بل اس طرح زمین پر پہنچا جیسے اُس نے پیراشوٹ استعمال کیا ہو۔ نیچے پہنچتے ہی ٹائیگر نے مائی اسٹینڈرڈ میں میگزین لگایا اور اسٹین کی طرف بڑھ گیا، جو کار کے قریب ساکت پڑا ہوا تھا۔ اُس کے دماغ میں تاریکی اُتر رہی تھی... اندھیرا... اور گہرا اندھیرا چھا رہا تھا۔ روشنی کے گولوں کے باوجود ہر طرف تاریکی تھی۔ وہ اس تاریکی سے نجات پانے کے لیے سر جھٹک رہا تھا۔ اور تب ہی اُس نے ایک نوجوان کو دیکھا۔ وہ سیاہ پتلون اور ٹائی نیک میں تھا۔ وہ کسی خواب کی طرح نظروں کے سامنے آ گیا تھا۔

اسٹین نے لاشعوری طور پر ہاتھ اُٹھا کر اُسے اپنے قریب آنے سے روکنے کی کوشش کی۔

آنے والے نے جھک کر ہیروئن کا تھیلا اُٹھایا۔

اسٹین نیم بے ہوشی کے عالم میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ پھر اُسے اچانک ہی ہیلی کاپٹر کی پھڑپھڑاہٹ سُنائی دی۔

"کیا ٹانیوانی واپس آ رہا ہے؟" اُس نے سوچا... لیکن یہ لیری کا ہیلی کاپٹر تھا۔ ٹائیگر نے لیری کو دیکھ کر ہاتھ ہلایا... تو ہیلی کاپٹر نیچے اُتر آیا۔

اسٹین نے ہیروئن کا تھیلا اور رقم کا بریف کیس... ہیلی کاپٹر میں جاتے ہوئے دیکھا۔

وہ سوچنے لگا کہ شاید یہ مجھے بھی لاش سمجھ چکے ہیں۔ وہ

مطمئن ہو گیا، مگر اُس کا یہ اطمینان بُلبلہ ثابت ہُوا... کیونکہ بریف کیس اور تھیلا ہیلی کاپٹر میں ڈالنے کے بعد وہی نوجوان اب اُس کی طرف آ رہا تھا۔ اُس کے قدم آہستہ آہستہ اُٹھ رہے تھے۔ وہ اسٹین کے قریب آیا۔ اُس کا ایک پیر اُٹھا۔ وہ فل بوٹ پہنے ہوئے تھا۔ اسٹین کو جوتے کا تلا بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ اُس نے دونوں ہاتھوں سے اس جوتے کو نیچے آنے سے روکنا چاہا، مگر ناکام رہا۔ جوتا اُس کی گردن پر آ کر جم گیا۔

"شاندار..." ٹائیگر ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر گوگلز اُتارتے ہوئے بولا۔ "سب کچھ ہو گیا لیری! اب میں اسکارلی کو ذرا زیادہ قریب سے دیکھنا چاہوں گا۔ کیا خیال ہے؟"

"میں تم سے پوری طرح متفق ہوں میرے آقا۔" لیری نے منہ بنا کر کہا۔

●

چُوچُو لوگوانی بہت خوش تھا کیونکہ اُسے اسکارلی کی طرف سے زبانی طور پر ملاقات کے لیے طلب کیا گیا تھا۔ وہ اسٹین سے نفرت کرنے لگا تھا کیونکہ ابھی تک اُس نے چُوچُو اور اُس کے آدمیوں سے بالمشافہ ملاقات بھی کرنا گوارا نہ کیا تھا۔ تاہم اب صورتِ حال مختلف تھی۔ اسکارلی خود اس سے ملنا چاہتا تھا۔

چُوچُو جب وہاں سے ویسٹ ہاربر کی طرف روانہ ہُوا تو ابھی تاریکی تھی۔ حالات قابو میں تھے۔ اُسے یقین تھا کہ اسٹین نے ہیروئن لے کر رقم دے دی ہوگی۔ اب اُسے اسکارلی کو رپورٹ پیش کرنی تھی کہ رات کو اُس کے آدمی کہاں کہاں تعینات کیے گئے تھے۔ وہ اسکارلی سے اسٹین کی شکایت کرنے کا بھی تہیہ کر چکا تھا۔ چُوچُو لوگوانی بہت خوش تھا۔ اتنا خوش کہ وہ اس چھوٹی سی جیپ کو بھی نہ دیکھ سکا، جو مسلسل اُس کا تعاقب کر رہی تھی۔

چُوچُو کی اسپورٹس کار ویسٹ ووڈ ڈرائیو نامی تنگ سڑک پر پہنچی اور یہاں چُوچُو کو جلد ہی اندازہ ہو گیا کہ جیپ اس کو ٹکر مارنا چاہتی ہے۔ بات ہی کچھ ایسی تھی۔ جیپ اس کی اسپورٹس کے بالکل پیچھے اور تقریباً مڈگارڈ سے چپکی ہوئی چل رہی تھی۔

"کم ذات!" چُوچُو نے موٹی سی گالی دی۔ اسی لمحے ایک زوردار دھماکے سے اُس کی کار زمین سے ٹکرا گئی، جو سامنے سے آ رہی تھی... [illegible]

شیطانی ہے۔ لہٰذا اُس نے بھی گاڑی روکی اور اُسے سبق سکھانے کے لیے آ گیا۔

اُس نے جونہی جیپ میں جھانکا، اُسے ایسا لگا جیسے کسی نے اُس کے حلق پر چھری پھیر دی ہو۔ ایک نوجوان نے اُس کی گردن پر ہاتھ رکھ کر اُسے بوری کی طرح اندر گھسیٹ لیا تھا۔ پھر یہ بوری دوبارہ سڑک پر گر گئی۔ اس میں بے حس و حرکت تھی اور جیپ آگے بڑھ گئی۔

زرد مزدا میں اوشان بیٹھا ہُوا مسکرا رہا تھا۔ لیری بھی خوش تھا۔

"کمال ہے ماسٹر!" اُس نے اوشان سے کہا۔ "تمہارا بیٹا کمال کا آدمی ہے۔ کیا یہ ہٹا کٹا زندہ ہوگا؟"

"نہیں..." اوشان نے دھیرے سے کہا۔ "اُس کی گردن کی تمام ہڈیاں کسی ٹوٹے ہوئے شیشے کی طرح ہوں گی میرے بیٹے..."

◆

ٹائیگر چُوچُو کی گاڑی میں تیزی سے اسکارلی کے اُس محل کی طرف جا رہا تھا، جس کی نشاندہی پچھلی شب لیری نے ہیلی کاپٹر سے کی تھی۔ وہ چوڑی شاہراہ سے ایک تنگ سڑک پر مڑا اور اُس وقت تک گاڑی تیزی سے دوڑاتا رہا، جب تک اُسے یقین نہیں ہو گیا کہ اب ویسٹ ووڈ کے علاقے سے کوئی اُسے نہیں دیکھ سکتا۔ پھر اُس نے گاڑی روکی اور چُوچُو کی ڈکی سے اُس کا سامان نکال کر دریا میں پھینکنے لگا۔

پھر اُسے ایک چھوٹا سا پرس نظر آیا۔ اُس میں ایک پرائیویٹ ٹکٹ تھا، جس پر چُوچُو کی شناخت درج تھی۔ "ممبر انٹیلی سیکیورٹی سروس سان ڈائیگو۔"

اسی نام پر ڈرائیونگ لائسنس بھی تھا۔ اُس نے اعشاریہ ۲۲ ہولسٹر میں اور کوٹ کو اندر پتلون کی بیلٹ میں جیکٹ کے نیچے اُڑس لیا۔ چُوچُو کے شناختی کارڈ اور جیب سے نکلا ہوا ایک کرنسی نوٹ ساتھ لے کر وہ ایک بار پھر روانہ ہو گیا۔ اُس کا رُخ ویسٹ ووڈ کی طرف تھا۔ اُسے اچھی طرح علم تھا کہ اسکارلی چُوچُو کو مقررہ وقت پر شرفِ باریابی بخشنا چاہتا ہے۔

پھر جلد ہی وہ عظیم الشان قلعہ نما محل سامنے آ گیا اور تب ہی ٹائیگر کو احساس ہوا کہ حرام کی کمائی کیسے کیسے کرشمے دکھا سکتی ہے۔ یہ محل حیثیت، دولت اور قوت کی عکاسی کر رہا تھا۔ سیکیورٹی کے انتظامات وائٹ ہاؤس کی ٹکر کے تھے اور کوئی بھی اناڑی یا نیم پختہ پیشہ ور شخص ان انتظامات کو ناکام نہیں بنا سکتا تھا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑے پھاٹک پر پہنچ کر ٹائیگر نے گاڑی روکی اور انجن بند کر دیا۔

"تم کون ہو؟" ایک خوفناک گارڈ نے پوچھا۔

"مجھے چوچو گوانی" ٹائیگر نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "اسکارلی مجھ سے ملنا چاہتے ہیں میں اُنھی کے حکم پر حاضر ہُوا ہُوں بڑے بھائی۔"

"شناخت کراؤ۔"

"یہ لو۔" ٹائیگر نے پرس کھول کر چوچو کا سروس کارڈ اُسے دکھاتے ہُوئے کہا۔

"اور کچھ...؟" گارڈ اس کارڈ سے زیادہ متاثر نہیں ہُوا تھا۔

"تم حد سے بڑھ رہے ہو۔" ٹائیگر نے مصنوعی غصے کا مظاہرہ کیا۔

"یہ غصہ تشدد میں بھی بدل سکتا ہے۔" گارڈ غرا کر بولا۔

"تو پھر یہ لو۔" ٹائیگر نے چوچو کے کرنسی نوٹوں کا ایک بنڈل گارڈ کے چہرے کے سامنے لہرایا۔ اس طرح جیسے اُسے لالچ دے رہا ہو۔

گارڈ اچانک ہی کسی پالتو کتے کی طرح مسکین نظر آنے لگا۔

"یس مسٹر گوانی۔" وہ اٹینشن پوزیشن میں کھڑا ہو گیا۔ "از راہ کرم اس طرف تشریف لایئے جناب عالی۔"

وہ پالوسکی تھا۔ وہ برسوں سے اسکارلی کی ملازمت میں تھا۔ اُسے کچھ دیر قبل ہی اطلاع مل چکی تھی کہ ایک کرپو چیف آ رہا ہے اور یہ کہ اُس کے پاس مخصوص نشان ہوگا۔ پالوسکی کو علم تھا کہ پانچ ڈالر کا نوٹ دکھانے والا کرپو چیف ہوتا ہے مگر یہ شخص تو دس ڈالر کا نوٹ دکھا رہا تھا اس کا مطلب یہ تھا کہ یہ سینئر کرپو چیف ہے اور اس کا آپریشنل ایریا دس علاقوں پر مشتمل ہے۔

ظاہر ہے کہ وہ بہت زیادہ مرعوب ہو گیا تھا۔

اور ٹائیگر بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اس قلعے کے دروازے کتنی آسانی سے کھل گئے۔

وہ پالوسکی کے ساتھ ایک لمبے ہال میں داخل ہُوا... جو بہت اچھی طرح سجا ہُوا اور روشن تھا۔

ٹائیگر سوچ رہا تھا کہ اُسے اس سُنہری موقعے سے مکمل اور بھرپور فائدہ اُٹھانا چاہیے۔

اُسے مختلف بھول بھلیوں سے گزار کر پالوسکی نے سر خم کیا۔ ایک اور راستے کی طرف اشارہ کیا اور واپس چلا گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ٹائیگر کو اب بغیر کسی رہنمائی کے آگے جانا

لالہ رخ

قمر اجنالوی قیمت:=/200

ہے۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہُوا ایک لابی میں داخل ہُوا... یہاں ایک کمرے پر مسلح گارڈ موجود تھا۔

"تشریف لایئے جناب۔" گارڈ نے ایک قدم آگے بڑھ کر اُس کا خیر مقدم کیا اور اُس کی جیب تھپ تھپانے لگا۔

"یہ زیادتی ہے بھئی۔" ٹائیگر نے شکوہ کیا۔

"میں معذرت خواہ ہُوں جناب۔" گارڈ واقعی شرمندہ تھا۔ "مگر یہ یہاں کا معمول ہے۔ کیا آپ ہمیشہ دو ہتھیار ساتھ رکھتے ہیں جناب عالی؟"

"ہاں... کیا تمھارے حوالے کر دوں؟"

"نہیں جناب!" گارڈ گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ "ہم صرف یہ معلوم کرنے کے پابند ہیں کہ کس کے پاس کتنے ہتھیار ہیں۔" یہ کہہ کر اُس نے دروازے پر دستک دی اور پھر ایک طرف ہٹ گیا۔ "آپ اندر تشریف لے جا سکتے ہیں جناب۔"

وہ ایک اسٹڈی میں داخل ہُوا۔

اسکارلی اپنی شاندار ڈیسک کے پیچھے بیٹھا ہُوا تھا۔ اُس نے اسٹڈی میں داخل ہونے والے اجنبی کو بغور دیکھا۔ گلاس سے ٹھنڈے پانی کا ایک گھونٹ لیا اور فوراً ہی سلامی کے جیب سے متاثر ہو گیا۔ اُس نے اپنے اس آدمی کا ذکر تو سنا تھا مگر اس سے کبھی ملاقات نہیں کی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی اسکارلی کے ذہن میں صرف یہی بات آئی کہ یہ پیدائشی فائٹر ہے۔ وہ سوچنے لگا کہ لاس اینجلز کی تنظیم اس جیسا آدمی کیوں تیار نہیں کر سکی؟

"گوانی...؟" اُس نے گلاس رکھ کر پوچھا۔

"یس سر!" ٹائیگر ایک خاص مقصد کے تحت اپنے اس کردار کو جاری رکھنا چاہتا تھا۔ "آپ سے شرف ملاقات میرے لیے اعلیٰ ترین اعزاز ہے۔ ڈان انجیلو آپ کا بے حد احترام رکھتا ہے اور اس کی طرح ہم سب بھی......"

"شاندار۔" اسکارلی نے گلاس پھر اُٹھا لیا۔ ایک اور گھونٹ لے کر حلق تر کیا۔ "مجھے یقین ہے کہ انجیلو اور اُس کا خاندان خوش و خرم اور خوشحال ہوگا۔"

"جی ہاں جناب عالی!"

"بیٹھو... اب ہم کاروباری باتیں کریں گے۔" اسکارلی نے گلاس ایک طرف کرتے کہا۔ ٹائیگر نے اُس کے بالمقابل پڑی ہُوئی کرسی سنبھال لی۔ ٹائیگر کو صرف یہی علم تھا کہ انجیلو سان ڈاٹیگو کا ڈان ہے۔ لہٰذا اُس نے اسی واجبی سے علم کو استعمال بھی کر لیا تھا اور اب اُس کے پاس کہنے کو کچھ نہ تھا۔ لہٰذا خاموش رہا۔ اس خاموشی کو اسکارلی احترام سمجھ رہا تھا۔

"ہاں اب بتاؤ وہاں کیا ہُوا؟" اسکارلی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "میں نے اپنے بہترین آدمی اس علاقے کو کور کرنے کے لیے بھیجے تھے۔ تم جیسے بہترین فائٹر بھی وہاں موجود تھے۔ وہاں کیا ہُوا گوانی؟" اسکارلی نے دونوں ہاتھ اس طرح پھیلا کر کہا جیسے بے بسی کا اظہار کر رہا ہو۔

"مسٹر اسٹین نے ہمیں اپنے سے کم از کم دو بلاک دور رکھا تھا جناب!" ٹائیگر نے اُسے بتایا۔ "وہ اپنے دو ساتھیوں کے ہمراہ اُس مقام پر چلے گئے، جہاں ملاقات ہونی تھی۔ اس طرح ہمیں نہ صرف اندھیرے میں رکھا گیا بلکہ ہمیں یہ اجازت بھی نہیں دی گئی کہ از خود کوئی فیصلہ کر سکیں۔ لہٰذا جب ہم نے گولیاں چلنے کی آوازیں سنیں تو ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہیں تھا۔"

"درست۔" اسکارلی نے کہا۔ یہ تقریباً وہی کہانی تھی جو دیگر ذرائع سے اُس تک پہنچی تھی۔ "وہ ابھی تک یہ نہیں بتا سکا ہے کہ اُس نے یہ غلط حکمت عملی کیوں اختیار کی تھی؟"

اسکارلی کے اس ایک جملے سے واضح ہو گیا کہ اسٹین زندہ ہے اور ٹائیگر کو اس بات پر شدید حیرت ہوئی کہ اُس کے جوتے کا دباؤ کیسے اکارت گیا؟

"میرے لڑکے اب بھی یہاں موجود ہیں جناب!" ٹائیگر نے فوراً کہا۔ "اب آپ ہمیں کیا خدمت سونپنا چاہتے ہیں؟"

اسکارلی ایک لمحے تک سوچتا رہا۔ "ہمیں ہر قیمت پر اُس شخص کو تلاش کرنا ہے جس نے یہ ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ جب تک وہ آزاد رہے گا، کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ کیا کچھ کرتا ہے۔ مجھے تمھاری یہاں ضرورت ہے۔ کچھ اور لڑکے بلاؤ اور اس کام میں مصروف ہو جاؤ۔ تمھیں یقیناً علم ہوگا کہ ہم کل رات بڑی کھیپ سے محروم ہو گئے ہیں۔ ساتھ ہی رقم بھی ہاتھ سے گئی۔ ہم یہ سب کچھ واپس حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میری یہ خواہش ہے کہ [illegible] بہت سی باتیں اُگلوا سکیں۔"

"جو حکم۔" ٹائیگر نے خاص لہجے میں کہا۔ "آپ ہم پر مکمل بھروسا کر سکتے ہیں ڈان اسکارلی۔"

"گڈ لوائے۔" اسکارلی کا چہرہ خوشی سے سُرخ ہو گیا۔ اُس نے گلاس اُٹھا کر ایک گھونٹ لیا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہم ایک ساتھ کام کر سکیں گے۔ تم نے کچھ کھایا؟"

"نہیں جناب! آپ کا حکم ملتے ہی میں سیدھا اِدھر ہی چلا آیا تھا۔"

"تب پھر ہال کافی کچن میں چلے جاؤ۔" اسکارلی نے مسکرا کر کہا۔ "وہاں کک سے کہنا کہ ناشتا کرنا ہے۔ ہاؤس منیجر بھی وہیں ہے۔ تم دونوں ایک دوسرے سے اچھی طرح متعارف ہو جاؤ تو بہتر ہے۔ آگے چل کر تم دونوں کا باہمی تعاون اُس خبیث لڑکے کے خلاف مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔"

"یس سر۔" ٹائیگر کالی مسکرایا۔ وہ اٹھا۔ اُس نے اسکارلی سے ہاتھ ملایا اور اسٹڈی سے نکل گیا۔

❤ ❤

ٹائیگر کافی پی رہا تھا۔ اُس نے بغیر شکر کے کافی لی تھی اور اُس کے اِرد گرد اسکارلی کے امورِ خانہ سے متعلق ملازمین تھے۔ شیپ نوریکا، ہاؤس منیجر، ٹائیگر سے تعاون کرنے کے لیے بے چین تھا۔ وہ اُسے بتا رہا تھا کہ پورے علاقے کو سیل کرنے کے لیے کتنے افراد کی ضرورت ہوگی۔ وہ اتنے زیادہ تعاون پر آمادہ تھا کہ اُس نے یہ بھی بتا دیا کہ اس محل میں کتنے لوگ موجود ہیں۔ ابھی وہ یہی باتیں کر رہے تھے کہ دو بیٹھو ورغنڈے کچن ہال میں داخل ہُوئے۔ اُنھوں نے اپنے لیے ناشتا لیا اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔

"مجھے یقین ہے انگی! اُس کی تلاش ایسی ہی ہے، جیسے کسی گودام میں سوئی تلاش کی جائے۔" اُن میں سے ایک نے انڈا لیتے ہُوئے کہا۔

"ہاں... اور یہ بھی کہ جس گودام میں سوئی تلاش کرنی ہے، وہاں سات کروڑ تنکے بھی ہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"ارے سمجھتے نہیں۔" انڈے والے نے ہنس کر کہا۔ "لاس اینجلز کی آبادی سات کروڑ ہی تو ہے۔"

"اوہ...!" دوسرا بے اختیار ہنس پڑا۔

"سب سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہمیں اس شخص کا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

”حلیہ بھی نہیں معلوم...“

”ہاں یہ مسئلہ ذرا پیچیدہ ہے۔“ ایک غنڈے نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ ”تم نے یہ باتیں کرکے مجھے واقعی اور زیادہ اُلجھا دیا ہے، ویسے ہمیں جلدی کرنی چاہیے، ورنہ وہ کوئی اور لمبا ہاتھ مار سکتا ہے۔“

”ضرور، جلدی کرو اور جولیو کے پاس پہنچ جاؤ۔ تم نے دیکھا ...اُس نے جو کچھ کیا اُس کا کیا صلہ ملا؟ اسٹین دی مین کی حالت تم دیکھ ہی چکے ہو، اگر وہ ذرا زیادہ زور سے پیر رکھتا تو اُس کی گردن ٹوٹ چکی ہوتی۔ اُس کے کان میں سوراخ ہوگیا ہے اور اب چلنے کے لیے اُسے چھڑی استعمال کرنی پڑ رہی ہے۔“

”کاش ہمیں علم ہوتا کہ اُس کا حلیہ کیا ہے۔“ دوسرے نے کہا اور ساتھ ہی ٹائیگر کی طرف دیکھا۔ ”تمہارا کیا خیال ہے دوست؟“

”میں کیا کہہ سکتا ہوں۔“ ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کندھے اُچکائے۔ ”ان حالات میں صرف یہی کہ وہ کوئی بھی ہو سکتا ہے ...میں یا تم... ہم میں سے کوئی بھی وہ ہو سکتا ہے۔“

”ہاں لیکن یہاں بہرحال داخل نہیں ہو سکتا۔“ ایک نے قہقہہ لگا کر کہا۔ ”ویسے تم کون ہو؟“

”تم اس کا چہرہ پہچان لو۔“ شیپ لوریکا نے تعارف دیا۔ ”یہ جوجو لوگوانی آف سان ڈائیگو... اور تم لوگوں کے لیے مسٹر لوگوانی۔“

دونوں مؤدبانہ سنجیدہ ہو گئے۔ اُنھوں نے اُٹھ کر ہاتھ ملائے اور پھر گفتگو سان ڈائیگو کے واقعات اور وہاں کی تنظیم پر [illegible] ہوگئی۔

پھر اچانک ہی باہر سے ہنسی کی آواز سنائی دی۔ کوئی آرہا تھا۔ ٹائیگر کے اعصاب معاً ہی جاگ اُٹھے۔ چھٹی حس گھنٹیاں بجانے لگی اور وہ دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر دروازہ دھڑ سے کھلا۔

ایک شخص جس کے گال سے کان تک پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اندر آیا۔ اس کے ایک گھٹنے پر پٹیوں کے علاوہ کچھ اور نہیں تھا اور ہاتھ میں چھڑی تھی۔

وہ شاید ڈاکٹروں کی ہدایت کے برخلاف بستر سے نکلا تھا۔ اُس کی آنکھیں کمرے میں موجود لوگوں پر گڑی ہوئی تھیں اور پھر وہ آنکھیں ٹائیگر پر جم گئیں۔

اُس کا چہرہ اچانک سُرخ ہوگیا۔

★★

”تم...“ اس کی کھرکھراتی آواز پورے ہال میں گونجی تو وہ سب حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

ٹائیگر پُرسکون تھا اور یہ سکون کسی طوفان کا پیش خیمہ تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اسٹین جوجو لوگوانی کو پہچانتا ہے اور صرف یہی سن کر یہاں آیا ہے کہ جوجو موجود ہے۔ شاید وہ اتنا ذہین تھا کہ اس نے گڑبڑ کا احساس کر لیا تھا۔

”مار... دو...“ اسٹین نے بمشکل انگلی سے ٹائیگر کی طرف اشارہ کیا۔ ”وہ... بش... مین...“

کرائے کے قاتل اسٹین کو حیرت سے دیکھتے رہے، وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ اسٹین نے کس کی طرف اشارہ کیا ہے... پھر آہستہ آہستہ اسٹین کی بات ان کی سمجھ میں آنے لگی اور ان کے ہاتھ تیزی سے ہولسٹروں کی طرف رینگنے لگے۔

مگر ٹائیگر بھی کاہل نہیں تھا۔ وہ اسی وقت چوکس ہو گیا تھا جب اسکالی نے بتایا تھا کہ اسٹین زندہ ہے... پھر وہ تو بیتے ہوئے لمحوں کے لحاظ سے اپنی حکمت عملی بناتا تھا۔ اُسے وہیں سے کام شروع کرنا تھا جہاں اس نے گزشتہ رات چھوڑا تھا۔

وہ پھرکی کی طرح گھوما اور اس کی وہی لات اسٹین کے سینے پر پڑی جس کے پیر نے گزشتہ شب اسٹین کو زندہ چھوڑ دیا تھا۔ اسٹین کے حلق سے ایک کربیہ چیخ نکلی۔ ضرب بھرپور تھی لہٰذا پسلیاں ٹوٹ کر دل میں گھس گئیں۔ وہ اچھل کر دیوار سے ٹکرایا تو سر خربوزے کی طرح پھوٹ گیا... وہ ایک دیوار کے سہارے کھڑا رہا اور پھر آہستہ آہستہ گر گیا لیکن ٹائیگر کے پاس یہ سب دیکھنے کے لیے وقت نہیں تھا کیونکہ فائرنگ شروع ہو چکی تھی۔ شیپ لوریکا کی پہلی گولی اس کے دائیں طرف سے گزری اور اس محافظ کے پیوست ہوگئی جو غلطی سے فائر لائن میں آ گیا تھا۔ اسی لمحے ٹائیگر نے دونوں ہاتھوں سے بھاری بریک فاسٹ ٹیبل اٹھائی اور شیپ لوریکا پر دے ماری۔ میز کا ایک کونا شیپ لوریکا کے سر پر اور باقی حصہ چہرے اور سینے پر لگا۔ اس کی کربناک چیخ ہال میں گونجی۔ اب ٹائیگر کو ان گولیوں سے بچنا تھا جو اس پر تاک کر چلائی جارہی تھیں۔ وہ بجلی کی طرح کوندنے لگا۔ [illegible] اس پر جھپٹی۔ اس کے ہاتھ میں کھلا ہوا چاقو تھا۔ ٹائیگر ایک طرف ہوگیا۔ باورچن اس کے سامنے آئی اور اسی لمحے تین غنڈوں کی چلائی ہوئی گولیاں باورچن کے جسم میں پیوست ہو گئیں۔ ٹائیگر اپنی جگہ سے اڑا۔ اس کے دونوں ہاتھ برین گن والے کی گردن [illegible]

[illegible] دوسری طرف نکلا [illegible]

کے ساتھ ٹوٹی تھی۔ پھر اس کا سر پختہ فرش پر اتنی زور سے لگا تھا کہ بھیجا پھٹ گیا اور ہر طرف گودا بکھر گیا۔ دوسرا غنڈہ عین اس وقت اپنی ریڑھ کی ہڈی پر ضرب محسوس کر رہا تھا جب برین گن والا گرنے کے قریب تھا۔ پھر ریڑھ کی ہڈی ٹوٹی اور وہ بھی ڈھیر ہوگیا۔ ٹائیگر کو اب یہاں سے نکلنا تھا۔ اس کا یہ وعدہ پورا ہوگیا تھا کہ وہ اسکالی کے پاس آئے گا اور ساتھیوں کو ہلاک کر دے گا۔ اس نے دروازے کا رُخ کیا۔ اچانک ہی بہت سے قدموں کی دھمک اور شور کی آوازیں آنے لگیں۔ دوسرے محافظ بھی ہوشیار ہو گئے تھے...

ٹائیگر کے چہرے پر سفاکانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ جانتا تھا کہ پیشہ ور قاتل سب سے پہلے فرار کے تمام راستے مسدود کریں گے۔ اس نے لپک کر عقبی دروازہ کھولا اور پھر اس کے دونوں ہاتھ پھیل گئے۔

ایک دیوزاد دو نالی بندوق لیے ہوئے اُسے گھور رہا تھا۔

”ہیلو بے بی۔“ ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔ اسی لمحے اس کا دایاں گھٹنا اٹھا۔ دیوزاد نے بچنے کی کوشش کی اور پھر ٹائیگر کے دونوں ہاتھ اس کی کھوپڑی پر جم گئے۔ اب وہ کھوپڑی کو کسی فٹ بال کی طرح دیوار پر [illegible] تھا۔ دیوزاد کسی میمنے کی طرح ڈکرا رہا تھا... اس سے قبل کہ اس کی چیخیں بلند ہوتیں اس کا سر چٹخ گیا اور ٹائیگر کے دونوں ہاتھ خون اور غلاظت سے لتھڑ گئے۔ اس نے ہاتھوں کو لاش کی قمیص سے صاف کیا اور ایک طرف دوڑ گیا۔

اسی لمحے ایک کارنر سے اس پر دو فائر ہوئے مگر اپنی چھٹی حس کے باعث اس نے پہلے ہی چھلانگ لگا کر پوزیشن لے لی تھی... دونوں گولیاں اس کے سر پر سے گزر گئیں۔ پھر ان دونوں نے جونہی اسے تلاش کرنے کے لیے سر باہر نکالا ٹائیگر نے ان کی طرف چھلانگ لگا دی۔ وہ دونوں حیرت سے منہ کھولے ایک شخص کو اڑتا ہوا دیکھ رہے تھے۔ ان کو اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ انھوں نے گھبرا کر ریوالور سیدھے کرنے چاہے مگر اڑتا ہوا وہ آدمی ان کے سروں پر پہنچ چکا تھا۔ اس کے دونوں ہاتھ آگے بڑھے۔ ان کی انگلیاں بالکل سیدھی تھیں اور پھر یہ انگلیاں ان دونوں غنڈوں کے حلق پر ایک ساتھ لگیں۔ انھیں ایسا لگا جیسے کسی نے ان کے حلق پر کند چھری پھیر دی ہو۔ دونوں کے ہاتھ بے اختیار اپنے حلق کی طرف گئے لیکن وہ اتنا لمبا سفر طے کر ہی نہ سکے۔ ہاتھ جھول گئے اور دونوں ایک طرف ڈھیر ہو گئے۔ ان انگلیوں نے حلق میں سوراخ کر دیے تھے اور سانس کا راستہ بند کر دیا تھا۔

ٹائیگر اب بہت تیزی سے بیرونی حصے کی طرف جا رہا تھا۔ وہ سوئمنگ پول تک پہنچ گیا۔ وہاں ایک درخت کی اوٹ سے تیندوا نما ایک آدمی اس کی طرف جھپٹا۔ ٹائیگر نے رفتار کم نہ کی۔ دونوں تیزی سے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے تیندوے نما آدمی اپنے دونوں ہاتھوں میں ٹائیگر کو دبوچ کر چیر ڈالے گا۔ دور سے دیکھنے والے کو یہی نظر آتا۔

ان کا درمیانی فاصلہ کم ہونے لگا۔

تیندوے کے چہرے پر سفاکانہ مسکراہٹ ناچنے لگی۔

ٹائیگر کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

فاصلہ اور کم ہوا اور پھر اس کے انتہائی قریب پہنچ کر ٹائیگر نے پیروں کو تیندوے سے مختلف انداز میں جنبش دی۔ تیندوا یہ سمجھا کہ وہ کترا کر نکلنا چاہتا ہے لہٰذا اس نے دونوں ہاتھ پھیلا لیے لیکن اسی لمحے ٹائیگر کی کہنی اس کے پھیلے ہوئے دائیں ہاتھ سے ٹکرائی اور ٹائیگر آگے نکلتا چلا گیا۔

تیندوا حیرت زدہ رہ گیا۔ اس نے گھبرا کر دائیں ہاتھ کو گھورا۔ وہ کہنی سے لٹکا ہوا تھا۔ تیندوے کی خوفناک چیخ نکلی اور پھر ٹائیگر کی طرف لپکا۔ اس ٹائیگر کی طرف جو خود بھی پلٹ رہا تھا۔ اس بار ٹائیگر کے دونوں ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی اور دانت چمک رہے تھے۔ تیندوے نے اچھل کر فلائنگ کک مارنی چاہی مگر کک کا مظاہرہ مکمل نہ ہو سکا کیونکہ اس کی دونوں ٹانگیں نشانے پر ہی تھیں کہ ٹائیگر بھی اچھلا۔ اس نے دونوں پیر پکڑ کر تیندوے کی طاقت اسی کے خلاف استعمال کی۔ اُسے کسی لٹھ کی طرح گھمایا اور پھر ایک درخت کی طرف پھینک دیا۔ وہ یہ دیکھنے کے لیے نہیں رکا کہ تیندوے نما شخص کا پورا جسم درخت سے ٹکرایا اور پھر درخت بھی اسی کے ساتھ گر گیا۔

ٹائیگر سوئمنگ پول کے شیڈ میں آکر اطراف کا جائزہ لینے لگا۔ اب تک مختلف مقامات پر ان گنت پہرے دار نظر آ رہے تھے۔ انھوں نے بیرونی حصے کی طرف جانے والے ہر راستے کو بند کر دیا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں واکی ٹاکی بھی تھے اور وہ سب پوری طرح چوکس تھے۔

ٹائیگر سوچتا رہا۔ وہ جانتا تھا کہ اگر ان میں سے کسی نے بھی اُسے دیکھ لیا تو درجنوں گولیاں اسی کی طرف آئیں گی۔ وہ مسکرانے لگا۔ ایک عرصہ بعد وہ جسم میں عجیب سی سنسنی محسوس کر رہا تھا۔

وہ شیڈ ہی میں کنول کا آسن جما کر بیٹھ گیا۔ اس نے سانس کی ایک خاص مشق کی۔ اس کا چہرہ آہستہ آہستہ انگارے کی طرح سرخ ہونے لگا اور جب اس کے کان بھی جلنے لگے تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔

پھر اچانک ہی وہ شیڈ سے نکل آیا۔ اس نے بیرونی دروازے کی طرف چھلانگ لگا دی اور ساتھ ہی قلابازی کھاتا ہوا دور تک نکل

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ ان گنت گولیاں اس کے قریب سے گزریں مگر کوئی بھی اسے نہ چھو سکی۔ وہ اسی انداز میں دوڑتا رہا۔ گولیوں کو تیل دیتا رہا... اور پھر کسی نے بوکھلا کر دستی بم پھینک مارا۔

ٹائیگر کو علم تھا کہ دستی بم خطرناک چیز ہے۔ اس نے ایک اونچی چھلانگ لگائی۔ قریب والی عمارت کی پہلی منزل کی گرل اس کے ہاتھ میں آگئی اور بم اس سے بارہ فٹ نیچے پھٹ گیا۔ اب اس کے پاس مہلت تھی۔ اس نے دونوں ہتھیار نکالے اور فائرنگ شروع کر دی۔ پیچھے والے جو اسے ابھی تک تنہا سمجھ رہے تھے، پٹاپٹ گرنے لگے۔ میگزین خالی کرتے ہی ٹائیگر نے اس عمارت کی چھت کا رخ کیا۔ یہ دو منزلہ عمارت تھی اور اس کے دوسری طرف جنگل تھا۔ اس سے قبل کہ وہ لوگ عمارت پر دھاوا بولتے، وہ دوسری طرف کود گیا۔ اس کے دونوں پیر ایک ساتھ زمین پر لگے اور وہ لڑکھڑائے بغیر جنگل میں روپوش ہو گیا۔

اُس کے عقب میں کتوں اور غنڈوں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ وہ مسکرانے لگا۔ سیٹی بجا رہا تھا۔ اس کے قدم تیزی سے اٹھ رہے تھے۔ اُسے یقین تھا کہ جنگل کے اس پار سڑک ہے۔

لاڈو

قمر اجنالوی

قیمت: =/90

☐

اسکرین پر کاکروچ مارنے والے اسپرے کا اشتہار نظر آرہا تھا۔ کمرے میں کاکروچ پھرے ہوئے تھے اور ایک شخص جس نے نقاب پہنی ہوئی تھی اسپرے کر رہا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے کاکروچ گرنے لگے۔ کچھ الٹ گئے اور ان کی چلتی ہوئی ٹانگیں چند ساعت متحرک رہنے کے بعد ساکت ہو گئیں۔ دیکھتے ہی دیکھتے ان کی درجنوں لاشیں کمرے میں نظر آرہی تھیں۔

اشتہار ختم ہو گیا اور اس کی جگہ ایک ساکت فوٹو نے لے لی۔ یہ ایسے شخص کی تصویر تھی جو کانفرنس ٹیبل پر بیٹھا تھا اور جس کو صحافیوں نے گھیر رکھا تھا۔ کیمرے نے اپنی پوزیشن بدلی اور سی بی ایس نیوز... نیویارک کے نیوز کاسٹر کی تصویر منظر پر آنے لگی۔

"سینیٹر مارٹن نے آج غیر معمولی اقدام کے طور پر جرائم اور تشدد سے متعلق خصوصی سب کمیٹی کا اجلاس طلب کیا۔ اجلاس کے بعد اخباری نمائندوں کو کمیٹی روم میں آنے کی اجازت دی گئی جہاں سینیٹر نے ایک پالیسی بیان دیا۔"

کیمرے کا رخ بدلا اور ایک نوجوان نیوز کاسٹر بیان سنانے لگا۔

"آج سہ پہر اور شام کے سنگین واقعات کے بعد ہماری کمیٹی نے لاس اینجلز کے اس کیس کو اپنی براہ راست نگرانی میں لینے کا فیصلہ کیا ہے۔ کمیٹی کل صبح ہی کیلیفورنیا روانہ ہوگی جہاں ہم گزشتہ ایک ماہ کے واقعات کی تفصیلی چھان بین کریں گے۔ ہمیں اس امر پر شدید تشویش ہے کہ تشدد کو کس طرح جاری رہنے کا موقع مل رہا ہے؟"

کیمرا ایک بار پھر نیوز روم کے نیوز کاسٹر پر مرکوز ہو گیا۔ "سینیٹر مارٹن نے یہ بھی کہا کہ ہم یہ تاثر نہیں دینا چاہتے کہ ہمیں وہاں کی مقامی انتظامیہ کی اہلیت پر کوئی شبہ ہے۔ ہم صرف یہ کہہ رہے ہیں کہ وفاقی مداخلت کا یہی مناسب وقت ہے۔ خیال ہے کہ سینیٹر کو یہ فیصلہ آج علی الصباح سانفرانسسکو کیلی فورنیا لون کمپنی کے چیف ایگزیکٹیو پیٹر اسکارلی کی رہائش گاہ پر نامعلوم گروہ کے حملے کے بعد کرنا پڑا۔ ہم اس ضمن میں براہ راست ٹیلی کاسٹ کا انتظام کر رہے ہیں۔"

دوسری طرف لاس اینجلز کا چینل تفصیلی خبر ٹیلی کاسٹ کر رہا تھا۔

"پولیس ایک ممتاز سرمایہ کار پیٹر اسکارلی کے گھر میں ہونے والے ہنگامے کی تفتیش کر رہی ہے۔ اگرچہ مسٹر اسکارلی نے اپنے محل میں اس فائرنگ کی تردید کی ہے لیکن پولیس ایک ایسے دراز قد نوجوان کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہی ہے جس نے اطلاعات کے مطابق فائرنگ بھی کی۔ تاہم سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جہاں بعض افراد گولیوں سے ہلاک ہوئے وہاں چند کے سر بھی پھٹے ہوئے تھے۔ تین چار افراد ریڑھ کی ہڈیاں ٹوٹنے سے مارے گئے۔ ابھی تک یہ علم نہیں ہو سکا کہ گزشتہ ایک ماہ سے جاری ان جھگڑوں کی وجہ کیا ہے اور یہ بھی اندازہ نہیں کہ آخر کون اتنی بے رحمی سے قتل کر رہا ہے۔"

☆☆

"ایسا لگتا ہے جیسے تم نے اس مرتبہ کچھ زیادتی کر دی۔" پروفیسر ہاسکن نے ٹی وی اسکرین کی طرف دیکھتے ہوئے ٹائیگر سے کہا۔

"زیادتی؟" اوشان نے حیرت سے ہاسکن کی طرف دیکھا اور پھر ہاسکن کو ایسا لگا جیسے اس کی پالتو بلی کمرے میں گھس آئی ہو لیکن اس بار اس نے گھبرا کر صوفے کے پیچھے چھپ جانے کی ضرورت محسوس نہ کی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ اوشان کی ہنسی ہے۔ "اس سے زیادہ کیا زیادتی ہو سکتا ہے... ناشکرا... سفید خون والا... وہ کوئی اور بہادر ہوگا، عظیم پردادا کے عظیم لڑپوتے؟"

پری نہ پھاڑے اوشان کو دیکھتا رہا۔

"نہیں ماسٹر۔" ہاسکن نے مسکرا کر کہا۔ "کسی کے کارنامے کو اتنا ہلکے پیش کرنا مناسب نہیں۔"

"یہ بھی میرے کسی کارنامے کو خاطر میں آئیں لاتا؟" اوشان نے پلٹ کر کہا۔ "عظیم ہانگ نے ایک بار..."

"اوشان پلیز۔" ٹائیگر بڑی بے چارگی سے بولا۔ "مجھے یہ تمام کہانیاں ازبر ہو چکی ہیں لیکن پروفیسر کے صبر کا امتحان نہ لو، ورنہ پروفیسر تو ایک ہی کہانی سن کر خودکشی کر لے گا۔"

پروفیسر ہاسکن کا بلند آہنگ قہقہہ کمرے میں گونج اٹھا۔ اُسے علم تھا کہ عظیم ہانگ کون ہے۔ وہ منگولوں کی کئی نسلوں سے واقف تھا اور یہ علم اس کے خاندان میں سینہ بہ سینہ منتقل ہوا تھا۔

"عظیم پردادا کے عظیم لڑپوتے۔" اوشان نے معاً ہی سنجیدگی سے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ گزشتہ دنوں کی ساری ذمہ داری اُنھی منگولوں پر عائد ہوتی ہے جو مارے گئے ہیں۔ یہ لڑکا تو وہاں کے حالات کا جائزہ لینے گیا ہوگا لیکن وہ اسے پکڑنے کی احمقانہ کوشش کر بیٹھے ہوں گے۔"

"ہاں... میں تو اچھا خاصا کچن میں بیٹھا کافی پی رہا تھا۔" ٹائیگر نے بچوں جیسے لہجے میں کہا۔

"کافی؟" اوشان نے غضب ناک لہجے میں اس کی طرف دیکھا۔

"یس، نل نادر۔" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کافی؟" اس بار اوشان کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے تھے۔ "زہر!!"

"نہیں نل نادر، اس میں چینی اور دودھ نہیں تھا۔"

"آہ... کافی۔" اوشان کا غصہ اسی لمحے فرو ہو گیا۔ "گرم، خوشبودار، بغیر چینی اور دودھ کی کافی... تو عظیم دادا کے عظیم سپوت۔ ایک بار عظیم جوشانگ نے..."

ٹائیگر نے ایسا منہ بنایا جیسے کڑوا کسیلا جوشاندہ پینا پڑ رہا ہو لیکن وہ مجبور تھا کیونکہ ہاسکن اور لیری بہت غور سے یہ سن رہے تھے کہ عظیم ترین جوشانگ نے کافی بنانی کس طرح سیکھی۔

ابھی عظیم ترین جوشانگ نے کافی کا صرف ورلڈ اوقات ہی بتایا تھا کہ پروفیسر ہاسکن کے سرخ ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ ہاسکن اچھل پڑا۔ اس نے دوسری گھنٹی بجنے سے قبل ہی ریسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ ہاسکن اسپیکنگ۔" اس کا لہجہ بہت نرم تھا اور پھر اس کا چہرہ بھی نرم ہو گیا۔ "گڈ جناب۔ وہ میرے مہمان ہیں۔" اس نے دھیرے سے کہا۔ دوسری جانب نہ جانے کون تھا اور اس نے کیا کہا تھا کہ وہ ہنس پڑا۔

اس نے ٹائیگر اور اوشان کو باری باری دیکھا اور پھر اوشان کی طرف ریسیور بڑھا دیا۔

"یہ کیا؟" اوشان نے ریسیور اس طرح پکڑ لیا جیسے کوئی مردہ چوہے کو دم سے پکڑ کر اٹھاتا ہے۔

"ریسیور۔"

"مگر اس کا کیا کروں عظیم ہاسکن؟"

"اس پر بات کرو ماسٹر۔"

"کس سے... بات تو انسانوں سے کی جاتی ہے۔ یہ تو سرخ رنگ کی بے جان لیبوٹری اور بے ڈول چیز ہے۔"

اس سے قبل کہ یہ بحث آگے بڑھتی، ٹائیگر نے لپک کر ریسیور تھام لیا۔

"ٹائیگر۔" دوسری طرف سے بہرام کی خشک آواز آئی۔

"فرمایئے۔" ٹائیگر کا لہجہ بھی اسی طرح کا تھا۔

"فی الحال اب تم چند روز کے لیے کوئی کارروائی نہیں کرو گے۔"

"میں اس مشن میں کسی کے حکم کا پابند نہیں ہوں سویٹ ہارٹ۔" ٹائیگر نے تند لہجے میں جواب دیا۔ "یہ سب کچھ ذاتی ہے۔ خالصتاً ذاتی۔"

"نہیں۔" بہرام کا لہجہ ایک دم نرم ہو گیا۔ "سنو! ہماری ذات کوئی معنی نہیں رکھتی۔ تم سرکاری مشن پر ہو اور یہ مت بھولو کہ دہلی کے جس مشن کو تم آگے بڑھا رہے ہو وہ اسے سرکاری طور پر سونپا گیا تھا۔ مافیا کے خلاف یہ سب کچھ خالصتاً سرکاری ہے... سرکاری مگر آئین سے ماورا..."

"میں..."

"کچھ نہیں ٹائیگر۔" بہرام نے اس کی بات کاٹ دی۔ "ٹیلی فون ماسٹر کو دو۔"

ٹائیگر نے ریسیور اوشان کی طرف بڑھا دیا جس نے اس بار کوئی بحث نہ کی لیکن یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ ٹیلی فون پر گفتگو کرنے میں کتنا کرب محسوس کر رہا ہے۔ وہ دیر تک سنتا رہا۔ اس نے کوئی لفظ ادا نہیں کیا۔ بس اس کا سر ہلتا رہا اور پھر اس نے کچھ کہے بغیر ریسیور رکھ دیا۔

"وہ ٹھیک ہی کہتا ہے میرے بیٹے۔" اوشان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اس نے جان بوجھ کر لیری کے سامنے بہرام کا نام نہیں لیا تھا۔ "وفاقی مداخلت کے بعد تمہیں چند روز تک خاموش رہنا ہوگا۔"

"مگر اوشان..."

"سنتے رہو۔" اوشان نے اپنا ایک ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تم نے ان سب کو کاری ضرب لگائی ہے۔ لاس اینجلز کی تنظیم مفلوج ہو کر رہ گئی ہے۔ وہاں پانچ باشاہ، پانچ اور سوئمنگ پول کے ارد گرد لاشیں ہی لاشیں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پڑی ہیں۔ تم یقیناً ایک بوڑھے ہاتھ کی بات پر ضرور دھیان دو گے میرے بچے... تمہیں اب چند دن تک ورزشیں کرنی ہوں گی۔ اب تم خاموش رہو گے تاکہ باقی بچی ہوئی مچھلیاں پولیس کے جال میں پھنس جائیں۔"

"ٹھیک ہے۔" ٹائیگر بہرحال اوشان کی بات نہیں ٹال سکتا تھا۔ "میں نے روبی کے عوض ایک سو مجرموں کو مارنے کا عہد کیا تھا اور..."

"روبی کے عوض؟" اوشان نے اچانک ہی اس کی طرف دیکھ کر پوچھا اور ہاسکن بھی چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا لیکن پھر دونوں نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹالیں اور دوسری طرف دیکھنے لگے۔

"روبی کے عوض؟" اوشان نے سنبھالا لے کر کہا۔ "ایک سو...؟ میرا خیال ہے کہ تم کل کے واقعے کے بعد ایک سو کا عدد پار کر چکے ہو؟"

★★

"کیلی یہ ڈان گرگس ہیں۔ تشدد اور جرائم کے بارے میں سینیٹ کی سب کمیٹی میں ماہر کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں۔ یہاں یہ تفتیشی ٹیم کے انچارج بن گئے ہیں۔" ڈیال حارث نے تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"شاندار۔" کیلی کے لہجے میں خلوص اور مصافحے میں گرمجوشی تھی۔ "میں ایک عرصے سے سینیٹر مارٹن کا مداح ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس تفتیش کے سلسلے میں تمہارا رویہ اور انداز دفتر خارجہ والوں کے انداز سے زیادہ بہتر ہوگا؟"

ڈان گرگس دبلا پتلا پست قد اور کمزور سا آدمی تھا لیکن اس کے چہرے پر ذہانت کی چمک تھی۔ آنکھیں ایک صحت مند دماغ کا پتا دے رہی تھیں۔ اس کا قہقہہ بھی بڑا جاندار تھا۔

"تم سینیٹر مارٹن کی تعریف کر رہے ہو۔" ڈان نے بدستور ہنستے ہوئے کہا۔ "ظاہر ہے... میں بھی اس کا مداح ہوں۔" یہ بات اس نے آنکھ مار کر کہی تھی۔ "ویسے جب سینیٹر مارٹن نے یہ اعلان کیا کہ وہ ان واقعات کی مکمل تفتیش کرے گا تو اس کی بیٹی نے اس کی مخالفت کی لیکن باپ نے بیٹی کو یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ یہ مسئلہ بہت نازک اور جلد از جلد حل طلب ہے۔ وہ سمجھنے لگا کہ اس میں عالمی پیچیدگیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں۔ اب تم ہی سوچو دوست عالمی پیچیدگیاں کیسے پیدا ہوں گی؟"

کیلی کا دل ڈان کی طرف کھنچنے لگا۔

"تم سے مل کر واقعی بہت خوشی ہوئی ڈان۔" وہ اس کے کندھے پر ہاتھ مار کر بولا۔ "میں بھی تمہاری طرح سوچتا ہوں۔ میرا دفتر ٹوپانگا کینین کے قریب ہے۔ اسی علاقے میں پہلی واردات بھی ہوئی۔ میری ہر رپورٹ کی نقل لیفٹیننٹ کے پاس ہے۔ کیا خیال ہے۔ کام کب شروع کرو گے؟"

سنہری غول
اسلم راہی ایم اے   قیمت:- 150/

"میں سب سے پہلے اسٹیک اور مارٹینی ہضم کرنا چاہوں گا کیلی! میرا ساتھ دو گے؟" ڈان نے ہنستے ہوئے کہا۔

"کیوں نہیں۔ بھوک تو مجھے بھی لگ رہی ہے۔"

"سینیٹر کل دوپہر سے قبل یہاں نہیں آسکے گا۔" ڈان نے اسے بتایا۔ "کمیٹی پہلی سماعت اگلے ہفتے سے قبل کر ہی نہیں سکتی۔ اس دوران میں ہم ایک دوسرے سے زیادہ بہتر طور پر واقف ہو جائیں گے۔ میری کوشش یہ ہوگی کہ میں تمہاری تفتیش میں ٹانگ نہ اڑاؤں۔ ٹھیک ہے؟"

"سو فیصد۔" کیلی قہقہہ مار کر بولا۔

سوک سینٹر کے قریب کئی ریستوران اور دکانیں تھیں۔ ان میں سب کی تعمیر ہسپانوی انداز کی تھی۔ ان تمام کے درمیان ریستوران کیٹوس بھی تھا اور کیلی اس جگہ واشنگٹن سے آنے والے ڈان گرگس کو لے آیا تھا۔ ریستوران کی اندرونی سجاوٹ بھی بیرونی ڈیکوریشن کی طرح تھی یہاں میکسیکو کے خاص کھانے ملتے تھے۔

"ہیلو...." ایک خوبصورت ویٹرس کیلی کو دیکھتے ہی ان کی طرف دوڑی چلی آئی۔ ڈان گرگس یہ محسوس کر کے سر ہلانے لگا کہ کیلی یہاں باقاعدگی سے آتا ہے۔ اس سے قبل کہ وہ کرسیوں پر بیٹھتے ویٹرس ان کے قریب آگئی۔ انہوں نے کرسیاں سنبھال لیں تو ویٹرس میکسیکو کی خاص زبان میں کچھ کہہ کر مسکرانے لگی۔ چند لمحے بعد وہ آرڈر نوٹ کر کے لے گئی تو ڈان گرگس نے ہنس کر کہا۔ "کمال ہے یار! وہ تو اس طرح دوڑی چلی آئی جیسے شہد کی طرف مکھی آتی ہے۔"

"اگر ایسا ہے تو شہد صرف تم ہو۔" کیلی نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اچھا پھر تو بتا دو کیا تمہارا محکمہ اس موقف پر اب بھی قائم ہے کہ ساری کی ساری وارداتیں صرف دو افراد کی ٹیم نے انجام دی ہیں کیلی؟"

"ہاں۔ کم از کم میرا اور لیفٹیننٹ کا یہی خیال ہے اور اگر ہم درست ہیں تو پھر جو شخص آتشیں ہتھیار استعمال کر رہا ہے وہ ان کے استعمال پر سو فیصد سے زیادہ عبور رکھتا ہے اور تازہ ترین واقعے کے بعد میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ وہ جوڈو کراٹے اور کنگ فو کا بھی ماہر ہو سکتا ہے۔ اسکارلی کے محل میں ملنے والی بعض لاشوں نے یہی کہانی سنائی ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ وہ کبھی ایک ہی ہتھیار استعمال نہیں کرتا۔ کوئی گولیوں کا نشانہ بنا، کوئی زہریلے تیر کا اور کسی کو نامعلوم بم نے جلا دیا یا پھر کسی کی ریڑھ کی ہڈی یا گردن ٹوٹ گئی۔ ویسے وہ جو کوئی بھی ہے مافیا کو اس طرح کاٹ رہا ہے جیسے کوئی مکھن پر تیز دھار چھری رکھ دے۔"

"خیر۔" ڈان گرگس نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "واشنگٹن میں ہم ایسی تنظیم کے لیے 'منظم مجرمانہ سرگرمیوں' کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں تاکہ تم نے جس تنظیم کا نام لیا ہے، اس کے کارکنوں کی دل شکنی ہو۔ ویسے تمہارے پسندیدہ اصحاب نے شہ سرخیوں میں جگہ حاصل کر لی ہے۔ ہم پر واشنگٹن میں ہر قسم کا دباؤ پڑ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہی وفاقی پولیس کے لیے مناسب وقت ہے۔"

"میں اس موضوع پر تم سے متفق نہیں ہوں۔" کیلی نے جواب دیا۔ اسی اثنا میں کھانا آگیا تو وہ ویٹرس کو دیکھ کر مسکرانے لگے۔ چند لمحوں بعد ویٹرس لچکتی ہوئی چلی گئی۔

"شاید تمہیں وفاقی پولیس والی اصطلاح پسند نہیں آئی کیلی؟" ڈان کھانے پر جھک کر بولا۔ "پھر میں اس کے لیے فیڈرل ٹاسک فورس کی اصطلاح استعمال کر سکتا ہوں۔"

"یہ قابل قبول ہے۔" کیلی نے ہنس کر جواب دیا اور پھر دونوں خاموشی سے کھانا کھانے لگے۔

کھانے کے بعد کیلی نے نیپکن استعمال کرتے ہوئے کہا۔ "سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ ہمیں اس اجنبی کے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم ہو پایا... معاف کرنا منظم مجرموں کے گروہ کو ختم کر رہا ہے؟"

"وہ بہرحال تنہا نہیں ہو سکتا۔" ڈان نے اٹھتے ہوئے کہا۔ کیلی بھی بل رکھ کر اٹھ گیا۔ دونوں دروازے کی طرف بڑھنے لگے جس سے پہلے بارٹینڈر کھڑا تھا۔ "وہ تنہا نہیں ہو سکتا۔ آپریشن کے لیے اس نے کوئی نہ کوئی اڈہ ضرور تیار رکھا ہوگا۔ اس کے مخبر بھی کام کر رہے ہوں گے اور مجھے تو یہ بھی شک ہے کہ وہ اس وقت بھی کہیں آس پاس موجود ہوگا۔"

ڈان گرگس نے آخری بات محض مذاق میں کہی تھی لیکن اسے یہ علم کبھی نہ ہو سکا کہ اس نے کتنی درست بات کہی تھی۔ ان کی باتیں سن کر سفید بالوں والا ایک شخص سر ہلا رہا تھا۔ اس نے کافی کی ایک اور چسکی لی اور ان دونوں کو ریستوران سے نکلتے ہوئے دیکھتا رہا۔ یہ پروفیسر ہاسکن تھا۔

"اس کا مطلب یہ ہے کہ تیرف کے آفس میں ایک غیر جانبدار نظر موجود ہے۔" ٹائیگر نے یہ سب کچھ سن کر کہا۔

"کیا وہ بھی ریٹائرڈ ہے عظیم ہاسکن؟" اوشان نے سیدھے سیدھے پن کا مظاہرہ کیا۔

"نہیں۔"

"کمال ہے۔ شہزاد کا دوست یا تو کوئی ریٹائرڈ ہو سکتا ہے یا پھر مسانجو کا باشندہ۔ اس کے علاوہ دنیا بھر میں کوئی بھی اس کا دوست نہیں ہو سکتا۔"

"ویسے واشنگٹن سے آنے والے سراغ رساں ڈان گرگس کی شخصیت بھی دلچسپ لگ رہی ہے پروفیسر۔" ٹائیگر نے اوشان کی بات ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے نکال دی۔ "اس کا مطلب ہے وفاقی مداخلت شروع ہو گئی ہے اور ہمارا مشورہ ہے کہ ہم وفاقی ایجنٹوں سے ٹکر مول نہ لیں۔ ان سے بچ کر چلیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وفاقی مداخلت میں اضافے سے قبل ہی یہ کھیل ختم ہو جائے۔ اس لیے مجھے اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کرنا ہوگا۔"

اوشان نے سر اٹھا کر دیکھا۔ اس وقت وہ بے شمار رسالوں سے لفظ کاٹ کاٹ کر ایک کاغذ پر چپکا رہا تھا۔ اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"مگر اس میں خطرہ بھی ہو سکتا ہے ٹائیگر۔" پروفیسر ہاسکن نے جواب دیا۔

"خطرہ ہر جگہ ہے پروفیسر۔" ٹائیگر بولا۔ "اور اوشان نے خطرات سے نمٹنے کے لیے ہی مجھے تخلیق کیا ہے۔"

اوشان نے چونک کر سر اٹھایا اور پھر اتنی ہی تیزی سے جھکا لیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس وقت ٹائیگر جذباتی ہو رہا ہے اور ایسے وقت میں اس کا شکریہ ادا کر کے اس ایک جملے کا لطف ضائع کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"یہ لو۔" اس نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔ "یہ تیار ہو گیا۔ تمہاری نئی حکمت عملی؟"

ہاسکن نے کاغذ کا وہ ورق ہاتھ میں لے لیا جس پر اوشان ایک گھنٹے سے کچھ چپکائے جا رہا تھا۔

"میری انگریزی اچھی نہیں۔ اگر یہ پیغام مسانجو کی زبان میں ہوتا تو زیادہ زوردار لگتا لیکن میری بدقسمتی یہ ہے کہ یہ لوگ انسانوں کی زبان سمجھتے ہی نہیں۔"

ٹائیگر بھی کاغذ پر جھک گیا جہاں اوشان نے مختلف رسالوں سے حروف تہجی لے کر اس طرح چپکائے تھے کہ دو فقرے بن گئے تھے۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمہاری ہیروئن مجھیں فروخت کی جا سکتی ہے۔ قیمت ڈھائی لاکھ ڈالر سے کم نہیں ہوگی۔ میں صرف سب سے بڑے آدمی سے سودا کروں گا۔ صرف اسکارلی سے۔ بصورت دیگر سودا نہیں ہوگا اور خیال رکھو تم پر کوئی نگاہ رکھی جا رہی ہے۔ بہتر! جلد ہی دوسری ہدایات بھی مل جائیں گی۔"

ہاسکن توصیفی انداز میں سر خم کر کے رہ گیا اور ٹائیگر کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ "ویسے مجھے یہ افسوس ہے کہ ہیروئن واپس کرنی ہوگی قادر۔"

"میں صرف ڈھائی لاکھ ڈالر چاہتا ہوں۔" اوشان نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"کس لیے؟"

"منشیات کے مریضوں کا ہسپتال بنوانے کے لیے۔" اوشان نے پہلی بار سنا تجوری کی ضروریات کا ذکر نہیں کیا تھا۔

ہاسکن ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اُن کے پاس اب تک پانچ لاکھ ڈالر جمع ہو چکے تھے اور اتنی رقم میں ایک انتہائی جدید اسپتال ضرور بن سکتا تھا۔

"اگر وہ رضامند نہ ہوئے تو؟" ہاسکن نے اوشان سے پوچھا۔

"ٹائیگر انھیں مجبور کر دے گا۔" اوشان کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ اتنا خوفناک کہ خود ہاسکن بھی جھرجھری لے کر رہ گیا۔

دو روز بعد اسکارلی میز پر مکے مار رہا تھا اور اسی میز پر ٹائیگر کا وہ پیغام بھی رکھا تھا جو اُسے آج ہی ملا تھا۔ کاغذ پر چھپے ہوئے حروف اسکارلی کو بہت خوفناک لگ رہے تھے۔

"اس کی اتنی ہمت کہ وہ میرے ہی مال کو میرے ہاتھ فروخت کرنے کی پیشکش کرے۔ تم لوگ اب تک کیا کرتے رہے ہو۔ تم سے وہ ایک آدمی بھی نہیں پکڑا جا سکا۔ تم نے ہمارے خاندان کی ناک کٹوا دی ہے۔"

اس نے گلاس اٹھا کر ایک گھونٹ پانی پیا اور پھر بے چینی سے ہاتھ باندھ کر ٹہلنے لگا۔ "میں تم لوگوں کو بھی مورد الزام نہیں ٹھہراتا۔ وہ تو اس دفتر میں بھی گھس کر آ گیا تھا۔ مجھے کتنا اچھا لگا تھا وہ۔ میں اس کا چہرہ کبھی نہیں بھلا سکوں گا۔ خیر چھوڑو۔ اب بتاؤ کہ ہم کیا کریں؟"

"اس کے لیے ایک استقبالیہ کمیٹی تشکیل دی جانی چاہیے جناب۔" نیلسن نے جسے عام طور پر ٹھگ بسٹ کہا جاتا تھا تجویز پیش کی۔ وہ لاس ویگاس کی تنظیم کا سربراہ تھا۔ اُسے قیادت ورثے میں ملی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ ٹھیک ہے۔" اسکارلی نے دونوں ہاتھ پھیلا کر کہا "لیکن سب سے پہلے..."

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی اور اسکارلی نے لپک کر ریسیور اٹھا لیا۔

"اسکارلی؟" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"ہاں۔ بولو۔" اسکارلی نے کہا۔ ساتھ ہی اس نے سر کے اشارے سے اپنے آدمیوں کو بتایا کہ اسے اسی فون کا انتظار تھا۔

"کیا تم اپنا مال واپس لینا چاہتے ہو۔ کیا میں تمہیں یہ بتاؤں کہ طریقہ کار کیا ہوگا؟"

"لیکن مجھے کس طرح یقین آئے کہ میں اسی شخص سے بات کر رہا ہوں، شہزاد؟"

"میں تمہیں تمہاری عادتیں بتا دیتا ہوں۔ تم اپنی میز پر ہر وقت یخ بستہ پانی کا گلاس رکھتے ہو۔ تمہاری کرسی کے عقب والی دیوار پر پکاسو کی اوریجنل پینٹنگ لگی ہوئی ہے اور تمہاری اطالوی باورچن روزانہ..."

"بس بس سمجھ گیا۔ تم نے اُسے قتل کر کے مجھے بہت بڑی زک پہنچائی ہے۔ اس جیسی باورچن اب کبھی نہیں مل سکے گی۔"

"نہیں۔ اس کا قتل میں نے نہیں کیا۔ وہ تمہارے اپنے آدمیوں کے ہاتھوں غلط فہمی میں ماری گئی۔" اس کے بعد اسکارلی نے جو قہقہہ سنا وہ بہت خوفناک تھا۔ "اب تمہیں یقین آ گیا کہ میں وہی ہوں جو تمہارے محل کے اندر ہی نہیں تم تک بھی پہنچ گیا تھا۔"

"ہاں۔" اسکارلی صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

"تب پھر سنو۔" ٹائیگر نے کہا۔ "وینسٹار کنٹری کلب۔ روز مور۔ رات ساڑھے گیارہ بجے۔ تنہا آنا۔ رقم ساتھ ہو تاکہ میں مال فروخت کر سکوں۔"

اسکارلی نے ہونٹ اتنے زور سے بھینچے کہ اُن کی رنگت سفید ہوگئی۔

"اس کی کیا ضمانت ہے کہ تم مجھے قتل نہیں کرو گے؟" اس نے ٹائیگر سے پوچھا۔

"نہیں۔" اسے پھر وہی قہقہہ سنائی دیا۔ اس بار بطخ کی سی آواز بھی آ رہی تھی۔ اسکارلی کو یقین ہو گیا کہ اُسے کسی ایسی جگہ سے فون کیا جا رہا ہے جہاں بطخیں موجود ہیں۔ "اگر تمہیں قتل کرنا مقصود ہوتا تو میں تمہیں تمہارے محل والے کمرے ہی میں قتل کر دیتا اسکارلی۔ تمہیں گارڈ سے یقیناً یہ اطلاع مل چکی ہوگی کہ میرے پاس دو ریوالور تھے۔"

"ٹھیک ہے۔" یہ بات اسکارلی کے دل کو لگی تھی۔ "میں ساڑھے گیارہ بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

اسی کے ساتھ لائن ڈیڈ ہوگئی۔

جب اسکارلی نے اس گفتگو کی تفصیلات بتائیں تو نیلسن بڑے جوش سے اپنے ہاتھ ملنے لگا۔

"اس بار ہم اُسے بچ کر نہیں جانے دیں گے باس۔" اس نے بڑے یقین کے ساتھ کہا۔ "میں اس علاقے سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ وہاں اپنے آدمی پھیلا دوں گا۔ جھاڑیوں میں بھی ہمارے آدمی چھپے ہوئے ہوں گے اور..."

ون اسٹریٹ، بیولرسے وارڈ پر ختم ہو کر روز مور بن جاتی تھی۔ پھر روز مور اسٹریٹ کنٹری کلب کی مشرقی سرحد کی طرف گھومتی تھی۔ اس سڑک پر کئی بلند و بالا مکانات تھے۔ جن کی اکثریت کی تعمیر میں سُرخ پتھر استعمال کیے گئے تھے۔ کنٹری کلب کے گرد خوبصورت اور تراشی گئی سبز پودوں کی باڑھ تھی جس نے کلب کی ملکیت والے علاقے کو باقی شہر سے الگ کر رکھا تھا۔ یہاں ہوکوس ڈویژن کے پولیس یونٹ گشت کیا کرتے تھے۔ اس جگہ روشنی کا بھی معقول انتظام تھا۔ ٹائیگر کو علم تھا کہ اسکارلی شب خون مارنے کی کوشش کرے گا لہٰذا وہ بھی انتظامات کے ساتھ ہی آیا تھا۔ وہ ہاسکن کی پرانی فورڈ میں آیا تھا جس کے عقب میں باغبانی کا سامان بھرا ہوا تھا۔ ابھی وہ باڑھ سے دور ہی تھا کہ اس نے گاڑی روک دی۔ اس کی آنکھیں باڑھ کا جائزہ لینے لگیں۔ فی الوقت مقابلے کے موڈ میں نہیں تھا۔ اس کی نظریں باڑھ میں جگہ رکیں۔ تبھی اُسے سگریٹ کا انگارہ نظر آیا۔ پھر اردگرد سڑک پر کئی کاریں کھڑی نظر آئیں جو اگرچہ خالی تھیں لیکن ان کی کھڑکیوں کے شیشے گرے ہوئے تھے۔ وہ مسکرانے لگا۔ اس کے بیوقوف غنڈوں کی طرف سے شب خون کا انتظام تھا اور وہ جانتا تھا کہ سگریٹ کے انگارے کا نظر آنا بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ مخالف اناڑی اور غیر ضروری طور پر اعتماد کا مالک ہے۔

اس نے اپنی گاڑی میں کنٹری کلب کے تین چکر لگائے اور اس دوران میں ہر اس آدمی کی پوزیشن کا اندازہ لگا لیا جو شب خون مارنے کے لیے وہاں بٹھایا گیا تھا۔ ایک جگہ تو اس نے رک کر کار میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی سے یونیورسٹی کا بھی راستہ پوچھ لیا جو سگار سے شغل کر رہا تھا۔ پھر جب سگار والے نے راستہ بتا دیا تو اس نے ہنس کر کہا۔ "تم پولیس والوں کے بھی عیش ہیں۔ کار میں بیٹھے بیٹھے سگار پی رہے ہو اور ہم... ہم تو ہر وقت کام کرتے رہتے ہیں آفیسر۔"

پولیس والا سپاہی نہیں مافیا کا آدمی تھا لیکن جب ٹائیگر نے اُسے پولیس والا کہا تو اُسے یقین ہو گیا کہ مخالف بھی اُسے پولیس والا ہی سمجھے گا۔

وقت قریب آ رہا تھا۔ ٹائیگر نے گاڑی درختوں کے ایک جھنڈ میں کھڑی کی۔ ہائی اسٹینڈرڈ پر سائلنسر لگایا۔ ایک فاسفورس بم لیا اور پھر کریپ سول کے جوتوں پر چلتا ہوا تاریک اپارٹمنٹ بلڈنگ کی گلی سے روز مور کی طرف آ گیا۔ اس نے صنوبر کے ایک درخت کے قریب پوزیشن سنبھال لی۔ یہاں سے اس نے سڑک کا جائزہ لیا۔ وہ ایک بار پھر دشمن کی پوزیشن ذہن نشین کر رہا تھا۔ ساتھ ہی اس نے لائحہ عمل بھی تیار کر لیا۔ اُسے اطمینان تھا کہ دشمنوں میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا ہے۔ اس کے بالکل سامنے وہ شخص تھا جس نے سگریٹ نوشی کی بے پروائی کی تھی۔ اس نے تمباکو نوشی کرنے والے ہی سے آغاز کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ دبے قدموں اس کی طرف بڑھنے لگا مگر اسی لمحے کسی دوسرے کی آواز سن کر ٹھٹک گیا۔

"گولی مت چلانا یار۔ نیلسن نے حکم دیا ہے کہ اسے زندہ پکڑا جائے۔ اس کے جسم کو چاہے ٹکڑوں میں چاہو بدل سکتے ہو لیکن اس کی روح جسم سے نہ نکلنے پائے ورنہ ہمارے جسم روح سے محروم ہو جائیں گے۔"

ٹائیگر کو اس کی یہ بات بہت اچھی لگی لہٰذا اس نے سب سے پہلے یہ جملہ ادا کرنے والے ہی کو تلاش کیا۔ وہ کار کی عقبی نشست پر بیٹھا ہوا تھا۔ کولٹ کا ہنڈا ہلکا سا کھانستا تو گولی روح اور جسم کی بات کرنے والے کے سر میں گھستی چلی گئی۔ اس کے بعد اس نے سگریٹ پینے والے کو نشانہ کیا۔ اس بار ہلکی سی چیخ بھی بلند ہوئی۔

"ارے یہ کیا ہو رہا ہے؟" کسی نے گھبرا کر کہا۔

"وہ یہیں کہیں ہے۔ ہمیں گولیاں مار رہا ہے۔" کسی نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔ لہجہ روہانسا سا تھا۔ اسی وقت دور سے دو ایک گاڑی کی ہیڈ لائٹس روشن ہوئیں۔ ٹائیگر نے بڑی احتیاط سے کار کی ٹنکی کا نشانہ لے کر تین گولیاں چلائیں۔

"ارے یہ کیا مصیبت ہے۔ کوئی کار پر گولیاں چلا رہا ہے۔ پکڑو۔"

"اِدھر۔" ٹائیگر نے للکار کر کہا۔ "وہ اسی طرف آ رہا ہے۔" اس نے جان بوجھ کر کہا اور یہ دیکھ کر ہی کہا کہ ایک اور کار اسٹارٹ ہو کر اس کی طرف آ رہی ہے۔ چھپے ہوئے غنڈوں نے اس کار کو دشمن کی کار سمجھ کر اس پر فائرنگ شروع کر دی۔ کار کے اندر بیٹھے ہوئے لوگوں نے بھی باہر والوں کو دشمن سمجھ کر جواب دیا۔ ہڑبونگ مچ گئی۔ ٹائیگر کو کافی وقت مل گیا تھا لہٰذا اس نے ولیم پی گرینیڈ نکال کر سڑک کے اس پار کار کے پیچھے لڑھکا دیا۔ پھر زوردار دھماکا ہوا اور "ہوف" کی آواز کے ساتھ بھڑکتا ہوا کار کے اندر موجود لوگ ڈکرانے لگے۔ وہ کار سے نکلنے کے لیے ایک دوسرے سے دھینگا مشتی کر رہے تھے لیکن یہی ان کی مہلک غلطی تھی۔ وہ ایک ایک کر کے باہر موجود ٹائیگر کے کولٹ کا شکار ہو گئے۔ مافیا کے بیشتر ورکر اس صورت حال سے پوری طرح بوکھلا چکے تھے۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انھوں نے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی اور گولیاں ان میں آپس ہی میں ٹھن گئی۔ اندھیرے اور ٹائیگر نے انھیں اندھا بنا دیا تھا۔ اسی دوران میں تیسری طرف سے بھی گولیاں چلنے لگیں۔ ٹائیگر اس طرف لپک گیا۔ اس نے کوٹ میں سے میگزین بھر کر دو تین خالی کر دیا اور مطمئن انداز میں واپس چل دیا۔ پیچھے مقابلہ اب بھی جاری تھا۔

جب وہ گاڑی میں بیٹھا تو ہیڈ کوارٹر کے سائرن کی آواز آ رہی تھی۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اسکارلی کو وعدہ خلافی اور شب خون مارنے کی کیا سزا دی جائے؟

وہ عہد کر چکا تھا کہ اسکارلی بھاری قیمت ادا کرے گا۔

"مجھے علم ہے کہ صلاح و مشورے کا یہ طریقہ آپ تمام حضرات کے لیے الجھن کا باعث بنا ہوگا۔" اسکارلی کی ڈیسک پر رکھے ہوئے اسپیکر سے آواز آئی۔ یہ وہی آواز تھی۔ ہز لارڈ شپ کی آواز... "لیکن مرتب یہی طریقہ ہمارے مفاد میں بھی ہے۔ مجھے توقع ہے کہ ہمارے غیر ملکی دوستوں کا قیام خوشگوار اور آرام دہ ہوگا۔ اب ہم رسمی باتوں کو چھوڑ کر اصل مقصد کی طرف آتے ہیں۔"

اسکارلی نے پنسل اٹھائی اور اس کی نوک دیکھنے لگا۔ دوسرے لوگ بھی پہلو بدلنے لگے۔ ان سب کے چہرے سنجیدہ تھے اور آنکھیں بجھی ہوئی تھیں۔

"مسٹر اسکارلی!" ہز لارڈ شپ کی آواز نرم مگر سرد تھی۔ "یہ انتہائی حیرت کی بات ہے کہ تم اپنے تمام تر وسائل استعمال کرنے کے باوجود ایک شخص کو قابو نہیں کر سکے۔ ویسے کیا تم اب بھی اپنی اس رائے پر قائم ہو کہ یہ کام صرف ایک شخص کا ہے؟"

"جی ہاں!" اسکارلی نے قدرے بھرائی آواز میں کہا۔ "وہ ایک ہی فرد ہے لیکن پوری فوج کے برابر۔ کاش وہ ہمارے ساتھ ہوتا!"

"اور تمھاری یہ خواہش یقیناً وہ کبھی پوری نہیں ہونے دے گا اسکارلی!" ہز لارڈ شپ کا لہجہ تیکھا ہوا سا تھا۔

"درست!" تائیوانی تھیچی چولائی نے بھی ترش لہجے میں کہا۔ "ہم پہلے ایک آدمی سے محروم ہو چکے ہیں جس کی موت کے باعث وفاق مداخلت ہو گئی۔ پھر ہمارا ایک آدمی زخمی ہو گیا۔ میں اس پروجیکٹ کو ختم کرنے کی رائے دوں گا۔"

"ایک منٹ!" اسکارلی نے گھبرا کر کہا۔ "پروجیکٹ ختم کرنے کا فیصلہ اتنا آسان نہیں مسٹر چولائی!"

"لیکن اسکارلی!" ہز لارڈ شپ کا لہجہ بھی تلخ ہو گیا۔ "جب تک تم لوگ اس ایک آدمی کو ختم نہیں کر دو گے اس وقت تک میرے لیے یہ ممکن نہیں کہ کاروبار جاری رکھ سکوں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے میں ہمیشہ تعاون کرتا رہا ہوں لیکن جہاں تک میدانِ عمل کا تعلق ہے وہاں تمھیں کام دکھانا ہوگا۔ اس میٹنگ کا مقصد صرف یہ ہے کہ ہم اس شخص کو پکڑنے کا کوئی نیا منصوبہ تیار کریں۔" ہز لارڈ شپ نے یہ کہہ کر ایک طویل سانس لی اور پھر کہا: "حضرات! اگرچہ آپ کے آپریشن نے ہمارے منافع بخش دھندے میں شگاف ڈال دیے ہیں لیکن ہم معاہدے پر قائم ہیں۔ آپ لوگ پریشان نہ ہوں۔ ہم آپ کو تحفظ سے بچانے کے لیے مارسیلز والی پروسیسنگ فیکٹری سے براہِ راست سامان فراہم کر سکتے ہیں۔"

"بات تحفظ سے بچنے کی نہیں۔" چولائی نے ترش لہجے میں کہا۔ "میں سب سے پہلے آپریشن سکیورٹی کے بارے میں مطمئن ہونا چاہوں گا کیونکہ اگر ہمارے بارے میں کوئی بھی بات... طشت از بام ہو گئی تو عالمی سطح پر الجھنیں پیدا ہوں گی اور میرے ملک کی شہرت خراب ہو جائے گی اور جب تک وہ شخص زندہ ہے مجھے یقین ہے کہ ہمارا کوئی بھی آپریشن محفوظ نہیں۔"

اسکارلی کھڑا ہو گیا۔

"سوال یہ ہے کہ ہم سے کہاں غلطی ہوئی؟" اس نے کہا۔ "مجھے احساس تھا کہ اس وقت نہ صرف تمام لوگ اس کی طرف متوجہ ہیں بلکہ ہز لارڈ شپ بھی اس کی آواز سن رہا ہوگا۔" "ایک شخص اتنے بڑے شہر اور اتنی زیادہ آبادی میں آرام و سکون سے پوشیدہ رہتا ہے لیکن ہمیں یہ بھی علم ہے کہ وہ صحرا کو پسند کرتا ہے۔ صحرا میں رہنے والوں کی وضع قطع بالکل مختلف ہوتی ہے جبکہ ہمارے عام شہری وضع قطع کے لوگ ہیں۔ میری تجویز یہ ہے کہ اس بار اس کے خلاف جو کارروائی کی جائے اس میں ہر شخص کا حلیہ صحرا نشینوں کی طرح ہونا چاہیے تاکہ ہمارے لوگ اس کی نظر میں نہ آ سکیں اور ہمارے لوگوں کو اسے تلاش کرنے میں وقت اور مہلت بھی مل سکے۔ اس سلسلے میں آپ کی منظوری ضروری ہے مائی لارڈ۔"

"منظوری دی جاتی ہے۔" ہز لارڈ شپ کی آواز آئی۔

"میں انھیں آمد و رفت کے لیے صحرا میں استعمال ہونے والی گاڑیاں بھی فراہم کر دوں گا۔" اسکارلی نے پرجوش آواز میں کہا۔ "گرلو کو وہاں صحرا میں کام کرنے والوں کے قبیلے میں سے بنایا جائے گا۔ یہ تاثر دیا جائے گا کہ یہ لوگ صحرا میں کام کرنے کے لیے داخل ہوئے ہیں۔"

"کیا تم نے اس منصوبے کی جزئیات کا بھی جائزہ لے لیا ہے؟" چولائی نے پوچھا۔

"ہاں!" اسکارلی نے سینہ تان کر جواب دیا۔ "ہم ایک ہفتے کے اندر اندر اس مسئلے کو جڑ ہی سے اکھاڑ پھینکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ مگر اس دوران شپمنٹ روک دی جائے کیونکہ اس کی سکیورٹی کا مسئلہ باقی رہے گا۔" چولائی نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔

"سکیورٹی!" اسکارلی نے منہ بنا کر کہا۔ "مجھے زیادہ خطرہ سینیٹر مارٹن کی طرف سے ہے۔ وہ ہمارے پروگرام کو ناکام بنا سکتا ہے۔"

"سنو!" چند لمحوں تک کی مکمل خاموشی کے بعد ہز لارڈ شپ کی آواز سنائی دی۔ "میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ ہمیں اس قسم کے چھوٹے موٹے مسائل سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نچلی بالائی سطح تک محفوظ ہیں۔ میں یقین دلاتا ہوں کہ سینیٹر ایسی کسی تفتیش کے جھگڑے میں ملوث نہیں ہوگا جس میں ہم ملوث ہوں۔ میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ اپنی ساری توجہ مسٹر شہزاد پر مرکوز رکھے گا۔"

پروفیسر ہاسکن لاس اینجلز کے ... دستے سے واپس ... آ تو نائٹ کلب سیر گاہ کے لاج سے نکل رہی تھی۔

"ابھی واپس آیا ہوں پروفیسر۔ سوئمنگ پول تک تو روشان راست کب تک بھیجا جائے گا؟" اس نے مسکرا کر کہا اور ہاسکن بھی قہقہہ لگا کر اندر چلا گیا۔ ٹائیگر نے قریب ہی بنے ہوئے مصنوعی تالاب میں چھلانگ لگائی جس کو پہاڑوں کے خفیہ سوتوں سے پانی فراہم ہوتا تھا اور بقول روشان یہ پانی دنیا کی تمام غلاظتوں سے پاک تھا... ٹائیگر نے تالاب کے اندر تین چکر لگائے اور پھر زیرِ آب بیٹھ گیا۔ کچھ ہی لمحوں میں اپنا ذہن روشن ہوتا محسوس ہوا اور اس کے ذہن میں پل بھر کے لیے وہ شبیہ نمودار ہوئی جسے دیکھنے کے لیے وہ روزانہ تالاب کا رخ کرتا تھا۔ یہ روبی کی شبیہ تھی۔ مسکراتی کھلکھلاتی روبی کی... اور پھر تصویر اس طرح غائب ہو گئی جیسے سلیٹ سے چاک کا نشان مٹا دیا جاتا ہے۔ اس نے مشق ختم کی اور اوپر آ گیا۔ اس وقت اس کا چہرہ سنجیدہ اور متین تھا۔ بالوں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ وہ اندر گیا۔ تولیے سے جسم خشک کیا، کپڑے بدلے اور بڑے کمرے میں چلا آیا جہاں روشان اور ہاسکن موجود تھے۔

"تمھیں معلوم ہے کہ سینیٹر مارٹن رہوڈز میں اسکالر رہ چکا ہے۔" روشان نے پرجوش لہجے میں ٹائیگر سے پوچھا۔

"نہیں۔" ٹائیگر نے منہ بنا کر کہا۔ "ہم سیاست دانوں ... ٹائیگر

"دیکھا! میں نے کہا تھا نا کہ یہ تمام اجڈ اور جاہل ہے۔ عظیم پردادا کے عظیم پڑپوتے!" روشان بھڑک اٹھا۔ "عظیم شی یانگ نے کہا تھا کہ اجڈ اور جاہل لوگ..."

"کسی ماسٹر کے شاگرد نہیں ہوتے اور اگر انھیں کوئی شاگرد بنا لے تو وہ ماسٹر نہیں ہوتا۔" ٹائیگر نے شوخ لہجے میں جواب دیا جس پر ہاسکن کا بلند آہنگ قہقہہ ہال میں گونج اٹھا لیکن اس قہقہے کے باوجود لفظ "ناشکرا" دب نہ سکا۔

"بہرحال!" ہاسکن نے سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "مارٹن نے چھ سال لندن میں گزارے ہیں۔ وہ وکیل سے زیادہ ماہرِ قانون ہے۔ اس نے اسکاٹ لینڈ یارڈ اور امریکی پولیس کے طور طریقوں، ضابطۂ کار اور طریقۂ کار پر ایک تقابلی مقالہ بھی لکھا تھا۔ میرا خیال ہے کہ وہی ہمارا سب سے بڑا مخالف ہے۔ وہ دورۂ قبل لاس اینجلز آ کر بیورلے ولشائر ہوٹل میں مقیم ہے۔ اس نے آج صبح ایک پریس کانفرنس سے خطاب بھی کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ اس کے آدمیوں نے اتنی شہادتیں اور اطلاعات جمع کر لی ہیں کہ وسطِ ہفتہ تک کمیٹی سماعت شروع کر سکتی ہے۔"

"اس کا علم تو ٹی وی سے ہی ہو گیا تھا پروفیسر۔ لیکن اس کا کمرا نمبر نہیں معلوم۔"

"سوئٹ نمبر گیارہ سو تین۔ کھڑکیاں سینچری سٹی پلازہ کی طرف کھلتی ہیں۔ اس کا تعلق بنیادی طور پر کنکٹی کٹ سے ہے۔"

"اور اداکاری بھی کرتا ہے؟" روشان نے دلچسپی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"سیاست میں!" ہاسکن نے مسکرا کر کہا۔ "اس نے نستعلیق لہجے اور زبان پر نہ جانے کہاں عبور حاصل کیا ہے۔ بالکل ایسا لگتا ہے جیسے کسی قدیم شاہی خاندان سے تعلق رکھتا ہو۔ ویسے میرا اپنا خیال یہ ہے کہ اس قسم کا ذہین بلکہ فطین شخص ہمارے لیے زیادہ بڑا خطرہ ہوتا ہے۔"

"نہیں!" روشان نے سنجیدگی سے لقمہ دیا۔ "وہ وارنٹ لے کر ہمارے خلاف لڑے گا جبکہ اسکارلی بغیر وارنٹ کے ہم پر گولیوں کی بوچھاڑ کر دینا چاہے گا۔ ایک زمانے میں عظیم لی یانگ پر بھی ایسے ہی دشمن نے بغیر کسی قانونی جواز کے حملہ کیا تھا تو..." روشان کی نظر مہمانی ٹائیگر پر پڑی اور وہ منہ بنا کر رہ گیا کیونکہ ٹائیگر کے چہرے پر ایسے تاثرات تھے جیسے اس کے پیٹ میں شدید درد ہو رہا ہو۔ "ناشکرا کہیں کا!" روشان نے زیرِ لب بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"ہاں ایک اور اہم بات معلوم ہوئی ہے۔" ہاسکن نے ان کی

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بھی ہے۔ بجرہ وہیں بن گئی ہے۔ اس نے کئی مظاہروں اور امن کے لیے جلوسوں میں حصہ لیا ہے۔ دونوں میں گزشتہ دو سال سے بات چیت بند بھی اور اب وہ لڑکی کسی ہپی کیمپوں میں رہتی ہے۔"

"بگڑ؟" ہائیگر نے مسکرا کر کہا۔ "اس کا مطلب ہے کہ وہ بالغ ہو چکی ہے۔ اچھا یہ تو بتائیں کہ سینیٹر کے آدمی آپ کے آگے پیچھے تو نہیں تھے پروفیسر؟"

"نہیں، ویسے زیادہ دور بھی نہ تھے۔ اگر سینیٹر کا تجزیہ میں عام حالات میں کرتا تو صرف اس نتیجے پر پہنچتا کہ وہ یہ سب کچھ محض سیاسی طاقت حاصل کرنے کے لیے کر رہا ہے، تاہم اب حالات بالکل مختلف ہیں لہٰذا تجزیہ بھی مختلف ہی ہوگا۔" ہاسکن یہ کہہ کر خاموش ہو گیا اور اوشان اپنی چھدری داڑھی میں انگلیاں پھیرنے لگا۔ وہ سب ایک ہی نتیجے پر پہنچ رہے تھے۔

☆☆

وہ صحرائی جیپوں میں صحرا میں داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ فور وھیل ڈرائیو ٹرک، وین اور ویگنیں بھی تھیں۔ وہ اگرچہ صحرانشینوں کے بھیس میں تھے لیکن پھر بھی ان سے بالکل مختلف نظر آ رہے تھے اور یہ بات ان کے چہروں سے عیاں تھی کہ وہ ان کپڑوں کے عادی نہیں۔ ان کے چہروں پر صحرائی باشندوں جیسی چمک نہیں تھی۔ ان کی رنگت تانبے کی طرح نہیں تھی، وہ سرخ و سفید تھے اور ان کی آنکھوں سے صحرائی معصومیتوں کے بجائے شہروں کی شیطانیت جھلک رہی تھی۔ اسی لیے وہ صحرا میں کام کرنے والے مزدوروں سے بالکل الگ تھلگ نظر آ رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ ہائیگر، ہاسکن اور اوشان کی نظروں سے چھپے نہ رہ سکے اور یہ مثلث ایک بار پھر کاری ضرب لگانے کی منصوبہ بندی کرنے لگا۔ پروفیسر ہاسکن علی الصباح اُن لوگوں کی ٹوہ میں اپنی کیمپ گاہ سے قدرے دور آبادی "بھوت نگر" کے واحد جنرل اسٹور میں چلا آیا اور اندر داخل ہوتے ہی اُسے اندازہ ہو گیا کہ تین افراد اسی گروہ سے تعلق رکھتے ہیں جو ہر قیمت پر ہائیگر کو پکڑنا چاہتا ہے۔ یہ لوگ بڑی بے چینی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے اور ان کا مقصد یقیناً ہائیگر یا اس کے کسی آدمی کی تلاش تھی۔ اُن کی باتوں سے بھی ظاہر تھا کہ وہ کسی ریڈ انڈین کی بھی تلاش میں ہیں لیکن انھیں یہ علم نہ تھا کہ وہ ریڈ انڈین ان سے چند قدم دور ہی بیٹھا ہوا چاول خرید رہا ہے۔

☐

ہائیگر کے اعتراضات کے باوجود اوشان ہی کی چلی۔ اس نے ہاسکن سے تفصیلات سننے کے بعد دوٹوک انداز میں کہا تھا کہ اب سرخ کار سے نجات حاصل کرنے کا وقت آ گیا ہے۔ ہائیگر اتنی اچھی کار سے ہاتھ دھونا نہیں چاہتا تھا لیکن اوشان کا یہی کہنا تھا کہ فضول قسم کی مہم جوئی ان غیر سرکاری سرگرمیوں میں مناسب نہیں۔ وہ کم ذات جن کی نسل کا مجھے ابھی تک کوئی علم نہیں، سرخ کار دیکھ کر اس اڈے تک پہنچ جائیں گے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ عظیم پردادا کے عظیم ٹریوتے کی اس عمارت کو نقصان پہنچے۔

"میں بھی آپ سے متفق ہوں ماسٹر۔" ہاسکن نے فوراً کہا۔ "میں گاڑی صحرا میں کہیں دور لے جا کر چھوڑ آؤں گا۔"

"پیدل؟" ہائیگر نے حیرت سے بوڑھے کو دیکھا۔ "میرا مطلب ہے پیدل واپس آئیں گے؟"

"ہاں کیوں نہیں۔ میں اس صحرا میں پیدل چلنے کا معقول تجربہ رکھتا ہوں ہائیگر۔" ہاسکن نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں یہ چاہتا ہوں کہ دشمن کو یہ کار کسی دوسری جگہ ملے اور وہ ہماری کیمپ گاہ کے بارے زیادہ الجھن کا شکار ہو جائے۔ مجھے ایسی کئی جگہیں معلوم ہیں جو اس مقصد کے لیے سودمند ثابت ہو سکتی ہیں۔"

"تب پھر میں کار کے اندر ان کے لیے ایک تحفہ بھی رکھنا چاہوں گا۔" ہائیگر نے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" ہاسکن نے جواب دیا۔ "ماسٹر! کیا ارادے ہیں؟"

"اگر اس تحفے سے نکلنے والی آواز کم زور ہوئی تو مجھے یقیناً اعتراض ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاسکن نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "آواز اتنی زوردار ہونی چاہیے کہ میں کار سے دور ہونے کے باوجود سن لوں اور یہ علم بھی ہو سکے کہ وہ کار کو کس طرف لے گئے ہیں۔ کیا تم نصف گھنٹے کے اندر اندر اپنا تحفہ کار میں نصب کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں!"

☐ تین گھنٹے بعد اور تقریباً پندرہ میل دور ہاسکن صحرا میں پیدل چلنے کے تجربے کی پہلی ناکامی سے دوچار ہوا۔ یہ محض لاعلمی کی بات تھی۔ وہ کار چھوڑ کر کیمپ گاہ کی طرف ایک ایسے راستے سے روانہ ہوا جو ایک جال بچھا رہے تھے گیا۔

ہاسکن نے سرخ کار میں بڑی مہارت کا مظاہرہ کیا تھا۔ تعاقب کرنے والوں کو بڑی کامیابی سے جل دے کر کار ایک ناکارہ کان کے قریب چھوڑ دی تھی۔ وہ کار چھوڑ کر تقریباً ڈیڑھ میل پہنچا تھا کہ گاڑی مافیا والوں کو نظر آ گئی اور جونہی انھوں نے اس کا استعمال کیا۔ ہاسکن کو ان کے وسائل کا اندازہ ہوا...

ہو گیا۔ دور ریت اور دھوئیں کا غبار نظر آیا اور زمین بھی پل بھر کے لیے اس طرح لرزی جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ ہائیگر نے واقعی کوئی طاقتور بم رکھا تھا۔ کار کے اندر موجود دو اور باہر کھڑے چھ افراد اس بم کی نذر ہو چکے تھے۔ پروفیسر کو بھی اس کا یقین تھا اور یہی وجہ تھی کہ وہ مسکرا رہا تھا۔

اس نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور تیزی سے ان پہاڑیوں کی طرف جانے لگا جن کی گھاٹیوں سے گزر کر اپنے اڈے تک پہنچ سکتا تھا لیکن ابھی وہ پہلی گھاٹی میں داخل ہی ہوا تھا کہ اچانک تین مسلح غنڈے اس کی راہ میں حائل ہو گئے۔ ان کا تعلق اسی گروپ سے تھا جو سکارلی کے منصوبے کے مطابق یہاں پہنچا تھا۔ انھوں نے ہاسکن کو فوراً دبوچ لیا۔ وہ اُسے تقریباً گھسیٹتے ہوئے اس جگہ لے گئے جہاں نیلسن نے اپنی کمانڈ پوسٹ بنا رکھی تھی۔

نیلسن نے قیدی کو گھور کر دیکھا۔ "تم کون ہو؟"

ہاسکن نے ادھر اُدھر کھڑے ہوئے مسلح افراد کا جائزہ لیا اور پھر چہرے پر صحرائی لومڑی جیسی معصومیت سجالی۔ "کیوں۔ تم سے کیا مطلب میرے بھائی؟"

لیکن ہاسکن نیلسن کو غلط سمجھا تھا۔ اس کے جوابی سوال کا جواب اُلٹے ہاتھ کے تھپڑ سے ملا۔

"اس کو جواب دو!" ایک اور شخص نے عقب سے کمر پر دو ہتڑ مار کر کہا۔

پروفیسر ہاسکن غصے سے تلملا کر رہ گیا لیکن وہ جانتا تھا کہ غصہ حالات کو مزید خراب کر دے گا۔ وہ بے جا چپقلشوں سے بھی بچنا چاہتا تھا۔

"ایک بار اور پوچھوں گا بوڑھے۔" دائیں طرف کھڑے ہوئے خونخوار آدمی نے کہا۔ "تم کون ہو اور ہمارے کیمپ کے ارد گرد کیوں منڈلا رہے تھے؟"

"میں..." ہاسکن نے سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ "میں ارد گرد منڈلا نہیں رہا تھا مسٹر۔ میں ہائی وے تک جانے کے لیے ہمیشہ یہی راستہ اختیار کرتا ہوں۔ یہ میرا معمول ہے!"

"اور تم ہائی وے کیوں جاتے ہو یا کہاں سے ہائی وے تک جاتے ہو؟" نیلسن نے پوچھا۔

"اس سے تمھیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہیے۔"

"میں اپنی دلچسپیاں پیدا کر لیتا ہوں۔" نیلسن نے غرا کر پروفیسر ہاسکن کی قمیص کا اگلا حصہ پکڑ کر اُسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ "تمھارے سوالوں کا سیدھی طرح جواب دو، ورنہ تمھیں صحرا سے نکال دیں گے۔"

"نہیں۔" پروفیسر نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "میں ان صحراؤں سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے اپنی زندگی کے پچاس سال یہاں گزار دیے ہیں۔ یہاں میرا اپنا گھر ہے۔ میں ان پہاڑیوں اور صحرا کی ریت سے محبت کرتا ہوں۔ تم مجھے یہاں سے نہیں نکال سکتے۔"

ایک اور تھپڑ کی وجہ سے پروفیسر کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"بوڑھے، میرے سوالوں کا ٹھیک ٹھیک جواب دو ورنہ زندہ درگور کر دوں گا۔" مگر اس سے قبل کہ پروفیسر کچھ کہتا نیلسن اور اس کے دونوں غنڈے اس پر ٹوٹ پڑے۔ ہاسکن جلد ہی بے ہوش ہو گیا۔

★★

ساڑھے تین بجے تک ہاسکن واپس نہ آیا تو ہائیگر بے چینی محسوس کرنے لگا۔ اوشان کے چہرے پر بھی سنجیدگی تھی۔ اُسے سب سے زیادہ پریشانی یہ تھی کہ صحرا کسی کے دوست نہیں ہوتے۔ وہ صحرا کی بے وفائی اچھی طرح جانتا تھا۔ ہائیگر کو یہ خدشہ تھا کہ کہیں ہاسکن کا ٹکراؤ سکارلی کے آدمیوں سے نہ ہو گیا ہو۔ یہ بات زیادہ قرین از قیاس تھی کیونکہ وہ لوگ پہلے اس کی تلاش میں تھے۔

پونے پانچ بجے اس نے ہاسکن کی تلاش میں نکلنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے حیثیت خاکی پتلون پہنی، فل بوٹ پہنے اور ہاسکن کے گیراج سے جیپ نکال کر چل دیا۔ جیکٹ کے نیچے اعشاریہ ۴۵ کا پستول لٹک رہا تھا۔ دو گھنٹے بعد جب اس کے خدشات درست ثابت ہوئے تو وہ مزید سامان لینے کے لیے کیمپ گاہ میں واپس چلا آیا۔ اس نے ایک گھاٹی میں اُن کا کیمپ دیکھ لیا تھا اور وہیں اُسے پتا چل گیا تھا کہ ہاسکن قیدی ہے۔ اس نے کوئی فوری کارروائی کرنے سے اس لیے گریز کیا کہ اُسے دیکھتے ہی مافیا والے یہ یقین کر لیں گے کہ پروفیسر اس کا ساتھی ہے اور وہ اُسے فوراً ہی ہلاک کر دیں گے۔ تاہم اس میں ایک خدشہ یہ تھا کہ وہ پروفیسر ہاسکن پر تشدد کر کے اس سے اوشان اور خود ہائیگر کے بارے میں بہت کچھ اگلوا لیں گے۔ وہ صرف توقع کر سکتا تھا کہ ہاسکن اتنا کم ہمت ثابت نہ ہو کہ مافیا کے مخصوص انداز تشدد کے سامنے ہار مان جائے۔

وہ زیر زمین عمارت میں جیپ سے اترا تو اوشان وہاں اس کا منتظر تھا۔ اس نے ... ہائیگر کے چہرے کو ایک نظر دیکھا اور سب کچھ سمجھ گیا۔ "ٹھیک ہے شہزادے۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ہاسکن کو واپس لینے جا رہا ہوں۔"

"نہیں۔" ہائیگر کا لہجہ دوٹوک تھا۔ "میں خود جاؤں گا اوشان۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ میری غیر موجودگی میں اس کیمپ گاہ پر حملہ ہو تو وہ ناکام ہو جائے۔ ہمارے آئندہ کے مشنوں میں یہ کیمپ گاہ بہت

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کام آئے گی۔"

"ٹھیک ہے لیکن تم وہاں دست بدست لڑائی سے گریز کرو گے۔"

"وہ کیوں؟" ٹائیگر نے حیرت سے اوشان کی طرف دیکھا۔

"اس لیے کہ تم سو فیصد فٹ نہیں ہو اگر تم سو فیصد فٹ ہوتے تو تنہائی سے ہی کیمپ پر حملہ کر چکے ہوتے تمہاری واپسی ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ تم فٹ نہیں ہو۔"

ٹائیگر بے بسی کے سے انداز میں اوشان کو دیکھنے لگا۔

اوشان کو اس بات کا اندازہ تھا کہ ٹائیگر دو بدو جنگ میں اگر فوری طور پر ملوث ہو گیا تو پروفیسر ہاسکن کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔ لہٰذا اس نے ٹائیگر کو سختی سے ہدایت کی تھی کہ شب خون کا انداز اختیار کرے۔ اس سے اس کا واحد مقصد یہ تھا کہ مافیا والوں کو حالات کا علم اس وقت ہو جب ٹائیگر ہاسکن کو لے کر وہاں سے نکل گیا ہو۔

دوسری طرف ٹائیگر بھی اب عجلت میں تھا۔ اسے یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ مافیا تشدد کے کون کون سے بھیانک طریقے اختیار کرتی ہے۔۔۔ بعض اوقات تو شکار کی کھال تک کھینچ لی جاتی ہے اور بعض اوقات جسم سے گوشت ٹکڑے ٹکڑے کر کے اتارا جاتا ہے۔ وہ ہاسکن جیسے نرم خو اور مہربان شخص کو اس قسم کے تشدد کا شکار نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ اسے یہ بات معلوم تھی کہ ہاسکن نے بہرام کی مخالفت کے باوجود انھیں اپنا اڈا استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔ اسے ہر قیمت پر فوری کارروائی کرنی تھی۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ اوشان کی واضح ہدایت برعکس انداز میں عمل کیا جائے؟ وہ اس ہدایت کا احترام کرنے پر مجبور تھا کیونکہ یہ ہدایت سنجیدہ اوشان نے دی تھی لہٰذا یہ ماسٹر آف منانجو کی ہدایت تھی۔

تب ہی اس کے اندر کا چھپا ہوا چھاپہ مار بیدار ہو گیا۔

اس نے تاریکی میں کام کرنے کا فیصلہ کیا۔ وہ تیزی سے ہاسکن کی لیبارٹری میں گیا۔ وہاں سے اس نے درجنوں اقسام کی ڈارٹس، فاضل نیس سلنسر اور پستول لیا پھر اپنے کمرے میں آ کر اس نے ہلکے کپڑے اتارے اور رات کے مشن کے لیے مخصوص سیاہ لباس پہن لیا۔ اسے احساس تھا کہ وہ جن لوگوں کے خلاف جا رہا ہے، وہ بھی اسی قسم کا لباس پہنتے ہیں۔

اس نے اعشاریہ ۲۵ کی بجائے بال اسٹینڈرڈ لیا۔ پستول اور کاربائن میں سائلنسر لگائے اور جب تیار ہو کر ہال میں آیا تو وہاں اوشان کھانا تیار کر کے لا رہا تھا۔ ٹائیگر کے نبوں پر عجیب سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"لو، ہاسکن نے مجھے اجازت دے رکھی ہے کہ جب چاہوں، بطخ کاٹ لوں۔ یہ رہا بطخ کا شوربہ اور چاول۔"

ٹائیگر کو واقعی بہت زور کی بھوک لگ رہی تھی لیکن وہ جانتا تھا کہ اسے کم سے کم کھانا چاہیے۔ اس نے اطمینان سے کھانا کھایا۔۔۔ اور پھر اوشان کی طرف دیکھے بغیر باہر نکل گیا۔

اب زیریں گھاٹیوں میں تاریکی پہنچ گاڑنے لگی تھی اور وہ ایک بلند ٹیلے پر کھڑا ہوا اطراف کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کی آنکھیں اندھیرے میں مافیا کے کیمپ میں سنتریوں کو تلاش کر رہی تھیں۔ اب تک اسے صرف چند سنتری نظر آئے تھے اور ان کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ وہ مطمئن انداز میں سر ہلانے لگا پھر ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔۔ اسے مناسب وقت کا انتظار تھا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ جسم و ذہن کو حملے کے لیے تیار کر رہا تھا۔

پھر وہ بیدار ہو گیا۔ اس کے اندرونی الارم نے اسے نصف شب کا احساس دلا دیا تھا۔ وہ بیدار ہوتے ہی اونچائی کی طرف بڑھ گیا۔۔۔ ایک عرصے بعد اس کی بصارت شب پہلی مرتبہ پوری طرح کام کر رہی تھی۔ اس نے جلد ہی ان چھ محافظوں کو دیکھ لیا جو اب اپنی پوزیشن میں قدرے تبدیلی کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ اس نے کیمپ پر ایک بھرپور نظر ڈالی اور پھر کیمپ کی طرف بڑھنے لگا۔ اس کا انداز کسی ایسے شیر کی طرح تھا جو شکار کو دیکھ کر اس کی گردن جھنجھوڑنے کے لیے تیار ہو۔

اب اس کا اور دو سنتریوں کا فاصلہ محض ایک سو گز تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اسے یقین تھا کہ تاریکی میں چھپے ہوئے سنتری اسے خود ہی حملے کی دعوت دیں گے۔

اور یہی ہوا۔

ایک سنتری نے سگریٹ سلگائی۔ شعلہ نظر آیا اور پھر جب شعلہ بجھ گیا تو انگارہ دعوت مرگ دینے لگا۔

بے زبان اعشاریہ ۲۲۔۔۔ ایک بار کھانسا، دوسری مرتبہ کھنکارا اور تیسری مرتبہ کراہا۔۔۔ پھر گوشت میں گولی لگنے کی آواز اس نے سنی۔ اس کی سماعت بھی پوری طرح کام کر رہی تھی۔ سنتری کی کراہ سنائی دی اور ایک سنتری راہ سے ہٹ گیا۔۔۔ پھر اچانک ہی اسے اپنے بائیں طرف ہلکی سی آواز سنائی دی۔ "ارے۔۔۔ کیا ہوا؟"

ٹائیگر برا سا منہ بنا کر رہ گیا۔ اسے علم تھا کہ آواز کے ٹوکنے پر گولی کی آواز سنائی دیتی ہے اور اعشاریہ ۲۲ کی یہی بے وفائی اسے پسند نہ تھی۔ اعشاریہ ۲۲ کو تو خاموش رکھا جا سکتا تھا مگر خود گولی چغلی کر دیتی تھی۔ اسی باعث وہ کاربائن کے استعمال میں محتاط تھا لیکن اس کا استعمال پروفیسر کو بحفاظت نکالنے کے لیے ناگزیر تھا۔ اس نے ایک پل بھی ضائع نہ کیا اور پلٹ کر بائیں طرف گولی جھونک دی۔ گولی صرف آواز کے نشانے پر چلائی گئی تھی مگر کارگر ثابت ہوئی اور کسی جسم کے گرنے کی آواز سنائی دی۔

وہ محتاط انداز میں [illegible] اس کے کانوں میں ہلکی سی آواز بھی

سمیٹنے کے لیے تیار تھے۔ وہ سنتری کی کراہ پر دوسروں کا ردعمل جاننے کا خواہش مند تھا مگر نہ تو کوئی ردعمل نظر آیا اور نہ ہی کوئی آواز۔

اب اس نے کاربائن کندھے سے لٹکا کر سائلنسر لگا ہوا۔۔۔ پستول نکال لیا اور دوسرے ہاتھ میں پلاسٹک ڈارٹ پستول لے لیا پھر جھکے جھکے ٹوہ بھرتا ہوا کیمپ اور اپنے درمیان حائل میدان عبور کر گیا۔

اچانک ہی اسے اپنے جسم میں عجیب سی سنسنی محسوس ہونے لگی۔ آتشیں اسلحہ پھینک کر ہاتھوں سے کام لینے کی خواہش پریشان کرنے لگی مگر اس نے خود پر بمشکل قابو پایا۔ ذرا سی بھی بے احتیاطی ہاسکن کا کام تمام کر سکتی تھی۔

اس نے ایک طویل سانس لی اور خیمے کی طرف بڑھنے لگا۔

بیٹر برولینی نائٹ گارڈ کا انچارج تھا۔ اس وقت وہ الاؤ کے گرد بیٹھا ہوا کافی پی رہا تھا کہ اچانک اسے ایسا لگا جیسے اس کی آنکھیں ساتھ چھوڑ رہی ہوں۔ یہ احساس ہوتے ہی ایک پل بعد اسے یقین ہو گیا کہ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا ہے۔ اس نے ہاتھ ہلانے کی بھی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ وہ نصف گھنٹے تک اسی طرح بیٹھا رہا پھر اسے اپنے سامنے اچانک ہی ایک آدمی نظر آیا۔

"کون ہے؟" اس نے پوچھا۔

"تم کون ہو؟" آنے والے نے سوال کیا۔

"میں برولینی ہوں۔۔۔ مگر تم کون ہو؟"

ٹائیگر کو اچانک ہی یاد آ گیا کہ پیٹی لوفی نامی مخبر نے ہاسکن کو کئی مرتبہ برولینی کے بارے میں بتایا تھا کہ وہ بہت نیک شخص ہے۔ لہٰذا اس نے برولینی کو ہلاک کرنے کا ارادہ ترک کر کے ڈارٹ گن چلا دی۔۔۔ یہ ڈارٹ ایم ۹۹ اور پینٹو تھول کا انجکشن تھی۔ جوں ہی برولینی کے جسم میں گھسی وہ گرا اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ اب وہ چار گھنٹے تک گہری نیند سو سکتا تھا۔

ٹائیگر کسی روح کی طرح خاموشی سے آگے بڑھ گیا۔

آگے جا کر اس نے مزید دو دفعہ خاموش بال اسٹینڈرڈ استعمال کی اور مزید دو سنتری کسی قسم کا احتجاج کیے بغیر موت کی وادی میں چلے گئے۔ اس نے ان کی لاشیں کھینچ کر ایک طرف چھپا دیں۔

اب وہ اس ٹینٹ کی طرف جا رہا تھا جہاں اس نے پروفیسر ہاسکن کو قید دیکھا تھا لیکن اس وقت ہاسکن وہاں نہیں تھا۔ لہٰذا اس نے نیلسن کے کیمپ کا رخ کیا۔ اس کی چھٹی حس نے یہی کہا تھا کہ نیلسن، ہاسکن سے پوچھ گچھ کر رہا ہوگا اور یہ سچ ثابت ہوا۔

اس نے خیمے کے عقبی حصے میں آ کر چاقو نکالا اور چادر کو اس حد

تک کاٹا کہ اندر کا منظر نظر آ سکے۔ کپڑا پھٹنے کی آواز غنڈوں کی چیخ پکار میں کسی کو سنائی نہ دے سکی۔

ہاسکن پر نظر پڑتے ہی اس کا خون تیزی سے سر کی طرف بڑھا اور اس کی کنپٹیاں سلگنے لگیں۔

ہاسکن لہولہان ہو رہا تھا۔ اسے ایک کرسی پر بٹھا کر رسیوں سے جکڑ دیا گیا تھا۔ اس کے سامنے چار وحشی کھڑے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک ویلڈنگ مارچ لیے ہوئے شعلے کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

گرنے والا پہلا شخص یہی تھا۔ ٹائیگر نے اب کسی قسم کی حکمت عملی سے گریز کیا تھا۔ بس لبلبی دبا دی تھی۔ وہ اس وقت تک ڈارٹ گن کی لبلبی دباتا رہا تھا جب تک وہ خالی نہیں ہو گئی تھی۔

وہ چاروں اوپر تلے گر گئے۔ ٹائیگر نے فوراً اندر چھلانگ لگا دی۔ ہاسکن نے اسے دیکھا تو مسکرانے لگا۔ یہ مسکراہٹ ایک بے بس بہادر کی تھی۔ ٹائیگر نے اس کی رسیاں کاٹ دیں۔ دونوں نے ایک دوسرے سے کچھ نہیں کہا۔ دونوں کو علم تھا کہ مشن کتنا خطرناک ہے۔

ہاسکن اپنی کلائیاں ملنے لگا تاکہ دوران خون بحال ہو جائے۔۔۔ بندشوں کی وجہ سے اس کے ہاتھ سن ہو رہے تھے۔ ٹائیگر نے ڈارٹ گن پھر لوڈ کی۔ خیمے میں چاروں طرف دیکھا۔ یہاں نیلسن کا ایک بریف کیس رکھا ہوا نظر آیا۔ اس میں کاغذ اور قلم بھی تھا۔ ٹائیگر کو اس وقت اسی کی ضرورت تھی۔ وہ تیزی سے لکھنے لگا۔

"یہ جنگ میرے اور اسکارلی کے درمیان ہے۔
اگر آئندہ کبھی اس پر بڑھے جیسے بے گناہ اور غیر متعلق
شخص پر حملہ کیا گیا تو تم میں سے ہر ایک مارا جائے گا۔۔۔
اسکارلی سے کہنا کہ میں صرف اسی سے سودا کروں گا لیکن
اگر اس نے مزید غنڈے بھیجے تو وہ سب کے سب
فنا ہو جائیں گے۔"

یہ پیغام میز پر رکھ کر وہ اس راستے سے واپس نکلا جس راستے سے آیا تھا۔ ہاسکن کو تشدد کی وجہ سے چلنے میں دشواری ہو رہی تھی مگر وہ بڑی ہمت سے چل رہا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اپنے درد کی شکایت کر کے ٹائیگر پر بوجھ بننا نہیں چاہتا تھا۔

باہر آ کر وہ برولینی پر جھکا اور اس نے ایک اور پیغام لکھ کر برولینی کے سینے پر رکھ دیا۔ پرچا اڑ سکتا تھا لہٰذا اس نے ایک بڑا پتھر بھی سینے پر رکھ دیا۔

"تم صرف اس وجہ سے زندہ ہو کہ تم نے لوئی سے
ہر موقعے پر ہمدردی ظاہر کی ہے۔ اگر تم ذہین ہو گے تو
سورج طلوع ہوتے ہی اس علاقے سے سینکڑوں میل

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ دور پہنچ جاتے گئے۔"

ٹائیگر پستول دوبارہ ہولسٹر میں ڈال کر پاسکن کے ساتھ اُترائی پہ تھا کہ اچانک ایک ہیولہ نمودار ہوا۔ "کون ہے، رُک جاؤ۔"

پاسکن رُک گیا۔ اُس نے آہستہ آہستہ دونوں ہاتھ سر پہ رکھ لیے۔ چوکس سنتری اُن کے سامنے آگیا اور پھر اُس نے ریوالور نکال کر پاسکن کے سینے پہ رکھ دیا۔

ٹائیگر اُن سے بہت قریب ایک تودے کی آڑ میں تھا۔

"بُڈھے..." سنتری دانت پیس کر بولا۔ "ہم نے تو تم کو باندھ کر ڈالا ہوا تھا، وہاں چار آدمی تھے۔ تم وہاں سے کیسے نکل آئے؟" یہ کہہ کر اُس نے پاسکن کو چلنے کا اشارہ کیا مگر اُسی لمحے خود اُس پر قیامت ٹوٹ پڑی... ٹائیگر کا دایاں ہاتھ اچانک ہی تودے کی آڑ سے نکلا تھا اور اُس کی پانچوں انگلیوں نے ایک ساتھ سنتری کے حلق پہ زوردار ضرب لگائی تھی۔ پاسکن بھی صرف چیخ کی آواز ہی سُن سکا تھا اور پھر اُس نے سنتری کو گرتے ہوئے دیکھا تھا۔

"سنا تو عظیم ہے۔" پاسکن نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"اُو شان عظیم تر ہے۔" ٹائیگر نے پُرجوش مگر دھیمے لہجے میں کہا۔ "چلیں پروفیسر! سفر جاری ہے۔"

وہ خاموشی سے اُترے اور ایک فرلانگ دور مٹی کے تودے کی آڑ میں چھپی ہوئی جیپ میں بیٹھ گئے۔ ٹائیگر مطمئن تھا۔ اُس کا مشن کامیاب رہا تھا مگر اس کی چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ مشن ابھی مکمل نہیں ہوا۔

صبح کی نیوز کاسٹ میں اس شخص کا تفصیلی ذکر تھا جس نے قیامت مچا رکھی تھی۔

"گزشتہ شب کے چھاپے میں سات افراد ہلاک ہوئے جبکہ حملہ آور صاف بچ نکلا۔ اس نئی صورت حال کے بعد لاس اینجلز کاؤنٹی شیرف آفس نے ملزم کی گرفتاری کے لیے آل پوائنٹ بلیٹن جاری کیا ہے۔ اس پر قتل، اقدامِ قتل، ہنگامہ آرائی اور کیمیکل ہتھیار استعمال کرنے کا الزام ہے۔ اس اعلان میں ملزم کے نام اور حلیے کا کوئی ذکر نہیں، صرف ایک ذریعے نے اُس کا نام شہزادہ بتایا ہے۔ یہ نام مشرقی بادشاہوں کے بیٹوں کے لیے مخصوص تھا۔ آج صبح سینیٹر مارٹن کی کمیٹی کے ترجمان نے اعلان کیا ہے کہ منظم جرائم پیشہ افراد کے گروہ کے اندر موجود ایک مخبر نے اس شخص کا حلیہ بھی بتایا ہے جس کی بنیاد پر تصویر بنالی گئی ہے اور ملزم کی تلاش جاری ہے۔"

ٹائیگر نے ریموٹ سے ٹی۔ وی بند کر کے ایک بار پھر اُس سیال کو گھورا جو اُو شان نے چند خاص صحرائی جڑی بوٹیوں سے اُس کے ناشتے کے لیے تیار کیا تھا۔ اگرچہ اُسے اشتہا نہ تھی لیکن اس جوس کو دیکھ کر اُس کے منہ میں پانی بھر آیا تھا۔ یہ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی کہ جوس کن جڑی بوٹیوں کا ہے۔ ایسی باتیں وہ پوچھتا ہی نہیں تھا۔ اس وقت اُسے یہ فکر تھی کہ اُس کا نام تلفظ کی معمولی سی تبدیلی سے پولیس تک جا پہنچا ہے اور جب ٹی۔ وی پہ بار بار اُسے یہ نام سُنا ہوگا تو اُس کی کیا حالت ہوگی۔ دوسری اہم بات یہ تھی کہ اُس کا حلیہ بھی نشر ہو چکا تھا۔ اس طرح اب پولیس اور مجرم دونوں ہی سے اُسے ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی... وہ چہرہ بدل سکتا تھا لیکن اس کے لیے اُسے سیٹی نو ریم تک جانا پڑتا... اور فی الوقت وہ ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا۔

"فی الوقت ناممکن۔" کیلی پیٹرسن نے کافی کا کپ تقریباً پٹختے ہوئے کہا۔ "اتنا بڑا صحرا ہے اور ہم اس پر ایک ہی وقت میں نظر نہیں رکھ سکتے... پھر لاس اینجلز کا پورا علاقہ اور ایک شخص کی تلاش... ان خبیث سیاست دانوں نے ہمیں مطلع کیے بغیر اُس کا حلیہ جاری کر دیا ہے اور وہ یقیناً ہوشیار ہو گیا ہوگا۔"

"صبر... صبر..." گرگس نے اُسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ سینیٹر کو سُرخیوں میں آنے کا بہت شوق ہے... ویسے اُس نے تمہیں بھی اس صورتحال سے مطلع تو کر دیا ہے نا؟"

"وہ کیسے؟" کیلی پیٹرسن نے جھلا کر کہا۔

"ٹی۔ وی کی خبروں کے ذریعے۔" گرگس کے چہرے پر مُسکراہٹ تھی۔

"ہونہہ..." کیلی اب بھی غصے سے بل کھا رہا تھا۔ "اب ہوگا یہ کہ ہمیں ہزاروں ٹیلی فون اور ٹیلی گرام ملیں گے کہ اس حلیے کے شخص کو فلاں مقام پر دیکھا گیا ہے۔ وہ بیک وقت لاکھوں افراد کو، ہزاروں مقامات پر نظر آئے گا... اور مجھے یقین ہے کہ یہ شہزادہ اس وقت کسی حلیے میں سکون سے بیٹھا ہوا ریڈیو، ٹی۔ وی خبریں یا رجستانی جا رہا ہوگا۔"

"ویسے میں اس مشن میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں..." تھامس بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ ملک سے بھاگے گا نہیں، وہ بھاگنے والوں میں سے نہیں ہے۔"

"نہیں، تھامس!" کیلی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "میں تمہیں ساتھ لے جانے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا۔ اگر تم میرے ساتھ ہوئے اور تمہیں خراش بھی آگئی تو صحافیوں کی انجمن میری کھال کھینچ لے گی۔"

"لیکن تم مجھے آپریشن ایریا سے نکال بھی سکتے ہو۔" تھامس نے آنکھیں نکال کر کہا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ بات مانتا ہوں۔"

"وسعت تیرے کی۔" تھامس کو اُس کی سرد مہری پہ تاؤ آگیا۔ "تم کیسے دوست ہو، سنو کیلی! اگر میں نے اسکوپ مار لیا تو مجھے صحافتی میدان میں سب سے بڑا ایوارڈ مل سکتا ہے۔ بس تم تعاون کرو اور بقیہ..."

"نہیں! تم میرے ساتھ نہیں چل سکتے۔" کیلی پیٹرسن نے نرمی سے جواب دیا۔ "میں تمہیں صرف اتنا بتا سکتا ہوں کہ آپریشن ایریا بارسٹو سے شمال مشرق میں کیلکو سلسلۂ کوہ تک ہے۔ اگر تم اس علاقے میں موجود رہو اور وہاں کے حالات دیکھ سکو تو... تو بھلا میں کس طرح روک سکوں گا؟"

"ٹھیک ہے..." تھامس خوشی سے چلّا کر اُٹھا اور اپنا ٹیپ ریکارڈر لے کر بھاگتا چلا گیا۔

سان برنارڈینو کاؤنٹی شیرف ڈیپارٹمنٹ کی جیپ میں موجود کیلی پیٹرسن نے اپنے دوست رپورٹر تھامس کو ائیرکنڈیشنڈ گاڑی میں دیکھ کر حسرت بھرے انداز میں ایک طویل سانس لی اور سر جھٹکنے لگا۔ تھامس اپنی شاندار گاڑی میں پولیس فری کوئنسی ریسیور ریڈیو کی وجہ سے تمام حالات سے باخبر تھا۔ اُسے علم تھا کہ کھلی جیپ میں کیلی کی کیا حالت ہوگی۔ کیلی کی اس جیپ میں بیٹھنے کی واحد وجہ یہ تھی کہ جیپ ہی موبائل کمانڈ پوسٹ تھی۔ کیلی کے ذہن میں سینیٹر مارٹن کی بریفنگ تازہ تھی۔

"ہمیں یہ بھی ذہن میں رکھنا ہوگا کہ جرائم پیشہ منظم گروہ بھی اس شخص کی تلاش میں صحرانوردی کر رہے ہوں گے اور میں یہ ہرگز نہیں چاہوں گا کہ اُن سے پولیس کا تصادم ہو جائے۔ پوری قوم کی نظریں صرف ایک شخص پر ہوں گی، اس لیے تمہیں ان گروہوں سے ٹکر لینے سے گریز کرنا ہوگا۔ میں اُن گروہوں سے نمٹنے کے دوسرے اقدامات کر رہا ہوں۔ تم لوگ شہزادہ کو پکڑو۔ تمہارا کام صرف یہی ہے اور یہ ہدایت آف دی ریکارڈ ہے کہ اگر وہ سامنے نہ آئے تو شوٹ ٹو کِل والا اصول اپنایا جائے۔ یہ شخص ہر ایک کے لیے خطرناک ہے۔"

کیلی کے منہ کا ذائقہ بدل گیا۔

ایک شخص کو قتل کرنے کی واضح ہدایت تھی جبکہ مجرم بھیڑیوں سے گریز کرنے کا حکم... اُسے ان دونوں احکام میں واضح طور پہ شدید ترین تضاد نظر آرہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر مطلوبہ شخص قتلِ عام سے گریز کر کے چیدہ چیدہ افراد کو انفرادی طور پر ہلاک کرتا تو ہیرو بن چکا ہوتا۔ اُسے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ سینیٹر مارٹن نے یہ ہدایت نہیں کی کہ ہیروئن کے کاروبار کے بڑے سرچشموں کو تلاش کیا جائے۔ حقیقت تو یہ تھی کہ سینیٹر نے اُس کا ذکر تک نہیں کیا تھا۔

جیپ ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ اب وہ ایک لمبی وادی میں تھی۔

کیلی نے جیپ میں کھڑے ہو کر دور، ہائی وے کی طرف دیکھا... پیشانی سے پسینہ پونچھا اور دوربین آنکھوں سے لگا لی۔ منظر صاف ہی کھنچ کر قریب آگیا۔ اُسے اب بنجر پہاڑ نظر آ رہے تھے۔

"کیا سوچ رہے ہو آفیسر؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"یہی کہ وہ رات کو ضرور مل جائے گا۔" کیلی نے مُسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"بہت یقین سے کہہ رہے ہو؟"

"ہاں... اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اتنے خراب اور شدید موسم میں کوئی بھی عقل مند شخص اپنی کمین گاہ سے نہیں نکلے گا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بہت ذہین آدمی ہے۔"

ٹائیگر تین روز سے مسلسل خاموش تھا۔ اُس نے کوئی کارروائی نہیں کی تھی۔ اُسے صرف اتنا اندازہ تھا کہ سینیٹر مارٹن نے اُسے عفریت بنا کر پیش کیا ہے۔ جب کہ سارے اخبارات بھی اسے جلاد صفت قرار دے رہے تھے اور یہ ذکر کہیں نہیں تھا کہ مرنے والا ہر شخص پولیس کو قتل، ڈکیتی، اسمگلنگ اور ایسے ہی دوسرے جرائم میں مطلوب تھا۔

وہ سوچنے لگا کہ کسی طرح صحرا میں موجود پولیس اور غنڈوں کو آپس میں اُلجھا دیا جائے۔ اس طرح کئی غنڈے کام آجائیں گے۔ اُس نے باہر دیکھا۔ رات تاریک تھی، چاند بھی نہیں تھا۔ یہ ماحول باہر نکلنے کے لیے بہت مناسب تھا۔

اُس رات ساڑھے دس بجے اُس نے نیلا لباس پہنا اور کسی کو بتائے بغیر کمین گاہ سے نکل گیا۔ اُسے یہ علم نہیں تھا کہ وہ اُو شان کی جاگتی آنکھوں کے سامنے سے گزر رہا ہے۔

اُسے مافیا کے اڈے تک پہنچنے کے لیے تین میل کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ اُس کے قدم تیزی سے اُٹھ رہے تھے اور ایسا لگ رہا تھا جیسے ریت اور نرم زمین کا اُس کے پیروں پہ کوئی اثر نہ ہو رہا ہو۔ ہائی اسٹینڈرڈ اُس کے دائیں پہلو میں جھول رہا تھا۔ ڈارٹ گن بھی ساتھ تھی۔

گُربہ پائی کے انداز میں وہ اُن کے قریب اور اتنا قریب پہنچ گیا کہ اُن کی آوازیں بھی اُسے سُنائی دینے لگیں۔ وہ وہیں ایک چٹان سے چھپکلی کی طرح چپک کر لیٹ گیا اور اُن کی باتیں سننے لگا۔ اُس نے کئی نام سُنے۔ وہ ایک دوسرے کو نام لے کر ہی پکار رہے تھے پھر وہ اپنی جگہ سے ہٹ کر ایک طرف چل دیا۔ اب وہ ایک گروپ کی طرف جا رہا تھا۔

ایک شخص جسے کسی نے کرینی کہہ کر مخاطب کیا تھا، گن سنبھالے قدرے ہٹ کر کھڑا تھا۔ ٹائیگر کا رُخ اُسی کی طرف تھا۔ کرینی نے اُسے دیکھ لیا مگر اندھیرے کی وجہ سے چہرہ نہیں دیکھ سکا۔ ویسے کرینی کو اطمینان تھا کہ یہ اپنا ہی آدمی ہے۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہیلو گرینی!" ٹائیگر نے اُس کے قریب جا کر سرگوشی کی۔ "میں نے اس طرف کوئی آواز سُنی ہے۔"

"کہاں...؟" گرینی چوکس ہو گیا۔

"اِدھر..." ٹائیگر نے جواب دیا۔ "دوسروں کو بھی ساتھ لے آؤ... میں اِدھر ہی جا رہا ہوں۔"

گرینی نے سگنل دیا اور پھر پل بھر میں ہی چھ افراد کی مسلح پارٹی ٹائیگر کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ وہ کچھ دور تک اُن کی رہنمائی کرتا رہا... اور پھر پیچھے سے کھسک گیا۔

"مینی... گیپ..." اس نے تاریکی سے مزید دو نام لیے۔

"ہاں، کیا ہے؟" گروپ لیڈر نے پوچھا۔

"کوئی بھی اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے۔ میرا خیال ہے کہ اس پاس کوئی موجود ہے۔ اوہ... وہ رہا... مجھے نظر آ رہا ہے۔" ٹائیگر نے سرسراتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کہاں؟... کہاں ہے؟" اس مرتبہ پوچھنے والے کے لہجے میں جھنجلاہٹ بھی تھی اور شک بھی۔ "مجھے تو کوئی نظر نہیں آ رہا۔"

"سامنے دیکھو احمق!" ٹائیگر نے اس بار سخت لہجے میں کہا۔ "دیکھ کر آگے بڑھو۔ وہ صرف چند قدم کے فاصلے پر ہے۔"

"اوہ... کیا شہزادہ ہے؟"

اسی لمحے ٹائیگر نے جگہ بدل لی۔ اعشاریہ ۲۲ سے سائلنسر الگ کیا اور معاً ہی یکے بعد دیگرے تین فائر کر دیے۔ اس کے ساتھ ہی وہ فائر لائن سے ہٹ گیا۔ جس جگہ وہ پہلے تھا، وہاں چھ گولیاں آ کر لگیں... کام شروع ہو چکا تھا۔

"اُدھر گیا!" گیپ نے چلا کر کہا۔ اندھا دھند گولیاں چلنے لگیں... گولیوں کا رُخ دوسرے کیمپ کی طرف تھا۔ لہٰذا وہاں سے بھی جوابی فائرنگ شروع ہو گئی... پھر جنگ میں مزید کئی گنیں شامل ہو گئیں۔ ٹائیگر نے مطمئن انداز میں سر ہلا کر وہاں سے واپسی کا ارادہ کیا لیکن اُسی لمحے ایک اسپاٹ لائٹ غیر متوقع طور پر روشن ہو گئی۔ وہ اُس کے دائرے ہی میں کھڑا ہوا تھا۔ اس نے اُسی پل چھلانگ لگا دی اور اسپاٹ لائٹ سے نکل گیا۔ اگر وہ اس فوری ردِ عمل کا مظاہرہ نہ کرتا تو درجنوں گولیاں اُسے چھلنی کر کے رکھ دیتیں۔

وہ ایک طرف دوڑنے لگا۔

پھر اچانک بائیں طرف سے بھی اسپاٹ لائٹ کی روشنی نظر آئی اور کوئی میگا فون پر چلانے لگا۔

"اٹینشن... پولیس... ہتھیار پھینک دو۔ تم لوگ ایک دوسرے ہی کو بھون رہے ہو۔ ہتھیار پھینک دیے جائیں۔ اگر کسی نے مزاحمت کی... تو ہلاک ثابت ہو گی۔ خود کو قانون کے حوالے کر دو۔ تم لوگوں کا محاصرہ کر لیا گیا ہے۔ فرار کے تمام راستے بند ہیں۔"

ٹائیگر نے طویل سانس لے کر واپسی کا فیصلہ کر لیا۔ کیونکہ اب پولیس آ چکی تھی اور وہ پولیس پر فائر نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے پولیس پارٹی اور اپنے درمیان فاصلہ رکھنے کے لیے سمت بدل لی۔ وہ دوڑنے لگا مگر اُس کی سماعت کی حس بتا رہی تھی کہ چند افراد اُس کے تعاقب میں ہیں۔ وہ جانتا تھا کہ پولیس والے بھی مافیا ہی کی طرح اُس کے خون کے پیاسے ہیں لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ کوئی پولیس والا اُس کے ہاتھوں مارا جائے۔ صرف اسی خیال سے اُس نے اعشاریہ ۲۲ ہولسٹر میں واپس رکھ لیا تھا۔

جوں ہی اُسے اندازہ ہوا کہ قدموں کی دھمک اب مدھم ہو گئی ہے... اُس نے اپنی رفتار کم کر دی اور ایک گھاٹی میں داخل ہو گیا۔ یہی اُس کی خطرناک غلطی ثابت ہوئی۔

وہ آگے بڑھا اور یہ دیکھے بغیر بڑھتا چلا گیا کہ آگے کیا ہے... آگے راستہ بند تھا۔ گھاٹی دراصل ایک صندوق نما گھاٹی تھی جس کے آگے راستہ نہیں تھا۔

اسی لمحے اُس نے گھاٹی میں قدموں کی آواز سُنی۔ تعاقب کرنے والے بھی اب داخل ہو چکے تھے۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا مگر اُسے کوئی راہ نظر نہ آئی۔ صرف ایک راستہ یہ تھا کہ وہ اوپر پہنچے اور اُوپر پہنچنے کے لیے چھ سات سوفٹ اُونچی سنگی چٹان پر چڑھنا تھا۔

اُس نے یہی فیصلہ کیا۔ پہلے سات آٹھ فٹ بہت آسان ثابت ہوئے۔ اُس نے وہاں پہنچ کر نیچے جھانکا۔ تعاقب کرنے والے بھی اب اُس جگہ پہنچ گئے تھے، جہاں سے اُس نے چڑھنا شروع کیا تھا۔

اُس نے ایک طویل سانس لی اور اُفقی چڑھائی پر چڑھنے لگا۔ اب اُس کی اُنگلیاں، کوہ پیماؤں کے سوؤں کی طرح پتھروں میں پیوست ہو رہی تھیں، پیر بھی اسی طرح کام کر رہے تھے... مگر یہ بات واضح تھی کہ وہ زیادہ دیر تک اس طرح اُوپر نہیں چڑھ سکے گا۔ اُس کو اچانک ہی خواہش محسوس ہوئی کہ وہ کسی پرندے کی طرح پرواز کرتا ہوا اوپر پہنچ جائے لیکن ایسا اس لیے ممکن نہیں تھا کہ وہ آگے کو نکلی ہوئی نوکیلی چٹانوں کے حصوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔ دو سو فٹ اُوپر پہنچ کر اُس کے ناخن متاثر ہونے لگے... اور اسی لمحے نیچے سے کسی نے اُس پر فائر کیا۔

وہ چپک گیا۔ اُس نے نظریں اُٹھا کر اُوپر دیکھا۔ ابھی کم از کم تین چار سو فٹ اُوپر چڑھنا تھا۔ وہ سوچنے لگا کاش یہ سپاٹ دیوار ہوتی۔

پھر دوسرا فائر ہوا۔ اُس کی آنکھیں سلگنے لگیں۔ اُس نے ایک ہاتھ سے توازن برقرار رکھتے ہوئے دوسرا ہاتھ ایک پتھر کی طرف بڑھایا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر پتھر نیچے پھینکنے سے رہ گیا کہ کہیں نیچے پولیس والے

نہ ہوں۔

اچانک خون اُس کے کانوں پر ضرب لگانے لگا تھا۔ شاید یہ کششِ ثقل کے برخلاف جدوجہد کرنے کا نتیجہ تھا۔ وہ تمام تر توانائی ہاتھوں میں منتقل کرتا رہا اور اُوپر سرکتا رہا۔

اُسے اندازہ تھا کہ نیچے جمع ہونے والوں کی تعداد بڑھ گئی ہے لیکن اُسے یہ احساس نہیں ہو سکا تھا کہ وہ لوگ کون ہیں۔ تاہم چند لمحے بعد جب میگا فون سے نکلنے والی آواز پہاڑیوں سے ٹکرائی تو تب ہی اُسے معلوم ہو سکا کہ وہاں کون کون لوگ موجود ہیں۔

"پولیس... اپنے اپنے ہتھیار پھینک دو۔"

اسی لمحے ٹائیگر کا ہاتھ کسی چکنی اور ٹھنڈی مگر لچیلی سی چیز سے ٹکرایا... اُس نے اُسی پل اندازہ لگا لیا کہ یہ انتہائی زہریلا اور خطرناک سانپ ہے۔ ٹائیگر نے بڑی احتیاط سے سانپ اُٹھایا اور اس سے قبل کہ وہ اُس پر حملہ آور ہوتا، اپنی اُنگلیاں کھول دیں۔ سانپ پیٹ سے نیچے گرا۔ ایک لمحے کے لیے اُسے نیچے والوں کی چیخیں سُنائی دیں پھر ایک فائر ہوا۔ غالباً کسی نے سانپ کو گولی مار دی تھی۔

ٹائیگر اب بہت سست رفتاری سے اُوپر چڑھ رہا تھا کیونکہ اُسے اپنی کمر میں ٹیسیں سی محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر درد میں اضافہ ہوا تو وہ نہیں کا نہیں رہے گا۔ وہ اس درد کی وجہ بھی سوچ رہا تھا۔ غالباً کمر پر کسی وقت غیر متوازن دباؤ پڑا تھا جس کے باعث درد شروع ہو گیا تھا۔ تب ہی اُسے یاد آیا، ہاتھ میں سانپ کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی اُس نے ہلکا سا جھٹکا محسوس کیا تھا، شاید اُسی وقت کمر میں درد شروع ہوا ہو۔

معاً ہی ایک عجیب سا خوف ٹائیگر کو ستانے لگا۔

اگر ویاؤ سے شیلا والا زخم ہرا ہو گیا تو کیا ہو گا؟

اُس کے بالائی لب پر پسینے کی بوندیں جھلملانے لگیں۔ وہ اُس وقت کو کوسنے لگا جب اُس نے پولیس والوں کو نہ مارنے اور دبے پاؤں نکل جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

اُس نے ایک ہاتھ سے کگر پکڑ کر دوسرا ہاتھ اُٹھایا تاکہ کسی پتھر کو پکڑ کر اور اُوپر جا سکے مگر اُس کا وہ ہاتھ ہوا میں لہرا کر رہ گیا۔ خوشی کی ایک لہر اُس کے جسم میں تیر کر گزر گئی۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ گھاٹی کے اُوپر پہنچ چکا ہے۔ کامیابی کو اتنے قریب پا کر اُس کے پورے جسم سے پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگیں لیکن اُس نے شکست تسلیم نہ کی اور آخری کوشش کی۔ ایک جھٹکے سے اُس کا نصف دھڑ گھاٹی کے کنارے پہنچ گیا جبکہ اُس کی دونوں ٹانگیں خلا میں جھولتی رہیں۔ اب اُس کی ٹانگوں میں اتنی جان بھی نہیں تھی کہ وہ خود کو اُوپر کر سکے۔ ٹائیگر دیر تک یونہی پیٹ کے بل لیٹا رہا۔ پھر اُس نے لمبی لمبی سانسیں لیں، جھولتی ہوئی ٹانگوں میں توانائی واپس آنے لگی تھی لہٰذا اُس نے اُنھیں کھینچا اور پھر لیٹ گیا۔ اُس کا جوڑ جوڑ درد کر رہا تھا۔ اُس کی جگہ اگر کوئی اور ہوتا تو شاید حرکتِ قلب بند ہونے سے انتقال کر چکا ہوتا۔

پھر وہ ٹانگیں پسار کر بیٹھ گیا اور اُس نے دونوں پنڈلیوں... اور رانوں کو ہاتھوں سے تھپکنا شروع کر دیا۔ ساتھ ہی اُس کی آنکھیں کسی ایسے راستے کو تلاش کر رہی تھیں جس کی مدد سے وہ یہاں سے نکل سکے۔ وہ اب بھی پولیس سے ٹکر مول نہیں لینا چاہتا تھا اور صرف اسی ٹکراؤ سے بچنے کے لیے اُس نے اتنی اُونچی کھائی پر چڑھنے کو ترجیح دی تھی۔

تب ہی اُسے قدموں کی آہٹ سُنائی دی۔

یہ چاپ نہ تو دشمن کے پیروں کی تھی اور نہ ہی پاسکن کی۔ ٹائیگر نے فوراً ہی سر اُٹھا کر نہیں دیکھا۔ اُسے سب سے پہلے فل بوٹ نظر آئے جن کے اندر خاکی پتلون کے پائنچے اُڑسے ہوئے تھے۔

ٹائیگر کا دماغ گھوم گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ مافیا کا کوئی گرگا اتنی خاموشی سے اُس کی شہ رگ تک پہنچ سکتا ہے۔ اُس نے غرا کر ہولسٹر کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"نہیں، شہزادہ احمد!" ایک خوش گوار آواز سُنائی دی۔ "اگر مجھے مارنا ہی ہے تو پستول مت نکالو۔ تمھارا صرف ایک چپت ہی کافی ہو گا۔ میں مافیا والوں میں سے نہیں ہوں۔"

"تم کون ہو؟" ٹائیگر نے اس بار نرم لہجے میں پوچھا۔ اُس نے سر اُٹھا کر دیکھا۔ اُس کے سامنے آرمی جیسے والا ایک نوجوان کھڑا تھا... بہرحال، مافیا کا چہرہ نہیں تھا۔ نوجوان کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نال کا رُخ زمین کی طرف تھا۔

"تمھیں تلاش کرنا بہت مشکل ثابت ہوا، دوست!" نوجوان نے کہا۔ "تم پر درجنوں قتل کے الزامات ہیں... میں سارجنٹ کیلی پیٹرسن ہوں۔"

"اوہ..." ٹائیگر کا ہاتھ ہولسٹر سے ہٹ گیا۔ "اس کا مطلب یہ ہے کہ مافیا اور قانون، دونوں کے ڈانڈے آپس میں ملتے ہیں۔ مجھے پہلے بھی یہی شک تھا۔"

"شاید تم ٹھیک کہتے ہو۔" کیلی پیٹرسن حیرت انگیز طور پر بے تکلفی کا مظاہرہ کرتا ہوا، اُس کے برابر بیٹھ گیا۔ "میری ایک بات مان لو۔"

"کیا...؟" ٹائیگر کو نہ جانے کیوں یہ لڑکا اچھا لگ رہا تھا۔

"یہی کہ آہستہ بولو۔ میں نہیں چاہتا کہ دوسروں کو تمھاری یہاں موجودگی کا علم ہو جائے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"سنو شہزادے!" کیلی پیٹرسن نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہم دونوں یہاں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تنہا ہیں۔ میرا قریب ترین یونٹ بھی کم از کم نصف میل دور ہوگا جبکہ نیچے کھائی میں مافیا کے غنڈے اور جلاد موجود ہیں۔ میں اپنے لوگوں سے رابطہ بھی قائم نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میرے پاس واکی ٹاکی نہیں ہے۔"

ٹائیگر نے اس شخص کو بغور دیکھا۔ وہ کھلے دل کا ایماندار نوجوان لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے ذہانت ٹپک رہی تھی اور وہ ٹائیگر سے نظروں میں جھول رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ تم نے مجھے تلاش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے کہ اگر تمہارے لوگوں میں سے کوئی مجھے پکڑ سکتا ہے تو وہ صرف تم ہو... لیکن فرض کرو کہ تم نے مجھے پکڑ لیا ہے... اب کیا ہوگا؟"

"اس قسم کی باتیں مت کرو شہزاد!" کیلی پیٹرسن نے کہا۔ "فی الوقت جنگ بندی پر رضامند ہو جاؤ۔ ہم دونوں کے پاس ہتھیار ہیں۔ میرا ریوالور زیادہ شور مچاتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم اس وقت کسی قسم کا شور شرابا پسند نہیں کرو گے... پھر میں خطرہ لگا سکتا ہوں کہ تم مجھ پر گولی بھی نہیں چلاؤ گے۔"

"وہ کیوں؟"

"اس لیے کہ میں پولیس والا ہوں اور ابھی تک میری نظر سے ایسی کوئی خبر نہیں گزری کہ چارلی ویپارس کے قتل کے بعد ہونے والے قتل عام میں کوئی پولیس والا بھی قتل ہوا ہو۔"

"ہوں..." ٹائیگر مسکرا کر رہ گیا۔

"مجھے اس بات کا کوئی شوق نہیں کہ اس اسمگلنگ کے مجرموں پر برق بن کر گرنے والے کو پکڑ کر اخبارات میں شہرت حاصل کروں یا ترقی حاصل کروں۔ میں صرف اتنا بتا دینا چاہتا ہوں کہ اس وقت ہم چاروں طرف سے مافیا میں گھرے ہوئے ہیں یا پھر ڈیزرٹ فورس کے رضاکار ہیں۔ میں ان کے درمیان سے صحیح سلامت نکلنا چاہتا ہوں۔ کیا تم مجھ سے تعاون کرو گے؟"

"اوہ..." معاً ہی ٹائیگر مسکرانے لگا۔ اسے ہاسکن کی یہ بات یاد آگئی کہ شیرف کے آفس میں کم از کم ایک غیر جانبدار شخص موجود ہے۔ "تو یہ تم ہو؟" اس نے مسکرا کر کیلی پیٹرسن سے پوچھا۔

"کون...؟" کیلی نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"جس کی عظیم ہاسکن نے تعریف کی تھی۔" اچانک ہی ایک پتھر کی اوٹ سے اوشان نمودار ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک نوکیلا نیزہ تھا جس کی انی رات ہونے کے باوجود چمک رہی تھی۔

"باپ رے..." کیلی پیٹرسن اپنے پیٹ پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"میں تمہیں اس وقت ہی گرا سکتا تھا، جب تم ٹائیگر کے انتظار میں یہاں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ اوپر چڑھ رہا تھا لیکن اچھا ہی ہوا کہ تم کو کوئی نقصان نہیں پہنچا میرے بچے!" اوشان نے کیلی سے کہا۔

"اس کو مارنا قطعی غیر ضروری ہوتا، اسٹل فادر!" ٹائیگر نے ہنس کر کہا۔

"بکواس۔" اوشان نے بڑے غصے سے اس کی طرف دیکھا۔ "تم نے اوپر چڑھتے ہوئے یہ بھی نہیں دیکھا کہ تین چار چھپکلیاں تمہارے پیروں سے کچل کر مر گئی ہیں۔"

"ایک ناگ بھی تھا، فادر!"

"نہیں، تم جھوٹ بولتے ہو۔ وہ ناگن تھی۔" اوشان نے پیر پٹخ کر کہا۔ "تمہیں ناگ اور ناگن میں کوئی فرق نہیں محسوس ہوا، ہیں؟"

"کک... کیا مطلب؟" کیلی پیٹرسن ان دونوں کو اس قسم کی گفتگو کرتے دیکھ کر بوکھلا گیا۔

"مطلب یہی کہ تم بہت اچھے آدمی ہو۔" اوشان کا لہجہ اچانک ہی نرم ہو گیا۔ "مجھے بھی تمہارے پیروں کی آہٹ بمشکل سنائی دی تھی۔ کیا یہ کیس شروع ہی سے تمہارے پاس ہے کیلی؟"

"جی ہاں..." کیلی پیٹرسن کو یہ بوڑھا نہ جانے کیوں کسی قدیم کہانی کا سب سے بڑا کردار لگ رہا تھا۔

"کیا تمہیں یہ تجسس نہیں ہوا کہ شہزاد ہیروئن کیوں چھوڑ گیا تھا؟"

"تجسس...؟" کیلی پیٹرسن مسکرانے لگا۔ "میں نے اسی نکتے کو سب سے زیادہ اہمیت دی تھی اور میں..." کیلی نے اتنا کہہ کر سختی سے ہونٹ بند کر لیے۔ اسے معاً ہی یہ احساس ہوا تھا کہ وہ ایسے لوگوں سے بے تکلفانہ انداز میں باتیں کر رہا ہے جو بہرحال دشمن اور قانون شکن ہیں۔

"میں سمجھ گیا۔" ٹائیگر نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم ایک اچھے انسان ہی نہیں، دیانتدار پولیس والے بھی ہو۔"

کیلی پیٹرسن نے ایک طویل سانس لی اور پھر دھیرے سے بولا۔

"بہرحال اب میں تم دونوں کے رحم و کرم پر ہوں۔ تمہارے پاس زہریلا نیزہ ہے اور شہزاد کے پاس ریوالور ہیں۔ تم دو ہو، میں ایک ہوں۔"

"ہم صرف ہاتھ استعمال کرنے کو ترجیح دیتے ہیں میرے بچے... لیکن باقی باتیں ہم یہاں نہیں کہیں اور چل کر کریں گے... اور میں اس دوران میں تمہارے تحفظ کی مکمل ضمانت فراہم کروں گا۔"

کیلی پیٹرسن سر ہلا کر رہ گیا۔

* * *

ایک گھنٹے بعد ٹائیگر، کیلی پیٹرسن اور دوسرے لوگ ہاسکن کے ڈرائنگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کیلی پیٹرسن کو یہاں تک آنکھوں پہ رومال باندھ کر لایا گیا تھا لیکن جوں ہی اس کی پٹی کھولی گئی تھی وہ مسکرانے لگا تھا اور ہاسکن سمجھ گیا تھا کہ یہ لڑکا صحرائی علاقوں سے اچھی طرح واقف ہے۔

"یہاں کا موسم خاصا اچھا ہے جناب!" اس نے سگریٹ سلگاتے ہوئے پروفیسر ہاسکن سے کہا۔ "میں یہاں بڑی حد تک دباؤ کے تحت لایا گیا ہوں۔ اگر مجھے یہاں لانے کا مقصد محض قتل ہے تو مجھے پہاڑ ہی پر ختم کیا جا سکتا تھا۔"

"سارجنٹ! اگر تم اس فضول سی غلط فہمی کو ذہن سے نکال پھینکو کہ پولیس کے علاوہ ہر شخص قانون شکن ہے تو ہمارے درمیان بہت اچھی طرح گفتگو ہو سکتی ہے۔" ہاسکن نے مسکرا کر جواب دیا۔ "ویسے ہم جو بھی کر رہے ہیں، اس کا جواز موجود ہے۔"

"پروفیسر ہاسکن کسی کام میں براہ راست ملوث نہیں رہے کیلی!" ٹائیگر نے فوراً کہا۔ "یہ صرف معلومات فراہم کرتے رہے ہیں یا پھر انھوں نے ہمیں رہنے کے لیے جگہ دی ہے۔"

"میں عملاً ان کی تمام تر سرگرمیوں میں شریک رہا ہوں سارجنٹ!" ہاسکن نے اس بار سنجیدگی سے کہا۔

"ہاں، بالکل درست..." اوشان نے سر ہلاتے ہوئے لقمہ دیا۔ "وہ مشرق کا رہنے والا تو عظیم پردادا کے عظیم چچا تھے نے ٹھکانے لگائی تھی؟"

"ہاں..." ہاسکن قہقہہ لگا کر ٹائیگر کی طرف دیکھنے لگا۔

"ٹھیک ہے۔ جب آپ تینوں بے لوث اور مخلص ہونے کا مظاہرہ کر چکیں تو مجھے یہ بتا دیجیے گا کہ مجھے یہاں لانے کا کیا مقصد ہے؟"

کیلی پیٹرسن کی اس بات پر وہ چاروں ہنس پڑے پھر کیلی خود بھی ہنسنے لگا۔ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ بہت ہی اچھے لوگوں کے درمیان موجود ہو۔

"ٹھیک ہے دوست!" ٹائیگر نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے بٹھاتے ہوئے کہا اور پھر خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ "تم نے وہاں کہا تھا کہ ہیروئن تمہارے اعصاب پر سوار رہتی ہے۔ تمہارا مقصد یہ تھا کہ تمہارے نزدیک ہیروئن بلڈ میرے ملنے سے زیادہ اہم تھا۔"

"ہاں..." کیلی پیٹرسن نے دونوں ہاتھ گود میں رکھ کر کہا۔ "سنو... تم اپنا ایک بہت بڑا سراغ تو چھوڑ گئے تھے مگر ایسی کوئی تصویر نہیں تھی کہ تمہیں اس میں فٹ کیا جا سکتا۔ میں اس بات پر حیران تھا کہ اتنی خالص ہیروئن وہاں کون چھوڑ گیا! ابھی میں اسی موضوع پر سر کھپا رہا تھا کہ اچانک قتل و غارت گری شروع ہو گئی اور پھر یہ ہدایت ملی کہ ہیروئن کی بجائے تمہیں تلاش کیا جائے۔"

"ہوں..." ہاسکن ہنکارا لے کر رہ گیا۔

"اب جبکہ ہم اپنے کارڈ شو کر رہے ہیں، مجھے چند سوال بھی کرنے دو۔" کیلی نے ٹائیگر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کیا تمہیں علم ہے کہ تم نے جس تانیوانی کو گولی مار کر ہلاک کیا تھا، وہ ایک بڑے ملک کا سفارت کار تھا؟ کیا تمہیں اس کا نام معلوم تھا اور کیا تمہیں ہیروئن کی تقسیم کے نیٹ ورک کا علم تھا؟"

"نہیں..." ٹائیگر نے ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔ "تینوں سوالوں کا جواب نفی میں ہے۔ ایک سوال میں بھی کروں گا۔ کیا تم مافیا میں کسی ہزلارڈ شپ سے واقف ہو؟"

"نہیں، یہ بالکل نئی شخصیت سامنے آئی ہے۔ کیا تم اس کے بارے میں کچھ تفصیلات بتا سکتے ہو؟" کیلی پیٹرسن پہلو بدل کر بولا۔

ٹائیگر اسے بغور دیکھتا رہا اور پھر بولا۔ "ممکن ہے... لیکن پہلے یہ بتاؤ کہ کیا تمہیں ہیروئن کی اس دوسری کھیپ کا علم ہے جو میں اڑا لے گیا تھا؟"

"اوہ... نہیں۔" کیلی اچھل پڑا۔ "انھوں نے بھی ایسی کوئی رپورٹ نہیں لکھوائی۔ ہمیں سٹی آف کامرس میں گن فائر اور روشنیاں نظر آنے کی اطلاع ضرور ملی تھی۔ تاہم جب ہمارے یونٹ وہاں پہنچے تو انھیں کچھ بھی نہیں ملا۔ کیا وہ تم ہی تھے؟"

"ہاں..."

"یہ ہر جگہ ہوتا ہے میرے بچے!" اوشان نے کیلی پیٹرسن کی طرف دیکھ کر بہت دیر بعد کہا۔ "میں تمہاری اس بات سے پوری طرح متفق ہوں کہ ٹائیگر سے زیادہ خطرناک چیز ہیروئن ہے۔ لہٰذا مجھ بوڑھے کی تجویز یہ ہے کہ ہیروئن کی رسد کے سرچشمے اور اس کو تحفظ فراہم کرنے والوں کو تلاش کر کے اس پورے دھندے کا خاتمہ کر دو۔ اس طرح تم اپنی قوم پر احسان کرو گے۔"

اوشان کا لہجہ اتنا عجیب تھا کہ یہ چند الفاظ ہی کیلی پیٹرسن کے دل میں اتر گئے۔ اس نے دبلے پتلے مدقوق بوڑھے کو بڑے احترام سے دیکھا۔ "میں ہیروئن کو ایٹم بم سے زیادہ خطرناک سمجھتا ہوں محترم! اور اس کے خاتمے کے لیے میں اپنی زندگی بھی ختم کر سکتا ہوں۔"

"آؤ... تب پھر مل کر کام کریں۔" ٹائیگر نے سنجیدگی سے کہا... پھر وہ نصف گھنٹے تک اسے تفصیلات بتاتا رہا۔ اس نے چند واقعات چھوڑ کر باقی تمام باتیں اسے بتا دیں۔ جب وہ خاموش ہوا تو ڈرائنگ روم میں مکمل خاموشی چھا گئی۔

"اب ہزلارڈ شپ کی طرف آؤ۔" ہاسکن نے کہا۔

"ایک عرصے سے سینیٹر مارٹن پر مجھے شبہ ہے۔" ٹائیگر نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔

"کسی پر شبہ کرنا بری بات ہے۔" اوشان نے برا سا منہ بنا کر نصیحت کی۔ اس کا لہجہ ایسا تھا کہ کیلی پیٹرسن بے اختیار ہنس پڑا۔ اس

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے بمشکل اپنی ہنسی پر قابو پایا۔ اس دوران میں اوشان اس طرح بیٹھا رہا جیسے اس نے کوئی انتہائی اہم بات کی ہو اور کیلی اس کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"نہیں..." ہاسکن نے لقمہ دیا۔ "پہلے میں بھی یہی سمجھتا تھا کہ سینیٹر مارٹن صرف موقع پرست سیاست دان ہے اور وہائٹ ہاؤس تک پہنچنا چاہتا ہے لیکن پھر جب میں نے یہ دیکھا کہ وہ شہزادی کی گرفتاری بلکہ قتل میں زیادہ دلچسپی لے رہا ہے تو مجھے اندازہ ہوا کہ وہ ایک پکا ہوا آدمی ہے۔"

"میں اس سلسلے میں صرف ایک تبصرہ آپ لوگوں کی توجہ کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں۔" کیلی پیٹرسن نے دھیرے سے کہا۔ "ڈان گرگس، سینیٹر مارٹن کا چیف انویسٹیگیٹر ہے۔ میری اس سے معقول دوستی ہے اور اس کا کہنا ہے کہ سینیٹر مارٹن 'تازہ برف' کی طرح صاف ستھرا آدمی ہے۔"

"تازہ برف..." ہاسکن مسکرانے لگا۔ "مجھے یاد ہے کہ تیس اور چالیس کی دہائی میں ہیروئن کو تازہ برف ہی کہا جاتا تھا لڑکے۔"

"مگر اس پر شبہے کی کوئی معقول وجہ تو ہونی چاہیے۔" کیلی پیٹرسن کسی معقول جواز کے بغیر سینیٹر پر الزام قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

"اس کی آواز اور اس کا لہجہ..." ہاسکن نے بڑے تحمل سے جواب دیا۔ اس وقت اوشان، کنول کا آسن جمائے آنکھیں بند کیے ہوئے اس طرح بیٹھا تھا جیسے اسے دنیا و مافیہا کی کوئی خبر نہ ہو۔ ٹائیگر ان کی باتیں بغور سن رہا تھا۔ "میری اطلاعات کے مطابق یہ شخص سینیٹر مارٹن انتہائی مستعلیق انگریزی بولتا ہے اور گفتگو کا بھی انداز ہرلارڈ شپ کا بھی ہے۔"

"یہ نکتہ بہرحال اہم ہے۔" کیلی پیٹرسن نے سر ہلا کر کہا۔ "اور کوئی خاص بات؟"

"دوسری اہم بات یہ کہ میرے خاص ذرائع کی اطلاع کے مطابق، اسکارلی کا یہ دعویٰ ہے کہ اسے امریکہ کے اندر کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا کیونکہ اسے ایک اہم ترین شخص کی پشت پناہی حاصل ہے اور ہمارے اندازے کے مطابق یہ اہم شخص سینیٹر ہی ہو سکتا ہے۔"

"درست..." ٹائیگر نے بہت دیر بعد لقمہ دیا۔ "میں نے ہیروئن کی دوبارہ فروخت کے لیے اسے ایک نوٹس بھیجا تھا۔ آج میں دوسرا نوٹس بھیج رہا ہوں اور اس مرتبہ یہ واضح کر دوں گا کہ اب صرف اسکارلی، ہرلارڈ شپ اور غیر ملکی نمائندے ہی سے سودا کروں گا۔ میں جانتا ہوں کہ یہ عجیب سی بات ہوگی لیکن یقین کرو کہ صرف اسی طرح ہیروئن کی تجارت کا یہ دھندا ختم ہو سکتا ہے۔"

"ٹھیک ہے، منشیات کے عفریت کا سر کچلنے کے لیے میں بھی آخری حد تک جانے کو تیار ہوں۔" کیلی پیٹرسن نے بڑے عزم سے کہا۔ "ممکن ہے، اس طرح میں وہ سب کچھ کھو بیٹھوں جو میں نے پولیس میں حاصل کیا ہے لیکن ایک بڑی برائی کا خاتمہ کرنے کے لیے نقصان اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔ تم مجھے اپنا منصوبہ بتاؤ اور یہ بھی کہ تمہیں میری کس قسم کی مدد درکار ہوگی؟"

"سب سے پہلی ضرورت 'وقت' ہے۔" ٹائیگر مسکرا کر بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ تم مجھے گرفتار کرنے کے لیے آئے تھے لیکن فی الوقت اپنے اس ارادے پر عمل ملتوی کر دو اور دوسری ضرورت کچھ سامان ہے۔"

☆☆

ہرلارڈ شپ سے پہلی ملاقات ہوئی تو اسکارلی واقعی بہت متاثر ہوا۔ یہ ملاقات دوسرے نوٹس کی وجہ سے ہی ہو سکی تھی۔ اس وقت اسکارلی، ٹائیگر کا نوٹس لیے ہوئے ہرلارڈ شپ کی اسٹڈی میں موجود تھا اور وہاں ایک اور شخص بھی بیٹھا ہوا تھا، یہ تن لی تھا... ایک غیر ملکی سفارت خانے کا ثقافتی اتاشی۔

"یہ آخری موقع ہے۔" اس نے پہلو بدل کر کہا۔ "اس احمق نے یہ پیغام بھیجا ہے کہ ہم اپنی ہی ہیروئن خریدنے کے لیے دو لاکھ ڈالر لے کر آئیں۔ ٹھیک ہے، ہم اس سے ضرور ملیں گے۔"

"لیکن اس طرح ہم خود کو خطرے میں بھی ڈال سکتے ہیں۔"... تن لی نے ایک طلائی ہولڈر میں سگریٹ لگاتے ہوئے اعتراض کیا۔

"درست..." ہرلارڈ شپ نے کہا۔ "تم اس نوٹس کو اگر جعلی سمجھ رہے ہو تو اس سے خود کیوں نہیں نمٹ لیتے؟ اس کو غچہ دے کر سارا جال تباہ کر دو۔"

"سنیے... اس نے ہمیں یہ پیشکش بھی کی ہے کہ وہ ہمسارا دیلی کاپٹر اور غدار ہوا باز بھی ہمیں واپس کر دے گا۔ اس کی شرط یہی ہے کہ ہم تینوں مقررہ جگہ پہنچیں۔"

"یہ انتہائی احمقانہ بات ہے۔" تن لی نے غرا کر کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ تم خود کیا کرنا چاہتے ہو؟"

"میں نے اس مرتبہ ایسا منصوبہ تیار کیا ہے جس کی ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس نے اس صحرا کی نشاندہی کی ہے جہاں وہ ملاقات کا متمنی ہے۔ وہ ہیلی کاپٹر میں آئے گا لیکن اس کی واپسی، پیدل یا کار میں ہوگی اور اس کی شرط یہ ہے کہ ہم اسے واپسی پر روکنے یا مارنے کی کوشش نہ کریں۔ ہم اسے نہیں ماریں گے، مارنے والے اتنی افراد ہوں گے جن کو میں مقررہ مقام کے ارد گرد ملاقات سے بہت پہلے پوزیشن لینے کا حکم دوں گا پھر ہم اس کے سامنے جائیں گے، اس سے سودا کریں گے اور پھر اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

"مگر وہ ہمیں پہچان لے گا۔" تن لی نے کہا۔

"ہاں..." اسکارلی نے بمشکل اپنا قہقہہ ضبط کیا۔ "لیکن جب وہ قتل ہو چکے گا تو پھر بھلا کس کو ہمارا حلیہ اور نقشہ بتلائے گا محترم مہمان؟"

چند لمحوں تک اسٹڈی میں مکمل خاموشی چھائی رہی۔ شاید تن لی اپنے احمقانہ اعتراض پر شرمندہ تھا۔ جبکہ ہرلارڈ شپ کے چہرے پر طمانیت بھری مسکراہٹ تھی۔

"لیکن اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ ہمیشہ کی طرح اس بار بھی تمہارے آدمی ناکام نہیں ہوں گے؟" تن لی نے ذہنی خفت دور کرنے کے لیے اس مرتبہ بڑا اوٹ پٹانگ سوال اٹھایا تھا۔

"اس بار کامیابی یقینی ہے۔" اسکارلی نے انتہائی اعتماد کے ساتھ جواب دیا۔ "اس مرتبہ ہمیں علم ہے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

ہرلارڈ شپ نے مسکرا کر دونوں کو دیکھا۔ "تم درست کہتے ہو۔" مخاطب اسکارلی تھا۔ "مسلسل چار روز کی جدوجہد کے باوجود وہ، پولیس کو نہیں ملا بلکہ تمہارے آدمی ہی گرفتار ہو گئے۔ چار روزہ آپریشن کے بعد پولیس نے بھی ہاتھ کھینچ لیا ہے۔ لہٰذا اب صحراؤں میں ہمیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں ہوگا۔ بس تمہیں یہ خیال رکھنا ہے کہ میری اور مسٹر تن لی کی پوزیشن بہت نازک ہے۔ ذرا سی بھی غلطی ہم دونوں کو انتہائی خطرناک موڑ پر لا کھڑا کرے گی۔ اب تم یہ بتاؤ کہ کئی مرتبہ کی ناکامی کے بعد اس بار کیا حکمت عملی اختیار کرو گے؟"

اسکارلی کو غصہ تو بہت آیا لیکن بہرحال وہ مافیا میں ہرلارڈ شپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس نے جیب سے ایک نقشہ نکال کر میز پر پھیلاتے ہوئے سرخ دائرے پر انگلی رکھ دی۔

"اس نے اس جگہ ملاقات کی تجویز رکھی ہے۔" اسکارلی کے لہجے میں غصے کا شائبہ تک نہ تھا۔ "آپ دونوں دیکھ سکتے ہیں کہ اس علاقے میں چاروں طرف پہاڑ اور پہاڑیاں ہیں۔ اس طرح درجنوں افراد کو ان میں چھپایا جا سکتا ہے۔ اسی مقام پر ایک پرانی اور متروکہ کان بھی ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بیٹھ چکی ہے۔ اگر میرے آدمی آج صبح سے قبل یہاں پہنچ جائیں تو پھر ہمیں اس طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ ہم دو کاروں میں یہاں پہنچیں گے۔" اسکارلی کی انگلی بدستور دائرے پر تھی۔ "ہمارے جوان پہلے ہی مورچے سنبھال چکے ہوں گے اور......"

"اور پھر ہم کراس فائر میں پھنس کر مارے جائیں گے۔" تن لی نے تند لہجے میں اعتراض کیا۔

"ہرگز نہیں۔" اسکارلی نے بہت مشکل سے غصہ ضبط کیا۔ "ہم میں سے کوئی فائر نہیں کرے گا پھر جب وہ ہاتھوں میں رقم کے بریف کیس

جاسوسی ڈائجسٹ کا
مقبول ترین پُراسرار سلسلہ
پجاری
نامور کہانیوں کے خالق
انور صدیقی کا ایک اور
پُراسرار ایڈونچر ناول
نیکی و بدی کا خوفناک تصادم
خوبصورت سرورق / دیدہ زیب
کتابت و طباعت
قیمت ۱۵۰/-
مکتبۃ القریش
اردو بازار لاہور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لے کر بیٹھا ہوگا تو ظاہر ہے کہ اُس کے ہاتھوں میں ہتھیار نہیں ہوں گے... لہٰذا ہم اُسے کچھ دُور تک جانے کی اجازت ضرور دیں گے اور پھر جب وہ ہم سے قدرے دُور پہنچ جائے گا تو ہمارے تمام آدمی اُس پر ٹوٹ پڑیں گے۔"

تن لی اور ہزلارڈ شپ دونوں ورنگے۔ قہقہے کو تنے سے ٹیکتے رہے۔

"ٹھیک ہے..." ہزلارڈ شپ نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "یہ منصوبہ کارآمد ثابت ہو سکتا ہے لیکن میں اس پر عمل در آمد کی اجازت صرف اس شرط پر دوں گا کہ پہلے تمہارے آدمی ریہرسل کریں اور اُسی جگہ ریہرسل کی جائے جہاں یہ سب کچھ ہونا ہے۔ جب انہیں یہ علم ہو جائے گا کہ انہیں کیا کرنا ہے، کس کو کس جگہ پوزیشن لینی ہے، میں مطمئن ہو جاؤں گا... بولو، تم کیا کہتے ہو اسکارلی؟"

"ریہرسل..." اسکارلی فاتحانہ لہجے میں بولا۔ "ریہرسل تو ہم آج ہی شروع کر دیں گے جناب! اور پھر بات کو ہم اُسے پکڑ کر مار ڈالیں گے۔"

○ ○

"ہر ایک اپنی اپنی جگہ پر موجود ہے۔ ہم نے ہر چیز کا جائزہ لے لیا ہے۔ پوری ٹریننگ کا خیال رکھا گیا ہے۔ شاید اس بار وہ واقعی اپنی تجویز پر عمل کرنے والا ہے، ڈان اسکارلی!"

"میں اُس وقت خوش ہوں گا جب اُس مردود کا سر کاغذ کے تھیلے میں میرے سامنے ہوگا۔" اسکارلی نے دانت پیس کر جواب دیا۔ وہ یہ گفتگو وائرلیس پر کر رہا تھا۔ "اُسے سب ٹھیک ہے" کا پیغام، گھاٹی میں موجود مافیا والوں کے انچارج سے ملا تھا۔ "ویسے میں تمہارے کام سے بہت خوش ہوں۔ بس مزید بیس منٹ کی بات ہے، اس کے بعد ہم سب مل کر... زندگی کا بہترین شکار کھیلیں گے۔"

وقت کسی کچھوے کی طرح آہستہ آہستہ گزر رہا تھا اور اسکارلی اپنی کار میں مقررہ جگہ پر بیٹھا ہوا، گھڑی کی سوئیوں کو تک رہا تھا۔ مقررہ وقت سے صرف دو منٹ قبل، اسکارلی کے ڈرائیور نے خاموش انجن کو بیدار کیا، بریک ہٹائے پھر ہٹایا... ان سے اگلی کار کا ڈرائیور بھی یہی کر رہا تھا اور اس کار میں مسلح افراد بیٹھے ہوئے تھے۔

دونوں کاریں آگے بڑھیں اور اُس کھلے حصے میں پہنچ گئیں جہاں پیغام کے مطابق اُنھیں ہونا تھا۔

اب تک سب کچھ اسکارلی کی ہدایات کے مطابق ہو رہا تھا۔ کسی نے بھی احکام کی ذرا سی خلاف ورزی نہیں کی تھی، حتیٰ کہ سگریٹ تک بھی نہیں سلگائی گئی تھی کیونکہ خطرہ تھا کہ اس طرح دشمن کو اصل پوزیشن کا علم ہو جائے گا۔

پانچ منٹ گزر گئے۔

کوئی ہیلی کاپٹر نمودار نہیں ہوا۔

مزید پانچ منٹ گزر گئے۔

اب مافیا کے منتظر غنڈوں میں بے چینی پھیلنے لگی۔ وہ اپنی اپنی جگہ پر پہلو بدلنے لگے، خود اسکارلی کو بھی پسینہ آنے لگا۔ اس کی نظریں مسلسل دائیں بائیں کا جائزہ لے رہی تھیں اور اُسے ایک عجیب سے خوف کا احساس ہو رہا تھا۔

پھر اچانک ہی وہ اُچھل پڑا۔

"حضرات..." یہ آواز اُسی کی تھی جو اُس کے محل میں گھس کر اُسے جرکا لگا گیا تھا اور اس وقت یہ آواز ڈھلانوں پر پھسلتی ہوئی ہر طرف پھیل رہی تھی۔

"حضرات... اٹینشن پلیز..."

اسکارلی کو اپنے معدے میں اینٹھن سی محسوس ہونے لگی۔

"میرے پروگرام میں قدرے تبدیلی ہو گئی ہے۔" ٹائیگر نے پھر کہا۔

اس بار اسکارلی کو یقین ہو گیا کہ یہ آواز کہیں اُوپر سے آ رہی ہے۔

"میرے پروگرام میں قدرے تبدیلی آ گئی ہے اور میں آپ لوگوں کی آمد سے قبل ہی یہاں پہنچ گیا ہوں۔ ٹھیک پانچ منٹ بعد آپ لوگوں کو آپ کا ہیلی کاپٹر نظر آنے لگا۔ میرا خصوصی معاون آپ کا مطلوبہ سامان ایک رسّے کی مدد سے نیچے بھیجے گا تاکہ آپ اس سامان کا معائنہ کر کے مطمئن ہو سکیں۔ اگر آپ لوگوں کو اطمینان ہو جائے تو پھر آپ مجھے آواز کی سمت میں سگنل دے کر اسی سمت میں اپنا ایک آدمی بھیجیں گے، بشرطیکہ اس کے پاس رقم ہو۔ وہ دو سو قدم چلے گا۔ پورے دو سو قدم۔ اُسے یہ ہدایت کر دی جائے کہ میں اس کے قدم گن رہا ہوں گا۔ گنتی میں ایک قدم کی بھی کمی بیشی جہنم کے دروازے کھول سکتی ہے۔ دو سو قدم پورے کر کے وہ رقم زمین پر رکھے گا اور واپس چلا جائے گا۔ اس کے کار تک پہنچنے کے بعد ہیلی کاپٹر زمین پر اُتر جائے گا۔ میرا آدمی رقم اُٹھائے گا اور پھر پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم اپنی اپنی راہ لیں گے۔"

اسکارلی طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"اب میں اسکارلی، نستعلیق انگریزی بولنے والے ہزلارڈ شپ اور ان کے تیسرے ساتھی سے درخواست کروں گا کہ وہ کار سے نیچے تشریف لے آئیں۔" ٹائیگر کے لہجے میں واضح طور پر تمسخر تھا۔

ان تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر تینوں کار سے نیچے اُتر آئے۔

"مجھے یقین ہے کہ تم نے فول پروف انتظامات کر رکھے ہوں گے اسکارلی؟" ہزلارڈ شپ نے کار سے اُترتے ہوئے سرگوشی کی۔

تینوں ساتھ ساتھ کھڑے ہو گئے۔ تن لی کے چہرے پر تناؤ کے آثار واضح تھے۔

"اب ہم ذرا سا انتظار کریں گے جنٹلمین!" ٹائیگر کی آواز ایک بار پھر وادی میں گونج اُٹھی۔

کچھ ہی دیر بعد انھوں نے ہیلی کاپٹر کی آواز سنی اور پھر چند لمحوں کے بعد ہیلی کاپٹر بھی انھیں نظر آنے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ان کے سروں پر معلّق ہو گیا۔

"کیا آپ لوگوں کو پروگرام میں اس تبدیلی پر کوئی اعتراض ہے؟" ٹائیگر کی آواز ایک بار پھر ان کی سماعتوں سے ٹکرائی۔ تینوں کو یہ آواز زہر لگ رہی تھی۔

"اب بولو۔" تن لی نے منہ بنا کر اسکارلی سے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ مردود، سورج طلوع ہونے اور میرے لڑکوں کی آمد سے قبل ہی یہاں آ کر بیٹھ گیا ہوگا۔ اس نے یقیناً کان پر قبضہ کیا ہوا ہے۔" اسکارلی نے نیم مردہ لہجے میں کہا۔

"تب پھر تمہارے بے نقص منصوبے کا کیا ہوگا اسکارلی...؟" ہزلارڈ شپ نے زہرخند انداز میں پوچھا۔

"آپ فکر نہ کریں۔" اسکارلی نے درشت لہجے میں جواب دیا۔ "وہ یہاں سے بچ کر نہیں نکل سکتا لیکن یہ بتائیں کہ آپ لوگوں کو اس کے پروگرام میں اس تبدیلی پر کوئی اعتراض تو نہیں؟"

ان دونوں نے بڑی ہچکچاہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلایا۔ وہ اعتراض کرنے والی پوزیشن میں نہیں تھے۔ ان سے جواب پا کر اسکارلی نے اس سمت میں ہاتھ ہلا دیا جہاں سے آواز آ رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر نیچے آنے لگا... اور پھر ان کے سروں کے اوپر ساٹھ فٹ کی بلندی پر معلّق ہو گیا۔ ہوا کے تیز و تند تھپیڑے ان کے کپڑوں سے اُلجھ گئے۔ ریت اُڑنے لگی اور پھر معلّق ہیلی کاپٹر سے ایک تھیلا نیچے کیا گیا۔ نائلون کی رسی سے بندھا ہوا تھیلا گیند اس کا تھا۔ اپنے سر پر تھیلے کے آتے ہی اسکارلی نے اُسے دونوں ہاتھوں سے پکڑ لیا... اور پھر بڑی بے صبری سے اُسے کھولنے لگا۔

"وہی ہے۔" اس نے مطمئن ہو کر دوسروں کو بتایا لیکن تن لی اور ہزلارڈ شپ نے اس کی تصدیق پر توجہ نہ دی بلکہ تن لی نے جیب سے ایک پیکٹ نکالا اور ہزلارڈ شپ کے ساتھ مل کر تھیلے میں موجود ہیروئن سے پیکٹ والی ہیروئن کا موازنہ کر کے ہی مطمئن ہوا۔

"ٹھیک ہے۔" تن لی اور ہزلارڈ شپ نے ایک ساتھ کہا۔

"ٹونی..." اسکارلی نے اپنے لٹے ہاؤس منیجر کو آواز دی۔ "ادھر آؤ۔ یہ اُوپر لے جاؤ۔" اس نے ایک بریف کیس ٹونی کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

ٹونی اس مشن سے خوف زدہ تھا لیکن حکم حاکم کے مصداق بہرحال اُسی کو جانا تھا۔ وہ بریف کیس لے کر آگے بڑھ گیا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہا تھا۔ اُسے ہدایت یاد تھی اور آج پہلی مرتبہ اُسے احساس ہوا تھا کہ دو سو تک کی گنتی کتنی اہم ہوتی ہے۔

پورے دو سو قدم گن لینے کے بعد وہ جہاں تھا وہیں رُک گیا۔ اُس نے بریف کیس زمین پر رکھ دیا۔

"بریف کیس کھولو۔" اُسے آواز سنائی دی اور اُسی لمحے اُسے یقین ہو گیا کہ یہ آواز کسی الیکٹرونکس آلے سے آ رہی ہے۔ ٹونی نے کانپتی ہوئی انگلیوں سے بریف کیس کھولا، رقم دکھائی اور بریف کیس واپس زمین پر رکھ دیا۔ اس کی واپسی بہت تیزی سے ہوئی۔ اس نے پلٹ کر بھی نہیں دیکھا کہ کہیں پتھر کا نہ ہو جائے۔

"گڈ... ہر کام منصوبے کے مطابق ہو رہا ہے۔" اسکارلی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن پھر ہر کام منصوبے کے برخلاف ہونے لگا۔ ہیلی کاپٹر نیچے اُترنے کی بجائے اوپر جانے لگا۔ اسکارلی اُچھل پڑا۔ اُس نے ہولی سی گالی دے کر اعشاریہ ۳۸ نکال لیا اور ہیلی کاپٹر پر فائرنگ شروع کر دی۔ اسی کے ساتھ پہاڑیوں سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی۔ تب ہی ہیلی کاپٹر کی کھڑکی سے کوئی بھنبھناتی چمکتی ہوئی گول سی چیز نیچے پھینکی گئی۔

ہزلارڈ شپ کا منہ حیرت اور دہشت سے کھل گیا۔ اس نے اس بدشکل چیز کو گرتے ہوئے دیکھا۔ "میرے خدا! یہ کیا ہے؟"

"یہ کیا ہے" کا جواب بہت آسان تھا۔ اس چیز میں نائٹروڈائنامیٹ تھا جس کے ساتھ امپیکٹ ڈیٹونیٹر لگا ہوا تھا اور یہی وجہ تھی کہ دھماکا بہت شدید تھا۔ دھماکا ہوتے ہی لوگ فضا میں بلند ہوئے اور پہاڑیوں سے ٹکرانے لگے۔ دوسرے گرتے ہوئے پتھروں کی زد میں آ گئے۔ بم کے ٹکڑے چاقوؤں کی طرح جسموں میں پیوست ہونے لگے اور انھوں نے ایسے لوگوں کو شکار کیا جو فائرنگ کرنے کے لیے کھلے میدان میں نکل آئے تھے۔

ہیلی کاپٹر نیچے کے میدان حشر سے بے نیاز واپس جا رہا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ پھر پلٹا۔ اب پسنجر سیٹ پر بیٹھے ہوئے ٹائیگر کے ہاتھ میں ایم ۱۶ رائفل تھی۔ اُس نے بلاسٹ ایریا کے اوپر پہنچ کر فائرنگ شروع کر دی۔ لیری، ہیلی کاپٹر چلاتے ہوئے مسکرا رہا تھا۔ اس فائرنگ کا مقصد یہ تھا کہ پروفیسر ہاسکن کو کور مل سکے جو بریف کیس لینے کے لیے باہر نکلا تھا۔

ہاسکن نے پہلے ٹیپ ریکارڈر، ایمپلی فائر اور اسپیکر اُٹھایا... پھر بریف کیس لیا اور کان کی طرف دوڑ گیا۔ وہ کان ہی میں بیٹھا ٹائیگر کی آواز والا ٹیپ چلا رہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" ٹائیگر نے کہا۔ "پروفیسر کو بھی لے لو۔"

ہیلی کاپٹر نے غوطہ سا لگایا۔ نائلون کی سیڑھی نیچے گئی اور ہاسکن

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہٰذا چھوٹا سا جیلی کا پیڑ بھی پہنچ گیا۔ جیلی کا چراب تر بیچھے انداز میں بلند ہو رہا تھا اور نیچے سائرن بجاتی ہوئی درجنوں کاریں مقتل میں داخل ہو رہی تھیں۔ وہاں اسکارلی کی سر بریدہ لاش' ہذیانی انداز میں روتا ہوا تاجوانی سفارت کار اور بے ہوش سینیٹر مارٹن ملا۔ سینیٹر مارٹن کے ہاتھ میں سر دوتن کا تھیلا دبا ہوا تھا۔

"کیا ہوا لیری؟" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے لیری کے چہرے پر اچانک ہی موت کی سی پژمردگی دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ بہت دیر پہلے گولی لگی تھی۔ اب درد بڑھ رہا ہے۔" لیری نے مسکرانے کی بھرپور کوشش کی۔

"میرے خدا۔۔۔!" ٹائیگر اچھل پڑا۔ "تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ کہاں لگی ہے؟"

"پہلو میں!" لیری نے کہا اور اس سے قبل کہ وہ کچھ اور کہتا' اسے زوردار ہچکی آئی۔۔۔ اور اس کی آنکھیں پتھرا گئیں۔

جیلی کا پیڑ بے قابو ہونے لگا۔ ٹائیگر نے لپک کر اسے ایک طرف کیا اور کنٹرول سنبھال لیا۔

"پروفیسر۔۔۔" اس کی آواز پتھر کی طرح سنگین تھی۔ "یہ بہت اچھا آدمی تھا۔"

"ہاں' میں تم سے متفق ہوں۔" ہاسکن کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔

اس رات ٹی۔ وی پر' سینیٹر مارٹن کی گرفتاری کی خبر سن کر بھی وہ خوش نہیں ہوئے کیونکہ لیری کی موت نے ان کی تمام خوشیوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ ٹائیگر کا موڈ کچھ زیادہ ہی خراب تھا لیکن اسے اس بات کی خوشی تھی کہ مافیا کا پورا گروہ یا تو پکڑا گیا یا مارا گیا۔ کرگس نے سینیٹر کے استعفے سے استعفیٰ دے دیا تھا اور تن لی کو ناپسندیدہ شخصیت قرار دے کر ملک سے نکل جانے کا حکم ملا تھا۔

ٹائیگر نے خبریں سن کر ٹی۔ وی آف کر دیا۔

"کیا تم اس نیک پرندے کی موت پر افسردہ ہو میرے بچے؟" اوشان نے نرم لہجے میں پوچھا۔

"ہاں۔۔۔ لیکن مجھے یہ اطمینان ضرور ہے' ٹیل فادر! کہ میں نے ڈولی کا بدلہ لے لیا ہے۔"

"ڈولی کا بدلہ۔۔۔" اوشان کچھ کہتے کہتے اچانک ہی رک گیا اور اس کی یہ کیفیت ٹائیگر محسوس نہیں کر سکا۔

"رقم کا کیا ہوگا' ماسٹر؟" پروفیسر ہاسکن نے موضوع بدلنے کے لیے پوچھا۔

"رقم۔۔۔" ٹائیگر نے صوفے کی پشت گاہ سے ٹیک لگائی۔ "پہلے سے طے شدہ پروگرام کے مطابق منشیات زدہ لوگوں کی بحالی کے لیے ادارے کی تعمیر پر لگائی جائے گی' پروفیسر!"

"کاش۔۔۔" اوشان نے بڑی حسرت سے کہا۔ "سنا ہے میں بھی منشیات زدہ لوگ ہوتے اور وہاں بھی ایسا اسپتال بن جاتا۔"

"ماسٹر۔۔۔" ہاسکن نے بڑی حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور پھر کھلکھلا کر ہنس پڑا۔

"کیلی پیٹرسن کا کیا ہوگا' پروفیسر؟" ٹائیگر کو اچانک ہی۔۔۔ وہ نیک طینت ڈپٹی شیرف یاد آ گیا۔

"ایسے اچھے لوگوں کی فکر نہ کرو' دوست! وہ پولیس ہی میں رہے گا لیکن اب اس پر چارہ گر کا سایہ رہے گا۔"

"کیا مطلب؟"

"میں نے چیف سے بات کر لی ہے۔ اس کیس کے بارے میں ہر چھوٹی بڑی بات ان کے علم میں ہے اور اس کیس سے انہیں کم از کم دو آدمی ایسے ملے ہیں جو ہماری فیلڈ فورس میں شامل ہو سکتے ہیں' ایک کیلی اور دوسرا کرگس۔"

"اوہ' لیری بھی اچھا آدمی ثابت ہوتا' اوشان!"

"یقیناً۔۔۔ لیکن وہ تو پرندہ تھا' میرے بچے! اڑ گیا۔ یوں سمجھو کہ چند لمحوں کے لیے تمہارے گھر کے درخت پر آ کر بیٹھا اور پھر چلا گیا۔"

ٹائیگر نے آنکھیں موند لیں۔ اس کے سر میں عجیب سا درد جاگنے لگا۔۔۔ میٹھا میٹھا درد۔۔۔ اور پھر یہ درد بڑھتا گیا۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی کنپٹیاں پھول رہی ہوں۔ اس کا حلق خشک ہونے لگا۔۔۔ ٹیسیں شدت اختیار کرنے لگیں۔

"شہزاد۔۔۔" اوشان نے اس کی حالت فوراً بھانپ لی۔

"ٹیل فادر۔۔۔ میرا سر۔۔۔" ٹائیگر تقریباً چیخ پڑا اور اوشان کے دونوں ہاتھ بہت تیزی سے اس کے سر کی طرف بڑھ گئے۔

"فادر' میرا سر۔۔۔!" ٹائیگر تقریباً چیخ پڑا اور اوشان کے دونوں ہاتھ تیزی سے اس کے سر کی طرف بڑھ گئے۔

"شہزاد۔۔۔!" اوشان نے سرسراتی ہوئی آواز میں اسے پکارا۔ ٹائیگر کو ایسا لگا جیسے کوئی کنویں میں سے اسے پکار رہا ہے۔ یہ آواز عجیب سی تھی لیکن اب وہ کسی سے بات کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کی خواہش تھی کہ اسے سونے دیا جائے۔۔۔ وہ اس خوفناک درد سے بچنے کے لیے سونا چاہتا تھا۔

"شہزاد۔۔۔!"

ٹائیگر نے اس بار بھی جواب نہیں دیا تھا۔ اسے بولنے اور آنکھیں کھولنے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ وہ اس آواز کو نظر انداز کر رہا تھا اور اسے پروا بھی نہ تھی کہ اسے کون آواز دے رہا ہے۔ اسے یقین تھا کہ آواز دینے والا تھک ہار کر چلا جائے گا اور پھر اس کی نیند میں خلل نہیں ہوگا۔

"تم سو نہیں سکتے ٹائیگر!" اس مرتبہ پکارنے والے کا لہجہ درشت تھا۔ "میں تمہیں ہرگز نہیں سونے دوں گا۔"

"مجھے سونے دو۔" ٹائیگر یہی کہنا چاہتا تھا مگر لفظ ادا نہ ہوئے۔ "میرا سر پھٹ رہا ہے۔ اگر میں نہ سویا تو پھر کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔"

"ہاں' تمہیں شدید درد ہو رہا ہے شہزاد! تو بچہ ایک بار پھر زخم ہو گیا ہے اور یہ درد اس بات کا ثبوت ہے کہ تم زندہ ہو۔ اپنے جسم کو اس درد سے لڑنے کے لیے تیار کرو۔ قوتِ ارادی استعمال کرو' اپنے جسم سے کہو کہ وہ درد کے خلاف جنگ کرے شہزاد!"

اب وہ اوشان کی آواز پہچان گیا تھا مگر اس کے دل میں اس وقت صرف یہی خواہش تھی کہ اوشان بھی چلا جائے اور اسے سونے دے۔ اسے اپنی کنپٹیوں پر اوشان کی انگلیوں کا لمس بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا۔

"میں نہیں لڑوں گا۔" ٹائیگر نے بمشکل کہا۔ "میں صرف سونا چاہتا ہوں۔ میں تھک چکا ہوں۔ میں ادھورا ہو رہا ہوں۔"

"ماسٹر کبھی بوڑھے نہیں ہوتے' میرے بچے!" اوشان کی انگلیاں اب ٹائیگر کی گردن کے پچھلے حصے پر تھیں۔ "یہ درد ختم ہو سکتا ہے بشرطیکہ تم خود اسے ختم کرنا چاہو۔ درد ختم ہونے پر تم خود کو زیادہ جوان محسوس کرو گے۔ شہزاد! اپنے بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو مٹھی بنا لو۔"

ٹائیگر نے یہ سوچا کہ اگر اس نے اس ہدایت پر عمل کیا تو شاید اوشان چلا جائے' لہٰذا اس نے ایسا ہی کیا۔

"شاباش!" اوشان کا لہجہ اس بار پُرمسرت تھا۔ "اب بائیں ہاتھ کی انگلیوں کو بھی اسی طرح گھونسے کی شکل دے دو۔"

دایاں ہاتھ' بایاں ہاتھ۔۔۔ یہ سب کچھ اس وقت اسے احمقانہ لگ رہا تھا لیکن پھر بھی اس نے اوشان کی ہدایت پر عمل کیا۔

"اب اپنے بند ہاتھوں کی انگلیوں کو تیزی سے کھولو اور بند کرو میرے بچے۔۔۔ ایسا کرنے میں تکلیف تو ہوگی لیکن میں بھی تمہارے ساتھ اسی طرح کروں گا۔ اپنی انگلیاں تیزی سے کھولو اور بند کرو۔"

"میں صرف خاموشی چاہتا ہوں۔" ٹائیگر نے بہت دھیمی آواز میں کہا لیکن نہ چاہتے ہوئے بھی انگلیاں کھولنے اور بند کرنے لگا۔

"شہزاد۔۔۔ شہزاد۔۔۔" اوشان کی مسرت بھری آواز اس

جاسوسی ڈائجسٹ کا
مقبول ترین پُراسرار سلسلہ

"موت کے سوداگر" کے خالق
اقلیم علیم کے پُراسرار قلم
سے لکھی گئی ایک سلسلہ وار طلسماتی کہانی
جس نے مقبولیت کے نئے ریکارڈ قائم
کیے۔ کتابی شکل میں شائع ہو گئی ہے

قیمت
جلد اول ۱۵۰/۰۰ جلد دوم ۱۵۰/۰۰
مکتبۃ القریش
اردو بازار لاہور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر وسکن بھی سر ہلانے لگا۔ وہ اس طریقہ علاج سے بخوبی واقف تھا جس میں مریض کی توجہ مرض سے ہٹا کر علاج کیا جاتا ہے۔ "دیکھا میرے بچے… تم میں زندہ رہنے کی خواہش موجود ہے لہٰذا تم زندہ رہ سکتے ہو، تم زندہ رہنا چاہتے ہو نا؟"

"میں صرف سونا چاہتا ہوں ڈیل فادر…" ٹائیگر کا لہجہ ایسا ہی تھا جیسے اس نے بہت زیادہ پی لی ہو۔

"اب ذرا اپنے معدے پر توجہ دو شہزادے…" اوشان نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "بالکل اسی طرح معدے پر توجہ مرکوز کرو جس طرح میں نے برسوں قبل تمہیں تربیت دی تھی۔ صاف اور اچھا خون معدے میں بھیجو۔ ہاں… شاباش، تم صاف اور اچھا خون اپنی رگوں سے معدے کی طرف جاتا ہوا محسوس کر رہے ہو… شاباش… اس طرح درد غائب ہو جائے گا۔"

ٹائیگر نے ایسا ہی کیا۔ اس نے اپنی ساری توجہ معدے پر مرتکز کر دی۔ اسے برسوں پہلی تربیت آج بھی یاد تھی لیکن اس وقت اس نے معدے پر توجہ اس لیے مرکوز کی تھی کہ اگر ایسا نہ کیا تو اوشان اسے سونے نہیں دے گا۔

"شاباش شہزادے… اور زیادہ قوت استعمال کرو۔ اچھا اور صاف خون معدے کی طرف جانا چاہیے تاکہ تمہارے معدے کی صفائی ہو سکے۔"

وسکن جانتا تھا کہ اگر ٹائیگر دوران خون معدے کی طرف کرنے میں کامیاب ہو گیا تو پٹھوں پر خون کا دباؤ کم ہو جائے گا اور درد ختم ہو جائے گا۔

ٹائیگر نے محسوس کیا کہ خون اس کے جسم کے وسطی حصے کی طرف دوڑ رہا ہے۔ اسے گرمی لگنے لگی۔ اس کے ہاتھوں کی انگلیاں اب بھی کھل رہی تھیں اور بند ہو رہی تھیں۔

"کیا خون معدے میں جاتا ہوا محسوس کر رہے ہو میرے بچے؟" اوشان کی اپنی انگلیاں اب ٹائیگر کے معدے پر تھیں لیکن ٹائیگر کو ان کا احساس نہ تھا۔

"ہاں… ہاں…" ٹائیگر نے کہا۔

"شاندار۔" اوشان نے کہا اور پھر اچانک ہی ٹائیگر نے اپنے پیٹ پر زوردار ضرب محسوس کی۔ اس کا معدہ الٹ گیا۔ اس کو بے اختیار الٹی ہو گئی۔ وہ تڑپنے لگا لیکن ایک سیکنڈ بعد اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ سر میں درد کا شائبہ تک نہ تھا اور وسکن آنکھیں پھاڑے کبھی استاد اور کبھی شاگرد کو دیکھ رہا تھا۔

اب صرف پیٹ پر اس جگہ درد باقی تھا جہاں اوشان نے ضرب لگائی تھی۔

ٹائیگر نے منہ صاف کرتے ہوئے ایک طویل سانس لی۔ اس کو غصہ آنے لگا تھا۔ "تم نے اتنی زور سے کیوں مارا؟ مجھے سخت درد محسوس ہو رہا ہے۔" اس نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"ہاں، میں یہی چاہتا تھا کہ تم جیسا تاسکرا تکلیف میں مبتلا ہو۔" اوشان نے ہاتھ نچاتے ہوئے کہا۔ "میں نہیں چاہتا تھا کہ تمہارا سر درد سے پھٹ جائے اور تم خاموشی سے مر جاؤ لہٰذا میں نے تمہارے معدے پر مار دیا۔ اگر تم نے پھر کبھی سر درد کی شکایت کی تو میں زیادہ زور سے ضرب لگاؤں گا۔"

وسکن صرف مسکراتا رہا۔ وہ یہی سوچ رہا تھا کہ یہ دونوں کتنی زبردست قوت کے مالک ہیں۔

ٹائیگر نے منہ ہی منہ میں کچھ کہا اور پھر باہر نکل گیا۔

"یس سر…" ہارگس نے خفیہ ٹیلی فون سیٹ کا ریسیور اٹھا کر کچھ سننے کے بعد کہا۔ "ایف بی آئی کو کچھ شک ہے۔ اس کی تلاش میں آل آؤٹ بلیٹن جاری ہوا ہے لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اسے کبھی تلاش نہیں کر سکیں گے… بہتر جناب… جی… جی ہاں ٹھیک ہے سر۔" یہ کہہ کر اس نے ریسیور رکھ دیا۔ وہ اب محکمہ انصاف میں خدمات انجام دے رہا تھا لیکن اسے یہ بھی احساس تھا کہ آئین سے ماورا کوئی قوت یا تنظیم اس کی سرپرست بن گئی ہے اور اسے یقین تھا کہ کیلی پیٹرسن بھی اب اس تنظیم کے لیے کام کر رہا ہے۔ اس کے سامنے ایف بی آئی کا وہ بلیٹن پڑا ہوا تھا جس میں ٹائیگر کی تلاش کا حکم تھا لیکن اس سے یہ بھی واضح ہو رہا تھا کہ ایف بی آئی والے ٹائیگر کی اصل شناخت نہیں کر سکے ہیں۔ خود ہارگس کو بھی علم نہ تھا کہ وہ کون ہے، کہاں ہے اور اس وقت کیا کر رہا ہے؟ ویسے ہارگس کی خواہش تھی کہ مافیا کو تباہ کرنے کے کارنامے کے بعد وہ منظر عام پر آتا اور اسے ملک کا سب سے بڑا اعزاز دیا جاتا لیکن ساتھ ہی اسے یہ بھی احساس تھا کہ ایسے شخص کے منظر عام پر آنے کے بعد اس کی افادیت ختم ہو جاتی ہے۔ ہارگس کو ابھی تک علم نہیں تھا کہ خفیہ ٹیلی فون پر جو خاص طور سے اس کے کمرے میں نصب کیا گیا تھا، کون بات کرتا ہے لیکن وہ وسکن سے بہرحال واقف تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ کیلی پیٹرسن براہ راست وسکن کو رپورٹ دیتا ہے۔ ہارگس کو شک تھا… کہ کیلی پیٹرسن ٹائیگر کی اصل شناخت جانتا ہے۔

ہارگس نے ایک طویل سانس لی، قلم اٹھایا اور آل آؤٹ بلیٹن لکھنے لگا۔

"اطلاعات کے مطابق مافیا کے خلاف کامیاب آپریشن کرنے والا نوجوان امریکہ سے جا چکا ہے۔ محکمہ انصاف کے شعبے تمام ذرائع رسانی کو ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ اس کی تلاش میں توانائی اور سرمایہ ضائع نہ کریں۔ ڈان ہارگس، انچارج انویسٹیگیشن سیل محکمہ انصاف برائے وزیر انصاف۔"

"تم نے ذاتی انتقام لینے کے لیے اپنی حدود سے تجاوز کیا ہے ٹائیگر۔" بہرام اپنی میز سے ٹیک لگائے کھڑا ہوا تھا۔ اس نے ایک پرانا بھاری [illegible] پہن رکھا تھا اور اس کی نظریں دیوار پر مرکوز تھیں۔

"میں نے بہرحال انتقام لے لیا اور میرے اس انتقام کی وجہ سے یہ ملک منشیات کے ایک سب سے بڑے گروہ سے پاک ہو گیا۔" ٹائیگر کا لہجہ درشت تھا۔

"تم نے کس چیز کا انتقام لیا میرے بچے؟" اوشان جو بہت دیر سے خاموش بیٹھا تھا، اچانک ہی بول پڑا۔

"روبی… کا…" ٹائیگر کی زبان روبی کا نام لیتے ہوئے لڑکھڑا رہی تھی۔

اوشان کے مخصوص قہقہے سے کمرہ گونج اٹھا۔ ٹائیگر اچھل پڑا اور بہرام بھی منہ پھیر کر مسکرانے لگا۔ اسی لمحے دھڑ سے دروازہ کھلا اور اس مرتبہ ایک بار پھر ٹائیگر کو ایسا لگا جیسے کمرے میں موجود ہر چیز ناچ رہی ہو۔

روبی اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

"روبی" یہ ٹائیگر ہی جانتا تھا کہ اسے لپکنے اور پیار کرنے کے جذبے پر کس مشکل سے قابو پانا پڑا ہے۔

"شہزادے!" وہ مسکرا رہی تھی۔ اس کے سر پر اب بھی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں اور چہرے سے پلاسٹک سرجری صاف ظاہر تھی۔ وہ ایک بیساکھی کے سہارے کھڑی ہوئی تھی۔

"تم… تم زندہ ہو روبی؟"

"میں مری کب تھی؟" روبی نے ایک قدم آگے بڑھانے کے لیے بیساکھی کو حرکت دی۔

"تم واقعی زندہ ہو؟" ٹائیگر کی آنکھوں میں ہلکی سی نمی پیدا ہونے لگی۔

"ہاں۔ میں زندہ ہوں اور تم مجھے دیکھ رہے ہو۔" روبی نے ایک اور قدم اٹھایا۔

"دھوکا…" ٹائیگر جو اس وقت انبساطی کیفیت میں تھا، سب کچھ بھول گیا پھر اچانک ہی اس کے چہرے پر سخت درشتگی چھا گئی۔ وہ روبی کی طرف بڑھا۔ اس نے اسے چھو کر دیکھا۔ اس دوران میں روبی کی خوبصورت آنکھیں اسی پر جمی رہیں۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا اور پھر شکوے بھرے انداز میں اوشان سے بولا۔ "تم نے مجھے دھوکے میں رکھا ڈیل فادر۔"

"نہیں میرے بچے۔" اوشان نے مسکرا کر جواب دیا۔ "میں نے تم سے کبھی یہ نہیں کہا تھا کہ روبی مر چکی ہے۔ یاد کرو، میں نے کبھی ایسی کوئی بات کہی تھی؟"

"تم… مگر…"

"روبی حادثے میں شدید زخمی ہو گئی تھی۔" بہرام نے پلٹ کر کہا۔ "ہمیں پہلی اطلاع مل گئی تھی کہ ہمیں وسکن کی طرف سے پیغام ملا کہ اس نے روبی کو کار سے نکال کر ایک اسپتال میں پہنچا دیا ہے۔ پھر تم یہاں سے چلے گئے اور روبی یہاں داخل کر لی گئی۔ اب یہ تمہارے سامنے ہے۔ اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں، چہرہ مسخ ہو گیا تھا لیکن ہم نے اس پر بھرپور توجہ دی اور شکر ہے کہ روبی نے کل ہی بستر چھوڑا ہے۔ بس اب اسے آرام کی ضرورت ہے، چند دنوں بعد یہ…"

"ایک بار پھر تمہارا منہ نوچنے کے لیے تیار ہو جائے گی۔" اوشان نے ہنس کر کہا۔ وہ سب ہنسنے لگے مگر ٹائیگر خاموش رہا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوتا چلا گیا۔ اب اسے یہ احساس ہو رہا تھا کہ اس نے کرب کے جو دن گزارے ہیں وہ ضائع گئے۔ اس نے سب کو باری باری گھورا۔

"تم سب دھوکے باز ہو۔" یہ کہہ کر وہ پلٹا اور کمرے سے نکلتا چلا گیا۔

"انکل اوشان!" روبی نے دھیرے سے کہا۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"میری بچی!" اوشان نے روبی کے ہاتھ تھام لیے۔

"میں کتنی کمزور ہو گئی ہوں۔ اس پر چیخ بھی نہ سکی۔"

"فکر مت کرو۔ اب جلد ہی تم ایک بار پھر اس پر چیخا کرو گی اور وہ ہمیشہ کی طرح کانوں میں انگلیاں دیا کرے گا لیکن میرا مسئلہ…!"

"کیسا مسئلہ ماسٹر؟" بہرام نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔

"ایک جانشین درکار ہے میرے آقا۔" اوشان نے روبی کی طرف دیکھ کر کہا اور روبی کو ہنسی آ گئی۔ وہ جانتی تھی کہ اوشان کیا کہہ رہا ہے اور اسے یہ بھی علم تھا کہ اس کی خواہش شاید پوری نہ ہو۔ اس حادثے نے بہرحال اسے یہ خوشگوار یقین دلا دیا تھا

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ تا نیگر اسے کس حد تک چاہتا ہے۔

٭

"جی جناب! مافیا کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والا صرف وہی تھا۔"
ڈاکٹر بہرام نے بڑے احترام سے جواب دیا۔
"مگر مجھے اتنی خون ریزی کی پسند نہیں آئی۔" دوسری طرف صدر مملکت تھے۔
"میں کیا کہہ سکتا ہوں جناب... مگر میری رائے میں یہ خونریزی ضروری تھی اگر ان میں سے کوئی بھی زندہ بچ جاتا تو بہت جلد نیا گروہ قائم ہو جاتا۔ اب کسی نئے گروہ کے قیام میں کافی وقت لگ جائے گا۔"
"کیا اس سے ملاقات ممکن ہے؟"
"وہ اپنی مرضی کا مالک ہے جناب ملاقاتوں کی حد تک...
میں کوشش کروں گا وہ آپ سے ملاقات کے لیے تیار ہو جائے؟"
بہرام نے بالواسطہ طور پر انکار کر دیا۔
"میں اس ملک کا صدر ہوں۔" صدر مملکت اس پر تلملا گئے۔
"میں نے اس حقیقت سے کبھی انکار نہیں کیا صدر محترم اور وہ بھی اس حقیقت سے واقف ہے۔"
"ٹھیک ہے... ٹھیک ہے۔" صدر کا لہجہ حقیقت آمیز تھا
"مجھے یقین ہے کہ آپ۔ وہ بھی وہ ملک کے مفادات کا... اسی طرح خیال رکھیں گے اور ہاں ایک بات بتاؤ! انہوں نے اسلحے کا استعمال کیوں شروع کر دیا؟"
"یہ ہماری نئی حکمت عملی ہے جناب!" بہرام نے مسکرا کر کہا۔
"فی الحال تو اسلحہ دونوں پر مکمل حاصل کرکے وہ مزید ترقی ہو گیا ہے جناب۔"
"ٹھیک ہے ڈاکٹر! اسے میری طرف سے مبارکباد دے دینا!"
"شکریہ صدر محترم!"

٭

تانیگر اب نیا وزن روشیوں سے مشق کر رہا تھا۔ وہ جمنازیم میں تھا کہ اسے لکڑی کے فرش پر ٹھک ٹھک کی آواز سنائی دی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کس کی آواز ہے مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا۔
"شہزادو!" اسے عقب سے روبی کی آواز سنائی دی۔
"مجھے تم سے نفرت ہے۔" تانیگر نے پلٹے بغیر جواب دیا۔
"ہو گی... ایک بات تو بتاؤ۔" روبی نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔
"میرے پاس بتانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔" تانیگر دانت

پیس کر بولا اور لوہے کا وہ سریا ڈھیرا ہو گیا جس پر وہ دیر سے زور آزمائی کر رہا تھا۔
"بکواس... روبی چلا اٹھی۔ بدتمیز، گنوار، احمق، الو کے... کیا..." تانیگر اچانک ہی خوفزدہ ہو گیا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ روبی سینہ تانے کھڑی تھی اور بیساکھی اس کے ہاتھ میں اس طرح تھی جیسے وہ اسی سے تانیگر کی پٹائی کرنے والی ہو۔
"تم..." روبی نے بیساکھی سے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
"روبی پلیز!" تانیگر نے دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ لیے۔
"چلاؤ مت، میرے کانوں کے پردے پھٹ جائیں گے۔"
"تب پھر میری بات غور سے سنو!"
"بولو۔" وہ بڑی بے چارگی سے بولا۔
"تم نرے گاؤدی ہو۔"
"ٹھیک ہے، مان لیا۔"
"مان لیا نہیں، کہو میں گاؤدی ہوں۔"
"روبی! اپنے ہوش میں ہو یا نہیں؟" تانیگر سہما گڑا کر بولا اور روبی کے ہاتھ سے بیساکھی گر گئی۔
روبی ایک لمحے تک اپنی جگہ پر کھڑی کانپتی رہی۔ اس کے ہونٹ کپکپاتے رہے اور پھر معاً اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے۔
"اُجڈ، دہقانی!" اور پھر اچانک وہ قہقہہ مار کر ہنس پڑی۔ نہ جانے کیوں تانیگر کو ایسا لگا جیسے روبی بہت غصہ دلانا ہی چاہتی تھی اور اب اپنی کامیابی پر ہنس رہی ہے۔

٭

اوشان مراقبے کی کیفیت میں بیٹھا ہوا تھا مگر اس کی نظریں آسمان پر مرکوز تھیں جہاں ایک طیارہ مسلسل چکر کاٹ رہا تھا۔ اوشان کو علم نہیں تھا کہ یہ کیسا طیارہ ہے مگر وہ یہ ضرور جانتا تھا کہ اس میں شہزاد موجود ہے اور خود طیارہ چلا رہا ہے۔ اس نے جب یہ سنا کہ شہزاد طیارہ اڑانا سیکھے گا تو اس نے اس کی شدید مخالفت کی تھی اور کہا تھا کہ انسان کو اڑنے کے لیے کسی مشین کا محتاج نہیں ہونا چاہیے بلکہ اپنی قوتِ ارادی کے بل پر پرواز کرنا چاہیے لیکن نہ جانے تانیگر پر بھی کیا بھوت سوار ہوا تھا کہ وہ فلائنگ سیکھنے کے درپے ہو گیا تھا۔ اس کے انسٹرکٹر نے دوسرے ہی روز اوشان کی موجودگی میں بہرام سے کہا تھا کہ اس کے شاگرد میں ہوا باز بننے کی تمام صلاحیتیں موجود ہیں اور اس وقت تانیگر ایک الف ۸ ایلی

صاحبِ طرز ادیب قمر اجنالوی کی تاریخی کتب

پرتھال	۱۲۵/-	نئی دنیا	۲۰۰/-
پنڈارے	۱۰۰/-	لاڈو	۹۰/-
ولی عہد	۱۵۰/-	بغداد کی رات (اول دوئم)	۶۰۰/-
شمشیر	۱۵۰/-	دھرتی کا سفر (اول دوئم)	۶۰۰/-
چاہ بابل	۴۰۰/-	مقدس مورتی (اول دوئم)	۴۰۰/-
سلطان	۴۰۰/-	جہان لوح وقلم	۱۲۵/-
جنگ مقدس	۱۵۰/-	غزالہ	۱۵۰/-
اورخان الغازی	۱۲۵/-		

مکتبہ القریش ۰ اردو بازار لاہور

ندیم

جنگی طیارہ اڑا رہا تھا۔

٭

اچھلتی کودتی اور دوڑتی ہوئی جیپ کے پیچھے گرد و غبار کا طوفان سا نظر آ رہا تھا۔ یہ جیپ صحرا میں دوڑ رہی تھی اور جیپ میں سوار مسافر بمشکل توازن برقرار رکھ رہے تھے۔ انھوں نے جیپ کے اندر لگے ہوئے سریے مضبوطی سے تھام رکھے تھے۔
جیپ کے ڈرائیور کی عمر ابھی بیس بائیس سال ہی تھی۔ اس کے چہرے کی رنگت آبنوسی تھی اور وہ اپنی ڈرائیونگ سے خود ہی لطف اندوز ہو رہا تھا۔ اس کے سفید دانت نکلے پڑ رہے تھے اور وہ بار بار ایسی انگریزی میں کچھ کہہ رہا تھا جس میں ہسپانوی زبان کی ملاوٹ زیادہ تھی۔
"یہ بس... سی... ڈاکٹر ڈاوسن!" اس نے ایک بار پھر دانت نکال کر کہا۔ "یہ جگہ اس مقام سے بہت قریب ہے جس کا آپ معائنہ کرنا چاہتے ہیں۔" یہ کہتے ہوئے اس نے اسٹیئرنگ سے ایک ہاتھ ہٹایا اور ایک سمت میں اشارہ کیا۔ وہ جس سمت میں اشارہ کر رہا تھا وہاں آبرکی ہوئی پہاڑیاں تھیں جن پر سبزے کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اسٹیئرنگ سے اس نے جونہی ہاتھ ہٹایا جیپ خطرناک حد تک ڈانواں ڈول ہونے لگی اور نوجوان ایلکی

بے اختیار چیخنے لگی۔ اسے ایسا لگا تھا جیسے جیپ کسی بھی لمحے الٹ جائے گی۔
مارتھا ایرن کے لیے یہ صحرا اگرچہ نئے نہیں تھے۔ وہ صحرائے سینا میں بھی گھوم پھر چکی تھی مگر اس نے اتنی وحشیانہ ڈرائیونگ پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ مصری سرحد کے قریب اسرائیلی ایجنٹ مارتھا نے ایسے اہم مشن مکمل کر چکی تھی جن میں بارودی سرنگوں کا بھی خطرہ درپیش رہتا تھا۔ فلسطینی چھاپہ ماروں کا خطرہ لگا رہتا تھا اور یہاں سوڈان کے اس صحرا میں اس کو نہ تو فلسطینی حریت پسندوں کا خطرہ تھا اور نہ ہی بارودی سرنگوں کا... لیکن وہ پھر بھی خوفزدہ تھی کیونکہ ڈرائیور کی ڈرائیونگ اسے سب سے زیادہ خطرناک لگ رہی تھی۔
مارتھا نے سر جھٹک کر ہونٹ بھینچ لیے۔ وہ اب مزید خوف کا اظہار کرنے سے بھی ڈر رہی تھی۔
"میرا لائسنس کیوریز... ڈاکٹر...!" ڈرائیور کہتا رہا۔ اس کی توجہ اس نام نہاد سڑک پر نہیں تھی جس پر وہ جیپ دوڑا رہا تھا۔ "یہ اضافی تجربہ آپ کے لیے بہت اہم ہے نا؟"
"رچرڈو... روڈ پر توجہ رکھو۔" ڈاکٹر پیٹر ڈاوسن نے چیخ کر کہا۔ "میں اسپتال کے بستر پر جا کر پانامہ میں پانی کے چشموں کی تلاش نہیں کر سکتا!"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے نہیں۔" رچرڈو نے دانت نکال کر ڈاکٹر ڈاؤسن کی طرف دیکھا اور جیپ ایک بار پھر بہت زور سے اچھلی۔ مارٹا کا سر چھت سے ٹکرایا تو وہ کراہنے لگی۔ "لوسینیتو ماچو ڈاکٹر۔" اس نے یقین دلایا "میں بڑی توجہ سے گاڑی چلا رہا ہوں۔"

مارٹا کا سر اس بار جیپ کی دیوار سے ٹکرایا تو وہ پھر چیخنے لگی اس کے ساتھ ہی جیپ ایک تودے نما ڈھیر سے ٹکرائی جو ناہموار سڑک کے وسط میں ابھرا ہوا تھا۔ جیپ اچھلی اور اسی لمحے رچرڈو کے دونوں ہاتھ اسٹیئرنگ سے ہٹ گئے۔ اب جیپ خود سر، بے راہ رو اور بگڑی ہوئی ماڈل گرل کی طرح خود ہی اپنے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ اس سے قبل کہ رچرڈو اسٹیئرنگ پر قابو پاتا جیپ تیزی سے ایک طرف لپکی۔ ایک اونچی جگہ پر چڑھی اور قبل اس کے کہ رچرڈو بریک لگاتا وہ دونوں جیپ سے کود گئے۔

انہوں نے زمین پر گرتے گرتے جیپ کا ایک ٹائر پھٹتے اور پھر جیپ کو بمشکل رکتے ہوئے دیکھا۔ گرد و غبار کے بگولے نے انہیں چھپا لیا۔ چند لمحے بعد رچرڈو ان کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ "کمال ہے، بڑی ضدی جیپ ہے۔" اس نے معذرت خواہانہ انداز میں ہنستے ہوئے کہا۔

"رچرڈو، رچرڈو!" ڈاؤسن نے گرج کر کہا۔ "اگر ہم کسی بستی سے سینکڑوں میل دور نہ ہوتے تو میں تمہیں اسی وقت ملازمت سے برطرف کر کے پیدل واپس جانے پر مجبور کر دیتا۔"

"مگر... مگر آپ کس بات پر ناراض ہو رہے ہیں، ڈاکٹر ڈاؤسن؟" رچرڈو نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں کہا۔ "ہم زندہ تو ہیں نا؟ زخمی بھی نہیں ہوئے اور اس جگہ سے زیادہ دور بھی نہیں جہاں آپ کو کچھ کام کرنا ہے۔ اس اعتبار سے تو ہم بہت خوش قسمت رہے... ہیں نا؟"

ڈاؤسن اور مارٹا نے اپنے آپ کو ٹٹول کر دیکھا اور پھر سکون کی سانس لی۔ وہ ریت پر گرنے کی وجہ سے زخمی نہیں ہوئے تھے... ڈاؤسن نے متعجب کی طرف دیکھا اور پھر بڑے ڈرامائی انداز میں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "ہم پختہ سڑک سے اب بیس کلومیٹر دور ہیں اور پھر اس سڑک سے ملا پاز کا فاصلہ ایک سو بیس کلومیٹر ہے۔ کالوسان لوکاس کا فاصلہ اس سے نصف ہے۔ ہماری جیپ ایک تو پہلے ہی کسی بطخ کی طرح چلتی ہے اس کا ایک پہیہ پنکچر ہو گیا ہے۔ ممکن ہے کہ ایکسل بھی متاثر ہوا ہو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم کس وجہ سے فکر کر رہی ہے اور تم کہتے ہو کہ میں پریشان کیوں ہوں۔"

رچرڈو نے طویل لیکچر پر بغلیں جھانکنے لگا۔ اس نے کچھ کہنا چاہا مگر ڈاکٹر ڈاؤسن کی شعلہ بار نظروں کی تاب نہ لا کر بڑبڑا گیا۔ "نہیں... میں ٹائر ابھی دیکھ لیتا ہوں ڈاکٹر... اور ایکسل کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ زیادہ متاثر نہیں ہوا ہوگا اگر تھوڑا سا مڑ بھی گیا ہے تب بھی کام چل جائے گا۔" یہ کہہ کر اس نے کھسکنے کی کوشش کی مگر ڈاکٹر ڈاؤسن کی گھرکی سنتے ہی جیپ کی طرف لپک گیا۔

"میں بھی اس کا ہاتھ بٹانا چاہتی ہوں۔" مارٹا نے مسکرا کر کہا۔ وہ آہنی اعصاب کی مالک تھی لہٰذا اس نے جلدی خود پر قابو پا لیا تھا مگر جیپ کے قریب پہنچ کر اس نے ہاتھ بٹانے کی بجائے جیپ سے تھرماس نکالا اور پھر ایک کپ جیپ سے ذرا ہٹ کر بچھا دیا۔ تھرماس دیکھ کر ڈاؤسن کی پیاس جاگ گئی۔ ایک ایک گلاس پینے کے بعد دونوں مسکرا رہے تھے اور مارٹا اپنے بکھرے بالوں پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔ اس کی سبز آنکھیں بھی مسکرا رہی تھیں۔

"ٹائر بدلنے کے بعد ہم غاروں میں چلیں گے ڈاکٹر؟"

"ہاں کچھ پیدل چلنا پڑے گا۔" ڈاؤسن نے پسینہ پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ وہ اپنی چیف ریسرچ اسسٹنٹ کو غور سے دیکھ رہا تھا جو اس مشن میں کسی بھی مرد سے زیادہ سودمند ثابت ہوئی تھی۔ سخ مشروب کے دو گلاس پینے کے بعد مارٹا اب دلچسپ نظروں سے رچرڈو کو دیکھ رہی تھی جو اپنے ہاتھوں سے گریس اور مٹی صاف کر رہا تھا۔ ڈاؤسن بھی ہنس ہنس کر باتیں کر رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ پہنچنے کے بعد وہ اپنے مشن پر پھر روانہ ہو سکیں گے۔ ڈاکٹر ڈاؤسن کے لیے یہ انتہائی اہم مشن تھا اسی باعث وہ لوئر کیلی فورنیا کے علاقے میں آیا تھا یہاں پانی کی تلاش اگر کامیاب ہو جاتی تو پھر علاقے میں صنعتیں بھی قائم ہو سکیں گی اور روزگار کے مواقع بھی فراہم ہو سکیں گے بلکہ ان کا بوسان ہے... باجا کیلی فورنیا صحرا تک ریت ہی ریت تھی۔ پانی کا نام و نشان تک نہ تھا۔ پانی کی تلاش زندگی اور موت کا مسئلہ تھا لیکن یونیورسٹی آف ایریزونا کے ڈاکٹر ڈاؤسن کو یقین تھا کہ وہ پانی کی دریافت میں بہت قریب تک پہنچ گیا ہے۔

اب جیپ پھر دوڑ رہی تھی لیکن رچرڈو اس بار بھی مسلسل باتیں کر رہا تھا۔ اس کی نظریں سڑک سے زیادہ ادھر ادھر تھیں کچھ دیر بعد وہ ایک تنگ گھاٹی نما علاقے میں داخل ہی ہوئے تھے کہ اگلا ٹائر پھٹ گیا اور جیپ تیز رفتاری کے باعث خطرناک انداز میں ڈولنے لگی۔ تاہم رچرڈو نے اسے الٹنے نہیں دیا اور بمشکل تمام اسے کر کے روک لیا۔

انجن کے شور اور ٹائر پھٹنے کی آواز اور گھاٹی کے باعث وہ گولی چلنے

کی آواز نہیں سن سکے تھے۔

زخمی گاڑی کے ارد گرد دیر تک ریت اور دھول اڑتی رہی۔ اس بار صورت حال بہت خطرناک ہو گئی تھی کیونکہ اب ان کے پاس فاضل پہیہ بھی نہیں تھا۔ وہ اس وقت بھی پختہ سڑک سے میلوں دور تھے جبکہ ایسے صحراؤں میں پانچ سو گز پیدل چلنے والے کی بھی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اب ان کے پاس صرف ایک ہی راستہ تھا وہ یہ کہ سب ہاتھ پر ہاتھ دھرے کسی امدادی ٹیم کا انتظار کریں۔

مارٹا جیپ سے اتر کر متاثرہ پہیہ کا معائنہ کرنے لگی۔

"ارے...!" وہ اچھل پڑی۔ "ایسا لگتا ہے کہ کسی نے پہیے کو نشانہ بنا کر گولی ماری ہے، یہ دیکھو۔" اس کا لہجہ خوفزدہ تھا۔ "ٹائر میں گولی کا واضح نشان موجود ہے۔"

تب ہی ان کے عقب میں چند افراد نہ جانے کہاں سے نمودار ہوئے اگر کوئی انہیں دیکھ لیتا تو یہی کہتا کہ وہ زمین پھاڑ کر نکلے ہیں۔ یہ لوگ صحرائی ریت کی رنگت کی یونیفارم قمیص، جدید لیدر جیکٹ پہنے ہوئے تھے۔ ان کے بال دراز تھے اور چہروں کے گرد پھیلے ہوئے تھے۔ ان کے سنجیدہ چہروں پر مونچھیں بھی نظر آ رہی تھیں۔ وہ سب مسلح تھے۔ "ڈاکو" رچرڈو انہیں دیکھ کر کانپنے لگا۔ مارٹا اور ڈاؤسن کی حالت بھی انہیں دیکھ کر زیادہ مختلف نہیں تھی۔

ڈاؤسن نے تھوک نگلا اور بمشکل کہا۔ "آپ حضرات کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم کوئی امیر آدمی نہیں، سائنسدان ہیں اور... اور گورنر کی دعوت پر آپ لوگوں کے لیے... پپ... پانی تلاش کرنے کے لیے آئے ہیں اگر آپ حضرات ہمیں جانے دیں تو آپ ہی کا فائدہ ہوگا۔"

"ہم جانتے ہیں کہ تم کون ہو۔" یہ جملہ سلیس انگریزی میں ادا کیا گیا تھا اور ڈاؤسن کو ایک بار پھر پلٹ کر دیکھنا پڑا تھا کیونکہ یہ آواز اس کے عقب سے آئی تھی۔ "اپنے ہاتھوں کو سروں پر رکھ لو۔ اپنی جگہ سے حرکت بھی نہ کرنا۔"

ریسرچ سائنٹسٹ کو مجبوراً ایسا ہی کرنا پڑا۔ حکم حاکم مرگ مفاجات سے ملتی جلتی صورت حال تھی لیکن اس دوران میں اس نے حکم دینے والے کا بغور جائزہ ضرور لے لیا تھا۔ اسے حیرت تھی کہ اس قسم کا آدمی ایسے مستحکم لہجے میں کس طرح بات کر سکتا ہے۔ وہ ایک بے حد رسا بلند قامت شخص تھا لیکن اس کے ہاتھ میں روسی ساختہ اے کے 47 اسالٹ رائفل موجود تھی۔ اس کے بالوں کی رنگت ہلکی کالی تھی اور چہرہ ہسپانوی اور انگریزی نسلوں کے ملاپ کا مظہر تھا۔ اس کے چہرے پر سفاکی نہیں تھی لیکن آنکھیں درندگی کی چغلی کھا رہی تھیں۔

"اعلیٰ حضرت... کپتان سلامیا..." رچرڈو گڑگڑانے لگا۔

بیوپاری
انوار صدیقی
قیمت: 150/00 روپے

"تمہیں دیوتاؤں کا واسطہ... میری جان بخشی کر دو۔ میں ایک غریب سی باپ کا بیٹا اور بڑے بارے دیوتا کا پوتا ہوں۔ میرے عوض تمہیں کوئی رقم نہیں دے گا۔ میرے پاس نہ تو رقم ہے اور نہ ہی میں سیاست میں دلچسپی لیتا ہوں، میری جاں بخشی کر دو عظیم کپتان۔"

"کم ذات... دو غلے منافق۔" ڈاکوؤں کے لیڈر نے رچرڈو کے الٹا ہاتھ رسید کیا۔ "میں تجھے زندہ کیوں چھوڑوں گا؟" اس بار اس نے زور دار گھونسا مارا۔ رچرڈو گھٹنوں کے بل گر کر جاں بخشی کی بھیک مانگنے لگا۔

"تم امریکی ہو؟" ڈاؤسن نے پکڑے جانے کے صدمے سے سنبھلتے ہوئے کہا۔

"نہیں امریکی تھا بندر۔" ڈاکوؤں کے سرغنہ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "تم جیسے کمینوں نے مجھے میرے ملک سے نکلنے پر مجبور کیا۔ میری طرف دیکھو، میں تم جیسوں سے بہتر انگریزی بول سکتا ہوں لیکن تم نے مجھ سے میرا ملک چوری کر لیا۔ اب وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ اپنے اس جرم کا جرمانہ ادا کرو۔ اب حکم دینے والے ہم ہوں گے... ہم حکمرانی کریں گے ساری طاقت عوام کے لیے ہے۔"

دراز قد شخص یہ کہہ کر ڈاؤسن کے قریب سے گزر کر جیپ کی طرف جانے لگا۔ کن انکھیوں سے مارٹا کو دیکھ کر ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگے۔ تاہم باقی تمام افراد کی نظروں کا نشانہ ایڈم پر مرکوز تھیں وہی اس لٹیرے کا نام تھا۔

رچرڈو نے نظر انداز کیے جانے کے بعد ایک بار پھر اپنا کھیل شروع کرنے کا فیصلہ کیا۔

ڈاکٹر ڈاؤسن نے کن انکھیوں سے نوجوان ڈرائیور کو غیر محسوس طور پر ٹیلے کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا۔ شاید وہ ٹیلے کے دوسری طرف جھاڑیوں میں پناہ لینا چاہتا تھا۔ ڈاؤسن نے یہ سوچا کہ شاید رچرڈو کے فرار سے انہیں بھی بچنے میں مدد مل سکے۔ اس نے اپنا کھیل شروع کر دیا جس کا مقصد رچرڈو کو فرار میں مدد دینے کے لیے تمام توجہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی طرف مبذول کرانا تھا۔

"تمھاری انگریزی واقعی بہت شستہ اور سلیس ہے نوجوان!" ڈاؤسن نے کلائیڈ ایڈم سے کہا۔ "لیکن تمھارے تمام الزامات بے بنیاد اور لغو ہیں۔" اس وقت تک رچرڈو ٹیلے کے قریب پہنچ چکا تھا۔ "تم جو کوئی بھی ہو اگر امریکہ میں رہتے تو زیادہ بہتر تھا۔ میرا خیال ہے کہ تم ایک اچھے سیاست دان ضرور بن جاتے۔"

پل بھر کی اس جرأت کا جواب کلائیڈ کے تھپڑ کی شکل میں ملا۔

"میں کلائیڈ ایڈم ہوں اور تم آگے چل کر میرے بارے میں بہت کچھ سنو گے!"

تھپڑ کھانے کے باوجود ڈاؤسن نے رچرڈو کو موقع دینے کی جدوجہد ترک نہ کی۔

"اس تھپڑ کے باوجود میں اپنے نظریے سے منحرف نہیں ہوا کلائیڈ ایڈم!" ڈاؤسن نے کہا۔ "تم ڈاکو کی بجائے سیاست دان ہوتے تو بہتر تھا۔ ڈاکوؤں کی سربراہی تمھیں زیب نہیں دیتی۔ دیکھو! تم نے ایک بے ضرر سے ریسرچ سائنسدان کو یرغمال بنایا ہے۔ اس کی اسسٹنٹ بھی تمھارے لیے سودمند ثابت نہیں ہوگی۔ ہمارے پاس نہ تو اسلحہ ہے اور نہ ہی رقم... ہمارے خویش کوئی بھی تاوان ادا کرنے پر تیار نہیں ہوگا۔"

رچرڈو اب یقیناً جھاڑیوں میں جا چھپا تھا۔

کلائیڈ چند لمحوں تک اپنے قیدی کو گھورتا رہا اور پھر اس کے ہونٹ خباثت آمیز مسکراہٹ پیدا کرنے کے لیے پھیل گئے۔

"تمھارا تاوان تو بہرحال ملے گا بوڑھے گدھ!" اس نے تھوک کر اپنی پشت سے منہ پونچھنے کے بعد کہا۔ "آج کے دور میں تاوان کی شکل کرنسی ہی نہیں ہوتی۔ ویسے میں اس گروہ کا سربراہ نہیں ہوں، صرف سیکنڈ ان کمان ہوں۔ ہم الیبرن ڈی بارنیکا کی فوج ہیں اور ہم جدوجہد آزادی..."

"آہا... ہو... !" کلائیڈ کا زمیہ اس کے ساتھیوں کے وحشیانہ اور پرجوش نعروں کی گونج میں دب گیا۔ اسی لمحے ٹیلے کے عقب سے ایک اور کربناک آواز سنائی دی۔ ہر ایک ٹیلے کی طرف پلٹ گیا جہاں دو وحشی رچرڈو کو کسی بکری کی طرح کھینچتے ہوئے لا رہے تھے۔ رچرڈو کی حالت غیر تھی۔ وہ بری طرح کانپ رہا تھا۔

"رحم... رحم... مجھ پر رحم کرو میرے آقا!" رچرڈو بری طرح چیخ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے موٹے موٹے آنسو گر رہے تھے۔

"یہ میں نے اسے فرار ہوتے ہوئے پکڑا تو اس نے مجھے اس چاقو سے زخمی کر دیا۔" چاقو... ایک ڈاکو نے چاقو دکھانے کے بعد اپنا زخم بھی دکھایا۔

"غدار... کم ذات خبیث..." کلائیڈ ایڈم کا چہرہ غصے سے کالا ہو گیا۔ "میں تجھ پر ضرور رحم کروں گا۔ تو نے الیبرن کی فوج کی قید سے فرار ہونے کی کوشش کی اور تو نے آزادی کے ایک مجاہد کو زخمی بھی کر دیا۔ اس جرم کی سزا بہت عبرتناک ہے۔" یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا۔ اس کے چہرے پر اب درندگی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے درندگی آنکھوں سے اتر کر چہرے پر آ گئی ہو۔ "تو لوگو! یہ ہم وطن بھگوڑا غدار یہ سمجھتا ہے کہ چاقو بہت اچھی چیز ہے۔ لہٰذا اس نے چاقو ہی سے ہمارے ایک ساتھی کو زخمی کیا ہے۔ کیا تم لوگ چاقو مہارت سے استعمال کر سکتے ہو؟" یہ کہہ کر اس نے حیوانوں کی طرح چلا کر کہا۔ رچرڈو کا چہرہ اس طرح سُت گیا جیسے کسی نے اسے سزائے موت سنا دی ہو۔ ساتھ ہی کلائیڈ ایڈم نے رچرڈو کے بال پکڑ کر بہت زور سے جھٹکا دیا۔ "غدار... غیر ملکیوں کے ساتھ کام کرتا ہے!"

"خدا جانتا ہے کہ میں کوئی نقصان پہنچانا نہیں چاہتا تھا۔ میں... تو تو غریب... ہو کر فرار ہو رہا تھا۔" رچرڈو باقاعدہ رونے لگا مگر کلائیڈ نے اس کے منہ پر تھوک دیا۔

"دیکھا دوستو! اسے چاقو بہت پسند ہے۔" کلائیڈ ایڈم نے ایک بار پھر للکار کر کہا۔ "لیکن اسے پتا نہیں کہ دوسرے بھی چاقو استعمال کرنا جانتے ہیں۔ کیوں کیا خیال ہے؟"

نیم دائرے کی شکل میں کھڑے ہوئے ڈاکوؤں کے چہروں پر سفاکانہ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ انھوں نے اپنے اپنے چاقو نکال لیے۔ چاقوؤں کے پھل چمکنے لگے۔ ایسا لگنے لگا جیسے یہ پھل بھی قہقہے لگا رہے ہوں۔ "میں اسے تمھارے رحم و کرم پر چھوڑتا ہوں دوستو! جس طرح چاہو، چاقو زنی سکھاؤ۔"

مارتھا اور ڈاؤسن کے چہروں کی رنگت فق ہو گئی۔ وہ ان درندوں کے ہاتھوں میں چاقو دیکھ کر ہی بہت کچھ سمجھ گئے تھے۔

سب سے پہلے ہلکے ہلکے وار ہوئے اور رچرڈو کے کپڑے کٹ کر تن سے الگ ہونے لگے۔ اس کے بعد وہ اس کی کھال اتارنے لگے۔ رچرڈو بری طرح تڑپ رہا تھا مگر چار ڈاکوؤں نے اسے دبوچ لیا تھا۔

مارتھا نے یہ تو سنا تھا کہ اسرائیلی موساد نے کسی فلسطینی حریت پسند کی کھال اتار دی ہے مگر اس نے کھال اترتی ہوئی کبھی نہیں دیکھی تھی۔

تب ہی کلائیڈ ایڈم کی آواز انھیں سنائی دی۔ انھوں نے آنکھیں نہیں کھولیں، بس سنتے رہے۔

"میں تم غیر ملکیوں سے نفرت کرتا ہوں لیکن مجھے ان

...لوگوں سے نفرت ہے جو تمھارے ساتھ تعاون کرتے ہیں۔"

تب ہی ڈاؤسن غصے سے چیخ اٹھا۔ اس کے حلق سے عجیب سی غراہٹ نکلی اور وہ رچرڈو کو بچانے کے لیے اس کی طرف جھپٹا لیکن فوراً ہی کسی نے اس کی ٹانگ پر ٹانگ ماری اور وہ منہ کے بل گر پڑا۔ کلائیڈ ایڈم نے رائفل کا بٹ اس کی ران پر مارا۔ پھر وہ ڈاکو جو چاقو زنی میں مصروف نہ تھے ڈاؤسن پر پل پڑے تاہم انھوں نے صرف پیروں سے کام لیا۔ وہ ڈاؤسن کو روند رہے تھے۔ اس کے اوپر چڑھ کر کود رہے تھے۔ کئی افراد کی اس بربریت کے باعث ڈاؤسن بہت جلد ہی بے ہوش ہو گیا۔

مارتھا نے ہاتھوں میں منہ چھپا لیا۔ اسے متلی ہونے لگی۔ اس نے ایسا ظلم پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ تشدد کے اسرائیلی طریقوں کے بارے میں صرف سنتی ہی آئی تھی۔ پھر جب اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے تو ڈاکو رچرڈو کو ادھیڑ رہے تھے۔ رچرڈو کی آواز بیٹھ چکی تھی لہٰذا اب صرف اس کا منہ کھلا ہوا تھا، آواز نہیں نکل رہی تھی۔ پھر مارتھا نے الٹی کر دی۔

اس نے رچرڈو کو ساکت ہوتے دیکھا۔

رچرڈو کے بے ہوش ہوتے ہی ڈاکوؤں کے ہاتھ اور تیزی سے چلنے لگے۔ اب رچرڈو کے بازو، پیر، گھٹنے، ہاتھ، انگلیاں، کان غرض کہ ہر حصہ جسم سے الگ کیا جا رہا تھا۔ پھر اچانک ہی ایک ڈاکو نے رچرڈو کے حلق پر وار کیا اور سر تن سے جدا ہو گیا۔ اسی کے ساتھ قہقہے اور نعرے لگے۔ ان ہی میں سے ایک نے رچرڈو کا سر بالوں سے پکڑ کر اٹھایا اور جیب میں رکھ لیا۔ اس وقت کئی ڈاکو سربریدہ لاش کے گرد قہقہے لگا رہے تھے۔

... پھر ڈاکوؤں نے اپنے زخموں سے خون صاف کیا اور اس کے بعد جیب میں رکھی ہوئی بوتلوں پر پل پڑے۔ کچھ دیر بعد کلائیڈ ایڈم مارتھا کی طرف بڑھا۔ اس کی شیطانی آنکھوں میں شیطانی چمک تھی۔ وہ اس کے قریب آ کھڑا ہوا۔ "اس قسم کی تفریح کے بعد مجھے تم جیسی لڑکیوں کی طلب محسوس ہونے لگتی ہے۔ تم بہت خوبصورت ہو۔" مارتھا کو علم تھا کہ اگر وہ ہوسناک بھیڑیے اس پر ٹوٹ پڑے تو یہ ڈاکو اپنی ہر خواہش پوری کریں گے۔ ماحول اور صورت حال اعصاب شکن تھی مگر اس نے خود پر بڑی کوشش سے قابو رکھا۔

"تم نے مجھے ہاتھ بھی لگایا تو یہ خود تمھارے حق میں بہتر نہیں ہوگا کلائیڈ ایڈم!" اس کا لہجہ سخت تھا۔ اس میں کوئی کمزوری نہیں تھی۔ "تمھارے لیے بہتر یہی ہے کہ مجھے آزاد چھوڑ دو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ایک انتہائی پیچیدہ عالمی صورت حال پیدا ہو جائے گی۔"

ایڈم نے زوردار قہقہہ لگا کر اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کی مگر وہ ایک طرف ہٹ گئی۔ "شاید اب تم یہ کہو گی کہ امریکی وزیر خارجہ یہاں آ کر مجھے دھمکی دے گا کہ لڑکی کو چھوڑ دو ورنہ امریکی فوج یہاں اتار دی جائے گی یا وہ تمھاری بحفاظت واپسی کے لیے مجھے بطور معاوضہ پناما کینال دے گا۔" یہ کہتے ہوئے ایڈم نے پھر زوردار قہقہہ لگایا۔ اس کے ساتھی بھی ہونٹوں پر زبان پھیر کر مسکرانے لگے۔

"تم یہی غلطی کر رہے ہو ایڈم!" مارتھا بہت سنجیدہ تھی۔ "میں امریکی نہیں اسرائیلی شہری ہوں۔ تم نے یقیناً موساد کی انتقامی کارروائیوں کے بارے میں سنا ہوگا۔ میں اسی موساد کا ذکر کر رہی ہوں جو اسرائیلی شہری ایشمن کو ارجنٹائن سے نکال لے گئی تھی۔ امریکی حکومت اپنے شہریوں کو بچانے کے لیے کچھ نہیں کرتی لیکن اسرائیلی حکومت جنگ کی حد تک جانے کو تیار ہو جاتی ہے۔ اگر مجھے نقصان پہنچائے بغیر فوراً رہا نہیں کیا گیا تو موساد کے ایجنٹ یہاں بھی پہنچ جائیں گے اور تمھارے بہت سے لوگ مارے جائیں گے کلائیڈ ایڈم!"

ایڈم ایک لمحے کے لیے ٹھٹک کر رہ گیا۔ اسے حیرت تھی کہ الیبرن کے مخبروں نے اسرائیل کا ذکر کیوں نہیں کیا۔ اطلاع صرف یہی ملی تھی کہ ایک امریکی سائنس دان اپنی نائب کے ساتھ یہاں سے گزرے گا۔ وہ سوچنے لگا کہ کیا اس لڑکی کو بچانے کے لیے اس کے وطن والے واقعی خون خرابہ کر سکتے ہیں؟ پھر وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ "جہنم میں جاؤ۔" اس نے غرا کر کہا۔ "تمھارے بارے میں فیصلہ عظیم الیبرن ہی کرے گا۔" اس نے ایک بار پھر کچھ سوچا اور پھر دو انگلیاں منہ میں ڈال کر سیٹی بجائی۔ اچانک ہی ایک نوجوان کئی گھوڑے لے کر نمودار ہوا۔ ایک ڈاکو نے بڑھ کر بے ہوش ڈاؤسن کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اسے ایک گھوڑے پر لاد دیا جبکہ دوسرے ڈاکو نے مارتھا کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی۔ اسے کئی ہاتھوں نے گھوڑے پر سوار کرایا۔ رچرڈو کی لاش وہیں چھوڑ دی گئی اور یہ قافلہ ایک سمت میں بڑھ گیا۔

صبح کے سورج کی نرم روشنی سبز پتوں پر گر کر چھن رہی تھی۔ پتے ٹھنڈی ہوا کی شرارتوں سے جھوم رہے تھے۔ ہوا اور روشنی کے اس ملاپ سے اندھیرے اجالے کا سماں پیدا ہو رہا تھا۔ پھر ادھر ادھر شوخ رنگ کے پرندے بھی چہچہا رہے تھے۔ یہاں میلے کا سا سماں تھا۔ اس خوبصورت و دلکش ماحول میں جوڑے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے چہل قدمی کر رہے تھے۔ بعض نوجوان اشاروں پر گھڑے پی رہے تھے۔ مگر

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرف قہقہوں کا راج تھا لیکن ہر ایک کو معلوم تھا کہ مقابلہ شروع ہوتے ہی ہر طرف خاموشی چھا جائے گی۔ ناموں کا اعلان ہوگا، قرعہ نکالے جائیں گے اور پھر مقابلے شروع ہو جائیں گے۔

کچھ دیر بعد دو ایسے افراد آگے بڑھے جنھوں نے قدیم دربار والی ایسی وردی پہن رکھی تھی جو نقیبوں کے لیے مخصوص ہوتی تھی۔ انھوں نے اپنے پہلوؤں میں جھولتے ہوئے چھوٹے چھوٹے نقارے بجائے۔ اسی کے ساتھ ارل مارشل اپنے عملے کے ساتھ گراؤنڈ میں داخل ہوگیا۔ عملے نے شاہی دربار کی چمک دار اور شوخ رنگ وردیاں پہن رکھی تھیں۔

"مائی لارڈز اینڈ لیڈیز… اٹینشن پلیز۔ پرنس ڈریگون کی خواہش ہے کہ آپ حضرات و خواتین بالگراؤنڈ پر ویمنز ٹرسٹ کے آخری کونے پر تشریف رکھیں۔ وہ حضرات اور نائٹس جو مقابلے میں حصہ لینا چاہتے ہیں میرے پویلین میں تشریف لے جائیں۔ شاہی پویلین کے دائیں طرف…!"

اسی کے ساتھ نقارچیوں نے پھر نقارے بجائے۔ یہ ٹورنامنٹ کے آغاز کا اعلان تھا۔ لوگوں میں جوش و خروش کی لہر سی دوڑ گئی مگر مقابلے میں شریک ایک نائٹ قطعی خوش نہیں تھا۔

"کیا تم دونوں کو یقین ہے کہ یہ ضروری ہوگا؟" اس نے ان دو افراد سے پوچھا جو اُسے زرہ بکتر و چیرہ پہننے میں مدد دے رہے تھے۔ "میرا مطلب ہے کہ یہ بھاری زرہ بکتر… میں اس کے بغیر بھی لڑ سکتا ہوں۔"

"چیف ہر جو نا شکرے تو زرد رو بوڑھے نے چمک کر کہا۔ "یہ شہنشاہِ اعظم کی خواہش ہے کہ تم جنگی لباس میں مقابلہ کرو۔"

"سویٹ ہارٹ" نائٹ نے مزید کچھ کہنا چاہا مگر اس کی ایک نہ چلی اور پھر اُسے کلائی سے کہنیوں تک فولادی کلائی بھی پہنتی پڑی۔ اُوشان کو یہ سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ پل بھر کے لیے سنا تجہ کے سالانہ جلسے میں واپس چلا گیا تھا۔ اسی لمحے کیلی فورنیا کی گھڑیوں نے گیارہ بجنے کا اعلان کیا۔ ساتھ ہی ایک مشہور نغمے کا ریکارڈ بجنے لگا۔ سان ڈائگو بالبوا پارک میں نغمے کو دور دور تک سنایا گیا۔

اس وقت اُوشان، ٹائیگر کو سینہ بند پہنا کر فارغ ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"تم ونسٹن ٹی ورتھ سوئم ہو؟" بہرام نے ٹائیگر کو بتایا۔

"اور اس نام پر پورا اترنے کے لیے تمھیں اس فولادی لباس کے اندر بھی اچھا خاصا حرکتیں جاری… پڑیں گی ورنہ کوئی بھی

اے حمید
کے ایڈونچرس قلم سے
گنگا کے
پجاری ناگ
جلد اول =/150
جلد دوم =/200
دو جلدوں میں
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

سمجھے گا کہ تم عظیم لوشانی اوّل ہو۔"

"لوشانی اوّل؟" بہرام، اُوشان کو الجھی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"اُوشان کی مراد سنا تجہ کے پانچویں ماسٹر سے ہے" ٹائیگر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"ہاں۔" اُوشان کی نظریں اب بھی ٹائیگر پر گڑی ہوئی تھیں۔ "اگر یہ عقل مند بھی ہوتا تو میں اسے لوشانی اوّل ہی سمجھتا۔"

"میں لوشانی سے زیادہ عظیم ہوں نبل فادر!" ٹائیگر نے چیختے ہوئے اسے چھیڑا۔ "وہ طیارہ نہیں اُڑا سکتا تھا۔ میں طیارہ چلا لیتا ہوں۔"

"وہ خود اُڑ سکتا تھا۔" اُوشان نے غرّا کر جواب دیا۔

"اب تم اُڑا رہے ہو نبل فادر؟"

"خاموش… بے ادب…!" اُوشان نے غصّے سے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں صرف ایک شرط پر لڑوں گا۔" ٹائیگر نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔

"کیسی شرط؟" بہرام نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ اگر ہار گیا تو تم لوگ ہنسو گے نہیں۔"

"عظیم لوشانی کبھی نہیں ہارا۔ تم اگر ہار گئے تو میں تمھیں بغیر ہتھیار اُٹھائے قلم کردوں گا۔ میرے بیٹے" اُوشان کا لہجہ بہت ٹھوس تھا۔ "تم سنا تجہ کے کسی بھی شہزادے سے بہتر ہو… سوائے میرے۔"

"ڈھال اُٹھاؤ" بہرام نے دھیمے سے کہا۔ ٹائیگر نے اس طرح منہ بنایا جیسے کوئی کسیلی چیز نگلنی پڑ رہی ہو پھر اس نے ڈھال اُٹھائی اور آگے بڑھ گیا۔

"ماسٹر! ہم نے اسے آتشیں اسلحے کی تربیت دے کر اسے عفریت تو نہیں بنا دیا؟" بہرام نے اچانک اُوشان سے پوچھا۔

"سنا تجہ نے کسی عفریت کو جنم نہیں دیا اور نہ ہی تربیت دی ہے۔" اُوشان کا لہجہ بہت نرم تھا۔ "یہ لڑکا صرف اور صرف رحمت کا فرشتہ ہے۔"

"کیا تو کان عفریت نہیں رہا ماسٹر؟" بہرام نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں، وہ پاگل کتا ہے… محض پاگل کتا…!" اس مرتبہ اُوشان کے لہجے میں حقارت تھی اور اس کا چہرہ بھی سرخ ہوگیا تھا۔

انھیں انتظار کرتے ہوئے ڈیڑھ گھنٹہ ہوگیا۔ اس دوران میں چار مقابلے ہو گئے اور پھر وہ اعلان ہوا جس کا اُوشان اور بہرام کو انتظار تھا۔

"اگلا مقابلہ" ارل مارشل نے ڈرامائی انداز میں اعلان کیا۔ "سر ہیوز آف ووس ہیزارڈ، دی وائٹ نائٹ" اس نے اپنے بائیں طرف کھڑے ہوئے آہن پوش کی طرف اشارہ کیا "اور انھیں چیلنج کرنے والے… دی بلیک نائٹ سر ونسٹن آف جیول…" اشارہ دائیں طرف آہن پوش ٹائیگر کی طرف تھا… "کے درمیان ہوگا۔ کیا آپ حضرات تیار ہیں…؟"

ارل مارشل نے دونوں سے پوچھا۔ دونوں نے گردن ہلا کر جواب دیا۔

"سلیوٹ دی پرنس" ارل مارشل نے ہدایت کی۔

دونوں نائٹس نے شاہی پویلین کی طرف رُخ کرکے تلواریں اور ڈھالیں اٹھائیں۔ یہ سلامی کا قدیم انداز تھا۔

"دربار کو سلام کرو۔"

اس مرتبہ دونوں ہجوم کی طرف پلٹے۔ سلامی دیتے وقت ٹائیگر کا رُخ اُوشان کی طرف تھا اور اُوشان نے یہ محسوس کرتے ہوئے بڑے باوقار انداز میں سر خم کرکے جواب دیا۔ "ایک دوسرے کو سلام کرو۔"

دونوں نے تلواریں سینے پر رکھ کر سلامی دی۔

"مقابلہ شروع ہوتا ہے" ارل مارشل نے اعلان کیا اور ہر شخص اپنی جگہ خاموش ہوگیا۔

مقابلے میں استعمال کی جانے والی تلواروں پر دبیز موم کی کئی تہیں چڑھی ہوئی تھیں۔ تلواروں کا وزن بھی قدیم زمانے کی تلواروں کے برابر رکھا گیا تھا۔

سر ہیوز کا پہلا وار ٹائیگر نے ڈھال پر روکا لیکن سر ہیوز نے ایک جھٹکے سے تلوار کھینچی تو اُسے دھکا سا لگا۔ وہ اس کے لیے تیار نہیں تھا لہٰذا ڈگمگا گیا۔ ڈگمگاتے ہوئے ہی اس نے دوسرا وار ناکام بنا دیا اور پھر دونوں گھٹنے زمین پر ٹکا کر جوابی وار کیا۔ سر ہیوز ڈگمگا کر کئی فٹ دور جا گرا۔

"عظیم لوشانی" اُوشان بڑبڑا کر رہ گیا۔ اس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔

"کیا مصیبت ہے؟" ٹائیگر نے سوچا۔ "کسی کا بہروپ بدلنے کا مطلب یہی کوئی طریقہ ہے؟"

یہ لڑائی جاری رہی۔ سر ہیوز یقیناً بہت مشاق اور ماہر شمشیر زن تھا اور اس کا اندازہ ٹائیگر کو بھی ہو چکا تھا۔ ویسے اب تک وہ بھی کھیل ہی رہا تھا۔ وہ اس تنگ دائرے میں لڑتے رہے جو لوگوں کے کھڑے ہونے سے بن گیا تھا۔

پھر اچانک ہی ٹائیگر اکتاہٹ کا شکار ہوگیا۔ اس نے سر ہیوز کو گھور کر دیکھا۔ اس نے تلوار سیدھی کی اور تابڑ توڑ حملے کرنے لگا۔ اس کی پھرتی قابلِ دید تھی۔ لوگوں کی سانسیں تک رک گئیں۔ سر ہیوز آہن پوش کے باوجود گھبرا گیا۔ اس کا توازن بگڑ گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا اور پھر ٹائیگر نے تلوار کو اُلٹی طرف سے پکڑ کر دستے کی ضرب لگا کر سر ہیوز کا سر پوش توڑ پھوڑ کر رکھ دیا۔

"پہلا راؤنڈ ختم" ارل مارشل نے اعلان کیا۔ تالیاں بجیں اور اس قدر بجیں کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دی۔

دوسرا راؤنڈ محض بیس سیکنڈ جاری رہا اور اکیسویں سیکنڈ میں سر ہیوز کا سر پوش سر سے گر کر دور جا گرا اور ٹائیگر نے تلوار کی نوک سر ہیوز کی کھوپڑی پر رکھ کر ہٹالی۔

"میں اس بہروپ سے تنگ آ جاؤں گا۔" ٹائیگر نے اپنے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "اب یہ وقت آ گیا ہے کہ مجھے بہروپ بھرنا پڑے گا۔" ٹائیگر ونسٹن ٹی ورتھ سوئم کے نام سے ایک ہفتہ قبل ڈیپارٹ باجا کیلی فورنیا آیا تھا۔ اسے اغوا ہونے کی خواہش تھی مگر ابھی تک پوری نہیں ہوئی تھی۔ شاید بہرام نے حالات کا تجزیہ کرنے میں غلطی کی تھی۔

چارہ گر کے سنسنی ٹورزم میں دو ہفتہ قبل ہی یہ اطلاعات آنی شروع ہو گئی تھیں کہ باجا کیلی فورنیا میں اغوا کی ایسی پُر اسرار وارداتیں ہوئی ہیں جن سے قومی سلامتی کو خطرہ لاحق ہے۔ اگرچہ اغوا ہونے والا ہر شخص امریکی نہیں تھا لیکن ایک ایسے سائنس دان کو بھی اغوا کیا جا چکا تھا جو بظاہر پانی کی تلاش میں گیا تھا لیکن دراصل وہ ایٹمی ری ایکٹر کے لیے جگہ تلاش کرنے نکلا تھا۔ ساتھ ہی اُسے یورینیم کی تلاش کا مشن بھی سونپا گیا تھا۔ باقی اغوا ہونے والے تمام افراد امیر تھے۔ بہرام کو صدرِ مملکت نے خود ہی اس واقعے کی اطلاع دی تھی اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

درخواست کی تھی کہ وہ اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لے۔ ٹائیگر اور روبی نے اس کی یہ کہہ کر مخالفت کی تھی کہ وہ ایف آئی اے اور پولیس کا کام نہیں کر سکتے تاہم یہ مخالفت کارگر ثابت نہ ہو سکی پھر جب ٹائیگر نے یہ سنا کہ روبی اس مشن کی مخالف ہے تو وہ مشن پر جانے کے لیے تیار ہو گیا۔ روبی تلملا کر رہ گئی لیکن اس سے قبل کہ وہ اس کے کان کھاتی، وہ اپنے ریسٹ فلیٹ کے لیے نکل بھاگا تھا پھر اچانک ہی ایک روز بہرام کو فوراً روانگی کے جنون نے آگھیرا۔

"مگر اتنی جلدی کیوں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"اس لیے کہ فردوس کے سفیر متعین واشنگٹن کی اہلیہ بیگم صولت حبیب کو اغوا کر لیا گیا ہے۔" بہرام نے مختصراً جواب دیا۔

بیگم صولت حبیب کا اغوا بہرام کے نزدیک کوئی معمولی بات نہ تھی۔ وہ نہ صرف فردوسی سفیر کی اہلیہ بلکہ ایک اہم فردوسی ایٹمی سائنس دان کی بہن بھی تھیں اور کوئی بھی جنونی طاقت خاص طور سے فردوسی ایٹمی پروگرام کے مخالفین انھیں یرغمال بنا کر کوئی مطالبہ پیش کر سکتے تھے۔ بیگم صولت حبیب سماجی حلقوں میں بہت معروف تھیں اور کئی برس قبل "چارہ گر" کی تنظیم میں لاشعوری طور پر بہرام کی سیاسی اور مالی مدد کر چکی تھیں۔ ویسے اب کئی سال سے بہرام اور ان کے درمیان کوئی رابطہ نہیں تھا۔ بہرام کو اب یہ اطلاع ملی تھی کہ بیگم صولت کا بجرا "حسن نظر" پوشا ایریتا کے پانیوں میں ایک جگہ لنگر انداز ملا ہے یہ مقام لاپاز سے ستر میل جنوب میں تھا۔ بجرے کا عملہ اور مالکن سب ہی لاپتا تھے۔

اس موضوع پر بہرام اور ٹائیگر کے درمیان تفصیلی گفتگو ہو چکی تھی۔ بہرام کے کمپیوٹر نے اطلاع دی تھی کہ بیگم صولت حبیب سمیت اغوا کیا جانے والا ہر فرد بہت امیر ہے۔ اسے میکسیکو یا اپنے وطن میں بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ اسی اطلاع کے مطابق اغوا کرنے والوں نے ابھی تک کسی قسم کے تاوان کا مطالبہ بھی نہیں کیا تھا لہٰذا یہ بھی نہیں کہا جا سکتا تھا کہ انھیں رقم کے لالچ میں اغوا کیا گیا ہے۔ ایک اور اہم بات یہ تھی کہ ان میں سے کسی کی لاش بھی نہیں ملی تھی اور اس کا مطلب یہ تھا کہ ان تمام افراد کو کسی خاص مقصد سے زندہ رکھا گیا ہے۔ بہرام اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ اغوا کی ان تمام وارداتوں کے پس پشت سیاسی مقاصد کار فرما ہیں۔ وہ اس مخمصے میں بہرحال مبتلا تھا کہ اگر کوئی زیر زمین سیاسی تحریک موجود ہے تو ان علاقوں سے گوریلا آپریشن کی اطلاعات کیوں نہیں آئیں۔ صحرا کا نقشہ اس امر کا غماز تھا کہ ان علاقوں میں کسی انقلابی

الف لیلیٰ ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

انسان اور شیطان

مصنف محمد فراز

امیر علی خان کی خوفناک آپ بیتی

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون 7668958

گروپ کے پنپنے کی کوئی گنجائش بھی نہیں۔

بہرام نے کمپیوٹر سے ایک تفصیلی رپورٹ طلب کی تھی جس میں محض چند واقعات تھے۔

۱۹۷۳ء میں کرسمس کے موقع پر گوٹا جالا میں ستمبر لیگ کے ایک کمیونسٹ لیڈر کو پولیس نے گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا اور پھر اس لیڈر کے حامیوں نے اپنی سرگرمیاں جاری رکھی تھیں۔ انھوں نے اپنے ساتھیوں کی رہائی کے لیے بعض سیاست دانوں کو اغوا کیا تھا وہ ملک کے قیدی ساتھیوں کو سیاسی قیدی کہتے تھے۔ فروری ۱۹۷۴ء میں ایک امریکی سیاح، اس کی بیوی اور بچوں کو مانا گوآ کے قریب جنگل میں گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔ چند ہفتوں بعد ایک اور گروپ کو اسی علاقے میں لوٹا گیا تھا۔ ان افراد نے لاپاز پہنچ کر بتایا تھا کہ لوٹ مار کرنے والے خود کو ستمبر لیگ کا رکن ظاہر کر رہے تھے۔ اغوا کی ایسی وارداتیں اب باجا میں بھی ہو رہی تھیں تاہم ابھی تک نہ تو کسی غیر ملکی کا قتل ہوا تھا اور نہ ہی کوئی مطالبہ سامنے آیا تھا۔ بہرام کا خیال تھا کہ کوئی گروپ بہت بھاری رقم کا مطالبہ کرنے کے لیے یرغمالیوں کو جمع کر رہا ہے۔ اس نے اس گروپ تک پہنچنے اور بیگم صولت سمیت تمام افراد کی بازیابی کے لیے ٹائیگر کو ایک امیر زادے کے روپ میں باجا لے جانے کا فیصلہ کیا تاکہ اگر کوئی گروپ امیروں کو اغوا کر رہا ہے تو ٹائیگر بھی اغوا کر لیا جائے۔ ٹائیگر کی لاپاز آمد سے قبل ہی کئی معروف اخبارات اور میگزینوں میں ایسے فیچر شائع کرا دیے گئے تھے کہ ایک بگڑا ہوا امیر زادہ وسکونسن لی ورتھ ایڈونچر کے لیے لاپاز آ رہا ہے۔

ٹائیگر نے یہاں پہنچ کر کھیلوں کے کئی مقابلوں میں حصہ لیا اور پھر بہرام کو مزید کسی اخبار میں خود فیچر شائع کرانا نہیں پڑا کیونکہ اب ٹائیگر از خود اخبارات کی توجہ کا مرکز بن چکا تھا۔ اس نے ماؤنٹ سلاگونا سے گلائیڈر کے ذریعے صحرا میں اترنے والا ٹورنامنٹ جیت کر بہرحال

جھنڈا گاڑ دیا تھا۔ فشنگ اور بوٹنگ میں بھی اس نے کامیابیاں حاصل کی تھیں پھر اس کی نئی شاندار نفیس سرخ کار بھی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ اس تمام تر شہرت کے باوجود اسے ابھی تک اغوا نہیں کیا گیا تھا اور یہ صورت حال ٹائیگر کو سخت ناپسند تھی۔

ٹائیگر لاس ایروقہ ہوٹل کے برآمدے میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی نظریں خلیج کے سرخ افق میں ڈوبنے والے سورج پر تھیں اگرچہ وہ ابھی تک اغوا نہیں ہوا تھا لیکن لاپاز میں اسے بہرحال کوئی بوریت بھی نہیں ہوئی تھی۔ یہاں کے لوگوں سے اس کی دوستی ہو چکی تھی اور دوستوں کی اس فہرست میں اس حسینہ کا نام سب سے اوپر تھا جو اس وقت اس کے دائیں ہاتھ والی کرسی پر بیٹھی ہوئی تھی۔ ڈونا اینا مارٹا، لاپاز کے ایک اہم صنعت کار کی دوسری بیٹی تھی مرد ایک بار اس کی طرف دیکھ کر دوسری مرتبہ ضرور دیکھنا چاہتے تھے۔ اس کا حسن قیامت خیز تھا۔ اس کا دراز قد، متناسب جسم، ستواں ناک، بھرے بھرے ہونٹ اور کالی چمکتی آنکھیں لوگوں کو ٹھنڈی آہیں بھرنے پر مجبور کر دیتی تھیں۔ اس کے دانت موتیوں کی طرح سفید اور چمکدار تھے۔ ایک دانت تھوڑا سا ٹیڑھا ہوا تھا لیکن جب وہ مسکراتی تھی تو اسی دانت کی وجہ سے بجلیاں گرا دیتی تھی اور وہ اس وقت بھی ٹائیگر کی طرف دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"تم اسے پی کر تو دیکھو" اس نے میکسیکو کے مشہور عالم مشروب پینا کو سوڈا کے گلاس کی طرف اشارہ کر کے ٹائیگر سے کہا۔

"سوری ڈارلنگ"، ٹائیگر نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔ "اگر پاپا کو علم ہو گیا کہ میں شراب پینے لگا ہوں تو وہ میری کھال اتار دیں گے" پھر وہ اپنے سامنے بیٹھی ہوئی دوسری لڑکی کی طرف دیکھ کر بولا "کیا آپ کو بھی یہ ڈرنک بہت پسند ہے سنیوریتا آرڈنیز...؟"

لوزا آرڈنیز، ڈونا اینا کی پرائیویٹ سیکرٹری سے زیادہ اس کا سایہ تھی، وہ اگر ڈونا سے زیادہ خوبصورت نہیں تو کم بھی نہ تھی۔

"ہوں... ہاں" لوزا نے زیر لب مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "میں پہلے ہی بہت زیادہ پی چکی ہوں" یہ کہتے ہوئے وہ ایک بار پھر ان آبی پرندوں کو دیکھنے لگی جو فراخ سمندر کے سینے پر پھڑپھڑا رہے تھے۔

انھیں خلیج میں اپنے چھوٹے سے جزیرے میں واپسی سے قبل ٹائیگر کے ساتھ مچھلی کھانی تھی۔ اسی لمحے ویٹر بھی آ گیا اور ٹائیگر نے اسے مقامی زبان میں آرڈر دے دیا۔

"ایکسکیوز می... میں ابھی آئی" لوزا نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہوئی ہوٹل کے اندر لیڈیز روم کی طرف چلی گئی۔

"تمہاری سیکرٹری میں حس ظرافت بالکل نہیں ڈونا" ٹائیگر نے حسینہ کی طرف جھک کر کہا۔

ڈونا کا مترنم قہقہہ گونج اٹھا۔ "اس میں حس ظرافت تو نہیں لیکن احساس ملکیت ضرور ہے ونسٹن" اس کا چہرہ گلابی ہو رہا تھا۔ "پرائیویٹ سیکرٹری کا یہی کردار ہوتا ہے نا، لیکن وہ میری سیکرٹری ہی نہیں بلکہ بہترین دوست بھی ہے۔ ہم نے ایک ساتھ تعلیم حاصل کی ہے، میں اس سے بہن جیسی محبت کرتی ہوں۔ عام زندگی میں وہ بہت بذلہ سنج اور خوش طبع ہے۔"

"اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ یہاں بیٹھ کر مجھ پر یہ ظاہر کر رہی ہے کہ میں تم سے مناسب فاصلے پر رہوں" ٹائیگر نے ہنستے ہوئے کہا۔ اس پر ڈونا کا چہرہ حیا سے لال ہو گیا اور آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہو گئی۔

"تم... تم..." وہ ایک لمحے تک ہچکچاتی رہی اور پھر شاید غرور حسن غالب آ گیا۔ "آج تم نے کتنی مچھلیاں پکڑی ہیں؟" اس نے فوراً ہی بات بدل دی۔

"تین روسٹر فش، دو روک باس اور ایک چھوٹی سی یلو ٹیل... شاید سیزن ختم ہونے کے باعث مچھلیاں سرد ہواؤں کی وجہ سے نقل مکانی کر گئی ہیں۔"

"پھر بھی... اتنی مچھلیاں پکڑ لینا بھی بڑی بات ہے ونسٹن" ڈونا نے اپنا ایک ہاتھ ٹائیگر کے ہاتھ کے قریب رکھ کر کہا۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ رات کو چھوٹی کشتی میں مچھلیاں پکڑنے کی بجائے کسی پرسکون جگہ کھانا کھانا پسند کرو گے؟"

"آہ ڈونا" ٹائیگر نے ہاتھوں کا فاصلہ ختم کر دیا۔ "جب سے میں نے ٹیپ پان کا ذکر سنا ہے، کسی بھی جگہ کھانے کی خواہش ختم ہو گئی۔ کھانے کا اصل مزہ یہی ہے کہ جو خود پکڑو اسی کو کھاؤ۔"

"اوہ... لو... لوزا آ رہی ہے" ٹائیگر نے ہاتھ ہٹا لیا۔

وہ دیر تک کھاتے رہے۔ اس دوران میں سورج سرخ گولے کی طرح خلیج کے پہاڑوں پر بیٹھ گیا۔ ہیڈ ویٹر کو بل ادا کر کے ٹائیگر اٹھ گیا۔ "چلو، ملیکن پر چہل قدمی کرتے ہیں!"

"شاندار" ڈونا بھی فوراً اٹھ گئی اور ظاہر ہے کہ اس کا سایہ بھی ساتھ ہی اٹھ گیا۔

وہ سنگی زینہ اتر کر سڑک پر پہنچے۔ انھوں نے منتظر ٹیکسی ڈرائیوروں کے جھگڑے کو پیچھے چھوڑا اور سیدھے راستے کو کراس کر کے سڑک کے دوسری طرف آ گئے۔ لوزا آگے چل رہی تھی جبکہ ٹائیگر اور ڈونا ساتھ ساتھ تھے۔ ڈونا نے اس بار ہمت کر کے ٹائیگر کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ وہ چہل قدمی کے انداز میں چلتے رہے۔ ان کے آس پاس درختوں پر

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرندے بسیرا کرنے کے لیے آ رہے تھے اور ان کی چیخ پکار موسیقی سے میل کھا رہی تھی پھر کھیلتے ہوئے بچوں کے قہقہے زندگی کی طرح زندہ لگ رہے تھے۔ وہ جلد ہی اس جگہ پہنچ گئے جہاں امریکی ملاح جم کشتیاں کرائے پر دیا کرتا تھا۔ خیث پشتے میں ایک جگہ کھڑی ہوئی ان کشتیوں کے بادبان عجیب سا سحر انگیز منظر پیش کر رہے تھے۔ ہلکی ہوائیں ان بادبانوں کو جھومنے پر مجبور کر رہی تھیں۔ ڈونا پر اس رومانٹک ماحول کا زیادہ اثر ہوا اور اس نے ٹائیگر کی کمر میں ہاتھ ڈال دیا۔

"سردی لگ رہی ہے؟" ٹائیگر نے سرگوشی کی۔

"ہاں... لیکن اب واپس چلو۔ ٹیپ یان تک پہنچنے کے لیے دو فرلانگ پیدل چلنا ہوگا۔" وہ جواباً تبسم کے ساتھ بولی۔

وہ میلنش سے گزر کر شاہراہ صدر پہ پہنچے اور پھر چھپر یل کی چھت والے ٹیپ یان کی طرف بڑھ گئے جہاں صرف سمندری غذا پیش کی جاتی تھی۔

اسی لمحے سورج غروب ہو گیا۔

ابھی وہ ایک دو ہی لپے پہ پہنچے ہی تھے کہ انھیں دھینگا مشتی کی آوازیں سنائی دیں۔ یہ آوازیں اندھیری گلی میں سے آ رہی تھیں۔ ٹائیگر چونکنا ہو گیا۔ اس نے ان آوازوں کو غور سے سنا اور فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ کئی افراد ایک شخص کو بُری طرح پیٹ رہے ہیں۔ اس نے گھونسے، تھپڑ اور پھر ایک چیخ کی آواز سنی۔

"بچاؤ... کوئی بُری طرح چلا رہا تھا۔

"دوسری طرف جاؤ۔" ٹائیگر نے ڈونا کو سڑک کے پار دھکیلتے ہوئے کہا۔

"بچاؤ... بچاؤ...!" آواز پھر آئی۔ اس آواز میں بڑا کرب تھا اور پھر اچانک ہی گولی چلی۔

ٹائیگر کا ہاتھ بیلٹ پر گیا مگر وہاں کولٹ کا نڈر موجود نہیں تھا۔ اس نے سر جھٹکا اور تیزی سے اندھیری گلی میں دوڑ گیا۔

"ونسٹن!" ڈونا پیچھے سے چلائی "تو واپس آ جاؤ، وہ کئی ہوں گے!"

"بچاؤ!" پٹنے والا پھر چلایا۔

ٹائیگر پل بھر میں وہاں پہنچ گیا، جہاں تشدد جاری تھا۔ اس نے مدد چیخ کرنے والے ایک سایے کو چاقو نکالتے ہوئے دیکھا۔ یہ چاقو اس شخص پر وار کر رہا تھا جس کو کئی افراد نے پکڑ رکھا تھا، ایک اور غنڈہ چند قدم ہٹ کر پستول لیے ہوئے کھڑا ہوا تھا۔ یہ گروپ شٹ پاتھی غنڈوں کا لگ رہا تھا۔ ٹائیگر نے لمبی زقند لگائی اور اس کی ٹھوکر چاقو والے غنڈے کے شانے پر لگی۔ غنڈہ کسی کپڑے کی طرح

سرزمین نیپال کا سچا واقعہ

درندہ

یعقوب جمیل کے ہوشربا قلم سے

دو جلدوں میں

مکمل سیٹ =/300 روپے

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور فون 7668958

لڑکھڑا کر زمین پر آ رہا لیکن وہ گرنے سے قبل اپنے شکار کے پیٹ پر چاقو کا گھاؤ لگا چکا تھا۔ ٹائیگر نے بیک کک کا بروقت استعمال کیا، ورنہ عقب میں چھپنے والا غنڈہ چاقو کا پورا دستہ اس کی پشت میں اتار دیتا۔ اس کی کک غنڈے کی ران پر لگی۔ تڑاخ کی آواز سنائی دی اور غنڈہ آواز نکالے بغیر گر گیا۔ اسی لمحے دو افراد نے دائیں بائیں سے اس پر حملہ کر دیا۔ ٹائیگر نے چالاکی سے گردن کو بچایا۔ اس کے دونوں ہاتھ برق رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے آگے بڑھے۔ کسی سانپ کی طرح لہراتی انگلیوں نے ایک غنڈے کے چہرے کو نوچا اور بائیں ہاتھ کی انگلیاں دوسرے غنڈے کی گردن پر لگیں۔ پہلے غنڈے نے انتہائی کربناک چیخ ماری۔ اس کے دونوں ہاتھ چہرے پر گئے اور خون سے لت پت ہو گئے۔ اس کے گالوں کا گوشت ادھڑ گیا تھا۔ ہونٹ غائب تھے اور خون زخموں سے جل جل بہہ رہا تھا۔ اسی غنڈے نے غضب ناک ہو کر دونوں ہاتھوں سے ٹائیگر کی گردن پکڑنے کی کوشش کی مگر لبے حسرت ہی رہی۔ ٹائیگر کا گھٹنا اس کے پیٹ پر لگا۔ اس کے حلق میں پھنسی ہوئی چیخ بمشکل نکلی اور چیخ مکمل ہونے سے قبل ہی وہ گر گیا۔ دوسرا غنڈہ جس کی گردن ٹائیگر کے بائیں ہاتھ کی انگلیوں میں تھی اب کسی پرندے کی طرح پھڑپھڑا رہا تھا پھر یہ پھڑپھڑاہٹ بھی بند ہو گئی اور ٹائیگر نے اسے کسی مُردہ چھپکلی کی طرح اس غنڈے پر دے مارا جو پستول سے اسے نشانہ بنانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اسی کے ساتھ ٹائیگر نے ان دو غنڈوں پر حملہ کر دیا، جو اپنے شکار کو کار کی طرف کھینچ رہے تھے۔ اس کی ایک کک ایک غنڈے کے گھٹنے پر لگی جبکہ دایاں ہاتھ دوسرے غنڈے کے کندھے پر۔ اس غنڈے کا چاقو سڑک پر جا گرا اور وہ آہ کی زوردار ہچکی لے کر بیٹھ گیا۔

زخمی شکار اب آزاد تھا۔ وہ فرش کے بل گٹر کے پاس پڑا ہوا تھا اور پستول والا اپنا پستول پھینک کر بھاگ گیا تھا۔ جا رہا تھا۔

ٹائیگر زخمی شخص پر جھک گیا۔ اس نے نبض محسوس کی اور فوراً سمجھ گیا کہ یہ شخص مرنے والا ہے۔ اس نے بڑی احتیاط سے اُسے سیدھا کیا اور پھر دیکھا کہ گولی اس شخص کے پیٹ کے نیچے لگی ہے۔

"وہ کون تھے؟" ٹائیگر نے سرسراتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

"ڈاکو" زخمی نے بمشکل کہا "البیرن کے آدمی... مجھے... وہ"

"البیرن... کون؟"

"وہ... وہ ڈاکو... ہے... لٹیرا ہے..." لیپ ہڑنگ زخمی اب بمشکل اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

"میں جانتا ہوں کہ وہ خطرناک آدمی ہے۔" ٹائیگر نے زخمی کو تسلی دی۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ البیرن کون ہے؟ اس کا اصلی نام کیا ہے؟ اس نے تم پر حملہ کیوں کرایا؟" ٹائیگر جلد از جلد ان تمام باتوں کا جواب حاصل کرنا چاہتا تھا کیونکہ اسے احساس تھا کہ یہ شخص چند لمحوں کا ہی مہمان ہے۔

"مجھ پر... حملہ... اس نے کرایا... کہ میں... امیر آدمی بھی... ہوں... اور کو بنر... کا... قریبی... دوست... وہ مجھے بھی... اغوا... کرانا چاہتا... تھا۔"

ٹائیگر نے اپنے عقب میں ڈونا اور لوئزا کے قدموں کی دھمک بھی آہٹ سنی مگر اس نے پلٹ کر نہیں دیکھا کیونکہ اس کی ساری توجہ زخمی پر تھی جس کے پیٹ کے گھاؤ میں اب ہوا کے بلبلے بن کر پھوٹ رہے تھے۔ اس کے پاس زیادہ معلومات فراہم کرنے کے لیے اب وقت نہیں تھا۔

"سنو!" زخمی نے بڑی کوشش کر کے ٹائیگر کا ہاتھ تھام لیا۔ "تم... نے... ان کے دو... غنڈوں کو... ہلاک کر کے... اپنے لیے... خطرہ مول... لے لیا ہے۔ ہوشیار رہنا... البیرن کے آدمی... اب... تمھیں نہیں... چھوڑیں گے... تم... مگن ہو... تو... لاپانڈ... سے... چلے جاؤ... میں... میں..." زخمی کے ہاتھ کی گرفت اچانک ہی نرم پڑ گئی اور پھر اس کا ہاتھ ٹائیگر کے ہاتھ سے نکل کر گر گیا۔

"میرے خدا!" ڈونا لاش دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی۔ "تمھیں... کیا ہوا ونسٹن... تم تو ٹھیک ہو نا؟" وہ بُری طرح گھبرائی ہوئی تھی۔

"میں ٹھیک ہوں ڈونا لیکن کیا تم اس شخص سے واقف ہو؟" ٹائیگر ابھی گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا۔

"یہ..." ڈونا نے لاش کو بغور دیکھا اور پھر چونک اٹھی۔ "لوئزا! یہ... یہ کہیں پی لنگ تو نہیں؟" اس نے پوچھا۔

"آں... ہاں..." لوئزا نے جھک کر چہرہ دیکھنے کے بعد ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔

"پی لنگ؟" ٹائیگر نے دونوں کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "کون ہے؟ کیا یہیں رہتا ہے؟"

"تم تو بالکل پولیس والوں کی طرح پوچھ گچھ کر رہے ہو ونسٹن۔" ڈونا اس کے قریب آ گئی۔ "پی لنگ یہاں کا بہت امیر آدمی ہے۔ تاجر ہے۔ قریب ہی رہتا ہے۔ ہمارے گورنر اور پی لنگ کے درمیان بہت قریبی تعلقات ہیں مگر اس پر حملہ کس نے کیا؟" ڈونا کا چہرہ دُھواں ہوا تھا۔

"اس نے مرنے سے پہلے بتایا ہے کہ وہ اسے اغوا کر کے لائے تھے۔" ٹائیگر کا لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔ "اس نے کسی البیرن کا نام لیا ہے۔ کیا تم نے یہ نام سنا ہے ڈونا... لوزا؟"

"البیرن...!" ڈونا اچھل پڑی۔ "ارے یہ تو بہت بدنام آدمی کا نام ہے۔ سنا ہے کہ کچھ دنوں قبل ہی اس علاقے میں آیا ہے لیکن اس نے مختصر سی مدت میں ایسی بہت سی حرکتیں کی ہیں جو لاپانڈ میں پسند نہیں کی گئیں۔ چلو... اس واقعے کے بارے میں پولیس کو مطلع کر دیں۔"

"مقتول کا یہ بھی کہنا ہے کہ اب البیرن کے آدمی مجھے بھی نہیں چھوڑیں گے۔" ٹائیگر مزید معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔

ڈونا کی آنکھوں میں تشویش کے سائے لرزنے لگے۔ "ہاں۔" اس نے لرزاں لہجے میں جواب دیا۔ "البیرن کی مخالفت کرنے یا مخالفین کی مدد کرنے والے کو بھی خطرہ لاحق ہو جاتا ہے ونسٹن۔ اگر اسے تمھارا نام معلوم ہو گیا اور یہ بھی علم ہو گیا کہ تم کتنے امیر آدمی ہو تو وہ بھاری رقم کے لالچ میں تمھیں بھی اغوا کرنے کی کوشش کرے گا۔"

ٹائیگر طویل سانس لے کر کھڑا ہو گیا۔ اسے اغوا ہونے کا ہی انتظار تھا۔

ماریا کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور وہ گھوڑے پر اس طرح سوار تھی کہ اس کے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ خود لٹیرے بھی تھکے ہوئے تھے لہٰذا جب انھیں ہائی وے پر پہنچ کر ایک پانی بھری وین نظر آئی تو خوش ہو گئے۔ انھوں نے کئی گھنٹے کا سفر طے کر لیا تھا۔ راستے میں ڈاؤسن کو ہوش آ گیا تھا۔ سب ہی نے اس کی کراہیں سن لی تھیں مگر کسی نے بھی اس پر توجہ نہیں دی تھی لیکن جب ماریا نے بیٹھ کر ڈاؤسن کو کھولنے اور گھوڑے پر سیدھا بٹھانے کی ضد کی تھی تو وہ لوگ نہ چاہتے ہوئے بھی ایسا کرنے پر مجبور ہو گئے تھے لیکن انھوں نے خبردار کر دیا تھا کہ ڈاؤسن گفتگو نہیں کرے گا۔ انھوں نے ڈاؤسن کو پانی کا ایک گھونٹ پلا کر سفر دوبارہ جاری رکھا تھا۔

کچھ دیر بعد ہی ... پڑا گیا تھا اور پھر وہ ہائی وے پر پہنچ گئے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے جہاں وین ان کی منتظر تھی۔

ڈاؤسن کو مارتھا کے ساتھ ہی وین میں سوار کرا دیا گیا۔ گاڑی کے چلنے کے ساتھ ہی ڈاؤسن نے مارتھا پر سوالوں کی بوچھار کر دی۔ "کیا ہوا؟ یہ لوگ ہمیں کہاں لے جا رہے ہیں؟"

"اوہ... ڈاکٹر..." گاڑی چل رہی تھی اور گاڑی کا فرش آہنی تھا لہٰذا مارتھا کا نرم و نازک جسم سخت تکلیف سے دوچار تھا۔ "تمھیں بے ہوشی کی حالت میں چھوڑنے کے بعد انھوں نے رچرڈ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ یقین کرو... یہ لوگ بربریت کی حدود سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔ پھر اچانک ہی گھوڑے لائے گئے اور ہمیں ان پر سوار کرا دیا گیا۔ میری آنکھوں پر بھی پٹی باندھ دی گئی تھی لہٰذا تمھاری طرح مجھے بھی علم نہیں کہ ہم کس راستے سے گزر کر آئے ہیں۔ ان کے لیڈر ایڈم نے کسی البیرن ڈی بارنیگا کا نام لیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ البیرن ہی ان ڈاکوؤں کا سرغنہ ہوگا!"

"لیکن انھوں نے ہمیں کیوں اغوا کیا مارتھا؟" یہ سوال فریاد کے انداز میں کیا گیا تھا۔

"پتا نہیں۔ ایڈم نے بھی اس بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا لیکن شاید وہ تمھیں ہی اغوا کرنے کے لیے ادھر آئے تھے۔ میں تو محض بونس میں ان کے ہاتھ لگ گئی۔ اوہ... ایسا لگتا ہے جیسے ہم پہاڑی علاقے میں لے جائے جا رہے ہیں۔" مارتھا نے موضوع بدل دیا۔ "سنو ڈاکٹر! اگر ان کے چنگل سے نجات حاصل کرنی ہے تو تمھیں خود کو سنبھالنا ہوگا۔ اگر خوف زدہ رہے تو کوئی فائدہ نہیں ہوگا!"

"لیکن ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ہم کہاں ہیں۔ اس صورت حال میں فرار کا منصوبہ کیسے بنائیں گے؟" ڈاکٹر ڈاؤسن واقعی ہمت ہار چکا تھا۔

مارتھا کچھ دیر تک سوچتی رہی اور پھر نرم لہجے میں بولی۔ "ایڈم نے تم سے یہی کہا تھا نا کہ اب وہ حکمرانی کرے گا۔ کیا ہمارا اغوا سیاسی مقاصد کے لیے نہیں ہو سکتا ڈاکٹر؟" مارتھا نے ابھی اتنا ہی کہا تھا کہ گاڑی نے یکے بعد دیگرے کئی موڑ کاٹے اور وہ فرش پر لڑھکنے لگے۔ انھوں نے بمشکل گاڑی کی دیواروں کو پکڑ کر خود کو زخمی ہونے سے بچایا اور پھر گاڑی جب ذرا سی قدرے سپاٹ راستے پر دوڑنے لگی تو مارتھا فرش پر بیٹھ گئی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ لوگ انقلابی ہیں اور سیاسی مقاصد کے لیے اغوا کر رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کو کسی خطرے کی پروا نہیں ہوتی لیکن جب میں نے ایڈم کو یہ بتایا کہ میں امریکی نہیں اسرائیلی ہوں تو وہ مجھے چھوڑ کر پیچھے ہٹ گیا۔ ویسے وہ اسرائیل کے نام سے بھی زیادہ متاثر نہیں ہوا تھا۔"

"مطلب وہ اس نام سے کیسے متاثر ہوتا؟" ڈاکٹر ڈاؤسن نے منہ بنا کر کہا۔ "اسرائیل یہاں سے آٹھ ہزار میل دور ہے اور ضروری نہیں کہ ہر کوئی تمھاری بلیک میلنگ کا شکار ہو جائے۔ دنیا میں اسرائیل سے بھی زیادہ بڑے غنڈے موجود ہیں۔"

مارتھا کے چہرے پر تلخ مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ یہودی تھی مگر اسے یہ بھی علم تھا کہ ڈاکٹر ڈاؤسن اسرائیل کے بارے میں حقیقت بیان کر رہا ہے۔ "میرا خیال ہے کہ ایڈم پڑھا لکھا آدمی ہے۔"

گاڑی یک مرتبہ پھر اچھلی اور اس بار مارتھا کا سر چھت سے ٹکرا گیا۔ اس نے آہ بھر کر دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔ وہ دیر تک ایسے ہی بیٹھی رہی۔ یہی حالت ڈاؤسن کی تھی۔ اس کا کندھا دیوار سے لگا تھا۔ پھر اچانک گاڑی رک گئی۔

"اترو۔" ایڈم نے عقبی دروازہ کھول کر درشت لہجے میں کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف پلٹا۔ "دو دو آدمی ان کی نگرانی کریں گے۔ لے چلو انھیں۔"

انھیں کو پیدل چلتے ہوئے عجیب سی بو محسوس ہو رہی تھی۔ راستہ ناہموار اور اونچا نیچا تھا۔ انھیں پیدل چلنے میں دشواری ہو رہی تھی۔ پھر انھیں ہواؤں میں نمی اور قدرے خنکی کا احساس ہونے لگا۔ کچھ دور جا کر انھیں رکنے کا حکم دیا گیا اور پھر ان کی وہ بندشیں کھول دی گئیں جو گاڑی میں ڈالتے وقت پہلے ہی ڈھیلی کر دی گئی تھیں۔ آنکھوں کی پٹیاں ہٹا لی گئیں۔

"اوہ! ہم ایک سرنگ میں ہیں۔" ڈاؤسن نے لمبی سانس لے کر کہا۔ وہ کسی بچے کی طرح آنکھیں پٹپٹا رہا تھا۔

"خوش آمدید۔" کسی نے مضحکہ خیز انداز میں ان سے کہا۔ "ہمارا شاندار ہوٹل آج زیادہ پُررونق نظر آ رہا ہے۔ شاید یہ تم لوگوں کی آمد کا ظہور ہے۔ یہاں کسی قسم کا تکلف نہ کرنا۔ کوئی بھی کوٹھری پسند کر لو۔"

"مذاق مت کرو۔" ڈاؤسن نے تلملا کر کہا۔ "تم کون ہو؟"

"میں کارل گستاف ہوں۔" مخاطب نے جرمن زبان میں اپنا تعارف کرایا۔ "لفٹ ہنسا کا ملازم ہوں اور اب تمھاری طرح قیدی ہوں۔ تم یقیناً غصیلے امریکی ہو۔ امریکیوں کو ہی اس طرح غصہ آتا ہے۔"

"پلیز..." مارتھا نے فوراً مداخلت کی۔ "ہم انتہائی خوف زدہ کرنے والے تجربات سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اگر تم جرمن ہو تب بھی اس کا خیال رکھو گے۔"

"میں اپنی اس خوش مزاجی پر معذرت خواہ ہوں مادام!" کارل گستاف نے فوراً اندازہ لگا لیا کہ لڑکی اسرائیلی ہے۔ "ویسے یہاں موجود ہر قیدی ایسے ہی تجربات سے گزر کر آیا ہے۔ ہم میں سے بعض یہاں کئی ہفتوں سے قیدی ہیں اور صرف خوش مزاجی ہی ہمیں موت سے بچا سکتی ہے۔ گھٹ گھٹ کر مرنا کم از کم مجھے تو پسند نہیں۔" یہ کہہ کر وہ اپنے سیل سے نکلا اور ان کے قریب پہنچ گیا۔ دونوں سیلوں کے درمیان فاصلہ بمشکل تین فٹ تھا۔ اس نے مارتھا اور ڈاؤسن کے ہاتھ تھامے اور انھیں ایک بڑے غار نما ہال میں لے گیا جہاں کئی دوسرے قیدی بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ یہاں کرسیاں نہیں بلکہ درختوں کے تنوں کی بنائی ہوئی گول بنچیں تھیں۔

"آپ سے ملیے۔" اس نے ایک باوقار خاتون کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہ بیگم صولت حبیب ہیں۔"

مارتھا چونک پڑی۔ وہ جانتی تھی کہ ایسے نام کی کوئی بھی عورت اس کے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے لیکن اسے اس عورت کے چہرے پر کسی قسم کی...... مکاری نظر نہیں آئی۔ اس عورت کا چہرہ اگرچہ پژمردہ لیکن باوقار تھا۔

"اور یہ ڈون رابرٹو آف میکسیکو ہیں۔" کارل گستاف نے ایک صاف ستھرے آدمی کی طرف اشارہ کیا جس نے قید کے باوجود اپنے کپڑوں پر شکنیں نہیں پڑنے دی تھیں۔ رابرٹو نے مسکرا کر ڈاؤسن کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں ڈاکٹر ڈاؤسن ہوں۔" ڈاؤسن اس خوش گوار ماحول میں قدرے مطمئن ہو گیا تھا۔ "اور یہ میری اسسٹنٹ ہے مارتھا ایزن... ہم باجا میں پانی تلاش کرنے والی مہم میں شامل ہیں۔"

"بیچ بیچ..." بیگم صولت حبیب نے اٹھ کر اپنا ہاتھ مارتھا کے کندھے پر رکھ دیا۔ "تم یقیناً تھکی ہوئی اور خوف زدہ ہوگی۔ بیٹھو میں تم دونوں کے لیے پانی کا بندوبست کرتی ہوں۔ ڈاؤسن! اگرچہ یہ رسمی جملوں کا موقع نہیں لیکن تم سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔" یہ کہہ کر وہ باوقار عورت پانی کے برتن کی طرف بڑھ گئی جو ایک طرف رکھا ہوا تھا۔

"یہ پانی ابھی بدذائقہ لگے گا۔" اس نے دو بدنما مگ ان کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "لیکن آہستہ آہستہ تم لوگ بھی اس پانی کے عادی ہو جاؤ گے۔"

دونوں نے مگ ہاتھوں میں لے لیے۔

"ہاں اب اپنی کہانی سناؤ۔" بیگم صولت حبیب نے ایک طرف بیٹھ کر کہا۔

مارتھا اور ڈاؤسن نے اپنے پکڑے جانے کی پوری کہانی سنا دی۔

"اوہ..." بیگم حبیب، رابرٹو اور کارل گستاف نے پوری کہانی سن کر ایک ساتھ طویل سانس لی۔

"اور ایڈم نے تمھاری آبروریزی کی بھی کوشش کی تھی؟"

"ہاں... [illegible] کا نام سن کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔" مارتھا نے مسکرا کر جواب دیا۔

"تم نے غلطی کی۔" کارل گستاف ہنس کر بولا۔ "اسرائیلی عورتیں تو ہر جائز اور ناجائز طریقے سے اپنا مطلب نکال لیتی ہیں۔ تم اس کی حوصلہ افزائی کرتیں اور پھر موقع ملتے ہی فرار ہو جاتیں۔"

"میں..." مارتھا دانت پیس کر رہ گئی لیکن وہ اس الزام کی تردید نہیں کر سکتی تھی کہ اسرائیلی عورتیں کس قماش کی ہوتی ہیں۔

"انھوں نے بحری قزاقوں کی طرح میری کشتی پر حملہ کر دیا تھا۔" بیگم حبیب نے اپنی کہانی سناتے ہوئے کہا۔ "میرے ملاحوں نے جان لڑا دی تھی لیکن وہ مجھے اغوا ہونے سے نہیں بچا سکے۔"

"فلسطینی چھاپہ مار بھی ان سے زیادہ سفاک نہیں ہو سکتے..." مارتھا نے دھیرے سے کہا۔

"فلسطینی حریت پسند..." بیگم صولت حبیب کا چہرہ تمتمانے لگا۔ "سنو لڑکی! فلسطینی حریت پسند سفاک ہوتے ہی نہیں۔ صابرہ اور شتیلا میں سفاکی کا مظاہرہ کس نے کیا تھا؟ تمھارے لوگوں نے اور..."

"کیا تم نے بھی فوجی تربیت حاصل کی ہے مارتھا؟" رابرٹو نے پوچھا۔

"ہاں..." مارتھا نے جواب دیا۔ "مادر وطن کے دفاع کے لیے

ان کا ' اقابلہ ' سونا گھاٹ کا پجاری
اور غلام روحیں
کے بعد انوار صدیقی کا ایک
اور شاہکار ناول

برہمچاری

قیمت =/150 روپے

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ فرودی تھا۔"

"مادرِ وطن..." بیگم حبیب کا لہجہ درشت تھا۔ "نہیں، وہ تمہارا وطن نہیں، وہ فلسطینیوں کا وطن ہے جس پر تمہارے لوگوں نے قبضہ کر رکھا ہے۔"

مارتا اور بیگم حبیب ایک دوسرے کو گھورنے لگیں۔ فضا میں کشیدگی پیدا ہو گئی۔ مردوں نے سانس تک روک لی۔

دونوں عورتیں ایک دوسرے کو گھورتی رہیں پھر بالآخر مارتا کی ہی نظریں جھک گئیں۔ صابرہ اور شتیلا میں فلسطینی عورتوں اور بچوں کا جو قتلِ عام اسرائیلیوں نے کیا تھا، اس کے بارے میں وہ بے خبر نہ تھی اور کبھی کبھی یہی سوچتی تھی کہ یہ سب کچھ اگر نہ ہوتا تو بہتر تھا۔

"تم سچی بات کو جھوٹ نہیں کہہ سکتیں، اچھی لڑکی!" رابرٹ ہی نے اس کشیدہ خاموشی کو توڑا۔ "فلسطینی بہرحال اپنے حق کے لیے جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس جدوجہد میں اگر بم کے دھماکے سے کوئی اسرائیلی فوجی ہلاک ہوتا ہے تو اسے فلسطینیوں کی سفاکی نہیں کہا جا سکتا۔ کیوں، ٹھیک ہے نا؟"

"ہیں..." مارتا نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر سر جھکا کر زمین کو کریدنے لگی۔

"چھوڑو... ہمیں یہاں ایسے کشیدہ ماحول میں نہیں رہنا چاہیے۔" بیگم حبیب نے فراخ دلی سے ہاتھ بڑھا کر مارتا کو گلے لگا لیا۔ "ہم یہودیوں کے نہیں، صیہونیوں کے خلاف ہیں، مارتا ڈیئر!"

پھر ماحول از خود خوشگوار ہو گیا۔

"یہ البیرن ڈی بارنیکا کیا چیز ہے؟" ڈاوسن نے جو پوری بحث احمقوں کی طرح منہ کھولے سنتا رہا تھا، پہلی بار موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"یہ صرف ٹائٹل یا فرضی نام ہے، ڈاکٹر!" بیگم حبیب نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "اور اس کا مطلب ہے گھاٹی کا بادشاہ... لیکن اس کا اصلی نام کلیمنٹ سینڈووال ہے۔ نیاریٹ میں کبھی دوسرے درجے کا اچکا ہوا کرتا تھا۔ اس علاقے میں صرف چند ماہ قبل آیا ہے لیکن اس نے بہرحال اپنا گروپ منظم کر لیا ہے۔"

"اس کے احمقانہ نام سے کسی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا۔" ڈونلڈ رابرٹ نے قہقہہ لگا کر مشورہ دیا۔ "البیرن خطرناک آدمی ہے، انتہائی خطرناک۔"

"تم دونوں..." اچانک ہی سیل کے باہر ایک محافظ نے نمودار ہو کر کہا۔ اس کے ہاتھ میں ایک لالٹین تھی اور وہ دوسرے ہاتھ سے مارتا اور ڈاوسن کی طرف اشارہ کر رہا تھا۔ "اعلیٰ حضرت البیرن تم سے ملاقات کے خواہاں ہیں۔"

دونوں گھبرا گئے لیکن مارتا کے مقابلے میں ڈاوسن زیادہ پریشان تھا۔ دونوں کو کان سے نکال کر ایک تباہ شدہ چھجے میں لایا گیا... راستے میں انھیں نیچی چھتوں والے کئی کمرے نظر آئے تھے... چھجے سے انھیں ایک کمرا نما ہال میں داخل ہونے کا حکم ملا۔ غالباً یہ جگہ کبھی گودام رہی ہوگی۔ اس کی چھت پر ایک گنبد بھی بنا ہوا تھا لیکن گنبد کی چھت کھلی ہوئی تھی، لہٰذا انھیں یہاں سے ستارے صاف نظر آ رہے تھے۔ کمرے کے وسط سے ذرا ہٹ کر ایک سال خوردہ میز پر پرانا سا ٹائپ رائٹر اور دوسری میز پر ایک گیس لیمپ رکھا ہوا تھا۔ یہاں دیوار کے ساتھ ساتھ اس گروہ کے دوسرے لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ مارتا اور ڈاوسن کی نظریں فوراً ہی اس شخص پر پڑ گئیں جو میز کے پیچھے شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا تھا۔

کلیمنٹ سینڈووال البیرن ڈی بارنیکا انتہائی بدشکل آدمی تھا۔ اس کا سر جسم کے مقابلے میں غیر متوازن اور بڑا تھا... آنکھوں میں شکرے جیسی چمک تھی، ناک پچکی ہوئی اور گالوں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ اس کے چہرے پر مونچھیں انتہائی نامناسب لگ رہی تھیں۔ دانت آڑے ترچھے اور چھوٹے بڑے تھے، پتلے پتلے ہونٹ اور چھوٹا سا منہ سفاکی کا پتا دے رہے تھے۔ قریب ہی ایک کوڑا نظر آ رہا تھا۔ شانے چوڑے اور بازو موٹے موٹے تھے، توند نکلی ہوئی تھی، ٹانگیں چھوٹی چھوٹی تھیں۔ اس کے منہ میں ادھ جلا سگار دبا ہوا تھا۔

"آہ... یہ ہیں میرے نئے شکار۔" اس نے ہسپانوی زبان میں تیزی سے کہا۔ "ایڈم کہاں ہے؟"

"حاضر ہوں میرے آقا!" ایڈم نہ جانے کہاں سے اچانک ہی اس کے سامنے آ گیا۔ "آپ نے مجھے یاد کیا، میرے مالک؟"

"یہ تم کیا اٹھا لائے؟" البیرن نے مارتا اور ڈاوسن کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "تم نے تو کہا تھا کہ امریکہ سے ایک اہم سائنس دان آیا ہے اور تم اسے اٹھا لائے جو شکل ہی سے احمق لگ رہا ہے۔"

"یہی پروفیسر پیٹر ڈاوسن ہے، عظیم البیرن!" ایڈم نے دھیمے لہجے میں جواب دیا۔

اس گفتگو کو سن کر ڈاوسن کے چہرے کی رنگت غصے اور خوف سے فق ہو گئی۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔

"میں یونیورسٹی آف اریزونا کا پروفیسر ڈاوسن ہوں۔" اس نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم لوگوں نے مجھے کیوں اغوا کیا ہے؟"

"خاموش..." البیرن کا چہرہ غصے سے اور زیادہ بگڑ گیا۔ "تم صرف اسی وقت کچھ بولو گے جب تم سے کہا جائے۔"

"تم غصے کی حالت میں بہت دلکش لگتے ہو البیرن!" مارتا نے سلیس ہسپانوی میں کہا۔ اس کے لہجے میں طنز واضح تھا۔ "ایک شخص کو پہلے بٹھاؤ اور پھر اس پر رعب جماؤ، یہ اچھا طریقہ ہے البیرن!"

"یہ... یہ عورت کون ہے؟" البیرن نے غصیلے انداز میں دونوں ہاتھ میز پر رکھ کر ایڈم سے پوچھا۔

"میں تمہارے لیے ایسا مسئلہ ہوں جسے تمہارا نائب گھوڑے پر بٹھا کر یہاں لے آیا ہے۔" مارتا بھی پیچھے رہ جانے والی نہیں تھی۔

"اپنی زبان بند رکھو عورت!" البیرن دہاڑا۔ "یہ کون ہے ایڈم؟"

"مارتا ایرن اعلیٰ حضرت... اور یہ..."

"اور میں اسرائیلی شہری ہوں۔" مارتا نے ترپ کا پتہ استعمال کیا۔ "اور اگر تم لوگوں نے مجھے فوراً رہا نہ کیا تو یقین کرو کہ تمہارے لیے سنگین مسائل اٹھ کھڑے ہوں گے۔"

اتنا کافی تھا۔ البیرن بجلی کی طرح اپنی کرسی سے اٹھا، مارتا کی طرف بڑھا اور اس نے مارتا کے بال پکڑ کر اسے جھنجھوڑ ڈالا ساتھ ہی اس کا بایاں ہاتھ مارتا کے چہرے پر پڑا۔ وہ گھٹنوں کے بل گری اور اس کے ہونٹوں سے خون بہنے لگا۔ البیرن واپس کرسی پر بیٹھ گیا۔

"شاید تم نہیں جانتیں کہ اس وقت کس سے مخاطب تھیں؟" البیرن کا لہجہ بہت خوشگوار تھا۔ اس دوران میں مارتا بمشکل اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ "میں باجا کیلی فورنیا کا حکمران بننے والا ہوں۔ پھر میرے آدمی جو کہیں گے، وہی قانون ہوگا لہٰذا تمہیں مجھ سے مخاطب ہوتے ہوئے وہی انداز اختیار کرنا پڑے گا جو حکمرانوں کے سامنے اختیار کیا جاتا ہے۔ تم مجھے یور ایکسی لینسی کہو گی اور صرف اس وقت بولو گی جب تم سے بولنے کے لیے کہا جائے گا۔ سمجھ گئیں... بولو!"

اس نے دوبارہ اٹھنا چاہا تھا مگر اسی لمحے ڈاوسن اور مارتا دونوں نے "یس یور ایکسی لینسی" کہہ دیا اور یور ایکسی لینسی کے ہونٹ مسکرانے کے انداز میں پھیل گئے۔

"ٹھیک...!" اس نے کرسی پر بیٹھ کر کہا۔ "تم دونوں جلد طور طریقے سیکھ جاؤ گے۔ ہاں! تم نے پوچھا تھا کہ تمہیں قیدی کیوں بنایا گیا ہے۔ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ تم ہی لوگ مجھے یہ زمین حکمرانی کے لیے دو گے یا دلاؤ گے۔ میں انقلابیوں کی طرح یرغمالی جمع کر رہا ہوں لیکن میرا مقصد احمقانہ نہیں۔ میں اقتدار چاہتا ہوں اور جب میرے پاس یرغمالیوں کی تعداد بہت زیادہ ہو جائے گی تو تمہارے لوگ تمہیں آزاد کرانے کے لیے مجھے یہ زمین دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔ میں مناسب وقت پر اپنے مطالبات کا اعلان کروں گا پھر تمہاری حکومت میکسیکو پر دباؤ ڈالے گی کہ باجا کیلی فورنیا میرے حوالے کر دیا جائے۔ میں اپنا ملک حاصل کر کے امریکہ کے یرغمالی واپس کر دوں گا۔"

البیرن مارے جوش کے میز پر مکے مارنے لگا۔ "سوچو! ذرا سوچو۔" اس نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "البیرن ڈی بارنیکا باجا کیلی فورنیا کا صدر مملکت بن جائے گا۔ واہ... ہم تمہاری قدر کرتے ہیں۔ تمہیں اپنا مقصد حاصل کرنے کے لیے زندہ اور صحت مند رکھا جائے گا اور جب تم لوگ یہاں سے جاؤ گے تو تحفے بھی لیے جاؤ گے۔ دیکھنا، میں کتنا فیاض حکمران ثابت ہوں گا۔"

مارتا اور ڈاوسن کو یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ البیرن پاگل ہے۔ خطرے سے بھی گیا گزرا ہے لیکن اس بار مارتا نے بھی سچی بات کہنے کی حماقت نہیں کی۔ انھوں نے... کلیمنٹ سینڈووال کے سوالوں کا جواب بڑے احترام سے دیا لیکن آخر میں مارتا پھر ایک سوال کر بیٹھی۔

"آپ کا منصوبہ بہت شاندار ہے یور ایکسی لینسی!" اس نے کہا۔ "کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کو ہم سے کوئی عناد تو نہیں؟"

"ہرگز نہیں۔" البیرن نے بڑے خلوص سے جواب دیا۔ "میں تم لوگوں سے نفرت نہیں محبت کرتا ہوں کیونکہ تم لوگ ہی مجھے حکمرانی دلاؤ گے۔ اگر تمہیں یہاں اپنے قیام کے دوران کسی بھی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو بلاتکلف کہہ دینا۔"

اس کے موڈ کی یہ تبدیلی بھی پاگل پن کی مظہر تھی۔ مارتا نے

ہولناک اور پراسرار ماحول میں جنم لینے والی ایک
حقیقت جو کہانی بن گئی
ایک آشفتہ حال کی داستان عبرت جسے قانون نے
مجرم بنا دیا
رقصِ ابلیس
انوار صدیقی
قیمت 150/-
ناشر: مکتبہ القریش
اردو بازار لاہور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسی موڈ سے فائدہ اٹھانا چاہا۔

"یور ایکسیلینسی..." اس نے تمام تر کراہیت کے باوجود پورے احترام سے کہا۔ "مجھے ان مسائل کا احساس ہے جن کا آپ کو سامنا ہوگا۔ میری اپنی قوم نے آزادی حاصل کرنے کے لیے دو جنگیں لڑی ہیں لیکن ہماری قوم ابھی کم عمر ہے لہٰذا ہر اعتبار سے جذباتی ہے۔ اس لیے یہ مناسب ہوگا کہ مجھے رہا کر کے کوئی اور یرغمال تلاش کر لیا جائے۔"

"پھر وہی بات۔" والیمان کا موڈ پھر خراب ہوگیا۔ "نہیں! ہرگز نہیں! اب تمہیں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک تمہاری نوعمر قوم امریکہ پر دباؤ نہ ڈالے کہ البیرن کو اقتدار سونپ دیا جائے۔ بس بہت ہوگیا۔ لے جاؤ ان دونوں کو۔"

ٹائیگر اپنے ہوٹل کے لان میں بیٹھا ہوا ڈاکٹر ڈاؤسن اور اُس کی اسرائیلی اسسٹنٹ کے اغوا کی خبریں پڑھ رہا تھا۔ آج اخبار میں لی ٹنگ کے قتل کی خبر تھی۔ گزشتہ شب پولیس نے صرف اس وجہ سے ٹائیگر کو چھوڑ دیا تھا کہ ڈونا نے اس کی صفائی پیش کر دی تھی ورنہ پولیس والے تو قتل کے الزام میں اسی کو پکڑنے پر بضد تھے۔

تھانے سے واپسی پر راستے میں ڈونا، لوزا اور ٹائیگر کی گفتگو لی ٹنگ کے بارے ہی میں تھی۔

"لنگ نے البیرن کا نام لیا تھا کہ وہی اس گروہ کا سرغنہ ہے ڈونا!" ٹائیگر نے کریدنے کی کوشش کی تھی۔

"ہاں..." ڈونا نے جواب دیا تھا۔ "لیکن کسی کو بھی علم نہیں کہ وہ کہاں ملتا ہے۔"

"لوگ کہتے ہیں کہ اس گروہ کی کمین گاہ پہاڑوں میں ہے۔" لوزا نے لقمہ دیا تھا۔ "ٹرلنفو کے آس پاس۔"

"وہاں تو کچھ بھی نہیں ہوتا۔" ڈونا نے کہا۔

"ٹرلنفو کہاں ہے؟" ٹائیگر نے فوراً ڈونا کی بات کاٹ دی۔

"ٹرلنفو؟" ڈونا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اب تو وہ بھوت نگر ہے۔ ایک زمانے میں وہاں بہت بڑی کان ہوا کرتی تھی اور وہاں سے سونا نکالا جاتا تھا لیکن اب وہاں کی آبادی زیادہ سے زیادہ تین سو نفوس پر مشتمل ہے۔ نہ تو وہاں نوکری ملتی ہے اور نہ ہی رات کو تفریح کا موقع... بس ایک بستی ہے، جہاں دھات پگھلائی جاتی ہے۔"

"اچھا!" ٹائیگر نے اور زیادہ دلچسپی کا اظہار کیا۔ "شاید تمہیں نہیں معلوم کہ امریکہ میں بے کار کانوں سے بھی دولت بنالی جاتی ہے۔ میں ٹرلنفو ضرور دیکھنا چاہوں گا۔ ممکن ہے کہ وہاں کوئی کاروبار کر سکوں۔ یہاں سے کتنی دور ہے؟"

"پچاس کلومیٹر جنوب میں۔" لوزا نے فوراً جواب دیا۔ "لیکن وہاں تو ڈاکو ہوں گے۔"

"ہم دن کی روشنی ہی میں جائیں گے۔" ٹائیگر نے دونوں لڑکیوں کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "میں میکسیکو میں سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے کہ ہم ٹرلنفو کو ایک بار پھر شاندار صنعتی مرکز بنا سکیں۔"

"تم مذاق کر رہے ہو۔" ڈونا سنجیدگی سے بولی لیکن ٹائیگر بضد رہا۔ کچھ دیر بعد لڑکیاں اس کے سامنے ہار گئیں اور پھر طے پایا کہ اگلے روز تینوں ٹرلنفو جائیں گے۔

ٹائیگر نے اخبار ایک طرف ڈال کر سڑک کے پار دیکھا۔ ایک آدمی فٹ پاتھ پر گزر رہا تھا۔ پھر اچانک ہی ٹائیگر کو غیر معمولی بات محسوس ہوئی۔ سامنے والی عمارت سے ایک بوری لائی جا رہی تھی اور بوری اٹھانے والے بڑی احتیاط سے چل رہے تھے۔ ٹائیگر نے غور سے دیکھا اور پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے یقین تھا کہ بوری سے جھانکنے والی چیز انسانی انگلی ہے۔

وہ ہوٹل سے نکلتا چلا گیا۔

"ٹھہرو!" اس نے بوری برداروں کو للکارا۔ اسی لمحے اسے عقب سے چند افراد کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ چار غنڈے چاقو کھولے اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس نے ایک طویل سانس لی۔ "ایک اور معرکہ..." اس نے سوچا۔ "اور دن نکلے۔"

اس نے پیروں کے درمیان فاصلہ رکھا۔ دونوں ہاتھ پہلوؤں سے لگا لیے۔ وہ تیار ہوگیا۔

چار غنڈے نپے تلے انداز میں اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ان کے چاقو صبح کی نرم روشنی میں چمک رہے تھے۔ ان کی آنکھیں بھی چمک رہی تھیں۔

ان کے چہروں پر سفاکانہ مسکراہٹ تھی۔

ان میں سے ایک کی نظریں ٹائیگر پر گڑی ہوئی تھیں۔ ٹائیگر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا اصل مقابلہ اسی شخص سے ہے۔

اس کی چھٹی حس خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی تھی۔

ٹائیگر نے ایک لمبی زقند بھری اور ان چاروں افراد کے عقب میں پہنچ گیا۔ ابھی وہ چاروں پلٹے ہی تھے کہ ٹائیگر نے انہیں ہاتھوں اور ٹانگوں پر رکھ لیا۔ تین تو جلد ہی ڈھیر ہوگئے لیکن چوتھا حسب توقع سخت جان ثابت ہوا۔ اس نے ٹائیگر کی کمر کسی جونک کی طرح پکڑ لی اور اس پر زور آزمائی کرنے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

لگا۔ ٹائیگر نے عضلات کی عام جنبش سے اس گرفت کو توڑنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ تب ہی اس نے کہنیوں کو ایک خاص انداز سے حرکت دی۔ اس بار جونک تڑپ کر دور جا گری۔ ٹائیگر دلچسپ نظروں سے اس شخص کو اٹھتا ہوا دیکھتا رہا۔ ایک عرصے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ کسی جی دار سے ٹائیگر کا واسطہ پڑا تھا۔ اب اس شخص نے قریب پڑی ہوئی دو لکڑیاں اٹھالی تھیں اور انہیں ہاتھوں میں اس تیزی سے حرکت دے رہا تھا کہ لکڑیاں نظر نہیں آ رہی تھیں تاہم ان کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ٹائیگر کو علم تھا کہ یہ شخص کیا کرنا چاہتا ہے... پھر اسی سوچ کے ساتھ ایک لکڑی تیر کی طرح اس کے سر کی طرف آئی۔ ٹائیگر کو علم تھا کہ اس لکڑی کی ضرب کسی تیز کی کھوپڑی بھی توڑ سکتی ہے۔

مگر وہ اپنی جگہ کھڑا رہا۔

پھر عین وقت پر اس نے اپنا سیدھا ہاتھ بلند کیا۔ اس کے پٹھے سخت کیے اور لکڑی فولاد نما اس ہاتھ سے ٹکرا کر دو ٹکڑے ہوگئی۔ یہ منظر دیکھ کر حملہ آور کے چہرے کے نقوش حیرت کی وجہ سے بگڑ گئے مگر اس نے غفلت نہ برتی اور دوسری لکڑی بھی دے ماری۔ اس حملے کا بھی وہی حشر ہوا تاہم اس بار لکڑی کے دو نہیں تین ٹکڑے ہوئے تھے۔

اب ٹائیگر اور حملہ آور آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑے تھے۔ ٹائیگر نے اپنی جگہ سے اب بھی کوئی حرکت نہیں کی۔ دراصل وہ اس جی دار شخص کو مارنا نہیں چاہتا تھا۔

وہ شخص چند لمحوں تک ساکت کھڑا رہا... پھر اس نے کنگ فو کی تربیت دیکھنے والوں کے انداز میں سر خم کیا اور پلٹ کر اندھیرے میں گم ہوگیا۔

ٹائیگر نے بھی سر خم کیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ یہ شخص اب کبھی جرائم کے اندھیرے میں واپس نہیں جائے گا۔ اس نے آنکھوں ہی آنکھوں میں جان بخشی کی درخواست کی تھی۔ ٹائیگر نے جواب میں تائب ہونے کی شرط رکھی تھی اور وہ اس شرط کو قبول کر کے واپس چلا گیا تھا۔

•• ٹائیگر کی خوبصورت تیز رفتار اور شاندار جی ٹی لاپاز کے جنوبی علاقے میں پانی دے ریتلی ہوئی لگ رہی تھی۔ دونوں لڑکیاں اتنی شاندار کار میں سفر کرتی ہوئی بہت خوش تھیں اور ان کی یہ خوشی ان کے چہروں سے عیاں تھی۔ راستے میں ٹائیگر کی نظر ٹیکسو اور فورس

جرم اور موریز
پروفیسر محمد اشرف قیمت/ 40

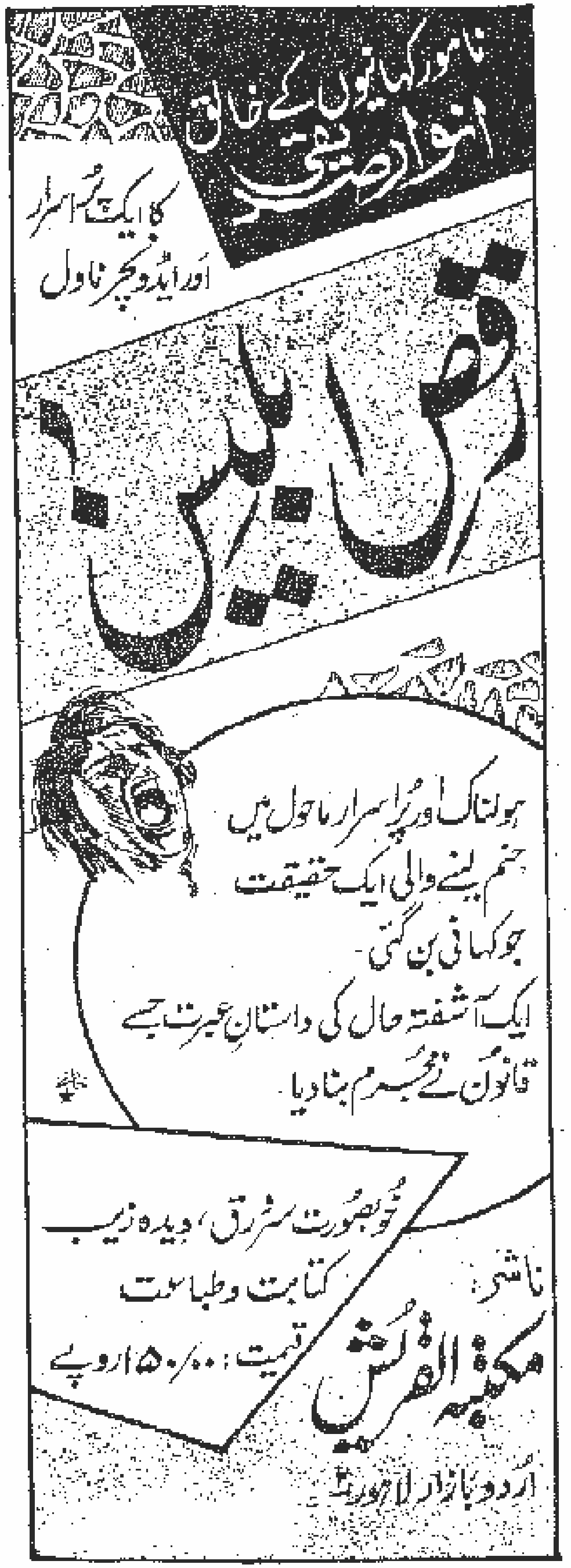

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شیں پر پڑی تو وہ مسکرا اٹھا۔ وہاں چار ایف ۱۰۸۴ طیارے کھڑے ہوئے تھے۔ ایک طرف بی۔۲۸ ٹرینر کھڑا تھا۔ اُسے یاد تھا کہ بی۔۲۸ ٹرینر پر اُس نے کیسے کرتب دکھائے تھے اور اُس کا انسٹرکٹر کس حد تک خوف زدہ ہو گیا تھا۔

ایئر بیس کی حدود ختم ہونے کے ساتھ ہی پہاڑی علاقہ شروع ہو گیا اور کڑی دھوپ میں پہاڑوں پر درخت اس طرح نظر آنے لگے جیسے کسی نے زمین پر دال بکھیر دی ہو۔

"اگلی چڑھائی پر پہنچ کر تمہیں ترلفو نظر آنے لگے گا۔" ڈونا البینا نے ٹائیگر کو بتایا۔ "وہاں کے چرچ پر حال ہی میں رنگ و روغن کیا گیا ہے اور اوپر سے وہ کسی ہیرے کی طرح چمکتا ہوا نظر آتا ہے۔ تمہیں وہاں کی بھٹیاں اور باقی بچے ہوئے مکان بھی نظر آئیں گے۔ اوپر سے منظر بہت اچھا لگتا ہے، بالکل کسی فلم کی طرح۔"

اوپر سے واقعی نیچے کا منظر بہت خوبصورت لگ رہا تھا۔ تنگ سڑک پر ایک طرف گاڑی کھڑی کرنے کی گنجائش تھی۔ ٹائیگر نے گاڑی پارک کی اور انجن بند کر کے اتر آیا۔ اس نے کھائی کے کنارے پر جا کر نیچے کا منظر دیکھا۔۔۔ ایک عمارت میں کچھ بچے کھیلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

"یہ اسکول ہے۔" ڈونا نے اُسے بتایا۔ "لیکن اب یہاں پڑھنے والے بچوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر ہے۔ زیادہ تر بچے ان بھٹیوں پر کام کرتے ہیں جن کی چمنیوں سے اس وقت بھی دھواں اُٹھ رہا ہے۔ ویسے یہاں کوئی ہوٹل نہیں، ہمیں کھانے کے لیے سان انتونیو جانا پڑے گا، ولسن!"

"تمہیں اس جگہ کے بارے میں بہت زیادہ معلومات ہیں۔۔۔؟" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔۔۔ اور ہونی بھی چاہئیں۔" ڈونا نے مسکرا کر ہی جواب دیا۔ "میرے خاندان کے پاس اس علاقے کی بہت سی زمین تھی۔۔۔ ایک چھوٹی سی کان اور ایک بڑا سا مکان بھی تھا۔۔۔ پھر حکومت نے کانیں نیشنلائز کر لیں۔ اس کے بعد ہمیں بتایا گیا کہ ہماری زمینیں اب حکومت کی زمینیں ہو گئی ہیں، لہٰذا ہم یہاں سے چلے گئے۔" ڈونا کے چہرے پر اچانک ہی سنجیدگی کی تہیں چڑھ گئیں۔ شاید زمینوں سے محرومی کے احساس کے باعث وہ دکھی ہو گئی تھی۔

"چلو نیچے چلتے ہیں۔" ٹائیگر نے اس کے شانوں پر تھپکی دیتے ہوئے کہا۔ گاڑی نصف دائرہ نما ڈھلان سے گزرنے لگی تو ٹائیگر نے اس کی رفتار کم کر دی۔ انھوں نے کھڑکیوں کے شیشے گرا لیے اور پھر جب وہ چرچ کے قریب سے گزرے تو عام سیاحوں کی طرح اس کا جائزہ لینے لگے۔ پھر انھوں نے ان چار دکانوں کا رخ کیا جو ترلفو کی واحد مرکزی سڑک پر واقع تھے۔ یہاں یہی واحد پختہ سڑک تھی۔ اسی جگہ کاروبار بھی نظر آ رہا تھا۔ یہاں باسکٹوں کی دکانیں تھیں۔ کچھ آگے دو ویران عمارتیں نظر آ رہی تھیں اور تھوڑے سے ہٹ کر ایک نئی عمارت تھی جو یقیناً کسی زمانے میں بہت شاندار رہی ہو گی۔۔۔ ان کی گاڑی آہستہ آہستہ چلتی رہی۔۔۔ وہ ہائی وے کمیشن آفس، باربر شاپ اور ریلاؤ ہال کے قریب سے گزرے۔

"یہاں کی کسی دکان میں ضروریاتِ زندگی کی ہر چیز نہیں ملتی۔ لہٰذا لوگوں کو تینوں دکانوں میں جانا پڑتا ہے۔" ڈونا نے بتایا۔ تاہم ٹائیگر اب یہاں کے حالات کا بغور جائزہ لینے میں مصروف تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہر دکان اور دفتر کے سامنے ایک ایک سخت جان اور تھرڈ ریٹ شخص موجود ہے۔ ان میں سے بعض افراد یقیناً مسلح بھی تھے۔ ٹائیگر نے یوٹرن لیا اور گاڑی باسکٹ شاپ کی طرف واپس چل دی۔

دکان کے سامنے ایک چھوٹا سا لڑکا کھڑا ہوا تھا۔ جونہی وہ کار سے اترے، لڑکا آگے بڑھا اور اس کی نظریں لوزا پر جم گئیں۔ وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ لڑکے کی آنکھیں بھی لوزا کے ساتھ ساتھ سفر کرنے لگیں۔

"کیا حال ہے، ننھے؟" ٹائیگر نے مسکرا کر ہسپانوی میں لڑکے سے پوچھا۔

"باسکٹیں بہت اچھی ہیں، سینیور!" لڑکے نے منمناتے ہوئے کہا۔ وہ شرمیلا اور ننگے پیر تھا۔ "کیا آپ باسکٹیں خریدیں گے، جناب؟"

"کیوں نہیں۔۔۔ لیکن پہلے دیکھ تو لیں۔" ٹائیگر لڑکے کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ "تمہارا کیا نام ہے؟"

"جونز ریوز۔" لڑکے نے شرما کر جواب دیا۔ "یہ میری ماں کی دکان ہے، وہ باسکٹیں بناتی ہے۔"

دکان کے باہر بھی باسکٹیں لٹکی ہوئی تھیں۔ وہ انھیں دیکھتے ہوئے دکان کے اندر گئے، جہاں بینچوں کو ملا کر کاؤنٹر کی شکل دی گئی تھی۔ یہاں تین عورتیں درختوں کی ٹہنیوں سے باسکٹیں تیار کر رہی تھیں۔

لڑکا اب بھی لوزا کو گھورے جا رہا تھا۔

"آہ۔۔۔ ولسن! دیکھو کتنی خوبصورت باسکٹیں ہیں۔" ڈونا بچوں کی طرح خوش ہو رہی تھی۔ "ایک زمانے میں یہ فن بالکل ختم ہو گیا تھا لیکن پھر ٹورنگ سنٹر کے قیام کی وجہ سے اس کو نئی زندگی ملی۔"

"اگر چاہو تو ساری باسکٹیں اٹھا لو۔" ٹائیگر ہنس کر بولا۔

"شکریہ۔۔۔" ڈونا کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ وہ کام کرنے والی عورتوں کی وجہ سے ہسپانوی ہی میں گفتگو کر رہے تھے تاکہ وہ بھی سمجھ پائیں۔ ان عورتوں نے سیاحوں کو دیکھ کر اپنا کام روک دیا تھا۔ لوزا، ٹائیگر اور ڈونا سے الگ ہو کر دوسرے کونے میں لٹکی ہوئی اشیاء دیکھ رہی تھی۔

"سینیور۔۔۔" ٹائیگر نے ریوز کی سرگوشی سنی اور پلٹ کر دیکھا۔ "آپ

چاہیں تو تمام باسکٹیں خرید لیں۔ اس طرح ہماری حالت بھی بہتر ہو جائے گی۔ آج کل یہاں سیاح نہیں آتے کیونکہ ان لوگوں نے۔۔۔"

ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے ریوز کے چہرے کی رنگت فق ہو گئی تھی۔ ٹائیگر فوراً سمجھ گیا کہ ریوز ان لوگوں سے خوف زدہ ہے جو دکانوں کے باہر گھومتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اس نے ایک خاص بات اور نوٹ کی تھی، وہ یہ کہ مقامی باشندے نظریں جھکائے چلتے ہیں اور یہ صاف ظاہر تھا کہ وہ خوف کی زندگی گزار رہے ہیں۔ اس نے دیکھا کہ غنڈے اِدھر اُدھر گھوم رہے ہیں اور انھوں نے اپنے ہتھیار بھی چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اسے یقین تھا کہ اس نے اغوا ہونے سے قبل ہی غنڈوں کی کمین گاہ کا پتا چلا لیا ہے۔ یہاں کے حالات سے ظاہر تھا کہ البیرن نے اس شہر پر قبضہ کر رکھا ہے۔

ٹائیگر، ریوز سے ہٹ کر دور چلا گیا اور پھر ایک لمبے تڑنگے غنڈے نے دکان میں داخل ہو کر اچانک ہی ٹائیگر کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"خوش آمدید، سینیور!" اس کا لہجہ بہرحال دوستانہ نہیں تھا۔۔۔ ٹائیگر نے ہاتھ چھڑانے کی کوشش نہیں کی۔ "یہ لڑکا تم سے کیا کہہ رہا تھا، سینیور؟"

"کیا۔۔۔؟" ٹائیگر نے اس طرح کہا جیسے وہ ہسپانوی زبان نہیں سمجھتا۔ "میں سمجھا نہیں، سینیور!"

"یہ لڑکا تم سے کیا کہہ رہا تھا؟" اس شخص نے اس بار انگریزی میں پوچھا۔

"اچھا۔۔۔ وہ لڑکا۔۔۔" ٹائیگر نے کسی خوف زدہ سیاح کی طرح مسکراتے ہوئے کہا۔ "باسکٹوں کی تعریف کر رہا تھا۔ ویسے باسکٹیں واقعی خوبصورت ہیں۔ کہہ رہا تھا کہ اس کی ماں بھی باسکٹیں بناتی ہے۔ ہیلو! ڈارلنگ!" ٹائیگر، ڈونا کی طرف پلٹا۔ "جو چاہو خرید لو۔"

"تھینک یو۔" ڈونا باسکٹیں پسند کرنے لگی۔

"کیا سیاح سے تم نے یہی باتیں کی تھیں؟" غنڈے نے ریوز کی گردن پکڑ کر غراتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں، سینیور!" ریوز نے کمزور سی آواز میں جواب دیا۔ "اور کچھ بھی نہیں کہا۔"

"ٹھیک ہے، بعد میں دیکھوں گا۔" یہ کہہ کر غنڈہ سینہ تانے باہر چلا گیا، جہاں ایک کرسی پر بیٹھ کر اس نے پشت گاہ سے سر ٹکا لیا۔

"تمہاری ماں کون سی ہے؟" ٹائیگر نے غنڈے کے جانے کے بعد ریوز سے پوچھا۔

"وہ۔۔۔" لڑکے نے انگلی سے ایک عورت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"سینیورا۔۔۔" ٹائیگر نے خوف زدہ چہرے والی اس عورت کو مخاطب کیا۔ "میں تمہارے بیٹے کو کچھ دیر کے لیے گائیڈ بنانا چاہتا ہوں۔ میں اسے انعام بھی دوں گا۔"

"کیوں نہیں، سینیور!" عورت کا چہرہ کھل اٹھا۔ "سنو، ریوز۔۔۔ صاحب کے ساتھ جاؤ۔ کوئی شرارت مت کرنا۔۔۔ اور ہاں! تمھیں تین بجے اسکول بھی جانا ہے۔"

"ٹھیک ہے، ماما!" ریوز کی آنکھیں انعام یا گائیڈ بننے کے خیال سے چمک رہی تھیں۔ ٹائیگر نے ریوز کا ہاتھ تھام لیا اور باہر نکل آیا، جہاں ڈونا اور لوزا خریدا ہوا سامان ڈگی میں رکھنے کی منتظر تھیں۔ ٹائیگر نے ڈگی کھول دی اور پھر ریوز کو اگلی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ کار میں بیٹھ کر اس سے ریوز نے پوچھا۔

"آپ کیا دیکھنا پسند کریں گے، سینیور؟"

"جو کچھ بھی ہے، وہ سب دیکھنا چاہوں گا۔" ٹائیگر نے پُرشفقت لہجے میں کہا۔ "میری دوست کا کہنا ہے، ریوز! کہ کبھی یہ شہر بہت بڑا تھا؟"

ریوز کو شاید شہر کی پوری تاریخ یاد تھی لہٰذا وہ فرفر سنانے لگا۔

"کیا ہم کھنڈرات دیکھ سکتے ہیں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"کھنڈرات۔۔۔" ریوز نے کن انکھیوں سے اس غنڈے کی طرف دیکھا جو کرسی پر سر پسارے انھی کو گھور رہا تھا۔ ریوز نفی میں زور زور سے سر ہلانے لگا۔ ٹائیگر یہ سوچنے لگا کہ لڑکا مسلح غنڈے کو یہ تاثر دے رہا ہے کہ وہ کسی چیز سے انکار کر رہا ہے۔

"نہیں، سینیور! حکومت نے کھنڈرات میں جانے پر پابندی عائد کر دی ہے۔ وہاں بہت سے گارڈ پہرہ دیتے ہیں۔"

"گارڈ۔۔۔؟ ایسے ہی ہوں گے، جیسے یہ شخص ہے؟" ٹائیگر نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

ریوز کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے لیکن آنکھوں سے چھلکے نہیں۔

"پلیز، سینیور! میں پہلے ہی بہت کچھ کہہ چکا ہوں۔ ہم۔۔۔ مجھے اجنبیوں سے ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔"

"اچھا۔۔۔" ٹائیگر نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا۔ "اگر یہاں کوئی قابلِ دید جگہ نہیں ہے تو پھر وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ۔۔۔" اس نے ریوز کو پانچ پیسو کا سکہ دے کر شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ "تم جاؤ۔" اس کی آواز بلند تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ غنڈہ بھی سن لے۔۔۔ "ہم اب سان انتونیو جائیں گے۔"

دونوں لڑکیاں سامان رکھ کر اسی وقت گاڑی میں بیٹھی تھیں اور ریوز کے اترتے ہی گاڑی چل دی تھی۔ لڑکیوں نے بھی ریوز کی باتیں سن لی تھیں۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ولسن..." ڈونا نے پُرتشویش انداز میں کہا تھا۔ "لڑکا جھوٹ بول رہا تھا۔ کانوں کے کنندات اگرچہ بند ہیں لیکن وہاں جانے پر کوئی پابندی نہیں۔ پتا نہیں یہاں کیا ہو رہا ہے؟ ہر شخص خوف زدہ نظر آتا ہے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم نے البیرن کو تلاش کر لیا ہے ڈونا!"

• •

وہ سی فوڈ ریستوران کے پُرسکون اور انتہائی رومانٹک ماحول میں مچھلی کھا رہے تھے۔ دونوں لڑکیاں مسلسل باتیں کر رہی تھیں۔ ٹرنفو سے واپسی سے اب تک اُنھوں نے ٹائیگر کے اس دعوے پر کوئی تبصرہ نہیں کیا تھا کہ البیرن، ٹرنفو میں مقیم ہے لیکن اب ڈونا ایک بار پھر وہاں کے حالات پر تشویش کا اظہار کر رہی تھی۔

"ولسن..." ڈونا نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔ "یہ اچھی بات نہیں کہ تم اتنی زیادہ توجہ حاصل کر رہے ہو۔ اگر ٹرنفو کو البیرن، واقعی ہیڈ کوارٹر کے طور پر استعمال کر رہا ہے تو اُسے یہ بھی علم ہو جائے گا کہ تم وہاں گئے تھے۔ وہ تمھیں بڑی آسانی سے تلاش کر لیں گے... کیونکہ اخبارات نے تمھاری تصویریں بھی شائع کر دی ہیں۔ مجھے یہی فکر کھائے جا رہی ہے کہ تمھیں کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

"یہ مچھلی تو واقعی بہت لذیذ ہے۔" ٹائیگر نے ایک قتلہ اُٹھا کر منہ میں رکھ کر کہا مگر ڈونا کو سنجیدہ دیکھ کر اس نے موضوع سے گریز کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ "اخبارات مجھے محض پڑھے لکھے ہی سمجھتے ہیں۔ یہاں کے سرکاری حلقوں میں میرا کوئی اخرو ممنوع نہیں۔ لہٰذا میں البیرن کے کام کا آدمی نہیں ہو سکتا۔"

"لیکن اگر اُسے علم ہو گیا کہ تم نے ہیڈ کوارٹرز کا پتا چلا لیا ہے تو وہ تمھیں ہرگز نہیں چھوڑے گا۔" ڈونا نے احتجاج کرنے والے انداز میں کہا۔

"ارے چھوڑو۔ اُسے یقیناً اس سے زیادہ اہم کام کرنے ہوتے ہیں۔ ویسے جہاں تک توجہ حاصل کرنے کا تعلق ہے، تو لوزا زیادہ خوش قسمت ہے۔"

"وہ کیسے...؟" لوزا نے حیرت سے اُس کی طرف دیکھا۔

"دیکھو بھی، ٹرنفو والا لڑکا، سارے وقت تمھی کو دیکھتا رہا تھا۔ مجھے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ صدیوں سے تمھیں چاہتا اور جانتا ہے۔ اگر وہ ذرا بھی بڑا ہوتا تو میں خفیہ محبت کا شک کرتا۔"

"تم بہت شریر ہو۔" لوزا کا چہرہ حیا سے سرخ ہو گیا۔

"نہیں اصل بات یہ ہے کہ تم واقعی بہت دلکش ہو اور شاید وہ اسی وجہ سے تمھیں گھور رہا تھا۔ کیا پہلے بھی تم اُس دکان پر گئی تھیں؟"

"نہیں..." لوزا پلیٹ ایک طرف ہٹا کر بولی۔ "میں تمھارے ساتھ پہلی مرتبہ ٹرنفو گئی تھی۔"

"ویسے ولسن ٹھیک ہی کہہ رہا ہے۔ لوزا ڈیئر!" ڈونا بھی اُسے چھیڑنے لگی۔ "تم پر اُس کی نظریں گڑی رہیں۔ تم نے یقیناً ایک لڑکے کا دل جیت لیا ہے۔"

"کم عمر لڑکے عموماً عمر رسیدہ عورتوں کی طرف کھنچتے ہیں۔" لوزا جھینپ کر بولی۔ "کیا تم لڑکپن میں ایسے نہیں تھے، ولسن؟"

"ہاں، بالکل تھا۔" ٹائیگر نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "چھٹی کلاس میں مس نوید میری ٹیچر تھیں اور میں انھیں دنیا کی حسین ترین خاتون سمجھتا تھا۔"

ڈونا اور لوزا کھلکھلا کر ہنسنے لگیں۔

"دیکھا، تم نے۔" لوزا اب کھل کر گفتگو کر رہی تھی۔ "مرد خواہ بارہ سال کا ہو یا ساٹھ سال کا... سارے مرد ایک جیسے ہوتے ہیں۔"

کھانے کے بعد، اُنھوں نے چائے طلب کی مگر ٹائیگر نے شکر اور دودھ نہیں لیا۔

"ہوٹل لاپیرلا میں رقص کے لیے چلو گے، ولسن؟" ڈونا کا موڈ بہت خوش گوار تھا۔

"کیوں نہیں چلو۔" ٹائیگر نے فوراً بل کی رقم میز پر رکھ کر کہا... "انتظار کس بات کا ہے۔"

• •

رقص کے بعد ڈونا، ٹائیگر کے ساتھ ہی جا رہی تھی لیکن ٹائیگر نے اس سے جان چھڑا لی۔ اُس نے لوزا کے شان دار مکان کے سامنے انھیں چھوڑا کیونکہ ڈونا، صبح کی ملاقات سے لوزا کے ساتھ بازلستان جانے کے لیے ائرپورٹ کے قریب ہی رہنا چاہتی تھی۔

وہ انھیں چھوڑ کر ایک ہوٹل میں گھس گیا۔ اُس نے سادی کافی طلب کی اور کرسی سے ٹیک لگا کر آرام کرنے لگا۔ اب وہ جلد از جلد اغوا ہونا چاہتا تھا۔

ایک شخص ہوٹل میں داخل ہوا اور ٹائیگر کی میز سے دور ایک نوجوان کی میز پر اس کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ یہ وہی شخص تھا جو لوزا کے مکان سے اس کے تعاقب میں لگا تھا۔ وہ دونوں سرگوشیوں میں باتیں کرنے لگے۔ اُن کی نظریں ٹائیگر پر مرکوز تھیں پھر ان میں سے ایک اُٹھ کر باہر چلا گیا۔

ٹائیگر نے کافی ختم کی اور نوجوان کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کے اُٹھتے ہی نوجوان بھی اُٹھ گیا۔ ٹائیگر باہر نکل کر فٹ پاتھ پر چلنے لگا۔

"سینور..." عقب سے آواز آئی۔ "کیا ٹیکسی چاہیے؟"

"شکریہ... نہیں پیدل جانے کا موڈ ہے۔" اس نے خوش گوار لہجے میں جواب دیا۔

"بات تو سنو۔" ٹیکسی ڈرائیور ٹیکسی سے اُتر کر اُسی کی طرف آ رہا تھا۔ "چلو، تھوڑی سی باتیں ہی کر لو۔"

پھر اچانک ہی عقب سے دو آدمیوں نے ٹائیگر پر حملہ کر دیا... اُنھوں نے اُس کے بازو دبوچ لیے مگر محض ایک جھٹکے سے دور جا گرے تاہم اُنھوں نے جلد ہی سنبھالا لے لیا اور اس مرتبہ تینوں اس پر آ رہے تھے۔ ٹائیگر زیادہ ورزش نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اُس نے ہلکے ہلکے ہاتھ مارے اور پھر تینوں کو اپنی ٹانگیں اور ہاتھ دبوچنے کی اجازت دے دی۔ وہ اُسے پکڑ کر بیٹھ گئے۔ تاہم اُن کے چہروں سے خوف جھلک رہا تھا اور اسی خوف کے باعث وہ اُسے گھونسے مارنے لگے۔ ٹائیگر نے اپنی سانس پر توجہ دی، آنکھیں بند کر لیں اور ذہن میں اندھیرا کر لیا۔ یہ ایسا ہی تھا جیسے کسی پُرنور کمرے کی تمام بتیاں اچانک ہی گل کر دی جائیں۔ اُس کے اعصاب پُرسکون ہونے لگے۔ اُسے ضربوں کا احساس نہ رہا اور وہ یہی سوچتا ہوا سو گیا کہ بہرام کی خواہش پوری ہو رہی ہے۔

• •

"باہر نکلو۔" ایڈم گاڑی کی ڈکی کھول کر دہاڑا مگر قیدی کی... جس کا نام ولسن بتایا گیا تھا، جسم میں حرکت نہ ہوئی۔

دراصل ٹائیگر اس وقت گہری نیند میں تھا۔ اگر اس کے قریب بم بھی پھٹ جاتا تو اُسے ہوش نہ آتا۔ اس نے سونے سے قبل بیدار ہونے کے لیے ذہن کو ایک مخصوص مدت بھی بتا دی تھی۔

"شاید یہ بے ہوش ہے، سینور ایڈم!" ایک شخص نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"اچھا۔" ایڈم نے لپک کر ٹائیگر کو نیچے کھینچ لیا لیکن نیچے گرنے سے جو چوٹ لگی، ٹائیگر کو اس کا بھی احساس نہ ہوا۔

"دو آدمی اسے اُٹھا کے چلیں۔" ایڈم نے حکم دیا۔ جس پر دو ڈاکوؤں نے جھک کر ٹائیگر کو اُٹھا لیا۔ انھیں نہ جانے کیوں ایسا لگا جیسے قیدی کے بدن سے آنے والی مہک نے ان کی روح تک کو مسحور کر دیا ہو۔ وہ اُسے اُٹھا کر ایک پیچھے دروازے سے گزرے۔ وہ اسے ٹرنفو کی بھٹی والی سرنگ میں لے جا رہے تھے۔ اسی جگہ دوسرے قیدی بھی رکھے گئے تھے۔

اُنھوں نے اُسے اندر لے جا کر فرش پر ڈال دیا اور پھر ٹائیگر کا ذہنی الارم اسی وقت بجا، جب وہ اس کے جوتے اور موزے اُتار کر ہاتھ پیر کھول رہے تھے۔ اُنھوں نے حکم کے مطابق ٹائیگر کی جیکٹ کھینچ کر پھاڑ دی اور چلے گئے۔ جاتے ہوئے بھی وہ آپس میں اسی خوشبو کا ذکر کر رہے تھے جو اُنھوں نے قیدی کے جسم سے پھوٹتی ہوئی محسوس کی تھی۔

"ارے میں کہاں ہوں؟" ٹائیگر نے بیدار ہوتے ہی پہلے والے کا انداز برقرار رکھا۔ وہ آنکھیں کھولے بغیر دوسرے قیدیوں کی موجودگی محسوس کر سکتا تھا۔ پھر اُس نے دھیرے دھیرے آنکھیں کھول دیں۔ اپنے نیم برہنہ جسم کو دیکھا۔ "کمال ہے، کیا یہاں لوگوں کو ننگا رہنا پڑتا ہے؟"

"خاموش..." ایک محافظ نے اندر آتے ہی دہاڑ کر کہا۔ "تم میرے ساتھ چلو۔ عظیم المرتبت اعلیٰ حضرت البیرن، تم سے ملاقات کرنا چاہتے ہیں۔"

ٹائیگر یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ وہ بہت نقاہت محسوس کر رہا ہے۔ لہٰذا وہ دیوار کا سہارا لے کر کھڑا ہو گیا۔ "میں نے سُنا ہے کہ اعلیٰ حضرت البیرن ایک آنکھ سے کانے ہیں؟"

"تم..." گارڈ دانت پیستا ہوا، اُس کی طرف بڑھا مگر ٹائیگر نے فوراً ہی دونوں ہاتھ اُٹھا لیے۔ "ارے نہیں۔ بس میں تو یونہی مذاق کر رہا تھا، جناب!"

"چلو..." گارڈ پلٹ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ "میرے پیچھے آؤ۔"

ٹائیگر چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتا ہوا، گارڈ کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ وہ اغوا تو ہو گیا تھا مگر اب اُسے کیا کرنا تھا؟ یہ بات بہرام نے نہیں بتائی تھی۔ وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔ اُس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ بیگم حبیب کو یہاں سے لے جائے گا اور یہ کہانی بھی ختم ہو جائے گی۔ اُسے البیرن کا ٹولہ زیادہ خطرناک نہیں لگا تھا۔ لہٰذا وہ سانجو کا فن ان لوگوں پر آزمانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا لیکن اُس نے ابھی تک حکمت عملی بھی مرتب نہیں کی تھی۔

سرنگ سے بھٹی تک کے فاصلے میں اُس نے فوراً ہی اندازہ لگا لیا کہ وہ ٹرنفو میں پھر واپس آ گیا ہے۔

وہ اب کمرا نما گنبد والے ہال میں تھا اور اُس کے سامنے میز پر البیرن بیٹھا ہوا تھا۔ وہ یہ سوچ کر دل ہی دل میں مسکرانے لگا کہ یہ احمق سا شخص ڈاکوؤں کے ٹولے کا سربراہ ہے۔

"سنو..." اس نے جان بوجھ کر بے خوفی کا مظاہرہ کیا۔ "یہ سب کیا ہے؟ ایک ٹیکسی والے نے مجھے آواز دے کر روکا اور پھر کئی آدمی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ بھلا یہ بھی کوئی شرافت ہے۔ تم کون ہو؟ تم نے مجھے کیوں اغوا کیا ہے؟ میں بہت اہم آدمی ہوں۔ بہتر یہی ہے کہ مجھے جانے دو۔"

"ہاں! ہم جانتے ہیں کہ تم کتنے اہم آدمی ہو، سینور!" البیرن نے مکروہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "امریکی اخبار کے ایڈیٹر سینور رابرٹ نے میرے آدمی چانگو کو تمھارے بارے میں بہت سی اہم باتیں بتائی ہیں۔" یہ کہتے ہوئے البیرن میز پر جھک گیا۔ اُس کی آنکھیں نفرت سے سُلگ رہی تھیں۔ "تم نے میرے تین آدمیوں کا خون بھی کیا ہے سینور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ونسٹن! تم اپنے اس جرم کی پاداش میں یہاں قیام کے دوران میری خصوصی توجہ کے مستحق رہو گے۔" یہ کہہ کر وہ اچانک اچھلا اور اس کا دو ہتڑ ٹائیگر کے جبڑے پر پڑا۔ قریب تھا کہ ٹائیگر بھی اس کی گردن دبوچ کر دو ٹکڑے کر دیتا لیکن اس نے خود پر قابو رکھا۔ لاپاز آنے سے قبل وہ اعصاب اور خواہشات پر کنٹرول کا جو درس اوشتان سے لے رہا تھا، اس نے اسی کو پیش نظر رکھا۔ اوشتان نے کہا تھا کہ اب تمہارے دماغ میں صبر و تحمل ڈالنا ہے۔

"اسے لے جاؤ۔" البیرن دہاڑا تھا۔

• •

"تمہارا ایک جبڑا دوسرے جبڑے سے زیادہ پھولا ہوا ہے..." کارل گستاف نے شوخ لہجے میں کہا۔ تاہم اس کے انداز میں طنز نہ تھا۔

"ہاں..." ٹائیگر نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اور تم نے تیسری مرتبہ یہ غلیظ رومال پانی میں بھگو کر اس غیر متوازن جبڑے پر رکھا ہے لیکن مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ ویسے یہ تو بتاؤ کہ اس احمق نے ہمیں اغوا کیوں کیا ہے؟"

"وہ انتہائی زیرک سیاست داں ہے ونسٹن!" بیگم حبیب نے مسکرا کر جواب دیا۔ "وہ ہم لوگوں کو یرغمال بنا کر حکومت کو بلیک میل کرے گا تاکہ باجا کیلی فورنیا میں اس کی حکمرانی تسلیم کر لی جائے... وہ ہٹلر بننا چاہتا ہے... اوہ سوری، کارل!" بیگم حبیب کو فوراً ہی احساس ہو گیا کہ ان کے درمیان ایک جرمن بھی ہے۔

"کوئی بات نہیں۔ ہٹلر سے میرے دادا پردادا کا یارانہ ہو تو ہو، میرا نہیں تھا مسز حبیب!" کارل نے قہقہہ لگا کر جواب دیا۔ "اور تم فکر مت کرو، بیٹے ہوائے! تم بالکل بھلے چنگے ہو کر قید سے لطف اٹھانے لگو گے۔"

"کیا تم واقعی امریکن ہو ونسٹن؟" بیگم حبیب نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔ "تمہارے چہرے میں مجھے مشرق نظر آ رہا ہے۔"

"ممکن ہے۔ میری دادی ہندوستانی تھیں۔" ٹائیگر نے فوراً سنبھل کر جواب دیا۔ "میں نے حال ہی میں کلا ہوجانس سے ورج نامی بوٹ خریدی ہے اور اسی کی آزمائش کے لیے لاپاز تک آیا تھا۔" اس نے بڑی کامیابی سے گفتگو کا موضوع بدل دیا تھا۔

"شان دار... ورج تو بہت شان دار بوٹ ہے ونسٹن!" بیگم حبیب نے پرجوش لہجے میں کہا۔

"ہاں، ویسے آپ لوگ یہاں کب سے قید ہیں؟ ان کے ہاتھ کس طرح آ گئے؟"

اگلے ایک گھنٹے کے دوران وہ ان کی کہانیاں سنتا رہا۔ اس نے خاص طور سے ایڈم کے ذکر میں دلچسپی لی۔ حالانکہ اس نے ابھی تک اس شخص کو نہیں دیکھا تھا جو اس کو اغوا کرنے کے منصوبے کا خالق تھا۔ تاہم ان لوگوں کی آپ بیتیاں سن کر وہ سمجھ گیا تھا کہ ایڈم ایک ظالم، اذیت پسند اور بے شمار خواہشات رکھنے والا شخص ہوگا۔

"ڈاکوؤں کی اکثریت دن کے وقت یہیں ہوتی ہے۔" مارتا نے بتایا۔ "البیرن کو سب سے زیادہ ڈر ان طیاروں سے ہے... جو اکثر و بیشتر اس علاقے پر پرواز کرتے رہتے ہیں۔"

"وہ سم ایف۔ ۸ ایف ۱۱ اور ایک بیلی کاپٹر سے ڈرتا ہے۔" ٹائیگر مسکرا کر بولا۔

"ڈاکو رات کو اپنے مشن پر نکل جاتے ہیں۔" مارتا نے دھیرے سے کہا۔ وہ اس نوجوان سے جلد ہی متاثر ہو گئی تھی۔ "ایڈم تو رات کے وقت ادھر ہوتا ہی نہیں۔"

پیٹر داؤسن اب تک خاموش تھا لیکن اس نے بھی گفتگو میں حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ "عام طور سے ایک لڑکا اس طرف آتا ہے۔ ہمارے لیے چیز، ڈبل روٹی وغیرہ وہی لاتا ہے لیکن چوری چھپے۔ شاید اسے ہم سے ہمدردی ہو گئی ہے۔"

گفتگو دوسرے موضوعات پر چلی گئی اور پھر رات ہونے لگی... رات کا کھانا کھانے کے ایک گھنٹے بعد اچانک ہی ایک محافظ چیختا ہوا اندر آیا۔ "اٹینشن... نوور اٹیرٹو... پرونٹو... پرونٹو..."

"کیا بک رہا ہے یہ؟" ڈاؤسن نے خوف زدہ ہو کر پوچھا۔

"صرف یہ کہہ رہا ہے کہ ہر قیدی باہر چلے۔" ٹائیگر نے ڈاؤسن کے ہاتھ پر تھپکی دے کر بتایا۔

انہیں جنگی کے ہال میں پھر لایا گیا۔ یہاں البیرن کے کیمپ کی ہر لالٹین موجود تھی اور وہ خود اپنی خاص جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے اور یرغمالی بھی پہنچ گئے تو البیرن نے دونوں ہاتھ اٹھا کر لوگوں کو متوجہ کیا۔

"بھائیو! آج کی رات بہت اہم رات ہے۔" اس نے بارعب انداز میں کہا۔ "کچھ دیر بعد ہی تین اور دس چیدہ افراد لاپاز کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔"

البیرن کے آدمی زور و شور سے تالیاں بجانے لگے۔

"ہم اپنے کاز کے لیے فنڈ جمع کرنے جا رہے ہیں۔ یہ فنڈ ہم بینکوں سے حاصل کریں گے۔ ایسے بینکوں سے جن میں ہمارے کھاتے موجود نہیں۔"

ڈاکو قہقہے لگانے لگے۔ ہال قہقہوں کی آواز سے گونجنے لگا۔

"میرے بھائیو!" البیرن نے کسی مقرر کے انداز کی نقل کرنی چاہی، مگر خود ہی مضحکہ خیز نظر آنے لگا۔ "تم سب کو یہاں جمع کرنے کا مقصد صرف اپنی روانگی کا فرمان سنانا ہی نہیں تھا۔" البیرن اپنا رعب جتانے کے لیے احمقانہ اصطلاحات استعمال کر رہا تھا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ اب اپنے مطالبات پیش کرنے کا درست وقت آ پہنچا ہے اور جب میں اس وقت کو مطالبات پیش کرنے کے لیے درست سمجھتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں درست ہوں... کسی کو کوئی اعتراض ہے؟"

"ہرگز نہیں، البیرن!" سب ڈاکوؤں نے ایک زبان ہو کر جواب دیا۔

"دیکھو، یہ ہے حقیقی جمہوریت!" البیرن ایک لمحے کے لیے قیدیوں کی طرف دیکھ کر پلٹا۔ "ہاں، تو میں کہہ رہا تھا کہ مطالبات پیش کرنے کے لیے یہی مناسب وقت ہے۔" البیرن نے اب پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر لیا۔ "اب دنیا کو بتایا جائے گا کہ غیر متنازعہ لیڈر البیرن ڈی بادیکا دنیا کو کیا سے کیا بنانے کا اہل ہے۔ تم لوگ فکر مت کرو۔ وہ لوگ تمہارے لیڈر کے آگے جھک جائیں گے۔ انہیں جھکنا ہی پڑے گا۔"

ڈاکو ایک بار پھر چیخ چیخ کر تالیاں بجانے لگے۔ وہ سب مارے خوشی کے دیوانے ہو رہے تھے۔

"اب سنو۔" البیرن نے خاموشی کے لیے دونوں ہاتھ اٹھا کر حکم دیتے ہوئے کہا۔ "میری غیر موجودگی میں ہمارا چانگو ایڈم یہاں کا انچارج ہوگا۔ تم اس کا حکم بالکل اسی طرح مانو گے جس طرح میرا حکم مانتے ہو۔ سمجھ گئے؟ اگر کسی کو اس جمہوری انتخاب پر اعتراض ہو تو اس کا اظہار بیٹھ کر کرے۔"

ڈاکوؤں میں سے کوئی بھی نہیں بیٹھا۔

"دیکھو..." البیرن نے قیدیوں کی طرف دیکھ کر غراتے ہوئے کہا۔ "کیا اس قسم کی جمہوریت کی کہیں مثال ملے گی؟"

"ہرگز نہیں۔" کارل گستاف دانت پیس کر دل ہی دل میں بولا۔

"باجا کیلی فورنیا کا جمہوری نظام امریکی اور برطانوی جمہوریت کو بھی شکست دے دے گا۔" البیرن نے سر اٹھا کر کہا اور ڈاکو کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی زور زور سے تالیاں پیٹنے لگے۔

"سنو..." اس نے ایک بار پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آج رات میں ڈسپلن پر بھی زور دینا چاہتا ہوں۔" البیرن کا چہرہ باطنی غصے کی وجہ سے مسخ ہونے لگا۔ "تم میں سے بعض یہ بھول گئے ہیں کہ میری فوج میں ان کا کیا مقام ہے۔ لہٰذا ایک اچھے باپ کی حیثیت سے رخصت ہونے سے قبل میں اپنے ان بچوں کو تھوڑی سی سزا بھی دینا چاہوں گا جو گمراہ ہو گئے ہیں۔ ان گمراہوں کو پیش کیا جائے۔"

دو محافظوں کو کھینچ کر ہال کے وسط میں لایا گیا۔ ان کی آنکھیں خوف سے پھٹی ہوئی تھیں۔ ان کو یہاں لانے سے قبل شاید بری طرح پیٹا بھی گیا تھا۔ کیونکہ ان کے جسموں پر جگہ جگہ تشدد کے نشانات موجود تھے۔ ایڈم نے آگے بڑھ کر ان کے قریب پشت پر جگہ سنبھال لی... وہ ان کے پیچھے ہاتھ باندھ کر اس طرح ٹہلنے لگا جیسے کوئی چرواہا ریوڑ کی نگرانی کر رہا ہو۔

"تم جانتے ہو کہ تم سے کیا خطا ہوئی ہے؟" البیرن نے اپنے گمراہ ڈاکوؤں کی طرف دیکھ کر کہا۔ مگر جواب کا انتظار کیے بغیر ان پر فرد جرم عائد کرنے لگا۔ "تم نے ٹرنفو کی ایک دکان سے سامان چوری کیا ہے۔ غریبوں کا سامان چوری کرنا، بہادروں کے احمق چوروں کا کام ہے۔ اگر تم ایسے ہی عام چور بننا چاہتے تھے تو تمہیں اپنے آبائی شہر ہی میں رہنا چاہیے تھا۔ وہاں بہت سے غریب ہیں، ان کے ہاں چوریاں کرتے رہتے لیکن میں تمہیں انسان سے عظیم انسان بنانے کے لیے یہاں لایا تھا۔ تاہم تم دونوں نے میری ناک کٹوا دی... کیا تم اپنے اس جرم پر شرمسار نہیں ہو؟"

"ہمارے آقا! ہمیں معاف کر دے۔" دونوں مجرم گڑگڑانے لگے۔

"ہاں، تم میرے لیے بچوں کی طرح ہو۔" البیرن نے اس بار ایک ہاتھ اٹھا کر کہا تھا۔ "کیا تمہیں معاف کر کے برادری میں پھر شامل کر لیا جائے؟"

"ہم رحم کے خواستگار ہیں عظیم سردار!" انہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ان کی آنکھیں اپنے سردار پر مرکوز تھیں۔

"سینور ایکیڈ—" البیرن نے اچانک پلٹ کر آواز دی۔ "یہاں آؤ سینور ایکیڈ!"

اس کے اس حکم پر ایک تندرست درمیانی قامت والا، ایک کھاتا پیتا شخص نمودار ہوا۔ اس کا چہرہ جس پر یقیناً مسکراہٹ رہتی ہوگی، اس وقت خوف سے ستا ہوا تھا۔ یہ ٹرنفو کا میئر تھا۔

"سینور ایکیڈ!" البیرن نے بڑے شاہانہ انداز سے کہا۔ "ان دونوں کا فیصلہ میں تم پر چھوڑتا ہوں۔ ان دونوں نے تمہارے اور میرے قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ بولو، تم کیا کہتے ہو؟"

ٹرنفو کا میئر اس غیر متوقع پیش کش پر گڑبڑا کر رہ گیا۔ اس کے پاس اس پیش کش کا کوئی جواب نہیں تھا۔ اس نے بمشکل تھوک نگلا، اس کے ہونٹ ہلے اور وہ ترحم آمیز انداز میں البیرن کی طرف دیکھنے لگا۔

"خیر، اب تم ہی لو۔" البیرن نے ایک بار پھر کسی مداری کے انداز میں مجرموں کو دیکھا۔ "بولو، میئر کو کیا جواب دو گے؟"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دونوں مجرم میٹر ایکڈ کی خوشامدیں کرنے لگے۔ انھوں نے وعدہ کیا کہ وہ بیئر کی ان چھ بوتلوں کی قیمت ادا کر دیں گے جو انھوں نے ٹرلنو کی ایک دکان سے چوری کی تھیں۔ وہ میٹر کے سامنے گڑگڑاتے رہے اور موت کو نہ دیکھ سکے جو ایڈم کی شکل میں ان کے عقب پر موجود تھی۔ ایڈم نے البیرن کی آنکھ کا اشارہ ملتے ہی اعشاریہ ۴۵ مم نکالا اور اس نے پستہ قامت مجرم کے سر کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔

مجرم کی کھوپڑی سے خون اور بھیجے کے ٹکڑے اچھل اچھل کر گرنے لگے۔ خون سے مجرم کے ساتھی اور میٹر کے کپڑے بھی آلودہ ہو گئے۔ وہ آگے کو جھکا اور پھر منہ کے بل گر پڑا۔ دوسرا مجرم اب زیادہ زور زور سے رحم کی بھیک مانگ رہا تھا۔ اس کی پتلون بھیگ گئی تھی، اس کے دونوں ہاتھ دعائیہ انداز میں اٹھے ہوئے تھے لیکن آج اس کی کسی دعا کے مقبول ہونے کی ساعت نہیں آئی تھی۔ ایڈم اس کے پیچھے کھڑا ہوا تھا۔

"مانیلو..." البیرن نے سجدے کی حالت میں گرے ہوئے مجرم سے کہا۔ "ہم پہلی چوری ہی سے ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔ ہم نے ایک ساتھ چوزوں کی چوری کا کاروبار شروع کیا تھا لیکن میرے برعکس تم عظمت کی بلندیوں کی اہمیت کا احساس نہ کر سکے۔ تم محض چور رہے، میرے بچپن کے ساتھی۔"

اس نے ایڈم کو اشارہ کیا اور دوسری گولی نے مانیلو کی کھوپڑی میں بھی سوراخ کر دیا۔

"سینور ایکڈ!" البیرن نے میٹر کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جب ہم نے ٹرلنو میں پہلی بار قدم رکھا تھا تو ہم نے وعدہ کیا تھا کہ جب تک تمھارے لوگوں کی طرف سے ہمیں پریشان نہیں کیا جائے گا... ہم تمھارے لوگوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ تم نے مجرموں کو دی جانے والی سزا خود دیکھ لی۔ اب جاؤ اور اپنے لوگوں کو بتا دو کہ چوروں کو ہم نے کیا سزا دی ہے۔ البیرن اپنے وعدے سے کبھی منحرف نہیں ہوتا۔"

البیرن کا چہرہ اس وقت تمتما رہا تھا۔

ایکڈ دروازے کی طرف جانے لگا لیکن البیرن کی آواز نے اس کے بڑھتے ہوئے قدم روک لیے۔ "ٹھہرو، مسٹر ایکڈ!" البیرن نے کہا۔ "آج رات میں ایک اور سبق سکھانا چاہتا ہوں۔ تم بھی دیکھتے جاؤ تاکہ سمجھ سکو کہ البیرن کیسا لیڈر ہے۔ یہاں ایک ایسا شخص بھی ہے جس نے مجھے نقصان پہنچایا ہے۔ تمھارے شہر میں نہیں، کہیں اور... اور اس کی اس حرکت سے میرے مشن کو نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے۔ قیدی دشمن کو پیش کیا جائے۔"

مضبوط ہاتھوں نے ٹائیگر کو دبوچ لیا اور اسے کمرے کے وسط کی طرف کھینچنے لگے۔ انھوں نے تیزی سے ٹائیگر کے دونوں ہاتھ آگے کی طرف باندھ دیے اور قمیص نوچ کر پھینک دی۔ ٹائیگر مزاحمت کر سکتا تھا۔ بھیڑوں کے اس چھتے کی اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں تھی لیکن فی الوقت وہ یہاں سے نکلنا نہیں چاہتا تھا... وہ اسے کھینچتے ہوئے ایک سنگی دیوار کی طرف لے جا رہے تھے جہاں فرش سے آٹھ فٹ اوپر لوہے کے کڑے لٹکے ہوئے تھے۔ محافظوں نے ان کڑوں میں رسی ڈالی اور پھر اس رسی سے ٹائیگر کے ہاتھ دوبارہ باندھ دیے۔ وہ رسی کس کر تیزی سے پیچھے ہٹ گئے۔

"یہ شخص..." البیرن نے کسی اسٹیج آرٹسٹ کی طرح ٹائیگر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "یہاں لائے جانے سے قبل تین اچھے آدمیوں کو قتل کر چکا ہے۔ وہ تینوں میرے آدمی تھے... سنو۔" اس نے ٹائیگر کی طرف دیکھا۔ "میں نے کل رات اسی وقت تم سے کہا تھا کہ تم میری خصوصی توجہ کے مستحق رہو گے۔ اب میں اس توجہ سے تمھیں متعارف کرانا چاہتا ہوں... شروع ہو جاؤ۔"

البیرن کے دائیں طرف کھڑے ہوئے لوگوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں خاردار تاروں والا ایک ہنٹر تھا۔ وہ اتنی آہستگی سے قدم اٹھا رہا تھا کہ اس کے قدموں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ ٹائیگر سے چند قدم دور رک گیا۔ اس کی آنکھیں کبوتر کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔ چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ دایاں گال کسی اضطراری ردِعمل کے باعث پھڑپھڑا رہا تھا۔ دائیں ہاتھ کی پانچوں انگلیاں ہنٹر پر سختی سے جمی ہوئی تھیں۔ اس نے دانت بھینچ کر کوڑا گھمایا تو لوگوں کے دل سینے کے پنجروں میں دھڑک اٹھے۔

"بیس کوڑے کافی ہوں گے۔" البیرن کی آواز گونجی۔ اس آواز میں نہ تو غصہ تھا اور نہ ہی حقارت بلکہ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اس حقیقت کا اظہار کر رہا ہو کہ دنیا گول ہے۔

ہنٹر بردار نے دانت بھینچ کر ایک بار پھر ہنٹر گھمایا۔ سائیں کی آواز گونجی اور اس بار کوڑا غالباً پوری قوت سے ٹائیگر کی برہنہ پشت سے جا ٹکرایا۔ ہنٹر والے نے اپنا ہاتھ فوراً ہی واپس کھینچا... ٹائیگر کی پیٹھ پر ایک سرخ لکیر نمودار ہوئی جو سرخ تر ہوتی چلی گئی اور اس سرخ لکیر کے دونوں طرف اس طرح کے نشانات بن گئے جیسے کنکھجورے کے پیر ہوں۔

لوگ کانپ کر رہ گئے۔

ہنٹر کی لکیر کے گرد کانٹوں کے نشانات میں بھی جلد ہی خون بھر گیا۔

ٹائیگر نے سسکی تک نہ لی۔ اس نے صرف سانس روک لی اور جسم کو بے حس کرنے کی مشق پر عمل کرنے لگا۔

اسے اس وقت صرف اوشان یاد آ رہا تھا۔

"ٹل فادر..." اس نے دل ہی دل میں اپنے اتالیق کو یاد کیا۔ "میرے لیے ہمت اور حوصلے کی دعا کرنا، فادر!"

ٹائیگر ان بندشوں کو توڑ سکتا تھا لیکن اسے ایک عام انسان کی حیثیت میں البیرن کا مقابلہ کرنے کی خواہش تھی۔ وہ سنانجو کے فن حرب کو فی الحال استعمال کرنا نہیں چاہتا تھا۔

اچانک ہی اسے بہت دور سے اوشان کی آواز سنائی دی۔ "ذہن کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرو میرے بچے، اگر ذہن کو غلام کر لیا تو پھر جسم کو بھی آہن بنا سکتے ہو۔"

یہ ہدایت غالباً سالوں قبل کی گئی تھی لیکن آج نہ جانے لاشعور کے کس گوشے سے ذہن کے سوتوں میں شامل ہو کر جسم کو توانائی بخش رہی تھی۔

ٹائیگر کا جسم لوہے کی طرح سخت ہونے لگا۔

"میں ناقابلِ تسخیر ہوں۔" اس نے دل ہی دل میں اپنے آپ سے کہا۔ "میں عظیم اوشان کا عظیم سپوت ہوں... یہ چند لفنگے... یہ چند کوڑے مجھ کو تسخیر نہ کر سکیں گے۔"

وہ صرف یہ چاہتا تھا کہ کوڑوں کے زخموں سے خون بہنا بند ہو جائے۔

کوڑے مسلسل برس رہے تھے۔

دس... گیارہ... بارہ...

کوڑا ٹوٹ گیا۔

کوڑا مارنے والے کو رکنا پڑا۔ اس نے خوف زدہ نظروں سے البیرن کی طرف دیکھا۔

"کیوں... کیا بات ہے؟" البیرن نے دہاڑ کر پوچھا۔

"یہ... یہ..." کوڑا مارنے والا بری طرح ہکلانے لگا۔

"کیا بے ہوش ہو گیا؟"

"نن... نہیں... میرے آقا!"

"کیا مر گیا؟"

"نن... نہیں..."

"پھر کیا بات ہے؟" البیرن کا چہرہ غصے کی وجہ سے تمتمانے لگا تھا۔

"یہ... اس کی... روح... عارضی طور پر جسم سے نکل گئی ہے میرے آقا! یہ اوتار ہے... اوتار۔"

"بکواس..." البیرن پوری قوت سے دہاڑا۔ "ہمارے لیے جادوگروں اور دیوتاؤں کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ سب دھوکا اور فریب ہوتا ہے۔ اگر یہ مرا نہیں اور بے ہوش بھی نہیں ہے تب پھر اسے سزا دینے کا عمل جاری رکھا جا سکتا ہے، سمجھ گئے؟"

"میں معذرت خواہ ہوں میرے مالک، مگر بعض باتیں ایسی ہیں جن کا علم کسی کو نہیں ہوتا۔ اس وقت یہ شخص یہاں موجود نہیں ہے۔"

"ہوں..." البیرن نے ہنکارا بھرا۔ وہ چاہتا تھا کہ ٹائیگر کو پورے کوڑے لگیں لیکن کوڑے مارنے والے کی باتیں سن سن کر وہ بھی خوف زدہ ہو گیا تھا۔ اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ "اسے کھول دو۔" اس نے بے بسی سے دانت پیستے ہوئے کہا۔

• •

"کیا یہ مر چکا ہے؟" خوف زدہ مارٹا نے کارل گستاف سے ٹائیگر کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کچھ نہیں کہہ سکتا۔" ٹائیگر کی حالت پر خود کارل گستاف کو بھی حیرت تھی۔ "نہ تو دل دھڑک رہا ہے، نہ ہی نبض محسوس ہو رہی ہے لیکن جسم ایک گھنٹہ گزر جانے کے باوجود گرم ہے۔ میں کچھ بھی نہیں کہہ سکتا۔"

• •

"کیا یہ زندہ ہے، سینوریتا؟"

ٹائیگر کی سماعت اب بیدار ہو رہی تھی اور اس نے یہی پہلا جملہ سنا تھا۔ اس نے ذہن کو بیدار کرنے کی جدوجہد شروع کر دی اور سماعت پر زور دینے لگا۔

"ہاں!" یہ مارٹا کی آواز تھی۔ "لیکن نیم مردہ ہے۔ ویسے تم اس کے بارے میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہے ہو؟" مارٹا نے سرگوشی کے انداز میں نوجوان ڈاکو سے پوچھا۔

"پلیز... سینوریتا!" ڈاکو نے دھیمی آواز میں کہا۔ "میں نے زندگی میں .... بہت سی بری چیزیں دیکھی ہیں لیکن کسی انسان کو کوڑے لگتے ہوئے نہیں دیکھا۔ مجھے اس تشدد پر سخت افسوس ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔" ٹائیگر اچانک ہی بیدار ہو گیا۔ اس کے جسم کی ساری توانائی معاً ہی رگ و پے میں دوڑ گئی تھی... اسے پیٹھ میں کاٹ دار چبھن محسوس ہو رہی تھی مگر وہ ایسی تکلیف برداشت کر سکتا تھا۔ اس نے دونوں کہنیوں کے بل اٹھ کر دیکھنے کی کوشش کی۔

"میرے ... یہ زندہ ہے!" نوجوان ڈاکو نے پُرمسرت لہجے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کہا۔ "میں... میں چیکو ہوں۔ میرا دوسرا کوئی نام نہیں۔ میں یہی دیکھنے آیا تھا کہ آپ کی طبیعت بہتر ہوئی یا نہیں، سینور!"

"شکریہ، چیکو!" ٹائیگر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر کہا۔

"میں کتنی دیر بے ہوش رہا؟" یہ سوال اُس نے ازراہ تجسس کیا تھا۔

"ایک دن اور دو راتوں تک۔ تین بار نیم بے ہوشی کی کیفیت میں واپس آئے لیکن پھر بے ہوش ہو گئے۔ البیرن کو گئے ہوئے دو راتیں ہو چکی ہیں۔ شاید حالات زیادہ بہتر نہیں ہیں۔"

"کوئی گڑبڑ؟" ٹائیگر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھنے میں کامیاب ہو گیا اور اُس نے پانی کے جگ کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ اُسے اس وقت بہت پیاس لگ رہی تھی۔ "تم لوگوں پر کیا گزری؟"

"کچھ نہیں... ہمیں بالکل تنہا چھوڑ دیا گیا تھا... اور اگر یہ نہیں ہوتا تو..." اُس نے چیکو کی طرف دیکھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔" نوجوان نے انکسار سے کام لیا۔ "میں جورلوز اور ریاست کوائن کے آنے جانے سے بھی اچھی طرح واقف ہوں اور میں نے کسی سے بھی اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔"

"ایسا لگتا ہے جیسے تم یہاں کے لوگوں میں دل سے شامل نہیں ہو، چیکو!" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے تبصرہ کیا۔

"پہلے میرا خیال تھا کہ ان لوگوں کے ساتھ کام کرنا بہت سنسنی خیز اور دلچسپ ثابت ہوگا۔" چیکو نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "لیکن اب میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ کام درست بھی ہے یا نہیں۔"

ٹائیگر لڑکے کو دیکھ کر پُرشفقت انداز میں مسکراتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس نیک سرشت لڑکے کو ڈاکوؤں کے خلاف کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ وہ اسے اثاثہ بنا کر رکھنا چاہتا تھا۔

اس گفتگو میں مارٹا بھی حصہ لیتی رہی اور ٹائیگر کو اُن دنوں کی تفصیلات بتاتی رہی جو ٹائیگر نے بے ہوشی کی کیفیت میں گزارے تھے۔

"جب سے البیرن گیا ہے ہمیں کھانے کو کچھ نہیں دیا گیا۔" مارٹا نے بتایا۔ "مجھے جورلوز نے بہرحال اپنی سی کوشش کی اور ہر رات ہمیں تھوڑی بہت غذائی اشیا پہنچاتا رہا۔ اگر ایڈم کے بس میں ہوتا تو وہ ہمیں زندہ درگور کر دیتا۔"

"جورلوز...؟" ٹائیگر نے ذہن پر زور دیا۔ "چھوٹا سا لڑکا تو نہیں، جو اپنی عمر سے بڑا لگتا ہے؟"

"ہاں... بالکل وہی۔" مارٹا نے فوراً جواب دیا۔ "جب اُس نے سُنا کہ تم یہاں ہو تو وہ فوراً ہی آ گیا اور تمہاری حالت دیکھ کر رونے لگا۔ وہ تمہیں بار بار پرنس کہہ رہا تھا۔ اُس نے مجھے بتایا کہ تم نے اُسے بغیر کام لیے بہت سے پیسے دیے تھے۔ وہ اُن لوگوں کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا جنھوں نے تم پر تشدد کیا ہے۔"

"ایسا لگتا ہے جیسے ڑلفو میں میرے حمایتیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔"

"درست، جناب!" چیکو نے دھیمے لہجے میں کہا اور فرش کو گھورنے لگا۔

"اب میرے دو حمایتی کیا دانے دیتے ہیں؟" ٹائیگر نے چیکو کا حوصلہ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"آپ جلد از جلد صحت مند ہو جائیں، جناب!" چیکو نے دُعائیہ انداز میں ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "چالنگو بہت بڑا آدمی ہے لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ آپ جلد از جلد طاقت ور ہو جائیں۔"

"ان کی حالت غیر متوقع طور پر بہت تیزی سے بہتر ہو رہی ہے، چیکو!" مارٹا نے کہا۔ "کوڑوں کے زخم حیرت انگیز طور پر بھر چکے ہیں۔ اب صرف گلابی لکیریں باقی ہیں۔ اتنی تیزی سے زخم بھرتے ہوئے نہ دیکھا نہ سُنا۔ اب جبکہ انھیں ہوش آ گیا ہے تو ہمیں توقع رکھنی چاہیے کہ جسم میں طاقت بھی جلد واپس آ جائے گی۔"

"تم اس وقت مشرق کی روایتی بیوی کی طرح اظہار اُمید کر رہی ہو، مارٹا!" ٹائیگر نے ہنس کر اُسے چھیڑا۔

"اب مجھے چلے جانا چاہیے، سینور!" چیکو نے اچانک ہی کہا۔ "لل... لیکن یہ بتائیں کہ کیا کارلوس اور دوسرے لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں؟"

"میں سمجھا نہیں، وہ کیا کہہ رہے تھے؟" ٹائیگر نے سنجیدگی کے ساتھ پوچھا۔

"یہی کہ... آپ... آپ اوتار ہیں جس پر کوڑوں کا اثر نہیں ہوتا۔"

"نہیں، چیکو!" ٹائیگر نے اُس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "اگر میں اوتار ہوتا تو یہاں کس طرح پھنس جاتا؟ ان کے چنگل میں کس طرح آ جاتا؟ میرا مشورہ مانو، چیکو! یہاں مت آیا کرو۔ کسی سے ایسی کوئی بات مت کہو جس سے تم دُشواری میں مبتلا ہو جاؤ یا کسی کو تم پر شبہ ہو جائے۔"

"میں محتاط رہوں گا، سینور!" چیکو نے اُسے یقین دلایا... "میں چلا۔ وہ سب یقیناً سو رہے ہوں گے لیکن اگر ان میں سے کوئی بھی بیدار ہو گیا تو میرے لیے واقعی مسئلہ بن جائے گا۔"

• •

اُسی شام، ٹائیگر پوری طرح فارم میں واپس آ گیا۔ شام ڈھلتے

ہی جب وہ باقی قیدیوں کے پاس پہنچا تو وہ اُسے دیکھ کر اچھل پڑے۔

"بھ... بھوت..." کارل گستاف نے مصنوعی خوف کا مظاہرہ کرنا چاہا۔

"کمال ہے!" بیگم صولت بھی حیرت زدہ رہ گئیں۔ "لیکن اللہ کا شکر ہے کہ تم میں بہت طاقت تھی۔"

ابھی وہ لوگ آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اچانک کلائیڈ ایڈم اندر داخل ہوا۔

"میں نے سُنا ہے کہ تم اپنے پیروں پر چلنے کے قابل ہو گئے ہو، ہیکور؟" اس نے تلخ انداز میں پوچھا۔ "میرے توہم پرست ساتھی تمہیں اوتار سمجھ رہے ہیں۔ بعض کا کہنا ہے کہ تم جادوگر ہو۔" ایڈم کی آنکھوں سے کینہ جھلک رہا تھا۔

"اور تم کیا کہتے ہو، میرے مسخرے دوست؟" ٹائیگر نے خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"زبان سنبھال کر بات کرو!" ایڈم کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔

"خیر، چھوڑو۔ یہ بتاؤ کہ اس قید خانے میں کھانے کا انتظام کب کیا جائے گا؟"

"میں تمہیں خبردار کر رہا ہوں کہ اپنی زبان کو قابو میں رکھو ورنہ تمہیں کوڑوں کی سزا پھر مل سکتی ہے۔ البیرن نے تم لوگوں کے بارے میں صرف اتنی ہدایت کی ہے کہ تم لوگوں کو زندہ رکھا جائے۔ اس نے یہ نہیں کہا کہ تم کو مُربّہ بنا دیا جائے۔ تمھیں کھانا اسی وقت ملے گا جب میری مرضی ہو گی۔"

ٹائیگر نے ایڈم کو کریدنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے ایڈم کو اس حد تک ستانے کا ارادہ کر لیا جب تک اُسے ایڈم کی کسی فیصلہ کن کمزوری کا علم نہ ہو جائے۔ "تم یہاں کے انتہائی اہم آدمی ہو، چانگو!" ٹائیگر نے کہا۔

"مجھے چانگو مت کہو۔" ایڈم غرّایا۔ "ہسپانوی زبان میں چانگو مضحکہ خیز نام سمجھا جاتا ہے۔"

"چلو... پھر تمہیں بندر کہہ دیتا ہوں۔"

"زبان کھینچ لوں گا۔" ایڈم غصے سے بلبلانے لگا... لیکن پھر اچانک ہی نرم پڑ گیا۔ "ہاں، تم ٹھیک کہتے ہو۔ یہاں میرا بڑا مقام ہے۔ میرا یہ مقام مزید بڑھے گا۔"

"نہیں۔" ٹائیگر نے مایوسی سے گردن ہلائی۔ "تمہیں ترقی کرنے کا یہاں کوئی موقع نہیں ملے گا۔" وہ اُس کی دُکھتی رگ پر ہاتھ رکھ رہا تھا۔ "تم جیسا ذہین آدمی نمبر دو ہے... افسوس کی بات ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"میرا خیال ہے کہ تم بہت ذہین بھی ہو۔ اگر اس صحرا نے تمہارے مغز کو پگھلا کر نہیں رکھ دیا ہے تو پھر تم یہ سمجھنے میں عار محسوس نہیں کرو گے کہ میکسیکو کی حکومت تمہیں اس طرح تباہ کر دے گی جیسے کوئی مچھر کو مسل ڈالے۔ البیرن محض خبطی آدمی ہے۔ تمہیں ذرا سی عقل استعمال کرنی چاہیے۔ اگر حکومت نے تمہیں بغاوت کے الزام میں پھانسی نہیں دی تو پھر بھی تمہیں مایاز کے جنگلات میں بھیج دیا جائے گا اور تم بخوبی سمجھتے ہو کہ وہاں تمہاری زندگی کتنی مختصر ثابت ہو گی۔ ان جنگلات میں رہنے والے آدمی کی اوسط عمر تین سال رہ جاتی ہے، لڑکے!"

ایڈم نے دانت پیس کر ٹائیگر پر مُکّا دے مارا جو ٹائیگر کی گُدّی پر لگا لیکن ٹائیگر اس ضرب سے قبل ہی اُسے برداشت کرنے کے لیے تیار ہو چکا تھا۔ لہٰذا اُسے ضرب کی شدت محسوس ہی نہیں ہوئی۔

"یہ لڑکا کہنے کی سزا ہے۔" ایڈم غرّایا۔ اُس کے دونوں ہاتھ کولہوں پر جمے ہوئے تھے۔ آنکھیں غصے کی وجہ سے اُبل رہی تھیں، چہرہ غصے کی وجہ سے دھواں دھواں ہو رہا تھا اور منہ سے جھاگ نکل رہے تھے۔ "یہ مجھے لڑکا کہنے کی سزا ہے۔" اُس نے دونوں مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "پھر کبھی لڑکا کہا تو میں البیرن کی بھی پروا نہیں کروں گا اور تمہیں جان سے مار دوں گا۔ میں یہاں کا بہت بڑا آدمی ہوں۔ ہاں، میں بہت بڑا آدمی ہوں۔"

"درست..." ٹائیگر نے محض ایڈم کی انا کی تسکین کے لیے اپنی گُدّی سہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ البیرن کی موجودگی میں تم سب سے بڑے کیسے بن سکتے ہو؟"

"میں جانتا ہوں کہ البیرن پاگل ہے۔" ایڈم طیش کی وجہ سے البیرن کے لیے اپنی نفرت پر قابو نہ رکھ سکا۔ "لیکن میں کلائیڈ ایڈم ہوں، کوئی مسخرہ نہیں۔ میں اپنے ان نسلی بھائیوں سے زیادہ بہتر ہوں جو تمہارے ملک میں آزادی اور جمہوریت کے نام پر جال میں پھنسے ہوئے ہیں۔ میں آزاد ہوں، حقیقی معنوں میں آزاد... میں اس علاقے کا سب سے طاقت ور آدمی ہوں، سب سے زیادہ طاقتور..."

ٹائیگر اُس کی حوصلہ افزائی کے لیے سر ہلانے لگا۔

"میری طرف دیکھو، گورے!" ایڈم اب بھی بپھرا ہوا تھا۔ ٹائیگر کی گُدّی کی چوٹ سے دھوکا کھا گیا تھا اور وہ اسے ابھی تک معمولی سمجھ رہا تھا۔ "میں سازشوں کو اچھی طرح سمجھتا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روزگار کے نام پر بھاری بوروں سے پیش کرایا جاتا ہے۔ میں اپنے علم کی بدولت معاشرے کی تمام کمزوریوں سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میں اپنے علاقے اور اپنے لوگوں کا نیا بادشاہ ہوں۔ البیرن کچھ حاصل نہیں کر سکے گا۔ میں اس سے زیادہ ذہین ہوں... میں دماغ استعمال کر سکتا ہوں۔ میں سیاست سے بھی واقف ہوں، سمجھے تم؟"

"بالکل... میں سمجھ گیا۔" ٹائیگر نے زیرِ لب مسکرا کر جواب دیا۔ وہ جانتا تھا کہ ایڈم اس کے جال میں پھنس رہا ہے۔ "تم سب سے زیادہ طاقت ور اور ذہین آدمی ہو ایڈم! لیکن تم اس احمق کے چنگل میں کس طرح پھنس گئے؟"

"میں نے اپنی نسل کی توہین پر طیش میں آ کر ایک سفید فام کو قتل کر دیا تھا۔" ایڈم کھلتا چلا گیا۔ "پھر جب مجھے ہوش آیا تو میں گرفتاری سے بچنے کے لیے بھاگ نکلا اور یوں البیرن کے ہاتھوں میں آ گیا۔ اس نے مجھے آزادی کے لیے اپنا منصوبہ بتایا۔ میں اسی وقت سمجھ گیا کہ نیا ملک چلانے کے لیے ایڈم کو نمبر ایک بننا پڑے گا۔"

"تمھاری تقریر بہت اچھی ہے ایڈم! لیکن مجھے ایسا لگتا ہے جیسے تم بھی اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح باتونی ہی ہو، عمل نہیں کر سکتے۔"

ٹائیگر نے ایک بار پھر جان بوجھ کر ایڈم کو مشتعل کرنا چاہا تھا۔ ایڈم اسے واقعی قتل کر دیتا لیکن البیرن کے واضح احکام اسے یاد تھے اور وہ جانتا تھا کہ ابھی تک البیرن ہی نمبر ایک ہے۔ لہٰذا اس نے ٹائیگر پر دوسری بار ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اسے علم تھا کہ البیرن کے احکام کی خلاف ورزی کرنے والے کی سزا کیا ہوتی ہے۔ اس نے مڑ کر ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر نفرت سے تھوک کر واپس چل دیا۔ اس کی ناک سے نکلنے والی غصیلی آواز اس کی باطنی کیفیت کا پتا دے رہی تھی۔

ایڈم کے جاتے ہی باقی لوگ بھی ٹائیگر کے قریب چلے آئے۔ ان میں حالاتِ حاضرہ پر بحث شروع ہو گئی اور پھر وہ اس متفقہ فیصلے پر پہنچے کہ یرغمالیوں کی رہائی یقینی بنانے کے لیے ان میں سے کسی ایک کو فرار ہونا پڑے گا۔ ٹائیگر نے اس تجویز پر یہ کہتے ہوئے خاص طور سے زور دیا کہ میکسیکو کی حکومت کو البیرن کی کمین گاہ سے مطلع کرنے کے لیے کسی کا فرار ضروری ہے۔

وہ سب اس تجویز پر متفق تھے اور جب سب ہی نے اس پر رضامندی کا اظہار کر دیا تو ٹائیگر نے ہی یہ تجویز رکھی کہ وہ خود قید سے نکل کر حکومت سے رابطہ قائم کرے گا۔

"جانا مجھے ہی چاہیے۔" اس نے سرگوشی کی۔ اس پر اعتراضات کی بوچھار ہو گئی۔ "سنیے..." ٹائیگر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "آپ لوگوں کو اچھی طرح علم ہے کہ پٹائی کے باوجود اب بھی میں سب سے زیادہ بہتر حالت میں ہوں۔"

"ہاں..." رابرٹو نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ "اور میرے اندازے کے مطابق تمھیں مقامی بولی پر بھی عبور حاصل ہے۔"

"لیکن جب انھیں تمھارے فرار کا علم ہو گا تو وہ تمام راستوں کی ناکہ بندی کر دیں گے۔ تم ان سے بچ کر کس طرح نکلو گے...؟" پیٹر ڈاوسن نے اعتراض کیا۔

"بہت آسانی سے۔" مارتا مسکرا کر بولی۔ "اس کو ہسپانوی زبان پر عبور حاصل ہے، بڑی حد تک مقامی نقوش کا حامل بھی ہے اور اگر یہ مقامی لباس پہن لے تو کوئی بھی نہیں کہہ سکتا کہ یہ مقامی باشندہ نہیں ہے۔"

"درست..." ٹائیگر نے مسکرا کر تائید کی۔ "اسی باعث میں نے خود کو پیش کیا ہے۔ سان اسٹینو میں ایک ڈاک خانہ ہے... اور سڑک سے صرف سات کلو میٹر دور ہے۔ میں وہاں سے لاپاز ٹیلی گرام بھیجوں گا۔ اس طرح سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ ٹھیک ہے؟"

بعض لوگوں کو اب بھی اس تجویز پر اعتراض تھا۔

"اب آپ لوگ رضامند ہوں یا نہ ہوں، میں بہرحال جاؤں گا۔" ٹائیگر کو اچانک ہی اس جمہوری انداز سے کوفت ہونے لگی۔ "میری تمام تر کوششوں کا مقصد یہاں کے قیدیوں کی رہائی اور ڈکیتیوں کا خاتمہ ہو گا۔ اگرچہ رات بہت ہو چکی ہے لیکن ہمیں اپنی آنکھیں کھلی رکھنی ہیں تا کہ کام کی کوئی بات بھی ہماری بصارت اور سماعت سے کترا کر نہ نکل جائے۔"

• •

دوسرے تمام لوگ چلے گئے اور صرف بیگم صولت حبیب ٹائیگر کے پاس رہ گئیں۔ "کیا فرار کے لیے اتنے لمبے چوڑے منصوبے پر بحث کرنے کی واقعی کوئی ضرورت تھی؟" ان کا لہجہ عجیب سا تھا۔

"میں سمجھا نہیں بیگم صاحبہ!" ٹائیگر نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

"میں یہ کہنا چاہتی تھی کہ کیا تمھیں فرار کے لیے واقعی کسی منصوبہ بندی کی ضرورت ہے؟"

"بیگم صاحبہ!" ٹائیگر بے اختیار طور پر مسکرا دیا۔ "اگر آپ راز کو راز رکھنے کا وعدہ کریں تو میں آپ کو ایک پیغام پہنچانا چاہتا ہوں۔"

"پیغام... میرے لیے؟"

"جی ہاں۔" ٹائیگر سنجیدہ ہو گیا۔

"بولو... اگر تم حکومت کے جاسوس ہو تو میں کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہوں گی۔"

"نہیں، میں جاسوس یا سراغ رساں نہیں ہوں۔" وہ ہلکا سا قہقہہ لگا کر بولا۔ "میری کوئی سرکاری حیثیت نہیں۔ میں تو آپ کے ایک دیرینہ دوست کا مختصر سا پیغام لے کر آیا ہوں۔"

"دیرینہ دوست۔" بیگم صولت حبیب کا چہرہ کھل اٹھا۔ "سناؤ، دیر کیوں لگا رہے ہو؟"

"ڈاکٹر بہرام نے پیغام بھیجا ہے کہ آپ امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں۔"

"ڈاکٹر... بہرام..." بیگم حبیب چونک اٹھیں۔ ان کا چہرہ دمکنے لگا اور آنکھیں چمک اٹھیں۔ "میرے خدا! اس بے ایمان سے تو بیس سال سے ملاقات نہیں ہوئی۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ تم بہرام کے ساتھی ہو اور واقعی ہمیں بچانے کے لیے آئے ہو!"

"جی ہاں... لیکن اس کا علم کسی اور کو نہ ہونے پائے ورنہ مسائل جنم لے سکتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ میرے فرار کے بعد ایڈم دوسروں پر تشدد ضرور کرے گا اور دوسروں کو اگر میرے بارے میں کچھ بھی معلوم ہو گیا تو وہ زبان کھولنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ بہتر یہی ہے کہ آپ کو کم سے کم اور دوسروں کو کچھ بھی معلوم نہ ہو۔"

"لیکن ہم اندر رہ کر تمھاری مدد کس طرح کر سکیں گے...؟" بیگم صولت نے پوچھا۔

"فکر نہ کریں، صرف انتظار کرتی رہیں۔"

• •

ڈاکوؤں کے مرکزی کیمپ میں جشن منایا جا رہا تھا۔ ایڈم کو متوقع کامیابی کا اتنا یقین تھا کہ اس نے جوشِ مسرت میں قیدیوں کا راشن بھی بڑھا دیا۔ انھیں صاف پانی بھی اتنا فراہم کیا کہ دونوں عورتوں نے ایک ہفتے بعد پہلی مرتبہ منہ ہاتھ دھویا۔ سب سے بڑی تبدیلی یہ رونما ہوئی کہ قیدیوں کو ان کی یہاں آمد کے بعد پہلی مرتبہ ناشتا فراہم کیا گیا۔

مزید تین روز گزر گئے۔ اس دوران میں ٹائیگر پوری طرح فارم میں واپس آ گیا۔ تاہم فرار کا کوئی موقع ہاتھ نہیں آیا۔ ہر طرف غیر معمولی طور پر حفاظتی انتظامات کیے گئے تھے۔ ہر وقت پہرہ لگا رہتا تھا... ڈاکوؤں کی شکاری جماعتیں شکار کرنے کے لیے صحرا میں بھی جاتی رہیں۔ جیکو نے انھیں بتایا کہ ایک ٹولی نے لورتیو، میگالی اور سان انگلینکو میں بینک لوٹے ہیں۔ یہ ٹولی کشتی کے ذریعے دریا پار کر کے واپس آ رہی ہے۔ ایڈم نے البیرن کی پروا کیے بغیر اس ٹولی کے اعزاز میں جشن کا اہتمام کیا جس سے ڈاکو بھی خوش ہو گئے اور ان کی نظروں میں ایڈم کی عزت بڑھ گئی۔ ان کے اپنے حوصلے بھی بڑھنے لگے۔ کیمپ کا ماحول حیرت انگیز طور پر بدل گیا۔ گو قیدیوں کو بدستور پہرے میں رکھا گیا لیکن ان کے لیے کھانے پینے کا سامان باقاعدگی سے فراہم کیا جاتا رہا۔ اب ڈاکو ان قیدیوں کے پاس آتے تھے تو ان کے چہروں پر کرختگی کی بجائے مسکراہٹ ہوتی تھی۔ انھی حالات میں جیکو ایک بڑی خبر لے کر آیا۔ اس نے بتایا کہ البیرن نے اپنے مطالبات کے بارے میں حکومت کو الٹی میٹم دے دیا ہے اور جواب کے لیے صرف دو روز کی مہلت دی ہے۔ وہ ان کے لیے لاپاز کا ایک اخبار بھی چھپا کر لایا جس میں یہی خبر شائع کی گئی تھی کہ البیرن نے الٹی میٹم دے دیا ہے۔ اخبار میں یرغمالیوں کا بھی ذکر تھا اور البیرن کا یہ بیان بھی کہ یرغمالیوں کو اس وقت کسی نامعلوم مقام سے رہا کر دیا جائے گا جب مطالبات پورے ہو جائیں گے۔ البیرن کے بیان کے مطابق یرغمالی اس وقت سیرا امدرا کے علاقے میں تھے اور یہی غلط بیانی تھی۔ اس نے حکام کو گمراہ کرنے کی جان بوجھ کر کوشش کی تھی اور اسی کے باعث فوجی دستے سیرا امدرا میں کارروائی کرنے لگے۔ فضائیہ نے بھی اسی علاقے کے پہاڑوں میں ڈاکوؤں کی تلاش شروع کر دی۔ پوری خبر میں باجا کیلی فورنیا کا کوئی ذکر نہیں تھا صرف یہ بتایا گیا تھا کہ بعض افراد کو باجا کیلی فورنیا کے علاقے سے اغوا کیا گیا تھا۔

ایڈم کو اب واقعی وہ احترام ملنے لگا تھا جو ڈاکوؤں کے کسی مقبول لیڈر کے لیے مخصوص ہو سکتا تھا۔ ایڈم نے کامیاب بینک ڈکیتیوں کی خوشی میں جشن منانے کا اعلان کیا۔ ٹرنفو کے ایک قصاب سے گائے خریدی گئی جس کو سالم بھوننے کا کام شروع ہو گیا۔ بعض معصوم شکل ڈاکوؤں کو لاپاز سے شراب خرید کر لانے کے لیے بھیجا گیا۔ جشن کے اعلان کے ساتھ ہی ٹرنفو کی دکانوں میں موجود ساری بیئر خرید لی گئی۔ ساتھ ہی گانوں کی آوازیں بھی کیمپ سے ابھرنے لگیں اور قیدیوں کے نمار تک گٹار کی آوازیں بھی آنے لگیں۔

"کمال ہے، مجھے تو اس ماحول پر یقین ہی نہیں آ رہا..." پیٹر ڈاوسن نے گٹار کی آواز سن کر کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ یہ پاگل آدمی ہمیں بھی اسی طرح سالم بھون دے گا جس طرح گائے بھونی جا رہی ہے۔" پیٹر کا لہجہ ہذیانی تھا۔ اس کی آنکھوں میں خوف

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی پرچھائیاں تھیں۔

"اتنے پریشان نہ ہو پیٹر!" کارل گستاف نے خوف زدہ پیٹر کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ "تم پڑھے لکھے آدمی ہو۔ کالج میں پڑھاتے ہو۔ لہٰذا تمھیں دوسروں کو حوصلہ دینا چاہیے... ان لوگوں کی پالیسی یہ ہے کہ ہمیں اعصابی جنگ میں شکست دے دیں اور ہماری حکمت عملی یہ ہونی چاہیے کہ ہم شکست نہ کھا سکیں۔"

"یہ باتیں تم بڑی آسانی سے کر سکتے ہو۔" پیٹر ڈاؤسن نے تلخ لہجے میں کہا۔ "تمھاری پشت پر ایک بڑی ائیر لائن ہے جبکہ میں محض ایک یونیورسٹی کا استاد ہوں۔ یونیورسٹی والے میرے انجام پر محض ہاتھ مل سکتے ہیں لیکن میری رہائی کے لیے کوئی ٹھوس اقدام نہیں کر سکتے... میرے خدا! میں اس جہنم میں ہلاک ہو جاؤں گا اور وہاں کوئی بھی یہ نہیں کہے گا کہ پیٹر کی لاش ہی واپس حاصل کر لی جائے۔" پیٹر ڈاؤسن نے بڑی مایوسی سے سر جھٹکتے ہوئے کندھے جھکا لیے اور دونوں ہاتھوں سے سر تھام لیا۔

مارتا پر بھی قید کا اثر ہو چکا تھا لیکن اس میں ابھی ہمت باقی تھی۔ لہٰذا جب وہ بولی تو اُس کا لہجہ مجبوری و عزم کے متضاد تاثرات کا آئینہ دار تھا۔ "تم اس وقت انتہائی بزدل نظر آ رہے ہو، پیٹر!" اُس نے پیٹر کی طرف سے منہ پھیر لیا۔ "میں تم سے زیادہ کمزور ہوں لیکن مجھ میں ابھی حوصلہ باقی ہے۔ خطرے کو سامنے دیکھ کر رونا دھونا کوئی عقل مندی نہیں۔" وہ یہ کہتی ہوئی ٹائیگر اور رابرٹو کے پاس پہنچ گئی۔ جو چیکو سے گفتگو میں مصروف تھے۔

"ڈاکٹر پیٹر ڈاؤسن کے اعصاب جواب دے چکے ہیں۔" اُس نے اُن دونوں کو مطلع کیا۔ اُس کا لہجہ غیر جذباتی اور چہرہ سپاٹ تھا۔

"یہ بُرا ہُوا۔" ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر بولا۔ "مجھے اپنے اعتماد کے آدمیوں کی ضرورت تھی۔ بہر حال چیکو نے جو کچھ بتایا ہے، اُس کی روشنی میں مَیں یہی کہہ سکتا ہوں کہ آج کی رات بہت اہم ہو گی۔"

اُس کے بعد گفتگو کا موضوع بدلا اور وہ ٹائیگر کے فرار کے منصوبے پر گفتگو کرنے لگے۔ اُن کے درمیان اس بارے میں سنجیدہ گفتگو ہونے لگی کہ دوسرے ساتھیوں کا کردار کیا ہو سکتا ہے۔ چیکو پر اگرچہ ابھی تک ٹائیگر کو مکمل اعتماد نہیں تھا لیکن چیکو کی رائے بھی یہی تھی کہ فرار ہی نجات کا راستہ ہے۔ اُس نے اس سلسلے میں اپنے طور پر بھی کئی تجاویز رکھیں۔ ساتھ ہی ایک اہم ترین اطلاع یہ دی کہ سان انتونیو کی طرف ایک انتہائی پرانا راستہ بھی جاتا ہے

"یہ راستہ بہت کم لوگوں کو معلوم ہے سینور!" چیکو نے کہا۔ "استعمال میں بھی کم رہا ہے۔ اس پر گاڑیاں چل سکتی ہیں لیکن اس راستے سے سفر کرنے والے زیادہ تر لوگ پیدل آتے جاتے ہیں۔ اس سڑک کی لمبائی بارہ کلومیٹر ہے۔"

جلد ہی ڈاکٹر پیٹر ڈاؤسن کے سوا تمام لوگ اُن کے اردگرد جمع ہو گئے اور بڑے جوش و خروش سے فرار کے منصوبے پر بحث کرنے لگے۔

• •

کھانے بھن کر تیار ہو چکی تھی۔ تاہم ابھی کھانا شروع نہیں ہُوا تھا بلکہ شراب پانی کی طرح بہہ رہی تھی۔ ایڈم نے قیدیوں سے بھی ناانصافی نہیں کی بلکہ یہ کہتے ہوئے دو بوتلیں پیش کیں کہ وہ بھی جشن میں حصہ لینے کے حق دار ہیں۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم میں سے بعض افراد جشن میں کلیدی کردار ادا کریں گے۔"

ڈاکو بکرے کے بھنے ہوئے پارچوں پر ٹوٹ پڑے۔ انھوں نے حلق تک گوشت ٹھونس لیا لیکن اتنا کھانے کے باوجود... وہ مدہوش نہ ہوئے۔ اُن کے قہقہوں میں بہت جوش تھا۔ اُن کے قہقہے گرج سے بھرپور تھے۔ نشے کے باعث وہ مسلسل ہنس رہے تھے... پھر اچانک ہی کسی نے چلّا کر مطالبہ کیا۔ "لڑکیاں لاؤ۔"

"اوہ!......" ایک طویل قامت شخص نے دہاڑ کر کہا۔ اُس کا نام گریٹو تھا۔ "تم نے وعدہ کیا تھا کہ ہماری ہر خواہش پوری کی جائے گی... لڑکیاں کہاں ہیں؟"

"لڑکیاں مل جائیں گی۔" ایڈم نے بچے کی طرح قلقاری ماری۔ "میں ایسی لڑکی فراہم کروں گا کہ تم پچھلی لڑکیوں کو بھول جاؤ گے۔ آؤ... میرے ساتھ آؤ۔"

ڈاکو نشے میں دھت، لڑکھڑاتے اور گرتے پڑتے ہوئے ایڈم کے ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ اُن کا رُخ قیدیوں کے غار کی طرف تھا۔ غار کے دہانے پر وہ رُکنے کی کوشش میں ایک دوسرے کے اوپر گر پڑے۔ —— "لائن لگاؤ۔" ایڈم نے حکم دیا اور تمام ڈاکو بڑے نظم و ضبط کے ساتھ ایڈم کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔

"وہ رہی۔" ایڈم نے مارتا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اب ہم اسے نئی لذتوں سے روشناس کرائیں گے۔"

مارتا نے یہ سنا اور سہم کر رہ گئی۔ اب اُس کی سمجھ میں ایڈم کی بات آئی کہ جشن میں بعض لوگ اہم کردار ادا کریں گے۔

ٹائیگر اور کارل گستاف، ایڈم اور ڈاکوؤں کی راہ میں آہنی دیوار بن کر کھڑے ہو گئے۔ "پاگل ہو گئے ہو کیا؟" کارل گستاف نے کہا... اُس کا لہجہ انتہائی درشت تھا۔ ٹائیگر بھی اُس کے ساتھ تھا... لیکن

اُس کی حکمت عملی دوسری تھی۔ "اس لڑکی کو کوئی بھی نقصان پہنچا تو الیسران تمھیں فنا کر دے گا۔"

"ملتے سے ہٹ جاؤ۔" ایڈم نے موٹی سی گالی دے کر کہا... اُس کے تیور بے حد خطرناک تھے۔ "لڑکی کو بھلا کیا نقصان پہنچے گا؟ ہماری تعداد بھی زیادہ نہیں۔ ویسے اگر ہم مقامی لڑکیوں سے اُکتا نہ جاتے تو غیر ملکی مال پر ہاتھ صاف نہیں کرتے... اب تو بہر حال مجبوری ہے۔"

ایڈم کی نشے کے باعث بُری حالت تھی۔ آنکھیں سُرخ تھیں، جن میں کسی قسم کا کوئی تاثر نہ تھا۔ چہرے سیاہ ہو رہے تھے۔ کئی ڈاکو، لڑکی کے مسئلے پر اس بحث میں زیادہ دلچسپی لیتے ہوئے اُن کے قریب آ گئے تھے۔

"تم ہٹ جاؤ یا مر جاؤ۔" ایڈم نے بہراتے ہوئے کہا۔ "ہم لڑکی کو لے جا کر رہیں گے۔"

ٹائیگر کو اب جلدی تھی، لہٰذا اس نے زبانی جنگ ترک کر دینے کا فیصلہ کرتے ہوئے ایڈم کے پیٹ میں مُکا مارا... یہ عام کی ضرب تھی لیکن اس عام ضرب ہی کے باعث ایڈم ایک دم جھکتا چلا گیا۔ ایک زوردار گھونسے نے ایڈم کے سر کو دائیں طرف کر دیا لیکن گھونسے کی شدت اتنی ہی رکھی تھی کہ ایک عام آدمی کا گھونسا لگے۔ ایڈم کی پٹائی کرتے ہوئے ٹائیگر کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی جس سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ مدِ مقابل کو سنجیدگی سے نہیں لے رہا ہے۔ ایڈم میں چند گھونسے کھانے کے بعد سکت باقی نہیں رہی تھی۔ وہ صرف درد کا احساس کر رہا تھا۔ اُس نے دیوار سے ٹیک لگا لی۔ شراب کی بوتل اب بھی اُس کے ہاتھ میں تھی لیکن وہ دوسرے لوگوں کی توقعات کے برعکس ٹائیگر کو نقصان پہنچانے کے لیے موقعے کی تلاش میں تھا۔ ٹائیگر اسے بے ہوش سمجھنے کی غلطی کر بیٹھا۔ اُس نے پلٹ کر دوسروں کی طرف دیکھا اور یہی اُس کی وہ بنیادی غلطی تھی، جو ٹائیگر سے نہیں شیر دل سے سرزد ہو چکی تھی۔ لڑکھڑاتے ایڈم نے ناقابلِ یقین پھرتی سے کام لیتے ہوئے بوتل ٹائیگر کے سر پر دے ماری... بوتل ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئی۔ شراب ٹائیگر کے سر سے بہنے لگی لیکن سنانجو کی تربیت کے باعث یہ مہلک وار کارگر ثابت نہ ہُوا... تاہم وہ ایک لمحے کے لیے اپنی جگہ ساکت ضرور ہو گیا تھا اور اسی ایک لمحے سے ایڈم نے بھرپور فائدہ اٹھایا۔

اُس نے ٹائیگر کے سر پر دوسرے ڈاکو سے بوتل لے کر دوسرا وار کیا۔ اس مرتبہ ٹائیگر کو ایسا لگا جیسے اُس نے کئی بوتلیں پی لی ہوں۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ اُس نے آنکھیں بند کر لیں

"یہ کیا ہُوا؟" اُس نے سوچا۔ وہ سوچتا رہا۔ اُس نے ایڈم کی آواز بھی نہ سنی۔

"اس شخص کو باندھ ڈالو۔ لڑکی کو بھی لے آؤ۔"

• •

چیکو بڑی پھرتی سے بے ہوش ٹائیگر کی بندشیں کھول رہا تھا۔ اور ٹائیگر صرف یہ سوچ رہا تھا کہ اُس نے عام آدمی کا سوانگ بھرنے کی کوشش میں اپنی ان صلاحیتوں کو فراموش کر دیا تھا... جو اُسے خطرات سے آگاہ کرتی تھیں۔

"چیکو...!" اُس نے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر دیکھا۔ "مارتا کہاں ہے؟"

"وہ... وہ..." چیکو کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ "وہ بے ہوش ہے سینور! ٹھیک ہو جائے گی... لیکن انھوں نے اس لڑکی کے ساتھ بہت بُرا سلوک کیا ہے۔ انھوں نے مجھے بھی اس گندے کھیل میں شریک ہونے کی دعوت دی تھی لیکن میں نے انکار کر دیا۔ وہ مجھ پر بہت ہنسے۔ انھوں نے مجھے زنخا قرار دیا... مگر میں... میں ایسا گندا کھیل نہیں کھیل سکتا تھا۔"

"میں آج رات یہاں سے نکل جاؤں گا چیکو!" ٹائیگر اب اس کھیل سے عاجز آ چکا تھا۔ اسے اپنے آپ سے بھی کراہیت محسوس ہو رہی تھی۔ "دوسرے لوگ کہاں ہیں؟"

"بیشتر لوگ سو رہے ہیں جناب!" چیکو نے آنسو پونچھتے ہوئے جواب دیا۔ "چانگو اور اس کے بعض ساتھی بھٹی میں اب بھی شراب پی رہے ہیں۔"

"تب پھر یہی مناسب وقت ہے۔" ٹائیگر نے بیلٹ کھولتے ہوئے کہا۔ اُس نے بیلٹ کے نیچے سے ایک پتلا سا پیانو وائر نکالا۔ "مجھے بہت مضبوط اور سخت لکڑی کے دو ٹکڑے درکار ہوں گے چیکو! اتنے لمبے۔" اُس نے انگوٹھے سے اشارہ کر کے چیکو کو لمبائی بتائی۔

"مل جائیں گے۔"

"تب پھر لے آؤ۔" اُس نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ پھر جب چیکو چلا گیا تو وہ اٹھ کر مارتا کے پاس گیا۔ وہ فرش پر لیٹی ہوئی تھی۔ اُس کے چہرے پر کرب و اذیت کے آثار نمایاں تھے۔ ٹائیگر نے جھک کر اُسے دیکھا تو اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُن آنکھوں میں وحشت کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا۔

"وہ... وہ خبیث تھے... وہ..." مارتا بلک بلک کر رونے لگی۔

"ایڈم... درندہ ہے... اُسے مار ڈالو۔ وعدہ کرو کہ تم اُس سے میرا بدلہ ضرور لو گے۔"

"فکر نہ کرو، مارتا!" ٹائیگر کو حیرت تھی کہ وہ اس لڑکی کو بچا کیوں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں سکتا۔ "میں ان سے نمٹ لوں گا۔ فی الوقت میں جا رہا ہوں۔ جاؤں؟" ٹائیگر نے پوچھا۔

"ہاں..." مارٹا کی آنکھیں خشک تھیں لیکن ٹائیگر جانتا تھا کہ کثرتِ گریہ نے اس کے آنسوؤں کے سوتے خشک کر دیے ہیں۔

چیکو جلد ہی واپس آ گیا۔ ٹائیگر نے لکڑیوں کی مدد سے اپنے لیے ایک عجیب سا ہتھیار تیار کیا اور پھر دوسروں سے درخواست کرنے لگا کہ مارٹا کا خاص خیال رکھا جائے پھر جب وہ چلا تو چیکو بھی اس کے ساتھ تھا۔

"یہاں میرے علاوہ صرف ایک اور گارڈ ہے۔" چیکو نے بتایا۔ ان کے پیچھے کارل گستاف بھی آ رہا تھا۔ تینوں غار کے کونے پر پہنچ کر رک گئے۔

ٹائیگر نے گربہ پائی کے انداز میں غار سے مرکزی سرنگ میں قدم رکھا۔ اس کے دونوں ہاتھ پیٹ پر تھے اور ان ہاتھوں میں پیانو کے وائر سے بنایا جانے والا پھندا تھا۔ جونہی گارڈ اسے دیکھ کر رکا، ٹائیگر کے دونوں ہاتھ حرکت میں آئے اور پھانسی کا وہ پھندا گارڈ کی گردن میں پڑا پھر کستا چلا گیا۔ گارڈ کے دماغ کو آکسیجن کی فراہمی بند ہو گئی اور وہ ہاتھ پیر مارتا ہوا چند ہی لمحوں میں زمین پر آ رہا۔ اس کے پھیپھڑے ہوا نہ ملنے کے سبب پھٹ گئے اور گردن تار کی کاٹ کے باعث کٹ گئی۔

اس صحرا کے سنگلاخ پہاڑی علاقے سے مناسب کپڑوں کے بغیر گزرنا ممکن نہیں تھا۔ لہٰذا ٹائیگر نے مردہ گارڈ کے کپڑے پہننے کی کوشش کی اور کھینچ تان کر کے کپڑے پہن ہی لیے... ویسے روایتی ہیٹ کے علاوہ اور کوئی بھی چیز اس کے بدن پر فٹ نہ تھی۔ گارڈ غیر مسلح تھا لہٰذا اس کے پاس ایک کلہاڑی موجود تھی۔ جیبوں کی تلاشی لینے پر ٹائیگر کو شدید حیرت کا سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس کی جیب سے نکلنے والا چاقو وہی تھا جو لاپریلا میں حملے کے بعد اس سے چھینا گیا تھا۔

"مجھے باندھ دو۔" چیکو نے عقب میں آ کر سرگوشی کی اور ٹائیگر اس کا مقصد سمجھ گیا۔ لہٰذا اس نے چیکو کو باندھ کر ڈالنے میں کسی بھی قسم کی رو رعایت نہ کی۔ اس کام سے فارغ ہو کر ٹائیگر، کارل گستاف کے ساتھ مخالف سمت میں روانہ ہو گیا۔

جلد ہی انہیں سرنگ سے صحرا میں جانے والا راستہ بھی مل گیا۔ یہاں ایک سیڑھی لگی ہوئی تھی۔ ٹائیگر سیدھا سیڑھی کی طرف بڑھ گیا لیکن اسی لمحے کارل گستاف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے روک لیا۔

"تم نے اب تک نہایت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے... مجھے یقین ہے کہ ہم جلد ہی رہا ہو جائیں گے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ اگر ہمارا رابطہ چند روز کے لیے منقطع بھی رہا تب بھی تم بالکل اسی آسانی سے لاپاز پہنچ جاؤ گے جس آسانی کے ساتھ تم نے خود کو لکھ پتی پلے بوائے تسلیم کرا لیا تھا۔"

"تسلیم کرا لیا تھا؟" ٹائیگر حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"ہاں..." کارل گستاف اس کا شانہ تھپکنے لگا۔

"مگر میں تو..."

"شش..." کارل گستاف نے ہلکا سا مگر جاندار قہقہہ لگایا۔ "تم نے جس خانہ ساز ہتھیار سے گارڈ کو ہلاک کیا اور جس طرح ایڈم کی پٹائی کی، اس کے بعد یہ امر کسی بھی شک و شبہے سے بالاتر ہے کہ تم پلے بوائے نہیں ہو۔ میں یہ ہرگز نہیں پوچھوں گا کہ تم کس تنظیم سے تعلق رکھتے ہو اور مجھے اس سے کوئی دلچسپی بھی نہیں۔ ویسے میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ تم، مارٹا کی اسرائیلی تنظیم موساد..."

ٹائیگر نے اس کا جملہ مکمل ہونے سے پہلے ہی منہ بنا کر تھوک دیا۔

"ٹھیک ہے تمہارا تعلق موساد سے نہیں ہو سکتا ورنہ اتنے نفرت بھرے انداز میں ہرگز نہ تھوکتے۔ ویسے مجھے بھی اسرائیلیوں سے نفرت ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ میں کسی دوسری سیکرٹ سروس کا ایجنٹ ہوں۔"

"ان باتوں کو چھوڑو۔" ٹائیگر نے بڑی سنجیدگی کے ساتھ کہا۔ "تم لوگ کسی بھی کارروائی کے لیے خود کو تیار رکھنا۔ میں نہیں جانتا کہ امداد کب اور کس شکل میں آئے گی تاہم تمہیں ہر صورت میں اپنا کردار ادا کرنے کے لیے تیار رہنا ہوگا۔" یہ کہہ کر وہ سیڑھی پر چڑھ گیا اور کارل گستاف دیر تک سیڑھی کے نیچے اسے چڑھتے دیکھتا رہا۔

سرنگ کے اوپر صحرا میں پہنچ کر ٹائیگر سرنگ کے دہانے کے قریب بیٹھ گیا۔ وہ اس وقت تک وہاں بیٹھا رہا جب تک اس کی آنکھیں صحرائی اندھیرے کی عادی نہیں ہو گئیں اور کانوں نے چاروں کی طرف سے آنے والی آوازوں کی شناخت نہ کر لی۔

یہاں خنکی تھی اور ٹائیگر ہلکے کپڑوں کی وجہ سے سرد ہوائیں جسم میں اترتی ہوئی محسوس کر رہا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ سورج نکلنے کے بعد یہاں گرمی شروع ہو جائے گی اور اس کی توانائیاں سلب کرنے لگے گی۔

کچھ دیر بعد وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا ہوا چلنے لگا۔ ایک گھنٹے تک پیدل سفر کرنے کے بعد وہ اس سڑک پر پہنچ گیا... جو سان انٹینو جاتی تھی۔ اس نے جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کیا۔ اب وہ ستاروں کی مدد کے بغیر چل رہا تھا اور اس کا رخ بستی کی طرف تھا۔

تب ہی ایک آواز سن کر اس کی چھٹی حس بیدار ہو گئی۔ وہ جھک گیا اور اس نے اپنے کان آواز پر لگا دیے۔

پھر اچانک ہی اندھیرے میں آہستہ آہستہ ایک سر اٹھنے لگا۔ ٹائیگر کے اعصاب بیدار ہو گئے۔ اسے توقع ہوئی کہ گولیاں اچانک ہی برسنے لگیں۔ وہ تعاقب کرنے والے شخص کا انتظار کرنے لگا۔

سر نے اب انسانی ہیولے کی شکل اختیار کر لی تھی... اور یہ ہیولا لمحہ بہ لمحہ ٹائیگر کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔

ٹائیگر نے کلہاڑی نما مشین نکال لی۔ یہ بہت چھوٹی سی کلہاڑی تھی لیکن اس کی مار پچیس تیس گز تک ممکن تھی۔

"سینور..." یہ جوز ریوز کی آواز تھی جسے سن کر ٹائیگر بے اختیار مسکرانے لگا تھا۔ اس نے چند قدم آگے بڑھ کر ایک ہاتھ ریوز کے کندھے پر اور دوسرا اس کے منہ پر رکھ دیا تاکہ لڑکا جوش میں آ کر کوئی آواز نہ نکال بیٹھے۔ "اب تم میرا تعاقب کیوں کر رہے تھے ریوز؟" اس نے لڑکے کے کان پر منہ رکھ کر پوچھا۔

"میں آپ کو راستہ بتانے کے لیے نکل آیا تھا سینور... دوسرے لوگوں نے مجھے خبر دی تھی کہ آپ وہاں سے فرار ہو گئے ہیں۔"

"گھر واپس چلے جاؤ بیٹے!" ٹائیگر نے اس کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہا۔ "میں جو کام کر رہا ہوں، اس میں کسی کم عمر لڑکے کا کوئی کردار نہیں۔"

"میں کم عمر نہیں ہوں سینور!" ریوز نے ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر سینہ نکالتے ہوئے کہا۔ "میری عمر گیارہ برس ہے اور آپ ایک مرتبہ بطور گائیڈ میری خدمات حاصل کر چکے ہیں۔ میں آپ کو بتا سکتا ہوں کہ آپ غلط راستے پر جا رہے ہیں کیونکہ یہ راستہ بستی کی طرف واپس جاتا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" ٹائیگر جز بز ہوتے ہوئے بولا۔ "مجھے درست راستہ بتا کر گھر چلے جاؤ۔"

تیس منٹ بعد ریوز، ٹائیگر کی رہنمائی کرتا ہوا اسے ٹرانفو سے دور لے جا رہا تھا۔ یہ راستہ اونچا نیچا تھا۔ ایک بار راستہ سمجھ کر ٹائیگر نے ریوز کا شکریہ ادا کیا اس سے پھر کہا کہ وہ واپس گھر چلا جائے لیکن لڑکا بہت ضدی واقع ہوا تھا۔ جونہی ٹائیگر دس قدم آگے گیا، وہ ایک بار پھر اس کے پیچھے ہو لیا۔ ... ایک دوسری پگڈنڈی پر چلتا ہوا ٹائیگر کے سامنے پہنچ گیا کیونکہ ٹائیگر اس مرتبہ بھی غلط راستے پر پہنچ گیا تھا۔ ٹائیگر کو اس بار یہ اندازہ ہوا، اگرچہ پہلی بار اس نے جان بوجھ کر غلط راستہ اختیار کیا تھا مگر اب وہ صحیح راستے کی شناخت میں مسلسل ناکام ہو رہا ہے۔ لہٰذا رات بھر بھٹکنے سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ وہ ریوز کو اپنے ساتھ ہی رکھے۔

"یہ راستہ ہمیں تین چار گھنٹے میں سان انٹینو تک پہنچا دے گا سینور!" ریوز نے بھرپور یقین کے ساتھ اسے مطلع کیا۔

○ ○

گارڈ کی لاش کیا ملی، بستی میں قیامت مچ گئی۔ ایڈم نے چند منٹ بعد چیکو کو ہوش میں لانے کے لیے اس کے چہرے پر تابڑ توڑ تھپڑ مارنے شروع کر دیے۔ اس نے چیکو کے منہ سے رومال نکالنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں کی۔ فوراً ہی قیدیوں کی گنتی کی گئی۔ تب ہی علم ہوا کہ ہیکورتھ نامی قیدی لاپتا ہے۔ مدہوش ڈاکوؤں پر پانی کی بالٹیاں ڈال کر انہیں جگایا گیا۔ ان پر مشتمل چار کھوجی جماعتیں ٹائیگر کی تلاش میں بھیجی گئیں۔ دو پارٹیوں نے مرکزی شاہراہ کا رخ کیا اور مخالف سمتوں میں اس توقع پر روانہ ہو گئیں کہ قیدی نے لاپاز یا سان انٹینو کا رخ کیا ہوگا۔ تیسری پارٹی براہ راست سان انٹینو کی طرف بھیجی گئی تاکہ شہر کے اندر قیدی کی تلاش شروع کی جا سکے۔ ایڈم نے چوتھی پارٹی جو پانچ افراد پر مشتمل تھی، پرانی سڑک کی طرف روانہ کر دی۔

"اس کم ذات کو ہر قیمت پر تلاش کرنا ہے۔" یہ اس کا قطعی حکم تھا۔ "اسے حکام تک نہیں پہنچنے دینا، خواہ اسے روکنے کے لیے قتل ہی کیوں نہ کرنا پڑ جائے۔ خیال رہے کہ وہ کسی سے کوئی بات نہ کر سکے۔"

سان انٹینو میں داخل ہونے کے لیے ریوز جب ٹائیگر کو لے کر آخری ٹیلے سے اترا تو اس وقت صبح کاذب کا وقت تھا۔ یہ سفر تھکا دینے والا ضرور تھا لیکن اس سفر کے دوران کوئی قابلِ ذکر بات رونما نہیں ہوئی تھی۔ بچا کچی فوربنا میں زہریلے سانپ بھی نہ تھے لہٰذا ریوز نے بھی کسی قسم کا کوئی خطرہ یا خوف محسوس نہیں کیا۔ وہ گاؤں میں داخل ہوئے تو انہیں آبادی نظر نہ آئی۔ تاہم آبادی کی علامت چند کتے ضرور ملے جو اتنے نحیف تھے کہ ان کی ہڈیاں تک نظر آ سکتی تھیں۔

"جوز! ٹیلی گراف آفس کہاں ہے؟" ٹائیگر نے اپنے ننھے رہنما سے پوچھا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، قریب ہی۔" جوز ریوز کے لہجے میں تھکن کے آثار نہیں تھے۔ "ہم اس راستے سے اوپر پہاڑی پر جائیں گے۔ وہیں ٹیلی گراف آفس ہے۔"

"ہمیں وہیں جانا ہے جوز! لیکن بڑی احتیاط سے کام لینا ہوگا۔ جب ہم اوپر پہنچ جائیں تو پھر تم میرے پیچھے پیچھے رہنا۔"

"بہت بہتر جناب!" جوز ریوز بہت سمجھ دار لڑکا تھا۔ اوپر پہنچتے ہی وہ ٹائیگر سے ایک قدم پیچھے ہو گیا۔ اب وہ کن انکھیوں سے اِدھر اُدھر کا جائزہ لے رہا تھا۔ ٹائیگر بھی ماحول سے بے نیاز نہ تھا۔ اس نے ٹیلی گراف آفس کے دروازے پر دو افراد کو کھڑے ہوئے دیکھا۔

"جوز! میرا ایک کام کرو گے؟" ٹائیگر کا لہجہ مشفقانہ تھا۔ "یہ سڑک پار کر کے جاؤ... لیکن ٹیلی گراف آفس کے قریب مت جانا۔ سڑک پار کر کے فٹ پاتھ پر چلتے ہوئے یہ دیکھنا کہ ان دو کے علاوہ یہاں مزید ایسے کتنے آدمی ہیں جن کا تعلق البیرن کے گروپ سے ہو سکتا ہے۔ تم یہ کام بہت پھرتی سے کرو گے اور سو کی گنتی پوری ہونے تک میرے پاس واپس پہنچ جاؤ گے۔"

"ٹھیک ہے، بابا!" ٹائیگر نے ریوز سے کہا مگر اس سے قبل کہ وہ جملہ مکمل کرتا، ریوز سڑک پار کر گیا۔ ٹائیگر سر ہلاتا ہوا چوک پر پہنچ گیا۔ اس کے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں تھے۔ وہ اس طرح سر ہلاتا ہوا چل رہا تھا کہ ہر طرف نظر رکھ سکے۔

"اے لڑکے! تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" اچانک ہی کسی نے ریوز کو للکارا۔ للکارنے والا وہی شخص تھا جسے ٹائیگر نے ٹیلی گراف آفس کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا تھا۔ ریوز نے کوئی پروا نہ کی اور ایک طرف گھوم کر ٹائیگر کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ ان دونوں افراد نے غالباً پہلے ریوز کا تعاقب کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر اسے نظر انداز کر کے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ ان کی ذمہ داری ٹیلی گراف آفس پر نظر رکھنے کی تھی۔

وقت گزرتا گیا۔

ریوز ابھی تک واپس نہیں آیا تھا لہٰذا ٹائیگر کی بے چینی بڑھنے لگی لیکن کچھ ہی دیر بعد اس نے اپنے عقب میں ہلکے قدموں کی آہٹ سنی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، جوز ریوز تنہا واپس آ رہا تھا۔

"میں نے پورا علاقہ دیکھ لیا ہے سینور!" ریوز نے پُرجوش لہجے میں کہا۔ "مزید تین افراد موجود ہیں اور سڑک پر گھوم رہے ہیں۔ غالباً انہیں آپ ہی کی تلاش ہے۔ ان کے پاس رائفلیں بھی موجود ہیں۔"

"کیا تم پر ان کی نظر پڑی تھی؟"

"ہاں، انھوں نے مجھے روکا بھی تھا مگر میں نے یہ بہانہ بنایا کہ میری ماں بچے کو جنم دینے والی ہے اور میں دائی کی تلاش میں نکلا ہوں۔"

"شاباش دا..." ٹائیگر بے اختیار ہنس پڑا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ٹیلی گراف آفس بھی نہیں جا سکتے۔ کوئی اور راستہ ہے ریوز؟ ہائی وے۔"

"اگر ان کے پاس آدمیوں کی کمی نہیں تو انھوں نے وہاں بھی پہرہ لگا رکھا ہوگا۔ خیر چلو... دیکھ لیتے ہیں۔" ٹائیگر نے ہلکے پھلکے انداز میں کہا۔

صبح دس بجے کے بعد درجہ حرارت ۸۰ سے تجاوز کر چکا تھا۔ وہ بھوکے تھے۔ ٹائیگر پر تو اس بھوک کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا تھا لیکن ریوز کی حالت خراب تھی۔ گرمی کی شدت کے باعث وہ اور زیادہ پریشان تھا۔ ان کے پاس پانی کی تو چھوٹی سی چھاگل تھی... وہ ناکافی ہو کر کب کی خالی ہو چکی تھی۔ ریوز کی وجہ سے ٹائیگر کو بار بار رکنا پڑ رہا تھا۔ ریوز کو سانس لینے اور پسینہ پونچھنے کے لیے بار بار رکنے کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

ساڑھے دس بجے ٹائیگر کی چھٹی حس نے تعاقب سے خبردار کرنے والی گھنٹی بجا دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ جس راستے سے آئے تھے اس پر دھول اڑ رہی تھی۔ صاف ظاہر تھا کہ کچھ لوگ ان کے تعاقب میں ہیں۔ اس نے لڑکے سے کچھ نہیں کہا۔ صرف رفتار تیز کرنے کی ہدایت کر دی۔ اب وہ تیزی سے ڈھلان کی طرف جا رہے تھے۔

ندی کی خشک گزرگاہ سے گزرتے ہوئے ٹائیگر نے نوٹ کیا کہ اردگرد چھوٹے بڑے بہت سے ٹیلے ہیں۔ وہ جوں جوں زیریں حصے میں پہنچتے رہے، ٹائیگر کے ذہن میں ایک نیا منصوبہ جنم لیتا رہا۔ "ایک منٹ رکو۔" ٹائیگر نے اچانک ہی ریوز سے کہا۔ دونوں ٹھہر گئے۔ "جوز! لوگ ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ اگر ہم ان پر گھات لگا کر حملہ کریں تو ہمیں ان سے نہ صرف ہتھیار مل سکتے ہیں بلکہ پانی اور کھانے کا سامان بھی مل سکتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ انہیں یہیں روکنے کی کوشش کی جائے۔"

"وہ اندازاً کتنے ہوں گے سینور؟" جوز ریوز نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"اتنی دور سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"ان پر حملہ کرنے میں کوئی خطرہ تو نہیں ہوگا؟" جوز ریوز نے

قدرے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"یقیناً خطرہ تو ہوگا۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔ اس جملے میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ ریوز کا چہرہ کھل اٹھا اور سینہ جوش کی وجہ سے پھولنے پچکنے لگا۔

"ٹھیک ہے لیکن ہم انھیں یقیناً شکست دے دیں گے نا بابا؟"

"دیکھیں گے۔" ٹائیگر مسکرا کر بولا۔ "لیکن تم کسی جگہ چھپے رہو گے۔ اگر میرا منصوبہ کامیاب رہا تو پھر ہم خطرے سے دور نکل جائیں گے اور شاید تم ڈاکوؤں کی نظروں میں آئے بغیر گھر بھی پہنچ سکو گے۔ انھیں خبر بھی نہیں ہوگی کہ تم نے صحرا میں میری رہنمائی کی ہے۔"

جوز سر ہلانے لگا۔

ٹائیگر ایک ٹیلے کی آڑ میں ہو گیا۔ اسے تعاقب کرنے والوں کے قریب آنے کا انتظار تھا۔

☆☆☆

ایڈم کی ہدایت کے مطابق پانچ افراد، ایک ہی صف میں پیش قدمی کر رہے تھے۔ صحرا کا کوئی حصہ ان کی نظروں سے اوجھل نہیں تھا۔ وہ مسلح تھے اور اگر وہ وردی میں ہوتے تو یقیناً مسلح افواج کے آدمی لگتے۔ وہ سوتی قمیصوں اور لیوائز میں ملبوس تھے۔ ان کا سربراہ ایک سفاک چہرے والا شخص تھا۔ جون ولڈفر کے چہرے کی رنگت تانبے جیسی تھی۔ چہرے کے نقوش بھنچے ہوئے اور قدرے پچکے تھے لیکن رخساروں کی ہڈیاں ابھری ہوئی تھیں۔ آنکھیں قمیص کے بٹنوں کی طرح مگر روشن تھیں۔ ان میں سرخی بھی تھی اور یہ آنکھیں صحرا میں قدموں کے نشانات پر مرتکز تھیں۔ اسے یقین تھا کہ قیدی کو پکڑنا کوئی مسئلہ ثابت نہیں ہوگا۔ اسے یہ یقین بھی تھا کہ قیدی زیادہ عقل مند نہیں ہے۔ تاہم ولڈفر کو قیدی کے قدموں کے نشانات کے ساتھ ساتھ کسی دوسرے کے قدموں کے نشانات پر حیرت تھی۔ اس کی تجربہ کار نظریں بتا رہی تھیں کہ یہ نشانات کسی عورت یا کسی بچے کے ہیں... لیکن سوال یہ تھا کہ دوسرا کون ہے اور البیرن سے غداری کیوں کر رہا ہے۔ اسے علم تھا کہ ٹرنفو کی بستی میں وہ تمام لوگ موجود تھے جو البیرن کے ساتھ شامل تھے۔ لہٰذا مفرور کے ساتھ ساتھ چلنے والا یا چلنے والی کا تعلق گروپ سے نہیں ہو سکتا۔ اسے یقین تھا کہ مفرور کا ساتھ دینے والا بھی پکڑا جائے گا۔

اسے ان دو افراد پر دہ زہ کرتا آ رہا تھا جو ٹیلی گراف آفس میں ڈیوٹی پر تھے۔ ان دونوں نے یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لی تھی کہ وہ صرف ٹیلی گراف آفس میں قیدی پر نظر رکھنے کے پابند ہیں اور یہ کہ قیدی یہاں نہیں آیا۔ ولڈفر کو ایسے لوگ پسند نہیں تھے جو کام کو صرف مصیبت سمجھتے ہیں اور اپنے طور پر کوئی اقدام نہیں کیا کرتے۔

اس وقت ولڈفر پسینے میں شرابور ہو رہا تھا۔ پسینہ پانی بن کر اس کے چہرے سے گردن اور گردن سے کمر تک بہہ رہا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ قیدی کو وہ دیکھتے ہی مار ڈالے گا تاکہ زیادہ بھاگ دوڑ نہ کرنی پڑے پھر اچانک ہی اسے اپنی بے بسی پر بھی غصہ آنے لگا۔ اسے ان ٹولیوں سے نفرت محسوس ہو رہی تھی جو دوسرے اور نسبتاً خنک علاقوں میں قیدی کو تلاش کر رہی تھیں وہ جانتا تھا کہ اتنی گرمی کسی بھی ٹولی کو برداشت نہیں کرنی پڑ رہی ہوگی۔

"ہونہہ..." ولڈفر نے غصے اور نفرت سے تھوکتے ہوئے کہا۔ "ہم یہاں مر رہے ہیں اور وہ کم بخت عیش کر رہے ہوں گے۔"

غصے کی اسی کیفیت کے باعث ولڈفر اس تنہا نوجوان کو نہ دیکھ سکا جو ایک ٹیلے کی آڑ سے کسی عقاب کی طرح اس ٹولی کی طرف جھپٹ رہا تھا اور نہ ہی وہ اس نوجوان کو اپنی ٹولی سے محض دس گز دور ایک تودے کی آڑ میں بیٹھے ہوئے دیکھ سکا۔

پھر اچانک ہی ولڈفر کو کسی قسم کی گڑبڑ کا احساس ہونے لگا اس نے گھوڑے کی رکاب کھینچ لی۔ اس کے چونکنے کی وجہ صرف یہ تھی کہ قدموں کے نشانات اچانک ہی ختم ہو گئے تھے۔ یہ جگہ جہاں قدموں کے نشان آ کر ختم ہوئے تھے ریت کا ایک چھوٹا سا ٹیلا تھا۔ اب ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ جن کا تعاقب کر رہے تھے وہ دونوں آسمان میں غائب ہو گئے ہیں یا زمین نے انہیں نگل لیا ہے۔ چاروں طرف ایسی کوئی علامت نہیں تھی کہ وہ کس طرف گئے ہوں گے۔ ولڈفر دانت پیسنے لگا۔ اس کی نظریں بڑی بے چینی سے اطراف کا جائزہ لے رہی تھیں اور آنکھوں میں سرخی اور بڑھ گئی تھی۔ اس نے اپنے آدمیوں کو سڑک پر ایک طرف کھڑے ہونے کا اشارہ کیا اور پھر مایوسی سے سر ہلانے لگا۔ آس پاس اور دور دور تک مفرور قیدی اور اس کے ساتھی کا کوئی نشان نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو چاروں سمتوں میں دوڑا دیا لیکن اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ ایک بار پھر جمع ہو کر نئے اقدام پر بحث کرنے لگے۔

ابھی وہ کسی نتیجے پر پہنچے بھی نہیں تھے کہ اچانک ہی ایک بہت بڑا پتھر فضا میں بلند ہوتا اور نیچے آتا ہوا نظر آیا۔ ایسا لگا جیسے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوئی دیو بہت بلندی سے نیچے اُتر رہا ہو۔ خوف، دہشت اور حیرت سے ان کی شکلیں بگڑ گئیں۔ "یہ پتھر یقیناً کسی مشین کی مدد سے پھینکا گیا ہے۔" وہ سب یہی سوچ رہے تھے مگر ان میں سے کسی کو بھی علم نہیں تھا کہ ان کا واسطہ دُنیا کی سب سے خطرناک اور ظالم مشین سے پڑا ہے۔ پتھر ان کے بہت قریب ایک چھوٹے ٹیلے پر گرا۔ یہ تو دائیں دیوار کی طرح منہدم ہونے لگا۔ چاروں طرف مٹی، ریت، کنکر اور چھوٹے بڑے پتھر اُڑنے لگے۔ وہ ششدر کھڑے رہے۔ انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا کیونکہ تودے کے گرنے کے باعث جو پتھر فضا میں بلند ہوئے تھے وہ اب نیچے انھی پر گرنے والے تھے۔ پتھر ٹوٹا ابھی یہی ان کے پیروں، سروں اور سینوں پر سنگ باری ہونے لگی۔ انھوں نے اس طوفان سے فرار ہونے کی کوشش کی لیکن انھیں تاخیر ہو چکی تھی۔ موت ان کی طرف بڑھ چکی تھی۔ ابھی وہ فرار کا ارادہ کر ہی رہے تھے کہ ایک اور بڑا سا پتھر اس طرح فضا میں بلند ہوا جیسے وہ کسی منجنیق کی مدد سے پھینکا گیا ہو۔ اس بار ولڈرز کی حالت دیکھنے کے قابل تھی۔ اس کی آنکھیں پھٹ گئی تھیں کیونکہ اس نے پتھر اچھالنے والی مشین کو دیکھ لیا تھا۔ یہ ایک نوجوان تھا جس نے پتھر دونوں ہاتھوں میں اُٹھا کر اُچھالا تھا۔ پھر انھیں اپنی حالت پر افسوس اور ماتم کرنے کی بھی فرصت نہیں ملی کیونکہ پتھر ٹھیک اسی جگہ گرا جہاں وہ کھڑے ہوئے تھے۔

ولڈرز نے ایڈم کو ایک موٹی سی گالی دی اور پھر اپنے ساتھیوں کے ساتھ ہی کچل کر مر گیا۔

☆ ☆

"میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں اور یہ بھی سب انتہائی گھٹیا ہتھیار ہیں۔" ٹائیگر نے لاشوں سے ہتھیار الگ کر کے ان کا معائنہ کیا۔ ہتھیار گھٹیا نہیں بلکہ بہت جدید تھے لیکن سنگ باری نے انھیں ناقابلِ استعمال بنا دیا تھا۔

"آپ کو ہتھیار کی ضرورت نہیں سینور!" جوزر لوئز نے اس کے ہاتھ چومتے ہوئے کہا۔ "یہ... پتھر آپ ہی نے اُٹھایا تھا۔"

"نہیں میرے استاد نے پھینکا تھا۔" ٹائیگر نے مسکرا کر کہا۔

"آپ کا اُستاد بھی ہے؟"

"ہاں۔" ٹائیگر اس بار لڑکے کی حالت پر پریشان ہوا۔

ریوز نے لاشوں کے قریب پڑا ہوا مشکیزہ اُٹھا کر منہ سے لگا لیا۔ یہ معجزہ ہی تھا کہ یہ مشکیزہ بچ گیا ورنہ وہاں تو کسی کا سر سلامت نہ تھا اور نہ ہی کوئی گھوڑا۔

☆ ☆

مشکیزے کا پانی ریوز کی غلطی کے باعث ضائع ہو گیا تو ٹائیگر کو لڑکے کی سلامتی کے بارے میں تشویش لاحق ہو گئی۔ "یہاں بہت گرمی ہے ریوز۔ درجہ حرارت نوّے سے زیادہ ہو گا۔ اس گرمی میں پانی نہ ملا تو تمھارے لیے بہت مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔ کیا ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں تم گرمی کم ہونے تک پناہ لے سکو؟"

"نہیں۔" جوزر لوئز نے مایوسی سے سر ہلاتے ہوئے جواب دیا۔ "لیکن یہاں سے کچھ دور... پتا نہیں وہاں جانا محفوظ ہو گا یا نہیں۔ کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ بوڑھا شخص مقامی ہے جبکہ بعض کہتے ہیں کہ وہ غیر مقامی شخص ہے۔"

ٹائیگر نے سر ہلا دیا۔ "تم کس کی بات کر رہے ہو...؟" اس نے پوچھا۔

"ایک بوڑھے کی۔ اس کا نام گونالز ہے۔ وہ ایک غار میں رہتا ہے اور کبھی باہر نظر نہیں آیا۔ کوئی اس سے ملنے کے لیے بھی نہیں جاتا۔ میں نے اس کا غار دیکھا ہے مگر یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ راستہ پہچان لوں گا یا نہیں۔"

"کوشش تو کر کے دیکھو۔" ٹائیگر بولا۔ "ممکن ہے کہ ہم غار تک پہنچ جائیں۔ میں تمھیں ڈرانا نہیں چاہتا ریوز... لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر تمھیں پانی اور کھانا مزید کچھ دیر تک نہ ملا تو تمھاری حالت خراب ہو جائے گی۔ جہاں تک میرا تعلق ہے، میں مزید ایک دو روز تک بھوکا پیاسا رہ سکتا ہوں۔"

"میں جانتا ہوں سینور۔" جوزر لوئز کی آنکھوں میں خوف کے سائے تھے۔ "بس تھوڑا سا خوف زدہ ضرور ہوں لیکن ہم غار تک پہنچنے کی کوشش ضرور کریں گے۔"

اسی روز دوپہر کو ایک بجے کے قریب جوزر لوئز کی حالت انتہائی ابتر ہو گئی۔ وہ اُلٹیاں کرنے لگا لیکن چونکہ معدہ خالی تھا لہٰذا اندر سے کچھ نہ نکلا اور وہ پھر اس کی آنکھوں کے سامنے کالے کالے دھبے ناچنے لگے۔ ایسا لگا جیسے وہ اندھیروں میں ڈوب رہا ہے۔ وہ لہرا کر گرنے لگا مگر ٹائیگر نے جو اس سے چند قدم دُور تھا لپک کر اسے پکڑ لیا۔ ٹائیگر نے اس کو اپنے بازوؤں میں بھر کر اُٹھانے کی کوشش کی لیکن جلد ہی وہ شدید نقاہت محسوس کرنے لگا۔ اُسے ایسا لگا جیسے کسی نے رگوں سے خون نچوڑ لیا ہو۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے۔ اس نے سنبھلنے کی کوشش میں ریوز کو چھوڑ دیا اور خود گھٹنوں کے بل بیٹھ کر لمبی لمبی سانسیں لینے لگا۔ اسے پہلی بار یہ احساس ہوا تھا کہ صحرا کی دھوپ، پیاس اور مسموم ہواؤں نے اس کو کس بُری طرح متاثر کیا ہے۔ وہ ساجو کی ایک خاص مشق کرنے لگا۔ یہ مشق جسم کو فوری انحطاط سے بچانے کے لیے تھی۔ چند ہی

کوششوں میں اس کے سر کے چکر بند ہو گئے لیکن جسم میں ناخوشگوار سی سنسناہٹ برقرار رہی۔ اس نے پہلے کبھی یہ کیفیت محسوس نہیں کی تھی۔ اس نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری۔ اسے پیاس محسوس ہو رہی تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ساجو کا فن اسے زندہ تو رکھ سکتا ہے لیکن پیاس کے اس جان لیوا احساس کو ختم نہیں کر سکتا جس کے باعث اسے رگ رگ سے دم نکلتا ہوا لگ رہا تھا۔ اس وقت دُنیا کے اس سب سے طاقتور انسان کو ریوز جیسا لڑکا اُٹھانے میں دُشواری ہو رہی تھی... ریوز بے ہوش ہو چکا تھا۔ اس نے ریوز کی دل کی دھڑکنیں محسوس کیں اور جب اسے یہ یقین ہو گیا کہ ریوز زندہ رہے گا تو وہ اس کے لیے پانی کی تلاش میں آگے بڑھ گیا۔ ٹائیگر دیر تک چلتا رہا۔ اس کے حلق میں کانٹے پڑ رہے تھے اور اب اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اگر ٹائیگر کی جگہ کوئی اور آدمی ہوتا تو یقیناً اب تک مر چکا ہوتا۔

اچانک ہی ٹائیگر نے اپنی پنڈلی میں تیز کسک محسوس کی۔ اس نے جھک کر دیکھا۔ مٹیالی رنگت کا ایک خوفناک بچھو پنڈلی پر ڈنک مار رہا تھا۔ ٹائیگر کو عجیب سے خوف نے گھیر لیا۔ اس نے دو انگلیاں بچھو پر کسیں اور اسے پنڈلی سے کھینچ کر مسل کر پھینک دیا۔ اسے یقین تھا کہ بچھو زہریلا ہے۔ اسے یہ بھی یاد تھا کہ وہ کسی بھی زہر سے نہیں مر سکتا لیکن وہ ایک خوف کی وجہ سے اس نے انگشتِ شہادت کا ناخن اس جگہ پر رکھا جہاں بچھو نے کاٹا تھا اور ناخن گوشت میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ وہ زہر کا اثر زائل کرنے کے لیے قدیم طریقۂ علاج پر عمل کر رہا تھا۔

چند ہی منٹ بعد وہ ہانپنے لگا۔ اسے نیند آنے لگی اور پھر وہ لیٹتا چلا گیا۔ اسے صرف یہ احساس رہا کہ کوئی بکری اس کے قریب کھڑی ہے۔

☆ ☆

ابھی وہ عجیب سی بو اس کے نتھنوں میں گھس رہی تھی۔ "میں... میں..." کوئی بکری ممیا رہی تھی۔ ٹائیگر کو ہوش میں آتے ہی سب سے پہلا خیال یہ آیا کہ کوئی بکری اس کا منہ چوم رہی ہے۔ اسے بکریوں کی قوّتِ شامہ کی تیزی یاد آئی... پھر وہ مسکرا بھی نہ سکا کیونکہ اسے یہ احساس بھی ہو رہا تھا کہ وہ دھوپ میں نہیں۔ اس نے آنکھیں کھولیں تو اسے کسی غار کی کھردری اور بد رنگ دیواریں نظر آئیں۔ وہ گھاس کے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ ماحول کا جائزہ لیتے ہوئے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے تن پر چمڑی تک تبدیل تھی لیکن بُری طرح جھلسا ہوا پانی اس کے منہ میں... کا یہ احساس اسے صرف ٹھنڈک لگنے پر ہوا تھا۔

بال جیسا اعاب بھرا ہوا تھا اور اس کی وجہ بکری کا گوشت بھونے جانے کی مہک تھی۔ اس کا معدہ احتجاج کرنے لگا۔ اس وقت وہ کوئی بھی چیز کھا سکتا تھا۔ شاید اس کے میزبان کو بھی اس کی اشتہا کا اندازہ تھا۔ ایک سفید بالوں والا شخص اچانک ہی نمودار ہوا۔

"کیا حال ہے میرے بچے!" اس نے بڑی شفقت سے پوچھا۔ اور تب ہی ٹائیگر کو گونسالز یاد آ گیا۔ "تم بیدار ہو گئے ہو۔ خدا کا شکر ہے لیکن تمھارا بچہ ابھی تک سو رہا ہے۔"

"میرا بچہ؟" ٹائیگر سر جھٹکنے لگا پھر جب اسے ریوز کا خیال آیا

ایک نوجوان کی عجیب داستان
جو اپنی یادداشت کھو بیٹھا تھا
گمکردہ
یعقوب جمیل کے قلم سے
خوبصورت سرورق، بہترین طباعت و کتابت
قیمت =/100 روپے
مکتبہ القریش
سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
7668958

گنگا کے پجاری ناگ
اے حمید ○ قیمت ۳۵۰/۰۰ روپے

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تو وہ مسکرانے لگا۔ بوڑھے نے دونوں کو باپ بیٹا سمجھا ہوگا۔

"میں اس مدد پر آپ کا شکر گزار ہوں محترم!"

نہ جانے کیوں اس کا دل اس بوڑھے کا احترام کرنے پر مجبور کر رہا تھا۔ اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر بوڑھے نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ دیا۔

"نہیں آرام کرو۔ میں تمہارے لیے پانی لے کر آتا ہوں۔" بوڑھے نے ایک مشکی سے پانی نکالا۔ اس میں ایک چٹکی سفوف ڈالا اور ٹائیگر کی طرف بڑھا دیا۔

"اسے پی جاؤ میرے بچے۔ یہ صحرا میں سب سے بہترین ٹانک کے مترادف ہے۔" اُن کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"کیا اس میں شکر کے اجزا نہیں محترم؟" ٹائیگر اس نقاہت و کمزوری کے باوجود زہر کھانے کا خطرہ مول نہیں لینا چاہتا تھا۔

"شکر؟" بوڑھا ہنس پڑا۔ "نہیں، یہ بے ضرر ہے۔ میں زہر کھاتا اور کھلانا پسند نہیں کرتا۔" پانی اور آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے گھونٹ لے کر پینے لگا۔ "میں پوچھوں گا کہ تم کس عظیم استاد کے عظیم شاگرد ہو؟"

"نہیں...!" ٹائیگر اچھل پڑا۔

"میں نے تمہارے استاد کی عظمت کا اندازہ تمہاری پھونک سے لگایا ہے جو تمہیں ڈس چکا تھا لیکن پھر بھی وہ مر گیا اور تم زندہ ہو۔ ہاں... میرا نام انتینو گوناٹر ہے۔"

اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ اس غار میں پہنچ گئے تھے جس کا ذکر ریوز نے کیا تھا۔ بوڑھے کے مشفق رویے کے باوجود ٹائیگر نے اپنی شناخت خفیہ رکھنے کا فیصلہ کیا۔ "میرا نام مارکو ہے۔ آپ نے ہمیں کس طرح بچایا؟"

"میری بکریوں نے تمہیں صحرا میں بے ہوش پایا تھا میرے بچے!" گوناٹر نے جواب دیا۔ "میں اُن کے شور مچانے پر جب وہاں پہنچا تو تم دونوں ایک دوسرے سے دور پڑے ہوئے تھے۔ ویسے تم دونوں نے پانی لیے بغیر صحرا میں نکل کر بڑی حماقت کی تھی۔"

"ہم راستہ بھول گئے تھے محترم گوناٹر۔" ٹائیگر نے جواب دیا۔ "سان انتینو سے نکلے تو واپسی کا راستہ کھو بیٹھے۔"

"تم سان انتینو سے تو تعلق نہیں رکھتے؟" گوناٹر کی آنکھوں میں شکوک ابھر آئے۔

"ہمارا تعلق لاس ویگاس سے ہے۔ میں لڑکے کو سان لوکاس دکھانے کے لیے یہاں لایا تھا۔" ٹائیگر نے فوراً وضاحت کی اور

جاسوسی ڈائجسٹ کا
مقبول ترین پُراسرار سلسلہ

پجاری

نامور کہانیوں کے خالق
انوار صدیقی کا ایک اور
پُراسرار ایڈونچر ناول
نیکی و بدی کا خوفناک تصادم

خوبصورت سرورق، دیدہ زیب
کتابت و طباعت
قیمت ۱۵۰/۰۰

مکتبۃ القریش
اردو بازار لاہور

مزید وضاحت پیش کرنے سے بچ گیا کیونکہ اسی وقت ریوز نے کراہنا شروع کر دیا تھا۔ گوناٹر تیزی سے ریوز پر جھک گیا پھر اس نے ایک کپڑا قریب ہی رکھے ہوئے محلول کے برتن میں بھگو کر اس کے سر پر رکھ دیا۔

"کوئی بات نہیں بچے، تم خیریت سے ہو۔ تمہارے والد بھی یہاں موجود ہیں۔" گوناٹر کا لہجہ بہت نرم تھا۔

ٹائیگر بستر سے اتر کر ریوز کی طرف بڑھا تو اسے کمزوری کا احساس ہوا۔ جوزریوز ایک چٹے بستر پر لیٹا ہوا تھا۔ اس کے تن پر بھی کپڑے نہیں تھے اور بوڑھا اس پر جس محلول کا استعمال کر رہا تھا، وہ اس کے بدن پر چمک رہا تھا۔

"تم بیدار ہو چکے ہو میرے بچے۔" بوڑھے نے آہستہ سے کہا۔ "آنکھیں کھولو۔ تمہارا باپ بھی تمہارے سامنے ہے۔"

جوزریوز کی آنکھوں کے پپوٹے متحرک ہو گئے۔ اس نے آنکھیں ایک دم کھول دیں۔ اس کے چہرے پر باپ کا ذکر سن کر واضح طور سے حیرت کے تاثرات تھے۔ اس نے ٹائیگر کی طرف دیکھا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"پاپا..." اس کی آواز غار میں بہت ہی نحیف لگ رہی تھی۔

"پاپا..." ریوز نے اپنے خشک ہونٹ زبان پھیر کر تر کرتے ہوئے عجیب سے لہجے میں کہا۔ ایسا لگا جیسے وہ اس لفظ کی شیرینی سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ "کیا ہوا... ہم کہاں ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"یہ انتینو کا کاروان ہے میرے بچے۔" انتینو نے مسکرا کر جواب دیا۔ "پورے پاجا میں بکریوں کا اس سے بڑا ہمدرد کوئی اور نہیں اور انتینو میں ہی ہوں۔ تم کچھ دیر قبل تک بیمار تھے لیکن اب تمہاری طبیعت ٹھیک ہے۔"

"یہاں کس قسم کی کوچیلی ہوئی ہے؟" جوزریوز نے بچوں کے مخصوص انداز میں پوچھا۔

"ایک دوا کی بو ہے۔" انتینو بولا۔ "یہ دوا میں نے جڑی بوٹیوں سے بنانی سیکھی تھی۔ میں اگرچہ بھوت پریت پر یقین نہیں رکھتا لیکن مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی عار نہیں، اس جادوگرنی نے مجھے جو دوا بنانی سکھائی ہے وہ کارگر ہے۔ میں نے تم پر وہی دوا استعمال کی ہے بچے۔"

انتینو، ریوز سے اسی قسم کی ہلکی پھلکی باتیں کرنے لگا اور اس دوران میں ٹائیگر اپنے کپڑے پہنتا رہا۔ اس کے بعد اس نے خود ہی مشکیزے سے پانی لے کر پیا پھر بوڑھے کے قریب بیٹھ کر پوچھنے لگا کہ اس نے انہیں کس طرح غار تک پہنچایا۔ اس وقت سورج غروب ہونے لگا تھا۔ کچھ دیر بعد جب ہر طرف اندھیرا ہو گیا تو انتینو نے بکری کے گوشت کے نیم برشت پارچے اُن کے سامنے رکھ دیے۔ ان پارچوں کو دیکھ کر ہی ٹائیگر نے اندازہ لگا لیا کہ یہ اوشان کے خاص فارمولے کے مطابق ہی تیار کیے گئے ہیں۔ اسے یقین ہو گیا کہ بوڑھا انتینو بھی سانچو کے عظیم زین ماسٹر کی طرح زندگی گزارنے کے لیے چند نگے بندھے اصولوں پر عمل کرتا ہے۔

◻◻

اگلی صبح ٹائیگر لکڑیوں کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ اسے درحقیقت ایک ایسے ہتھیار کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی جس کو وہ فاصلے والے ٹارگٹ پر بھی استعمال کر سکے۔ ایک گھنٹے کی تلاش کامیاب ہوئی۔ اسے ایک صاف اور ہلکی لکڑی مل گئی، جو ایک انچ موٹی تھی۔ اس نے اپنی انگلیوں کی مدد سے اسے توڑا اور پھر جب غار میں واپس آیا تو اسے اندر الاؤ کے گرد انتینو اور جوزریوز بیٹھے ہوئے ملے۔ وہ خوشبودار چائے بنا رہے تھے۔

ناشتے کے بعد ٹائیگر نے اپنے ہتھیار کی تیاری شروع کر دی۔ اس نے چاقو کی مدد سے ہلکی لکڑی کو چاروں طرف سے مزید ہموار کیا۔ ساتھ ساتھ وہ لکڑی کا بغور معائنہ بھی کرتا رہا۔ اس کے ہونٹ بھینچے رہے۔ جب وہ لکڑی سے مطمئن ہو گیا تو اس نے اسے پانی میں ڈال دیا۔ لکڑی نے خوب اچھی طرح پانی جذب کر لیا تو ٹائیگر نے اسے خشک ہونے کے لیے باہر رکھ دیا۔

"پاپا..." ریوز نے مسکراتے ہوئے نئی نہیں بلکہ بڑے تحمل سے اسے پکارا۔ "کیا بنا رہے ہیں؟"

"کمان۔" ٹائیگر نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اور جب ہم یہاں سے چلیں گے تو ہمیں کسی نہ کسی ہتھیار کی ضرورت بھی پڑے گی۔ کسی ایسے ہتھیار کی جو دور تک مار کر سکے۔"

"کیا میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں؟"

"ضرور... اگر مجھے ایسے پتھر مل جائیں جن کو مرضی کے مطابق تراشا جا سکے تو بہت اچھا ہوگا۔"

"یہ تو کوئی مسئلہ ہی نہیں۔ ایسے کتنے پتھر درکار ہوں گے؟" ریوز نے پُرجوش لہجے میں پوچھا۔

"جتنے زیادہ مل جائیں اتنا ہی بہتر ہوگا۔" ٹائیگر واضح طور پر ریوز کی محبت سے متاثر تھا۔

"بس ابھی آیا... پلک جھپکتے ہی..." ریوز یہ کہہ کر کسی چھلاوے کی طرح غائب ہو گیا۔ وہ بہت تیزی سے پہاڑ وں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ خوشی سے تمتا رہا تھا اور ہونٹ اس طرح ہل رہے تھے جیسے وہ بار بار بابا... بابا کہہ رہا ہو۔

ٹائیگر کو ریوز کی اتنی جلد واپسی کی توقع نہیں تھی۔ اس نے جب لڑکے کو جھولی میں پتھر بھر کر لاتے ہوئے دیکھا تو اس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ اس قسم کی پھرتی صرف وہی دکھا سکتا ہے جس کی جذباتی وابستگی بھی کام میں شامل ہو جائے۔

دو گھنٹے بعد ٹائیگر درختوں کی ٹہنیاں کاٹ کاٹ کر تیر بنا رہا تھا جبکہ ریوز ایک اور مشن پر صحرا میں نکلا ہوا تھا۔ انیتنو بھی اس وقت غار میں نہ تھا۔ ٹائیگر اس وقت تک کام کرتا رہا جب تک وہ دونوں واپس نہیں آ گئے۔

☐☐

اگلے روز ٹائیگر تیر بناتا رہا۔ تیر سازی کے لیے وہ اوشان کی بتائی ہوئی ترکیب استعمال کر رہا تھا۔ غار کے ایک حصے میں ایسی لکڑیوں کا ڈھیر لگا ہوا تھا جن کو وہ تیر بنانے کے لیے استعمال کر سکتا تھا۔

سہ پہر کے وقت اچانک ہی انیتنو غار میں داخل ہوا تو بکریاں اس کے ساتھ نہیں تھیں۔

"جلدی کرو... اندر چلے جاؤ... جلدی... عقبی حصے سے باہر مت نکلنا۔ عقبی حصے میں ایک شگاف موجود ہے، اس کے ذریعے دوسرے غار میں چلے جاؤ اور اس وقت تک وہیں رہو جب تک رات کو میں واپس نہ آ جاؤں۔ جلدی کرو... ڈاکو آ رہے ہیں۔"

ٹائیگر ڈاکوؤں کا یہیں مقابلہ کرنا چاہتا تھا مگر ریوز اور خود بوڑھے انیتنو کی وجہ سے وہ پہلو تہی کر گیا۔ اس نے تمام لکڑیاں بازوؤں میں بھر لیں۔ پتھر ریوز کی جھولی میں ڈالے اور پھر انیتنو کے بتائے ہوئے غار کی طرف چل دیا۔ تاہم اس نے تیر جان بوجھ کر وہیں چھوڑ دیے تھے۔ اسے بہرحال یہ یقین تھا کہ میکسیکو کے ڈاکو سانچو کے فن کے مہلک ہونے کا اندازہ نہیں لگا سکیں گے۔

غار کی ایک دیوار میں ٹائیگر کو چھوٹا سا شگاف نظر آیا۔ ریوز کہنیوں اور گھٹنوں کے بل اس شگاف سے باآسانی گزر گیا... لیکن اسے یقین تھا کہ ٹائیگر اس شگاف سے نہیں گزر سکے گا۔ تاہم اس نے جیسے ٹائیگر کو کسی ربڑ کی طرح سکڑتا اور سمٹتا ہوا دیکھا تو اس کی حالت غیر ہو گئی۔ ٹائیگر کسی گیند کی طرح نرم تھا اور ریوز کے برعکس مزید آسانی سے شگاف سے گزر گیا۔ ریوز کو صرف ایسا لگا جیسے ٹائیگر کے جسم میں ہڈیاں نہیں۔

ایک پراسرار مورتی کے حصول کے لئے ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

خبیث

انوار صدیقی کے پراسرار قلم سے

5 حصوں میں مکمل سیٹ =/200 روپے

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون 7668958

وہ جس غار میں پہنچے وہ نہ صرف قدرے روشن بلکہ بڑا بھی تھا۔ اس کی چھت بھی اونچی تھی۔

دونوں باقی وقت وہیں رہے۔ تیر بناتے رہے۔ انہیں کئی بار ڈاکوؤں کے شور شرابے کی آوازیں سنائی دیں لیکن کسی نے ان کے غار کا رخ نہیں کیا۔ اس کے بعد جب مسلسل خاموشی چھائی رہی تو وہ سمجھ گئے کہ ڈاکو مایوس ہو کر واپس جا چکے ہیں۔ شاید انیتنو نے انہیں کوئی جھوٹی سچی کہانی سنا کر مطمئن کر دیا تھا۔

بوڑھا انیتنو بکریوں سمیت واپس چلا گیا اور پھر غروب آفتاب سے ایک گھنٹہ قبل واپس آیا۔ وہ انہیں صحرا اور پہاڑوں میں ڈاکوؤں کی سرگرمیوں کے بارے میں بتاتا رہا۔ اس نے انہیں بتایا کہ ڈاکو ٹائیگر کی تلاش میں کتنے پریشان ہیں۔ انیتنو نے بہرحال یہ تاثر نہیں دیا کہ اسے یہ علم ہے کہ ڈاکو اس کے مہمان کی تلاش میں ہی آئے تھے۔ اس نے ڈاکوؤں کو یقین دلا دیا تھا کہ کوئی اجنبی یہاں آس پاس نظر نہیں آیا۔ ٹائیگر کو احساس تھا کہ انیتنو ڈاکوؤں کی وجہ سے خوفزدہ ہے۔

تیر سازی انتہائی مشکل فن ہے اگرچہ ٹائیگر کے نرم ہاتھ اس کٹھن کام سے متاثر نہیں ہوئے لیکن ریوز کے ہاتھ بہرحال جلد ہی دکھ گئے تھے۔ اگلے روز انیتنو بکریاں چرا کر واپس آیا تو جس قدر تیر بن سکے تھے۔ انیتنو نے بکریاں باڑے میں لے جانے کے لیے ریوز کے حوالے کیں اور خود ٹائیگر کے پاس چلا آیا۔

"تمہیں اپنے بیٹے پر فخر ہونا چاہیے۔" انیتنو نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں ریوز پر ہی جمی ہوئی تھیں جو بکریوں کو ہنکا کر باڑے میں لے جا رہا تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ باڑے کا دروازہ بند کر کے دوڑتا ہوا ان دونوں کی طرف آنے لگا۔

بیٹے کا لفظ ٹائیگر کے لیے بڑا اجنبی مگر سنسنی خیز تھا۔ اسے

اس لفظ اور رشتے کی شیرینی کا احساس تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اوشان کو یہ رشتہ کتنا اچھا اور پیارا لگتا ہے۔ وہ انیتنو کو صرف یہی جواب دے سکا کہ ریوز بہت ہی اچھا لڑکا ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس کی صلاحیتیں نکھر کر سامنے آئیں گی۔

"لیکن یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ریوز تمہارا حقیقی بیٹا نہیں مینور۔" اچانک انیتنو کی آنکھیں ٹائیگر کے دل میں اتر رہی تھیں۔

"آپ کیا کہنا چاہتے ہیں بزرگ؟" ٹائیگر نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہی کہ ریوز کا تعلق ژرنفو سے ہے۔ وہ جس شخص کا بیٹا ہے اسے میں برسوں سے جانتا ہوں اور تم وہی شخص ہو جس کی تلاش میں ڈاکو یہاں آئے تھے۔"

"تب پھر آپ نے یقیناً مخبری کے عوض خاصی معقول رقم لی ہو گی محترم انیتنو...!" ٹائیگر نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔ اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اس نے اس شخص کو سمجھنے میں غلطی کی۔ وہ خود اپنے آپ سے خفا ہو رہا تھا۔

"میں ان سے نفرت کرتا ہوں۔" انیتنو کے چہرے کی جھریاں اچانک ہی اور زیادہ نمایاں ہو گئیں۔ اس کی آنکھوں میں نمی کی چادر سی تر آئی۔ گال کانپنے لگے۔ "جب میں لڑکا تھا تو انہوں نے میرے خاندان کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا۔ مجھے کسی کام کے قابل نہیں چھوڑا تھا لہٰذا میں چرواہا بن گیا۔ نہیں نوجوان! میں نے ان سے کوئی سودا نہیں کیا۔ تم یہاں بالکل محفوظ ہو۔ مجھے اس عظیم لڑکے سے بھی بہت محبت ہے۔ میں اس کی خاطر بھی تمہیں ہر قسم کا تحفظ فراہم کروں گا۔"

"شکریہ محترم بزرگ!" ٹائیگر کو اب بھی اپنے اوپر غصہ آ رہا تھا کہ نہ جانے وہ لوگوں کا کردار پڑھنے کی صلاحیت کا درست استعمال کیوں نہیں کر سکا تھا۔ "شکریہ..." وہ شکریہ ادا کرتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ یہ شخص ڈاکوؤں سے کتنی زیادہ نفرت کرتا ہو گا۔ "میں جانتا ہوں کہ صحرا اور پہاڑوں کے چرواہے کتنے عظیم ہوتے ہیں۔"

"ایک بات بتاؤ، تمہارا استاد کون ہے؟" انیتنو اچانک ہی سوال کر بیٹھا۔

"عظیم اوشان!" ٹائیگر نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "سانچو کا آقا... شمشیر سانچو کا مالک... تمام صلاحیتوں کا وارث، دنیا کا طاقتور انسان، عظیم اوشان میرا استاد ہے۔"

"اوشان!" انیتنو کچھ نہ سمجھنے کے باوجود بڑبڑانے لگا اور اوشان کا نام لیتے ہوئے اس نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا۔

"تم نے جو تیر بنائے ہیں ان کا استعمال کہاں کرو گے؟" کچھ دیر بعد انیتنو نے پوچھا۔

"ژرنفو کی کان میں پانچ مزید قیدی موجود ہیں بزرگ انیتنو! میں انہیں رہا کرانا چاہتا ہوں۔"

"یہ پاگل پن ہو گا۔" انیتنو کا چہرہ خوف سے ستا گیا۔ "ڈاکو بہت بے رحم اور بہت اچھی طرح مسلح ہیں۔"

"تب پھر میں کل صبح ہی ان پر حملہ کر دوں گا۔" ٹائیگر نے بڑے عزم کے ساتھ کہا۔ "میں کم از کم اس علاقے سے ان کی توجہ ہٹانا چاہتا ہوں تاکہ وہ تمہیں پریشان نہ کر سکیں۔"

"میں جانتا ہوں کہ تم اپنے فیصلے خود کرنے کے عادی ہو، میرے بچے... لہٰذا میں تمہیں صرف دعا ہی دے سکتا ہوں، خدا تمہیں سرخرو کرے۔"

☐☐

غیر مرئی ہاتھوں نے مشرقی افق پر کالے بادلوں کی چھائی کر دی تھی تاہم طلوع آفتاب میں اب بھی دو گھنٹے باقی تھے اور سوائے جھینگروں کی جھائیں جھائیں کے کوئی اور آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔

صحرا کے اکا دکا درختوں یا صحرائی جھاڑیوں پر بہت زیادہ اوس گری ہوئی تھی اور ہر طرف عجیب سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔

اس پرسکون ماحول میں ٹائیگر اپنا راستہ منتخب کر رہا تھا۔ وہ کیمپ کے قریب تھا جہاں اب باہر بھی پہرہ نظر آ رہا تھا۔ غالباً ٹائیگر کے فرار کے بعد محافظوں کو زیادہ چوکس کر دیا گیا تھا۔ ان محافظوں کو جل دے کر آگے جانا کسی عام آدمی کے لیے یقیناً ناممکن ثابت ہوتا۔

ایسا ہی ایک محافظ بالکل سامنے ایک ٹیلے پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ وہ اونگھ رہا تھا۔

پھر ٹائیگر اچانک ہی اس کے بہت قریب نمودار ہوا۔ اس نے تیزی سے ٹیلے تک کا سفر کیا اور محافظ کے سامنے سے گزر گیا۔ محافظ کو صرف ایسا لگا جیسے کوئی سایہ لہرایا ہو۔ اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا لیکن جب کوئی نظر نہیں آیا تو پھر اونگھنے لگا۔

ٹائیگر نے اسی طرح مزید دو محافظوں کو دھوکا دیا اور پھر اس محافظ تک پہنچ [illegible] جس کو دروازہ پر مقرر کیا گیا تھا۔ اسے جو کسی محافظ کو تبدیل [illegible] میں جھوٹا کرنا سب سے ٹھیک سمجھا۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یونہی اسی لمحے اس کے پیروں سے خشک پتے کچل گئے، جن کی آواز سن کر محافظ اچھل پڑا لہٰذا ٹائیگر کا دایاں ہاتھ اٹھا اور محافظ کی گردن پر لگا۔ محافظ نے یقیناً چیخنے کی کوشش کی ہوگی لیکن اس کی چیخ کہیں بھی نہیں سنی گئی۔ وہ ٹوٹی ہوئی گردن کے راستے حلق اور پھر نوک زبان تک نہیں پہنچ سکی تھی اور گردن اس طرح ٹوٹی تھی جیسے کسی نے خشک لکڑی کے دو حصے کر دیے ہوں۔ ٹائیگر نے لاش سے اس کا ہتھیار پرانا ۴۹ اپریل لے کر جیب میں ڈال لیا۔

اُسے احساس تھا یہ پستول کتنا پرانا ہے لیکن پھر بھی وہ اُسے ساتھ رکھنا چاہتا تھا۔ اب اس کے قدم بستی کی طرف اٹھ رہے تھے۔

اس کے راستے میں ایک پرانی سنگی دیوار حائل ہو گئی، جس پر خاردار تار لگے ہوئے تھے۔ ٹائیگر کے لیے بہرحال یہ کوئی مسئلہ نہ تھا۔ وہ ایک ہی زقند بھر کر دیوار کے اوپر اس طرح پہنچ گیا کہ اس کے دونوں پیر کھانٹوں پر تھے اور کانٹے ٹوٹ گئے تھے۔ اس نے خود کو امریکی فوجیوں کے قبرستان میں پایا۔ وہ نیچے کود کر قبروں کے درمیان چلنے لگا۔ پھر دور پہنچ کر وہ ایک جگہ رک گیا۔ یہاں سے اسے ڈاکوؤں کا کیمپ واضح طور پر دکھائی دے رہا تھا۔ اس کی آنکھوں نے ہر چیز ذہن میں منتقل کر دی اور دماغ نے ہر چیز محفوظ کر لی۔ اب وہ تیر کمان نکال کر کارروائی کے لیے تیار تھا۔ اُسے مزید خاموشی اختیار رکھنے کی ضرورت نہیں تھی پھر کچھ ہی دیر بعد ایک چوکس محافظ کیمپ سے نکلتا ہوا نظر آیا۔ ٹائیگر نے محافظ کی رفتار کا اندازہ لگا کر تیر کمان میں چڑھایا۔ کمان کھینچی اور تیر چھوڑ دیا۔ تیر کسی بے صدا چیز کی طرح پرواز کرتا ہوا ہدف تک پہنچا۔ محافظ کی گردن میں پیوست ہوا اور دوسری طرف تک نکل گیا۔ یہ کاری اور موثر وار تھا۔ محافظ نے آواز تک نہیں نکالی اور خاموشی سے موت قبول کر لی۔ تاہم اس کے تڑپتے ہوئے جسم نے گرنے کے بعد دھول ضرور اڑائی اور اس کے پھڑپھڑانے کی ہلکی سی آواز بھی پیدا ہوئی۔

پھر کیمپ کی طرف سے کسی نے محافظ کو آواز دی۔ مقتول جواب دینے کے قابل نہیں رہا تھا لہٰذا جب آواز دینے والے کو جواب نہ ملا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا باہر آیا اور لاش کی طرف بڑھنے لگا۔

دوسرا تیر کمان سے نکلا۔ اس تیر پر دوسرے محافظ کی نظر پڑ گئی۔ وہ حیرت سے اسے دیکھتا رہا۔ وہ اتنا حیرت زدہ تھا

عقاب

اسلم راہی ایم اے قیمت/150

کہ اُسے نشانے سے ہٹنے، بھاگنے، گرنے یا بچ نکلنے کا بھی خیال نہیں آیا اور اگر ایسا کوئی خیال آیا تو اس وقت تک تیر کمان سے نکل کر اس کے حلقوم میں پیوست ہو چکا تھا۔ اس کے ہاتھ سے پہلے رائفل گری پھر وہ خود گرا۔ زمین پر گرتے ہی اس نے چیخنا چاہا لیکن چیخ کی بجائے اس کے منہ سے خون نکلنے لگا۔ خون کے لوتھڑے صحرا کی پیاسی ریت پر گرنے لگے اور خشک ریت خون چوسنے لگی۔

ٹائیگر تیزی سے کیمپ کی طرف بڑھ گیا۔ اب یہاں باہر کسی محافظ کا وجود نہیں تھا لیکن اچانک ہی ٹائیگر کو خطرے کی بو محسوس ہونے لگی۔ اس کی آنکھوں نے کوئی سراغ نہ دیا لیکن اسے ایسا لگا جیسے چند گز دور دیوار کی آڑ میں کوئی شخص دونوں ہاتھ اٹھائے اس پر حملے کے لیے تیار ہو۔

وہ تیار ہو گیا۔ ہر قسم کے حملے کے لیے اس کے اعصاب اور عضلات تیار ہو گئے۔ اس نے ایک طرف ہو کر دیوار کی پچھلی طرف دیکھا اور پھر اس کا خون کھولنے لگا۔

ایک لڑکے کو زندہ مصلوب کر دیا گیا تھا۔

اس کو دیوار کے ساتھ کھڑا کر کے پیروں اور ہاتھوں میں میخیں ٹھونک دی گئی تھیں۔ اس کی دونوں ٹانگیں زمین تک لٹک رہی تھیں، جو رات کے آوارہ کتوں سے نہ بچ سکی تھیں۔

ٹائیگر ہونٹ چبانے لگا۔

مصلوب لڑکا چیکو تھا۔ وہی چیکو جس نے ٹائیگر کے فرار میں اس کی مدد کی تھی۔ شاید ایڈم کو علم ہو گیا تھا کہ فرار میں چیکو کا کردار کیا رہا اور اس نے ایبرن کے انداز میں غدار کو سزا دی تھی۔

ٹائیگر اب کسی قسم کی نرمی برتنے کا ہر ارادہ ترک کر چکا تھا۔

پیڈرو کو رات کے اندھیرے میں دیکھنے کی بڑی صلاحیت پر بڑا گھمنڈ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اُسے کیمپ کے اندرونی محافظوں کا انچارج مقرر کیا جاتا تھا۔ وہ ساری رات جاگتا رہتا۔ کیمپ کے روشن حصوں میں محو خواب محافظوں کو جگاتا رہتا یا پھر کیمپ

سے باہر گھپ اندھیرے میں آ کر کھڑا ہو جاتا۔ روشنی سے اندھیرے میں آنے کے باوجود اس کی بصارت پر کوئی اثر نہ پڑتا۔ اسے اس کی صلاحیت نے کبھی مایوس نہیں کیا تھا۔ ڈیوٹی تبدیل ہونے میں ابھی ایک گھنٹہ باقی تھا لہٰذا پیڈرو محض اس ارادے سے تاریکی میں نکل آیا کہ ان محافظوں کو رنگے ہاتھوں پکڑ لے جو اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر سو جاتے ہیں۔

اس کی آنکھیں ایک جگہ سے دوسری جگہ کا سفر کرتی رہیں۔ زیادہ تر تو سنتری کھڑے ہوئے تھے یا ٹہل رہے تھے لیکن صرف ایک سنتری پارٹیلا بیٹھا ہوا اونگھ رہا تھا۔ پیڈرو نے اسے ڈیوٹی کے بعد سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ رات کی تاریکی میں دور تک دیکھنے کی ماہر آنکھیں سفر کرتی رہیں۔

"یہ کیا ہے؟" پیڈرو زیرلب بولا۔ کوئی چیز حرکت کر رہی ہے۔ اس نے آنکھیں جھپکائیں اور زیادہ غور سے دیکھنے لگا۔ وہی چیز دوبارہ حرکت کرتی ہوئی نظر آئی۔ ممکن ہے کوئی پرندہ ہو لیکن اگر یہ پرندہ ہے تو پھر چیخ کیوں نہیں رہا؟ اس کے پر کیوں نظر نہیں آ رہے؟

پھر جب کوئی آواز بھی سنائی نہیں دی اور نہ ہی کسی طرف سے خطرے کا اشارہ موصول ہوا تو پیڈرو قدرے پریشان ہو گیا۔ وہ لوگوں کو خبردار کرنے کے لیے محافظوں کے ٹھکانے کی طرف پلٹا۔

وہ پلٹا اور اس نے دوڑنے کی کوشش کی... لیکن پھر اُسے ایسا لگا جیسے آہنی شکنجے نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا ہو۔

یہ آہنی ہاتھ تھے، جو پیڈرو کے سینے پر اس طرح جم گئے تھے جیسے کسی عفریت نے سینے کو جکڑ رکھا ہو۔ پھر پیڈرو کو ایسا لگا جیسے کسی نے گرم گرم آہنی سلاخیں سینے میں پیوست کر دی ہوں مگر اسے پتا نہیں تھا کہ یہ سلاخیں نہیں، نہ ہی انہیں گرم کیا گیا ہے۔ یہ گوشت کی انگلیاں ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ انگلیاں سنا تو کے ماسٹر اوشان کے روحانی بیٹے کی ہیں۔

ایبرن اور اس کے ساتھی ٹائیگر کے نزدیک پہلے تمام سے مجرم تھے لیکن چیکو کو قتل کر کے انہوں نے ٹائیگر کی ذاتی دشمنی بھی مول لے لی تھی اور ٹائیگر اس نقصان کے عوض انہیں بھرپور نقصان پہنچانے کا ارادہ کر چکا تھا۔

☆

ٹائیگر، پیڈرو سے نمٹنے سے دو منٹ بعد ہی خوابگاہ بیگم صولت اور مارٹا کے قریب کھڑا ہوا تھا۔ مارٹا کے چہرے اور بدن کے کھردرے وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی بہت... تھے اور... کو

اب قدرے بہتر حالت میں دیکھ کر ٹائیگر کو خوشی ہوئی تھی۔ وہ کچھ دیر تک بیگم صولت کو دیکھتا رہا، جو سوتی حالت میں بھی بہت پُر وقار لگ رہی تھیں۔

پھر وہ ان دونوں کو خاموشی سے بیدار کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ پہلے مارٹا ہی بیدار ہوئی۔ ٹائیگر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"تم... " بیٹے میں حیرت بھی تھی اور خوشی بھی۔

"ہاں، میں ہی ہوں تم؟"

"میں... میں ٹھیک ہوں۔" یہ سوچ کر کہ ٹائیگر کو سب کچھ معلوم ہے، اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

"سفر کر سکتی ہو؟"

"ہاں۔" وہ سر ہلا کر بولی۔ اسی دوران بیگم صولت کی آنکھ بھی کھل گئی اور وہ ٹائیگر کو دیکھ کر اچھل کر بیٹھ گئیں۔

"تم... تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ کم سے کم جانتے نہیں کہ وہ تمہارے خون کے پیاسے ہو رہے ہیں۔ میرا خیال تھا کہ تم اب تک لاپتا ہو چکے ہو گے۔"

"ہاں... لیکن میں نے یہ دیکھ کر اپنا ارادہ بدل دیا کہ پورے صحرا میں ایڈم کے آدمی پھیلے ہوئے ہیں لہٰذا میں نے کسی سے مدد طلب کرنے کی بجائے خود ہی تم دونوں کو ان کے چنگل سے نکالنے کا فیصلہ کیا اور راستے ہی سے واپس آ گیا۔ میں راستے میں جن لوگوں سے نمٹتا چلا آیا ہوں، اُن کے جوتے بھی ساتھ لایا ہوں تاکہ یہ تم دونوں کے کام آئیں گے، مگر صحرا میں چلتے ہوئے ضرور درد دیں گے۔"

"میرے خدا! تم ہر وقت مذاق کرتے رہتے ہو۔" مارٹا نے زیرلب مسکرا کر کہا۔

"اور مجھے خوشی ہے کہ تم تیزی سے صحت یاب ہو رہی ہو۔" ٹائیگر نے بھی ہنس کر کہا۔

"دوسرے لوگوں کا کیا ہو گا؟" بیگم صولت نے پوچھا۔

"فی الوقت انہیں نکال کر لے جانے کا موقع نہیں، چلو اٹھو۔" یہ کہہ کر اس نے محافظوں کے جوتے انہیں پہنائے اور دبے قدموں باہر لے آیا۔ غار کے دہانے پر دو محافظ موجود تھے مگر دونوں کی گردنیں ٹوٹی ہوئی تھیں اور ان کے جوتے غائب تھے۔

بیس منٹ بعد وہ ٹرانسو کے عقب والی کھائی پر پہنچ چکے تھے اور ٹائیگر انہیں شمال کی طرف لے جا رہا تھا۔ پہلے تو ٹائیگر نے قدموں کے نشانات کی پرواہ کی لیکن پھر اس نے دونوں عورتوں

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو مشورہ دیا کہ وہ اپنے نشانات مٹاتی چلیں اور اس کے لیے اس نے انھیں ایک خاص انداز سے چلنے کا طریقہ بتایا۔ کچھ دیر بعد وہ مخالف سمت میں جا رہا تھا۔ دونوں عورتیں اس کے ساتھ تھیں۔ ٹائیگر انھیں انتینو کے ٹھکانے کی طرف لے جا رہا تھا۔

طلوع آفتاب کے وقت بھی وہ انتینو کے ٹھکانے سے کئی میل دور تھے کہ انھیں اچانک ڈاکوؤں کی ایک ٹولی نظر آئی، جو یقیناً انھی کی تلاش میں تھی۔ ٹائیگر نے دونوں عورتوں کو ایک ٹیلے کی اوٹ میں چھپا دیا اور خود مستعد ہو کر بیٹھ گیا لیکن ڈاکوؤں کی ٹولی بہت تیزی سے سیدھی نکلتی چلی گئی۔ کچھ دیر بعد اُن تینوں کا سفر پھر شروع ہو گیا۔

***

"یہ لوگ کون ہیں؟" ٹائیگر کے اعصاب کسی بھی جھڑپ کے لیے تیار ہو گئے۔ انتینو کے غار کے دہانے پر اُسے کئی مسلح افراد بیٹھے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ وہ آرام سے ٹیک لگائے ہوئے قہوہ یا چائے پی رہے تھے۔

"انھیں میں لایا ہوں۔" ریو نے بڑے فخر سے سر اٹھا کر کہا۔ "ڈاکوؤں سے لڑنے کی تمھاری خواہش نے مجھے ان لوگوں سے مدد حاصل کرنے پر مجبور کر دیا۔"

"مگر ان کا تعلق کہاں سے ہے؟"

"ترلفو سے۔" ریو نے جواب دیا۔ "میں جانتا ہوں کہ تمھیں یہ بات پسند نہیں آئی لیکن مجھے بھی تو کچھ کرنا ہی تھا لہٰذا میں تمھارے جانے کے بعد قصبے چلا گیا۔ میں نے ان لوگوں سے بات کی، جو ڈاکوؤں سے نفرت کرتے ہیں۔ یہ لوگ ڈاکوؤں کے خلاف کچھ کرنا چاہتے تھے مگر ان کا لیڈر کوئی نہیں تھا۔ بس تم دیکھتے رہو، لڑائی شروع ہونے کے بعد اور بھی بہت سے لوگ آ جائیں گے۔"

ٹائیگر نے ایک طویل سانس لے کر "اپنی فوج" کو دیکھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر یہ لوگ اپنے طور پر ہی کوئی قدم اٹھا لیتے تو ترلفو پر ڈاکوؤں کا قبضہ نہیں ہوتا۔

آنے والوں کے پاس مختلف ہتھیار تھے۔ ان میں ہرن کا شکار کرنے والی رائفلیں، عام رائفلیں اور کلہاڑیاں بھی شامل تھیں۔ تقریباً تمام افراد کے پاس لمبے پھل والے خنجر تھے۔ بعض کے پہلوؤں میں پستول بھی لٹک رہے تھے۔

وہ سوچنے لگا کہ یہاں سانچو کے فن کا امتحان ضروری نہیں۔ ان لوگوں کو اس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے کہ ڈاکو کھلے میدان میں آ جائیں اور پھر ان کا صفایا کر دیا جائے۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟" اس نے خاموش بیٹھے ہوئے مسلح افراد سے پوچھا۔

"ہم قصبے کو ڈاکوؤں سے پاک کرنے کے لیے کیا کر سکتے ہیں جناب؟" مسلح افراد کے ترجمان نے الٹا سوال کر دیا۔

"ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم البیرن کے آدمیوں کو دفاع کرنے پر مجبور کر دیں۔" ٹائیگر انھیں اپنا منصوبہ بتانے لگا۔ "کیا گولہ بارود مل سکے گا؟"

"جتنا چاہو مل جائے گا۔" ترجمان نما شخص نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر جواب دیا۔

"ان پرانی بندوقوں کے لیے بارود کہاں سے ملے گا؟" ٹائیگر نے اُن کے کندھوں پر جھولتی ہوئی بندوقوں کی طرف اشارہ کر کے دریافت کیا۔

"دو گھنٹے کی مسافت کے بعد ہم ان بندوقوں کے لیے کئی کلو گولیاں اور بارود حاصل کر سکیں گے جناب!"

"گڈ!" ٹائیگر مسکرانے لگا۔ "تمھارا کیا نام ہے؟"

"لوئیس!"

"ٹھیک ہے لوئیس! اب تم میرے نائب ہو۔ سب سے پہلے ہمیں ڈاکوؤں پر ایک اور حملہ کرنا ہے تاکہ وہ سنبھل کر بیٹھ سکیں۔ اس کے بعد ہم اس پر غور کریں گے کہ انھیں کس طرح سزا دی جا سکتی ہے۔ ہم رات کے کھانے کے بعد روانہ ہو جائیں گے لوئیس!"

"یس سر!" لوئیس کسی معاون کمانڈر کی طرح ہی چوکس نظر آ رہا تھا۔

***

ڈیرڈو تھک کر چور ہو چکا تھا۔ ۱۳۰ کلو وزنی اس شخص پر صحرا کی دھوپ پوری طرح اثر انداز تھی۔ وہ دوسرے ڈاکوؤں کے مقابلے میں زیادہ موٹا تھا لہٰذا اُسے فیٹی ہی کہا جاتا تھا۔

ڈیرڈو کو یقین تھا کہ اگر غیر ملکی اور دو عورتوں کی تلاش کے اس مشن پر فرشتے بھی آتے تو وہ بھی تھک کر چور ہو چکے ہوتے۔ بات صرف یہ نہ تھی کہ غیر ملکی دو عورتوں سمیت فرار ہو گیا۔ اصل بات یہ تھی کہ اس نے بیئرڈ سمیت کئی محافظوں کو ہلاک بھی کر ڈالا اور اسی سبب اس کی تلاش ضروری قرار دی گئی تھی تاکہ اُسے سزا دی جا سکے۔

ڈیرڈو یہی سوچ کر کانپتا رہتا تھا کہ اس نہتے شخص نے کتنی صفائی سے اس کے ساتھیوں کی گردنیں توڑیں اور کس مہارت سے بیئرڈ کو مصلوب کر ڈالا۔

ویسے اُسے اس وقت سب سے زیادہ فکر گرمی اور تپش کے باعث تھی۔ تاہم وہ دیکھ رہا تھا کہ سورج غروب ہونے والا ہے جس کے بعد سورج کی چمک ختم ہو جائے گی اور وہ سورج پوری طرح غروب ہونے تک اردگرد پر آسانی سے نظر رکھ سکے گا۔ اچانک ہی اُسے ایڈم پر ترس آ گیا۔ ایڈم نے جب محافظوں کی لاشیں دیکھی تھیں تو اس کے چہرے کی رنگت فق ہو گئی تھی حالانکہ ایڈم خود کو دنیا کا سب سے بہادر آدمی سمجھتا تھا۔

***

ہلکی سی چمک نے ٹائیگر کو اشارہ دیا کہ اس کی فوج پوزیشن لے چکی ہے۔ اس وقت اس کی نظریں ایک موٹے ڈاکو پر مرکوز تھیں جو بستی سے دور جا رہا تھا۔ اس شخص کو غالباً یہی فکر تھی کہ محافظ جاگ رہے ہیں یا نہیں؟ پھر اچانک ٹائیگر کھڑا ہو گیا۔ وہ اپنی پشت پر سورج کی موجودگی سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ اس نے کمان کھینچی اور پھر پوری کھینچ کر چھوڑ دی۔ تیر ایک سنتری کی طرف سفر کر رہا تھا جو درخت کے پیچھے سستا رہا تھا۔ سنتری نے ایک عجیب سی چیز اپنی طرف آتی ہوئی دیکھی تو وہ گھبرا گیا لیکن اس بات کا علم اُسے کبھی نہیں ہو سکا کہ اس کے پیٹ میں لگنے والی چیز تیر تھی۔ وہ زور سے چیخا اور پھر زمین پر گر گیا۔ وہ بری طرح تڑپ رہا تھا۔ خون اچھل اچھل کر ریت کو سرخ کرنے لگا۔ یہ چیخ ڈاکوؤں کے کیمپ میں افراتفری کا باعث بن گئی۔ کسی کو بھی یہ احساس نہیں ہو سکا کہ ان پر کس طرف سے حملہ ہوا ہے۔ اس افراتفری کے باوجود ڈاکوؤں نے ایک ہدایت پر سختی سے عمل کیا اور وہ یہ کہ غیر ضروری طور پر فائر نہ کیا جائے۔ مسئلہ صرف یہ تھا کہ یہ کون طے کرے گا کہ ضروری فائر کیا ہوتا ہے؟

ٹائیگر کے دوسرے تیر نے اس ڈاکو کو چھید ڈالا جو لپکتے ہوئے ساتھی کی مدد کے لیے آگے بڑھا تھا۔ دوسرا ڈاکو منہ کے بل بستی کے قریب ہی گرا۔ ڈاکوؤں کو اب بھی یہ اندازہ نہیں تھا کہ حملہ آور کہاں ہے لہٰذا ٹائیگر کو مزید ایک تیر چلانے کا وقت مل گیا۔

گریٹو بستی کے دامن میں دو آدمیوں کے ساتھ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی نظریں بے چینی سے اردگرد کا جائزہ لے رہی تھیں۔ تب ہی اُسے ایسا لگا جیسے اس کی آنکھوں نے سورج کے سامنے کسی سائے کو دیکھا ہے۔ اس کی رائفل سے ایک شعلہ نکلا۔ شعلہ ضائع ہو گیا۔ جبھی ایک تیر سنسناتا ہوا آیا اور اس کے ایک ساتھی کے گلے میں پیوست ہو گیا۔

"او مسمر!" گریٹو نے ٹائیگر کی پوزیشن کا اچھی طرح اندازہ لگا کر ہدایت کی اور پھر رائفلیں ٹائیگر کی پوزیشن پر فائر کرنے لگیں۔ گریٹو کی مدد کے لیے مزید ڈاکو آ گئے۔ ان میں سے بعض احمقانہ حد تک پُراعتماد تھے لہٰذا وہ کھلے میدان میں کھڑے ہو کر فائرنگ کرنے لگے۔ یہ ان کی مہلک غلطی تھی۔

ایک تیر آتا ہوا آیا اور گریٹو سے محض چند قدم دور ایک احمق اور غیر ضروری طور پر پُراعتماد ڈاکو کے سینے میں پیوست ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی گریٹو کے دائیں طرف کھڑے ہوئے ڈاکو کا سر پھٹ گیا اور بھیجہ باہر نکل پڑا۔ گریٹو صرف یہ دیکھ سکا تھا کہ جس سمت سے تیر آ رہے تھے اُسی سمت میں سے انڈے کے برابر ایک پتھر آیا اور اس کے ساتھی کا بھیجہ نکل گیا۔ پھر تو قیامت آ گئی۔ تیروں اور پتھروں نے جی داروں کو مردار اور مرداروں کو لاشوں میں تبدیل کر دیا۔ گریٹو خوف اور حیرت کے باعث مفلوج سا ہو گیا۔ وہ صرف یہ سوچ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟

***

بستی کے اوپر سے فائرنگ شروع ہوئی تو ٹائیگر اپنی پہلی پوزیشن سے ہٹ کر دوسری پوزیشن پر چلا آیا۔ دوسری پوزیشن ٹیلوں اور درختوں کے درمیان تھی۔ اس نے ایک تیر نکال کر کمان میں چڑھایا اور پھر بستی پر کھڑے ہوئے ایک بندوقچی کی طرف روانہ کر دیا۔ تیر کی نوک پہلے اس شخص کی کھوپڑی کو توڑ کر گھسی اور پھر آر پار ہو گئی۔ بندوقچی کوئی احتجاج کیے بغیر زمیں بوس ہو گیا۔

ڈاکو اب امریکی قبرستان کی طرف فائرنگ کر رہے تھے، جس کی دیوار کے پیچھے ٹائیگر کی فوج نے پوزیشن سنبھال رکھی تھی۔ ٹائیگر نے بڑی پھرتی سے مزید چار تیروں کو اپنے سفر پر روانہ کیا۔ اس کا مقصد فائرنگ کرنے والے ڈاکوؤں کی توجہ قبرستان کی دیوار سے ہٹانا تھا۔ وہ اس میں کامیاب رہا اور جونہی رائفلوں نے اس کی سمت میں آگ اگلنی شروع کی، وہ ایک طرف ہٹ گیا۔ ریوز کے آدمی بھی ذہین ثابت ہوئے۔ انھوں نے ڈاکوؤں پر عقب سے فوراً فائرنگ شروع کر دی۔

اے کے ۴۷، اسالٹ رائفلوں اور پرانی آئی ایم کاربائین کے شور و غل میں کسی نے اعشاریہ ۲۲ کی آوازیں نہیں سنیں... اور ڈاکوؤں کو اس وقت ہوش آیا جب ان کے کئی آدمی قبرستان کی طرف سے ہونے والی فائرنگ میں مارے گئے۔ اس صورت حال کا احساس ہوتے ہی ڈاکوؤں میں افراتفری پھیل گئی۔ وہ گھبرا کر اندھا دھند فائرنگ کرنے لگے۔ انھوں نے عمارتوں پر بھی گولیاں چلانی شروع

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیں۔

ٹائیگر عجیب سے انداز میں مسکرا کر ایک بار پھر اپنی جگہ سے ہٹا۔ اب وہ ٹیلے سے اُتر کر حملہ کرنے کے لیے نئی پوزیشن پر جا رہا تھا۔ یہاں کئی بہادر ڈاکوؤں نے بہادری کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھلے میدان میں آنے کی حماقت کی اور ٹائیگر نے فوراً ہی اُن کا صفایا کر دیا۔ اس کے پاس چھ تیر باقی بچے تھے جن میں سے پانچ کارگر ثابت ہوئے جب کہ چھٹا تیر نہ جانے کیوں کمان سے نکلنے کے بعد ہی ٹوٹ گیا۔

ڈاکوؤں نے اب چیخنا چلانا شروع کر دیا تھا اور قبرستان کی سمت سے اُن پر گولیوں کی بارش ہو رہی تھی۔ بعض لوگوں نے دیوار کے عقب سے اُن پر غلیلوں کی مدد سے پتھراؤ بھی شروع کر دیا تھا۔

ٹائیگر کے حامی اگرچہ تعداد میں کم تھے اور ڈاکو بھی اپنے کیمپ کے اندر تھے لیکن ٹرنفو کے ان بہادروں نے اپنے اوپر قابو رکھا ہوا تھا اور بہت ٹھنڈے دماغ سے کارروائی کر رہے تھے۔

ٹائیگر نے خطِ جنگ کے متوازی چلنا شروع کر دیا۔ اُس کی نظریں اب لکڑی کے اُس پرانے پلیٹ فارم پر تھیں، جو سرنگ میں داخلے کا راستہ تھا۔ اُسے اچھی طرح احساس تھا کہ ریوز کے ساتھی بھی بستی کے قریب آنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اب اندھیرا ہونے لگا تھا اور ریوز کے ساتھی اس سے پورا پورا فائدہ اُٹھانا چاہتے تھے۔ ٹائیگر نے خالی کمان سر سے اُوپر اُٹھا کر سگنل دیا اور جب اُس کی طرف کوئی گولی نہیں آئی تو وہ مطمئن ہو گیا۔ اُسے صرف یہ خدشہ تھا کہ وہ اپنے ہی لوگوں کی کسی بھٹکی ہوئی گولی کا شکار نہ ہو جائے لہٰذا اُس نے اپنا رُخ دوسری طرف کر لیا۔ اچانک ہی ایک ڈاکو شوں شوں کرتا ہوا اُس کے سامنے آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے مسکرا کر کمان سے اُس کی کنپٹی پر ضرب لگائی۔ ڈاکو کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ وہ خود بھی آنکھیں بند کر کے زمین پر بیٹھا اور پھر لیٹ گیا۔ اسی لمحے ایک اور ڈاکو تختے کی طرح نازل ہوا، اس پر جھپٹا۔ ٹائیگر نے اُسے کہنی سے روکا اور اُس کے منہ پر کمان دے ماری۔ ڈاکو کا چہرہ اچانک ہی مسخ ہو گیا۔ دانت حلق میں اُتر گئے، ناک پچک گئی اور چہرے پر جگہ جگہ خون کی بوندیں نمودار ہو گئیں۔

ٹائیگر اب کسی طرف دیکھے بغیر لکڑی کے پلیٹ فارم کی طرف بڑھ گیا اور اس پر چڑھتا چلا گیا۔ لکڑی کے تختے جو زینے کی شکل میں بنے ہوئے تھے، اُس کے بوجھ سے چرمرا کر احتجاج کر رہے تھے۔ اُس کا رُخ کان کے مرکزی دروازے کی طرف تھا۔

"رُک جاؤ" گریٹو نے دُور ہی سے اُسے للکارا۔ گریٹو متکان کے دروازے کی ناکہ بندی کیے ہوئے تھا۔ اُسے احساس تھا کہ یہ اجنبی جو سب کو قتل دے کر یہاں سے فرار ہو گیا تھا، کتنا خطرناک ہے لہٰذا اس کے ہاتھ میں اعشاریہ ۴۵ بور تھا اور ٹائیگر کی مسکراتی ہوئی آنکھیں اسی پر مرکوز تھیں۔

کراٹے اور دیگر مشرقی مارشل آرٹ کے ماہرین بعض اوقات سحر کر دیتے ہیں۔ اُن کا بنیادی فلسفہ دُشمن کی غلطی سے فائدہ اُٹھانا ہوتا ہے۔ وہ مسلح دُشمن کو نہتے ہونے کے باوجود زیر کر لیتے ہیں۔ گریٹو مسلح تھا مگر اس کے سامنے اس دور کا سب سے بڑا ماسٹر تھا۔ ٹائیگر نے گریٹو کی للکار سنتے ہی خود کو تیار کر لیا۔

"تم کیا چاہتے ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "تم نرے گاؤدی اور احمق ہو۔ کیا تمہیں علم نہیں کہ میں تمہارا ساتھی ہوں؟"

ٹائیگر کی یہ بات سن کر گریٹو ایک لمحے کے لیے حیرت زدہ ہو گیا۔ اُسے حیرت تھی کہ اجنبی نے اس پر حملہ کرنے کی بجائے اُس سے نرم لہجے میں اس طرح بات کی ہے جیسے وہ اُسے فہمائش کر رہا ہو۔ حیرت زدہ ہونے کے باعث وہ ایک لمحے کے لیے غافل بھی ہو گیا۔ ٹائیگر نے کمان ایک طرف پھینک کر اپنے دونوں ہاتھ گریٹو کی طرف بڑھائے۔ ایک ہاتھ نے دائیں ہاتھ والا پستول چھینا، اُسی ہاتھ نے پستول والے ہاتھ کی پانچوں انگلیاں توڑیں اور دوسرے ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو توڑ ڈالا۔ گریٹو کو اسی وقت نقصان کا پتا چلا جب اُس کے دونوں ہاتھوں میں ایک ساتھ تکلیف شروع ہو گئی۔ گریٹو بہت زور سے ڈکرایا۔ اُس نے سر جھکا کر ٹائیگر کے پیٹ پر مارا مگر اُسے ایسا لگا جیسے سر کنکریٹ کی دیوار سے ٹکرایا ہو۔ اُس نے سر کو ہاتھوں میں تھامنے کی کوشش کی مگر اس کے ساتھ ہی اس کی ٹوٹی ہوئی انگلیوں میں ناقابلِ برداشت درد ہونے لگا۔ وہ تڑپ اُٹھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے لگے... پھر اُسے کچھ یاد نہیں رہا۔ اسی لمحے کسی نے ٹائیگر کو عقب سے پکڑ لیا۔ یہ گرفت بہت مضبوط تھی اور ٹائیگر کو ایسا لگ رہا تھا جیسے کسی ہتھنی پا نے اُسے پکڑ رکھا ہو۔ وہ مسکرانے لگا۔ بہت دنوں بعد کسی طاقت ور جسم سے واسطہ پڑا تھا۔ ٹائیگر نے آنکھیں بند کر لیں۔ اُس نے سانس روک لی اور پھر اس کی دونوں کہنیاں حملہ آور کے شکنجے سے آزاد ہونے لگیں۔ حملہ آور نے انہیں اپنی ہی گرفت میں رکھنا چاہا مگر وہ ناکام رہا۔ ٹائیگر کی دونوں کہنیاں بجلی کی سی تیزی سے آزاد ہوئیں۔ ساتھ ہی وہ یک لخت حملہ آور کے سینے

پر پڑیں اور اس کے سینے کی ہڈیوں کا پنجر کسی کمزور لکڑی کی طرح ٹوٹ کر گرنے لگا۔ پہلے پسلیاں گریں اور پھر گوشت کے لوتھڑے زمین پر گرنے لگے۔ حملہ آور حیرت سے اپنے سینے کی طرف دیکھتا رہا۔ جب اُسے احساس ہوا کہ وہ زندگی سے محروم ہو رہا ہے تو اُس کے حلق سے ایک کربناک چیخ نکلی، وہ گرنے سے قبل ہی مر گیا۔

رچرڈو دُور ہی سے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ غصے کی وجہ سے وہ کانپنے لگا اور پھر غضبناک انداز میں ٹائیگر کی طرف جھپٹا۔ اس کی آنکھیں غصے کی وجہ سے سرخ ہو رہی تھیں، اس نے ٹائیگر کا منہ نوچنا چاہا مگر ٹائیگر نے جھکائی دے کر دایاں ہاتھ بڑھایا اور اس ہاتھ کی چھوٹی اور دوسری انگلی کے سوا تمام انگلیاں بند تھیں۔ یہ دونوں انگلیاں رچرڈو کی آنکھ کے قریب نرم نرم گوشت میں پیوست ہونے لگیں... پیوست ہوتی چلی گئیں اور پھر رچرڈو کی دونوں آنکھیں اس طرح حلقوں سے نکل گئیں جیسے کوئی چکنی چیز ہاتھ سے پھسل جائے۔ رچرڈو نے خوفناک انداز میں چیخ ماری، وہ پیچھے کے بل گر پڑا۔ اس کے دونوں ہاتھ چہرے پر اُن خالی سوراخوں پر تھے جہاں پہلے آنکھیں تھیں اور اب خون بھرا ہوا تھا۔ ٹائیگر نے بایاں ہاتھ جھکا کر اس کے گلے پر رکھ دیا۔ رچرڈو کو صرف دو تین سیکنڈ تک تکلیف کا احساس ہوا۔ ایسا لگا جیسے گلے اور گردن کا ریشہ ریشہ جدا ہو رہا ہو۔

اس کی شہ رگ ٹائیگر کی انگلیوں میں تھی اور پھر اس طرح ٹوٹ گئی تھی جیسے کسی نے ڈوری توڑ کر پھینک دی ہو۔ ٹائیگر نے بڑی احتیاط سے کام لیا تھا لہٰذا اس کی صرف دو انگلیاں ہی بد رنگ ہو پائیں۔ رچرڈو ساکت ہو گیا۔ ٹائیگر نے اُس کی بیلٹ میں لگا ہوا اعشاریہ ۴۵ اور اس کے چار بھرے ہوئے کلپ نکال کر اپنی جیب میں ڈالے اور لاش کو پھلانگ کر آگے بڑھ گیا۔

مرکزی سرنگ کے فلور پر پہنچ کر اس نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہ باقی تمام لوگوں کو رہا کرانے کا عزم لے کر آیا تھا۔ ابھی وہ محض چند قدم آگے بڑھا تھا کہ ایک طرف سے حیرت زدہ، خوفزدہ اور ششدر محافظوں نے اُس پر دھاوا بولنے کی کوشش کی مگر اب ٹائیگر اپنے ہاتھوں کو مزید زحمت دینا نہیں چاہتا تھا لہٰذا رچرڈو کا پستول کام آیا۔ دو گولیاں نکلیں اور پھر دونوں محافظوں کے سینوں سے خون اُچھلنے لگا۔ وہ یکے بعد دیگرے اوپر تلے گر گئے۔ خون زمین پر بہنے لگا۔ یہ وہی محافظ تھے جو قیدیوں کے غار کی نگرانی پر متعین تھے۔

"کھیل ختم ہو رہا ہے" ٹائیگر نے غار کے باہر چلا کر کہا۔ "چلو سب نکلو... جلدی کرو... پھرتی سے"

ٹائیگر کا لہجہ ایسا تھا کہ باقی تینوں قیدی مزید کچھ کہے بغیر نکل آئے۔ وہ مرکزی سرنگ کی طرف دوڑے مگر ابھی پلیٹ فارم کے قریب ہی تھے کہ ایک طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی لیکن فائرنگ اُن کے خلاف نہیں بلکہ اُن لوگوں کے خلاف تھی، جو اُن کی راہ میں مزاحم ہونا چاہتے تھے۔ ڈاکوؤں میں سے کئی اس بوچھاڑ میں مارے گئے، کئی کے جسموں سے خون کے فوارے بلند ہونے لگے اور بعض جو اس فائرنگ سے بچ نکلے تھے، ایک طرف بھاگ نکلے۔ ٹائیگر قیدیوں کو لے کر پلیٹ فارم تک پہنچا۔ ریوز کے آدمی اُن افراد سے نمٹنے لگے، جو اب بھی ٹائیگر کے ساتھیوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جھڑپیں، انفرادی لڑائی میں بدل گئیں۔ اس لڑائی کے دوران ریوز کے ساتھی ٹیلے تک راستہ بنانے کی کوشش کرتے رہے۔ ٹائیگر تینوں قیدیوں کو لے کر شمال کی طرف نکل گیا اور ریوز کے آدمی دوسری طرف نکل گئے۔ ریوز کے آدمیوں کو آگے بڑھنے میں کافی دشواری ہوئی لیکن ٹائیگر کی راہ میں کوئی حائل نہیں ہوا لہٰذا وہ خوش و خرم قیدیوں کو لے کر جلد ہی مقررہ جگہ پہنچ کر باقی لوگوں کا انتظار کرنے لگا۔ ریوز کی فوج جب وہاں پہنچی تو ہر شخص خوشی سے پاگل ہو رہا تھا۔ انہوں نے ان گنت ڈاکو مار ڈالے تھے جبکہ ان کے اپنے صرف دو ساتھی کام آئے تھے۔ کچھ دیر بعد وہ سب ایک ساتھ انٹینو کی چراگاہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

***

اگلی صبح تک وہ خوشی سے رقص کرتے رہے۔ علی الصباح ٹرنفو سے مزید چھ افراد آ کر ان میں شامل ہو گئے لیکن پھر انہوں نے ڈاکوؤں کی کمین گاہوں کی مکمل تباہی کے لیے انتظامات شروع کر دیئے۔ بارود وغیرہ جمع کرنے کے ساتھ ساتھ روایتی ہتھیار بنانے کے لیے لکڑی بھی جمع ہونے لگی۔

ریوز کو ٹائیگر نے مالِ غنیمت میں ملنے والا ایک خوبصورت چاقو یہ کہہ کر تحفے میں دیا کہ "تم نے بڑوں کا کہنا مانتے ہوئے حملے کے دوران ٹیلے پر رہ کر سب کو خوش کر دیا ہے۔" تحفہ ملنے پر ریوز کی حالت دیدنی تھی۔

وہ سب خوش تھے لیکن ان کی یہ خوشیاں عارضی ثابت ہوئیں کیونکہ جو لوگ جنگی سامان لینے کے لیے گئے تھے وہ دوپہر کو پریشان کن خبر لے کر آ گئے۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ایڈم انتقامی کارروائی کی تیاری کر رہا ہے۔" ان میں سے ایک نے گھبرا کر بتایا۔ "وہ اپنے لوگوں کی ہلاکت اور قیدیوں کی رہائی کے بعد بہت برہم ہے۔ اس نے قسم کھائی ہے کہ وہ بدلہ لیے بغیر نہیں رہے گا۔"

"جب سے اس نے سنا ہے کہ ٹرانفو کے لوگ بھی قیدیوں میں شامل تھے تو اس کی حالت خراب ہو گئی۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگے۔ اس نے دھمکی دی ہے کہ اگر قیدی تین روز کے اندر اندر واپس نہیں پہنچائے گئے تو وہ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں پر حملہ کرے گا۔ ٹرانفو کے دس بچوں اور دس عورتوں کو سزائے موت دے گا اور پھر ہر گزرنے والے دن غروب آفتاب کے وقت اتنے ہی افراد کو قتل کیا جائے گا۔"

یہ سن کر لوگ غصے سے تلملا اٹھے۔ وہ اتنے مشتعل ہو گئے کہ ایڈم کی کمین گاہ پر فی الفور حملے کی ضد کرنے لگے۔ مہاتیگر نے نرمی اور محبت سے کام لیتے ہوئے انہیں قائل کر لیا کہ اس وقت حملہ سودمند نہیں ہوگا۔

"ہمارے پاس تین دن کا وقت ہے اور اس دوران ہم ایڈم کے گروہ کے خلاف مؤثر ترین تیاری کر سکتے ہیں دوستو!" اس نے کہا۔ "ہم ٹرانفو پر حملہ روکنے کے لیے مؤثر کارروائی کر سکتے ہیں۔"

زیادہ تر لوگ مہاتیگر کی صلاحیتوں اور قیادت کے معترف تھے۔ وہ اسے سرگرم عمل اور برسر پیکار دیکھ چکے تھے۔ اس لیے انہوں نے اس تجویز پر اعتراض نہیں کیا تاہم روفو اور جوزیز برنال گرم دماغ رکھتے تھے۔ انہیں ٹھنڈا کرنا بہرحال مشکل ثابت ہوا۔

یہ چھوٹی سی فوج سولہ افراد پر مشتمل تھی۔ انہوں نے کھانا کھایا اور اپنے اپنے ذمے کیے گئے کام پورے کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ دو افراد نگرانی کے لیے پوزیشن پر چلے گئے۔ یہ دونوں روفو اور برنال تھے۔ اپنی پوزیشن پر بیٹھ کر وہ تبدیل شدہ صورتحال پر تبادلہ خیال کرنے لگے۔ انہیں یہ فکر تھی کہ کہیں ٹرانفو میں ان کے اہل خانہ ایڈم کے ہاتھوں ہلاک نہ ہو جائیں۔ وہ کوشش کرتے رہے اور پھر کچھ دیر بعد خود انہیں احساس ہوا کہ وہ غداری کی طرف بڑھ رہے ہیں۔

"آخر ہم ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟" جوزیز برنال نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "مسئلہ اس اجنبی کے بچوں کا نہیں، ہمارے بچوں کا ہے۔ اگر ہم اسے اور قیدیوں کو پکڑ کر واپس لے جائیں تو پھر ٹرانفو کے کسی بھی خاندان کو کوئی خطرہ نہیں رہے گا۔ سب محفوظ رہیں گے۔ بولو کیا خیال ہے تمہارا؟"

"تم نے اسے وہاں لڑتے ہوئے تو دیکھ لیا تھا نا؟" روفو نے پوچھا۔ "تم دیکھ چکے ہو کہ وہ تنہا بہت سے لوگوں پر بھاری ہے۔ کیا ہم اس پر قابو پا سکیں گے۔ بات خطرناک ہوگی جوزیز۔"

"نہیں، ہم اس پر قابو پا لیں گے۔" جوزیز نے بڑے یقین کے ساتھ جواب دیا۔ "آخر وہ سوتا بھی ہوگا۔ باقی رہے اس کے ساتھی ان کا تو ذکر ہی کیا، ایک بڈھا ہے اور ایک عورت، ایک لڑکی اور ایک پروفیسر... ان میں سے صرف اجنبی ہی مسئلہ کھڑا کر سکتا ہے لیکن ہم اس سے نمٹ سکتے ہیں۔"

"لیکن مجھے کوئی طریقہ تو بتاؤ۔" روفو نے پہلو بدل کر پوچھا۔

"بہت آسان طریقہ ہے۔ سب سے پہلے ہم اسے غافل دیکھ کر دبوچ لیں گے۔ اس طرح وہ قابو آ جائے گا۔ اس کے بعد دوسرے قیدیوں کو باندھ کر ڈال دیں گے پھر ایڈم کو اطلاع کی جائے گی اور..." جوزیز سرگوشیوں میں حکمت عملی سمجھانے لگا۔

اگلے روز کیمپ میں [illegible] تین بطخیں اور بیس کلو سیاہ بارود لایا گیا۔ بم بنانے کے لیے ٹین کے ٹکڑوں، نوکدار کیلوں اور لوہے کے ٹکڑوں کا ڈھیر بھی ایک طرف لگا دیا گیا۔ سے جوڑ پائپ کے ٹکڑے بھی آ گئے۔ زور و شور سے تیاریاں شروع ہو گئیں اور وقت گزرتا رہا۔ اس رات مہاتیگر مطمئن انداز میں سونے کے لیے اپنے غار میں پہنچا تو اس کے برابر والا بستر خالی تھا۔ اس پر ریوز سوتا تھا۔ وہ اسے مسلسل پاپا کہنے لگا تھا۔ مہاتیگر یہ سوچ کر لیٹ گیا کہ لڑکا کہیں کھیل رہا ہوگا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور عادت کے مطابق اسے فوراً نیند آ گئی۔

جوزیز برنال اور روفو کو چوکیداری کے لیے پہلی شفٹ ملی تھی۔ جونہی وہ مقررہ جگہ پر جمع ہوئے، دونوں میں ایک بار پھر کھسر پھسر شروع ہو گئی۔ دونوں کو یقین تھا کہ وہ ایک انتہائی مقدس مقصد کی خاطر سازش کر رہے ہیں اور یہ کہ وہ سازشی نہیں بلکہ مجاہد ہیں۔

"ہم خاموشی سے ہی کیوں نہ نکل جائیں روفو؟" جوزیز نے پوچھا۔

"لیکن اس طرح ہم پکڑے جائیں گے۔ اس طریقے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہوگا کہ ہم ایڈم کے ساتھ ہیں اور اس کے لیے ہمیں اجنبی کو قتل کرنا پڑے گا۔"

"لیکن خطرہ تو بہرحال رہے گا روفو۔" جوزیز کسی قدر پریشان تھا۔

"کیسا خطرہ؟" روفو نے منہ بنا کر پوچھا۔ "ہر شخص دن بھر

کام کرنے کے بعد تھک ہار کر سو رہا ہے۔ سب لاشوں کی طرح پڑے ہیں۔ رہا اجنبی... اسے میں خود سونے کے لیے جاتا ہوا دیکھ چکا ہوں۔"

"تب پھر آج رات ہی یہ کام کر ڈالو۔ مزید انتظار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ..." روفو نے کچھ کہنا چاہا... مگر اسی لمحے قریب ہی پتھروں اور کنکروں پر کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ دونوں چونک اٹھے۔

"کیا... یہ کیا تھا؟" روفو اچھل پڑا۔

"میرا خیال ہے کہ پہاڑی میں کوئی چل رہا ہے۔" جوزیز بھی چوکنا ہو گیا۔

ریوز ہوشیار اور چالاک تھا لیکن اسے ان دونوں سے کوئی خطرہ نہیں تھا لہٰذا بے دھڑک ان کے قریب آ گیا۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" جوزیز اسے دیکھ کر دہاڑا۔

"کچھ نہیں... سینور...!" ریوز اس کے طرز تخاطب سے گھبرا گیا۔

"تم نے ہماری باتیں سنی ہیں؟ کیا سنا تم نے؟" روفو بھی اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"میں نے تو کچھ بھی نہیں سنا سینور۔" ریوز اب خوفزدہ ہو چکا تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔

"بہت خوب... روفو... تم نے اسے پہچانا... یہ ریوز ہے۔ اجنبی کا خاص مخبر... یہ اس کے لیے کام کرتا ہے۔ یہ تو اسے جا کر سب کچھ بتا دے گا۔ بولو! اس کا کیا کریں؟"

"نن... نہیں... نہیں... میں کچھ نہیں کہوں گا۔ قسم سے... ایک بھی بات بتاؤں..." ریوز گڑگڑانے لگا۔ روفو کا ہاتھ اس کے گال پر پڑا۔ "تو تم نے کچھ نہیں سنا... آں... پھر بھی [illegible] قسم کیوں کھا رہے ہو مردود؟"

روفو ریوز کو گھورتا رہا۔

"اب کیا کریں؟" اس نے گھبرا کر جوزیز سے پوچھا۔

"مار ڈالو۔" جوزیز نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "پہلے اسے ہلاک کرو پھر اجنبی کو مارنے کے لیے چلیں گے۔"

ریوز نے دوسرے لمحے چیخنا چاہا مگر روفو نے اپنا بھاری بھرکم ہاتھ اس کے منہ پر رکھ کر چیخ دبا دی۔ ریوز اس کی گرفت سے آزاد ہونے کے لیے جدوجہد کرنے لگا۔ اس نے روفو کو دانتوں سے کاٹنے کی کوشش کی۔ ساتھ ہی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ چاقو تلاش کرنے لگا جو مہاتیگر نے اسے تحفے میں دیا تھا۔ یہ اس کی ہوشیاری ہی تھی کہ اس نے چاقو نکالتے ہوئے بھی روفو اور جوزیز کو شک نہیں ہونے دیا۔ جوزیز کو اسی وقت علم ہوا جب چاقو کا پھل اس کی ران میں اتر چکا تھا۔ اس نے گھبرا کر ریوز کو چھوڑ دیا اور اس سے قبل کہ روفو یا جوزیز اسے دوبارہ پکڑنے کی کوشش کرتے وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ وہ چیختا بھی جا رہا تھا۔ "پاپا... پاپا... وہ آپ کو قتل کرنے کی سازش کر رہے ہیں۔"

اس کی چیخیں سن کر کیمپ بہت جلد جاگ اٹھا۔ لوگوں نے اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔ مہاتیگر بھی باہر آ گیا۔ اس کے ہاتھ میں اعشاریہ ۴۵ تھا۔ مگر اس کی آمد سے قبل ہی لوگ غداروں کو پکڑنے کے لیے لپک چکے تھے۔

جوزیز زخمی تھا لہٰذا زیادہ دور نہ بھاگ سکا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا روفو کے پیچھے دوڑنے اور اس کا ساتھ دینے کی کوشش کرتا رہا۔ تاہم جب وہ بے دم ہو گیا تو رونے اور چلانے لگا۔ اسے ایسا ہی چکر سا آ گیا جیسے زمین گھوم رہی ہو۔ وہ گر پڑا اور بے بسی سے روفو کے قدموں کی دھمک دور ہوتی کی آواز سنتا رہا۔ پھر دو طاقتور افراد نے زخمی جوزیز کو کسی بچے کی طرح دبوچ لیا۔ کئی افراد جوزیز کی طرف دیکھے بغیر آگے نکل گئے۔ وہ روفو کے تعاقب میں تھے۔ انہوں نے روفو کو جلد ہی جا لیا۔ اسے باندھ کر جوزیز تک لایا گیا اور پھر دونوں غداروں کو کھینچ کر الاؤ تک پہنچا دیا گیا۔ اب الاؤ میں مزید لکڑیاں ڈالی جا رہی تھیں۔

ریوز بے چینی کے عالم میں دوسروں کو بتا رہا تھا کہ اس نے کیا سازش پکڑی ہے۔ لوگ جوزیز اور روفو پر لعن طعن کر رہے تھے۔ باقی لوگ انہیں خشمگیں نظروں سے گھور رہے تھے۔

"اس کی بات نہ سنو۔" روفو نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ ابھی بچہ ہے۔ ذرا سوچو کہ اس اجنبی کی وجہ سے ہمارے اپنے بچوں کی زندگی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"میری ماں، بھائی اور بہنیں ٹرانفو میں ہیں۔" ریوز اچانک ہی چلانے لگا۔ اس کی نظریں جوزیز اور روفو پر تھیں۔ "اگر ڈاکو ہے اور میرا خاندان مارا گیا تو پھر میرے زندہ رہنے کا کوئی جواز نہیں رہے گا۔ اگر مجھے مرنا ہی ہے تو پھر میں پاپا کے شانہ بشانہ لڑتا ہوا مروں گا۔ غداری نہیں کروں گا اور غداروں کی موت نہیں مروں گا۔" یہ کہتے ہوئے اس نے جوزیز اور روفو کے منہ پر تھوک دیا۔

"لڑکا ٹھیک کہتا ہے۔" لوگوں نے چلا کر کہا۔ "وہ اب تک

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہمارے ناموں سے بھی واقف ہو گئے ہوں گے اور اگر ہم ٹرلفنو واپس چلے بھی گئے تب بھی ان کے قہر اور انتقام سے نہیں بچ سکیں گے لیکن تو اُن سے لڑتے ہوئے مرنا پسند کروں گا۔"

"بالکل ٹھیک!" بہت سے لوگ ایک ساتھ بولے۔ "تو ٹھیک کہتا ہے۔"

"یہ دونوں غدار اور احمق ہیں۔" کسی نے کہا۔

"اور ان کی سزا یہ ہے کہ ان کے گلے کاٹ کر انہیں گدھوں کی خوراک بننے کے لیے چھوڑ دیا جائے۔" ریوز نے چلا کر کہا۔ وہ واضح طور پر غصے سے بے قابو ہو رہا تھا۔ غصے کی شدت کے باعث اس کی آنکھوں میں آنسو بھی تھے۔

"میری سنو!" ایک شخص نے جوزیزا اور روفو کو گھورتے ہوئے کہا۔ "ان دونوں کو گولی مار دو۔"

اس کی اس تجویز پر تقریباً تمام لوگ متفق ہو گئے۔ اثبات میں سر ہلانے کے علاوہ وہ ہاں اور ابھی کے نعرے بھی لگنے لگے مگر صرف ایک شخص نے اس تجویز کی مخالفت کی۔ یہ شخص بہت دیر سے خاموش کھڑا ہوا تھا اور یہ ٹائیگر تھا۔

"بس بہت ہو گیا!" اس نے نرم لہجے میں کہا۔ تمام لوگ اس کی طرف پلٹ کر دیکھنے لگے۔ انھیں حیرت تھی کہ ٹائیگر اس تجویز کی مخالفت کر رہا ہے۔ "یہ لوگ اب بھی ہمارے لیے کام کر سکتے ہیں۔" ٹائیگر نے انھیں سمجھاتے ہوئے کہا۔ "ان سے کل کام لیا جائے۔ اس طرح ہمارے لوگوں کو آسانی ہو گی۔"

ٹائیگر کی اس تجویز پر خاصی بحث ہوئی اور لوگوں کو اس پر متفق ہونے میں پورا ایک گھنٹہ لگ گیا۔

◘◘

اگلے روز سورج ڈھلنے کے نصف گھنٹے بعد ان کی چھوٹی سی فوج روانگی کے لیے تیار تھی۔ خانہ ساز بموں کی بڑی تعداد ان کے پاس تھی۔ ان بموں میں کیلوں، شیشے کے ٹکڑوں اور کنکروں کی بھاری تعداد رکھی گئی تھی۔ ہر بم کے ساتھ فیوز بھی منسلک تھا۔ سات آدمی ایک بھاری مشین نما چیز اُٹھائے ہوئے تھے۔ ان کا سفر آہستہ اور خاموش تھا۔ اُن کی کوشش یہ تھی کہ ان کا آمنا سامنا ایڈم کی کسی پیٹرول ٹیم سے نہ ہو جائے۔ سب سے زیادہ ضروری یہ تھا کہ وہ دبے پیروں ایڈم کی کمین گاہ تک پہنچیں اور اچانک حملے کی حکمت عملی کا فائدہ اٹھائیں۔

انھوں نے جب مورچے سنبھالنے شروع کیے تو صبح کاذب کا وقت تھا۔ صحرائی چرند پرند [illegible] لگے تھے جب کہ ڈاکوؤں نے بیدار ہونے کے لیے کروٹیں لینی شروع کر دی تھیں۔ ریوز کی فوج [illegible] کی تیاریاں شروع کیں تو ایڈم کے آدمی مارچ کرتے ہوئے ٹرلفنو کی طرف جا رہے تھے۔ ایڈم نے دو دو افراد پر مشتمل ٹیمیں بنا کر انھیں ہدایت دی کہ وہ فائرنگ وال کے لیے شکار منتخب کریں۔ ریوز کے آدمی اس صورت حال سے قدرے پریشان تھے۔

اُن کے عزیزوں اور رشتے داروں کو ایڈم کے لوگ پکڑ پکڑ کر جمع کر رہے تھے پھر پانچ افراد کو ٹرلفنو کے مرکزی چوک میں باندھا جانے لگا۔ ایڈم اُن دوسرے دیہاتیوں کی طرف پلٹا، جو ان افراد کے انتخاب کے بعد خود کو محفوظ سمجھتے ہوئے باہر آ گئے تھے۔

"تین دن گزر چکے ہیں۔" ایڈم نے قہر آلود لہجے میں کہا۔ "لیکن تم میں سے کسی نے بھی اجنبی اور قیدیوں کے بارے میں ہمیں کوئی اطلاع فراہم نہیں کی اور نہ ہی اُن لوگوں کو ہمارے حوالے کیا گیا جو اجنبی کی مدد کر رہے ہیں۔ تمہیں اپنی ان غلطیوں کی بھاری قیمت ادا کرنی ہو گی۔ شاید اس سزا سے تمہیں اندازہ ہو جائے کہ ہم کتنے سنجیدہ ہیں۔ اب اپنے دوستوں کو مرتا ہوا دیکھو اور سوچو کہ اگر اب بھی خاموشی رہے تو ہم کس حد تک جا سکتے ہیں۔" یہ کہہ کر وہ اپنے آدمیوں کی طرف پلٹا اور پانچ بندھے ہوئے قیدیوں کے سامنے فائرنگ اسکواڈ ترتیب دیا جانے لگا۔

ٹائیگر کے ساتھیوں نے سانس روک لی۔ ان کی نظریں ان دس افراد پر تھیں، جو فائرنگ اسکواڈ میں شامل تھے۔

"تیار!" ایڈم نے دہاڑ کر اپنے آدمیوں کو چوکس کیا۔

ہجوم میں سے بھنبھناہٹ کی آواز بلند ہونے لگی۔ لوگ اپنے پیاروں کی سلامتی اور کسی معجزے کے لیے دعائیں کر رہے تھے۔ وہ لوگ بھی دعائیں کر رہے تھے، جن کے ہاتھوں میں رائفلیں تھیں اور جو ایڈم کے آدمیوں پر نظریں رکھے ہوئے پوزیشن لیے ہوئے تھے۔

"بندوقیں بھر لو!" ایڈم نے پھر حکم دیا۔ اس بار قیدیوں کے رشتے داروں کی آنکھوں میں آنسو آنے لگے۔

"نن... نہیں...!" ایک بوڑھی عورت بہت زور سے چلائی۔ اس کے دونوں بیٹے موت کے قیدیوں میں شامل تھے۔

"خاموش رہ بڑھیا!" ایک ڈاکو نے اس عورت کو دھکا دے کر گرا دیا۔

"نشانہ لو!" ایڈم نے ہاتھ اُٹھا کر شاہانہ انداز میں حکم دیا تو بندوقیں سیدھی ہو گئیں۔

"رک جاؤ!"

فائرنگ اسکواڈ میں شامل ڈاکوؤں کو حیرت کا بھی وقت

نہیں مل سکا۔ رک جاؤ کہنے والا نہ جانے کون تھا لیکن جو کوئی بھی تھا، اس کے حکم پر اُن کے ہاتھ بندوقوں کے گھوڑوں سے ہٹ گئے۔ پھر ٹائیگر کے ساتھیوں کی رائفلیں ایک ساتھ گرجیں، گولیاں ایک ساتھ نکلیں، ایک ساتھ چلیں اور ایک ساتھ اُن دسوں افراد کے جسموں میں پیوست ہو گئیں، جو جلاد کا کردار ادا کرنے والے تھے۔

ٹرلفنو میں افراتفری پھیل گئی۔ دیہاتیوں نے فوراً ہی اِدھر اُدھر بھاگ کر دیواروں اور ٹیلوں کے پیچھے پناہ حاصل کر لی اور پھر گلیوں میں راستہ بند کرنے کے لیے بم گرنے لگے تاکہ ڈاکو یکجا نہ ہو سکیں اور جوابی حملے کی کارروائی شروع نہ ہو جائے۔

ٹائیگر نے ایک شخص کو تیزی سے اُن لوگوں کی طرف جاتے ہوئے دیکھا جو بندھے ہوئے تھے، وہ چونک اٹھا مگر پھر مطمئن ہو گیا کیونکہ وہ شخص ٹرلفنو کا میئر تھا اور وہ قیدیوں کو کھول رہا تھا۔

اب جوابی فائرنگ شروع ہو چکی تھی لہٰذا ریوز کے آدمیوں نے پوزیشن بدل لی۔ انھوں نے بستی کی طرف فائرنگ شروع کر دی جہاں باقی ڈاکو پوزیشن سنبھالنے کی کوششیں کر رہے تھے۔ ایڈم اپنا پستول لہراتا ہوا بستی میں داخل ہوا اور پھر ایک عمارت سے دوسری عمارت تک بھاگ دوڑ کرنے لگا۔

"حملہ آوروں کو بھون دو!" وہ دہاڑ رہا تھا۔

"ہٹلر کی ناجائز اولاد!" کارل گستاف نے اپنی پیٹی میں اُڑسے ہوئے بم نکال نکال کر ایڈم کی طرف اچھالنے شروع کر دیے۔ اس کی اس جنونی حرکت سے یہ فائدہ ہوا کہ ڈاکو ایک بار پھر منتشر ہو گئے۔ وہ فائرنگ کرتے ہوئے اپنے جیپ کیمپ کی طرف پسپا ہونے لگے۔ ساتھ ہی قبرستان کی طرف سے بھی فائرنگ شروع ہو گئی لہٰذا وہ کراس فائر میں پھنس گئے۔ ٹائیگر نے ریوز کے ساتھیوں کو فی الفور شہر کے قلب تک چلے آنے کا حکم دیا۔ ریوز کی فوج تیزی سے فائرنگ کرتی ہوئی پیچھے ہٹی اور قبرستان کی طرف آنے لگی۔ اس دوران سب ٹائیگر اور کارل گستاف ایک ساتھ ہو گئے۔ ٹائیگر نے اشاروں سے اور ہاتھ ہلا ہلا کر سگنل دیے۔ فوج دو حصوں میں تقسیم ہو گئی۔ ایک حصے نے ڈاکوؤں کو اُلجھائے رکھا اور دوسرا حصہ خشک نہر کی طرف بڑھ گیا۔

"کمال ہے!" کارل گستاف چلایا۔ "یہاں تو مشرقی محاذ سے زیادہ لطف آ رہا ہے۔" یہ کہتے ہی اُس نے گولی چلائی اور وہ ڈاکو چیخ کر گر پڑا، جو شہر میں مزاحمت کے ارادے سے داخل ہو رہا تھا۔

"اچھا... تو تم نے جنگ میں حصہ لیا تھا!" ٹائیگر حیرت سے بولا۔ "مگر ایک بار تم نے کہا تھا کہ ان دنوں تم بہت کم عمر تھے۔ مارٹا کے سامنے تو یہی کہتے رہے تھے۔"

"ارے میں ایس ایس میں شامل تھا... وافن ایس ایس میں... اور مارٹا کیونکہ اسرائیلی ہے لہٰذا میں نے اس کے سامنے اس کا ذکر کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ اسرائیلی پاگل ہوتے ہیں، ممکن تھا کہ وہ مجھے قتل کرانے کے لیے ڈاکوؤں سے ہی مل جاتی۔ یہودی قوم چونکہ متعصب ہوتی ہے لہٰذا انھیں علم ہی نہیں کہ مہذب معاشروں میں تعصب اور قومی اُمنگ الگ الگ ہوتا ہے۔"

ڈاکوؤں نے اچانک ہی دباؤ بڑھانا شروع کر دیا۔ اب چند مقامی آدمی اور دو غیر ملکی اُن کے اس دباؤ کو برداشت کر رہے تھے لیکن جب دباؤ بہت بڑھنے لگا تو ٹائیگر نے انھیں پوزیشن بدلنے کا اشارہ کیا۔ اُسے خود حیرت تھی کہ وہ ریوز کی فوج ہی پر انحصار کیوں کر رہا ہے، خود کارروائی کیوں نہیں کرتا لیکن وہ مطمئن تھا کہ ان ڈاکوؤں کے مقابلے میں سناتجو کے فن کا استعمال زیادتی ہو گی۔

ایڈم نے اب آٹومیٹک ہتھیاروں کا استعمال بھی شروع کر دیا تھا۔ ریوز کی فوج اس کے لیے بہر حال تیار نہیں تھی لہٰذا دو افراد فوراً ہی مارے گئے۔ ریوز کے باقی آدمی پسپائی پر مجبور ہو گئے۔ کارل گستاف اب ٹائیگر سے الگ ہو کر اسی ٹولی کی قیادت کر رہا تھا۔ اس کے بم کی آواز فضا میں گونجی تو یہ ٹولی ایک خطرناک موڑ سے پسپا ہو رہی تھی۔ اس ٹولی کی کوشش یہ تھی کہ وہ خشک نہر میں پھنس کر نہ رہ جائے۔

ڈاکو اس کامیابی پر خوشی سے دیوانے ہو گئے۔ وہ نعرے لگاتے ہوئے آگے بڑھے لیکن جوں ہی وہ خطرناک موڑ سے گزرے ان میں افراتفری پھیل گئی۔ پیچھے ہٹنے کی کوشش میں وہ ایک دوسرے سے اُلجھ گئے۔ ان کے سامنے ایک عجیب سی چیز تھی، جو ہاتھ گاڑی پر رکھی ہوئی تھی۔ اس کی تین بڑی نالیاں تھیں، جو توپوں سے مشابہت رکھتی تھیں۔ ان توپوں اور ڈاکوؤں کے درمیان محض ساٹھ گز کا فاصلہ تھا۔ ان توپوں کے پیچھے وہی اجنبی کھڑا تھا، جس کے فرار کی وجہ سے یہ قیامت آئی تھی۔ ابھی وہ پسپائی کے لیے پلٹے ہی تھے کہ اس اجنبی کے ہاتھ حرکت میں آئے اور تینوں توپیں گرجنے لگیں۔ ان پر کیلوں، پتھروں اور شیشے کے ٹکڑوں کی بارش ہو گئی۔ ساتھ ہی بارود بھی پھٹنے لگا۔ ڈاکو خاک و خون میں غلطاں ہونے لگے۔ ہڈیوں اور گوشت کے لوتھڑے فضا میں اُڑنے لگے۔ اعضاء کٹ کٹ کر خوفناک رقص کرنے لگے۔ پیچھے آنے والے ڈاکوؤں کی معقول تعداد بہر حال بچ گئی، جو افراتفری میں پسپا ہوتی چلی گئی اور

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر وہ اس جگہ پہنچ گئے، جہاں ٹائیگر انہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ ٹائیگر نے اشارہ کیا اور ڈائنامائٹ کے فلیتوں کو آگ دکھا دی گئی۔ محض ایک ہی منٹ بعد لگاتار چار پانچ خوفناک دھماکے ہوئے۔ ٹیلے، پتھر اور مٹی اڑنے لگی۔ ڈاکوؤں پر ٹنوں پتھروں اور مٹی کی بارش ہونے لگی۔ ان میں سے بیشتر زندہ دفن ہو گئے۔

ریوز کی فوج رقص کرتی ہوئی خشک نہر کی سمت میں پھر گئی۔ ان میں سے بیشتر اگرچہ زخمی تھے مگر انہیں اس شاندار فتح کے باعث زخموں کی کوئی فکر نہ تھی۔ وہ ٹائیگر کی ہدایت کے مطابق مقررہ راستے پر چلنے لگے۔ ان کے چہروں سے خوشی ظاہر تھی۔ وہ ہنس رہے تھے اور انہیں یہ فکر نہ تھی کہ مزید ڈاکو کہیں آس پاس موجود ہو سکتے ہیں۔

کھائی کے اوپر پہنچ کر وہ درختوں کے جھنڈ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک ہی ٹائیگر کو احساس ہوا کہ ایڈم نے انہیں گھیرنے کے لیے آدمی بھیج دیئے ہیں۔ اس نے ابھی لوگوں کو ہوشیار کرنا چاہا ہی تھا کہ درختوں میں سے اچانک فائرنگ شروع ہو گئی۔ ایک آدمی تو فوراً ہی چیخ مار کر گر پڑا۔ اس کے سینے سے خون کا فوارا بلند ہو رہا تھا۔ دوسرے لوگوں نے آٹومیٹک ہتھیاروں کی آواز سنتے ہی منتشر اور بکھرنا شروع کر دیا۔ اسی وقت ٹائیگر نے یہ بھی دیکھا کہ ہدایت کے برخلاف ریوز بھی لشکر کے ساتھ ہے۔

ریوز ایک پتھر کی اوٹ سے نکل کر فائرنگ کی سمت میں ہی دوڑ رہا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک دستی بم تھا جس سے دھواں نکل رہا تھا جونہی وہ حملہ آوروں سے چند فٹ دور رہ گیا تو اس نے بم اچھال دیا۔ بم ابھی فضا میں ہی تھا کہ ایک حملہ آور نے ریوز کی طرف آٹومیٹک سے فائر شروع کر دیا۔ برسٹ ریوز کے سینے پر لگا اور ریوز... وہ فٹ اچھل کر دور جا گرا۔ بم پھٹا تو درد درخت جڑوں سمیت اکھڑ گئے۔ حملہ آوروں میں کیلوں، پتھروں اور شیشے کے ٹکڑوں کی وجہ سے افراتفری مچ گئی۔ کیلیں میزائلوں کی طرح کسی کی آنکھوں میں گھسیں اور کسی کے پیٹ میں۔

ٹائیگر لپک کر ریوز تک پہنچا جس کے سینے میں تین سوراخوں سے تازہ اور سرخ لہو نکل رہا تھا۔ اس نے بڑی احتیاط سے ریوز کو اپنی گود میں بھرا اور اسے واپس لے کر آیا۔ ریوز کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ان میں چمک تو تھی لیکن درد بھی تھا۔ اس نے بولنا چاہا مگر چند الفاظ ہی نکل سکے ہو گے... مجھے... آ... نا ہی تھا... میں... بھی جنگ میں حصہ لینا... چاہتا تھا۔

"بہت... ٹائیگر نے سخت لہجے میں اس سے کہا۔ "آرام سے لیٹے رہو۔ ہم تمہاری مرہم پٹی کا انتظام کرتے ہیں۔"

"بہت درد ہو رہا ہے۔" ریوز کا چہرہ بگڑنے لگا۔ "مجھے... مجھے... سردی لگ رہی ہے... تم... تم... میرے... والد ہو... تا... حقیقی... والد..."

ٹائیگر نے لڑکے کے چہرے کی طرف بغور دیکھا۔ لڑکے کی آنکھوں میں اب موت کے سائے داخل ہونے لگے تھے۔

"تم... تم... میرے... پاپا... ہو... نا...؟" ریوز کی حالت اب بگڑنے لگی تھی۔

"ہاں..." ٹائیگر نے اس کا ٹھنڈا ہاتھ تھام لیا۔ "میں تمہارا پاپا ہوں دوست... سچا پاپا۔"

"آہ، مجھے کتنا سکون مل رہا ہے۔" ریوز کا لہجہ غیر معمولی طور پر مضبوط ہو گیا۔ چہرے پر سرخی دوڑ گئی اور سوکھے ہوئے ہونٹوں پر مسکراہٹ... "میں... کتنا خوش قسمت ہوں۔"

"جب تم ٹھیک ہو جاؤ گے تو ہم کہیں دور گھومنے چلیں گے۔" ٹائیگر نے اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے کہا۔ "اسے بڑا عجیب سا لگ رہا تھا۔ "تم آرام کرو میرے بیٹے۔"

ریوز ٹائیگر کے منہ سے اپنے لیے "میرے بیٹے" کے الفاظ نہیں سن سکا کیونکہ اس کی آنکھیں پتھرا چکی تھیں اور مسکراہٹ چہرے پر جم کر رہ گئی تھی۔ ٹائیگر نے اس کے چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس کی آنکھیں بند کیں اور پھر لاش کو اپنی بانہوں میں بھر کر اٹھا لیا۔ اب وہ عجیب سے انداز میں چل رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں بار بار نمی آ رہی تھی۔ اب باقی تمام لوگ سر جھکائے ہوئے اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ ان سب کو یہی لگ رہا تھا کہ ایک دل گرفتہ باپ اپنے بیٹے کی لاش گود میں بھرے اسے دفن کرنے کے لیے جا رہا ہے۔

انہوں نے ریوز کو نٹیو کے غار میں بطور امانت دفن کر دیا۔ ہر شخص ریوز کی اچانک موت پر اداس تھا۔ انہیں ٹائیگر کے وہ جملے یاد تھے جو اس نے ریوز کی قبر پر کہے تھے۔

"میں واپس جا رہا ہوں۔ اب مجھے ایڈم سے ذاتی دشمنی ہو گئی ہے۔ اس نے اپنے لڑکے کو قتل کیا ہے جو میرے لیے چھوٹے بھائی اور بیٹے کی طرح تھا۔ یہ قطعی ذاتی مسئلہ ہے۔ میں اس کا انتقام لوں گا اور انتقام لینے کے لیے مجھے کسی مدد کی ضرورت نہیں ہے۔"

ٹائیگر اس وقت ریوز کی قبر سے کچھ دور ٹیک لگائے ہوئے بیٹھا تھا۔ تب ہی اسے عقب میں ہلکے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ آنے والا جوزیر نال تھا۔

"سینور..." اس نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہا۔ "...

ایک پراسرار ایڈونچر ناول

طلسم زادی

ایم۔ اے راحت

روشنی کی دنیا سے دور پراسرار دنیا کی کہانی، جہاں مافوق الفطرت زندگی کا دور دورہ تھا۔ دو دشمنوں کی عجیب داستان، جنہوں نے جب ایک دوسرے کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا، تو ایک ناقابل یقین کہانی نے جنم لیا۔

جلد اول قیمت =/150 روپے جلد دوئم قیمت =/150 روپے

مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

7668958

سحر و اسرار کی رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان

خبیث

ایک پراسرار مورتی کے حصول کے لئے ہونے والے خوفناک معرکے کا احوال

انوار صدیقی کی ایک نئی اور چونکا دینے والی کہانی

قدم قدم ایک منظر حیرت اثار، لمحہ لمحہ رنگ بدلتے اطوار

گناہ کی داسیوں کی مستیاں، حرص و ہوس کے پجاریوں کے چمتکار

پانچ حصوں میں مکمل سیٹ قیمت =/200 روپے

ناشر: مکتبہ القریش

سرکلر روڈ اردو بازار لاہور نمبر 2

7668958

ندیم

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کہو! میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔" جوزیز زمین کریدنے لگا۔ "اسی طرح میں غداری کا داغ بھی مٹانا چاہتا ہوں۔"

"سنو جوزیز!" ٹائیگر نے کچھ کہنا چاہا۔

"جوزیز درست کہہ رہا ہے سینور!" دائیں طرف سے لوئیس کی آواز آئی اور ٹائیگر ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔

"تم...!" اس نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں سینور... میں ہوں... ہم سب تمہارا ساتھ دینا چاہتے ہیں۔ ہمیں ریوز پر فخر ہے، وہ میکسیکو کے ہیرو کی حیثیت سے کام آیا۔"

ٹائیگر نے ان دونوں کو غور سے دیکھا۔ وہ ان کے دل میں جھانک رہا تھا اور جب وہ مطمئن ہو گیا تو مسکرا کر بولا۔ "ٹھیک ہے، ایسا لگتا ہے جیسے میرے پاس اس خلوص کو قبول کرنے کے سوا اور کوئی راستہ نہیں... لیکن لوئیس... سنو تم میرے سیکنڈ ان کمان ہو گے۔ تمہیں دوسروں کی حفاظت کرنے کے لیے یہاں رہنا ہوگا۔ ہم نصف شب کے بعد یہاں سے روانہ ہو جائیں گے۔"

"یہ کیا ہے؟" البیرن کسی زخمی شیر کی طرح دہاڑا۔ "اتقو! جا بجا بکھرے ہوئے صرف دو ہفتے ہوئے تھے اور اب واپس آیا تو یہ کیا دیکھ رہا ہوں؟"

البیرن بہت کامیاب و کامران واپس آیا تھا۔ میکسیکو کی تمام پیچیدگیاں کامیاب رہی تھیں۔ وہ اپنے ساتھ پچیس نئے آدمی بھی لے کر آیا تھا اور اسے میکسیکو کی حکومت نے یقین دہانی بھی کرائی تھی کہ وہ اس سے یرغمالیوں کی رہائی کے لیے مذاکرات کرے گی۔

ان تمام کامیابیوں کے بعد اب وہ شکست کے زخم چاٹ رہا تھا۔ بستی کے ہال میں وہ ایڈم کے ساتھ اکیلا تھا اور ایڈم اسے تمام حالات بتا چکا تھا۔

"صرف تیرہ افراد باقی ہیں؟" وہ پھر چیخ رہا تھا۔ "میں تمہیں ۴۳ افراد کا نگراں بنا کر گیا تھا۔ اب صرف تیرہ باقی رہ گئے ہیں! قیدی فرار ہو گئے ہیں! بچے ہوئے تیرہ افراد میں سے پانچ سے زیادہ زخمی ہیں۔ تم... تم نا اہل ثابت ہوئے... اس کی سزا یہی ہے کہ تمہیں گولی مار دی جاتی... نہیں... تمہاری کھال اتار دی جاتی، تمہیں ذبح کر دیا جاتا۔"

"ہاں... لیکن اعلیٰ حضرت البیرن! اس میں صرف میری غلطی تو نہیں... ذرا یہ تو دیکھیں!" ایڈم نے کئی تیر اس کے سامنے رکھتے ہوئے کہا۔

"تیر؟ ٹھیک ہے... مگر تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" البیرن نے خفگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔

"یہی کہ ایسے تیر ہمارے علاقوں میں نہیں بنتے، یہ غیر ملکی انداز کے تیر ہیں۔ مجھے شبہ ہے کہ ہمارے دشمنوں میں کوئی غیر ملکی بھی شامل ہے۔"

"میک ورتھ؟" البیرن نے اس کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "اس کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

"وہ یقیناً عام آدمی نہیں اعلیٰ حضرت!" ایڈم نے کہا۔ "وہ وہ نہیں جو نظر آتا ہے۔ میں تو یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ وہ جان بوجھ کر ہمارے ہاتھ آیا تھا۔ وہ انتہائی جدید خطوط پر تربیت یافتہ ہو سکتا ہے اعلیٰ حضرت... لڑائی کے ہر فن میں طاق ہے۔ ہم نے یہاں امیروں اور نرم و نازک لوگوں کو قید رکھنے کی تیاریاں کی تھیں مگر کسی ایسے شخص کو قید رکھنے کی منصوبہ بندی نہیں کی تھی جو فنِ حرب میں ماہر ہو۔ وہ پہلے بولنے نہیں ہو سکتا کیونکہ کوئی بھی پہلے بولنے مزاحمتی گروہ تشکیل نہیں دے سکتا اور نہ ہی اتنی تباہی پھیلا سکتا ہے۔"

"ہوں!" البیرن غرا کر رہ گیا۔

"آپ ۴۳ افراد یہاں چھوڑ گئے تھے، ہمارے پاس جدید ترین اسلحہ بھی تھا اور گولہ بارود بھی لیکن وہ صرف پندرہ ہیں۔ انہوں نے میک ورتھ کے فرار کے تین دن کے اندر اندر حملہ کر دیا۔ کیا کوئی پہلے بولنے ایسا کر سکتا ہے؟"

البیرن نے منہ پھیر لیا۔ وہ انتہائی غصیلے انداز میں پیر پٹختا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر میک ورتھ غیر ملکی ایجنٹ ہے تو وہ ڈاکوؤں میں اتنی دلچسپی کیوں لے رہا ہے۔ "تمہیں میک ورتھ کے بارے میں مزید کچھ معلوم ہے ایڈم؟" اس نے پوچھا۔

"نہیں، میں اس کے بارے میں صرف اندازے ہی لگا سکتا ہوں اعلیٰ حضرت البیرن۔"

"ٹھیک ہے۔" البیرن نے طویل سانس لے کر جواب دیا۔ "ٹھیک ہے... اگر وہ اتنی طاقت سے حملے کر سکتا ہے تو پھر بہترین طریقہ یہ ہے کہ اس کا پیچھا کیا جائے۔ آدمی ہمارے پاس ہیں اور وہ ابھی دور نہیں گیا ہوگا کہ ہماری پہنچ ہی سے نکل جائے۔ ہم تمام علاقے چھان ماریں گے، آدمیوں کو تیار رہنے کا حکم دو۔"

ایڈم نے بہت دیر بعد سکون کی سانس لی، ورنہ وہ تو یہ ہی سوچ بیٹھا تھا کہ آج البیرن اس کی کھال کھنچوا دے گا۔

"بہت بہتر اعلیٰ حضرت...!" اس نے خوشی اور نفرت کو چھپاتے ہوئے کہا۔

بستی کے قریب ایک پہاڑی پر مورچے بنائے ہوئے ٹائیگر اور اس کی اسٹرائک فورس نے البیرن اور اس کے نئے آدمیوں کی واپسی بھی دیکھ لی تھی۔ مزید پندرہ ڈاکوؤں کی آمد سے حالات نیا رخ اختیار کر گئے تھے۔

صبح ہوئی اور پھر سورج طلوع ہو گیا۔ ٹائیگر نے فی الفور اندازہ لگایا کہ حالات کس کے حق میں ہیں۔ گزشتہ روز کے اس چھاپے میں جب قیدیوں کو پھانسی سے بچایا گیا تھا، ان کے ہاتھ مالِ غنیمت میں سے ہتھیار تو لگے تھے لیکن مسئلہ گولیوں اور میگزین کا تھا۔

ایڈم بھی نئی صف بندی کر رہا تھا۔

ٹائیگر کا ذہن بھی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اس نے کارل گستاف سے ملاقات کی جس نے حملے میں ساتھ دینے کا اصرار کیا۔ دوسرے لوگ بھی منتظر ہو گئے۔ پہاڑی سے نیچے ہونے والی سرگرمیاں دیکھ کر ٹائیگر نے انہیں منصوبے میں تبدیلی سے مطلع کیا۔

"ہم دو طرفہ حملہ کریں گے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "نیچے کے حالات سے صاف ظاہر ہے کہ البیرن اپنے آدمی لے کر پورے علاقے کی تلاشی لینا چاہتا ہے۔ وہ یقیناً انتیدوک غاروں کی طرف بھی جائیں گے اور میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ وہاں قدم بھی رکھیں۔ تم ڈاکٹر سن اور چار بہترین آدمی لے جاؤ کارل... وادی کے دوسری طرف نکلو اور لاپاز کی طرف چلتے رہو۔ دوسرا گروپ میں لے جاؤں گا اور ہلکے پھلکے حملے کروں گا تاکہ ان کی توجہ بٹ جائے۔ میری کوشش ہوگی کہ انہیں اس وقت تک الجھائے رکھوں، جب تک تم سرحد کے اس پار نہ پہنچ جاؤ۔ اس کے بعد تم اپنے طور پر فیصلہ کرو گے۔ اس کے بعد ہم بھی یہاں سے نکل کر اسی راستے پر چلیں گے تاہم ہماری کوشش یہ ہوگی کہ تمہارے متوازی چلیں اور ہمارے درمیان نصف گھنٹے کا فاصلہ رہے... اگر یہ حکمت عملی کامیاب رہی تو ان کی نفری کا بڑا حصہ ہمارے پیچھے لگ جائے گا اور اس طرح تمہیں اتنی مہلت مل جائے گی کہ تم میکسیکو کے حکام سے مل کر یہاں ان کا مکمل خاتمہ کرا سکو۔"

"مگر اس طرح تمہارے پاس صرف چھ آدمی رہ جائیں گے۔ تم اس فوج کے خلاف کس طرح قدم جمائے رکھو گے؟" کارل نے اعتراض کیا۔

"ہمارے پاس تین لشکر کے ہیں اور تقریباً بارہ سو راؤنڈ۔ ہم دور مار رائفلوں کا بہترین استعمال کرنے کی کوشش کریں گے۔ پھر ان چند بموں کا استعمال انہیں اس شبے میں ڈال دے گا کہ امریکی

دیوتاؤں کے شہر نیپال میں بسنے والے
ایک درندے کی پراسرار داستان
درندہ
یعقوب جمیل کے ہوشربا قلم سے جس کا
قارئین کو برسوں سے انتظار تھا
مکتبہ القریش سرکلر روڈ اردو بازار لاہور
فون 7668958

فوجیں اتر آئی ہیں۔"

"ٹھیک...!" کارل گستاف نے سر ہلا کر کہا۔

"لیکن یاد رکھو کہ تمہیں راستے میں ان سے ٹکرانے سے گریز کرنا ہے۔ یہاں حالات کتنے ہی خراب کیوں نہ ہوں، تم ٹیلی پر انگلی نہیں رکھو گے۔ تمہیں لوگوں کو بہرحال لاپاز پہنچانا ہے۔" ٹائیگر کا لہجہ بہت ٹھوس اور میدانِ جنگ میں مصروف کمانڈر سے مختلف نہیں تھا۔

"کمال ہے، تم پہلے بولنے بہرحال نہیں ہو دوست!" کارل گستاف نے ہلکا سا قہقہہ لگا کر کہا۔

"وہ تو میں ہوں۔" ٹائیگر بھی ہنس پڑا۔ "لیکن کبھی کبھی مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں پہلے بولنے کے علاوہ بھی کچھ اور ہوں۔"

کچھ دیر بعد کارل گستاف اپنے آدمیوں کو لے کر خاموشی سے نکل گیا۔ ٹائیگر کے پاس صرف چھ آدمی رہ گئے جن کو البیرن کی تازہ فوج سے مقابلہ کرنا تھا لیکن شاید کسی کو بھی یہ علم نہ تھا کہ ٹائیگر کو ان چھ افراد کی بھی ضرورت نہیں، وہ تو اپنی ذات میں تو دنیا کی مہیب سے مہلک فوج ہے۔

البیرن ایک لمحے کے لیے کانپ کر رہ گیا کیونکہ ایک گولی اس کے سر کے اوپر محض ایک انچ کے فاصلے سے گزری تھی۔ اس گولی نے اس شخص کو شکار کیا جس سے وہ باتیں کر رہا تھا۔ اس کے فوراً بعد بڑے بور کی گن کا دھماکا سنائی دیا۔ اسی کے ساتھ البیرن

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے بچنے کے لیے ایک طرف چھلانگ لگادی۔ وہ زمین پر گرا اور لوٹ پوٹ گیا۔ اس کی آنکھیں حملہ آور کو تلاش کر رہی تھیں۔ سارا ماحول موت کے قہقہوں سے گونج اٹھا۔ آٹومیٹک ہتھیاروں کی آوازیں گونجنے لگیں۔

"شبنت... " البیرن ان آوازوں کو بہت اچھی طرح پہچانتا تھا۔ میرے دشمنوں سے چھینے گئے ہتھیار میرے ہی خلاف استعمال ہو [illegible]۔

[illegible] کوشش میں لگ گیا [illegible] بہت مستعد تھا اور [illegible] سنبھال [illegible] فائرنگ [illegible] طرف [illegible] بھی چلنے لگے... [illegible] آواز سنائی [illegible] شروع ہو چکی [illegible]

سمجھ گیا تھا کہ ان پر دونوں طرف سے حملہ شروع ہو گیا ہے۔

البیرن نے اپنے ساتھ چند افراد کو لے کر ڈھلوان کی طرف دوڑ لگادی۔ اس کا رخ امریکی قبرستان کی طرف تھا۔ اس نے بہت زوردار جنگی نعرہ بلند کیا جسے سن کر اس کے آدمیوں میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ وہ بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔

البیرن نے اچھل کر دوڑتے ہوئے ٹیلے پر چند آدمی جمع کیے اور مسلسل ایسے نعرے لگا رہا جن کو سنتے ہی اس کے یا تو خون کے جوش میں جنون پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ ان نعروں کا واقعی اثر ہوا اور اس کے آدمی بڑھ بڑھ کر حملے کرنے لگے۔ وہ مخالف لشکر کے چند لوگوں کو زخمی کرنے میں کامیاب بھی ہو گئے۔

اب پیچھے ہٹنے لگے تھے۔ یہ بھرپور حملہ لگ رہا تھا، لیکن اب ڈاکوؤں کی قیادت بھی البیرن کے پاس تھی اور اسے یقین تھا کہ وہ ناکام نہیں ہو گا۔ اس نے ایک بار پھر جنگی نعرہ بلند کیا اور اس کے آدمی آگے بڑھنے لگے۔

[illegible] ہونے والی فائرنگ کی شدت کم ہونے لگی۔ صرف ستر گز کا فاصلہ اور طے کرنا تھا۔ اس نے ایڈم کے ساتھیوں کی طرف دیکھا جو ایک سمت سے آ رہے تھے۔ البیرن کو بلندی پر بھاگتے ہوئے لوگ نظر آئے۔ اس کا دل خوش ہو گیا۔ اس کے آدمی اب تدریج قبرستان کی دیوار کے قریب پہنچ رہے تھے۔ ان میں سے بعض تو دیوار پر چڑھنے بھی لگے تھے لیکن پھر اچانک پتہ جانے کیا ہوا کہ دیوار بم کی طرح پھٹی اور اڑنے لگی۔ پتھر اور مٹی اس کے آدمیوں پر گرنے لگی۔ وہ حواس باختہ ہو گیا۔

"بھاگو... " وہ غرایا "واپس آؤ۔" اس نے چلا کر اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔

"صف بندی کر لو۔" ٹائیگر نے ہاتھ اٹھا کر حکم دیا۔ انھیں اس حد تک کامیابی ہو چکی تھی کہ وہ ڈاکوؤں کو ٹرنفو سے تین میل دور تک کھینچ کر لے آئے تھے۔ انھوں نے ایک خاص سمت میں سفر جاری رکھا تھا اور پھر جنوب کی طرف پلٹ گئے تھے۔ اسی سمت میں انتینو کے ٹاور واقع تھے۔ اب صرف پانچ سو گز دور وہ سڑک تھی جو نا پا رہی جاتی تھی۔

ڈاکوؤں کے ایک بڑے گروپ نے براہ راست تعاقب کی حکمت عملی پہلے ہی ترک کر دی تھی۔ ٹائیگر نے اس گروپ کو کیمپ کی طرف واپس جاتے ہوئے دیکھا تھا تاہم اس کے پاس اتنا وقت اور افرادی قوت نہیں تھی کہ وہ حکمت عملی میں اس تبدیلی کی وجہ کا اندازہ لگا سکتا۔

جب وہ سڑک کی طرف جانے کے لیے پہاڑی راستے سے اترنے لگے تو تب ہی انھیں اندازہ ہوا کہ البیرن نے حکمت عملی میں کیوں تبدیلی کی ہے؟

پختہ سڑک پر دو میل دور چند گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں اور سورج کی روشنی میں ٹائیگر واضح طور پر دیکھ سکتا تھا کہ ان گاڑیوں میں سوار کئی افراد کے پاس دوربینیں بھی ہیں۔ مطلب صاف ظاہر تھا۔ البیرن کسی اور راستے سے پہلے ہی سڑک تک پہنچ کر ان کا راستہ بند کر چکا تھا۔ ٹائیگر نے اپنی فورس کو بریفنگ کے لیے جمع کر لیا۔

"جب تک ہم سنگلاخ علاقوں میں رہیں گے، اس وقت تک یہ لوگ ہمیں نہیں پکڑ سکتے کیونکہ اس کے لیے ضروری ہو گا کہ وہ گاڑیاں چھوڑ کر پیدل آئیں اور اگر یہ پیدل آئیں گے تو ان کے کئی افراد مارے جائیں گے۔ اب صورت حال یہ ہے کہ ہمیں بہرصورت آگے جانا ہے۔ ہماری حکمت عملی یہ ہو گی کہ ہم چلتے رہیں اور اگر حملہ ہو تو آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ جواب بھی دیتے رہیں۔"

وہ آگے بڑھتے رہے لیکن پھر برساتی خشک قدرتی نالے نے ان کا راستہ روک لیا۔ ابھی تک البیرن اور اس کے آدمیوں کی گاڑیاں ان سے دور تھیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ٹائیگر جس راستے پر سفر کر رہا تھا اس پر براہ راست حملہ کرنا ممکن نہ تھا۔

دو افراد ایک جگہ رک کر آسمان کا جائزہ لینے لگے۔ ٹائیگر کے باقی ساتھی بھی رکے تو انھیں بھی آسمان سے گڑگڑاہٹ کی آواز سنائی دینے لگی۔ ٹائیگر کی نظریں بھی آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔ اسے بہت بلندی پر ایک طیارہ نظر آیا۔ اس نے فوراً پہچان لیا۔ یہ ایف ۸ ایف طیارہ تھا۔ مطلب یہ تھا کہ میکسیکو کی ائر فورس بھی میدان میں نکل آئی ہے لیکن بہتر حالت میں اور پوری تیاریوں کے ساتھ نہیں۔ ٹائیگر کے حساس کانوں نے اندازہ لگا لیا کہ طیارے کے انجن کی آواز اچھی نہیں۔ اس میں کوئی خرابی ضرور ہے اور پھر اسے یقین اس وقت ہوا جب طیارہ چکر لگانے لگا۔ ہوا باز یقیناً لینڈنگ کے لیے مناسب جگہ کی تلاش میں تھا۔

طیارے کے انجن ایک لمحے کے لیے بند ہوئے اور پھر دوبارہ چلنے لگے۔ طیارہ اب گراس وتر اور بیچ سے سڑک کی طرف آ رہا تھا۔ ٹائیگر کو یقین ہو گیا کہ پائلٹ سڑک پر ہی طیارہ اتارنے کا ارادہ کر چکا ہے۔

دیکھتے ہی دیکھتے طیارہ پختہ سڑک پر اتر گیا اور جلد ہی ایک جگہ رک گیا۔ ٹائیگر کا خیال تھا کہ البیرن طیارے تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرے گا لہٰذا اس نے اپنے لوگوں کو ہدایت کی کہ وہ تیزی سے طیارے تک پہنچنے کی کوشش کریں جبکہ سرسری نظر سے ہی اسے احساس ہو گیا کہ البیرن ان کی نقل و حرکت دیکھ چکا ہے۔ اس نے ان کی حکمت عملی کا بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تھا لہٰذا گاڑیاں آہستہ آہستہ چلنے لگیں جبکہ پیدل چلنے والے بعض افراد اور فور وہیل گاڑیاں ان سے الگ ہو کر اس طرف آنے لگیں جس طرف وہ چل رہے تھے۔ ٹائیگر کے لوگوں کی قمیصیں پسینے سے گیلی ہو رہی تھیں۔ آنکھیں چبھ رہی تھیں اور چہرے پسینے سے تر ہو رہے تھے تاہم ٹائیگر بار بار انھیں مزید تیز چلنے کی تلقین کر رہا تھا۔

ابھی تک طرفین میں سے کسی نے بھی گولی نہیں چلائی تھی۔ ان کے درمیان محض چند سو گز کا فاصلہ رہ گیا تھا اور طیارہ ان کے درمیان کھڑا تھا... پھر اچانک ہی سامنے سے آنے والے پلٹ گئے اور عقب سے ایک ٹولی تیزی سے ان کے پیچھے لگی۔ ٹائیگر کے لیے یہ بہترین موقع تھا۔ اس نے فوراً ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کے تمام ساتھی اسی ٹیلے کی آڑ میں سمٹ گئے۔ ٹائیگر نے ان میں سے چار دو افراد کو ہدایت کی کہ وہ یہاں مورچے سنبھال لیں اور باقی افراد کو لے کر طیارے کی طرف لپک گیا۔

بغداد کی رات

قمر اجنالوی

الف لیلیٰ کی ایک ہزار راتوں سے زیادہ حسین و رنگین رات' دجلہ اور نیل کے دامنوں میں لپٹی ہوئی رات' جسے بے شمار کتابوں کے حوالوں سے آراستہ کیا گیا ہے

قیمت 600/-

1200 صفحات

ناشر: مکتبہ القریش
اردو بازار لاہور

"ہیلو! میں تمھارا دوست ہوں۔" اس نے پائلٹ کے خوفزدہ چہرے کی طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔ ہوا باز کی حالت خراب تھی۔ وہ انجن ٹھیک کرنے کی کوشش میں پسینے پسینے ہو رہا تھا۔

"شکریہ سینیور!" انجن سے سر اٹھا کر ہوا باز نے کہا۔ اس کے ہاتھ میں ایک اسکرو ڈرائیور تھا۔

"کیا یہ ٹوٹا ہوا فیول لائن ہے؟" ٹائیگر نے ایک ٹیوب لائن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

"اوہ!" ہوا باز اسے غور سے دیکھ کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ بھی ہوا باز ہیں سینیور!"

"بالکل...!" ٹائیگر نے ہنس کر کہا اور پھر اعشاریہ ۴۵ مم نکال کر بولا۔ "اور اس وقت مجھے طیارے کی سخت ضرورت ہے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"تمھارا دماغ خراب ہے شاید۔" ہوا باز کا لہجہ اچانک بدل گیا۔ "کیا تمھیں علم نہیں کہ یہ میکسیکو کی فضائیہ کا فوجی طیارہ ہے۔ طیارہ اغوا کرنے کے بعد تم بچ نہیں سکو گے۔"

"میں جو کچھ کر رہا ہوں اس کی وضاحت کے لیے میرے پاس وقت نہیں ہے۔ ادھر پہاڑوں کی طرف ڈاکوؤں کی پوری فورس موجود ہے اور میں اسے ختم کرنا چاہتا ہوں۔ ان کی گھن گھائیں بتا رہی کرنے کے لیے تیاری ضروری ہے۔"

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کیا یہ مشتبہ ہیں؟" ٹائیگر نے ایک جانب اشارہ کرکے پوچھا۔

"ہاں" ہوا باز نے بے چارگی سے کہا۔

"اور تحسین... ذرا جلدی... وہ بھاگی ڈاکو کسی بھی وقت ادھر دھاوا بول سکتے ہیں" ٹائیگر کا جملہ ابھی پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ ایک طرف سے سب مشین گن کی آواز سنائی دی۔ یہ ٹائیگر کے آدمی ہی تھے۔ ٹائیگر نے ہوا باز کی مزاحمت دیکھ کر اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا لہٰذا دو افراد نے ہوا باز کو دبوچ کر طیارے سے باہر کھینچ لیا اور ٹائیگر کاک پٹ میں بیٹھ گیا۔ الیکٹرک اسٹارٹنگ ڈیوائس کی غیر موجودگی میں اس نے شاٹ گن اسٹارٹر استعمال کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے ایک آدمی کو براس شاٹ گن شیل دیا اور اسے ہدایت کی کہ فائرنگ میکنزم میں کس طرح بلینک شیل ڈالا جاتا ہے۔ ساتھ ہی خبردار بھی کیا کہ وہ طیارے کے دیو قامت پنکھوں سے دور رہے۔

"میگنیٹو سوئچ آن... تحسین اب..."

ٹائیگر نے اسٹارٹنگ ڈیوائس کو چھیڑا۔ ہلکی اور دبی دبی سی آواز ابلی مگر انجن میں زندگی کے آثار نمودار نہ ہوئے۔ فیول لائن کو پہلے بھرنا ضروری تھا۔

ہر بار ہچکچاہٹ کے ساتھ انجن زور سے کھانسا پھر خاموش ہو گیا۔ ٹائیگر نے دوسری کوشش کی اس بار انجن میں تھرتھراہٹ پیدا ہوئی۔ ٹائیگر نے مزید پیٹرول کھولا۔ طیارے کی دم اٹھی اور پرزوں میں تھرتھراہٹ کا احساس ہوا۔ ایک بریک لاک کر کے اس نے مزید پیٹرول دیا۔ اب میگ چیک کا وقت نہیں تھا۔ اس نے تیزی کے ساتھ تھروٹل کھولا اور پاور استعمال کی۔ دم اٹھنے لگی۔ اس کی نظریں ائر اسپیڈ پر مرکوز ہو گئیں جو سو ناٹ سے اوپر ہو رہی تھی۔ اب وہ اسٹک پیچھے لے جانے لگا۔ طیارہ آگے بڑھا، اوپر اٹھا اور پھر بلند ہونے لگا۔

وہ عمودی پوزیشن میں طیارہ چلانے لگا۔ اس کے سامنے افق تک کوئی بادل نہ تھا۔ وہ چند لمحے تک آسمان کو تکتا رہا اور پھر زمین کی طرف دیکھنے لگا۔

نیچے اس کے ساتھی اسے کور دینے کے لئے فائرنگ شروع کر چکے تھے۔

ٹائیگر نے طیارے کی دم تقریباً مکمل طور پر نیچے کی طرف کر دی۔ اب وہ ڈاکوؤں کے اوپر پرواز کر رہا تھا۔ اس نے بجلی پر انگلی رکھ دی اور پھر [illegible] سے مطمئن ہوا۔ اس نے بجلی دبا دی۔ [illegible] مشین گنیں ایک ساتھ گرجیں اور پھر نیچے گرد و غبار کا ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوا جس کے باعث نیچے کا منظر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

طیارہ تیزی سے ڈاکوؤں کے اوپر سے گزرتا چلا گیا۔

ٹائیگر نے آگے جا کر طیارے کو پھر واپس گھمایا اور پھر افقی پرواز کرنے لگا۔ ایک ہی لمحے بعد طیارہ عمودی پرواز کرتا ہوا ڈاکوؤں کی گاڑی کے اوپر پہنچ گیا۔ تین انچ لمبی اور نصف انچ موٹی گولیوں کی بارش گاڑی پر ہونے لگی۔ گاڑی سے شعلے بلند ہونے اور نیچے ڈاکوؤں کے اعضا کٹ کٹ کر رقص کرنے لگے۔ تارکول، تیل اور پیٹرول صحرا کی خشک ریت میں جذب ہونے لگا۔

زندہ بچ جانے والے ڈاکو گاڑی سے کود کود کر پناہ کی تلاش میں بھاگنے لگے۔ وہ پرواز کرتی ہوئی موت سے بے حد خوفزدہ تھے۔

موت ان کے اوپر پرواز کرتی رہی اور انہیں کہیں پناہ نہیں ملی۔ گولیاں ان کے جسموں میں پیوست ہوتی رہیں۔ ان کے اردگرد نارنجی رنگ کے شعلے رقص کرنے لگے [illegible] اڑنے لگی اور وہ گر گر کر مرنے لگے۔

جو لوگ گاڑی میں نہیں تھے اور بچ نکلے تھے، انہیں ٹائیگر کے ساتھیوں نے آڑے ہاتھوں لیا۔

"ٹھیک..." ٹائیگر نے نیچے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر طیارہ بلند ہوتا چلا گیا۔ اب وہ لینڈنگ کے لیے تیاری کر رہا تھا۔

سڑک پر پہنچ کر ڈاکوؤں کے ساتھ ہی اس نے ایک سمت سے دو جیپیں آتی ہوئی دیکھیں۔ وہ ان کا مقصد سمجھ گیا۔ اب واپسی کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ جیپ کا رخ اسی کی طرف تھا اور اس پر نصب راکٹ لانچر صاف نظر آ رہا تھا۔ لانچر کا رخ اسی کی طرف تھا اور یہ بات بہت واضح تھی کہ ٹارگٹ وہی ہے۔

ٹائیگر نے آرمنگ بٹن دبایا اور دوسرے ہاتھ سے گیئر دبایا۔ طیارہ اب بھاری ہو گیا تھا اور ٹائیگر خطرے سے نمٹنے کے لیے مسلسل اقدامات کر رہا تھا۔

جیپ پر سوار لیٹ گیا اور گنر نے ٹارگٹ لینا شروع کر دیا۔ ٹائیگر کا انگوٹھا رخ بٹن پر پہنچ گیا اور پھر فوراً ہی چھ انچ کے چار راکٹ پروں کے نیچے سے نکل کر جیپ کی طرف تیر گئے۔ ٹائیگر کو طیارہ سنبھالنے کی زبردست کوشش کرنی پڑی کیونکہ رن وے پر دوڑتے ہوئے طیارے سے راکٹ برسانا خود طیارے کے لیے غیر معمولی بات تھی۔ اس نے بڑی مہارت کے ساتھ طیارے کو جیپ میں گھسنے سے بچا لیا تھا۔ جیپ اب نارنجی شعلوں اور سیاہ دھوئیں میں ملفوف تھی۔ ٹائیگر نے فوراً ہی طیارہ بلند کر لیا اور جیپ کے اوپر سے گزرتا ہوا مزید بلندی حاصل کرنے لگا۔ اس پر اس وقت عجیب سی کیفیت طاری تھی۔ کسی نے بھی اسے رن وے پر دوڑتے ہوئے راکٹ فائر... کرنے اور طیارے کو اس طرح بلند کرنے کی تربیت نہیں دی تھی۔ اس نے طیارے کو فضا میں کئی بار گھمایا، قلابازیاں کھائیں اور ایک بار پھر لینڈنگ کے لیے سڑک کے اوپر پہنچ گیا۔

دم نے جونہی سڑک کو چھوا، ٹائیگر کو ایسا لگا جیسے دنیا چھپ گئی ہو۔

"مم... میں نے زندگی میں پہلے کبھی... ایسی فلائنگ نہیں دیکھی تھی جناب!" ہوا باز نے کسمساتے ہوئے کہا۔ اس وقت ٹائیگر الیف 8 الیف لیے کے کاک پٹ سے اتر کر اسی سمت میں آ رہا تھا جہاں ٹائیگر کے لوگوں نے ہوا باز کو قابو میں کر رکھا تھا۔ ٹائیگر اس کی بات سن کر مسکرانے لگا۔

"کیا تمہیں یقین آئے گا کہ میں نے تیسری مرتبہ یہ طیارہ اڑایا ہے لیفٹیننٹ؟" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"میرے خدا... ساری زندگی میری خواہش رہی کہ کسی جنگی مشن پر جاؤں... لیکن یہ خواہش کبھی پوری نہیں ہوئی۔" لیفٹیننٹ نے بڑی حسرت سے کہا "لیکن آپ نے کمال کر دیا!"

"بچے ہوئے ڈاکوؤں کی تلاش میں کسی کو بھیج دو۔" ٹائیگر نے اپنے ساتھیوں کو ہدایت کی اور پھر لیفٹیننٹ کی طرف پلٹا۔ اس کا لہجہ بہت نرم تھا۔ "دوست! اب تمام حالات کو حقائق کے تناظر میں دیکھو، ذرا سوچو کہ جب تم واپس جا کر یہ کہو گے کہ تم نے تن تنہا ڈاکوؤں کے خلاف کارروائی کی اور انہیں برباد کر دیا تو تمہیں کتنی جلد ترقی ملے گی۔ ممکن ہے کہ تمہیں براہ راست کرنل ہی بنا دیا جائے۔"

لیفٹیننٹ کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا، تاہم فوراً ہی اس کے چہرے پر مردنی چھا گئی۔ وہ بولا "... لیکن ان یرغمالیوں کا کیا ہوگا جو ان کی قید میں ہیں؟"

"وہ بہت جلد رہا کرا لیے جائیں گے اور میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ ان میں کسی کو خراش بھی نہیں آئے گی۔ تم نے میکسیکو کے دشمن پر جو مجاہدانہ حملہ کیا اس کی وجہ سے تمام یرغمالی بچ بھی جائیں گے۔"

"میرے خدا... آپ... کون ہیں؟ اس پورے کھیل میں آپ کا کیا کردار ہے جناب؟"

"میرا نام مونٹن لی ہیک ورتھ سوتھ ہے۔" اس نے اپنا تعارف کرایا اور پھر فوراً ہی یہ طے پایا کہ ہوا باز یہ بیان دے گا کہ البیرن بعض یرغمالیوں کو منتقل کر رہا تھا کہ میں نے اس پر حملہ کر دیا اور انہی یرغمالیوں سے علم ہوا کہ باقی یرغمالی کہاں ہیں۔

"ٹھیک ہے ٹھیک... ممکن ہے کہ بات بن جائے میں اپنی رپورٹ میں اسی کو بنیاد بناؤں گا۔" ہوا باز کی آنکھوں میں پھر چمک عود کر آئی۔

"میں تمہیں یہ بھی بتاؤں گا کہ یرغمالی کہاں چھپے ہوئے ہیں۔ تمہیں بہت سے اعزازات ملیں گے لیفٹیننٹ!" ٹائیگر نے پھر کہا۔

"مسٹر ہیک ورتھ!" ہوا باز نے گال کھجاتے ہوئے پرتشویش لہجے میں کہا "لیکن ہیں فساد کی جڑ البیرٹ اور اس کا ساتھی ایلم تو ملا ہی نہیں۔"

"کیوں؟ کیا وہ لاشوں میں شامل نہیں؟" ٹائیگر نے اپنے ایک آدمی سے پوچھا۔

"نہیں جناب!" طرفین کے ایک آدمی نے کہا۔ وہ واضح طور پر مایوس نظر آ رہا تھا۔

"تب پھر یہ مسئلہ ابھی پوری طرح ختم نہیں ہوا" ٹائیگر نے سر ہلاتے ہوئے کہا "لیکن فی الحال اتنا ہی کافی ہے کہ تم نے ڈاکوؤں سے تن تنہا مقابلہ کیا۔ کیوں ٹھیک ہے نا لیفٹیننٹ!"

تاریخی ناول

دنیا کے نامور فاتحین	قمر تسکین	100/-
شیر مصر	قمر تسکین	100/-
شمشیر اسلام	قمر تسکین	100/-
ترک مرد میدان	قمر تسکین	100/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔ لاہور 2

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جیسا آپ مناسب سمجھیں مسٹر بیک ورتھ"
ہوا باز بہت متاثر نظر آ رہا تھا "میں وہی کروں گا... جو آپ کہیں گے۔ میں طیارہ لے کر پہنچتے ہی واپس جانا اور تفصیلی پوری رپورٹ پیش کرنا چاہتا ہوں۔"

ہوا باز کے بعد تفتیش والوں کو اس بات پر رضامند کرنے میں بہت دشواری ہوئی کہ وہ اس پورے کھیل میں ٹائیگر کا نام نہیں آنے دیں گے۔ صرف یہ کہیں گے کہ انھوں نے ڈاکوؤں کو گھیر کر کھلے علاقے میں آنے پر مجبور کیا۔
کچھ دیر بعد وہ لوگ بھی واپس آ گئے جو کارل گستاف کی کمان میں گئے تھے۔ انہیں بہترین صحت والے چند افراد کو منتخب کر کے اینٹیو کے غاروں کی طرف بھیجا تاکہ وہ باقی یرغمالیوں کو لے آئیں۔ اس نے انہیں بھی سمجھا دیا کہ کہانی میں اس کا نام نہ آنے پائے۔ اس نے ڈاکوؤں کی باقیات کا صفایا کرنے کا کام میکسیکو کی فوج پر چھوڑ دینے کا فیصلہ کیا۔

دو دن اور دو راتوں کی مسلسل اور کڑی پوچھ گچھ کے بعد ٹائیگر کی کہانی تسلیم کر لی گئی۔ اسے رہا کر دیا گیا کیونکہ تفتیش کے کسی بھی شخص نے یہ تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا کہ ٹائیگر نے اس مشن میں کسی بھی حیثیت میں حصہ لیا تھا پھر جب اس کی شاندار کشتی وہاں پہنچی تو یہ بات ثابت ہو گئی کہ وہ ونسٹن بیک ورتھ کی ہے۔ وہ کشتی پر پہنچا تو وہاں بہرام اور اوشان موجود تھے۔ اوشان حسب معمول چپ کی تصویر بنا ہوا تھا اور اسے اس بات پر شدید غصہ آ رہا تھا کہ ٹائیگر نے حملے کے لیے طیارہ کیوں استعمال کیا۔
"اگر تو دو ہاتھوں میں پتھر لے کر اڑتے اور پتھراؤ کے ذریعے دشمن کا خاتمہ کرتے تو تمہیں یقیناً شاباش دیتا... احمق لڑکے... تم طیاروں میں پرواز کر کے سانجو کے فن کی توہین کر رہے ہو۔"
"میں...!" ٹائیگر نے مسکرا کر اپنے سینے پر انگلی رکھتے ہوئے کہا "میں سانجو کے فن کی توہین کر رہا ہوں سینسئی قادر؟"
"ہاں... بالکل... قطعی...!" اوشان غرایا "تم نے سانجو کے فن کی کبھی نہیں سیکھا کبھی توہین کی ہے۔"
"وہ کیسے؟"
"طیارہ استعمال کر کے... مشینوں پر اعتبار کرنا سانجو کی توہین ہے۔"
"تب پھر آپ سفر کے لیے طیارہ کیوں استعمال کرتے ہیں قادر...؟" ٹائیگر نے پوچھا۔
"صرف سفر کرنے کے لیے اور دوران پرواز پوری طرح تیار رہتا ہوں۔ مشین دغا دے جائے تو میں طیارہ چھوڑ کر اس سے بہتر پرواز کر سکتا ہوں نا سمجھے۔"

امریکی اخبارات نے یرغمالیوں کی بازیابی کے بارے میں سرخیاں شائع کیں۔ ان سرخیوں میں الیرن کا نام نمایاں تھا۔ الیرن کو واقعی عالمی شہرت مل چکی تھی مگر جس قسم کی شہرت وہ چاہتا تھا وہ نہیں ملی۔ اسے کسی بھی اخبار نے صدر نہیں لکھا تھا۔ اس کے بارے میں ہر اخبار نے یہی لکھا تھا کہ جیوتی ڈاکو ابھی تک فرار ہے۔ ملزم کی گرفتاری کے لیے کوششیں جاری ہیں۔
دوسرے لوگوں کی طرح ٹائیگر سے بھی پوچھ گچھ کی گئی اور جب اسے چھوڑ دیا گیا تو اس نے ایلینا سے ملنے کے لیے اسے فون کیا۔ ایلینا اس کی آواز سن کر کھل اٹھی تھی۔
ٹائیگر نے ایلینا سے ملنے کے لیے تیاریاں شروع کر دیں۔ ونسٹن بیک ورتھ کے لیے بنے ہوئے شاندار سوٹوں میں سے ایک بہترین سوٹ نکال کر پہنا۔ اخبارات یہ خبر پہلے ہی شائع کر چکے تھے کہ "کشتی ونسٹن بیک ورتھ" لا پاز سے روانہ ہونے والی ہے۔
لاس کینڈلز کی عالمی شہرت تھی۔ یہ خاموشی اور سادگی سے سجا ہوا ڈائننگ روم افراتفری سے بھرے ہوئے ڈائننگ ہالوں کے قطعی برعکس انتہائی پرسکون تھا۔ یہاں بیٹھ کر فطرت کا لطیف احساس ہوتا تھا اور حقیقتاً ایسا لگتا تھا جیسے کھانا کھانے والے اپنے گھر میں کھانا کھا رہے ہوں۔
ٹائیگر اور ایلینا چار افراد کی چھوٹی سی خوبصورت میز پر بیٹھے ہوئے اسی پرسکون ماحول میں باتیں کر رہے تھے۔ لوزا کو دیکھ کر ٹائیگر بار بار افسردہ ہو رہا تھا کیونکہ اسے ریوز یاد آ رہا تھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ ریوز کا نام لے کر کس طرح لوزا کو چھیڑتا رہتا تھا۔ ویسے ابھی تک ٹائیگر یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ ریوز بار بار لوزا کو کیوں دیکھ رہا تھا۔
کھانے کے بعد وہ سیڑھیاں اتر کر سڑک پر آ گئے۔ سڑک پار ڈانس ہال تھا جہاں لاس کینڈلز میں کھانا کھانے والے ڈنر کے بعد لطف اندوز ہونے کے لیے آتے تھے۔
سورج ڈھلنے کے بعد جو خنکی پیدا ہوئی تھی۔ وہ اب بڑھ گئی تھی ان کا پروگرام صبح تک رقص گاہ میں رہنے کا تھا لیکن ابھی انھیں وہاں

ایک ہی گھنٹہ ہوا تھا کہ لوزا نے اچانک ہی شدید قسم کے درد سر کی شکایت کی۔ وہ گھر جانے کے لیے اصرار کرنے لگی۔ ٹائیگر نے بل ادا کیا۔ وہ دو ایک بار پھر باہر آ گئے۔ ٹائیگر نے دروازے سے باہر ہی قدم رکھا تھا کہ ایک گولی سنسناتی ہوئی آئی اور ٹائیگر کے کان کے قریب سے گزرتی ہوئی دروازے کی چوکھٹ میں پیوست ہو گئی۔ ٹائیگر نے ایلینا کو ایک طرف دھکا دیا۔ ساتھ ہی خود بھی آڑ لینے کے لیے ایک طرف لپک گیا۔ اس نے پست دیوار کی آڑ لے کر سڑک کی طرف دیکھا۔ اسے لوزا کے بارے میں تشویش تھی کہ اس نے کور لیا یا نہیں؟
لیکن لوزا تو اس کے بہت قریب تھی۔ وہ سڑک پر لیٹی نہیں بلکہ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کا ہاتھ پرس سے نکل رہا تھا اور اس ہاتھ میں ایک بھدا، خوفناک اور مہلک اعشاریہ ۳۸ نظر آ رہا تھا۔ اس کی نال کا رخ آہستہ آہستہ ٹائیگر کی طرف ہو رہا تھا۔
ٹائیگر سر جھٹک کر رہ گیا۔ لوزا کو ریوز بار بار گھور کر کیوں دیکھ رہا تھا؟ یہ معاملہ اب حل ہوا تھا۔
لوزا کا چہرہ بگڑنے لگا۔ آنکھوں میں نفرت جنم لینے لگی۔ ہونٹ بھینچ گئے۔ جبڑے تن گئے اور اسی لمحے ٹائیگر کو ایسا لگا جیسے اس نے اس قسم کا بدنما چہرہ پہلی بار ہی دیکھا تھا۔ لوزا نے تقریباً اگر یہ آپ سے صاف ہوتے تو واضح طور پر الیرن سے مل چکے ہوتے
"گندے، خبیث...!" لوزا چلائی "تم نے میرے اور میرے بھائی کے تمام منصوبے ناکام بنا دیے ہم نے کتنی محنت سے اس کی پلاننگ کی تھی۔"
سڑک کے پار سے اب فائرنگ نہیں ہو رہی تھی۔
"میں ماریا ہوں... الیرن ڈی بارینکا کی حقیقی بہن... اس شخص کی بہن جس کو تم نے اپنے نزدیک تباہ کر ڈالا ہے جسے تم نے تاریک کمروں میں چھپنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تمہارا جرم بہت سنگین ہے اس کی سزا صرف موت ہے، تمہیں مرنا ہو گا۔"
یہ کہتی ہوئی وہ اس کے اور قریب آ گئی تاکہ ایک ہی گولی میں کام پورا ہو جائے۔ وہ دو قدم آگے بڑھی تو دروازے سے نکلنے والی روشنی اس پر پڑنے لگی۔ اب وہ بہت واضح طور سے نظر آ رہی تھی۔ اسی لمحے گلی میں دو گولیاں چلیں اور سنسناتی ہوئی ماریا یا لوزا کے سینے میں پیوست ہو گئیں۔
لوزا اپنی چیخ بھی نہ دبا سکی۔
لوزا کو لگنے والی گولیاں جلد ہی کلیئر کی تھیں جو اس کے نرم گوشت میں بڑے بڑے سوراخ ڈال گئیں۔ یہ گولیاں اتنے فاصلے

تاریخی ناول

ابلیس مصر	الماس ایم۔اے	100/-
حسن بن صباح	الماس ایم۔اے	125/-
راجکماری	الماس ایم۔اے	150/-
نور الدین زنگی	الماس ایم۔اے	250/-
سلطان عادل	الماس ایم۔اے	150/-

مکتبہ القریش اردو بازار۔لاہور 2

سے چلی تھیں کہ لوزا فوراً ہی نہیں گر سکی۔ وہ چند لمحوں تک بالکل ساکت کھڑی رہی پھر اس کے منہ سے کربناک چیخ نکلی اور اس وقت تک چیختی رہی جب تک منہ خون سے نہیں بھر گیا اور پھر خون منہ سے گرنے لگا۔ وہ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی اور اس کے بعد چلتی تڑپتی ہوئی پشت کے بل گر گئی۔
اب ہر طرف چیخ پکار مچی ہوئی تھی۔ عورتیں خوف و دہشت کے مارے زور زور سے رو رہی تھیں اور کہیں دور پولیس سائرن بج رہا تھا۔ ٹائیگر نے صرف یقین کیا کہ ایلینا ٹھیک اور محفوظ ہے اور پھر ماریا کا گرا ہوا پستول اٹھا کر اس اندھیری گلی کی طرف گولیاں چلانے لگا جہاں سے مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی۔ چند ہی لمحوں بعد اس نے دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنی۔ یہ آواز مسلسل دور ہو رہی تھی۔ اب کسی دوسری پٹرول کار کے سائرن کی آواز بھی سنائی دینے لگی تھی۔
ٹائیگر جونہی اس اندھیری گلی میں داخل ہوا اس پر تابڑ توڑ

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تین گولیاں چلائی گئیں لیکن وہ انتہائی پھرتی سے کام لے کر ان تینوں گولیوں سے بچ گیا۔ گولیوں سے بچنے کا یہ طریقہ ساجو کے فن کا ایک لازمی حصہ تھا اور اس میں انسانی جسم کی حرکت روشنی کی رفتار سے بھی تیز ہوتی تھی۔ ٹائیگر نے گولیوں سے بچتے ہوئے خود بھی ایک گولی جھونک دی۔ اسے بہرحال اعشاریہ ۴۸ کے چھوٹے سیگزین کی گنجائش کا خیال تھا پھر خاموشی چھا گئی۔ اس نے سماعت پر زور دیا۔ دو افراد کے بھاگنے کی آواز اُسے صاف سنائی دے رہی تھی پھر وہ بھی اُن کے پیچھے لپک گیا۔ گلی آگے جا کر ایک کشادہ سڑک پر نکل رہی تھی لیکن سڑک اس کی نظروں سے اوجھل تھی۔ اس نے اپنی عام رفتار سے دوڑنا شروع کر دیا۔ وہ یہاں اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کر کے تماشا بننا نہیں چاہتا تھا۔ گلی سے سڑک کی طرف مڑتے ہوئے اس کی نظر فرار کی کوشش کرنے والے ایک دراز قد سلنے پر پڑی۔ وہ اسے فوراً پہچان گیا یہ ایڈم تھا۔ ٹائیگر کی رفتار تیز ہونے لگی۔

ایڈم نے بھی اسے دیکھ کر مزید تیزی سے بھاگنا شروع کر دیا، وہ خوفزدہ تھا۔

اچانک ہی ایڈم نے پلٹ کر دو گولیاں چلائیں اور یہ دونوں گولیاں اس گاڑی کے ونڈ اسکرین کو چکنا چور کر گئیں جس کے قریب سے ٹائیگر گزر رہا تھا۔ ایڈم دیوانہ وار دوڑتا ہوا سڑک پار کر کے ٹائر اینڈ بیٹری شاپ میں گھس گیا۔ ٹائیگر نے مزید انتظار کرنا مناسب نہیں سمجھا اور وہ بھی لکڑی کی چار دیواری پھلانگ کر اندر گھس گیا۔

اسی لمحے اسے کتے کے غرانے کی آواز کے ساتھ ہی ایک گولی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔ کتا خاموش ہو گیا۔ ٹائیگر کی سماعت اسے یہ پیغام دے رہی تھی کہ عمارت کے اندر ایڈم ہی نہیں اس کا دوسرا ساتھی بھی موجود ہے۔

وہ صحن میں آیا اور اسی وقت ٹائروں کا ایک ڈھیر کچھ دور گرتا ہوا نظر آیا۔ ایڈم اور اس کے ساتھی نے غالباً اسی ڈھیر پر چڑھ کر دوسری طرف کودنے کی کوشش کی تھی۔

ٹائیگر نے دونوں ہاتھ فضا میں بلند کیے۔ جسم کو کسی کمان کی طرح جھکایا اور پھر ایک لمبی زقند بھری۔ وہ چار دیواری کے اوپر سے تیرتا ہوا دوسری طرف سڑک پر آ گیا۔ ایڈم اور اس کا ساتھی بُری طرح بھاگ رہے تھے۔ تب ہی ٹائیگر کو احساس ہوا کہ ان دونوں کی منزل کیا ہے۔ وہ ماریا یا لوزا کے گھر جا رہے تھے، وہی ان کی کمین گاہ تھی۔

اس نے ان دونوں سے پہلے لوزا کے گھر پہنچنے کا فیصلہ کیا اور پھر اس کے پیر تیزی سے اٹھنے لگے۔ ایک ہی سیکنڈ بعد وہ اتنی تیزی سے دوڑ رہا تھا کہ اگر کوئی دیکھنے والا ہوتا تو اسے ٹائیگر کے پیر زمین سے چند انچ اوپر ہی نظر آتے۔ اس کے بالائی لب پر پسینے کی بوندیں نمودار ہونے لگی تھیں اور چہرے پر طمانیت بخش مسکراہٹ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ ساجو کے فن کا استعمال اب وہ بہت بہتر طریقے سے کر رہا ہے۔

***

وہ دونوں بڑے اطمینان سے گیٹ کھول کر پائیں باغ میں داخل ہوئے۔ اب ان کے چہروں پر خوف نہیں بلکہ بے چینی تھی اور وہ بڑے حوصلے سے عمارت کی طرف قدم اٹھا رہے تھے۔ ٹائیگر نے انہیں آگے آنے دیا اور پھر جوں ہی وہ پورچ کے قریب پہنچے، ٹائیگر نمودار ہو گیا۔

"بس بہت دور نکل آئے، اب مزید آگے مت بڑھنا، رکو!" اس کا لہجہ بہت خوفناک تھا۔

دونوں ڈاکوؤں نے فوراً ہی اپنی پیٹیوں پر ہاتھ ڈال دیا۔

... ایڈم زیادہ برق رفتار نکلا لیکن ابھی وہ ریوالور سیدھا کر ہی رہا تھا کہ ٹائیگر نے اس کی طرف گولیاں چلا دیں۔ ٹائیگر کی چلائی ہوئی گولیاں ایڈم کے سینے میں بائیں طرف ذرا نیچے لگیں اگرچہ اعشاریہ ۴۸ ایم ایم کرٹس کارتوس کی شدت اتنی زیادہ نہیں تھی کہ ایڈم جھٹکے کی وجہ سے گر جاتا لیکن پھر بھی ایسا لگا جیسے اچانک ہی وہ ہر چیز سے لاتعلق ہو گیا ہو۔ اس کے سینے پر تین سوراخ بنے، ان میں سے خون پھوٹا اور پھر یہ سوراخ بڑے ہوتے چلے گئے اگرچہ بیضوی سر کا دماغ تک پیغام نہیں پہنچا تھا لیکن ایڈم مرنے سے پہلے ہی مر چکا تھا۔ گرنے سے قبل وہ آخری سانس لے چکا تھا۔

... پھر دوسرے ڈاکو کا بھاری اعشاریہ ۴۵ زور سے گرجا۔ یہ کوئی عام ڈاکو نہیں بلکہ خود البیرن تھا۔ اس کی چلائی ہوئی گولی نشانے سے ہٹ کر ٹائیگر کے عقب میں دیوار پر لگی۔ پلاستر اڑنے لگا۔ البیرن نے گولی خطا جاتے ہوئے دیکھی تو اس نے غصے سے بلبلاتے ہوئے مزید گولیاں جھونک دیں لیکن اب ٹائیگر اس کے سامنے نہیں تھا۔ وہ پیر پٹخنے لگا۔ اس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"کہاں ہے؟" وہ زور سے گرجا۔

"یہاں ہوں" ٹائیگر نے عقب سے للکارا اور البیرن نے آواز کی سمت میں فائر جھونک دیا پھر پلٹ کر دیکھا۔ ٹائیگر اب وہاں بھی نہیں تھا۔

"سامنے آ بزدل" البیرن نے پیر پٹختے ہوئے پھر کہا۔

"میں سامنے ہی ہوں" ٹائیگر اچانک ہی ایک ستون کی اوٹ سے نکل کر اس کے سامنے آ گیا۔

"میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا" البیرن نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"مار ڈالو" ٹائیگر نے مسکراتے ہوئے اسے للکارا۔ البیرن دفعتاً زچ ہو گیا تھا۔ اس نے ایک گولی اس یقین کے ساتھ چلائی کہ ٹائیگر کے مضروب لگے گی۔ گولی اسی جگہ گئی مگر ٹائیگر کے نہیں لگی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ ٹائیگر اس جگہ سے ہٹ گیا تھا۔

... پھر اچانک ہی البیرن کو احساس ہوا کہ اب اس کے پاس کوئی گولی نہیں بچی۔ وہ اچھلا، اس نے ریوالور ٹائیگر کی طرف اچھالا اور عمارت کے اندر دوڑتا ہوا چلا گیا۔

ٹائیگر ہنس پڑا۔ اس کی یہ ہنسی بہت خوفناک تھی اور اس میں وہ درد بھی شامل تھا، جو کوڑوں کے لگنے سے اسے محسوس ہوا تھا۔ اس نے البیرن کو لپک کر پکڑنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ چوہے بلی والا کھیل کھیلنا چاہتا تھا۔ اس نے جھک کر ایڈم کا غیر معمولی ریوالور اٹھایا اور عمارت کی سمت میں بڑھ گیا۔ اس نے اندر قدم رکھا تو کسی طرف سے حملہ نہیں ہوا۔ وہ اندر چلا گیا۔ وہ اس بھاری صوفے کے پیچھے ایک لمحے کے لیے رکا جس نے ہال وے کو ڈرائنگ روم سے الگ کر رکھا تھا۔ وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا تھا۔

تب ہی اسے مکان کے عقبی حصے میں البیرن کے داخل ہونے کی آواز آئی۔ البیرن غالباً مسلسل دوڑ اور ذہنی و جسمانی دباؤ کے باعث ہانپ رہا تھا۔ اس نے جوں ہی ٹائیگر کو دیکھا، اس کے حلق سے عجیب سی چیخ نکلی اور وہ سیدھا ایک دیوار کی طرف دوڑ گیا۔ وہاں ایک شیلف پر بھاری ریوالور رکھا ہوا تھا، جو اس نے اٹھایا اور ٹائیگر کی طرف رخ کر کے اس کی لبلبی دبا تا چلا گیا۔ ٹائیگر نے خود کو بچاتے ہوئے گولی چلائی جو البیرن کے ہاتھ میں موجود ریوالور کی نال میں گھس گئی۔ البیرن نے ریوالور اسی لمحے پھینک دیا اور خود ایک تاریک گلیارے میں دوڑا۔

ٹائیگر سر جھٹک کر اسی گلیارے کی سمت میں بڑھ گیا۔ اس وقت اسے یہ بھی احساس نہیں تھا کہ یہ گھر البیرن کا دیکھا بھالا ہے اور یہ کہ اسے یقیناً ہر وہ جگہ معلوم ہوگی جہاں ہتھیار رکھے ہوئے ہوں گے۔ اس وقت ٹائیگر کو صرف چیکو اور ریو کی موت یاد تھی۔

وہ گلیارے میں داخل ہوا ہی تھا کہ اندھیرے میں لگاتار

دو شعلے چمکے۔ اس نے فوراً ہی دائیں طرف چھلانگ لگا دی اور شعلے اس کے کندھے کے اوپر سے گزرتے چلے گئے۔ ٹائیگر نے یہ اندازہ لگانے میں کوئی غلطی نہیں کی کہ البیرن کسی زینے پر کھڑا ہے کیونکہ گولیاں قدرے بلندی سے آئی تھیں۔

چند لمحوں کے انتظار کے بعد جب مزید گولی نہیں چلی تو ٹائیگر اندازے ہی سے زینے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں واقعی زینہ موجود تھا۔ اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر زینے پر قدم رکھ دیا۔ اسے اوپر سے کھٹر پٹر کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے البیرن کھڑکی تلاش کر رہا ہے۔ ٹائیگر ایک ہی قدم میں تین تین سیڑھیاں چڑھتا ہوا اوپر پہنچا۔ اوپر پہنچتے ہی اس نے ایک قلابازی لگائی تاکہ اگر البیرن تاک میں بیٹھا ہو تو اس کا نشانہ خطا ہو جائے۔ اسی قلابازی میں وہ ایک دروازے تک پہنچا، اس کی بھرپور ٹھوکر دروازے پر پڑی اور دروازہ قبضوں سمیت کھل گیا۔ یہ بیڈ روم تھا۔

تاریکی کے باوجود کسی طرف سے بھی کوئی گولی نہیں آئی۔ البیرن اس کمرے میں نہیں تھا۔

اب اسے ایک ایسی عمارت میں چوہے بلی کا کھیل کھیلنا تھا جس کے بارے میں اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ وہ ہر کمرے میں جھانک کر دیکھنے پر مجبور تھا۔

وہ سب سے پہلے دروازے پر رکا۔ اس نے ڈور ناب کو گھمایا۔ دروازہ کسی کوشش کے بغیر کھل گیا۔ اس نے سانس روک لی۔ اسے اچانک ہی البیرن کی مخصوص بو آنے لگی۔ وہ پھرتی سے اندر گھسا اور اس نے ایک ہاتھ سے دروازہ بند کرتے ہوئے دیوار سے ٹیک لگا لی۔ اسی وقت تین گولیاں چلیں اور ٹائیگر کے دائیں بائیں، کان اور ہاتھ کے قریب پیوست ہو گئیں اگر وہ ایک انچ بھی اِدھر اُدھر ہوتا تو گولیاں کنپٹی اور شانے پر لگتیں۔ اس نے اسی وقت یہ اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ گولیاں کمرے کے اندر

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے نہیں باہر سے آئی ہیں اور یہ کہ دروازہ بند ہونے سے پہلے چلائی گئی ہیں۔

وہ مسکرانے لگا۔

اس نے دروازہ کھولا اور ایک طرف ہو گیا مگر اس بار کوئی گولی نہیں چلی۔ وہ چوکھٹ سے آگے بڑھنے کی بجائے دائیں طرف سرک گیا۔ ابھی وہ آگے بڑھنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ اس کی چھٹی حس نے اسے فرش پر لیٹنے پر مجبور کر دیا۔ اس کی چھٹی حس نے بروقت اشتباہ کر دیا تھا ورنہ گولی اس کی کھوپڑی تک پہنچ چکی تھی۔ گولی کے چلتے ہی وہ اٹھا اور دوڑتا ہوا ایک اور کمرے میں گھس گیا۔ یہ بلی کا کھیل تھا پھر یہ چھٹی حس ہی تھی جس نے ٹائیگر کو چلنے پر مجبور کیا جو شکار الیبرن بھی کمرے سے نکل جانے پر مجبور تھا۔ اس نے وقت ضائع کیے بغیر فائر کر دیا لیکن اگر وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ گولی ٹائیگر کے سینے پر لگی تو یہ اس کی غلطی تھی۔ گولی اس جگہ ضرور لگی جہاں ٹائیگر ایک لمحہ قبل کھڑا ہوا تھا مگر اب ٹائیگر اس جگہ نہیں تھا۔ الیبرن نے گولیاں برسانی شروع کر دیں حتیٰ کہ اس کا ریوالور خالی ہو گیا اور ٹائیگر محفوظ رہا۔ الیبرن نے گھبرا کر جیب میں ہاتھ ڈالا۔ وہ میگزین نکالنا چاہتا تھا۔ ٹائیگر نے اپنا ریوالور سنبھالا اور خالی کر دیا۔ گولیوں کا رخ الیبرن کی بجائے ایک پیانو کی طرف تھا۔ تمام گولیاں پیانو میں لگیں اور ایسی موسیقی نے جنم لیا جو صرف اور صرف موت کا نغمہ تھا۔

الیبرن گھبرا کر کمرے سے نکل گیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ اجنبی بلکہ وہ تو چوہے بلی کا کھیل کھیل رہا ہے۔

ٹائیگر بڑے اطمینان سے باہر آیا۔ سامنے والا دروازہ مقفل تھا۔ ٹائیگر نے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے اکھاڑ پھینکا۔ اس نے صرف یہ احتیاط رکھی کہ وہ فائر لائن میں نہ ہو۔ اس بار گولی چلنے کی بجائے قدموں کی آواز سنائی دی۔ الیبرن فرار ہو رہا تھا۔ ٹائیگر تیزی سے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کمرے سے کسی اور کمرے میں بھی جانے کا راستہ تھا۔ الیبرن غالباً جلدی میں تھا ورنہ وہ اس راستے کا دروازہ مقفل کر جاتا۔ جھولتا دروازہ آہستہ آہستہ مکمل رک رہا تھا۔ ٹائیگر اس دروازے سے گزر کر دوسری طرف پہنچا۔ اسی لمحے الیبرن نے کہیں سے فائرنگ شروع کر دی مگر تمام گولیاں ضائع گئیں۔ ٹائیگر کو ان گولیوں سے بچنے کی توجہ بھی نہیں کرنی پڑی۔

الیبرن کا ریوالور پھر خالی ہو گیا۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا لیکن پھر اس کے منہ سے مغلظات کا طوفان نکلنے لگا۔ جیب خالی تھی۔

ٹائیگر تیزی سے اس کی طرف لپکا۔ وہ یہی چاہتا تھا کہ الیبرن کے پاس ایک بھی گولی نہ رہے۔ اب وہ اسے مزید موقع دینا نہیں چاہتا تھا۔ وہ اس کے قریب پہنچا تو ایک قہقہہ اس کے حلق سے نکل پڑا۔ الیبرن ایک کلہاڑی دیوار سے اتار رہا تھا۔

الیبرن نے اندھا دھند کلہاڑی گھمانی شروع کر دی... مگر اس کا کوئی وار کارگر نہ ہوا حتیٰ کہ وہ ہانپنے لگا۔

اور پھر ٹائیگر نے مسکرانے کی کوئی کوشش نہ کی۔ اس کا چہرہ سنجیدہ ہو گیا۔ وہ آگے قدم بڑھانے لگا۔ اسے کلہاڑی کی بھی فکر نہ تھی۔

"دور رہو" الیبرن نے گھبرا کر کہا مگر اب ٹائیگر مزید دور رہنا نہیں چاہتا تھا۔ اس کا دایاں ہاتھ بلند ہوا اور کلہاڑی والا ہاتھ اس کے ہاتھ میں آ گیا۔ چٹاخ کی آواز کے ساتھ ہی الیبرن کی خوفناک چیخ کمرے کی فضا میں گونجی۔ اس کی کلائی ٹوٹ چکی تھی۔ دوسرا ہاتھ بلند ہوا اور الیبرن کے سینے پر پڑا۔ الیبرن کے پھیپھڑوں سے ہوا نکل گئی۔ کئی پسلیاں ٹوٹ گئی تھیں۔ ٹائیگر نے الیبرن کو دھکا دے کر گرا دیا۔ کلہاڑی اٹھائی۔ اسے پھل کی طرف سے پکڑا اور اس کا ڈنڈا الیبرن کے منہ میں ٹھونس دیا۔

الیبرن کے تمام دانت ٹوٹ گئے۔ زبان کچلی گئی اور سانس اور غذا کی نالی میں گوشت و خون بھر گیا۔

پھر الیبرن اچانک ہی تڑپا۔ وہ الٹا ہو گیا اور اس نے الٹی کر دی۔ فرش پر خون ہی خون ہو گیا۔ الیبرن نے خالی خالی نظروں سے ٹائیگر کی طرف دیکھا جو ایک طرف کھڑا ہوا تھا۔ اس نے کچھ کہنے کی کوشش کی... مگر ناکام رہا لہٰذا اس نے آخری ہچکی لی اور آنکھیں بند کر لیں۔

ٹائیگر چند لمحوں تک یونہی کھڑا رہا۔ اسے حیرت تھی کہ اتنا سخت جان شخص اتنی آسانی سے کیسے مر گیا لیکن شاید اسے اندازہ نہیں تھا کہ ٹوٹی ہوئی پسلیوں میں سے ایک الیبرن کے دل میں اتر گئی تھی۔

ٹائیگر نے ایک طویل سانس لی اور پھر پرسکون ہوتا چلا گیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے ریوز اور جیکو کا انتقام لے لیا ہے۔

اس کے بعد

ٹائیگر کے آٹھویں حصے کا مطالعہ کریں۔

Scanned And Uploaded By Muhammad Nadeem